تاریخ بنارس

جلد اوّل

مصنّفہ واقف علوم معقول و منقول ماہر طب
بہ فرع و اصول مستجمع کمالات و فن حکیم و مولوی

سید مظہر حسین کوروی و فتحپوری وطن
طبیب مہاراجہ بنارس

حسب فرمائش مصنّف

سلیمانی پریس بنارس میں چھپی

بار اول — ماہ مارچ ۱۹۱۲ع — ۱۰۰۰ جلد

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U51941

فہرست کتاب تاریخ بنارس

نمبر	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
۱	دیباچہ کتاب	۱
۲	مقدمہ کتاب	۸
۳	سلطنت ہنود زمانہ سابق میں ملک ہندوستان میں ہونا و کیفیت حالات اونکی سلطنت کے بہرورود مسلمانوں کا و اونکی طرز حکومت کا بیان، شاہ اکبر کی پالیسی بیان قواعد و ضوابط سلطنت شاہ اکبر۔ عالمگیر کا پالسی شاہ اکبر کو شکست کرنا اوسکی وجہ سے ملک میں بے اطمینانی ہونا آخر اونکے زمانہ کے حالات و ہر جگہ عذر و بے انتظامی رہنا۔	۸
۴	حالات زمانہ سلف متعلق شہر بنارس	۴۲
۵	ذکر مورثان خاندان حکمران موجودہ بنارس و راجہ منسارام سنگہ کے ابتدائی حالات تا اختیار انتظام ہرچہار سرکار	۵۸
۶	حالات راجہ منسارام سنگہ	۶۷
۷	ذکر جنگ منسارام سنگہ با زمینداران کسوار	۶۸
۸	ذکر شادی راجہ بلونت سنگہ با دختر بریار سنگہ مسمی رانی گلاب کنور	۷۲
۹	آراستہ کرنا بلونت سنگہ کا اپنی فوج کو بعد تعلیم و خواہش محالات کوہستان کرنا اور سند میر رستم علی خاں سے لینا۔	۷۸
۱۰	تیار کرنا بلونت سنگہ کا اپنے لشکر کو بہ قصد تسخیر لطیف پور و فتح قلعہ بعد مارے جانے ملک فرح حاکم حصار کے	۸۱
۱۱	فتح ہونا قلعہ بیجہ گڑھ کا قوت تدبیر بابو بیجناتھ سنگہ سے و غنیمت کا ملنا و سند قلعہ داری ہر دو جا کی بنام بیجناتھ سنگہ بلونت سنگہ سے ملنا۔	۸۵
۱۲	ضلع کوالہوہ پر بلونت سنگہ کا حملہ اور جنگ اہالیان اطراف سے اور زخمی ہونا پھر بیجناتھ سنگہ کا مدد کو آنا اور	

نمبر باب	خلاصه مضمون	نمبر صفحه
	علاج زخم کرنا	۸۸
۱۳	مفتوح ہونا ضلع کو اکھوہ کا اور اُس پرگنہ کو بہ استثناء سکندر پور و منگرور بالہ بجناتھ سنگہ کو ملنا	۹۱
۱۴	واپس ہونا بلونت سنگہ کا جانب بنارس و بعد غسل صحت بزم نشاط آراستہ ہونا و شرکت میر رستم علی خان و اطاعت گرنجتیگان لطیف پور	۹۴
۱۵	لینا مرزا پور مضافات بنارس کا بعد صلح و بلشکر طلب نصف محصول واپس کرنا	۹۵
۱۶	شکار کرنا راجہ بلونت سنگہ کا شیر و رچھ کو زمین سے۔	۹۷
۱۷	بوجہ حسد پسران میر رستم علی کا قصد قید راجہ بلونت سنگہ کرنا اور اون کا نکل جانا پہر پانچ لاکھ روپیہ طلب کرنا اور معاملہ ڈیڑھ لاکھ پر ہونا	۹۹
۱۸	راجہ منسا رام سنگہ کا مالک مستقل سرکار ہونا۔	۱۰۲
۱۹	مسخر کرنا راجہ منسا رام سنگہ و راجہ بلونت سنگہ کا قلعہ ہٹہرہ کو	۱۱۱
۲۰	لینا قلعہ اگوری کا جسکو اب بڑہر کہتے ہیں۔	۱۱۵
۲۱	ذکر حالات علالت راجہ منسا رام سنگہ اور سفیروں کا خدمت صفدر جنگ بہادر میں بھیجنا۔	۱۱۹
۲۲	ذکر اعزاز راجہ منسا رام سنگہ اور اُنکے اولاد کا۔	۱۲۰
۲۳	حالات راجہ بلونت سنگہ	۱۲۳
۲۴	راجہ بلونت سنگہ کا حضور صفدر جنگ میں جانا اور خلعت و خطاب و سند لیکر واپس ہونا۔	۱۲۴
۲۵	تسخیر قلعہ بجے گڈہ	۱۳۲
۲۶	مطیع کرنا اہالیان قصبہ کنتت متعلق مرزا پور کا۔	۱۳۵
۲۷	سزادہی زمینداران بدلاپور	۱۳۸
۲۸	زخمی ہونا راجہ بلونت سنگہ کا باشارہ مفسدان اقربا و گوالداس مہاجن و مقید ہونا مہاجن مذکور کا۔	۱۳۹
۲۹	تسخیر بھدوئی	۱۴۵
۳۰	جنگ علی قلی خان کی راجہ بلونت	

نمبر باب	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	سنگھ سے	۱۴۷
۳۱	ذکر مقابلہ شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ احمد شاہ درانی سے وکار ہائے نمایاں کرنا صفدر جنگ کا پھر بعد موت محمد شاہ وزیر ہونا پھر سبب جنگ پٹھانوں سے پیدا کرنا آخر شکست کھانا۔	۱۵۱
۳۲	حالات بلونت سنگھ زمانہ شکست صفدر جنگ میں	۱۵۴
۳۳	ذکر اصلیت قوم مرہٹہ و ترقی کرنا۔	۱۵۷
۳۴	بقیہ حالات احمد خان و صفدر جنگ	۱۶۱
۳۵	حالات راجہ بلونت سنگھ بعد فتح صفدر جنگ	۱۷۲
۳۶	جنگ علی قلی خاں معروف محمد قلی خاں راجہ بلونت سنگھ سے	۱۷۴
۳۷	حالات ریاست راجہ بلونت سنگھ بابت تعلق دہلی و مزاحمت صفدر جنگ و بعض حالات زمانہ وزارت صفدر جنگ و واپسی عہدہ مذکورہ کے بعد فیض آباد آنا اور جانب بنارس آنا و راجہ پرتھی پت کا مارا جانا و راجہ بلونت سنگھ کا اپنی عقلمندی سے جان و ریاست کو بچانا	۱۸۱
۳۸	تسخیر پرگنہ کیرا منگرور۔	۱۸۵
۳۹	اخراج ہمت بہادر فوجدار کڑا وارہ	۱۸۹
۴۰	گرفتاری شیخ قبول محمد	۱۹۰
۴۱	بوجہ انتقال صفدر جنگ قلعہ جنار پر بلونت سنگھ کی توجہ اور شجاع الدولہ کی آمد بنارس میں۔	۱۹۱
۴۲	بنا آبادی رام نگر۔	۱۹۸
۴۳	مقابلہ خوشدامن راجہ بلونت سنگھ شجاع الدولہ سے	۱۹۹
۴۴	حالات اولاد شیخ عبد اللہ غازی پوری و آپس کی نزاع بابت سرکار غازی پور ہونا و حالات فضل علی خاں	۲۰۲
۴۵	خارج کرنا بلونت سنگھ کا فضل علیخاں ناظم غازی پور کو۔	۲۰۵
۴۶	نکالنا درنجے سنگھ زمیندار چولسنہ کو حصار سرنیچہ سے۔	۲۰۷
۴۷	نکالنا بکرماجیت کو پرگنہ کنتت سرکار	

نمبر شمار	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	ترہار معناف صوبہ الہ آباد سے	۲۰۸
۴۸	حالات شہاب الدین مخاطب عماد الملک یعنی صفدر جنگ کے ذریعہ سے عروج کو پہونچنا پھر اون سے دغا کرنا اُنکی بدکرداری سے مرہٹہ کا فوج شاہی کو لوٹنا - اپنی خوشامدمن سے سلوکات احمد شاہ کا قتل کرنا اور عالمگیر ثانی کی تخت نشینی پھر اونسے بھی منحرف ہونا عالی گہر پسر عالمگیر ثانی کا اُنکے خوف سے گریزاں اور آوارہ ہوتے ہوئے الہ آباد محمد قلی خاں کے پاس پہونچنا	۲۱۰
۴۹	محمد قلی خاں صوبہ دار الہ آباد سے صوبہ کا نکل جانا۔	۲۱۵
۵۰	حالات ریاست مرشد آباد از زمانہ مہابت جنگ تاجنگ سراج الدولہ	۲۱۶
	حال ورود قوم یورپ بہ ہندستان تاجنگ سراج الدولہ وشکست سراج الدولہ۔	۲۱۹ تا ۲۳۱
۵۱	مسند نشینی میر محمد جعفر خاں ریاست مرشد آباد پر و تباہی انتظام بوجہ	

نمبر شمار	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	عیش میر محمد جعفر خاں واونکے پسر میرن کے ورام نرائن کا صوبہ دار باقی رہنا و فوج وصاحبان جرأت کا افلاس وظلم میرن	۲۳۲
۵۲	آنا شاہزادہ عالی گہر ملقب بہ شاہ عالم کا ہمراہ محمد قلی خاں بہ قصد تسخیر عظیم آباد اور سفاہت کی وجہ سے بے نیل مقصود پھر جانا اور صوبہ مذکور کا حکام اوس دیار پر رہ جانا۔	۲۳۷
۵۳	بہ ایمار شجاع الدولہ لشکر محمد قلی خاں کا لُٹنا اور اون کا قتل ہونا وحال زین العابدین	۲۴۳
۵۴	ورود دوبارہ شاہزادہ عالی گہر کا بنگالہ میں۔	۲۴۵
۵۵	ذکر مخالفت باہم درمیان صاحبان انگریز و تخت نشینی میر قاسم خاں عالی جاہ۔	۲۵۹
۵۶	میجر کرنک کا بادشاہ شاہ عالم وکامگار خاں سے جنگ کرنا اور شکست یادشاہ بہم مصالحہ باخود ہا۔	۲۶۰

نمبر شمار	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
۵۷	حالات صوبہ لاہور بعد واپسی احمد شاہ بار پنجم حملہ جات سکھ و مرہٹہ جنگ شجاع الدولہ مرہٹہ سے مدد نجیب الدولہ کی آمد شاہ ابدالی بار ششم و پانی پت کے میدان میں بنیاد مرہٹہ ضائع ہونا شاہ عالم کی نیابت میں مرزا جواں بخت کا دہلی میں بہ سرپرستی نجیب الدولہ امیر الامراء کے رہنا اور شجاع الدولہ کا وزیر مقرر ہونا۔	۲۶۹
۵۸	نواب شجاع الدولہ کا بغرض استقبال شاہ عالم بنارس میں آنا اور بلونت سنگھ کے حالات	۲۷۱
۵۸	یلغار راجہ بلونت سنگھ کوسل سنگھ زمیندار تعلقہ کیہر متعلقہ پرگنہ اونگی سرکار جونپور پر	۲۷۳
۵۹	جنگ کرنا بلونت سنگھ کا زمینداران دسٹرہ متعلق حویلی غازیپور سے	۲۷۵
۶۰	وجہ جنگ عالیجاہ انگریزوں سے	۲۷۸
۶۱	ذکر آمد عالیجاہ نواح بنارس عمل راجہ بلونت سنگھ میں	۲۹۲
۶۲	روانگی عالیجاہ جانب بندیلکھنڈ و استقبال وزیر و مراعات و عہد ہر دو باخود یاد روانگی جانب بنارس و بلونت سنگھ کو ہمراہ لینا	۲۹۴
۶۳	ابتداء تعلق راجہ بلونت سنگھ انگریزوں سے۔	۲۹۶
۶۴	عالیجاہ و وزیر مع شاہ کا بنارس سے جانب عظیم آباد روانہ ہونا	۲۹۸
۶۵	ذکر جنگ شجاع الدولہ انگریزوں سے پھر واپسی جانب بکسر و چھاؤنی بکسر میں کرنا	۳۰۲
۶۶	ذکر مقید ہونے عالیجاہ کا بدست وزیر	۳۰۶
۶۷	سانحہ کپتان بلکوبی و حال قیام راجہ بلونت سنگھ کا کنار سرجو پر و روانگی میجر منرو بغرض جنگ وزیر۔	۳۰۹
۶۸	ذکر جنگ وزیر و انگریزوں سے مقام بکسر میں۔	۳۱۱
۶۹	خلاصہ حال شاہ عالم تا جنگ بکسر و حالات بعد شکست بکسر	۳۱۷
۷۰	فوج انگریزی کا بنارس پہنچنا و قلعہ	

نمبر باب	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	چنار کا محاصرہ پھر واپسی۔	۳۲۲
۷۱	بقیہ احوال شجاع الدولہ	۳۲۴
۷۲	حملہ نواب وزیر فوج انگریزی متعینہ بنارس پر	۳۲۵
۷۳	حالات مرہٹہ بعد بالاجی راو حاکم دکھن و جنگ کرنا رگھوناتھ راو برادر بالاجی راؤ کا مادھو راؤ پوتا بالاجی راؤ سے و تنبیہ کرنا آصف جاہ ثانی کا مرہٹہ کو آخر خرابی پونہ دار السلطنت	۳۲۷
۷۴	انتظامات انگریزی صوبہ اودھ میں ہونا اور تسخیر قلعہ آلہ آباد کرنا۔	۳۳۲
۷۵	ذکر جنگ وزیر بہ اتفاق مرہٹہ انگریزوں سے۔	۳۳۴
۷۶	ذکر صلح وزیر انگریزوں سے	۳۳۵
۷۷	قرارداد مصالحہ درمیان شجاع الدولہ و انگریزان	۳۳۷
۷۸	نقل عہدنامہ شجاع الدولہ	۳۳۸
۷۹	روانگی وزیر جانب بنارس بغرض تکملہ عہدنامہ۔	۳۴۲
۸۰	آنا لارڈ کلایو کا الہ آباد میں بغرض ملاقات شاہ عالم بادشاہ و وزیر الممالک شجاع الدولہ و لینا اسناد فرمان دیوانی خالصہ شریفہ ہر سہ صوبہ بنگالہ واڑیسہ و بہار کا بنام کمپنی انگریزان۔	۳۴۴
۸۱	بقیہ حالات نظامت بنگالہ	۳۴۵
۸۲	ذکر انتقال بابو بیجناتھ سنگھ و عطار اختیار بر راجہ جیت سنگھ و ترقی اوسان سنگھ و تبدیلی سرداران بلونت سنگھ بوجہ انتقال قدیم سرداروں کے۔	۳۴۷
۸۳	تنبیہ راجپوتان سینگر ضلع غازی پور	۳۵۰
۸۴	آنا وزیر الممالک کا چھپرہ میں برسم رخصت لارڈ کلایو بہادر و فیصلہ معاملہ راجہ بلونت سنگھ کا ہونا۔	۳۵۳
۸۵	ذکر تبدیلی گورنران و آنا گورنر گزیٹر کا بنارس میں راجہ بلونت سنگھ کا گورنر سے بغرض صفائی شجاع الدولہ مدد چاہنا	۳۵۴
۸۶	بعض عادات و خصائل مہاراجہ بلونت سنگھ و ذکر اہل دربار و ازواج واولاد۔	۳۶۱
۸۷	ذکر مصاحبین و عمائدین دربار راجہ	

نمبر مضمون	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	بلونت سنگھ	۳۶۹
۸۸	سوانحات زمانہ بیماری راجہ بلونت سنگھ پھر انتقال اونکا	۳۷۴
۸۹	حالات شیخ علی حزیں مدفون بنارس منجملہ کاملین زمانہ مہاراجہ بلونت سنگھ ابتدائے پیدائش سے لیکر آخر تک	۳۷۸
۹۰	وجہ آمد نادرشاہ ہندوستان میں	۴۱۲
۹۱	نادرشاہ کا کرنال میں پہونچکر محمد شاہ سے جنگ کرنا و غالب ہوکر قلعہ شاہ جہان آباد میں آنا بلوہ ساکنین دہلی پر قتل عام دہلی ہونا پھر سندہ و کابل کو اپنے قبضہ میں لیکر اور شادی اپنے فرزند کی کرکے محمد شاہ کو تخت پر رکھنا و بقیہ حال شیخ حزیں مقام بنارس میں	۴۱۹
۹۲	حصہ سیوم ذکر راجہ چیت سنگھ	۴۳۵
۹۳	مسند نشینی راجہ چیت سنگھ اور شجاع الدولہ کا بنارس میں آنا اور آصف الدولہ سے پگڑی بدلوانا یعنی دونوں کو بھائی بنانا	۴۳۶
۹۴	پٹہ شجاع الدولہ بنام راجہ چیت سنگھ۔	۴۴۱
۹۵	عرض راقم متضمن حالات ریاست اودھ	۴۴۲
۹۶	ذکر جنگ کرنا مرہٹھوں کا نجیب الدولہ کو بوجہ فتنہ انگیزی عماد الملک و مدد کرنا اونکی شجاع الدولہ کو پھر مکر نجیب الدولہ شجاع الدولہ سے و آنا گورنر و شجاع الدولہ کا بنارس میں و حالات راجہ چیت سنگھ و صلح گورنر و شجاع الدولہ سے و آمد شجاع الدولہ رام نگر میں و ضیافت کہانا۔	۴۴۸
۹۷	عہدنامجات از طرف شجاع الدولہ و گورنر باخود ہا و بنام راجہ چیت سنگھ	۴۶۶
۹۸	تنبیہ زمینداران سرحد مرزاپور کلاں و ترک وطنی بابو منیار سنگھ و لکھنؤ جانا۔	۴۶۹
۹۹	جنگ شجاع الدولہ روہیلہ سے و انتقال شجاع الدولہ	۴۷۲
۱۰۰	بقیہ حالات خوانین رامپور	۴۷۴
۱۰۱	عہدنامجات شجاع الدولہ و فیض اللہ خاں۔	۴۷۷
۱۰۲	عہدنامجات آصف الدولہ و نواب محمد علی خاں بہادر	۴۸۳

نمبر	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
۱۰۳	لینا مسٹر جان برسٹو کا ہر چہار سرکار کو نواب وزیر الممالک سے مع عہد نامجات	۴۹۱
۱۰۴	ذکر شروع محاربات قوم انگریزاں و مرہٹہ بغرض مدد رگہناتھ راؤ و غالب ہونا پیشوا کا مقابل رگہناتھ راؤ میں پہر صلح کرنا۔	۵۰۶
۱۰۵	حالات جنگ افواج انگریزی سرداران دکہن سے۔	۵۱۰
۱۰۶	ذکر صحبت عیش و عشرت راجہ چیت سنگہ و محفل ہولی ہونگی	۵۲۵
۱۰۷	بنیاد خرابی ریاست راجہ چیت سنگہ کی بوجہ شرکت کہانا کہانے سے کے پیدا ہونا اور اوسان سنگہ کا فکر قتل راجہ میں کامیاب نہ ہونا آخر خود بہاگنا اور تعاقب اونکا ذریعہ غلام حسین خاں ہونا	۵۲۱
۱۰۸	حال بلوہ جو پنور و جانا لشکر راجہ چیت سنگہ کا	۵۳۷
۱۰۹	اختلاف صاحبان کونسل گورنر جنرل سے اور اول موافقت گورنر راجہ سے پہر اختلاف و درپے تخریب ہونا و جانا رزیڈنٹ فوق کا و آنا جان فوق کا پہر آنا طامس گرہام کا و تنگ گیری راجہ۔	۵۴۰
۱۱۰	راجہ چیت سنگہ کا بابو اوسان سنگہ کو جاگیر دینا اور پانچ لاکہ روپیہ سالانہ تنخواہ پلٹن قبول کرنا۔	۵۵۲
۱۱۱	ظاہر ہونا سداشیو بہاؤ کا بنارس میں و انجام کار۔	۵۵۵
۱۱۲	حالات تنگ گیری مسٹر طامس گرہام بہ نسبت ملازمین راجہ بعد گرفتاری بہاؤ۔	۵۶۰
۱۱۳	بقیہ حالات بہاؤ	۵۶۵
۱۱۴	روانگی جنرل سرایر کوٹ کلکتہ سے بہ قصد تماشائے فوج ماموره و ملاقات سرداروں سے اثنائے راہ میں	۵۶۹
۱۱۵	ملاقات راجہ چیت سنگہ کی جرنیل سے ذریعہ مسٹر ہنری ونسٹرت	۵۷۴
۱۱۶	جرنیل کا غازی پور میں قیام کرنا	

نمبر باب	خلاصه مضمون	نمبر صفحه
	اور چہل ستون دیکھنا اور روانگی جانب بنارس	٥٨١
١١٧	اختلاف رائے صاحبان انگریز درباب آنے جرنل کے رام نگر میں وحالات متعلقہ	٥٨٣
١١٨	تبدیلی مسٹر گراہام و آنا مسٹر فرانسیس فوق کا بنارس میں	٥٩٠
١١٩	ابتدائی حالات حیدر علی نایک پہراون کا ترقی کرنا اور انگریزوں سے جنگ کرکے شکست دینا اور انگریزوں کی مجبوری۔	٥٩٤
١٢٠	لشکرکشی حیدر علی خاں نایک صوبہ آرکاٹ پر و مقابلہ انگریزی فوج کا۔	٥٩٩
١٢١	جنگ جنرل منرو دوسری و تیسری شکست کہانا۔	٦٠١
١٢٢	آنا جنرل کوٹ کا مندراج میں اور بعد جنگ مثل منرو کے شکست کہانا و روانگی مسٹر فرانسیس ولایت کو عین زمانہ جنگ میں	٦٠٣
١٢٣	جنگ انگریزوں کی مرہٹہ سے وشکست کہانا پھر گائیکوار کو ملاکر گجرات فتح کرنا اور انکو دیدینا حال مسخر ہونے رانا رگوہد قریب گوالیار کا پھر اتفاق مرہٹہ با خود ہا گائیکوار کا باوجود دیگر گجرات مل جانے کے انگریزوں سے انحراف کرنا جمناجی کا اپنی فوج سے مستعد ہونا	٦٠٥
١٢٤	واپس ہونا سر ایرکوٹ کا خبر یورش حیدر علی نایک و جمناجی مرہٹہ پاکر براہ گومتی وحالات راجہ چیت سنگہ۔	٦٠٩
١٢٥	انگریزوں کا مدد رانا رگوہد میں مہاجی سیندھیہ سے جنگ کرنا پھر اوس سے بوئے نفاق پانے پر دست بردار ہونا۔ مہاجی کا رانا رکو تنگ کرنا مندراج میں براہ خشکی فوج بہیجنے کے واسطے جمناجی و انکے	

نمبر	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	باپ سے راہ گذر جاہنا پہلے اون کا انکار بہر منظور کر لینا۔	٦١٦
١٠٧	مقرر ہونا مسٹر مارکم صاحب کا سزاولی یعنی رزیڈنسی بنارس پر بجائے مسٹر فوق کے وتنگ گیری راجہ جیت سنگہ کی۔	٦٢٠
١٠٨	آنا گورنر جنرل کا کلکتہ سے جانب دیار مغرب بارادہ انتظام مہمات دکن وتادیب راجہ جیت سنگہ	٦٢٢
١٠٩	داخل ہونا گورنر کا بنارس میں وباریاب نہ ہونا راجہ جیت سنگہ کا وخرابیاں جو اوسکی وجہ سے ہوئیں۔	٦٣٢
١١٠	مقرر کرنا گورنر کا مارکم صاحب کو بغرض مقید کرنے راجہ کے	٦٣٧
١١١	آنا جیت رام چوبدار کا حضور مسٹر مارکم سے اور اوسکی بے ادائی سے آفت فساد	
	دوبالا ہونا۔	٦٤٢
١١٢	فرار کرنا راجہ جیت سنگہ کا جانب لطیف پور وحالات متعلقہ وحملہ رام نگر پر وہزیمت انگریزی فوج کی	٦٤٨
١١٣	جانا گورنر کا تمامی صاحبان کے ساتھ قلعہ چنارگڈھ میں بخوف شب خون بابو سجان سنگہ۔	٦٥٣
١١٤	آگاہ ہونا بابو سجان سنگہ کا روانگی گورنر سے وغارت اسباب انگریزی وگرفتاری متوسلان انگریزی۔	٦٦١
١١٥	گرفتاری علی الدین کبری اپنی نادانی سے اور باداش عمل پانا ومحفوظ رہنا خیرالدین کا وتاراجی کشتی انگریزان۔	٦٦٢
١١٦	شکست کھانا فوج انگریزی کا قلعہ بٹھنہ میں اور دست برد رعایا سے مسافرین کا	

نمبر باب	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
	ہلاک ہونا۔	۶۶۵
۱۱۷	بوجہ گھیرنے فوج راجہ کے گورنر کو غلہ و مایحتاج کی تکلیف پھر کوشش کپتان پالی سے رسد آنا۔	۶۶۶
۱۱۸	مدد مانگنا نواب گورنر کا آصف الدولہ سے و آنا اونکی فوج کا بسرداری حیدر بیگ خاں پھر آنا آصف الدولہ کا بغرض مدد۔	۶۶۸
۱۱۹	بھاگنا راجہ چیت سنگہ کا اپنے قلمرو سے بسبب شکست جنگ کے۔	۶۷۳
۱۲۰	خبر فتح ہونے قلعہ بجے گڈھ کی راجہ چیت سنگہ کو پہونچنا اور اون کی ماں کا بنارس آنا اور بنارس سے جھانسی جانا۔	۶۹۰
۱۲۱	صلح سرکار پیشوا انگریزوں سے و بقیہ حالات راجہ	
۱۲۲	چیت سنگہ۔	۶۹۷
۱۲۳	بقیہ حالات خاندان راجہ چیت سنگہ۔	۷۰۶
۱۲۴	ذکر مصاحبان راجہ چیت سنگہ۔	۷۰۶
۱۲۵	خاتمہ کتاب منظوم	۷۰۸

انڈکس کتاب تاریخ بنارس

نمبر شمار	انڈکس	
۱	انسانی ترقی	۲۹۲
۲	اکبر کی بادشاہت کا طریقہ اور اُن کی پالسی	۲۱ تا ۳۰
۳	اگوری کا قلعہ فتح ہونا جسکو بڑھ ہر کہتے ہیں	۱۱۵ تا ۱۱۸
۴	انتقال منسارام سنگھ	۱۱۹
۵	احمد شاہ پسر محمد شاہ	۱۵۱ تا ۱۵۴
۶	احمد شاہ درانی	۱۵۱ تا ۱۵۴ و ۲۶۶
۷	احمد خاں برادر قائم خاں	۱۵۳ و ۱۷۱
۸	افضل خاں سردار علی عادل شاہ بیجاپور	۱۶۰
۹	آصف جاہ دکہن کا اصلی نام	۱۶۷
۱۰	آغا جانی پسر احمد بیگ قلعہ دار چنار	۱۹۱
۱۱	آبادی رام نگر	۱۹۸
۱۲	انگریزی قوم کا ذکر	۲۱۹ تا ۲۲۹
۱۳	ابتداء انگریزی کمپنی	۲۲۰
۱۴	آبادی مندراج	۲۲۱
۱۵	انگریزوں کا دربار فرخ سیر سے فرمان ملنا	۲۲۲
۱۶	امی چند	۲۲۴ و ۲۲۹
۱۷	اصالت خاں ملازم میرن پسر محمد جعفر خاں	۲۳۶
۱۸	آدینہ بیگ خاں	۲۶۵
۱۹	استقبال کرنا شجاع الدولہ کو شاہ عالم کا	۲۷۱
۲۰	استقبال کرنا شجاع الدولہ کا عالیجاہ کو	۲۵۵
۲۱	ابتداء تعلق بلونت سنگھ انگریزوں سے	۲۹۶
۲۲	انتظامات انگریزی صوبہ اودہ میں ہونا اور الہ آباد لینا	۳۳۲
۲۳	انتقال بلونت سنگھ	۳۷۴ تا ۳۷۸
۲۴	ایلچ خاں مدار المہام اودہ	۴۳۸ و ۴۵۸

نمبر شمار	انڈکس
۲۵	آصف الدولہ ۴۳۹ و ۴۸۱
۲۶	اوسان سنگھ ۳۴۸ و ۳۶۹ و ۳۷۴ و ۴۴۰ و ۴۷۰ و ۵۲۵ و ۶۳۵ و ۶۳۷ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۵ و ۶۵۹
۲۷	اختلاف صاحبان کونسل گورنر جنرل سے ۵۳۰ و ۵۴۳
۲۸	انتظامات جنگ چیت سنگھ انگریزوں سے ۶۶۵ تا
	ب
۲۹	بنارس کے اطراف میں مختلف لوگوں کی حکومت ۳۸ تا ۴۰
۳۰	بنارس کے حالات ابتدا سے تا زمان میر رستم علی ۴۲ تا ۵۷
۳۱	بیری سال زمیندار مجھوا ۶۹
۳۲	بکرماجیت سنگھ زمیندار منڈیاہو ۷۱
۳۳	بریار سنگھ زمیندار کول اسلہ ۷۲ تا ۷۸
۳۴	بلونت سنگھ کا خواہش کوہستان کرنا ۷۸
۳۵	بلونت سنگھ کا لطیف پور و بجہٹہ و کواکھوہ وغیرہ فتح کرنا ۸۱ تا ۹۳
۳۶	بلونت سنگھ کا بعد فتح کوہستان غسل صحت

نمبر شمار	انڈکس
	زخم کرنا ۹۴
۳۷	بابو بجناتھ سنگھ ۷۸ و ۸۲ و ۸۵ و ۸۸ و ۹۱ و ۹۵ و ۱۱۵ و ۱۲۹ و ۱۳۴ و ۱۶۷ و ۳۴۷
۳۸	بلونت سنگھ کے حالات زمانہ مسند نشینی سے انتقال تک ۱۲۴ تا ۳۷۷
۳۹	بلونت سنگھ کا صفدر جنگ کے پاس جانا ۱۲۴ تا ۱۳۲
۴۰	بلونت سنگھ کا محمد شاہ بادشاہ سے سند لینا ۱۲۹
۴۱	بیجاپور کا عالمگیر کو لینا ۱۲۳
۴۲	بہادر شاہ ۱۲۵
۴۳	باجی راؤ پیشوا ۱۲۸
۴۴	بکرماجیت سنگھ زمیندار کفنت صوبہ الہ آباد ۲۰۷
۴۵	بلونت سنگھ و عالیجاہ میر قاسم خاں ۲۹۳
۴۶	بی بی گھسیٹی زوجہ شہامت جنگ ۲۱۸ و ۲۲۹ و ۲۳۶
۴۷	بھالی رام مرہٹہ ۵۱۷ و ۵۳۱ و ۵۳۳ و ۵۴۴
۴۸	بلوہ جونپور ۵۳۷

نمبر شمار	انڈکس
۴۹	بال کشن ہزاری ۳۷۱ و ۵۵۴ و ۶۴۸ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۷۳۔
۵۰	بقیہ حالات بہاؤ ۵۶۵
۵۱	بابو سجان سنگھ ۵۶۵ و ۵۷۷ و ۶۵۴ و ۶۶۴۔
۵۲	بخشی سدانند ۵۹۳ و ۶۲۱ و ۶۳۸
۵۳	بلم داس ملازم جیت سنگھ ۶۶۵ و ۶۷۵
۵۴	بندھو خاں ۶۷۴
۵۵	بینی حضوری دیوان بنا ۶۸۵ و ۶۸۶
۵۶	بابو درگ بجے سنگھ ۶۴۸
۵۷	بالا راؤ پنڈت حاکم جہالنسی ۶۹۷
	پ
۵۸	پٹھنہ کا مفتوح ہونا ۸۵ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۶۴ و ۶۷۵۔
۵۹	برہتی ہت راجہ پرتاب گڑھ ۱۸۳
۶۰	پٹنہ شجاع الدولہ بنام جیت سنگھ ۴۴۱
۶۱	پشاچ موچن (تالاب) ۴۵۸
۶۲	پرنٹ فرنگی سوداگر ۶۶۲
	ت
۶۳	تعریف تاریخ ۵۹۴

نمبر شمار	انڈکس
۶۴	تمکین خاں نائب صوبہ دار اودھ ۱۳۱ و ۱۹۵
۶۵	تسخیر بہدوہی ۱۳۵
۶۶	تسخیر پرگنہ کیرامنگرور ۱۸۵ تا ۱۸۸
۶۷	تنجور روکھن کا حال ۲۲۳
۶۸	تفضل حسین خاں اتالیق مرزا سعادت علی خاں ۶۰۸
۶۹	**ٹ**
۶۹	ٹھکرائی مہربان سنگھ ۱۳۷ و ۳۴۸ و ۵۳۴
۷۰	ٹھکرائی امراؤ سنگھ ۳۴۸
	ج
۷۱	جہاندار خاں پٹھان ۱۳۶
۷۲	جنگ نواح کٹوہ و بہاگیرتھی یعنی عالیجاہ وانگریزان ۲۸۵
۷۳	جنگ اودھوا عالیجاہ وانگریزان ۲۸۷
۷۴	جنگ عظیم آباد عالیجاہ وانگریزان ۲۹۰
۷۵	جنگ بجاپہاڑی شجاع الدولہ وانگریزان ۳۰۳
۷۶	جنگ بکسر شجاع الدولہ وانگریزان ۳۱۱
۷۷	جنگ کوڑہ جہان آباد شجاع الدولہ وانگریزان ۳۳۴

نمبر شمار	انڈکس
۷۸	جگت سیٹھ ۲۲۸ و ۳۴۶
۷۹	جان برسٹو ۴۵۱
۸۰	جنرل کلاورنگ ۵۴۱ و ۵۴۵
۸۱	جنرل سرایرکوٹ ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۳ و ۶۰۱ و ۶۰۳ و ۶۱۷
۸۲	جنرل منرو ۵۹۹ و ۶۰۱ و ۶۰۲
۸۳	جنرل گوڈارڈ ۶۰۱ و ۶۰۵
۸۴	جعفرخاں رسالہ دار چیت سنگھ ۶۵۴
۸۵	جمناجی پسر موہوجی والی ناگپور ۶۱۸
۸۶	جگردیو سنگھ ۶۲۷
	چ
۸۷	چہل ستون غازیپور ۱۰۵ و ۵۸۲
۸۸	چنداصاحب نواب آرکاٹ ۲۲۳
۸۹	چیت سنگھ ۳۴۹ و ۴۳۶ تا ۷۰۸
۹۰	چیت رای امین بنارس عامل چیت سنگھ ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۶۱
۹۱	چھجو خاں رسالہ دار چیت سنگھ ۶۴۸ و ۶۵۰
۹۲	چیت رام چوبدار ۶۴۲ و ۶۴۵
	ح

نمبر شمار	انڈکس
۹۳	حاجی سرفراز ۱۵۷
۹۴	حسین علی خاں ۱۶۶
۹۵	حسین قلی خاں ۲۱۸
۹۶	حالات شیخ حزیں از فارس تا ہند ۳۲۸ تا ۳۳۴
۹۷	حصہ دوم حال راجہ بلونت سنگھ ۱۲۳ تا ۳۰۸
۹۸	حملہ نواب وزیر فوج بنارس انگریزی پر ۳۲۵
۹۹	حالات مرہٹہ بعد بالاجی راو ۳۲۷
۱۰۰	حال آصف جاہ ثانی یعنی نظام علی خاں ۳۲۹
۱۰۱	حافظ رحمت رئیس روہیلہ ۵۰۴ و ۶۴۴
۱۰۲	حیدر علی نایک کے حالات ۴۹۵ تا ۶۰۵ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۵
۱۰۳	حیدر بیگ خاں نائب وزیر اودھ ۶۲۲ و ۶۶۹
	خ
۱۰۴	خضر خاں ۷۸ و ۹۵ و ۱۶۲
۱۰۵	خادم حسین خاں حاکم پورنیہ ۲۵۱
۱۰۶	خلاصہ حال شاہ عالم بادشاہ ۳۱۷
۱۰۷	خوشحال چند ۳۴۶
۱۰۸	خیرالدین حسین ۵۷۶ و ۵۸۴ تا ۵۹۰ و ۶۲۶ و ۶۵۵

نمبر شمار	انڈکس
۱۰۹	دریاؤ سنگھ زمیندار منجھوا ۶۹
۱۱۰	دائم خاں زمیندار منگرور ۱۸۶
۱۱۱	دسا رام برادر زمیندار رام سنگھ ۱۸۷
۱۱۲	درنبجے سنگھ زمیندار چونسہ ۲۰۷
۱۱۳	دولہہ رام ۲۲۸
۱۱۴	دلیر خاں ۲۴۶
۱۱۵	دوندی خاں رئیس روہیلہ ۴۵۰
۱۱۶	درگ بجے سنگھ والد راجہ ہیبت نرائن سنگھ ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۵۵ و ۶۵۹
	ڈ
۱۱۷	ڈوبلے صاحب ۲۲۳ و ۲۲۴
	ر
۱۱۸	رام روچہ ۶۹ و ۷۳
۱۱۹	رانی گلاب کنور ۷۳ و ۶۴۰ و ۶۴۳ و ۶۴۸ و ۶۴۹
۱۲۰	رسول خاں ۷۸ و ۹۵ و ۱۷۳ و ۱۷۶
۱۲۱	رستم خاں رسالہ دار ۱۴۵
۱۲۲	راجہ اکبر شاہ ۱۵۵
۱۲۳	رفیع الدولہ و رفیع الدرجات بادشاہ دہلی ۱۶۷
۱۲۴	راجپوتان سینگر ضلع غازی پور ۳۵۰
۱۲۵	راجہ رام نرائن سردار صفدر جنگ ۱۷۱
۱۲۶	راجہ راج روپ زمیندار گری کہوہ ۱۸۷
۱۲۷	راجہ جانکی رام نائب صوبہ عظیم آباد ۱۸۸ و ۲۱۷ و ۲۳۵ و ۲۳۷ و ۲۳۹ و ۲۴۳ تا ۲۴۴ و ۲۴۷ و ۲۶۰۔
۱۲۸	راجہ بینی بہادر ۲۴۳
۱۲۹	راجہ سندر سنگھ و بہرت سنگھ ٹکاری ۲۵۱
۱۳۰	راؤ شتاب رائے ۲۶۱
۱۳۱	ریاست رام پور ۳۴۲ تا ۳۴۴
۱۳۲	راجہ ہندوپت ۲۹۵
۱۳۳	راجہ بلونت سنگھ کا کنار گھاگھرا رہنا ۳۰۹
۱۳۴	رام جیاون ۵۵۴ و ۶۶۵ و ۶۷۶
۱۳۵	رگھناتھ راؤ فتح گائیکوار ۶۰۷
۱۳۶	رانا گوہد ۶۰۷ و ۶۱۷ و ۷۰۰
۱۳۷	راجہ کلیان سنگھ ۶۲۷
۱۳۸	راجہ ساہو رام پوناو ستارہ ۶۰۸
۱۳۹	راجہ خیالی رام ۶۲۷

نمبر شمار	انڈکس
۱۳۰	رام نگر پر حملہ ۶۵۱
۱۳۱	رام بخش کوتوال ۶۶۴
۱۳۲	راجہ ہیجراج ۶۷۰
	ز
۱۳۳	زخمی ہونا راجہ بلونت سنگہ کا مکانمیں ۱۳۹
۱۳۴	زین الدین احمد خاں ۲۱۷
۱۳۵	زین العابدین ۲۴۳ و ۳۷۶ و ۶۳۸
۱۳۶	زمینداران رسرہ ضلع غازیپور ۲۷۵
۱۳۷	زبردست خاں رسالہ دار جیت سنگہ ۶۵۰
	س
۱۳۸	سلطنت ہنود بہ زمانہ سابق ۸ تا ۱۵
۱۳۹	سلامت علی خاں پسر میر رستم علیخاں ۹۹ و ۱۰۹
۱۴۰	سنگرام سنگہ ۱۲۴
۱۴۱	سزادہی زمینداران بدلاپور ۱۳۸
۱۴۲	سرہرپور ۱۵۵
۱۴۳	سیواجی پسر شاہ جی مرہٹہ ۱۵۹
۱۴۴	سمبھاجی وساہوجی ۱۶۴
۱۴۵	سراج الدولہ ۲۱۷ و ۲۲۳ و ۲۲۷ و ۲۳۰ و ۲۳۳۔

نمبر شمار	انڈکس
۱۴۶	سداشیو بھاؤ ۳۶۸ و ۵۵۵ و ۵۶۵
۱۴۷	سمرو و مالکار ارمنی ۲۸۸ و ۳۰۴
۱۴۸	سیف الدولہ نواب مرشدآباد ۳۴۶
۱۴۹	سعداللہ خاں رئیس روہیلہ ۴۵۰
۱۵۰	سند راجہ جیت سنگہ کو گورنمنٹ انگریزی سے ملنا اور قبولیت دینا ۴۹۹
۱۵۱	سردار سنگہ ۶۵۱
۱۵۲	ساؤ گوپال داس ۶۴۶
	ش
۱۵۳	شادی بلونت سنگہ ۷۳ تا ۷۸
۱۵۴	شکار کرنا راجہ بلونت سنگہ کا زمین سے ۹۷
۱۵۵	شیخ عبداللہ غازی پوری ۱۰۵
۱۵۶	شیو ظالم سنگہ ۱۲۴ و ۱۲۹
۱۵۷	شیولال سنگہ ۱۲۴ و ۱۲۹
۱۵۸	شمشاد جہاں ۱۵۵
۱۵۹	شائستہ خاں امیرالامرا ۱۶۱
۱۶۰	شیخ قبول محمد فوجدار ۱۹۱
۱۶۱	شیخ منگلی رسالہ دار
۱۶۲	شجاع الدولہ ۱۹۳ و ۲۴۷ و ۲۷۱ و

نمبر شمار	انڈکس
	۳۵۳ و ۳۵۶ و ۴۴۹ و ۴۵۱ و ۴۵۴ و ۴۵۹ و ۴۶۳۔
۱۶۳	شیخ علی حزیں ۱۹۳ و ۳۷۸ تا ۳۹۱۔
۱۶۴	شیخ عظیم اللہ وکیل بلونت سنگھ ۱۹۵
۱۶۵	شہاب الدین مخاطب عماد الملک ۲۱۰ تا ۲۱۳ و ۲۶۵ و ۶۰۷
۱۶۶	شہامت جنگ عزیز مہابت جنگ بنگالہ ۲۱۷
۱۶۷	شاہزادہ عالی گہر ملقب بہ شاہ عالم ۲۳۹ و ۲۶۰ و ۲۷۱
۱۶۸	شروع جنگ انگریز و مرہٹہ سے ۵۰۶ تا ۵۱۵
۱۶۹	شرکت کھانا کھانے سے خرابی جیت سنگھ کی ہونا ۵۲۱
۱۷۰	شیخ علی نقی وکیل راجہ جیت سنگھ ۵۴۱
۱۷۱	شہاب خاں ۶۵۵ و ۶۶۰
۱۷۲	شریعت اللہ خاں ۶۵۲ و ۶۶۲
۱۷۳	شیخ صدر الدین ۶۹۹
	ص
۱۷۴	صفدر جنگ ۱۰۳ و ۱۱۹ و ۱۲۴ و ۱۵۱ تا

نمبر شمار	انڈکس
	۱۵۴ و ۱۷۱ و ۱۸۱
۱۷۵	صاحب زماں خاں ناظم احمد خاں بنگش ۱۵۴ تا ۱۷۲
۱۷۶	صلح وزیر انگریزوں سے ۳۳۵ تا ۳۴۴
۱۷۷	صلابت جنگ سید محمد خاں ۳۲۸
۱۷۸	صحبت عیش وعشرت راجہ جیت سنگھ ۵۱۵
	ع
۱۷۹	عالمگیر کا طریق عمل ۳۰ تا ۳۳ و ۱۶۱
۱۸۰	عزیزان ہمنا رام سنگھ کا ذکر ۱۲۱
۱۸۱	علی قلی خاں کی جنگ بلونت سنگھ سے ۱۴۷
۱۸۲	عینی سنگھ پسر بیری سال زمیندار منجھوا ۷۰ و ۱۵۵
۱۸۳	علی عادل شاہ بادشاہ بیجاپور ۱۶۰
۱۸۴	عبد اللہ خاں وزیر ۱۶۶
۱۸۵	عالم علی خاں خواہرزادہ عبد اللہ خاں ۱۶۶
۱۸۶	عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی ۲۴۶
۱۸۷	علی بن ابراہیم خاں ۲۵۸ و ۲۸۹ و ۶۲۶ و ۶۵۵ و ۶۶۲۔

نمبر شمار	انڈکس
۱۸۸	عہدنامہ شجاع الدولہ و انگریزوں میں ذکر بلونت سنگھ ۳۳۷
۱۸۹	عہدنامہ شجاع الدولہ انگریزوں سے ۳۳۸
۱۹۰	عہدنامہ شجاع الدولہ بلونت سنگھ سے ۳۵۳
۱۹۱	عادات راجہ بلونت سنگھ ۳۶۱ تا ۳۶۹
۱۹۲	عہدنامہ شجاع الدولہ جیت سنگھ سے ۴۶۶
۱۹۳	عہدنامہ احمد علی خاں رام پور شجاع الدولہ سے ۴۸۶
۱۹۴	عدلی شاہ نبیرہ راجہ بجے سنگھ ۶۹۴
	غ
۱۹۵	غلام حسین خاں ۳۵۲ و ۵۳۰ و ۵۵۸ و ۵۶۱ و ۶۳۸ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۷۰ و ۶۸۳ و ۷۰۲۔
۱۹۶	غلام محمد خاں رئیس رام پور ۴۷۷
	ف
۱۹۷	فتح سنگھ ۶۸ تا ۷۰
۱۹۸	فرزند علی خاں برادر زادہ میر
۱۹۹	رستم علی ۱۱۰
۲۰۰	فتح خاں پٹھان ۱۳۶
۲۰۱	فرخ سیر ۱۶۶
۲۰۲	فیض اللہ خاں نواب رام پور ۴۷۵
	ق
۲۰۳	قید راجہ بلونت سنگھ کا ارادہ میر رستم علی کو کرنا ۹۹
۲۰۴	قلعہ لہٹرہ کا فتح ہونا ۱۱۱ تا ۱۱۴
۲۰۵	قلعہ بجے گڑھ ۱۳۲ تا ۱۳۵ و ۶۷۸ و ۶۸۹
۲۰۶	قصبہ کنتت کے برہمنوں کی سزا ۱۳۵ تا ۱۳۸
۲۰۷	قمرالدین خاں وزیر ۱۶۹
۲۰۸	قلعہ چنار پر توجہ بلونت سنگھ ۱۹۱
۲۰۹	قلعہ چنار پر محاصرہ انگریزاں ۳۲۲
	ک
۲۱۰	کہٹومصر ۵۵ تا ۶۲
۲۱۱	کریا ناتھ ۷۶
۲۱۲	کواکہوہ کا فتح ہونا ۸۹ تا ۹۳
۲۱۳	کشن بلبھ پسر راج بلبھ ۲۱۸
۲۱۴	کرنل کلایو ۲۲۳ و ۲۲۶ و ۲۲۹ و ۲۳۲
۲۱۵	کامگار خاں بسین ۲۴۶ و ۲۶۰ و ۲۸۸

نمبر شمار	انڈکس	
۲۱۶	کوس سنگھ تعلقہ دار کٹھر	۲۷۳
۲۱۷	کرنل جمبیین	۴۷۹
۲۱۸	کرنل نشلی	۶۰۵
۲۱۹	کلب علیخاں	۶۴۹ و ۶۶۱ و ۶۶۴
۲۲۰	کرنل گوڈارڈ	۶۰۵ و ۶۰۷ و ۶۰۸
۲۲۱	کرنل بارس	۶۱۷
۲۲۲	کرنل طبور قلعہ دار چنار	۶۵۰ و ۶۷۴
۲۲۳	کرنل پایم	۶۴۳ و ۶۵۰ و ۶۷۵ و ۶۷۹ و ۶۹۰ و ۶۹۲ و ۶۹۳۔
۲۲۴	کپتان پامر	۶۵۱ و ۶۵۲
۲۲۵	کنتو بابو	۶۳۱ و ۶۶۲ و ۶۷۹ و ۶۹۲
۲۲۶	کپتان بابی	۶۶۶
۲۲۷	کپتان رابٹ	۶۷۴
۲۲۸	کپتان اسٹاکر	۶۴۱ و ۶۴۳ و ۶۴۴۔
۲۲۹	کپتان کریٹر	۶۹۰ و ۶۹۱
۲۳۰	کپتان ڈاکی سین	۶۵۱ و ۶۵۲
۲۳۱	کپتان پوفم	۶۰۸
	گ	
۲۳۲	گوالداس مہاجن	۱۱۹ و ۱۲۴ و ۱۳۹ تا ۱۴۱۔

نمبر شمار	انڈکس	
۲۳۳	گنگاپور کے قلعہ کی تعمیر	۱۳۰
۲۳۴	گولکنڈہ کو عالمگیر کا فتح کرنا	۱۶۳
۲۳۵	گرگین خاں	۲۸۷
۲۳۶	گورنر گزیٹر	۳۵۶
۲۳۷	گنگا محل رام نگر	۴۳۹
۲۳۸	گوبند پنڈت	۴۵۱؟
۲۳۹	گورنر وارن ہسٹنگ کا بنارس سے چنار کو جانا	۶۵۳ تا ۶۶۰
۲۴۰	گورنر کا خاطر پانا صاحبہ کرنا	۶۹۴
	ل	
۲۴۱	لال شاہ	۱۱۱ تا ۱۱۴
۲۴۲	لال خاں	۱۲۴ و ۱۷۳ و ۳۵۷ و ۱۸۳ و ۱۹۷۔
۲۴۳	لارڈ کلایو	۳۴۴ و ۳۴۶ و ۳۵۳
۲۴۴	لوٹ اسباب انگریزی	۶۶۱
	م	
۲۴۵	منور نجن سنگھ کے حالات اور اُنکے مورثوں کا ذکر	۵۸ تا ۶۴
۲۴۶	منسارام سنگھ	۶۷ تا ۱۲۲
۲۴۷	میر رستم علیخاں	۶۴ و ۷۱ و ۷۴ و ۱۰۳ تا ۱۱۰

نمبر شمار	انڈکس	نمبر شمار	انڈکس
۲۴۸	ملک فرخ ۸۳	۲۶۲	مسٹر واچہ ۲۲۴
۲۴۹	مرزا پور کا لینا ۹۵	۲۶۳	مسٹر ڈریک ۲۲۵ و ۲۲۶
۲۵۰	منسا رام سنگھ کا مالک مستقل ہونا ۱۰۲ تا ۱۱۰	۲۶۴	موشیر لاش فرانسیسی ۲۲۸ و ۲۳۱ و ۲۴۲ و ۲۴۹ و ۲۶۰
۲۵۱	میرا بھگت ۱۱۸	۲۶۵	میر جعفر خاں رئیس مرشدآباد ۲۲۸ و ۲۳۰ و ۲۳۲ و ۲۳۵ و ۲۵۸ و ۲۸۶ و ۳۴۵۔
۲۵۲	محمد علی خاں ہندوستان زا ۱۲۵ و ۱۹۵	۲۶۶	میر مدن و موہن لال ۲۳۰
۲۵۳	محمد شاہ بادشاہ ۱۲۹ و ۱۶۷ و ۱۶۸	۲۶۷	محمد صادق مشہور میرن ۲۳۲ و ۲۵۴
۲۵۴	مہر چند ۱۳۱	۲۶۸	مسٹر الیٹ ۲۳۹ و ۲۵۰ و ۲۵۵ و ۲۸۱ و ۲۸۴۔
۲۵۵	مرہٹوں کی اصلیت اور اونکی ترقی ۱۵۷ تا ۱۶۰ و ۴۴۸	۲۶۹	میر قاسم خاں عالیجاہ ۲۵۶ تا ۲۶۰ و ۲۶۳ و ۲۷۸ تا ۳۰۸۔
۲۵۶	منگلی خاں رسالہ دار بلونت سنگھ ۱۷۳	۲۷۰	مسٹر ہنری ونسٹرٹ ملقب بہ شمس الدولہ گورنر ۲۵۷ و ۳۰۵ و ۵۷۰ و ۵۷۳ و ۵۷۶۔
۲۵۷	محمد قلی خاں عزیز صفدر جنگ ۱۷۴ و ۲۱۵ و ۲۳۷ تا ۲۴۵	۲۷۱	مسٹر السن ۲۸۲
۲۵۸	مرزا احمد بیگ قلعہ دار چنار ۱۹۱	۲۷۲	میر مہدی خاں ۲۸۳
۲۵۹	مقابلہ خوشامد بلونت سنگھ شجاع الدولہ سے ۱۹۹	۲۷۳	محمد تقی خاں ۲۸۵
۲۶۰	مہابت جنگ ۲۱۷	۲۷۴	میر سلیمان خانساماں ۲۹۱
۲۶۱	محمد علی حاکم ترچناپلی ۲۲۳		

نمبر شمار	انڈکس
۲۷۵	معاملہ عالیجاہ شجاع الدولہ سے ۲۹۸
۲۷۶	مقید ہونا عالیجاہ کا بدست وزیر ۳۰۶
۲۷۷	میر مغل پسر آصف جاہ ثانی ۳۲۹
۲۷۸	مبارک الدولہ نواب مرشد آباد ۳۴۶
۲۷۹	مصاحبان بلونت سنگھ ۳۶۹ تا ۳۷۴
۲۸۰	مسند نشینی راجہ جیت سنگھ ۴۳۶
۲۸۱	میدنی رائو نبیرہ راجہ پرتھی پت ۴۳۷
۲۸۲	منیر الدولہ ۴۶۵
۲۸۳	منیار سنگھ ۴۶۹ و ۴۷۱ و ۶۴۳ و ۶۴۶ و ۶۷۳
۲۸۴	مختار الدولہ سید مرتضی خاں ۴۹۳
۲۸۵	مسٹر فوق ۵۴۱
۲۸۶	منہاج مصر وکیل راجہ جیت سنگھ ۵۴۴ و ۵۹۰
۲۸۷	مسٹر طامس گراہم ۵۴۵ و ۵۴۸ و ۵۵۳ تا ۵۹۰
۲۸۸	مولوی خیر الدین ۵۵۱ و ۶۵۸
۲۸۹	مولوی علی الدین کبری ۵۴۸ و ۶۳۱ و ۶۳۳ و ۶۳۷ و ۶۴۳ و ۶۴۷ و ۶۶۱ و ۶۶۳ تا ۶۶۴ و ۶۸۰
۲۹۰	میر عبداللہ وکیل راجہ جیت سنگھ ۵۵۵
۲۹۱	مرتضی قلی خاں برادر مہدی قلی خاں ۵۷۱ و ۵۷۳
۲۹۲	مسٹر فرانسیس فوق ۵۹۰
۲۹۳	مسٹر مارکم ۵۹۳ و ۶۲۰ و ۶۲۷ و ۶۳۱ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲
۲۹۴	محمد علی خاں صوبہ دار ارکاٹ ۶۰۱
۲۹۵	مسٹر ڈوکریل ۶۰۱
۲۹۶	مسٹر فرانسیس ۶۰۱ و ۶۰۳
۲۹۷	مرزا کلب علی بیگ داماد میر فیض اللہ بیگ ۶۳۹ و ۶۵۰
۲۹۸	میر نذر اشرف داروغہ توپ خانہ جیت سنگھ ۶۴۸ و ۶۵۲ و ۶۵۴
۲۹۹	مسٹر داوید اندرسن ۶۰۸ و ۶۵۸
۳۰۰	مادھو راؤ پیشوا و انکے سپہ سالار
۳۰۱	مہاجی سیندھیہ ۶۸۷ و ۶۸۹ و ۶۹۷ و ۷۰۰
۳۰۲	مہیپ نرائن سنگھ ۶۳۰ و ۶۴۸ و ۶۵۹

نمبر شمار	انڈکس
٣٠٣	مرزا حسن رضا خاں نائب وزیر اودھ ٦٢٣ و ٦٢٤
٣٠٤	مولوی دلدار علی غفرانمآب ٦٢٤
٣٠٥	مولوی سید محمد صاحب مجتہد ٦٢٤
٣٠٦	میر سید علی صاحب ٦٢٥
٣٠٧	مولوی سید بندہ حسین صاحب مجتہد ٦٢٥
٣٠٨	مولوی ابو الحسن عرف بچھن صاحب ٦٢٥
٣٠٩	مولوی سید محمد حسین عرف علن صاحب مجتہد ٦٢٥
٣١٠	میر سلیمان خاں ٦٢٢
٣١١	میر کاظم خاں ٦٢٢
٣١٢	مسٹر چیری ٧٠٣ و ٧٠٤
	ن
٣١٣	نواب مرتضیٰ خاں ٩٣ و ١٠٣ و ١٧٦
٣١٤	نند کشور ٦٤ و ١٢٤ و ١٨٠
٣١٥	نواب فضل علی خاں ١١٠ و ١٩٤ و ٢٠٢ و ٢٠٦
٣١٦	ناصر جنگ پسر آصف جاہ دکھن ١٧٠
٣١٧	نور الحسن خاں بلگرامی ١٨٤ و ٤٣٣٨
٣١٨	نجم الدولہ ٣٤٦
٣١٩	نند کمار ٣٥٥
٣٢٠	نواب نجف خاں ٢٨٨ و ٢٩٠ و ٢٩٥ و ٤٧٦-
٣٢١	نادر شاہ ٤١٢
٣٢٢	نجیب الدولہ ٤٤٨
٣٢٣	نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد ٤٧٣
٣٢٤	نصر اللہ خاں اتالیق احمد علی خاں ٤٨٣
٣٢٥	نواب آصف الدولہ ٦٢٥ و ٦٦٩ و ٦٧١
	و
٣٢٦	ورود مسلمانوں کا ١٤ تا ١٦
٣٢٧	وارن ہیسٹنگ گورنر جنرل ٣٤٦ و ٣٥٣ و ٤٠١ و ٦٢٢ و ٦٣١ و ٦٣٣ و ٦٥٧ و ٦٥٨-
٣٢٨	دتا مرہٹہ ٤٥٠

نمبر شمار	انڈکس	نمبر شمار	انڈکس
	ہ		
۳۲۹	ہدایت علیخاں پدر غلام حسین خاں مصنف سیر المتاخرین ۲۳۸ و ۲۵۱		
۳۳۰	ہمت بہادر فوجدار کرڑوارہ ۱۸۹		
۳۳۱	ہال ویل ۲۲۵		

سید مظہر حسن [illegible]

بسم اللہ نحمدہٗ و نصلّی

بنام آنکہ او نامے[1] ندارد

بہر نامے[2] کہ خوانی سر بر آرد

ہر متنفس صاحب غور سمجھ سکتا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے تا ایندم نیرنگی حالات ہر خاندان یا قوم مثل اقبال و ادبار۔ ترقی و تنزل۔ کمال و زوال۔ یا انقلابات سلطنت جو کس ترک و احتشام و کمال استحکام سے قائم تھیں اور چشم زدن میں زائل ہوئیں۔ یا وہ لوگ کہ گوشۂ گمنامی میں زاویہ نشین تھے مالک ملک و سریر ہوگئے بلا کسی ایسی زبردست قوت کے ممکن نہیں ہے جسکے اشارہ و ارادہ سے مشکل چیزیں وجود میں آجائیں یا بحر فنا میں غوطہ زن ہو جائیں۔ یہہ اُس صناع لم یزل کی نمائش گاہ فطرت کا مختصر و منتخب نمونہ و اضاف بشر کے سرگذشتوں کا طرفہ مجموعہ ہے کہ باوجود اصل و نوع واحد انسانی کے مختلف ملکوں مختلف باشندوں مختلف نسل کے متفاوت قوموں کی سیرت و صورت طرز معاشرت طرز تمدن و حکومت میں اختلاف ہونا اپنی الوہیت و یکتائی و شان کبریائی کو ظاہر و نمایاں فرماتا ہے۔

[1] نام مخصوص بزبان۔ [2] بلکہ بہر زبان۔

نیز اُس قادر مطلق نے مزید فضل کے غرض سے ماہیت انسانی کو جوہر قابل بنا کر اُسکی تکمیل کیواسطے تمام سامان مثل اعضا و جوارح و قوی کے ساتھ ایسی ایسی قوتیں مثل حواس خمسہ ظاہری و باطنی کے بدو فطرت سے عطا کیں کہ وہ اپنی کوشش ذاتی و عقل اکتسابی سے امور معاش و معاد میں تمیز و تہذیب حاصل کر کے اپنے وقت گرانمایہ و عمر کے سرمایہ کو عمدہ طور پر صرف کرے۔ مگر قانون قدرت نے اِس ضعیف البنیان کی طرز خلقت اور اُسکے ابتدا جبلت کا یہہ طریقہ رکھا کہ اپنی حالت پنبہ دہانی و ہیچمدانی کو تا درستی قوت جسمانی کسی سرپرست و مربی کے شفقت میں گذرانے اور اوسکی عقل ہیولانی کا معصوم طفل کسی معلم کی تعلیم کے طفیل سے ظلمت کدہ جہل سے روشنی تاباں علم میں آہستہ آہستہ آوے۔ پھر ابنا جنس کا باہمی اجتماع و معاونت و تمدن و صحبت لازم ہو کر بغیر کسی مقنن و رہبر کے بسر غیر ممکن تھا لہذا اوس نے اپنے خاص بندوں میں سے اِس کام کیواسطے ہر زمانہ میں منتخب کر کے بھیجنا شروع کیا اور اونھوں نے اپنے ارشاد فیض بنیاد سے جمہور عباد کو شر و فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے امور معاش و معاد و طریقہ اتحاد کے اصول و عماد بتلائے جس سے افراد بشر کی مجالست و مشارکت کا سلسلہ اور موانست و معاونت کا رابطہ مضبوط و مستحکم ہوا۔

شائقین آثار و خبر و ناظرین تاریخ و سیر کے خواطر صافیہ و ضمائر عالیہ پر مخفی و مستتر نہ رہے کہ جب نوع انسانی کی ہستی پر غور کیا جاوے تو اُس میں ایسی صفت پائی جاویگی جس سے دوسرے حیوانات سے ممتاز اور لقد کرمنا کے خلعت سے سرفراز ہے اور اِس صفت کو نفس ناطقہ و قوت ممیزہ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ صفت ایجادی اِسی قوت سے متعلق و منسوب ہے تمام جانور اِسی کی بدولت مطیع و مغلوب ہیں۔ اِسی کی وجہ سے انسان اپنی حالت کو بعد اصلاح و تبدیل ظلمتکدہ وحشت و بدتہذیبی سے عالم نورانی تہذیب و شائستگی میں لاتا ہے اور اوضاع و اطوار کے سدھارنے و اخلاق و عادات کے سنوارنے سے اعلیٰ مرتبہ آرام و آسائش میں مفید طریقے ایجاد کرتا ہے۔ تمثیلاً انسان کی انفرادی حالت پر غور کرنے سے واضح ہوسکتا ہے کہ کسی زمانہ میں جانوروں کے

شکار سے گذران کرتا اور اُنھیں جانوروں کی کھال سے اپنا ستر ڈھانکتا اور حفاظت گرمی و سردی سے پہاڑوں کے غار کا سہارا لیتا یا پھوس کے جھونپڑوں میں بسر کرتا۔ اب وہی انسان ہے جس نے اسی قوت ممیزہ کی مدد سے اقسام اقسام کے لذیذ طعام خوراک کیواسطے اور انواع انواع لطیف لباس پوشاک کیواسطے اور انوکھے طرز و وضع کے محلات و آئینہ و بلور و زرنگار کے خوش وضع مکانات رہنے کو بنائے ہیں اور بنائے گا۔ اسی طور سے حالت تمدنی یعنی ہیئت اجتماعی پر اگر غور کیا جاوے تو ایک وہ زمانہ تھا کہ خط و کتابت کے وساطت سے بکمال صعوبت ایک ملک سے دوسرے ملک کو خبر پہونچتی یا اب وہ زمانہ ہے کہ ذریعہ تار وغیرہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

بہر طور تبدیل حالت لازم ذاتی نوع انسانی ہے جو ہر وقت اور ہر موقع پر مختلف طور سے مظہر نورانی ہے اور اس باہمی تفاوت میں تمیز کرنا اور حسن و قبح کا جاننا اور ایک حالت کا دوسرے سے مقابلہ کرنا اور انسانوں کے اخلاق و عادات راہ و رسم طرز و روش اوضاع و اطوار تغیر و تبدلی کا دیکھنا اور قوت ایجادی و تمیز عقلی سے ہر جگہ و ہر زمانہ مین اونکا آرام و آسایش و تہذیب اصلاح کے عمدہ وسایل بہم پہونچانا یا اُنکے قومی اختلاف و اتفاق یا مذہب و ملت و یا قوت و ضعف سے نیک و بد نتایج و ثمرات کا پیدا ہونا اور مقام و مسکن دولت و حکومت حرفت و صنعت علم و ہنر زراعت و تجارت کے تغیر و تبدل و ترقی و تنزل سے اُنکے طریقہ معاشرت و طرز تمدن میں انقلاب ہونا دانشمندوں کو فوائد علم تاریخ سے واقف ہوتا ہے اور اُنھیں فوائد کے وجہ سے اوسکا تالیف و تدوین کرنا ہے۔

اصل معنی تاریخ یہ ہیں

کہ کوئی مہم یا معاملہ کس واقعہ عظیمہ و حادثہ فخیمہ سے بہ قید سال و ماہ وابستہ ہے اور اصطلاح ارباب فن میں یہ معنی ہیں کہ آثار و اخبار بزرگان یا دوسرے واقعات و حوادث جہان و کیفیت انقلاب حکام و بادشاہان و اقسام تغیرات تبدلات زمان کو بیان کرے۔ بہر طور جب معلوم ہوا کہ اصل

مادہ و موضوع اِس فن کا احوال گرامی طبقات اشرف مخلوقات اور اونکی سوانح عبرت آمیز و حیرت انگیز ہیں تو پھر اِسکے شرافت و عمدگی میں کسکو شک ہوسکتا ہے۔ یہ وہ فن ہے کہ بعض کتب سماوی بھی اِس بیان سے مملو ہیں۔ نیز اِس فن میں شرح کیفیت ہر قسم خیر و شر اور نفع و ضرر اور ہر قسم کے فضائل و رذایل و دیگر حالات عجیبہ بزرگان و بزرگ زادگان پیشین زماں ہوتے ہیں اور پچھلے لوگ اونسے سبق لیتے ہیں اور قاعدہ مقرر ہے کہ تجارب سلف کا دریافت کرنا باعث روشنی عقل و دیدہ خلف ہوتا ہے اور حالات سنین و شہور گذشتہ کی اطلاع خوبی ہائے اُمور آیندہ کا موجب ہوتا ہے کیونکہ بغیر اِس علم کے کوئی انسان اپنی تھوڑی زندگی کے محدود زمانہ میں اُن تمام مفید باتوں کو معلوم نہیں کرسکتا جن کو قدرت نے مختلف زمانوں میں غیر متعدد ملکوں کے انسانوں پر ظاہر کیا ہے اور نہ وہ مختلف واقعات جو ہزار ہا برسوں میں تقاضائے وقت کے موافق اُس زمانہ کے لوگوں پر گذرے ہیں۔ کسی شخص پر اسکی کوتاہ زندگی کے عرصہ قلیل میں گذر سکتے ہیں۔

لہذا مطالعۂ فن سیر و تواریخ امور معاش میں دستگیر مدبران باتدبیر اور معاد میں رہنما پاک گوہران روشن ضمیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے دانش فرجام و عقلائے ہر عہد و ایام نے ہمت والا نہمت کو جمع وقایع نیرنگیہائے روزگار و کتابت حالات عجائب و غرائب گردون دوار پر چست کرکے اپنی یادگار آیندگان کیواسطے چھوڑی نیز اعلیٰ دلیل فضیلت اِس علم پر یہہ ہے کہ فضلائے ہزد آہنگ فرنگ نے اوسکو علوم ضروریہ سے شمار کیا ہے اور ہزاروں کتب و دفاتر اوسکی توصیف میں سیاہ کئے ہیں۔

مگر مذاق ہر مصنف کا جداگانہ ہے کوئی تمام عالم کے حالات کو قلمبند کرکے دفتر ضخیم تیار کرتا ہے کوئی محض بزرگان بعض ملک کو خواہ وہ بادشاہ ہوں یا امرا خلعت تخصیص پہناتا ہے۔ ملک ہندوستان جس طرح اپنی زرخیزی اور بہت سی خصوصیات کے اعتبار سے اکثر ممالک سے امتیاز رکھتا ہے۔ اِسی طرح اسکا ہر ایک حصہ اختلاف آب و ہوا اور اشکال طبعی کے باہمی تخالف و سیرت کے تفوق سے جدا جدا ملک معلوم ہوتا ہے اور ہر حصہ ملک کے ایک ایک مقام بہت سے

آثار قدیمہ و بے شمار سرمایہ اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں۔ گو مشہور مورخین نے طریقہ تاریخ نویسی کا یہی اختیار کر رکھا ہے کہ عموماً کسی بڑی سلطنت یا ملک کے بڑے حصہ کو اپنا موضوع قرار دے لیتے ہیں اور اوسی وسیع موضوع کے مناسب واقعات قلم بند کرتے جاتے ہیں جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس عظیم الشان اور اوس وسیع ملک کے متعلق تو اکثر معلومات حاصل ہوجاتے ہیں مگر ذیلی مقامات یعنی اُس سلطنت کی چھوٹی ریاستوں کے حالات انقلابات و ترقیات ذکر سے رہجاتے ہیں۔ لہذا ہیچمدان خاکپائے مورخین زمن سید مظہر حسن ابن جناب المستطاب میر سید علی تعمدهما اللہ بلطفه الخفی والجلی حسن الحسینی قطبی کوروی وفتحپوری وطن رام نگر بنارس مسکن نے بہ اعتبار اسکے کہ بنارس بہ لحاظ اپنی قدامت و مذہبی رسم و رواج کے دوسرے شہروں سے ممتاز ہے اور زوال سلطنت مغلیہ و عروج شوکت انگلشیہ سے متعلق ہے نیز طلوع شمس ثروت خاندان خداوند نعمت مورخ سے وابستہ ہے قصد کیا ہے کہ بالذات راج بنارس کے حالات کو قلم بند کروں اور بالتبع اوسکے حالات و مقامات خاندان دیگر جو کہ انقلاب سلطنت سے متعلق ہوں تحریر کروں جس سے ناظرین کو اس زمانہ کے حالات جزدی و ملک و رؤسا وقت کے سرگذشت اصلی سے واقفیت حاصل ہوجائے۔ کیونکہ کسی اقلیم کے محض واقعات عظیمہ کے بیان سے وہ اصلی حالات ملک و طرق عمل و سرگذشت متوطنان و رؤسا زمانہ ظاہر نہیں ہوسکتے جن سے انسان کو تجربہ حاصل ہونے کا موقع ملے اور جو کہ تاریخ پڑھنے کا مقصد خاص ہے، تاوقتیکہ واقعات حصہ ملک اُس میں شامل نہوں اس لئے کہ بحر اعظم کی سطح ہمیشہ یکساں رہتی ہے مگر اُسکے عمق میں اگر ڈوب کر نظر کیجاوے تو ہزار ہا نیرنگیاں ظہور میں آجاتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ حالات خاندان شاہی جو بعد خودسری صوبہ جات کمتر مشہور ہیں وہ اس تاریخ میں اپنے اپنے محل پر آتے گئے ہیں جیسا کہ حالات اودھ و رامپور و بنگالہ و بعض اطراف دکھن و حالات بونہ متعلق مرہٹہ وغیرہ و حالات دہلی و شاہان بقیہ دہلی جو کہ بعد محمد شاہ ہوئے اور مورخین نے کمتر اونکو لکھا ہے۔ اسی طور سے ضمن بنگالہ میں عروج انگریزی اور اونکا اکثر اقطاع

ہندوستان پر آہستہ آہستہ مسلط و غالب ہو جانے کا تذکرہ آگیا ہے۔ نیز اوس وقت کے حالات جن سے ابتدا اس تاریخ کی ہو رہی ہے اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں وہ بطور خاکہ ناظرین کے سامنے پیش نظر رہیں۔ اور جاتے ہوئے شاہی سلطنت ہندوستان کے ستارہ صبح کے سامنے قوم انگریز کا آفتاب طالع ہوتا نظر آجاوے۔ پھر اہی تیزی و عروج سے ہر مقام میں اپنا اثر اس دو وبرس کے عرصہ میں پہونچانا اوسکے طلوع سے مقابلہ کرلیا جاوے تو اول ہو آخر نسبتے دارد کا مضمون یاد آجاوے۔ اس تاریخ میں جن کتب سے مدد لیگئی اُنکے نام مع اسم مصنف بغرض اطلاع ناظرین و اطمینان منتخب عنہ درج کیے جاتے ہیں۔

تحفۂ تازہ خیرالدین حسین جونپوری معروف بلونت نامہ۔ بلونت نامہ غلام حسین خاں کنبوہ سیر المتاخرین غلام حسین خاں بن سید ہدایت علی خاں طباطبائی۔ تاریخ اودھ مولوی کمال الدین حیدر۔ امیر نامہ امیر علی خاں (تاریخ اودھ)۔ سلطان الحکایات لالجی ولد سیتل پرشاد کتاب عہدناجات گورنمنٹ مترجمہ کنہیالال منصرم۔ خلاصۃ التواریخ۔ لب التواریخ مصنفہ مدرس سکندر، فریزر ٹیلز۔ آئینۂ اودھ ابوالحسن مانک پوری۔ بلونت نامہ پنڈت کنہیالال تاریخ البشری خلیفہ سید امیر علی۔ کاغذات دفتر مہاراجہ بنارس۔ تواریخ صوبہ بنارس انگریزی مصنفہ اڈوارڈس صاحب۔ ایچیسنس ٹریٹیز جو کہ مستند تاریخ راجگان ہند مطبوعہ گورنمنٹ ہی۔ بنارس گزیٹیر وچند دیگر کتب جن کا حوالہ حاشیہ میں انشاءاللہ دیا جائیگا۔

سب کے آخر میں اپنی ہیچمدانی و عدم وقوف زبان و محاورہ سے اقرار کرتے ہوئے نہایت ادب سے التماس خدمت ذوی الکرام میں یہ ہے کہ جس مقام پر غلطی پاویں دامن عفو سے پردہ پوشی کریں یا یہ کہ اصلاح فرماویں کیونکہ اَلاِنسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الخَطَاءِ وَالنِّسیَانِ مشہور بین الاعیان اور اَلعُذرُ عِندَ کِرَامِ النَّاسِ مَقبُولٌ۔ قول بزرگان ہے۔ اگرچہ منصب تاریخ نویسی امر عسیر ہے مگر بقدر امکان میں نے کسی کے ثروت و وجاہت و ملکنت و مذہب و ملت کا خیال نکرکے جو حالات کہ کتب منقول عنہ میں پائے لکھدئے ہیں امید کہ اگر کسی ناظر کو کوئی حال گراں گزرے

تو اصل ماخذ پر اعتراض فرماویں۔ نہ مجھ ناقل پر کیونکہ میرا کام تاریخہاے گذشتہ سے نقل کرنا ہی
نہ اصلاح دینا۔

اگرچہ باعتبار شروع تحریر کتاب نام تاریخی اس کا **تاریخ الریاست** ہو سکتا ہے ۱۳۱۹ھ
مگر عرفی نام **تاریخ بنارس** ہے۔

اور ایک مقدمہ پر جس میں تین ذکر ہیں اور چند حصہ کتاب پر مرتب کیا۔
ذکر اول مقدمہ میں حالات حکمرانان ہندوستان۔ اور دوسرے میں حکمرانان بنارس
ازاول تا موجودہ۔ اور تیسرے میں مورثان حکمران موجودہ کا بیان ہے۔ اور ہر حصہ
کتاب میں ایک ایک راجہ حکمراں کے واقعات قلم بند ہوئے ہیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ
اِلَّا بِاللّٰہِ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ ترجمہ میری توفیق خدا پر ہے۔ اور اُسی پر
بھروسہ ہے۔ اور اُسی کی طرف پھرتا ہے۔

مقدمہ کتاب

سلطنت ہنود زمانہ سابق میں ملک ہندوستان
میں ہونا و کیفیت و حالات اُنکے سلطنت کے پھر ورود
مسلمانوں کا و اُنکی طرز حکومت کا بیان شاہ اکبر کی
پالسی عالمگیر کا اُسکو شکست کرنا اُسکی وجہ سے ملک
میں بے اطمینانی ہونا آخر اُنکے زمانہ کے حالات
اور ہر جگہ غدر و بے انتظامی رہنا۔

اِس امر کے دریافت میں کہ اِس ملک ہندوستان میں ہندوؤں کا کس وقت میں آنا ہوا دانشمندانِ فرنگ نے مختلف اوقات میں کوشش کی ہے۔ مگر واقع میں کوئی امر کہ پایہ یقین کو پہونچ جاوے اور اُس سے بلا شبہ یہ امر معلوم ہو جاوے کہ کس وقت میں یہ قوم ہندوستان میں آئی اور اِن کے قبل کس کا تسلط تھا اب تک محک تحقیق میں نہ آسکا۔ اکثر مورخین کی رائے سے صرف اِسقدر پتہ چلتا ہے کہ ہندو یعنی آریہ قوم اول اول وسط ایشیا سے ہندوستان میں آئی گو اُسکے

خلاف دیگر علما کی رای بہی ہے۔
بہرطور یہہ امر محقق ہے کہ پہلے آریوں کی آبادی ملک پنجاب میں بمقام کورکشیتر سرستی ندی کے کنارہ ہوئے اور وہاں سے گنگا وجمنا کے کنارے پہیلتی گئی حتے کہ کُل شمالی حصہ ہندوستان میں انکی آبادی ہوگئی مگر جنوبی ہندوستان یعنی بندھیاچل پہاڑ کے جانب دکہن آریوں کا دخل نہیں تہا۔ منو نے بہی اوس پہاڑ کے جانب دکہن جانے سے آریوں کو منع کیا ہے کچہ دنوں تک یہ قوم اپنے حصہ شمالی ہندوستان پر قناعت کئے رہی مگر آخر میں جانب دکہن بندھیاچل جانے پر انکے دلولہ نے رغبت دلائی۔ اور اول اول اگست نامی رشی نے اوس پابندی کو شکست کرکے جانب دکہن پہاڑ بندہ کے جانے کا قصد کیا تو اونکے ہمراہ اُنکے مرید بہی ہوگئے بلکہ دیگر رشی بہی اُنکے ہم خیال ہوکر ساتھ ہوگے جب رشیون کو جاتے ہوئے دیکھا تو دیگر اشخاص عامہ خلائق بہی ساتھ ہوگئی اور وہ قید وحد جسکو منو نے آریوں کیواسطے قایم کردی تہی شکست ہوگئی اور تمام حصّہ ہندوستان میں آریوں کا قدم پہونچ گیا۔
آریوں کا طریقہ حکومت اس قسم کا نہیں تہا کہ ایک بادشاہ تمام ملک پر اپنا تسلط رکہے بلکہ چہوٹی چہوٹی ریاستیں مختلف حصّہ ملک میں قایم تہیں اور ایک سے دوسرے کو کوئی تعلق نہیں تہا۔ کسیوقت میں اگر کسی راجہ کو خواہش کسی حصّہ ملک کے فتح کرنے اور دوسرے راجہ کے باجگذار بنانے کی ہوتی تو وہ فوج کشی کرتا اور دوسرے راجہ کو شکست دیکر اُس سے خراج کا اقرار کرا لیتا اور اوسکو بدستور سابق مالک اُس ریاست کا کرکے اپنی ریاست میں چلا جاتا تہا۔ خراج کی کوئی رقم ایسی نہوتی جس سے مالی فایدہ فاتح کو پہونچے۔ بلکہ بطور تحفہ سالانہ بنام خراج مقرر ہوجاتا ریاست کا فتح کرنا بہ لحاظ ملک گیری نہوتا بلکہ اعزاز وافتخار بڑہانے کا ذریعہ تہا۔ آریوں کی ریاستیں مختلف جگہوں میں قایم تہیں وخط وکتابت وآمدورفت وشادی کا دستور باخود ہا جاری تہا بڑے واباد شہر زیادہ نہ تہے بلکہ تمام ہندوستان میں صرف چند شہر آباد تہے جن میں بنارس ایک مشہور ومعروف شہر تہا۔

آریوں کے سلطنت کا طریقہ فی الجملہ اس قسم کا معلوم ہوتا ہے جو طریقہ اس وقت گورنمنٹ ہند میں جاری ہے یعنی ایک راجہ جو (کہ علی العموم قوم چھتری سے ہوتا) ملک کے انتظام کا جواب دہ ہوتا اوسکو آٹھ یا بارہ مشیر مقرر کرنا ہوتا اور مشیر عموماً قوم برہمن سے ہوا کرتے۔ جسقدر مقدمہ جات راجہ کے سامنے پیش ہوتے اونکا فیصلہ کثرت رائے مشیروں سے ہوتا مگر جبکہ مشیروں کی رائے سے راجہ کو اتفاق نہ ہوتا تو وہ ملک کے دیگر مشہور و معروف عالموں میں سے منتخب کر کے چند دوسرے مشیروں کو طلب کر کے اونسے شوریٰ لیتا اونکی رائے بھی اگر اول مشیروں سے متفق ہوتی تو اوسی کے موافق کارروائی کی جاتی۔ مقدمہ جات مال و دیوانی و فوجداری اٹھارہ اقسام پر منقسم تھے۔ اور ہر مقدمہ کا فیصلہ شہادت گواہان کے ذریعہ سے ہوتا شہادت کے ساتھ قسم بھی لی جاتی مگر جبکہ شہادت ناقابل اطمینان ہوتی خواہ کوئی شاہد نہ ملتا تو مدعا علیہ یا مدعی کو اپنے بیان کی تصدیق یا اپنی صفائی کے واسطے آگ کا گولہ اوٹھانا پڑتا خواہ پانی میں کچھ عرصہ تک ڈوبنا خواہ ترازو پر وزن ہونا خواہ زہر کھانا پڑتا یعنی اِن ذریعوں سے اپنے دعوے کی تصدیق ثابت کرنی یا صفائی دینی لازم ہوتی۔

خفیہ ذرایع سے بھی ملزم کے تصور یا بے قصوری کا ثبوت لیا جاتا اور اوس پر عملدرآمد ہوتا خفیہ پولیس کے طریقہ پر ملازمان خاص جنپر پورے طور پر اعتماد ہوتا ملک کے ہر حصہ میں مختلف صورت و لباس میں سراغ رسانی کا کام کرتے اور راجہ ہمیشہ اُنسے تخلیہ میں باتیں کیا کرتا اور وہ لوگ اِسی طریقہ سے ملزموں کو گرفتار کر لاتے۔ تحریر وثایق کا طریقہ اول زمانہ میں نہ تھا مگر آخر زمانہ میں جاری ہو چکا تھا۔ بادشاہت زمین سے متعلق نہ ہوتی بلکہ قوم سے ہوتی کاشی کے راجہ کا نام راجہ کاشیہ یعنی راجہ باشندگان کاشی کہا جاتا نہ کہ راجہ ملک کاشی اسی طور سے دیگر مقامات کے رئیس باشندگان خطہ کے حکمران کہے جاتے نہ کہ اُس خطہ کے راجہ صورت حکمرانی یہ تھی کہ ریاست کے اندر جسقدر زمین واقع ہوتی اوسپر قبضہ واقعی راجہ کا نہ رہتا بلکہ جو شخص اُس میں کاشتکاری کرتا اوسی کی ملکیت متصور ہوتی۔ راجہ محض ہر شے سے

کچھ کچھ حصّہ متعلق اُس شے کے لیتا رہتا اور وہی اپنے مصرف میں لاتا چونکہ راجہ ہر شخص کا محافظ تھا لہذا ہر شخص کو حسب مقدرت خود موافق ضرورت راجہ اپنے مال سے حصّہ مقرّرہ دینا لازمی ہوتا مثلاً کاشتکار اپنے پیداوار کا چھٹواں حصّہ چمڑا بیچنے والا پچاس چمڑے سے ایک چمڑا۔ جولاھہ بارہ گز کپڑے سے ایک گز کپڑا گوشت و مچھلی بیچنے والے بیس سیر میں سے ایک سیر وغیرہ وغیرہ ادا کرتے رہتے حتےٰ کہ مزدور اپنی ایک ماہ مزدوری سے دو دن کی مزدوری دیتے یعنی دو روز بلا اجرت مزدوری کرتے اور عابد و فقیر بھی اپنی عبادت کے ثواب کا چھٹواں حصّہ دیتے۔ کوئی سکہ چاندی یا سونے کا جاری نہ تھا بلکہ لین دین بدلون یعنی معاوضہ پر ہوتا اگر بہت ہی ضروری ہوا تو کوڑیوں سے سکہ کا کام لیا جاتا۔ معہذا سونے چاندی کا رواج تھا اور اشیاء مختلف سونے چاندی کی بنوائی جاتیں۔

ریاست میں ہزارہا مواضعات ہوتے اور ہر موضع میں ایک شخص اہل کار ہوتا جو راجہ کے نزدیک اوس موضع کے امن کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ راجہ کو فوج کثیر رکھنے کی بھی ضرورت رہا کرتی فوج میں پیادہ و سوار دونوں رکھے جاتے اور ہاتھیوں و رتھوں کا بھی رہنا بہت ضروری ہوتا۔ فوج کشی کے وقت سامان رسد لیجانے کو باربرداری کا انتظام رہتا اور اس کام کیواسطے خچر گدہے کام میں لائے جاتے۔ لڑائی انواع و اقسام کی بناوٹ سے کی جاتی یعنی فوج خاص شکل میں جمع ہوکر گھوڑے ہاتھی رتھ ایک خاص طریقہ سے اپنے اپنے مخصوص مقام پر قائم رہکر حملہ کرتی۔ اور اسی شکل سے اپنے کو بچاتی۔ تلوار و نیزہ و گرز سے لڑائی کیجاتی دیگر بھی انواع و اقسام کے ہتھیار جلائے جاتے۔ فوج کو تنخواہ جنس سے دیجاتی یعنی غلّہ و کپڑا و دیگر اشیاء ضروری ریاست سے عطا ہوتی۔ علاوہ ملازمین فوج کے ہر چھتری باشندہ ریاست کو اپنے راجہ کی طرف سے لڑنا پڑتا اور اوس کا فرض سمجھا جاتا۔ برہمنوں کا تعلق علم و متعلقات علم سے رہتا اور چھتریوں کا فرض ملک گیری و انتظام ریاست سے بیشوں کا تعلق تجارت و کاشتکاری سے شودروں کا کام محنت و کاریگری و خدمت گذاری سے رہتا۔ بیش برابر سمندر میں ذریعہ بادی کشتیوں کے غیر ملکوں سے تجارت کرتے رہتے اور عرب

وعجم وافریقہ سے برابر ان کی آمدورفت جاری تھی - چونکہ برہمنوں کا کام چھتریوں کے صلاح دینے ومشیر سلطنت ہونے کا تھا لہذا اُنھوں نے زیادہ تر دخل امور ریاست میں کر لیا جو کہ چھتریوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوتا اینکہ بزمانہ ترتیا جگ برہمنوں اور چھتریوں میں زیادہ تر نفاق ہوگیا اور برہمنوں سے بمقابلہ چھتریوں کے لڑائیاں ہونے لگیں۔

مگر جبکہ راجہ ارجن والی پنجاب نے جم دگن رشی کو قتل کرڈالا اُس وقت سے زیادہ تر دونوں قوموں میں اختلاف ہوگیا پرسرام نے کہ جم دگن رشی کے لڑکے تھے چھتریوں کے نیست ونابود کرنے کی قسم کھالی اور خود سپہ سالار ہوکر اکیس ۲۱ مرتبہ چھتریوں کو شکست دی۔

اب یہہ انقلاب پیش آیا کہ برہمن زیادہ تر راجہ ہوگئے اور کچھ روز تک یہہ سلسلہ قائم رہا مگر بعد کو بشست رشی و دیگر سر برآوردہ برہمنوں کی صلاح سے پھر ریاست چھتریوں کو دیدگئی مگر مشیروں کا اختیار زیادہ کیا گیا جس سے برہمنوں کا اقتدار چھتریوں پر زیادہ ہوگیا اور سابق سے بھی زیادہ قبضہ بڑھ گیا۔

دواپر جگ کے آخر زمانہ میں جبکو قریب پانچہزار برس کے گذرے ہندوں کا عروج انتہا کو پہونچ گیا تھا اور اُسوقت اونکی سلطنت ملک ہندوستان میں وسیع ہونے کے علاوہ مضبوط ومستحکم ہوگئی تھی۔ سورج بنسی راجاؤں کا زوال ہوکر چندر بنسی راجاؤں کا اقبال آفتاب پورے بلندی پر تھا۔ قریب قریب تمام ہندوستان ان کا مطیع وفرمانبردار تھا۔ گو دوسرے حصہ ملک میں دیگر راجگان حکمراں تھے مگر وہ اپنے کو ماتحت چندر بنسی راجہ کے شمار کرتے تھے اور اونکو خراج ادا کرتے ان راجاؤں کی دارالسلطنت اندرپرست تھی جسکا نام اب دہلی مشہور ہے۔ علاوہ ملک ہندوستان کے ہندی فوجوں نے چین وفارس وبرما وسیام وملک وسط ایشیا وتبت وتاتار بھی فتح کیا اور اون ملک کے راجاؤں سے خراج سالانہ وصول کیا۔ ملک عرب ویونان وروم وافریقہ کے بادشاہوں سے رابطہ اتحاد پیدا کیا۔ ملک میں دولت بڑھ گئی شہر زیادہ آباد ہوگئے باشندگان ملک نے آرام وآسائش وعیش وعشرت کے سامان میں ترقی شروع کی سڑکیں تیار

ہوئیں ورتھ یعنی چار پہیہ کے گاڑیوں کے ذریعہ سے جس میں چار سے آٹھ تک گھوڑے جوتے جاتے دور دراز کا سفر کرنا اختیار کیا۔ سکہ سونے چاندی کے جاری ہوئے۔ زیورات سیمیں و طلائی و جواہرات کا رواج بڑھتا گیا۔ علم و فن ہر قسم کا پایہ کمال کو پہونچا یعنی علم فقہ و منطق و ہندسہ و ریاضی و نجوم و صرف و نحو و طبابت وغیرہ و دیگر علوم دنیاوی میں اسقدر ترقی ہوئی کہ باشندگان دیگر ممالک نے اِن سے سبق لینا شروع کر دیا۔ علم دین کے متعلق ہزارہا کتب تصنیف و تالیف ہوئیں اور علم فلاسفہ کی بھی کمال ترقی ہوئی۔ باشندگان عرب و یونان و چین و روم وغیرہ نے اپنے اپنے ملکوں سے آکر یہاں کے پنڈتوں سے سبق لینا شروع کیا۔ اور اوسکی وجہ سے اِس ملک کا نام اطراف و جوانب دنیا میں خوب پھیلا۔ مگر اِن ترقیات کے ساتھ ساتھ اصلی صفات میں زوال آتا گیا یعنی چال چلن کی سادگی و پاکیزگی خیالات و راستی معاملہ و خدا ترسی زوال پذیر ہوتی گئی اور آریوں کے دل میں دنیاوی خیالات زیادہ تر مستقر ہونے گئے۔ اور راجاؤں کو ملک گیری کا حوصلہ بڑھتا گیا اور حسد و کینہ و دغا و فریب جو دنیاوی ترقی کی طرف منسوب ہیں لوگوں کے دلوں میں اپنا تخم بوتے گئے۔ تا اینکہ جنگ عظیم مہابھارت ہوئی جو بابت استحقاق تخت نشینی درمیاں کوروں و پانڈوں کے تھی اور ہر ایک کی مدد میں تمام ہندوستاں بلکہ باہر کے حکمراں بھی بغرض جنگ کورکشیتر کے میدان میں جمع ہوئے اور اٹھارہ روز تک جنگ رہی نتیجہ اِس خانہ جنگی کا یہہ نمایاں ہوا کہ چھتری راجاؤں کی قوت ہمیشہ کے سلئے ٹوٹ گئی اور آریوں کے حکومت کا زوال شروع ہو گیا۔ ملک میں نفاق نے ترقی کی۔ کمزوری حکومت سے چھوٹے چھوٹے راجہ اطراف و جوانب میں پیدا ہونے لگے اور خانہ جنگی کا طریقہ بڑھتا گیا۔

مگر سنہ عیسوی کے تین سو اکتیس ۳۳۱ برس پہلے مہاراجہ مہانند اور اونکے بعد اونکے پوتے مہاراج چندر گپت اور اونکے بعد مہاراجہ اشوک نے (جنکا دار الحکومت ملک مگدھ یعنی پٹنہ میں تھا) پھر آریوں کی سلطنت کو فروغ دیا اور تمام ہندوستان بلکہ چین و جاپان و ملک وسط ایشیا کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ سکندر اعظم ذو القرنین نے مہاراجہ مہانند کے زمانہ میں اِس

ملک پر حملہ کیا تھا ستلج تک پہونچکر قبل مقابلہ از فوج مہاراج مہانند اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اُس زمانہ سے یونان وہندوستان کے درمیان میں بہت رابطہ محبت و اتحاد بڑہتا گیا تا اینکہ مہاراج چندر گپت کی شادی سکندر ذوالقرنین کے سپہ سالار و عزیز قریب یعنی سیلیوکس کی لڑکی سے ہوئی۔ اِس ذریعہ سے دانایان یونان کی آمد ورفت زیادہ ہوگئی اُسوقت کے حالات مورخین یونان نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ بعد وفات مہاراج اشوک کے پھر ہندوؤں کی سلطنت کا زوال شروع ہوا یکے بادیگرے خانہ جنگیوں سے ہر خاندان خراب ہوتے گئے مگر مہاراج بکرماوت نے (جنکو عوام میں مہاراج بکرماجیت سے مشہور کیا ہے) اپنے زمانہ میں بہت کچھ فروغ دیا اور اجین میں اپنا دارالسلطنت قایم کیا۔ دہلی کے اطراف و جوانب کے ملک مفتوح کرکے ماتحت اوجین کر لیا پنجاب و دکہن میں بھی ان کی حکومت ہوگئی بنگال واڑیسہ کا حصّہ بھی فتح کر لیا۔ مہاراجہ مذکور نے اپنے نام کا سنہ جاری کیا جوکہ ابتک ہنود میں سمت کے نام سے جاری ہے اور سنہ عیسوی سے ستاون برس مقدم ہے۔ اِن مہاراج کے زمانہ میں پھر علم وہنر کی ترقی ہوئی اور ملک کے مشہور و معروف عالم و فاضل انکے دربار میں جمع ہوگئے۔ مگر مہاراج بکرماوت کے وفات پر پھر کوئی دوسرا راجہ ایسا نہیں ہوا جو اِس تمام ملک خواہ اوسکے زیادہ حصّہ میں حکمرانی کرسکے۔

اسی اثنا میں فاتحان عرب نے ایشیا کے دور و دراز حصّہ میں اسلام کا نام پھیلانا شروع کیا۔ و عرب و شام و فارس و وسط ایشیا و چین و مصر و اسپین یکے بعد دیگرے مفتوح ہوکر زیر حکومت خلفاء عرب ہوتے گئے ملک ہندوستان میں سے بھی کچھ حصّہ سندھ و پنجاب کا ساحل ممالک مفتوحہ ہوگیا مگر جبکہ ضعف خلافت کے حکمرانی میں واقع ہوا تو یہہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا۔

دسویں صدی عیسوی میں ناصرالدین محمود سبکتگین نے اور اونکے بعد سنہ ۹۹۷ع سے لیکر سنہ ۱۰۲۶ع تک اُنکے فرزند جانشین مشہور و معروف سلطان محمود غزنوی نے ملک پنجاب و راجپوتانہ

وگجرات پر بارہ حملہ کئے اور علم اسلامی مختلف مقامات پر نصب کیا اور بے شمار دولت اس ملک سے لوٹ کرلے گئے۔

دہلی کے آخر ہندو راجہ مہاراجہ پرتھی راج کو (جوکہ تومر خاندان کے آخری راجہ تھے) اپنے چچازاد بھائی راجہ جے چند سے نفاق ہوگیا۔ اور راجہ جے چند نے اپنی مدد کے لئے سلطان محمود غوری کو بلایا اور ۱۱۹۳ء میں تھانیسر کے میدان میں بہت بڑی لڑائی ہوئی مہاراج پرتھی راج مارے گئے اور سلطان محمود غوری نے دہلی پر قبضہ کرکے دوسرے سال پھر راجہ جے چند کو بھی غارت کیا و بنارس تک فوج کشی کرکے ملک کو فتح کرتے ہوئے اپنے ملک کو واپس گئے۔ اور اپنے غلام شاہ قطب الدین ایبک کو تخت دہلی کا ۱۱۹۴ء میں عطا کیا۔ اوس زمانہ سے لیکر تا ۱۵۲۶ء خاندان غلامان و تغلق و خلجی و سید لودی یکے بعد دیگرے حکمراں رہے۔ آخر کار سلطان ظہیر الدین محمد بابر نے ۱۵۲۶ء میں سلطان ابراہیم لودی کو پانی پت کے میدان میں شکست دی اور خود تخت دہلی پر جلوہ گر ہوئے جن سے خاندان سلاطین مغلیہ کا عروج شروع ہوا۔ بعد انتقال سلطان بابر کے اُنکے بیٹے سلطان ہمایوں کو شیر شاہ سور نے نکالدیا۔ اور کچھ دنوں تک خود پھر اُنکے بیٹے سلیم شاہ سور پھر محمود شاہ عادل نے کہ سب کے سب خاندان افغانان شہسرام ملک بہار سے تھے حکومت د بادشاہت کی مگر پھر سلطان ہمایوں نے بمدد شاہ ایران دہلی پر قبضہ کیا اور اونکے وفات کے بعد سلطان جلال الدین اکبر تخت نشین ہوئے۔

سلطان قطب الدین ایبک کے زمانہ سے تا زمانہ سلطان ہمایوں مختلف حصہ ملک ہندوستان مفتوح ہوکر شامل سلطنت دہلی ہوتے گئے مگر تقریباً اس فتح کا اثر دائمی نہ رہا یعنی اگر کوئی حصہ آج مفتوح ہوا تو کل نکل گیا کبھی کسی صوبہ دار نے خود کو مالک صوبہ قرار دیکر خود مختاری اختیار کی اور جب ادسپر شاہی فوج نے حملہ کیا تو وہ صوبہ فتح ہوکر شامل سلطنت دہلی ہوگیا۔

بعض اوقات میں سلاطین دہلی نے سندھ سے اوڑیسہ تک و کشمیر سے ملک دکھن تک

فتح کیا مگر اِن تمام ملکوں پر ایک وقت میں اونکا قبضہ مسلسل نہیں رہا - اگر ایک طرف سے ملک فتح ہوتا گیا تو دوسری طرف سے نکلتا بھی گیا - صرف ملک پنجاب وشمالی حصّہ راجپوتانہ و ممالک متحدہ آگرہ واودہ وشمالی حصّہ ممالک متوسط پر قبضہ شاہان دہلی پورے طور پر رہا مگر اسی اثنا میں ممالک متحدہ آگرہ واودہ کے پورے حصہ پر شاہان جونپور نے بہت روز تک خود مختارانہ سلطنت کی ہے۔

اِس زمانہ میں چند دیگر سلطنت اسلامیہ ملک دکھن میں قائم ہوئیں جن میں سے سلطنت بہمنی سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے اس کا بانی ایک پٹھان مسمّی بہ حسن گنگو تھا جو کہ دہلی میں بہت دنوں تک ایک نجومی برہمن گنگو کے یہاں ملازم رہا اُسی کے نام سے سلطنت بہمنی (برہمنی) نامزد ہوئی - یہہ بہمنی سلطنت باعتبار وسعت ممالک مفتوحہ وشان وشوکت وملک گیری سلطنت دہلی سے کبھی کم نہ تھی۔

علاوہ اُن ریاستوں کے جو کہ صوبہ داران شاہان دہلی ونیز دیگر سرداران سربرآوردۂ اسلام نے مختلف حصّہ ملک میں قایم کیں دیگر راجگان ومہاراجگان اہل ہنود نے بھی اپنا اپنا قبضہ ملک میں وسیع کرنا شروع کیا - اور چند مقامات میں بہت وسیع سلطنت اہالیان ہنود کی پھر سے قایم ہونی شروع ہوئیں ان میں سے سب سے بڑی سلطنت بجے نگر کی تھی جو کہ فی الواقع سلطنت دہلی سے بھی وسیع تھی - راجگان بجے نگر قریب قریب کل ملک دکھن پر جو کہ کشنا ندی کے جانب دکھن واقع ہے قابض رہے اِنکی شان و شوکت اوس زمانہ کے مورخ شاہان دہلی سے زیادہ ظاہر کرتے ہیں۔

کسی ملک کا فتح کرلینا امر جداگانہ ہے مگر اوس پر تسلط و قبضہ رکھ سکنا امر آخر ہے - کیونکہ صورت حکمرانی دو قسم پر منقسم ہے - اول رعایا کی خوشنودی و رضامندی سے ہونا دوسرے جبر و سختی سے رعایا کو محکوم بنانا - صورت اول یعنی رعایا کی خوشنودی و رضامندی بھی دو قسم

پر ہوتی ہے۔ اول جبکہ رعایا و بادشاہ دونوں ہم قوم و ہم مذہب ہوں دوم اگرچہ بادشاہ دوسرے مذہب و قوم کا ہو مگر اوسکا برتاؤ و سلوک رعایا کے ساتھ ویسا ہی ہو جیسا کہ اوسکا ہم قوم و ہم مذہب بادشاہ کرتا۔ مگر یہہ دونوں صورتیں قریب قریب متحد المعنیٰ والمقصود ہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں استحکام حکومت کا باعث رعایا کی محبت و شفقت ہوتی ہے۔

یورپ کی زیادہ تر سلطنتیں و ایشیا کی بعض سلطنت قسم اول سے متعلق ہیں یعنی بادشاہ و رعایا دونوں ایک ہی مذہب و قوم کی ہے اور اسی سے استقلال حکمرانی و ترقی ملک و رعایا ہوتی ہے۔ ایسے ملکوں میں باوجودیکہ بادشاہ کمزور یا ناقابل ہے کیوں نہو مگر حکمرانی میں ضعف واقع نہیں ہوتا تمثیلاً حالات ملک ایران و افغانستان و بلوچستان و سیام و چین وغیرہ قابل لحاظ ہیں گو کہ ملک ایران و چین میں اسوقت اس درجہ کی کمزوری واقع ہوگئی ہے کہ اون کا ایک دن چلنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ بادشاہ و رعایا ایک قوم و مذہب کے ہیں۔ لہذا کوئی خلل سلطنت میں واقع نہیں ہوتا۔ اسی طور پر ملک افغانستان و بلوچستان میں گو آپس میں نزاع قائم رہتی ہے اور تھوڑے تھوڑے معاملات پر افغانان باشندگان ملک آپس میں لڑا کرتے ہیں مگر چونکہ بادشاہ اُنکے قوم و مذہب کا ہے لہذا حکومت میں ضعف نہیں آنے پاتا اور تمام رعایا دوسرے بادشاہ کے حکومت و مداخلت کو پسند نہیں کرتی جب کسی نے حملہ کیا تو تمام ملک کی رعایا اوس سے لڑنے کو تیار ہو جاتی ہے۔

دوسرے قسم کی حکومت جو رضامندی رعایا پر مبنی ہے اوسکی نظیر ہندوستان و دکھن افریقہ ہے اگرچہ یہہ دونوں ملک ایسے بادشاہ کے زیر حکومت ہیں جسکا کوئی تعلق ان ملکوں کے باشندگان سے بہ لحاظ مذہب و قومیت نہیں ہے مگر جو حسن سلوک و طریقہ حکومت بادشاہ کا رعایا کے ساتھ ہے اوس سے رعایا کو کوئی تفریق مذہب و قومیت محسوس نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے رعایا سچے دل سے مطیع و فرمانبردار ہے اور اپنے بادشاہ پر اپنا جان و مال تصدق کرنے کو تیار ہے۔

ہر دو اقسام حکومت کی تمثیل بنظر تفہیم ناظرین حکومت والدین و اوستاد ہے یعنی رعایا کی رضامندی وخوشنودی اپنے بادشاہ سے مثل خوشنودی لڑکوں وطالب علموں کے ہونی تھی والدین کی حکومت بچوں پر ہونا صورت اول کی مثال ہے اور اوستاد کی حکومت طالب علموں پر صورت دوم کی مقال ہے اگرچہ والدین کی شفقت قدرتی و اوستاد کی مصنوعی ہوتی ہے مگر قریب دونوں کا ایک ہی درجہ ہوتا ہے بہرطور ایسی حکومت جو کہ رعایا کی رضامندی وخوشنودی کے ساتھ مربوط ہوتی ہے اوسکو استحکام بہت زیادہ ہوتا ہے اور جلد زوال نہیں ہونے پاتا۔

صورت ثانیہ حکمرانی جو سختی و جبر پر منحصر ہے اوسکا استحکام محض خوف رعایا پر مبنی ہے جب تک حاکم سخت و جابر مسند نشین رہیگا۔ اور فوج درست ومسلح و فرمانبردار رہیگی ملک پر تسلط قایم رہے گا اور جبکہ ان دونوں صورتوں میں کچھ بھی ضعف محسوس ہوا تو وہیں انتظام میں خلل واقع ہوگیا۔

فوج بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو ہم قوم و مذہب بادشاہ ہو اور جسکو بادشاہ وقت سے ہمدردی دلی ہو اور جو ہر حالت میں بادشاہ کی طرف سے لڑنے پر تیار رہے۔ دوسری قسم فوج کی وہ ہے جو محض تنخواہ پانے کے لئے ملازمت کرتی ہے اوسکی ہمدردی محض روپیہ سے ہوتی ہے نہ شاہ سے۔ ایسی فوج اوسوقت تک ضرور قابل اطمینان رہ سکتی ہے جب تک اوسکو وفادار رہنے میں فائدہ نظر آوے۔ جب تک بادشاہ کا اقبال یاور ہے اور برابر فتح نصیب ہوتی جاتی ہے۔ اور فوج تنخواہ معقول پاتی رہتی ہی اور غنیمت و تاراج سے فائدہ اوٹھاتی رہتی ہے اوسوقت تک وہ فوج بہت کام دیتی ہے۔ مگر جونہیں زمانہ برخلاف ہوا اور فوج کو بادشاہ سے برخلاف ہونے میں فائدہ نظر آیا اوسوقت ایسی فوج اپنی ہی بادشاہ کے برخلاف ہوجاتی ہے۔

اسی طور پر اگرچہ سالار اپنے ہی خاندان کے ہوئے تو اونپر اعتبار کیا جاسکتا ہے اور محض

تنخواہ دار سپہ سالار اُسی وقت تک وفادار قرار دیا جاسکتا ہے کہ جب تک وفاداری میں اُسکو فائدہ نظر آوے جب وہ
سمجھیگا کہ ملک مفتوحہ پر وہ خود قبضہ کرسکتا ہے اور اوسکو اسی میں نفع ہے تو وہ اپنے فائدہ کو مدنظر رکھیگا۔

اس میں شک نہیں ہے کہ جب ملک کی وسعت بڑھائی جاتی ہے تو تھوڑی فوج سے وہ قبضہ میں نہیں رہ
سکتا اور فوج کی تعداد بڑھانی پڑتی ہے جو کہ تنخواہ دار فوج ہوا کرتی ہے۔ اور ایسی فوج پر بھروسہ اس
وجہ سے کرنا ہوتا ہے کہ ہم قوم و مذہب کے اشخاص کی تعداد محدود ہوتی ہے اور وہ وسیع ملک کی حفاظت
کے لئے کافی نہیں ہوسکتی مگر ساتھ ہی یہ انتظام رہنا چاہئے کہ اگر یہ فوج تنخواہ دار اپنے برخلاف ہوجاوے
تو ہم قوم و ہم مذہب کی فوج فوراً پہونچکر اوسکی سرکوبی کرے کیونکہ رعایا فوج کے خوف سے مطیع رہتی ہے
اور فوج سپاہ پیشہ یعنی تنخواہ دار فوج ہم قوم و مذہب کے خوف سے مطیع رہتی ہے اور اُسکے خلاف حالت میں
بدنظمی ہونا اور ممالک کا نکل جانا نتیجہ یقینی ہے چنانچہ جس زمانہ میں کہ ریل تار کا وجود نہ تھا اور سڑکیں بھی کسی کام
اس قسم کی تھیں کہ موسم بارش میں کام نہ دیسکتیں جب کوئی سپہ سالار تنخواہ دار کسی ملک کے فتح کرنے کو گیا
اور دارالسلطنت سے اسقدر دور ہوگیا کہ فوج شاہی اُسکے انسداد کیواسطے اسوقت تک پہونچ نسکی
جب تک وہ اپنے کو مضبوط نہ کرلیوے تو وہ سپہ سالار مالک ملک بنکر خود مختار ہوجاتا۔

شاہ قطب الدین ایبک سے لیکر شاہ ہمایوں تک جتنے بادشاہ رونق بخش تخت دہلی ہوئے انمیں سے بیشتر ایسے
تھے جنکا ثانی باعتبار اُنکی دلاوری و ہمت و دانشمندی کے ملنا مشکل ہے مگر انمیں سے کسی نے بھی اُن اوائل
اصول حکومت ممالک مفتوحہ پر جنکے باشندگان غیر قوم و غیر مذہب و ملت کے ہوں خیال نہ ڈالا جسکا ذکر اوپر
آچکا ہے اُسیکا یہ نتیجہ ہوا کہ اُنکی بادشاہت کو استحکام پورے طور پر نہیں ہوا غلاموں کے خاندان کے بعد تغلق کا
خاندان اور اُنکے بعد خلجی اور خلجیوں کے بعد سیّد اُنکے بعد لودی پھر خاندان تیموریہ کی تھوڑے تھوڑے
زمانہ میں تبدیلی ہوتی رہی ایک خاندان متواتر سو سال تک بھی حکمراں نہ رہا۔

گو دہلی میں اسلامی سلطنت قائم ہوئے چار سو برس کا زمانہ ۱۵۵۵ء تک گذر چکا تھا مگر شاہان
دہلی کا قبضہ واقعی بہت تھوڑے حصہ ملک پر رہا سیکڑوں ریاستیں چھوٹی و بڑی ہندو
و مسلمانوں کی اس ملک میں قائم ہوگئی تھیں۔ سپہ سالاران و صوبہ داران نے جہاں ملک
فتح کیا خود کو وہاں کا بادشاہ سمجھ کر حکمرانی شروع کردی گو کبھی بنظر مصلحت خود کو برائے نام
ماتحت شاہ دہلی ظاہر کرکے بنام خراج کچھ پیشکش حضور شاہ میں بھیجدیتے مگر اپنے ملک مفتوحہ

میں بادشاہ کی مداخلت نہ ہونے دیتے۔

زمانہ حکومت مسلمانوں میں طُرق انتظام زمینداری وضوابط تشخیص وتحصیل مالگذاری و قواعد تفریق وتنقیح کاشت وحقوق رعایا وزمینداران مروجہ راجگان ہنود منسوخ ہوچکے تھے مگر اُنکے قائم مقام دوسرے طریقہ منضبط و مروج بھی نہ ہوئے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی بادشاہ نے ملکی ومالی انتظام وانصرام کا قاعدہ ملک عرب کے رواج کے موافق جاری کیا تو اوسکے جانشین نے اُسکو شکست کرکے ملک ایران کا طریقہ استعمال کیا پھر تیسرے نے تاتار وچین کی تقلید کی جو تھے نے سب طریقوں کو مخلوط کرکے ایک نیا طریقہ قایم کیا۔

ہر مقنن ومنتظم صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ ہر ملکے ورسمے ایک مثل مشہور ومعروف ہی اور ہر ملک کا ملکی ومالی طریقہ اوس ملک کے باشندگان کے طرق معاش وتواریخ وتعلیم و تربیت وقدرتی واقعات بارش وباران وصفات وقسم زمین وہزارہا وجوہ دیگر سے متعلق ہیں اور اُن وجوہ کے نسبت سے رفتہ رفتہ ہزاروں تجربہ کے بعد ایک طریقہ قائم ہوجاتا ہے اور وہ اوس ملک کے لئے موزوں قرار دیا جاسکتا ہے غیر ملک کے رسوم ورواج وطرق سیاست مدن کا کسی ملک میں جبراً وحکماً جاری کرنے کا نتیجہ بہت خراب ہوتا ہے۔ اور اوس ملک کی ویرانی کا باعث ہوجاتا ہے۔ بادشاہان اسلامیہ نے ۱۵۵۵ء تک کوئی ایسا طریقہ انتظام ملک کا نہیں قایم کیا۔ جسکو استقلال ہو اور جسکے مطابقت پر منتظمان ماتحت اپنے طریق انتظام کو منضبط کرسکیں۔

جسوقت ہمایوں بادشاہ نے انتقال فرمایا اوسوقت زیادہ حصہ سلطنت دہلی پر واقعی قبضہ شاہ ہیمو کا ہوگیا تھا حسب مثل ہندی جسکی لاٹھی اوسکی بھینس ملک میں جس نے جہاں قابو پایا قبضہ کرلیا۔ رعایا بوجہ نہ ہونے کسی مستقل قانون یا طریق عمل کے پریشان وحیران ہورہی تھی۔ وچوروں وقطاع الطریق کا بازار گرم تھا۔ ہندو رعایا جوکہ مسلمانوں کی تعداد سے

کئی لاکھ گونہ زیادہ تہی بدظن و بدخواہ ہورہی تھی۔ پیداوار زمین کی بالکل خراب و خستہ ہونے پر بھی تحصیل کی سختی سے رعایا کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ جزیہ کی وصولی کے تشدد و بجائے عدم وصولی سختی و سنگدلی کے برتاؤ سے ہندو رعایا متفق فساد اور بدخواہ ہو رہی تھی۔ ہر چہار طرف بدنظمی و بے امنی پھیل رہی تھی۔

ایسے نازک وقت میں شاہنشاہ اکبر جلوہ آرائے سریر دہلی ہوئے۔ اس عاقل بادشاہ نے ملک کے واقعی حالات سے جلد واقفیت حاصل کر لی اور سب سے پہلے ملک کے تسلط و امن پر لحاظ کرکے ہیموشاہ کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر اپنی سلطنت میں استحکام پیدا کیا بعد ازاں اُن طریق عمل پر نگاہ ڈالا جس سے رعایا کی خوشنودی حاصل ہو پھر ملک کے مالی و ملکی نظام منتقل کیجانب اپنی توجہ رجوع کی شاہ اکبر کی خوش قسمتی سے ابوالفضل ایسا دانا وزیر بھی نصیب ہوگیا جسکی بدولت اس عاقل و منتظم بادشاہ نے ملک کے انتظام کے متعلق ایک پالسی قائم کی ہندو و مسلمان رعایا کی تفریق دور کرکے ایک قانون سے برتاؤ ہونے کا اصول منضبط کرکے جزیہ کی وصولی کے بابت ہندو رعایا کے واسطے سخت مصیبت کا سامنا تھا احکام مسدودی جاری کئے متفرق قاعدے بغرض انتظام مالی و ملکی منضبط کئے اور ان قاعدوں کے مرتب کرتے وقت ہندوستان کے خاص حالات کو مدنظر رکھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس انتظام کی وجہ سے رعایا اوسکو مثل پدر شفیق سمجھنے لگے اور ملک میں امن و چین پھیل گیا۔

چونکہ سیکڑوں ریاستیں ہندو مسلمانوں کی اس ملک میں قایم ہوگئیں تھیں جنکو فتح کرنا اور اپنی بادشاہت میں ملانا اس عاقل بادشاہ نے خلاف مصلحت سمجھا کیونکہ اس سے ملک میں فساد کی جڑ مضبوط ہوتی اور ہزارہا بدخواہ سلطنت پیدا ہو جاتے اور یہہ بھی ممکن تھا کہ سب آپس میں اتفاق کرکے برخلاف بادشاہ اعلان جنگ کرتے اور بادشاہ کو سخت مشکلیں پیش آتیں ان سب خیالات کو مدنظر کرکے شاہ اکبر نے ہندوستانی ریاستوں کے متعلق وہی پالسی اختیار کی جو فی زمانا گورنمنٹ انگلشیہ عمل میں لارہی ہے یعنی ایسی ریاستوں کو اپنی ماتحت ریاست

تسلیم کرکے اونکے والیان سے اقرار وفاداری لیکر اُنکو اپنے مقبوضہ ممالک پر برقرار رکھا. اُنکے انصرام فرائض وفاداری وجاں نثاری کے عوض میں اُنکی انحفاظ ذاتی وملکی کی ذمہ داری اپنے ذمہ رکھی -

اس دانا دور اندیش بادشاہ نے موجودہ والیان ریاست کو اپنے دربار میں بلاکر خلعت فاخرہ عطا کرکے ذاتی سندیں وتمغہ جات عطا کئے اونکے ورثا کی وفاداری وفرمانبرداری کو مشروط کرکے اُنکا حق وراثت انصاف خسروآنہ برقرار رکھا. جن والیان ریاست نے ان شرائط کو منظور نہ کرکے اقرار وفاداری وفرمانبرداری نہیں کیا اونپر فوج کشی کرکے شاہ نے اونکی سرکوبی کی شاہ نے محض تدابیر بالاہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ رابطہ اتحاد با خود بڑھانے کے لئے چند خاندانی سربرآوردہ راجگان ہند سے شادی وبیاہ کا طریقہ جاری کیا جس سے ہردو خاندان کے مراتب اتحاد میں افزونی وترقی ہوتی گئی - ریاست کے ممتاز عہدونپر بلاتفریق مذہب وملت لائق اشخاص مقرر ہوئے - ہندو مہاراجگان شاہی سپہ سالاری کے عہدونپر معمور ہوکر اپنی فوج سے شاہ اکبر کی توسیع سلطنت میں مشغول ہوئے اور باری باری مخالف صوبہ داران ومخالف والیان ملک شکست کھاکر نیست ونابود ہوتے گئے تا اینکہ قریب قریب تمام ملک ہندوستان جو دریائے کرشنا کے اوتر ہے. فتح ہوکر ماتحت تخت دہلی ہوگیا.

ہندو مسلمان شیر وشکر ہوکر ایک دوسرے کے ساتھ اپنے بادشاہ کی ترقی جاہ وحشم میں شریک ہوئے اور سلطنت اسلامیہ کا آفتاب اپنے افق طلوع پر آکر پوری روشنی سے نمایاں ہوا.

اس بادشاہ نے قوانین ضروری بہ لحاظ خاص حالات ملک مرتب کرکے آئین اکبری سے موسوم کیا اور انتظامی اعتبار سے اس تمام ملک کو پندرہ صوبوں میں حسب ذیل تقسیم کیا بنگالہ - بہار - اودھ - الہ آباد - آگرہ - دہلی - لاہور - ملتان - ٹھٹھہ (سندھ) مالوہ - اجمیر برار - خاندیش - گجرات - کشمیر جس میں کابل بھی شامل تھا -

اس تفصیل کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بعض صوبہ بہت چھوٹے رقبہ کے تھے یعنی فی زمانا

جو صوبہ جات کہ گورنمنٹ ہند نے قرار دئے ہیں اُن میں اوس زمانہ کے دو چار صوبہ شامل ہیں۔ مگر ساتھ ہی اِس امر کا لحاظ بھی ہونا چاہیے کہ اوس زمانہ میں آمد و رفت و خبروں کے بھیجنے کا ذریعہ اسقدر آسان نہ تھا جیسا کہ اب ذریعہ تار و ریل وغیرہ ہو رہا ہے۔ بنا برعلیہ توسیع مقدار ارضی صوبوں کی اوس زمانہ میں کرنا نامناسب تھی۔ اور قریب قریب مقامات میں اوس زمانہ کے موافق انتظام میں نقص نہیں آسکتا تھا۔

آئین اکبری و سیر المتاخرین سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ اکبر نے اپنی سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کیا اور صوبوں کو سرکاروں میں اور سرکاروں کو پرگنات میں اور پرگنوں کو مواضعات پر صوبہ و پرگنہ کی اصلاح اب تک مروج ہے مگر سرکار کی جگہہ پر اب لفظ ضلع مستعمل ہوتا ہے۔

ہر صوبہ کی حکمرانی کے لئے ایک صوبہ دار مقرر ہوتا جسکی ماتحتی میں انتظام ملکی و فوجی دونوں کئے جاتے اور صوبہ داری و سپہ سالاری ایک ہی شخص کو دیجاتی اور وہ تمام صوبہ کے انتظام کا خواہ ملکی ہو یا فوجی ذمہ دار قرار دیا جاتا اور اوسکو امور انتظامیہ میں پورا اختیار رہتا یعنی بعد بادشاہ کے اوس صوبہ کا مالک رہتا۔ عدل و انصاف کرنا۔ زراعت کی ترقی جفاکش کاشتکاروں کی امداد کرنا اونکو پیشگی دینا مالگذاری جمع کرنے والے افسر مقرر کرنا مجرم کو سزائے موت تک دینا۔ انجنیری کے کاموں کو جو اسوقت تک تھے۔ مثلاً تیاری کنواں باندھ پائی کے راستے باغ سرائے وغیرہ کی بنا و حفاظت کرنا۔ صوبہ میں دیگر عمال بادشاہی مثل فوجدار منصب دار بخشی عامل تپکچی قانون گو۔ وقایع نگار سوانح نگار خفیہ نویس ہرکارہ قاضی مفتی صدر محتسب دیوان بادشاہی داروغہ کچہری مروہہ پیادہ ہائے برادری ہوتے فوجدار کی مقرری ہر پرگنہ پر باعتبار وسعت صوبہ کے مختلف تعداد پر ہوتی فوجدار کے اختیارات صوبہ دار کے برابر ہوتے مگر اوسپر فرض تھا کہ ماتحت صوبہ دار رہکر اوس کی مدد کرے فوجدار اگرچہ ماتحت صوبہ دار ہوتے مگر بہت بڑے حاکموں میں شمار ہوتے بعض اِن میں سے شاہی کاموں میں ایسی جوانمردی و جانفشانی کرتے کہ صوبہ داران ناظم پر تفوق لیجاتے بعض اِن میں سے ہزاری منصب ذات و کئی سو سوار سے لیکر

پنجہزاری وسواران بقدر لیاقت وحاجت کار سرکار تک باجاہ وحشم ونقارہ وعلم جاہائے معین میں کہ فوجدار نشین اوس صوبہ کا ہوتا قیام رکھتے۔ فوجدار کا خاص کام یہہ تھاکہ زمیندار حسب رضا جماعت کے حال سے باخبر رہیں اوسکو فوج وآلات حرب وتیاری قلعہ سے مضبوطی کا موقع نہ دیں اور اگر غفلت سے ایسا ہوجاوے تو اسباب مذکورہ اوس سے لے لیں اور فرمان برطرفی فوج دیدیں اگر زمیندار اطاعت کرے تو اوسکو اوس کی جگہہ پر قایم رکھیں ورنہ گوشمالی واجب ہیں نیز دیگر مفسدان ملک کی حالت سے باخبر رہیں اور قطاع الطریق وغارتگروں کو رہنے ندیں اور جاگیرداران ریزہ وصاحبان املاک والتمغا کے ملک میں کسیکو خلل انداز نہ ہونے دیں اگر کسی مفسد قوی کے مقابلہ میں ایک فوجدار کافی نہ ہوتا تو اوسکو دوسرے فوجدار جاکر مدد دیتے۔ اور سرکش کی سرکوبی کرتے۔

عامل - ہر سرکار میں رہا کرتے اونکا کام یہ تھاکہ مالگذاری جمع کریں اور زمین کا انتظام کریں اور اوسپر تشخیص لگان کرتے رہیں۔ رعایا کو تشفی دیں اور سرزمین کی کاشت کراویں اور بہت سے متفرقات کام جو کہ ملاحظہ رپورٹ ماہواری سے معلوم ہوسکتے ہیں اطلاع دیتے رہیں۔ مثلاً رعایا کی حالت درج کرنا۔ حالت جاگیردار پڑوسی بلوائی دیکھتے رہنا اور لکھنا نرخ غلہ بازار لکھنا مکانوں دوکانوں کا کرایہ وصول کرنا درولیشوں دستکاروں کاریگروں کی نگرانی اور دیگر واقعات جو قابل عرض ہوں۔ عامل کا نام زمانہ اکبر تک دیوان خالصہ بھی تھا۔

عامل کے محکمہ مال کا مددگار تبکچی کہلاتا۔ اوسکا خاص کام یہ تھاکہ قانون گویوں سے پچھلے سال کی مالگذاری دریافت کرے اور موجودہ سال کے زمین کی حالت دیکھے۔ یہ طریقہ جاری تھاکہ ہر مواضعات کے پٹواری کاغذات دیہی مرتب کرکے قانونگو کو دیں۔ اور قانون گو حالت دیہی موضع وار مرتب کرکے اور مطالبہ وصول تحصیل کو ذریعہ کاغذات دیہی درست کرکے تبکچی کے سپرد کرے اور تبکچی مالگذاری وصول کرکے فوجدار کے توسط

سے عامل کے پاس داخل کرے۔ اور عامل صوبہ دار کے پاس بھیجے اور صوبہ دار بعد وضع اخراجات صوبہ کے خالص بچت کو داخل خزانہ عامرہ شاہی کرتا ہے۔ صوبہ دار و عامل و فوجدار وغیرہ کی کوئی تنخواہ خاص نہ ہوتی بلکہ اُنکے عہدہ کے لحاظ سے جاگیر بخشی جاتی اور اوسی جاگیر کے منافع سے وہ مستفید ہوتے رہتے۔

کوئی عہدہ صوبہ دار سے لیکر چپکی و قانون گو تک خاندانی نہ ہوتا بلکہ ہر عہدہ دار کے انتقال پر دوسرا شخص حکم شاہی سے مقرر ہوتا۔

ملاحظہ ہو تاریخ انگریزی

محتسب (از سیر) کوتوال تحقیقات سنگ وزن و برآمد کرنے غبن و بٹکھال و خیانات (پیمانہ جات) و تعین نرخ غلہ و اجناس پر مقرر ہوتا تا کہ نرخ معین رہے اور حاجت مباحثہ و تکرار کی خرید و فروخت میں نہ ہونے پاوے اور بیچنے والے خرید و فرخت اشیا میں غبن نہ کریں اسی محتسب کے متعلق تادیب و گوشمالی بیباکان بھی متعلق رہتی۔ اور پولیس کا سب سے بڑا افسر ہوتا اور مرتکبین جرائم پر اوسکو پورا اختیار رہتا۔ اور چھوٹے چھوٹے قانون جو متعلق میونسپلٹی اب رہتے ہیں وہ اسی کوتوال کے متعلق رہتے اور جس مقام پر یہہ کوتوال نہ رہتا وہاں یہ سب کام عامل کے متعلق رہتے۔ (از سیر)

وقایع و سوانح نگار و ہرکارہ۔ ہر صوبہ و سرکار و جگہ میں کہ محل حکومت و جائے قیام حاکم رہتا ایک کام کے واسطے چار شخص مقرر رہتے کیونکہ ملکداری میں اہم امور اطلاع احوال بلاد و عباد ہے۔ اور غرض آرام و آسائش خلق خدا ہے کہ خدا نے بادشاہوں کو بطور چرواہا کے مقرر کیا ہے۔ اور اونکی زمام حکومت انکے ہاتھ میں دی ہے۔ تقرری اشخاص مذکورہ اس غرض سے تھی کہ جو کچھ حال اوس مقام و مضافات میں ہو تمام دن کا ماجرا شام کو اور تمام شب کے حالات اول صبح کو حضور بادشاہ میں بھیجیں۔ ڈاک مقرر رہتی کہ نہایت جلدی سے تھوڑے وقت میں ہر جگہ کے اخبار حضور میں بھیجیں اور داروغہ خلاصہ اونکا کہ

قابل اطلاع بادشاہ ہو عرض کرے اور مفصّل اوسکا کہ مرسلہ عملہ صوبہ ہو نظر سے گذرائے اس انتظام سے بادشاہ کو ہر شخص کا حال معلوم رہتا اور سلوکات ایک کے دوسرے سے معلوم رہتے اور کسی کی خواہش بیجا قبل پہونچنے عرضی مظلوم کے بادشاہ کو معلوم ہو جاتی اور اکثر ایسا ہوتا کہ قبل ورود عرضی ارباب حاجت بادشاہ اوسکا تدارک کر دیتے اور حاجتمند اپنے مقصد پر پہونچ جاتا۔

چار شخص اس غرض سے ایک کام پر مقرر رہتے کہ اگر وقایع نگار و سوانح نگار و خفیہ نویس و ہرکارہ میں کسی نے کسی غرض سے تحریر حالات میں خیانت کی تو دوسرے تین شخص راست راست لکھدیں اور صورت اختلاف اخبار میں تحقیق اقوال مختلفہ کرکے خائن و کاذب کو سزا وجزا دیکر اپنے منصب سے معزول و آبرو و عزت سے محروم و ممنوع کیا جاوے۔

جو عرضیاں بنام بادشاہ ذریعہ ڈاک مذکورہ آتیں اونکو بجز بادشاہ کے دوسرا نہ کھولتا اور اونکے ذریعہ سے انتظام مناسب ہوتا رہتا۔ اور جب معلوم ہو جاتا کہ اہل اخبار میں کسی نے شاہزادگان و امراے عالی شان سے رسم محبت کو برتا یا کوئی امید بہبود کی رکھی تو اوسی وقت کام سے معزول ہوتا اور دوسرا اوسکے جگہہ پر مقرر ہو جاتا حکامان عدالت بغرض دادرسی رعایا مقرر ہوا کرتے منجملہ اونکے ایک عہدہ میر عادل و قاضی کا تھا اِن کی تقرری براہ راست حکم بادشاہ سے ہوتی۔

قاضی - اجراے احکام شرعی کیواسطے مقرر ہوتا کہ بلا جانبداری کسی امر کے جو امر کہ موجب استحقاق شرعیہ ہو بجالاتا رہے اسکے عوض میں بادشاہ سے مشاہرہ و جاگیر بقدر معاش خود پاتے تاکہ فراغت سے بسر کریں۔ اونکی مجال نہ ہوتی کہ کسی سے دامے درمے بطور رشوت لیں اور اگر لینا ثابت ہو جاوے تو مورد غضب سلطانی و ننگ اسلام و مسلمانی ہوکر مطعون طوائف امم و مبتلاے غصہ و غم ہوکر ہمیشہ کے واسطے اس کام سے محروم و دنیا و عقبےٰ میں ملوم و مذموم ہوتا۔

صدر الصدور و صدر ہر صوبہ و سرکار امتحان قاضیون و تحقیق احوال ارباب استحقاق و املاک وغیرہ کیواسطے مقرر ہوتے تاکہ قاضی جاہل احکام اسلام سے خود کو بصورت فاضل و عالم ظاہر کرکے خدع و زُور سے جگہ قاضی کی نہ لے نیز اراضی و املاک کہ عاجزان اہل استحقاق کو مرحمت ہو چکی ہو۔ اوسکو غیر مستحق ظلم سے نہ لے یا جاگیردار مذکورہ دوسری زمین خالصہ کو نہ ملالیں۔

داروغہ و عملہ عدالت۔ اِس کام پر مقرر تھے کہ ہر عاجز و زیر دست کو مجال وصول دامرا و سلاطین تک ہر وقت مشکل ہوتی لہذا یہہ لوگ جانب بادشاہ سے مشاہرہ وجاگیر پاکر مقام معین میں اول روز سے قریب ثلث دن کے نشست کرکے مظلومان دادرس کی فریاد کو سنتے دعوے دائر ہونے پر اگر مدعا علیہ صاحب تشخص نہ ہوتا تو خود حاضر کیا جاتا اور اگر صاحب تشخص ہوتا جسکی حاضری لائق قدر اوس مقام کی نہ ہوتی تو اوسکا وکیل حاضر ہوتا اور فیصلہ ہوتا۔ ہفتہ میں دوبار امرا و سلاطین مخصوص بھی عدالت کرتے اور عملہ عدالت مدعی و مدعا علیہ و گواہ و صورت حال تحقیقات کو حضور بادشاہ یا ناظم صوبہ یا فوجدار جس مقام و سرکار کا قضیہ ہوتا حاضر لاتے اور التماس حالات کرتے اور امرا و سلاطین اُنکے حالات کو سمجھ کر فیصلہ کرتے اگر اوس روز منفصل نہ ہوتا تو دوسرا اجلاس کرتے اور اوسکو فیصل کرتے۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔

شاہ اکبر کے حکم سے تو ڈرمل وزیر نے جو قواعد متعلق انتظام مال مرتب کئے اوسکے موافق تحصیل وصول کے متعلق کسی شخص کی وساطت قائم نہیں رکھی بلکہ یہہ طریقہ رکھا کہ رعایا سے مالگذاری کا روپیہ عامل براہ راست وصول کرے اور کسی زمیندار یا تعلقہ دار کی وساطت نہ رکھے۔

بخلاف ہندو راجاؤں کے طریقہ کے اسلامیہ بادشاہون کے وقت میں یہہ اصول قائم کیا گیا کہ تمام و کمال حصہ زمین کا جو مملکت کے اندر ہے ملکیت بادشاہ کی ہے مگر چونکہ خود

بادشاہ کاشت نہیں کرسکتا۔ لہذا کاشتکارون کو بغرض کاشت دیجاتی اور اونکو حق کاشتکاری میں کچھ منافع چھوڑدیا جاتا اور مابقی بہ شکل مالگذاری سرکاری خزانہ میں داخل کرلیا جاتا۔ گویا اس زمانہ کی اصطلاح کے موافق تمام زمین بادشاہ کی سیر ہوتی اور کاشتکار شکمی رہتے۔ اسی اصول کے موافق کاشتکاروں سے عاملِ مالگذاری وصول کرتے رہتے۔

مگر ایک فرقہ زمینداران کا بھی اوسی وقت سے اس ملک میں پیدا ہوگیا تھا۔

اوس زمانہ کے اسناد آئین اکبری و تزک جہانگیری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا لفظ راج کار راجگان با اختیار و باجگذاران با اقتدار پر استعمال کیا جاتا ویسا ہی جو امرا و سرداران کہ مورد الطاف خسروانی ہوتے اور خلعت وعطاے جاگیر سے مفتخر و ممتاز کئے جاتے اونکو فوجی خدمات کے متعلق بادشاہ کی جانب سے کچھ زمینداری بخشی جاتی اور یہ لوگ **منصب دار** و زمیندار کہے جاتے ہیں منصب کی تعداد فوجی خدمات کے اخراجات کے لحاظ سے ہوتی۔ یعنے ہر سردار فوج کو ایک خاص تعداد فوج کی رکھنی لازم قرار دیجاتی۔ مثلاً ہزاری کو ایک ہزار سوار و پنج ہزاری کو پانچ ہزار و ہفت ہزاری کو سات ہزار سوار رکھنے ہوتے اور ان سواروں کے اخراجات کے لحاظ سے جاگیر کا منافع قایم کیا جاتا۔ ان منصبداران و زمینداران کا فرض ہوتا تھا کہ سپہ سالار کے حکم پہونچنے پر فوراً مع فوج معینہ کے مقام مقرر پر حاضر ہوں اور بہ صورت عدم تعمیل حکم یا عدم حاضری تعداد معینہ کے منصب مذکور ضبطی میں آتی۔ بخشی کا عہدہ ماتحت منصب دار و متعلق فوج ہوتا۔

گو یہ منصب داری خاندانی نہیں ہوتی تھی یعنی باپ کے مرنے کے بعد لڑکا وراثتاً قابض نہیں ہوتا تھا مگر جس حالت میں کہ لڑکا قابل خدمت سمجھا جاتا تھا تو اوسکے حق میں دوبارہ سند منصب داری اجرا پاتی۔ اسی طور پر آہستہ آہستہ کچھ روز کے بعد جبکہ حکومت میں کچھ ضعف واقع ہو چلا تو یہی منصب دار خاندانی

ہوتے گئے۔

علاوہ ایسی زمینداریون کے جو فوجی خدمات کے لحاظ سے خواہ عنایات خسروانی کے لحاظ سے خاص طور پر بخشی جاتی ایک دوسری قسم کی بندوبست زمینداری کا طریقہ انتظامیہ پولٹیکل خیالات سے بھی جاری تھا۔ چند علاقہ جات یا پرگنہ جات کا بندوبست زمینداری کسی معزز شخص کے ساتھ کر دیا جاتا تھا اور اوسکا فرض ہوتا تھا کہ اون مواضعات کی تحصیل کرکے ایک رقم معینہ بطور حق التحصیل خود مستفید ہوکر باقی مالگذاری دامے درمے خزانہ عامرہ میں داخل کرے۔ گو یہہ طریقہ آئین اکبری کے خلاف تھا۔ مگر رواجاً برابر جاری تھا۔ اکثر ایسا بندوبست زمینداری بطور مستاجری کے ایک خاص زمانہ کے لیئے ہوتا تھا اور حق التحصیل قریب قریب دس روپیہ فی صدی کے حساب سے دیا جاتا۔ اور اس حق التحصیل کی تعداد کے لحاظ سے اُس پرگنہ یا تعلقہ کے چند مواضعات کا منافع زمیندار کو اوسکے گذارہ کے واسطے علحدہ کر دئے جاتے ایسے علاقہ جات لفظ **نانکار** سے موسوم ہوتے۔

بعض اوقات اہالیان خاندان راجگان سلف کو جنکی ریاست قبضہ شاہی میں آچکی ہوتی اور اور پھر عقب سے بہ عفو تقصیر مورد عنایات ہوتے ایسی زمینداری بخشی جاتی تھی۔ اور کبھی کسی خاص سرکش رعایا کے فرو کرنے اور اونسے مالگذاری وصول کرنے کے خیال سے بندوبست زمینداری کر دیا جاتا۔ میعاد مستاجری گو موافق قاعدہ محدود ہوا کرتی مگر علی العموم ہر زمیندار اپنی زندگی تک مالگذاری ادا کرتے ہوئے قابض رہ جاتا اور اوسکے مرنے کے بعد ذریعہ تجدید سند اوسکا لڑکا اپنے والد کی جگہہ پر مقرر کیا جاتا۔ ایسے زمینداروں کو اونکی زمینداری کے حدود کے اندر اختیارات دیوانی و فوجداری وہاں کو توالی یعنی پولیس بھی عطا ہوتے اور خاص حالتوں میں سکہ رانی کا بھی اختیار اونکو دیا جاتا۔ ایسے سکوں پر علی العموم نام بادشاہ وقت کا مع اونکے خطاب کے درج کیا جاتا اور اوسکے نیچے مودبانہ الفاظ کے ساتھ نام زمیندار کنندہ ہوا کرتا۔ ایسے زمیندار بعض وقت عامل کے ماتحت رہتے اور بعض وقت اونکا سلسلہ

براہ راست صوبہ دار سے رہا کرتا۔ یہ زمیندار واقعی ذی اختیار والی ملک ہوتے تھے تا اینکہ آہستہ آہستہ جب حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو انھوں نے اپنی زمینداری کو خاندانی قائم کرکے اُسپر مالکانہ قابض ہوگئے اور بعد کو گورنمنٹ انگلشیہ نے اُنکو رولنگ چیف تسلیم کرلیا۔ بعض اوقات میں لفظ زمیندار شاہان دہلی اُن راجگان خود مختار کی بابت بھی استعمال کرتے تھے جو کہ بادشاہت دہلی سے بھی پہلے زمانہ کے تھے۔ فارسی زبان میں جو الفاظ حکمران کیلئے مروج ہیں مثلاً شاہ و سلطان و خسرو وغیرہ ان الفاظ سے مراد خود شاہان دہلی ہوا کرتے۔ اور چونکہ دوسرا کوئی لفظ راجگان ماتحت کے لئے مخصوص حسب حال انکے نہیں ملتا تھا لہذا اُنکو اکثر زمیندار کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے جس معنی میں لفظ زمیندار فی زمانہ استعمال ہوتا ہے یعنی وہ شخص جسکے ذریعہ سے شاہ وقت مالگذاری زمین کی رعایا سے وصول کرے یہ معنی اس زمانہ میں اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتے

ملاحظہ ہو۔ بٹرس آرڈر۔ انڈین پرائیویٹ صفحہ ۶۷

شاہ اکبر نے اس ملک میں اسلامیہ سلطنت کی بنیاد مضبوط کی اور خاص خاص قواعد و قانون حسب مقتضائے مصلحت وقت جاری کئے اور طریقہ وصول تحصیل مالگذاری و رعیت پروری و بندوبست زمینداری و ذریعہ پیمائش تفریق اقسام کشت و زمین و ترتیب کاغذات دیہی کے متعلق احکام جاری کئے تاکہ انتظام ریاست میں خلل واقع ہونے نہ پائے تمام ہندوستان میں جو دریائے کرشنا کے اوتر ہے اپنی سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا۔

شاہ اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر شاہ اور اُنکے بعد سلطان شاہجہاں نے اوسی طریقہ پر کچھ کچھ عمل کیا اور سلطنت میں ضعف نہیں آنے دیا۔ مگر شاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں اکبر کی پالیسی کو سخت انقلاب ہوا۔ شاہجہاں بادشاہ کے انتقال کے بعد اُنکے بڑے بیٹے دارا شکوہ کو مسند نشینی کا حق حاصل تھا اور اگر یہ بادشاہ سلطنت اسلامیہ کی قسمت سے مسند نشین ہوتا تو اس ملک میں اسلام کا علم ابھی کئی صدیوں تک اپنی بلندی پر رونق افروز رہتا کیونکہ دارا شکوہ کی پالیسی بالکل شاہ اکبر کے موافق تھی مگر اورنگ زیب عالمگیر نے دارا شکوہ کو قتل کرکے کے بعد دیگرے دوسرے بھائیوں کو بھی اپنی راہ سے دور کرکے اپنے والد شاہجہاں کو بھی قید کرکے خود تخت شاہی پر جلوس کیا۔ تخت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی شاہ عالمگیر نے شاہ اکبری پالیسیوں کو درکنار کرکے دنیا و دین کے معاملات کو یکجا کرکے سخت تعصب کیساتھ حکومت شروع کردی جس سے ہندو رعایا پر ظلم و ستم ہونے لگے۔ ادائے جزیہ جسکو شاہ اکبر اور اُسکے جانشینان نے بند کردیا تھا پھر مزید سختی سے شروع و جاری کیا گیا۔ اہالیان ہنود کے معابد گاہ توڑکر انکی جگہ پر مسجدیں بنائی گئیں۔ جو اہل ہنود معزز عہدوں پر معمور تھے وہ علحدہ کئے گئے۔ اور

ملک میں بے اطمینانی وعدم استقلال کی بنیاد بھی پڑ گئی۔ اگر محض مذہبی امور تک انتہا رہتی تاہم شاید سلطنت کو اسقدر جلد کمزوری نہ ہوتی مگر مذہبی تعصب کے ساتھ اس شاہ نے وہ ذلیل طریقہ مطلب براری کے عمل میں لانے شروع کردیے جو کہ کسی سلطنت کے باعث زوال ہوسکتے ہیں یعنی دغا و فریب ذرایع جائز حصول مطلب کے قرار دیے گئے اور قول و فعل کا تناسب ضروری نہ سمجھا گیا۔ جو سربرآوردہ اشخاص تکمیل مقاصد شاہی میں سد راہ متصور ہوئے خواہ جن کی بابت شاہ کے دل میں گمان بد پیدا ہوا اون کے ساتھ بجائے اسکے کہ فوج کشی کرکے اونکی سرکوبی کیجاوے دغا و فریب سے کام لیا جانا شروع ہوا جو کہ کمزور و بے اصول اشخاص کا آخری ذریعہ ہوتا ہے ایسے سردار سرغنہ اوس بادشاہ کے دربار میں بہ اقرار دوستی واتحاد طلب کیے جاتے اور جب قابو میں آجاتے تو قتل کردیے جاتے یا زندان تاریک میں ڈالدیے جاتے تھے۔ یہہ طریق عمل اس حد پر پہونچا کہ بادشاہ کے قول و قرار کا اعتماد عام رعایا کے دل سے جاتا رہا اور اوسکو وہ لوگ حقارت کے نگاہ سے دیکھنے لگے۔ رعایا کی طرف سے تو حالت مذکورہ بڑہتی جاتی تھی اودہر بادشاہ کو اپنے کوتہ اندیشی سے اپنی ہی جڑ کاٹنے کی فکر ہوئی اور گویا کہ اپنی ہی خودکشی کی پالسی اختیار کی اور اوسکی بنا وہی تعصب مذہبی و سختی تھی جو اوس نے مقابل ہنود اول میں شروع کیا۔ اور آخر میں ترقی کرتے کرتے دیگر فرق اسلامیہ پر تجاوز کرگئی یعنی اپنے اوس خاص مذہب کے علاوہ جسکا خود پابند تھا دوسرے مسلمانوں کے طریقہ کو ناجائز قرار دیکر تعصب سے اونکی بیخ و بنیاد کے اوکھاڑنے کی فکر میں ہوگیا۔ اوسکی یہہ صورت کی کہ ملک دکہن میں بیجاپور و گولکنڈہ و احمدنگر وغیرہ بادشاہت اہل اسلام کی ایک زمانہ سے قایم ہوکر مستحکم ہوگئی تھیں اور اونکی وجہ سے ملک دکہن میں زور اسلام غالب ہوگیا تھا مرہٹہ وغیرہ جو ملک دکہن کے جنگ جو و مضبوط قوم سے تھے وہ ان اسلامی سلطنتوں کی وجہ سے پست رہا کرتے جانب اوتر سے سلطنت دہلی اور جانب دکہن سے یہ سلطنت اسلامی

انکو دبائے رکھتی اور زور و شور اسلامی تمامی ملک ہندوستان میں پورے طور پر قائم تھا۔
اورنگ زیب عالمگیر نے دور اندیشی کو راہ نہ دیکر بخیال خودغرضی باری باری ان سلاطین دکہن کی
شوکت کو توڑکر اپنی وسیع سلطنت میں ملا لیا مگر اس کارروائی سے قوت اسلامیہ جو مختلف حصہ ملک میں
مضبوط و مستحکم ہوگئی تہی کمزور ہوگئی۔ ایک طرف شاہی مذہب سلطنت کے حامی و مددگار نیست و نابود ہوتے
گئے دوسری جانب رعایا ظلم و تعدی سے برباد ہوکر بدظن و بدخواہ ہوتے گئے۔ تیسرے جانب سرداران و
معتمدان ذوی الاقتدار شاہی دغا و فریب کے برتاؤ سے متنفر ہوکر علحدہ ہو چلے اور عام طور سے ہر طرف سے
سلطنت میں ضعف آنا شروع ہوگیا۔ ایسی حالت میں جو واقعات دنیا کی جملہ گورنمنٹوں میں وقوع پذیر ہوتے
ہیں اور اوسکے بابتہ تواریخ شاہد ہیں اس ملک میں بہی ظہور میں آئے۔ اس ضعف کے واقع ہونے کے ساتھہ
ہی دکہن میں قوم مرہٹہ و اوتر میں قوم سکھ نے زور پکڑا اور انکی طاقت بادشاہی کمزوری کے ساتھہ روز بروز
بڑہتی گئی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی عادت کے موافق بجائے اسکے کہ انکے استیصال کے لئے فوج کشی
کرکے اونکو نیست و نابود کریں دغا و فریب سے کام لینا شروع کردیا مگر چونکہ سیواجی سردار مرہٹہ اس علم میں بادشاہ
سے سبقت لیگیا تہا لہذا یہ ذریعہ اوسکے زیر کرنے میں مفید و کارآمد نہوا۔ اسی کے ساتھ فوج شاہی بہی
جو قریب قریب بالکل ہی تنخواہ دار تہے عیش و عشرت میں مبتلا ہوکر آرام طلب ہوگئی۔ اور
لوازمات حرب سے زیادہ سامان رقص و سرود فوج کے ساتھ رہنے لگے اور انواع و اقسام کے
لذیذ طعام کے اسباب و کنیزیں و غلاموں کی کثرت سے فوج کا ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا دشوار ہوگیا۔

ملاحظہ ہو۔ آئینہ تاریخ نما۔ راجہ شیو پرشاد

سکھوں کے گرو تیغ بہادر کو شاہ نے دہوکہہ دیکر دہلی میں طلب کرکے قتل کرڈالا تو اوسکے بیٹے گرو گوبند سنگہ نے
برخلاف بادشاہ اوٹہنا شروع کردیا۔ اوتر دکہن دونوں طرف سے ایک مضبوط قوم یعنی سکھ و مرہٹوں نے اطاعت
و فرمانبرداری سے انحراف کرکے بادشاہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا چونکہ مرہٹہ زیادہ تر مضبوط تہے لہذا شاہ
اورنگ زیب مرہٹوں کے پست کرنے کیواسطے خود دکہن ۲۳ ربیع الاول ۱۰۹۳ھ مطابق ۱۶۸۲ء کو
روانہ ہوئے تا اینکہ وہیں نوے برس کی عمر میں قریب اورنگ آباد ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء کو وفات کیا شاہ
اورنگ زیب کی پالسی سے جو صدمہ سلطنت اسلامیہ کو پہونچا اوسکا اثر گو بادشاہ کی زندگی
میں پورے طور پر نمایاں نہیں ہوا مگر انکی وفات کے بعد اونکے جانشینوں کے عہد میں ترقی

بگڑتا گیا۔ بڑے بڑے صوبہ دہلی کی سلطنت سے علحدہ ہوکر صوبہ داران کے زیر حکومت ہوتے گئے۔ ہندو مسلمانوں نے جہاں قابو پایا۔ تھوڑے تھوڑے حصہ ملک پر اپنا قبضہ کرکے خود حکمراں ہوتے گئے۔

مرہٹھوں نے رفتہ رفتہ قوت پکڑکر خود کو بادشاہ دکھن قرار دیا اور نیز بہی ترقی کرکے تمام ملک ہندوستان کے فتح کرنیکا قصد کیا ملک بندیلکھنڈ و وسط ہندوستان و ملک مالوہ و شرقی حصہ راجپوتانہ و کچھ حصہ دوابہ کا۔ جو انتربید کے نام سے مشہور ہے انکے قبضہ میں آگیا اور پنجاب و بنگال کے جانب بہی انکا قدم رفتہ رفتہ بڑہتا گیا۔ ادہر ہندوستان کی حکومت کا زوال دیکھکر نادر شاہ نے اس ملک پر حملہ کیا اور دہلی میں قتل عام کراکے بیشمار مال و دولت ہندوستان سے لے گئے۔ نادر شاہ کے بعد سلطان احمد شاہ دُرّانی نے بہی میدان خالی پاکر کئی بار اس ملک کو لوٹ کر ویران کیا اور آخری مرتبہ یعنی چھٹویں حملہ میں پانی پت کے میدان میں مرہٹھوں کی فوج کو شکست فاحش دیکر مرہٹھوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے توڑدیا اور انکے اقبال کے بڑہتے ہوئے دریا کو پیچھے پھیرا۔

اٹھارہویں صدی کے شروع میں ان سب انقلابوں کی وجہ سے کوئی مضبوط و مستحکم گورنمنٹ اس ملک میں باقی نہ رہ گئی۔ سلطنت مغلیہ کو زوال ہو چکا تہا۔ گو کہ نام کے لئے شاہ عالمگیر ثانی یا شاہ عالم تخت نشین دہلی تہے مگر واقعی انکی حکومت دہلی سے پچاس ساٹھ میل تک ختم تہی اور وہ بہی محض برائے نام تہی۔ مختلف مقامات میں مختلف صوبہ داروں نے اپ اپنے مقبوضہ و مفتوحہ ملک کو اپنے زیر حکومت رکھکر حکمرانی شروع کردی گو برائے نام شاہ دہلی کے ماتحت ہونا تسلیم کرتے مگر واقعی کوئی حکومت شاہ دہلی کی اونپر باقی نہ رہ گئی تہی۔ مختلف مقامات پر مضبوط زمینداروں نے مقامات دشوار گذار پر قلعہ تعمیر کرکے اور کچھ فوج مضبوط رکھکر خود کو خود مختار تصور کرکے حکمرانی شروع کردی۔ گو بعض نے اپنے استحقاق کو مضبوط کرنے کے خیال سے بادشاہ وقت کو کچھ پیشکش دیکر اپنے ملک مقبوضہ کے نسبت شاہ سے فرمان جاگیر یا التمغا حاصل کرلیا تہا۔ مگر واقعی بادشاہ کی کوئی حکومت انپر باقی نہ رہ گئی تہی۔

پنجاب میں سکھوں نے اور دکھن میں مرہٹھوں نے زور پکڑ لیا تہا۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں قوم مرہٹھوں کی مختلف حصہ ملک میں قائم ہوگئی تہیں۔ اودہر گورکھوں نے موقع پاکر نیپال کی پہاڑی سے نکلکر کانگڑے ملک جموں تک

اپنا قبضہ بڑھا لیا۔ کوئی مضبوط و مستحکم گورنمنٹ ملک میں باقی نہ رہنے سے اقوام سپاہی پیشہ و جنگ جو نے چہار طرف لوٹ مار شروع کر دی۔ ایک طرف پنڈاری فرقہ نے اپنے سردار چیتو کی سرپرستی میں غارتگری و تاراج کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ دوسری طرف جاٹوں نے دہلی کے قرب و جوار کے ملک میں لوٹ مار شروع کر دی۔ راجپوتانہ کی قدیم ریاستیں جنپر زمانہ سلطنت اسلام میں بھی زوال نہ آیا تھا مرہٹوں سے شکست کھا کر اونکی باجگذار ہونے لگیں ہر چہار طرف بے امنی و بے اطمینانی پھیل رہی تھی دھوکہ و فریب و مکاری حصول مقصد دنیاوی کیواسطے جائز ذرایع قرار دئے جانے شروع ہو گئے تھے۔ سپاہی پیشہ سرداران افغانی و بلوچی و ایرانی بلا روزگار ہو کر ملک میں چاروں طرف گھوم رہے تھے جو شخص اونکو روپیہ دیتا اوسکی طرف سے لڑنے کو آمادہ ہو جاتے اور ملک فتح کر کے اپنے مالک کو اوسکا حکمراں بنا دیتے اور اگر مناسب سمجھتے تو خود حکمراں بنجاتے تھے۔ انسان کی زندگی کی کچھ بھی وقعت باقی نہ رہ گئی تھی اور دشمن کے تباہ کرنے کے واسطے ایسا کوئی ذریعہ نہیں خیال کیا جاتا تھا جو جائز متصور نہ ہو۔ بے استقلالی کی حالت میں مذہبی خیالات بہت کمزور ہو گئے اور خدا ترسی یا ایمانداری اگر حصول مقصد دنیاوی میں سدّراہ ہوتی تو اوسکا خیال مطلق نہ کیا جاتا۔ قلعہ مضبوط و مستحکم جگہ اکثر حصوں میں ہزارہا تیار ہونے لگے اور تھوڑی تھوڑی دور پر مضبوط و جری زمیندار اپنے اپنے ملک کا بادشاہ خود کو تصور کر کے حکمراں ہو چلے رعایا غریب مفلس و کمزور ہو گئی دن دوپہر ڈاکہ پڑنا شروع ہو گیا۔ ٹھگوں کی کثرت سے عام طور پر دور و دراز کے سفر بند ہو گئے جس سے تجارت کو سخت نقصان ہوا کاشت بیشتر پرتی ہو گئی عدل و انصاف نام کو بھی باقی نہ رہ گیا جسکی لاٹھی اوسکی بھینس یہ مثل ہندی صادق آئی۔

اس ملک کی ابتری کمال درجہ کو پہونچ گئی۔ اور ہر طرف تاریکی چھا رہی تھی کسیکو کوئی صورت اس ملک کے بچنے کی نظر نہ آتی تھی۔

مگر شان الٰہی ظہور میں آئی اور ایک آفتاب مغرب سے طلوع ہوا اور آہستہ آہستہ ظلمات کو دور کیا اور پھر امن و چین اس ملک میں پہیلایا یعنی صاحبان انگریز ہندوستان کے مغربی سمندر کے

کنارہ پر جلوہ افروز ہوئے۔

اِس تاریخ کی ابتدا اوائل اٹھارہویں صدی سے شروع ہوتی ہے۔ تخت دہلی پر شاہ فرخ سیر اور اونکے بعد محمد شاہ و عالمگیر ثانی و شاہ عالم یکے بعد دیگرے تھوڑے زمانہ تک تخت نشین رہے مگر اونکی وسعت حکومت روز بروز کم ہوتی جاتی ملک پنجاب میں سکھوں کا زور بڑہتا جاتا تا اور شمالی حصہ ملک میں گورکھوں کا قبضہ مستحکم ہو گیا تہا۔ دکہن میں مرہٹوں کا قبضہ وسیع ہوتا جاتا اور اونکی بڑی بڑی حکومتیں دکہن و وسط ہندوستان میں قائم ہو چکی تہیں۔ پیشوا و سندہیا و ہولکر و گائکوار و بھونسلا و جہانسی کی ریاستیں اپنے اوج پر آگئی تہیں اور اُنکے متواتر حملہ سے راجپوتانہ و بندیلکھنڈ کے رئیس عاجز آکر اُنکی فرمانبرداری و باجگذاری قبول کر رہے تہے دہلی کے اطراف و جوانب میں جاٹوں کا زور بڑھ رہا تہا اور وہ رفتہ رفتہ دہلی کے اطراف و جوانب کے حصّہ ملک پر قبضہ کر رہے تہے۔ پنڈاروں کا زور اپنی بلندی پر آگیا تہا اور ملک راجپوتانہ و وسط ہندوستان و چند اضلاع ممالک متحدہ اُنکے لوٹ و مار سے ویران و تاراج ہو رہے تہے۔ باہمت و بہادر اشخاص کچھ کچھ فوج جمع کرکے اپنے اطراف و جوانب کے ملک پر قابض ہو کر خود مالک راج و ریاست بن رہے تہے اور چھوٹے چھوٹے زمیندار مضبوط و مستحکم قلعہ بنا کر فوج مہیا کرکے خود مختارانہ حکومت قرار دیگر قائم ہو رہے تہے۔ دکہن میں نواب آصف خاں نے گول کنڈہ کی سلطنت پر اپنا قبضہ جما کر ایک بڑی سلطنت اسلامیہ قائم کر لی تہی جو کہ حیدرآباد کی ریاست کے نام سے ابتک قائم ہے اور ہندوستان میں سب سے بڑی سلطنت شمار کی جاتی ہے۔ اوسکے علاوہ دوسری ریاست مسلمانوں کی ارکاٹ میں بہی مدراس کے کنارہ سمندر قائم ہو چکی تہی اسکے دکہن حیدر علی نے میسور کی ریاست پر قبضہ کرکے ایک بڑی سلطنت اسلامیہ کی بنیاد ڈالی تہی جسکا قبضہ قریب

قریب تمام ملک دکھن پر جوکہ ننگ بھدراندی سے دکھن ہے ہونے لگا تھا۔ جانب بنگال مرشد آباد میں علی وردی خاں نے اپنی حکومت قائم کرکے بنگال و بہار و اڑیسہ پر اپنا قبضہ جمالیا تھا اور اودہ میں نواب سعادت خاں کا قبضہ مستحکم ہو چلا تھا۔

یورپ سے یکے بعد دیگرے پورتگیز و فرانسیسی و ڈچ و انگریزی تاجروں نے ہندوستان میں آکر بغرض تجارت کوٹھیاں قائم کرلی تھیں اور ان کی حفاظت کے حیلہ سے فوج مسلح بھی آہستہ آہستہ کافی تعداد میں مہیا کرلی تھی اور ایک دوسرے کے رشک میں آپس میں لڑائی کرلیتی تھی ہر ایک قوم خواہاں تھی کہ اُسکے سوا دوسرا ہندوستان میں نہ رہ جاوے اس ملک کے رئیس اپنی کوتاہ بینی سے مختلف یوربین اقوام کو اپنا حامی و مددگار بناکر اپنے دشمن سے انتقام لینے کی غرض سے فوج کشی کر رہے تھے اور اُنکے مخالف دوسری یوربین قوم کا سہارا لیکر میدان کارزار میں مقابلہ کرتے۔ فتح یا شکست کسی کی ہوتی مگر ایک یوربین قوم کی قوت مستحکم ہو جاتی اور ملک میں اوسکا اختیار پھیلتا جاتا اس طور پر ہندوستان کے رئیس کمزور ہوتے گئے اور یوربین قوم کی قوت بڑھتی گئی۔

اٹھارہویں صدی کے ایک ربع گذرنے تک ڈچ و پرتگیز قوموں کا اقبال فرو ہو چلا تھا۔ اور پرتگیز قوم نے پچھم کے سمندر کے کنارہ پر ایک تھوڑے سے حصہ ملک پر قابض ہوکر صبر و قناعت اختیار کرلی تھی اور ڈچ قوم قریب قریب ہندوستان سے باہر جاچکی تھی مگر انگریزوں و فرانسیس اقوام کا پلہ قریب قریب برابر تھا اور ہر ایک آپس میں لڑکر صرف اپنی ہی بیخ و بنیاد مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ اول اول تو تجارت کے خیال سے دونوں قومیں ہندوستان میں آئیں مگر جب اس ملک کی خانگی حالت دیکھی تو ملک گیری کا خیال پیدا ہوا۔ دونوں قومیں بوجہ رقابت دشمن جانی ہوکر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں اگر ایک رئیس کے مددگار انگریز ہوتے تو دوسرے رئیس کی طرف ہوکر فرانسیسیوں کا انگریزوں سے لڑنا فرض ہوتا۔ اس طور پر ملک دکھن میں مختلف مقامات پر انگریزی قوم کا قبضہ مستحکم ہو چلا تھا اور وہ رفتہ رفتہ پچھم سمندر سے بڑھتے ہوئے پورب

سمندر تک پہونچ گئے تھے اور مدراس میں اپنی کوٹھی بطور قلعہ بنواکر اس میں فوج مسلح رکھکر براہ سمندر آہستہ آہستہ بنگال میں اپنا قبضہ پھیلا رہے تھے۔ بیپلی و بالا سور میں اونکا پھریرا جم گیا تھا اور عظیم الشان صوبہ دار بنگالہ کی اجازت سے ثنانتی و گوبندپور و کلکتہ کو خرید کرکے اپنی کوٹھی اُن مقامات پر تیار کراکے آہستہ آہستہ اپنا اختیار بنگالہ پر جمارہے تھے۔ اور اودہر قوم فرانسیس بھی موقع پاکر کلکتہ کے پاس چندرنگر میں اپنا قبضہ تجارتی مستحکم کررہی تھی۔

اودہ میں نواب سعادت خاں کے انتقال کے بعد اونکے داماد صفدر جنگ مسند نشین ہوئے اور اونکے وفات کے بعد ۵۳ء میں شجاع الدولہ جلوہ افروز مسند حکومت اودہ ہوئے اور انکا قبضہ پرتاب گڈہ کے پچھم تک مستحکم رہا۔

بنگالہ و بہار و اڑیسہ پر قبضہ علی وردی خاں مخاطب مہابت جنگ کا اور بعدہ سراج الدولہ کا تمام ملک پر جوکہ شاہ آباد کے پورب تھا مضبوط رہا۔

پرتاب گڈہ و شاہ آباد کے درمیانی ملک میں بنارس و جونپور و چنار و غازی پور کی سرکار میر رستم علی کے قبضہ میں تھی و جونپور کا قلعہ مع اُسکے مضافات کے احمد خاں بنگش نواب فرخ آباد کے قبضہ میں رہا۔ سرکار چنار جسکو اب ضلع مرزا پور کہتے ہیں گو نام کے لئے سپردگی میر رستم علی میں تھا مگر اونکا اختیار اوس سرکار پر مستحکم نہ تھا۔ بلکہ بوجہ زیادتی جنگل و پہاڑوں کے مختلف رئیس چھوٹے چھوٹے حصہ پر قبضہ رکھکر خود مختارانہ حکومت کررہے تھے۔

ملاحظہ ہو گزیٹر جونپور صفحہ ۷۶

میر رستم علی اگرچہ ماتحت نواب سعادت خاں تھے مگر اُنکو پورا اختیار اونکے مقبوضہ حصہ ملک پر حاصل تھا اور محض ایک رقم معینہ بطور خراج داخل کردیا کرتے تھے۔ اور اوقات معینہ پر بارگاہ شاہی میں حاضر ہوکر مراسم فدویانہ ادا کیا کرتے۔

بنارس کے سرکار میں دریائے گنگ کے بائیں کنارہ پر بنارس سے غازی پور کے سرکار تک برہمنوں کا اختیار زیادہ مضبوط ہو چلا تھا۔ گنگاپور و مجھوا و ٹھنرا و جھکنی و کول اسلہ و پنڈرہ و شیوپور۔ و بیرپور۔ قریب غازی پور۔ و نراین پور و بکسر وغیرہ محالات پر اُن کا قبضہ تھا۔

برہمنوں کی فوج نے لڑائی کے میدان میں چھتریوں و دیگر اقوام کو شکست دیکر اُنکی طاقت بنارس کے اطراف و جوانب میں کم کر دی تھی اور اُنکے سربرآوردہ سردار شاہی فوجوں میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہو رہے تھے دولت دنیاوی پر مفتوں ہونے سے برہمنوں نے اپنا پیشہ آبائی یعنی دان لینے و پڑھانے وغیرہ کا ترک کر کے ملک گیری و حکمرانی و زمینداری کا پیشہ اختیار کرنا شروع کر لیا تھا اور اوس خاندانی پیشہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔

لہذا لقب مصر و پانڈے و دوبے و چوبے کا جو کہ مستعمل برہمنان مذہبی پیشہ ہے ترک کر کے سنگھ و رائے و شاہ و شاہی کے لقب سے جو کہ علی العموم چھتریوں کے استعمال میں تھے ملقب ہونے لگے اور بجائے پنڈت جی کے کنور و بابو و راجہ و ٹھاکر[1] کہے جاتے

---

[1] ٹھاکر کا لقب برہمن و چھتری دونوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ اگر نام کے پہلے یہ لقب لگایا جاوے تو اوس سے چھتری مراد ہوتے ہیں جیسا کہ ٹھاکر سیتلا بخش وغیرہ اور جبکہ نام کے آخر میں ہو تو برہمن مراد ہونگے۔ مثلاً مدراس کے بڑے جوہری جو گجراتی برہمن ہیں رنگ ناتھ ٹھاکر و گوپی ناتھ ٹھاکر کہے جاتے ہیں اس زمانہ میں بھی مہاراج دربھنگہ کے خاندان والے جب سے اونکو بڑی زمینداری ملی ہے لفظ بابو و سنگھ سے مخاطب کئے جاتے ہیں گو پانچ چار پشت پہلے پنڈت و ٹھاکر مصر کہے جاتے تھے چنانچہ مہاراج دربھنگہ اب مہاراج رامیشر سنگھ کہے جاتے ہیں اور اونکے خاندان کے لوگ بابو گونیشر سنگھ و بابو مہیشور سنگھ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اسی طور پر راجہ بھیا کے برہمن تعلقہ دار راجہ مان سنگھ و داس سنگھ کہلانے لگے گو اُنکے دوسرے بھائی اب تک مصر کہے جاتے ہیں۔ بابو بجیا تھ سنگھ جنکا ذکر اگے آیا ہے واقعی مذہبی پیشہ برہمن تھے اور مصر پکارے جاتے مگر جبکہ وہ سپاہ پیشہ ہوگئے تو بابو بجیاتھ سنگھ کہے جانے لگے اور اولاد اونکی اب تک بغیر مصر کہی جاتی ہے۔

اصطلاح عوام میں ایسے برہمن جنہوں نے زمینداری کا پیشہ اختیار کیا بھومہار برہمن و زمیندار برہمن کہلائے جاتے اور دیگر برہمن جو کہ مذہبی پیشہ اختیار کرکے دان (خیرات) لیتے اور درس و تدریس سے زندگی بسر کرتے وہ محض برہمن کے نام سے پکارے[1] جاتے مگر یہ تفریق محض عرفی تھی شاہی اسناد و دیگر پروانجات میں بھومہار برہمن محض لفظ برہمن سے ظاہر کئے گئے ہیں گو انکے نام کے ساتھ بجائے لفظ مصر و پانڈے وغیرہ کے لفظ سنگھ و شاہ وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

سرکار جونپور و سرکار بنارس کے گنگا کے داہنے جانب چھتریوں کا زور مستحکم تھا اور انکے قلعہ و گڈھی مضبوط تیار ہوکر انکی حکومت اطراف وجوانب کے پرگنات میں خودمختارانہ ہو رہی تھی۔

سرکار چنار میں مہوبا کے چندیل چھتری اگوڑھی معروف بڑہر میں و گہروار چھتری خاندان راجہ بنارس سابق نے مانڈا و بجے پور (کنتت) میں و خاندان گھیل راجپوت ریواں نے بارا و کسوٹا و چھتنہ و دیگر مقامات میں اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

چند اقوام چھتری مثل گہروار و چندیل کے جنکو شاہی خدمت میں رسوخ حاصل ہو چکا تھا مذہب اسلام قبول کرکے مستوجب عنایات شاہان وقت ہوکر مختلف جاگیروں پر مقرر ہوکر خود وہاں کا خودمختار حاکم کر گے اپنی حکومت لطیف پور و اہروره و منگرور میں بنام مسلمان چھتریوں کے قائم کر رکھی تھی اور وہ علحدہ علحدہ قلعہ تعمیر کرکے اسکے اطراف وجوانب پر حکمراں تھے۔ خلاصہ پرتاب گڈھ کے پچھم و شاہ آباد کے پورب میں اسلامیہ سلطنت اودہ و بنگال کی پوری مضبوطی سے قائم تھی اور ان دونوں کے درمیانی ملک میں مختلف قوم و مذہب و ملت کے لوگ حکمراں تھے۔ یہ خطہ زمین اس حالت میں تھا کوئی بہادر و مدبر شخص اپنا قبضہ اسپر جما کر سلطنت وسیع پیدا کر سکتا تھا۔ اس موقع کا ستریا کے برہمن زمیندار بابو منورنجن سنگھ کے خاندان والوں نے کسطور پر فائدہ اوٹھایا اور کسطور پر اپنی دانشمندی و دوربینی و شجاعت سے تمام ملک کو قبضہ میں لاکر ایک وسیع ریاست قائم کی اس کا تحریر کرنا اس تاریخ کا خاص مقصد ہے۔ اس تاریخ میں یہ امر دکھلایا جاویگا کہ کس طرح پر اس خاندان کے لوگوں نے اپنی حکمت و دانشمندی سے

[1] یہ طریقہ ناگر برہمنوں میں ابھی تک جاری ہے کہ جو برہمن پیشہ مذہبی یعنی دان لیتے و پوجا پاٹ کا کام کرتے ہیں وہ محض برہمن کہے جاتے ہیں اور جو پیشہ زمینداری و فوجی کرتے ہیں انکو گرہست برہمن کہتے ہیں۔

ایک وسیع سلطنت کی بنیاد قائم کی اور کس بہادری و شجاعت سے میدان بزم میں بڑے بڑے مضبوط دشمنوں کو شکست دیکر اپنی ریاست کو مستحکم کیا اور کس قابلیت سے حکومت کر کے اپنی رعایا کو خوش و خورم رکھکر حکمرانی کی۔
جب انگریزوں کا عروج شروع ہوا اور صوبہ داران اودہ و بنگال نے اپنی کوتاہ بینی سے اونسے مخالفت شروع کی۔ اُسوقت باوجود اس امر کے کہ انگریزوں کی طاقت نہایت کمزور معلوم ہو رہی تہی مگر راجہ بلونت سنگہ نے کس دور اندیشی سے اُن سے رفاقت پیدا کی اور پورے طور پر مدد دیکر مورد عنایات ہوئے۔
گو دو بڑے بڑے اسلامی بادشاہوں (بنگال و اودہ) کے درمیان میں حکومت بنارس قائم تہی اور ابہی اس حد تک مضبوط بہی نہوئی تہی کہ اُسکا حکمران دو میں سے ایک کا بہی مقابلہ کر کے کامیابی کا خیال بہی پیدا کر سکے مگر کس حکمت عملی و تدابیر ذاتی سے دونوں سے اپنا تعلق ظاہری درست رکھا مگر اُسکے ساتھ اونکی مداخلت اپنی ریاست میں نہونے دی۔ گو شاہان اودہ اُنکے دشمن جانی ہوکر اونکی تباہی کی فکر میں تہے مگر اُنکی حکمت عملی سے شکست کہا جاتے اور کچہ نہ کر سکتے۔
اس تاریخ میں یہ بہی دکہلایا گیا ہے کہ بعد قائم ہونے اس سلطنت کی کس کامیابی سے اس خاندان کے لوگوں نے سلطنت کی اور کسطور سے علم و ہنر کی ترقی اُنکے زمانہ میں ہوئی اور کیسے کیسے عالم و فاضل بہادر و شجاع اہل ہنر و فن اُنکے زیر سایہ پرورش پاتے رہے اور ہر مذہب و ملت کے لوگ مثل شیر و شکر ایک دوسرے سے ملکر اپنی ترقی علم و مال میں مشغول رہے۔
اوراق ذیل سے یہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ گو انگریزی قوم راست بازی و نیک نیتی کو ہمیشہ مد نظر رکہکر کام کرتی رہی اور اسی وجہ سے اس ملک کے فتح کرنے میں اس قوم کو بہ نسبت دیگر اقوام کے زیادہ کامیابی ہوئی تاہم اوس زمانہ کے بے اصول اور کم ظرف اشخاص پر اعتبار کر کے اور اونکو اپنے رائے میں شریک کرنیکا یہ نتیجہ ہوا کہ اوایل زمانہ کے انگریزی حکمرانوں نے بہی اونہیں کی تقلید شروع کر دی اور ع۔ گر ضرورت بود روا باشد کے مصداق کام کرنا شروع کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ چیت سنگہ باوجودیکہ کمال درجہ کے خیرخواہ و وفادار انگلشیہ اور اسپنے کو شاہان اودہ کی پناہ سے خاص کوشش کیساتھ علحدہ کر کے ایسٹ انڈیا کے حفاظت میں لائے تہے مگر محض دشمنوں کے کان بہر دینے سے وارن ہیسٹنگ گورنر نے اُنکو کس خواری کیساتھ مسند بنارس سے علحدہ کیا اور آخر میں حقیقت حال معلوم کر کے نادم ہوکر یہ گدّی مہاراجہ بلونت سنگہ کے نواسہ کو دی۔

اور جب لارڈ کارنوالس کی پالسی ہندوستانی رئیسوں کے برخلاف قائم ہوئی اُسوقت کیونکر والیان بنارس کے اختیارات میں یکے بعد دیگرے کمی واقع ہوتی گئی تا اینکہ انکی حالت ایک معمولی زمیندار کی حالت کے قریب پہونچ گئی مگر حالات زمانہ کو مدنظر رکھکر کسطور پر آہستہ آہستہ اس خاندان کے لوگونے ترقی کی اور اپنے بادشاہ کے ہمیشہ وفادار خیرخواہ قائم رہے اور رفتہ رفتہ انکی رضامندی سے پھر خودمختارانہ حکومت حاصل ہوکر بنارس اسٹیٹ قائم کیا جس سے پھر سلطنت بنارس کا منظر اوج ناظرین دنیا کے سامنے کھل گیا۔ اور انشاء اللہ آیندہ کھلیگا۔

ناظرین تاریخ کو ان حالات کے دیکھنے سے قدرت کاملہ کا نمونہ ظہور میں آویگا کہ وہ کبھی تو ہست کو نیست اور کبھی نیست کو ہست کرتی ہے اور چشم زدن میں شاہوں کو فقیر و فقیروں کو شاہ بنادیتی ہے۔ نیز یہہ بھی ظاہر ہوگا کہ جو لوگ حالات زمانہ کو مدنظر رکھکر اُسکے موافق کام کرتے ہیں وہ کیونکر ترقی کرجاتے ہیں اور جو لوگ اسکا لحاظ نہیں کرتے اور محض آنکھ بند کرکے کام کرتے جاتے ہیں وہ کیسا دھوکھا اُٹھاتے ہیں اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے آپس کے اتحاد سے کیا فائدہ اور نفاق سے کیا نقصان ہوتا ہے۔

یہ بھی اس تاریخ سے ظاہر ہوگا کہ ہندوستان کے کیسے خراب وقت میں قوم انگلشیہ نے اس ملک میں آنکر اس بار کو اپنے ہاتھیں لیکر ملک کو ویران تاراج ہونیسے بچایا ہے اور کسطور سے پھر امن چین پھیلایا ہے جس سے ہندوستان کی کل اقوام کو ہمیشہ اون کا سچا وفادار و احسانمند رہنا چاہیے اگر ناظرین کو کچھ بھی نفع اس کی درس سے ہوگا اور کچھ بھی وقت اونکا اس کے مطالعہ سے فائدہ کے ساتھ صرف ہوگا تو میں اپنی محنت کو رائگاں نہ سمجھوں گا

حالات زمانہ سلف متعلق شہر بنارس

بنارس کی آبادی کتب تواریخ سے نہایت قدیم معلوم ہوتی ہے جبکہ آریوں نے ملک پنجاب سے نکلکر گنگا و جمنا کے کنارہ پر آباد ہونا شروع کیا تھا اُسوقت بھی یہہ شہر قایم تھا اور یہاں پر خبنگلی قومیں آباد تھیں جن کو دسیو کے نام سے اوپنشدوںلہ میں موسوم کیا ہے۔ دسیوں نے راجہ کو راجہ دیوداس نے شکست دیکر بنارس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ راجہ دیوداس کا ذکر بھی اوپنشدوں (کتب بید) میں آیا ہے نیز اس شہر بنارس کے قدیم شہریت کی یہہ بھی دلیل ہوسکتی ہے کہ جب ہندوستان میں اول اول آریوں نے سات شہر آباد کئے تو اُن میں سے ایک شہر بنارس کو بھی قرار دیا تھا۔ یہ شہر اگرچہ مختلف اوقات میں مختلف ناموں سے نامزد رہا۔ مگر کاشی و بارانسی اِن دو ناموں سے زیادہ تر مشہور رہا۔ کاشی کی وجہ تسمیہ کے بابت دو روایتیں ہیں اول لفظ سنسکرت مصدر کاش سے بنا ہے۔ جسکے معنی درخشاں و روشن کے ہیں۔ دوم یہ کہ راجہ کاشی کے نام سے منسوب ہے۔ حسب روایت ہربنس راجہ دیوداس کے خاندان میں راجہ پورن تھے اونکے لڑکے کے پوتے راجہ کاش نے اس شہر کو بہت رونق دی حتے کہ اِسکا رقبہ بیان اصلی پر پنج میں پھیل گیا جو اب تک پنج کوش کے نام سے مشہور ہے اور جسکا طواف کرنا ہندوں کے نزدیک باعث ثواب ہے۔ اس راجہ کی حکومت بہت دور تک پھیلی تھی الہ آباد کے پاس پرستھان پور میں جسکو اب جھونسی کہتے ہیں اِسکا قلعہ تھا۔ تمام ملک جوشون

لہ اوپنشد لفظ سنسکرت ہے جسکے معنی حصہ علم بید یعنی کلام الہی کے ہیں۔

وجمنا ندی کے درمیان میں واقع ہے اِس راجہ کے زیر حکومت رہا اور اِس کا دارالسلطنت بارانسی کے نام سے موسوم تھا جسکو اب عوام الناس بنارس کہتے ہیں۔ لفظ بارانسی کے لغوی معنی سے وہ زمین مراد ہے جو کہ درمیان برنا واسیؔ کے واقع ہے۔ گویا کہ لفظ مذکور برنا واسیؔ سے مرکب ہے۔ موجودہ شہر بنارس کی دکھنی حد اسیؔ ندی و شمالی حد برنا ندی ہے۔ اول الذکر ندی یعنی اسیؔ محض بارش میں جاری رہتی ہے اور باقی ایام میں خشک ہوجاتی ہے مگر برنا ندی میں کچھ پانی ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

ھاگوت پران سے ظاہر ہوتا ہے کہ جدو بنسیوں نے دوارکا سے آکر ایکبار بنارس پر حملہ کیا اور یہاں کے راجہ پُنڈریک کو شکست دیکر تمام بنارس کو جلادیا پنڈریک کے لڑکے سواکش اپنے باپ کے انتقام لینے کے واسطے جدو بنسیوں سے لڑے مگر شکست کھاکر بارے گئے۔

مہابھارت کی بڑی لڑائی میں راجہ نجرتؔ[1] بنارس میں حکمراں تھا اور اوس نے پانڈوں کے خلاف کوروں کا جانبدار ہوکر جنگ کی اور میدان جنگ میں مع خانداں کے مارا گیا۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے پانچسو برس پہلے بودھ دیو نے بودھوں کا مذہب جاری کیا اوسوقت بنارس میں ایک راجہ کا ہونا ظاہر کیا جاتا ہے مگر اوس کا نام اوس زمانہ کی کتابوں میں درج نہیں ہے صرف اسقدر اوسکا تذکرہ ہے کہ جب بودھ دیو بنارس میں آئے اُسوقت یہاں پر ایک راجہ تھا جس نے اپنے مکان کے پاس ایک احاطہ اِس غرض سے بنا رکھا تھا کہ اوس میں ہرن پالے جاتے اور اُن میں سے روزانہ ایک ہرن باورچی خانہ راجہ میں بغرض کباب جایا کرتا جس دن بودھ دیو بنارس میں پہونچے تو اونھوں نے دیکھا کہ ایک ہرنی کو راجہ کے مطبخ میں لیجارہے ہیں اور وہ پیٹ میں بچہ ہونے کیوجہ سے

---

[1] انکا قلعہ ویران حالت میں اب موضع بہرائچ پرگنہ بارہ میں واقع ہے۔

ہر قدم پر رُک رُک جاتی ہے اور لوگ اوسکو زبردستی کھینچکر لیے جاتے ہیں بودہ دیو نے اونکو روک کر کہا کہ اس ہرنی کو کہاں لیئے جاتے ہو اُن لوگوں نے جواب دیا کہ راجہ کیواسطے اس کا کباب بنایا جاویگا۔ بودہ دیو کو اوس ہرنی کے حال پر بہت رحم آیا اور راجہ کو جاکر بہت سمجھایا راجہ نے بھی بودہ دیو کا کہنا مان کر اوس ہرنی کو چھوڑ دیا بلکہ خود مذہب بودھ کو اختیار کر لیا یہہ مقام جہاں ہرن رکھے جاتے تھے اب سارناتھ کے نام سے مشہور ہے بودہ دیو نے سارناتھ پر کچھ روز تک قیام کیا اور یہاں سے اپنے مریدوں کو وعظ و پند کرنے کی غرض سے اطراف و جوانب ملک میں بغرض شایع و جاری کرنے بودہ مذہب کے روانہ کیا اوسوقت سے بنارس بودہ مذہب کے نزدیک بھی ایک متبرک مقام ہوگیا اور بوجہ قیام چند روزہ بودھ کے اوس مذہب کا زیارت گاہ قرار پایا۔ سارناتھ پر صدہا مندر بودہ مذہب کے تعمیر ہوئے ہیں جو کہ زمانہ دراز گذرنے سے بالکل زمین کے نیچے دب گئے ہیں اور اب گورنمنٹ ہند کے حکم سے بصرف کثیر زمین کھود کر نمایاں کئے جارہے ہیں۔ زمین کے اندر سے جو پتر تانبے کے نکلے ہیں اُنکے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدایش سے ۲۴۹ برس قبل یہہ شہر مہاراجہ اشوک راجہ مگدہ (جن کی دارالسلطنت پٹنہ عظیم آباد تھی) کے قبضہ میں تھا اُنکے فرمان جو مختلف حصہ ہندوستان میں ستونوں پر کندہ ہیں اس جگہہ پر بھی کندہ شدہ ملے ہیں۔

کتبہ جات جو اس مقام پر زمین کے اندر سے ملے ہیں اون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ عیسوی سے سو برس پہلے یہ شہر مہاراج کنشک کے زیر حکومت تھا۔ مہاراج کنشک کی دارالحکومت پشاور کے پاس ہونی اب ثابت ہوئی ہے اور اونکے مکانات کے نشانات بھی زمین کے کھودنے سے نمایاں ہوئے ہیں۔ مہاراج کنشک کا تعلق یونانی بادشاہوں سے رہا بلکہ بہت لوگ اونکو یونانی نسل سے ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ جو مکانات سارناتھ میں زمین کے اندر سے برآمد ہوئے ہیں اُن میں جو ستون چار شیروں کے

چہرہ سے منقش نکلا ہے اوسکی کاریگری سے صاف نمایاں ہے کہ وہ ستون یونانی کاریگروں کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔

سارناتھ کے کتبوں سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اوس زمانہ میں مہاراج کنشک کی طرف سے کہر پلینی نامی کوئی صوبہ دار بنارس میں متعین تھا اوسکے بعد اوسکا لڑکا بنس پار اوس جگہہ پر مقرر رہوا۔ اور اُس نے اس جگہہ پر بدہ دیو کا مندر تعمیر کردیا۔ (گزیٹر بنارس)

سنہ عیسوی کے شروع میں ایک راجہ اشوگوش نامی یہاں پر حکمراں رہے۔

سنہ عیسوی کی پانچویں صدی میں جبکہ چین سے فاہیان ہندوستان میں زیارت کے لئے آیا تھا تو وہ بنارس میں بھی آیا اور اپنے سفرنامہ میں اس نے تذکرہ بنارس کا کیا ہے۔

اسی طور پر جب دوسرا چینی سیوین سانگ ساتویں صدی میں زیارت کے لئے ہندوستان میں آیا تھا اوس وقت وہ بھی بنارس کا آنا اپنے سفرنامہ مین ظاہر کرتا ہے ان دونوں مورخوں کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ بودہ مذہب کے ۳۰ مٹھ و تین ہزار سادھو بنارس میں تھے اور ہندو مذہب کے مندر قریب سو کے اور دس ہزار سے زاید سادھو اُن میں تھے۔

مہیشور (بشیشر) کا مندر بہت ہی مشہور و معروف اس شہر میں تھا۔ اس مندر میں تانبے کی مورت مہیشور کی قریب سو فیٹ کے اونچی تھی۔ جو کتبہ جات سارناتھ میں زمین کے نیچے سے برآمد ہوئے ہیں اُنسے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۲۶ء میں اس شہر کا تعلق بنگال کے راجہ مہیپال سے تھا مگر نوعیت تعلق کیا تھی یہ امر صاف نہیں معلوم ہوتا زیادہ ترگمان ہے کہ اس راجہ کا تعلق ملکی اس شہر سے نہ تھا بلکہ محض اس نے دو ایک مندر تعمیر کئے ہیں کیونکہ دیگر کتبوں و تواریخوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۲۰ء سے ۱۰۷۵ء تک اس شہر پر قنوج کے راجاؤں کی حکومت تھی

مہاراج گوبند چند کے بعد بجے چند و اونکے بعد مہاراج جے چند حکمراں رہے جنھوں نے شہاب الدین محمد غوری کو اپنے عزیز مہاراج پرتھی راج کے غارت کرنے کے واسطے مدعو کیا تھا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شہاب الدین محمد غوری نے اول مہاراج پرتھی راج کو شکست دی پھر مہاراجہ جے چند پر بھی حملہ کیا اور اوس سلطنت کو فتح کر کے اسلامیہ سلطنت میں شامل کر لیا۔ راجہ جے چند کا لڑکا قنوج سے بھاگ کر بنارس آیا اور یہانپر گہروار راجاؤں کے حکومت کی بنیاد ڈالی اور راجگھاٹ کے پاس گنگا و برنا کے سنگم (مقام اتحاد و آمیزش) پر ایک بڑا قلعہ تعمیر کیا جو اس وقت تک اوجڑی ہوئی حالت میں موجود ہے۔ آخر راجہ اس قوم کا مہاراج بنار ہوا جس نے بنارس کو بہت ترقی دی حتی کہ بعض مورخ موجودہ نام بنارس کو اسی مہاراجہ بنار سے منسوب کرتے ہیں۔ راجہ بنار شہاب الدین محمد غوری کے فوج کے مقابل ہو کر میدان جنگ میں مارے گئے۔ اور اونکی رانی مع ایک طفل شیر خوار کے پریشان ہو کر مرزاپور کے دکھن کے جنگلوں میں پناہ گزیں ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد کنتت کا راج اُس لڑکے نے قائم کیا جسکے خاندان میں اب راجہ صاحب کنتت یعنی بجے پور راجہ صاحب کے خاندان والے ہیں۔

عہد مقابضت راجگان قنوج میں چھوٹی چھوٹی جنگلی و نیم وحشی اقوام خصوصاً بہرو سوریوں نے جو سابق میں بندیل کھنڈ و بگھیل کھنڈ کے جنگلوں میں رہتی تہیں موجودہ مرزاپور کے دکھنی حصوں میں آکر کچھ حصہ صوبہ بنارس پر قبضہ کر لیا تہا۔ اور مختلف مقام پر گڑھیاں تیار کر کے تھوڑے تھوڑے حصہ ملک پر حکمرانی شروع کر دی تہی۔

جب گہروار راجپوتوں نے اس حصہ ملک پر قبضہ کیا تو ان جنگلی قوموں کو اونکے مقبوضہ قلعہ و ریاست سے بیدخل کر دیا تاہم کہیں کہیں ان کا قبضہ برابر قائم رہا اور بہت دنوں تک یہ اقوام اطراف و جوانب میں حکمراں رہیں۔

گہر وار راجاؤں کے آخری راجہ بنار نے اپنی بڑی لڑکی کی شادی راجہ دیو کنور بسر راجہ اجودھیا سے کی اور اوسکو تعلقہ بنار جہیز میں دیا جسکی وجہ سے رگھو بنشی چھتری اجودھیا کی طرف سے آکر گرد و نواح بنارس میں آباد ہوتے گئے۔ گاوں میں صرف پرگنہ کٹیہر و سلطان پور میں اُن کی آبادی ہوئی مگر بارہویں و تیرہویں صدی عیسوی میں اون کی وسعت جاہو پور و شیو پور کی طرف اور گنگا کے دوسرے طرف بارا و دھواری میں پھیلتی گئی۔ راجہ کنور دیو کی نویں پشت میں راجہ ڈومن دیو نے اپنی طاقت بہت بڑھائی اور شاہ سکندر لودی کے زمانہ میں سند حکومت صوبہ بنارس حاصل کی۔ اور چند راوتی کا مضبوط قلعہ اپنی رانی کے نام سے بنایا۔

دوسری لڑکی راجہ بنار کی بھرگ بنسی چھتریوں کے سردار نروتم رائے کو بیاہی گئی اس شادی کے ذریعہ سے اس قوم کے چھتری اعظم گڈہ کی طرف سے آکر پرگنہ بھواَ و بڑہول و تہواری و دھوس میں آباد ہوئے۔ نروتم رائے نے ٹھوڈ کے سوئری راجہ کو قتل کرکے پرگنہ بڑھول قریب مغل سرائے میں اپنا قبضہ جمایا اسی وجہ سے ایک شاخ بھرگ بنسی چھتریوں کی بڑہولیا کہلاتی ہے۔ بھرگ بنسیوں میں کوئی راجہ بنارس کی ریاست پر حکمراں نہیں رہا صرف چند پرگنوں پر اپنا قبضہ خود مختارانہ بہت روز تک رکھے رہے۔

پرگنہ نرون میں سورج بنسی چھتری داونکے بعد ناگ بنسی چھتری کچھ روز تک حکمراں رہے۔ اور پرگنہ اٹھگانواں میں سردار چھتریوں نے سوریوں کو شکست دیکر قبضہ کر لیا تھا۔ پرگنہ بیندرہ میں نونگ قوم کے چھتری جو کہ بیسنی قوم کی شاخ ہیں کچھ حصہ پر قابض رہے اور کچھ حصہ بیسن قوم کے قبضہ میں رہا۔ اسی طور ہریاد گوتم چھتریوں کا قبضہ پرگنہ ملا یاہوں ضلع جونپور پر رہا۔ اور چندیل چھتریوں نے مرزا پور کے جنگل کے دکھن جانب بڑہل و نبجے گڈھ میں حکمرانی کی۔

علی ہذا القیاس پرگنہ پندرہ و گنگاپور میں بھومہار برہمنوں کا قبضہ مضبوط ہوتا گیا۔
اسلام کا تعلق اس شہر سے ۱۰۱۹ء عیسوی سے شروع ہونا پایا جاتا ہے۔ آئین اکبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۱۹ء میں و بعد ازاں ۱۰۲۲ء میں بنارس کو لوٹا بعدہ ۱۰۳۳ء میں سلطان احمد نیلتگین ترکی نے اس شہر کو غارت کیا۔
آئین اکبری سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ احمد نیلتگین کی فوج نے صبح سے دوپہر کی نماز کے وقت تک اس شہر کو لوٹا اور محض پارچہ فروش و خوشبو فروش و جوہریوں کی دوکانیں لٹنے پائی تھیں کہ زیادہ قیام میں خوف سمجھکر حکم واپسی فوج کا دیا تاہم لشکر والوں کو کافی سونا چاندی و پارچہ و خوشبو و جواہرات مل گئے تھے۔
۱۱۹۴ء میں شاہ شہاب الدین غوری نے قنوج کے راجہ جے چند کو شکست دیکر قنوج کو لوٹ کر بنارس پر حملہ کیا اور اُنکے سپہ سالار قطب الدین ایبک نے جنکا اصلی نام محمد بن سام تھا اس شہر کو خوب لوٹا اور ایک ہزار سے زاید مندر مسمار کیا اور بیشمار مال غنیمت یہاں سے لے گیا جس میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا۔ اور اس شہر پر جمال الدین کو صوبہ دار مقرر کیا۔ جب شاہ قطب الدین ایبک دہلی کے تخت پر بٹھائے گئے تو اُنھوں نے محمد بن ترک کو صوبہ دار بنارس مقرر کیا۔
سلطان شہاب الدین کی لوٹ و مار کرنے سے یہ شہر بالکل ویران ہو گیا اور یہاں کے علماء و فضلاء و مشہور پنڈت اس شہر کو چھوڑکر ہندوستان کے دکھن کے حصّہ میں چلے گئے اور یہاں کے تاجر دوسرے شہروں میں جاکر آباد ہوئے اور کچھ دنوں تک اس شہر کا شمار مشہور شہروں سے جاتا رہا۔
سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں یہ شہر صوبہ بنارس کا دارالحکومت قرار دیا گیا اور شاہ غیاث الدین بلبن نے حاجی ادریس کو یہاں کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شاہ غیاث الدین تغلق کے زمانہ میں یہاں کے صوبہ دار کا نام جلال الدین احمد ظاہر ہوتا ہے۔

مگر پٹھان سلاطین دہلی کے زمانہ میں اِس شہر کی شہرت معدوم ہوتی گئی اور جونپور و غازی پور مشہور مقامات اوس زمانہ میں قرار پاگئے وجہ یہ ہوئی کہ جو شارع عام (سڑک) دہلی سے بنگال کی طرف آمد و رفت کیلئے قرار دی گئی تھی۔ وہ دہلی سے چلکر قنوج و اجودھیا کی راہ سے جونپور و غازی پور ہوکر بنگال کو گئی تھی اور بنارس اوس سڑک سے علحدہ تھا چونکہ آمد و رفت لوگوں کی کم ہوگئی لہذا بطور قصبہ کے رہ گیا۔

۱۳۹۴ء میں شاہ دہلی کی طرف سے خواجہ جہاں وزیر جونپور کے صوبہ داری پر مقرر ہوئے اور تمام ملک قنوج سے بہار تک اُنکے زیر حکومت رکھا گیا بنارس بھی اوسی میں شامل ہوکر جونپور اوسکا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ جہاں نے ماتحتی شاہ دہلی سے انحراف کرکے جونپور میں خودمختارانہ سلطنت قائم کی۔

۱۳۹۹ء میں اونکے انتقال کے بعد اونکے فرزند ملک مبارک بہ خطاب مبارک شاہ جلوہ آرائے سریر سلطنت ہوئے دو سال کے بعد جب اوخون نے انتقال کیا تو اُنکے بھائی ابراہیم شاہ تخت نشین ہوئے۔ شاہ ابراہیم کے پوتے حسین شاہ کے زمانہ میں ایک خاص ناظم مسمّی بہ غلام امین اِس شہر کی حکومت پر مقرر کیے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ میں پھر اِس شہر میں ترقی شروع ہوگئی تھی جس سے نظامت قائم ہونے کے قابل سمجھا گیا۔

۱۴۷۶ء میں شاہ بہلول لودی نے جونپور کے بادشاہ کو شکست دیکر جونپور کی سلطنت دہلی میں شامل کرلی اور بنارس پھر صوبہ کے نام سے موسوم ہوکر دہلی کے بادشاہت کا ماتحت ہوگیا سلطان بہلول لودی نے اپنے بھائی باربک کو یہاں کا صوبہ دار مقرر کیا۔ حسین شاہ جونپوری نے پھر کوشش کی کہ بنارس پر پھر قبضہ کریں۔ تاآنکہ بہار کے زمینداران ملاکر باربک صوبہ دار کو نکال دیا اور خود بنارس پر قابض ہوگئے۔ مگر ۱۴۹۴ء میں شاہ سکندر لودی نے اونکو شکست دیکر پھر بنارس کو شامل سلطنت دہلی کیا۔

۱۵۲۶ء میں جب سلطان ابراہیم لودی کو شاہ بابر نے شکست دی اسوقت میں افغان پٹھانوں نے جو کہ صوبہ بہار میں آباد ہو گئے تھے بنارس پر قبضہ کر لیا اور دریا خاں ؟ انکے سردار نے بنام محمد سلطان اس شہر کا بادشاہ ہو کر اپنی حکومت شروع کر دی۔ سلطان بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں کو اونپر حملہ کرنے کو روانہ کیا اور ہمایوں نے محمد سلطان کو شکست دیکر غازی پور تک کا ملک شاہ بابر کے نام سے فتح کیا۔ ہمایوں کے واپس جانے پر پٹھانوں نے پھر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔

۱۵۲۹ء میں شاہ بابر نے پھر فوج کشی کی اور چنار گڈھ کے قلعہ سے کشتی پر شاہی فوج روانہ ہو کر بنارس کو فتح کرتے ہوئے غازی پور و بہار تک چلی گئی۔ شاہ بابر نے عبد العلی خاں کو یہاں کا ناظم مقرر کیا۔ شاہ کے چلے جانے پر پٹھانوں نے بنارس پر پھر حملہ کیا اور عبد العلی خاں کو مار کر جونپور کی سلطنت از سر نو قایم کی اور اپنے سردار دریا خاں کے لڑکے بہار خاں کو بادشاہ مقرر کیا۔ بہار خاں نے اپنے سپہ سالار شیر خاں کو کہ بعد کو شیر شاہ کے نام سے تخت دہلی پر بیٹھا بنارس کا ناظم مقرر کیا۔

شاہ بابر کے انتقال کے بعد شاہ ہمایوں اُنکی جگہ پر تخت نشین ہوئے تو اُنھوں نے جونپور فتح کرنے کے ارادہ سے ۱۵۳۰ء میں فوج کشی کی اور فتح بھی نصیب ہوئی مگر شیر خاں نے چنار گڈھ کے قلعہ میں اپنا قبضہ مستحکم رکھا اور جب ہمایوں نے اُسکے خالی کرنے کا پیام بھیجا تو شیر خاں نے نہ مانا تا انیکہ ہمایوں نے اُس قلعہ کا محاصرہ کیا مگر اُس قلعہ کے خالی کرانے میں کامیابی ہمایوں کو نہ ہوئی اور دہلی واپس جانا پڑا۔

۱۵۳۱ء میں شاہی فوج نے اس قلعہ کا پھر محاصرہ کیا اور قلعہ مذکور فتح ہو گیا۔ شیر خاں نے چنار سے نکل کر گور و رہتاس کے قلعوں پر اپنا قبضہ کیا اور اونکے ذریعہ سے بنگال و بہار پر اپنی حکومت قایم کی۔

شاہ ہمایوں نے بنارس میں قیام کیا۔ اور شیر خاں سے خط و کتابت شروع کی آخر یہہ امر طے

پایا کہ صوبہ بنگال پر شیر خاں کا قبضہ رہے اور صوبہ بہار شاہ دہلی کی حکومت میں شامل ہو جاوے بنارس اس عہد نامہ کے ذریعہ سے پھر شاہ ہمایوں کے قبضہ میں آگیا اور میر فضل علی یہاں کے حاکم مقرر ہوئے مگر شاہ ہمایوں نے اپنی رائے پھر بدلی اور دوبارہ بنگال پر ۱۵۳۸ء میں حملہ کیا۔ اس خبر کو سنکر شیر خاں نے بنارس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور جسقدر مغل یہاں تھے سب کو زیر تیغ کر کے میر فضل علی کو بھی قتل کر ڈالا۔ ہمایوں بنگال سے بغرض سرکوبی شیر خاں روانہ ہوا اور مقام چوسا میں جو بنارس سے قریب سو میل پورب ہوگا دونوں فوجوں سے لڑائی ہوئی مگر شاہی فوج کو شکست ہوئی اور شاہ ہمایوں دہلی کی طرف بھاگے۔

شیر خاں نے اونکا تعاقب کیا اور مقام قنوج میں ہمایوں کو شکست فاش دیکر شیر شاہ کے خطاب سے تخت نشین دہلی ہوا۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کا قبضہ برابر بنارس پر قائم رہا مگر عادل شاہ کے وقت میں محمد شاہ صوبہ دار بنگال نے خود مختار ہو کر بنارس و چنار پر قبضہ کر لیا مگر تاج خاں پٹھان نے جو کہ ٹنڈا (بار ہ) کا جاگیردار تھا اوس کو شکست دی اور خود بنارس پر قابض ہو گیا۔ عادل شاہ نے پھر اوسکو بیدخل کر دیا اور بنگال پر بھی حملہ کر کے محمد شاہ کو جس نے بنگال پر قبضہ کر لیا تھا شکست دیکر قتل کیا۔

شاہ ہمایوں نے ۱۵۵۵ء میں انتقال کیا اور شاہ اکبر تخت نشین ہوئے اونوں نے عادل شاہ کے سپہ سالار ہیمو کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر سلطنت دہلی کو مضبوط و مستحکم کیا۔ عادل شاہ اوس زمانہ میں چنار میں تھا اور کچھ روز تک بنگال و بہار پر اپنا قبضہ قایم رکھکر دہلی کی مخالفت میں حکومت قائم کر رکھی تھی ۱۵۶۰ء میں عادل شاہ مونگیر کی لڑائی میں خضر خاں پسر محمود شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا مگر اوسکے لڑکے شیر شاہ نے چنار پر قبضہ رکھکر اوسکے اطراف کے ملک میں اپنی حکومت قایم رکھی اور بنارس اوسکے قبضہ میں کچھ عرصہ تک رہا۔

شاہ اکبر کے حکم سے صوبہ دار جونپور علی قلی خاں خان زماں نے اوسکو ۱۵۵۹ء
میں شکست دیکر بنارس پر اپنا قبضہ کر لیا اور بنارس پھر صوبہ جونپور میں شامل ہوا۔
گو بنارس و چنار اس طور پر فتح ہو کر صوبہ جونپور میں شامل ہو گئے مگر واقعی قبضہ چنار پر
علی قلی خاں کا نہیں ہوا بلکہ عادل شاہ کے خاندان کے معاون و مددگار اوس قلعہ
پر برابر قابض رہے اور اوس کی پناہ میں رہکر بنارس و اوسکی اطراف میں لوٹ
مار جاری رکھی۔
۱۵۶۵ء میں شاہ اکبر نے فوج کشی کر کے عادل شاہ کے خاندان کے حامیوں کو
نیست و نابود کیا اور علی قلی خاں کو یہ شہر تفویض کر کے واپس گئے۔ علی قلی خاں نے
شاہ کے واپس جانے پر خود مختار ہو کر جونپور کی بادشاہت پھر قایم کی اور بنارس پر اپنا
قبضہ شاہانہ کر لیا۔ ۱۵۶۷ء میں شاہ اکبر نے پھر فوج کشی کی و علی قلی خاں کو شکست
دیکر قتل کیا اور بنارس پر اپنا قبضہ کیا چونکہ شہر والوں نے علی قلی خاں کی طرف دار
ہو نے سے شاہی فوج کا مقابلہ کیا تھا لہذا شاہ اکبر نے اس شہر کو لوٹنے کا حکم دیدیا اور
شاہی فوج اس شہر کو لوٹ کر تمام مال و اسباب لے گئی۔ پھر منعم خاں خانخاناں صوبہ دار
جونپور مقرر ہوئے اور بنارس اُنکی سپردگی میں رکھا گیا۔
جب شاہ اکبر نے بنگال پر فوج کشی کا قصد کیا تو بنارس میں تین روز قیام کر کے براہ کشتی
پٹنہ کو روانہ ہوئے اور بنگال فتح کرنے پر منعم خاں خانخاناں کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا
اور بنارس و جونپور و چنار کا انتظام اپنے خاص اہتمام میں کیا اور یہاں پر ایک نظامت
قایم کی پہلے ناظم مرزا میرک رضوی اور دوسرے شیخ ابراہیم سیکری کو مقرر کیا مگر ۱۵۷۶ء
میں پھر صوبہ داری جونپور کی قایم کی گئی اور بنارس اوس صوبہ داری میں شامل کیا
گیا پہلے صوبہ دار محمد معصوم خاں فرخندی مقرر ہوئے اُنکے بعد ترسوں محمد خاں ہوئے
پھر ۱۵۸۹ء میں مرزا عبد الرحیم پسر بیرام خاں اس عہدہ پر ممتاز ہوئے پھر ۱۵۹۱ء میں

قلیچ خاں اندجانی و ۱۵۹۴ء میں مرزا یوسف خاں مقرر ہوئے۔
۱۵۸۴ء میں شاہ اکبر نے قلعہ الہ آباد تعمیر کرنا شروع کیا اور اوسکے اختتام پر الہ آباد کا صوبہ بجائے صوبہ جونپور کے قایم کیا۔ صوبہ الہ آباد کے تحت میں بنارس ایک سرکار (ضلع) مقرر ہوئی۔ اسی طور پر چنار و جونپور و غازی پور علحدہ علحدہ سرکار مقرر ہوئی۔ چونکہ یہ سرکار ماتحت ایک فوجدار کے رہتی تھی لہذا پہلا فوجدار سرکار بنارس کا مرزا جین قلیچ پسر کلیچ خاں اندجانی مقرر ہوئے۔
شاہ اکبر نے خاص توجہ بنارس کے جانب رجوع کی اور انکے فرمان جاری ہونیکے ساتھ بنارس میں ہنود کے مندر و پرستش گاہ تعمیر ہونی شروع ہوگئی ہندوؤں کو تیرتھ جاترا کی آزادی حاصل ہونے سے تمام ہندوستان کے دولتمند ہنود اس مقام پر جمع ہوگئے اور اس شہر کی ترقی روز افزوں ہونے لگی مہیشور ناتھ کا مشہور و معروف مندر جسکو شہاب الدین محمد غوری نے مسمار کیا تھا بحکم شاہ اکبر راجہ مان سنگھ (والی جے پور) نے تیار کرانا شروع کیا اور اتمام کو پہونچایا اسی طور پر دیگر راجگان ہنود نے بھی مکان و مندر تعمیر کرانے شروع کئے۔
آئین اکبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ اکبر نے سرکار بنارس کو مختلف محالوں پر تقسیم کیا و مختلف محال کے مختلف زمیندار مقرر کئے۔ حویلی بنارس میں پرگنہ جات دیہات امانت وجالھو پور وشیو پور شامل تھے ان کے زمیندار قوم برہمن سے تھے انکو علاوہ مالگذاری کے پچاس سوار و ایک ہزار پیادہ بغرض خدمت شاہ حسب الطلب حاضر کرنے ہوتے۔ اسی طور پر محال کٹیہر جس میں پرگنہ جات کٹیہر و سلطان پور شامل تھے رگھو بنسی چھتریوں کے قبضہ میں رکھے گئے اور اون سے علاوہ مالگذاری کے پانچسو سوار و چار ہزار پیادہ سپاہی لئے جاتے۔ محال پندرہ واٹھگاواں جو اس وقت ہرہوا کے نام سے مشہور تھا۔ و کسوار برہمنوں کے قبضہ میں تھا اور اونکے زمینداروں کو علاوہ مالگذاری کے

دس سوار و چار سو پیادہ و پچاس سوار و دو ہزار پیادہ دینے پڑتے محال افراد میں تھوڑی
تھوڑے حصّہ نزدیک کے پرگنوں کے شامل تھے ور اپنر زمینداری راجپوت و برہمنوں کی
تھی جن کو علاوہ مالگذاری کے چار سو فوج پیادہ دینی ہوتی۔ پرگنہ کول اسلحہ جو اس زمانہ
میں پرگنہ کولہ کے نام سے مشہور تھا۔ راجپوتوں کے قبضہ میں تھا جن کو علاوہ مالگذاری
کے دس سوار و تین سو پیادہ دینا پڑتا۔

شاہ اکبر کے انتقال کے بعد کوئی حال متعلق بنارس زیادہ تر قابل لحاظ نہیں معلوم ہوتا
سنہ ۱۶۲۲ء میں مرزا خرم نے جو کہ بعد کو شاہجہاں کے نام سے مشہور ہوئے اپنے والد
جہانگیر سے خلاف ہو کر الہ آباد سے بھاگ کر بنارس میں قیام کیا اور یہاں پر اپنی فوج
کو یکجا کر کے جانب دکھن روانہ ہوئے۔

جب شاہ جہاں تخت نشین ہوئے تو اونھوں نے شاہ اکبر کی پالسی کے خلاف رائے
قائم کی اور حکم دیا کہ جسقدر مندر بنارس میں زیر تعمیر ہوں وہ مسمار کر دیے جاویں اس حکم کی
تعمیل میں چھہتر ۷۶ مندر جو زیر تعمیر تھے مسمار ہوئے۔

شاہ جہاں کے بڑے بیٹے شاہزادہ داراشکوہ کو علم سنسکرت سے بہت ذوق تھا
اونھوں نے بنارس میں آکر کچھ روز قیام کیا اور اوپنشدوں (علم بید یعنی کلام الہی ہنود)
کا ترجمہ کرایا جسکے واسطے ایک سو پچاس پنڈت مقرر کیے گئے تھے۔

سنہ ۱۶۵۷ء میں مرزا شجاع برادر داراشکوہ نے جو اوس زمانہ میں بنگال کے صوبہ دار تھے
بنارس پر حملہ کیا اور دریا کے دوسرے جانب بہادر پور میں داراشکوہ کی فوج سے
اوسکا مقابلہ ہوا داراشکوہ کی فوج کے سپہ سالار راجہ جے سنگھ تھے تا آنکہ شاہ شجاع کو
شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کی طرف بھاگے۔

دوسرے سال داراشکوہ کو اورنگ زیب نے بشکست دیگر قتل کیا اور شجاع نے موقع
پاکر پھر بنارس پر حملہ کیا اور داراشکوہ کے قلعہ دار رام داس کو نکال کر شہر کے مہاجنوں سے

روپیہ وصول کرکے الہ آباد کے محاصرہ کے واسطے روانہ ہوا۔ اسی زمانہ میں شاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے والد شاہ جہاں کو قید کرکے خود تخت دہلی پر جلوس کیا اور شجاع پر فوج کشی کرکے مقام کھجوہ ضلع فتحپور میں اون کو شکست دیکر بنارس پر اپنا قبضہ کرلیا۔

مرہٹھوں کے سردار سیواجی کو اورنگ زیب نے گرفتار کرکے آگرہ میں مقید کیا تھا اور وہ بحیلہ خیرات دینے کے غلہ کی ٹوکری میں بجائے غلہ بیٹھکر اور اوسکو اپنے ملازم کے سر پر رکھکر قید خانہ سے نکل آئے اور پھر بھاگ کر آگرہ سے بنارس میں آئے اور یہاں پر برہمنوں کے گھر میں پناہ لی حال معلوم ہونے پر اورنگ زیب کی فوج نے بنارس کا محاصرہ کیا مگر شیواجی یہاں سے بھاگ کر پٹنہ چلے گئے۔ شاہی فوج نے اوسوقت بنارس کو لوٹا اور سیواجی کے حامیوں کو سخت سزا دی۔ تین سال کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے پھر اس شہر پر فوج شاہی بھیجی اور یہاں کے مشہور و معروف مندروں کو مسمار کرکے اونکی جگہ پر مسجدوں کو تعمیر کیا۔

بشیشور کا مشہور مندر جسکو راجہ مان سنگھ نے بنوایا تھا مسمار کیا گیا اور اوسکی جگہ پر مسجد بنائی گئی جو اب تک گیان باپی کے مسجد کے نام سے مشہور ہے اور بند و مادھو کا مندر بھی توڑکر اوس جگہ پر بڑے مینار کے ساتھ مسجد بنوائی جو کہ دھرہرہ کی مسجد کے نام سے دریا کے کنارہ قایم ہے۔ اورنگ زیب نے اس شہر کا نام محمد آباد رکھا گو یہ نام بہت تھوڑے دن تک شاہی کاغذات و فرامین میں درج ہوتا رہا مگر عام طور پر مشہور نہ ہوا اور بنارس کے نام سے عوام اسکو استعمال کرتے رہے۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد بہادر شاہ کے زمانہ میں ایک ناظم اس شہر پر مقرر کیا گیا۔ مگر ۱۲ اکتوبر ۱۷۱۲ء میں جبکہ جہاندار شاہ و فرخ سیر کے درمیان لڑائی شروع ہوئی اور فرخ سیر بنگال سے روانہ ہوئے اور ۲۸۔ اکتوبر ۱۷۱۲ء کو مقام سید راجہ میں اور دوسرے روز

مغل سرائے میں قیام کیا تھا اوسی زمانہ میں چھتری زمینداروں کو فتح کرکے بھومہار برہمنوں نے پرگنہ پندرہ پر اپنا قبضہ مضبوط کرلیا تھا اور راے کرپارام اوسوقت وہاں کے رئیس خود مختار ہو گئے تھے۔

شاہ فرخ سیر نے اونسے ایک لاکھ روپیہ پیشکش لیکر اونکو سند زمینداری عطا کی تھی اور خود چنار ہوتے ہوئے الہ آباد و فتح پور کے جانب چلے گئے۔ (تاریخ انگریزی یعنی بنارس گزیٹیر)
سنہ ۱۷۱۹ء میں فرخ سیر کی سلطنت ختم ہوئی اور بنارس و جونپور و غازیپور اُنکے مصاحب خاص نواب مرتضیٰ خاں کو بطور زمینداری عطا ہوا۔ اور میر رستم علی ان کی طرف سے ناظم ہوئے۔

تا اینکہ محمد شاہ کے زمانہ میں اودہ کی صوبہ داری پر نواب سعادت خاں مقرر ہوئے تو مرتضیٰ خاں سے یہ علاقہ بطور مستاجری کے آٹھ لاکھ روپیہ برائے لیا کیونکہ اُن کو اپنے علاقہ کے قرب وجوار سے بدنظمی کا خیال تہا اور میر رستم علی کو نظامت پر بدستور رکھا۔ جسکی تفصیل ذیل میں ہے۔

سنہ ۱۱۳۱ھ گیارہ سو اکتیس ہجری مطابق سنہ ۱۷۱۹ء میں یعنی اوائل سلطنت محمد شاہ میں جبکہ سادات کا احترام ابتداء عہد بہادر شاہ سے تا تخت نشین کرنے فرخ سیر کے بڑے زور پر تھا اوس زمانہ میں قلعہ الہ آباد چھبیلہ رام نگر کے پاس تھا مگر وہ سادات سے یعنی سید عبداللہ خاں قطب الملک وزیر محمد شاہ سے اور امیر الامرا حسین علی خاں سے سرکشی کرتا لہذا تیاری مقابلہ کی تہی ابہی درمیان میں چھبیلہ رام نے انتقال کیا اور اوسکے بھتیجے گردھر نے اوس کی قائم مقامی کی تا اینکہ ذریعہ دیوان قطب الملک یعنی راے رتن چند صلح ہوگئی اور گردھر کو صوبہ داری اودہ ہمراہ فوجداری ضمیمہ و قدیمہ دو سہ فوجداری دیگر اضافہ ہوکر ملی اور قلعہ الہ آباد متوسلین سادات کو ملا۔

چونکہ تحریک حاسدان و غمازان سے سادات کی طرف سے محمد شاہ کا دل پھر گیا اور امیر الامرا

سید حسین علی خاں کہ بغرض انتظام ملک دکھن ہمراہ بادشاہ جارہے تھے باشارہ بادشاہ قتل ہوئے اور ۔ انکے بھائی سید عبداللہ خاں لڑکر بادشاہ سے شکست کھاکر مقید ہوچکے تو نواب سعادت خاں کو ترقی شاہی طرف کی کوشش کرنے سے نصیب ہوئی ۔ اور لقب برہان الملک[1] پایا اور صوبہ اکبرآباد و خدمت داروغگی خواصان حضور سے مشرف ہوئے ۔ جب ۱۱۳۴ھ مطابق ۱۷۲۲ء میں گردھر کی بدنظمی اور شورش سرکشان کی خبر پائی تو بادشاہ نے اودھ کو برہان الملک کی صوبہ داری میں دیا ۔ جس میں پانچ سرکار (ضلع) تھے ۔ اٹھ اودھ ۔ خیرآباد ۔ لچھنا پور عرف لکھنؤ ۔ بہرائچ ۔ معظم آباد یعنی گورکھپور چونکہ چہار سرکار یعنی سرکار بنارس و غازی پور ۔ و چنار ۔ و جونپور کی حد صوبہ اودھ سے متصل تھی اور برہان الملک کو اپنے صوبہ کے انتظام میں خلل کا خیال تھا لہذا بنظر دور کرنے فساد و عملہ کے نواب مرتضیٰ خاں سے بطور ٹھیکہ مبلغ سات لاکھ روپیہ پر لیا اور ایک لاکھ کا اضافہ کرکے سند نظامت بنام میر رستم علی خاں لکھدیا ۔ ہماری تاریخ کا سلسلہ انہیں میر رستم علی و برہان الملک کے حالات سے شروع ہو رہا ہے ۔ بلونت نامہ خیرالدین حسین و سیر المتاخرین ۔

---

[1] برہان الملک کا نام اصلی میر محمد امین ہے مکان ان کا نیشاپور میں ہے سادات موسوی سے ہیں انکے والد اول ہندوستان میں بغرض تجارت آئے تھے مگر اونھوں نے انتقال کیا محمد امین اپنے باپ کے پاس ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء میں آئے انکے مرنے کی خبر سنکر شاہجہاں آباد میں آئے ۔ تھوڑے دنوں تک سربلند خاں صوبہ دار گجرات کی ملازمت کی پھر اسکو چھوڑکر ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء میں بواسطہ رتن چند دیوان قطب الملک سند ہنڈون بیانہ ملا لکھی لیا اور فوج وغیرہ بڑھاکر اپنا اعزاز بڑھاتے ہوئے مقرب شاہ ہوئے اور جنگ محمد شاہ با عبداللہ خاں وزیر میں انکا تقرب بڑھ گیا کیونکہ سید عبداللہ خاں کو یہی میدان جنگ سے گرفتار کر لائے تھے جبکہ انکی فوج بوجہ انکی غلطی کے بھاگ گئی تھی یعنی جوش بہادری میں یہ ہاتھی سے زمین پر آکر لڑنے لگے اور فوج نے انکو کشتہ سمجھکر گریز اختیار کیا محمد امین انکو شاہ کے پاس لائے تو ۱۷۲۰ء میں نظامت صوبہ اکبرآباد مع داروغگی خواصان ملی پھر بدنظمی گردہر پر ۱۷۲۲ء میں صوبہ دار اودھ کئے گئے جن کی اولاد واجد علی شاہ تک حکمران اودھ رہی ۔

ذکر مورثان خاندان حکمراں موجودہ بنارس و راجہ منسارام صاحب کے ابتدائی حالات تا اختیار انتظام ہر چہار سرکار

بابو منورنجن سنگھ موضع تتریا میں جو فی زمانہ گنگا پور کے نام سے مشہور ہے ایک عالم بارسا اتقدا ترس خاندان برہمنوں میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے مورثوں میں اگرچہ حکومت[1] رقابی نہ تھی۔ مگر حکومت قلوبی میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ راجہ بنار کے زمانہ میں جن کا ذکر گذرا۔ اس خاندان میں کتھو مصر نہایت باکمال گذرے ہیں کہ انکو دنیاوی آلودگی سے کوئی تعلق نہ تھا اور دنیا سے علاحدہ رہکر زندگی بسر کرتے تھے اور راجگان وقت انکے گرویدہ و معتقد رہتے چنانچہ روایت ہے کہ راجہ بنار بہت دن سے اس فکر میں تھے کہ کچھ زمینداری کتھو مصر صاحب کو دان (خیرات) دیویں کیونکہ عقیدہ ہنود کے موافق عالم و بارسا کو دان دینے کا زیادہ ثواب ہے کتھو مصر ہمیشہ اس دان لینے

---

[1] حکومت کی دو قسمیں ہیں اول حکومت قلوب جو ہر قوم کے پیشواؤں کو نصیب ہوتی ہے اونکی رعایا و ماتحت معتقد و چیلہ کہلاتے ہیں اور اونکا حکم بادشاہ وقت کے حکم سے زیادہ مانا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے اسی حکومت قلوب کے ذریعہ سے بڑے بڑے کارنمایاں کیا ہے جن کے مقابلہ میں شاہان وقت عاجز رہ گئے جو ملاحظہ کرنے والے دیگر تواریخ پر پوشیدہ نہیں ہے یہ لوگ ہر مذہب و ملک میں علاحدہ علاحدہ نام سے مثل گرو پنڈت پوپ۔ مولوی۔ مجتہد خلیفہ کے نام سے مشہور رہتے ہیں۔ دوسری حکومت رقابی ہے جن کو بادشاہ راجہ و نواب سے تعبیر کر سکتے ہیں جن کا کام سزائے موت تک دینا ہے۔ ہمارے معزز کتھو مصر صاحب کا حال ایسا ذی رتبہ ہے کہ نواب مستطاب معلی القاب سر جیمس مسٹن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے بمقام بنارس کو ٹھی ندیسر جنوری ۱۹۱۳ء میں کیا ہے۔

سے انکار کرتے۔ تا اینکہ ایک روز راجہ بنار نے اپنے مکان شرادہ[له] میں بلاکر کھانا کھلایا اور چلتے وقت مطابق طریقہ ہنود کے بان و دکشنا[۲ه] دیا اور اوسکے ساتھ علاوہ ظاہری دکشنا کے سند زمینداری لکھکر اوسی دکشنا کے ساتھ کپڑے میں باندھکر اُنکے ہاتھ میں دیدی۔ کنٹھو مصر صاحب اوسکو معمولی دان تصور کرکے اوسکو حسب قاعدہ مذہبی قبول کرکے اپنے گھر میں آئے۔ مگر جب اوسکو کھولا اور اس میں علاوہ دان معمولی کے سند زمینداری بہی پائی تو اونکو کمال افسوس ہوا کیونکہ مذہب ہنود کے موافق برہمن کو زمین کا دان لینا منع ہے لیکن چونکہ باقاعدہ اوسکو قبول کرچکے تہے لہذا واپسی کا امکان بہی نہ تھا۔ اس واقعہ سے مصرجی کو تردد عظیم لاحق ہوا کیونکہ اونکے زہد و تقوی میں اس دان سے فرق پڑتے ہوئے نظر آتا تھا جو کہ کسی پارسا کے دل سے ایسے وقت میں دریافت کرنا چاہیئے۔ آخرکار اونھوں نے راجہ کے حق میں بددعا دی کہ تونے مرے زہد و تقوی میں اس دان دینے سے فرق ڈالا اور دھوکہ میں یہہ دان دیا لہذا تیرا تمام راج غارت ہوجاوے گا۔ اور میری اولاد تیری جگہہ پر حکمرانی کریگی۔

کنٹھو مصر کے انتقال کے بعد اونکے فرزندوں نے زمینداری عطیہ راجہ بنار پر قبضہ کرلیا اور آہستہ آہستہ سلطان وقت کی اطاعت میں ایسی دنیاوی ترقی کرتے گئے کہ کسوار و جھکنی

[له] والد یا والدہ یا دیگر اقارب کے تاریخ انتقال میں یا چند دیگر مقررہ تاریخوں پر چند رسومات خاص متوفی کے روح کو فائدہ پہونچانے کی غرض سے اہل ہنود ادا کرتے ہیں اور اوس روز پاک و پرہیزگار برہمنوں کو بلواکر کہانا کہلاتے ہیں اسکا اصطلاحی نام شرادہ ہے۔

[۲ه] مذہب ہنود کے موافق جب کسی برہمن کو شرادہ مذکورہ میں بلاکر کہلاتے ہیں تو رخصت کے وقت ایک سکہ رائج الوقت دیتے ہیں اس کا اصطلاحی نام دکشنا ہے یہ دکشنا ایک کپڑے کے گوشہ میں باندہ کر دیا جاتا ہے اور لینے والا چند مقررہ الفاظ میں اوسکو قبول کرکے لے لیتا ہے۔

اونکی زمینداری میں شامل ہوگئی زمانہ بہادر شاہ میں جبکہ اولاد اورنگ زیب[1] میں باخود باجنگ ہورہی تہی اور اکثر جگہ انتظام ملکی میں خلل ہورہا تہا ان لوگوں نے موقع پاکر اپنے مورث اعلیٰ کے قول پر مغرور ہوکر خیال ریاست کو دل میں لائے اور عمال بادشاہی کو بنارس سے نکال دیا اور شیوہ تاراجی اختیار کرکے مال واسباب مسافروں کا لوٹنا شروع کیا تا اینکہ نواب مامور خاں انکی تنبیہ کیواسطے عہد سلطنت فرخ سیر میں مامور ومقرر ہوئے اور سپاہ جرار وتوپ خانہ بے شمار لیکر انکی سیاست کو آئے اور ان لوگوں سے حکومت جاتی رہی۔

مگر انکو پھر زمانہ محمد شاہ میں اقتدار شروع ہوا۔ چنانچہ بعض اولاد مصر موصوف سے فتح سنگھ زمیندار جھکنی وبیری سال ودریاؤ سنگہ زمینداران منجھوا کو علاوہ زمینداری محالات مذکورہ بہ حیثیت رسالہ داری کے اقتدار کلی حاصل ہوا۔

---

[1] جب اورنگ زیب عالمگیر نے ۲۸ ذیقعدہ روز جمعہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں انتقال کیا تو اونکی اولاد میں اس سلطنت کے واسطے جنگ عظیم ہوئی گو اورنگ زیب نے اپنے نزدیک طریقہ صلح رکہنے کیواسطے ملک کو تقسیم کردیا تہا مگر حرص دنیا کب مانتی ہے۔ بہادر شاہ جن کا نام معظم شاہ تھا بڑے بیٹے تھے اور صوبہ دار کابل تہے اور اونکے دو فرزند ایک عظیم الشان بنگالہ میں اور دوسرے رفیع القدر سرحد ایران پر تہے۔ گو بہادر شاہ نے تخت دہلی اپنے واسطے اور دکہن کو اعظم شاہ اپنے دوسرے بہائی کو دینا چاہا مگر نتیجہ جنگ ٹہرا اور میدان جاجو متصل اکبرآباد میں جنگ ہوکر اعظم شاہ مع دو پسر بیدار بخت ووالا جاہ کے مارے گئے۔ اسکے بعد کام بخش تیسرے بیٹے اپنے ضد میں مارے گئے۔ بہادر شاہ فاضل محدث اور نہایت نیک بادشاہ اولاد عالمگیر میں گذرے ہیں۔ فرخ سیر کو بمدد سادات بارھہ جو اوسوقت صوبہ دار عظیم آباد و الہ آباد تہے ۱۲ ذیحجہ ۱۱۲۴ ہجری مطابق ۱۷۱۲ء کو تخت معزالدین پسر بہادر شاہ سے ملا۔ انہیں فرخ سیر کے زمانہ میں انگلشیہ کمپنی کو فرمان محصول تجارت کی معافی کا ۱۷۱۶ء میں ملا جو ذریعہ ترقی ہوا اور اونکے پیر ہندوستان میں جمے۔

مگر بابو منورنجن سنگھ[1] موضع تتریا حال گنگا پور میں بہ کمال استغنا بسر کرتے اور باوجودیکہ انکی زمینداری سے زیادہ انکے جدی بھائی صاحب ثروت بوجہ تقرب حاکمان وقت تھے مگر کسی ہم چشم کی طرف بخیال استعانت رُخ نہ کرتے۔

اپنے حصہ زمینداری کے منافع سے کہ بہت قلیل تھا نصف خیرات میں خرچ کرتے باقی نصف سے اپنے خاندان کی گذر کرتے۔ اُنکے عزیز و اقربا اونکے اس طریقہ سے ناخوش ہوکر کہا کرتے کہ تم کنٹھو مصر کے بڑے بیٹے کے خاندان سے ہو اور تم کو اُنکے قول کے موافق حوصلہ ملک گیری کا پیدا ہونا چاہیے۔ بابو منورنجن سنگھ اوسکا یہہ جواب دیتے کہ دنیاوی ترقی بلا مکر و فریب کے نہ ہوگی اور اس میں مواخذہ خدا ہے۔ جب اون لوگوں کا بہت اصرار ہوتا تو کہدیا کرتے کہ اگر ہمارے مورث کنٹھو مصر کو یہ منظور رہا ہوگا کہ بڑے بیٹے کے خاندان کے لوگ حکمرانی کریں تو خدا اونکے دعا کو ضرور پورا کردے گا کسی کوشش سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ ایک روز انھوں نے اپنے جداعلیٰ کنٹھو مصر کو خواب میں دیکھا کہ وہ اونسے کہہ رہے ہیں تم میرا قول پورا کرو اور بنارس میں حکمرانی کرو۔ بابو منورنجن سنگھ نے اونسے التجا کی کہ وہ اس کام کے قابل خود کو نہیں سمجھتے اور نہ اپنے خاندان کو دنیاوی کاموں سے ملوث کرنا چاہتے ہیں مگر کنٹھو مصر نے پھر جب اصرار مزید کیا تو بابو مذکور نے غرض

---

[1] سنگھ علی العموم راجپوتوں کا خطاب ہے اور یہ خطاب ملک گیری و حکومت سے تعلق رکھتا ہے کنٹھو مصر کی اولاد نے جب زمینداری پیدا کی اور حکومت اختیار کی تو بجائے لقب مصر کے خطاب سنگھ کا اختیار کیا۔ مصر کا لفظ دینی تعلق سے اور سنگھ کا دنیاوی تعلق سے انکے ساتھ سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ جب دنیا کی طرف زیادہ رجوع ہوئے تو اوس طریقہ کے خطاب کو بھی پسند کرلیا جیسا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے برہمنوں نے جب زمینداری میں وسعت پیدا کی تو خطاب بابو سنگھ کا استعمال کرنا شروع کردیا ہے۔ جیسا کہ مہاراجہ دربھنگہ کا خاندان سنگھ اپنے ناموں کے ساتھ محض دو چار پشت سے استعمال کرتے ہیں یا تعلقہ دار اجودھیا نے اپنے کو مان سنگھ کہلانا پسند کیا اور دیگر برہمن زمینداری ہمیشہ خود کو سنگھ وراے سے مخاطب کرتے ہیں۔ ۱۲

کیا کہ اگر آپکی اسی میں خوشنودی ہے تو میرے لڑکے و پوتے کیواسطے دعا فرمائے کہ وہ حکمران بنارس ہوں جس سے آپکی زبان پوری ہوجاوے اور میں عبادت الٰہی میں مشغول رہوں۔

کٹھو مصر نے جواب دیا کہ اگر تمھاری یہی خواہش ہے تو خیر تمھارے بیٹے اور پوتے حکمراں ہونگے اور اُنکے بعد یہ حکومت پوتے کی نواسہ کیطرف منتقل ہوجاویگی۔

بابو منورنجن سنگھ نے صبح ہونے پر اس خواب کو اپنے خاندان والوں سے ذکر کیا اُسوقت اُن کے بڑے لڑکے منسارام نے جوکہ پانچ برس کے تھے عرض کیا بابوجی میں اپنے جدامجد کے قول کو پورا کروں گا اور بنارس میں حکمرانی کروں گا مجھکو فن سپہ گری میں تعلیم دلوائیے۔ ہونے والی بات ہوکر اپنا جلوہ دکھلاتی ہے بابو منورنجن سنگھ کو بھی اونکے فن سپہ گری کی تعلیم کی فکر ہوگئی اوس زمانہ میں ایک مشہور شخص فن سپھگری میں منظفر خاں تھے جو قوم کے مغل تھے اور اونکا خاندان تاتاری تھا۔ شاہی فوج میں بہت سی خدمات کرکے نام پیدا کرلیا تھا مگر ضعف سلطنت مغلیہ میں آتے دیکھکر خانہ نشین ہوکر بنارس میں مقیم تھے۔ اپنے فن سپہ گری یعنی تیراندازی و تلوار چلانے میں ایسے طاق تھے کہ کوئی اونکا نظیر نہ تھا مگر کسی کو تعلیم نہ دیتے۔

بابو منورنجن سنگھ جب منسارام کو اُنکے پاس لائے تو اوس خورد سال بچے کو دیکھکر منظفر خاں نے کہا یہ لڑکا ابھی ماں کے گود سے جُدا ہوا ہے میدان نبرد کا کام کیونکر سیکھ سکتا ہے میں تو ایسے بچے کو نہ سکھلاؤں گا۔ منسارام اپنی جوش فطری سے بول اُٹھے آپ مجھے سکھلائے یا نہ سکھلائے میں تو آپ کی خدمت سے جُدا نہ ہوں گا۔ میں تو گھر سے لوگوں سے کہکر آیا ہوں کہ فن سپھگری میں کامل ہوکر آؤں گا۔ اب وہاں جاکر کیا منہ دکھلاؤنگا منظفر خاں پھر بھی آمادہ نہ ہوئے اور انکار کرنے لگے۔ بابو منورنجن سنگھ نے منسارام سے کہا کہ گھر واپس چلو مگر اُنھوں نے نہ مانا۔ جب منظفر خاں نے منسارام کی یہ حالت دیکھی

تو ایک لڑکے کی کمان لیکر ایک نشانہ مقرر کر کے چلانے کو کہا۔ منسارام کا تیر اوس نشانہ پر جا لگا جس سے مظفر خاں بہت خوش ہوے اور تعلیم دینا شروع کیا تا اینکہ منسارام فن سپہگری میں طاق ہو گئے اور مظفر خاں نے انتقال کیا۔

بابو منورنجن سنگھ نے جب انتقال کیا تو چار فرزند چھوڑے۔ منسارام۔ دسارام۔ میارام۔ دیارام۔ یہ چاروں صغیر السن تھے۔ صرف منسارام سن رشد کے قریب پہونچ گئے تھے اور نہایت زیرک و عاقل تھے آثار جلالت انکی پیشانی سے ہویدا تھے۔ بوجہ زیادتی عقل و دانش زمینداران اطراف مطیع رہتے۔ اور جب کوئی جھگڑا خود ہا پیش آتا تو ان سے فیصلہ کراتے۔ اوس زمانہ میں فوجداری سرکار بنارس بنام نواب مرتضیٰ خاں مصاحب خاص محمد شاہ بادشاہ تھے جو کہ بعد فرخ سیر ورفیع الدولہ ورفیع الدرجات کے ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں تخت نشین دہلی ہوئے تھے اور بہ نسبت دیگر شاہان ماسبق خود جو کہ بعد عالمگیر ہوئے تھے فی الجملہ عروج بھی پیدا کر رکہا تھا اور اطراف و جوانب پر قبضہ بھی کر لیا تھا اگرچہ زمانہ شاہان سلف مثل شاہ جہاں وغیرہ کی ہوا تک نہ تھی تاہم تخت دہلی پر انکا زمانہ آخری وقار کا سمجھنا چاہئے تا اینکہ انہیں کے زمانہ میں صوبہ داروں نے خودسری اختیار کی اور نادر شاہ ہندوستان میں آنکر عزت و وقار دہلی کو برباد کر کے ستر کرور کا مال لیگیا جس میں کوہ نور ہیرا اور تخت طاؤسی بھی شامل ہے بہرطور نواب مرتضیٰ خاں داروغہ توشہ خانہ اپنے مالک محمد شاہ کی اوائل تخت نشینی میں ان سرکاروں کے مالک تھے اور میر رستم علی بطور ناظم انکی طرف سے بنارس میں رہتے تھے اور نواب مذکور کی طرف سے رائے نند کشور کھتری ساکن بنارس بعہدہ سزاولی سرکار بنارس و جونپور وغیرہ جسکو اب رزیڈنٹ کا عہدہ کہنا چاہئے مع انتظام خرید اشیاء نفیسہ اس دیار کے و نیز خدمت توشہ خانہ کے مامور و مقرر تھے اور میر مُرتدبیر جملہ امور میں رائے مذکور سے مشورہ لیا کرتے۔

منسارام گو اپنے مقام پر درمیان ہم چشمان خود بہ اعزاز بسر کرتے تھے اور گاہے گاہے

بنارس میں بہ قصد عبادت آتے رہتے مگر چونکہ اُنکے جد کی پیشین گوئی کا وقت آچکا تھا۔ لہذا
اونکے دل میں ولولہ امارت آیا۔ تاہم اپنے ہم قوم صاحب ثروت کی طرف رجوع نکیا بلکہ
اسباب ثروت مہیا کرکے بہ قصد مصاحبت ناظم وقت بنارس میں آئے اور چونکہ اقبال خود
رہنما ہوتا ہے لہذا رائے نند کشور سے ربط بڑھانے کا خیال کرکے اپنی فرزانگی و دانشمندی
سے اظہار مراتب و دولتخواہی و اضافہ آمدنی اکثر قریات میں دخل دیتے ہوئے رائے
صاحب کے دل میں اپنی وقعت جما دی تا اینکہ رفتہ رفتہ تھوڑے ہی زمانہ میں مشیر خاص
و معتمد علیہ ہوگئے۔ رائے نند کشور کو جب اعتماد تمام اونکی کارگذاری پر ہوگیا تو حضور میر رستم
علی خاں میں اُنکے مدایح و اوصاف کے طومار کے طومار اور دفتر کے دفتر بیان کئے۔
ناظم مذکور چونکہ خواہاں جوانان عاقل و ہوشمند اور شریف قوم تھے اور غائبانہ حال رای
سلیم و فکر درست و حسن انتظام منسا رام سُن چکے تھے لہذا حکم بلوانے کا دیا۔ جب منسا رام
سنہ ۱۱۳۲ھ مطابق سنہ ۱۷۱۰ء میں آئے تو ناظم مذکور نے اُنکے آنے کو اپنے اقبال کی علامت
جانی اور نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ حاضری شبانہ روزی سے میر رستم علی کے دل
میں وقار روزمرہ بڑھتا چلا اور اپنے جذبات و اثرات و ہوشیاری سے میر مذکور کے
دلپر اپنا سکہ جماتے جاتے تا اینکہ انتظام مالی و ملکی ہر چہار سرکار میں دخیل ہوئے اور تدابیر
ہوشمندی سے ایسا اپنی طرف گرویدہ کرلیا کہ ہر طرح سے معتمد علیہ سیاہ و سفید ہوگئے۔
اور بوجہ عقل درست تھوڑے ہی عرصہ میں اونکا اعزاز و کام پورے رونق پر ہوگیا اور
میر رستم علی خاں نے اونپر اعتماد کرکے ہر انتظام کو اُنکے حوالہ کردیا۔
چونکہ فرزند جواں بخت بلونت سنگھ کے بعد پیدایش جو کہ سمت ۱۷۷۱ بکرماجیتی مطابق سنہ ۱۷۱۴ء
و سنہ ۱۱۲۷ہجری میں ہوئی تھی یہ ترقی اونکو خدا نے دکھلائی لہذا اُنکی پیدایش کو باعث
برکت و ترقی خود سمجھا۔ اونکے پیدا ہونے پر اختر شناسان دقیقہ رس نے حکم لگایا تھا
کہ یہ لڑکا نہایت با اقبال ہوگا۔ اور رنگ ناتھ منجم نے کہ اپنے زمانہ میں اوستاد

ہم پیشگان تھے جو زائچہ بنایا تھا وہ صرف بحرف حالات زندگی راجہ بلونت سنگھ سے موافق ہوا۔

(ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں)

میر رستم علی خاں نے خوش ہو کر بتوسط نواب مرتضیٰ خاں خطاب راجہ بہادر کا بنام منسا رام سنگھ دربار شاہی سے منگوانا چاہا مگر اُنھوں نے اپنی علو ہمت سے اپنے نام پر نہ چاہا بلکہ مصلحت وقت و شفقت پدری سے اپنے فرزند بلونت سنگھ کے واسطے خواہاں ہوئے۔ میر رستم علی خاں نے باعتبار محبت کارگذاری منسا رام سنگھ اسکو بھی منظور کرلیا۔ اور خطاب راجہ بہادر کا بلونت سنگھ کیواسطے دربار محمد شاہ بادشاہ دہلی سے منگوا کر تمام انتظام حوالہ منسا رام سنگھ کردیا۔

بلونت نامہ خیر الدین حسین

حصہ اوّل

حالات راجہ منسارام سنگھ صاحب بہادر کے

تاریخ ولادت لامعلوم

سنہ مدارالمہامی ۱۱۳۲ھ ہجری مطابق ۱۷۱۹ع

مدّت مدارالمہامی سترہ برس چند ماہ۔

سنہ حکومت مستقلہ ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ۱۷۳۳ء

مدت حکومت مستقلہ چھ برس چند ماہ

مدت ملازمت وحکومت ۲۳ سال چند ماہ

ذکر فتوحات مجھوا منڈیاہو - کول اسلہ (صلح وشادی فرزند) لطیف پور - پٹھٹھہ -

کوا کھوہ - مرزا پور۔

ملک مستقل ہونے پر - قلعہ ٹھٹھرہ - اکوڑھی بڑہل

سنہ انتقال۔ ۱۷۴۰ء مطابق ۱۱۵۵ھ ہجری

ذکر جنگ منسارام سنگھ با زمینداران کسوار یعنی مجھوا

معلوم ہونا چاہیئے کہ پرگنہ کسوار متعلقہ سرکار بنارس کے تین طرف مشہور ہیں۔ جھلگنی[1] مجھوا[2] ٹھٹھرا[3]۔ زمینداری تمام پرگنہ کسوار متعلق برہمنان گوتم تھی۔

جھلگنی میں فتح سنگھ زمیندار تھے اور قبل ورود منسارام سنگھ سرکار میر رستم علی خان میں انکا اقتدار کلی تھا۔ لیکن جب منسارام سنگھ کی وقعت بڑھی تو فتح سنگھ[1] نے اونکے مقابلہ میں اپنے کو مرد میدان نہ پایا اور ذریعہ شیخ قبول محمد کے منسارام سنگھ کی طرف رجوع کیا اور اونکے مطیع رہکر رفیق و شفیق ہوکر مدت العمر عزت و حرمت سے گذارنا

---

[1] فتح سنگھ نے آخر زمانہ راجہ بلونت سنگھ میں انتقال کیا۔ تین لڑکے چھوڑے بابو رام[1] روچہ بابو رام ہست[2] بابو رام[3] نرائن۔ بابو رام ہست راجہ بلونت سنگھ کے زمانہ میں پرگنہ بھگوت کو تعہد یعنی ٹھیکہ پر لئے ہوئے تھے وہاں سے بقصد بنارس پل جنار پر پہونچے۔ ملازمان میر سعید الدین خاں قلعدار سے جھگڑا ہوکر نوبت لڑائی کی پہونچی دونوں طرف کے لوگ زخمی ہوئے۔ قلت رفیقان سے بابو رام ہست نے گھوڑا دریا میں ڈالدیا۔ رفیقان قلعدار نے پیچھا کیا اور گولی چلائی جس سے وہ مارے گئے۔ اور بابو رام نرائن بھی اوسی زمانہ میں مرگئے۔ صرف بابو رام روچہ آخر زمانہ بلونت سنگھ تک زندہ رہے بعد انتقال اونکے تین فرزند تھے۔ بابو بھوپ[1] نرائن سنگھ۔ بابو ہیم[2] نرائن سنگھ۔ بابو دلجیت[3] سنگھ۔

بابو بھوپ نرائن کے ایک فرزند شیو منوگ سنگھ جھلگنی میں تھے۔ بابو ہیم نرائن سنگھ لاولد مرے۔ بابو دلجیت سنگھ اپنے باپ دادا کی زمینداری پر تھے کہ جکیں گر گوشائیں کے قرض سے مقید ہوئے۔

مجھوا کے زمیندار بیری سال و دریاؤ سنگھ تھے اور شیوہ سپاہ گری و رسالہ داری سے حضور رستم علی خاں میں اعتماد و وقار رکھتے تھے مگر کمال جہالت سے منسارام سنگھ کی وقعت نہ سمجھتے اور سابق سے کہ مالک چہارم حصہ گنگا پور تھے اور اب اس مرتبہ پر تھے۔ حاضر و غائب کلام سخت و سست کہتے۔ بابو فتح سنگھ کو مطیع دیکھکر انگشت نما کیا۔

منسارام سنگھ کو سرتابی اونکی گوارا نہوکر درپئے انہدام عزت وآبرو دونوں کے ہوئے اور روزمرہ میر رستم علی خاں سے عیب گیری انکی کرتے۔ دونوں بھائی ہوائے زمانہ دیکھکر مجھوامیں خانہ نشین ہوئے اور رفیقان ولاور جمع کرکے بابو فتح سنگھ کو پیغام رفاقت دیا جب موافق نہ پایا تو غفلت میں بعض مواضع اُنکے زمینداری کو تاراج کیا اور قلع واروں کو قلعہ سے نکال دیا فتح سنگھ نے پیچ وتاب کھاکر منسارام سنگھ کو بذریعہ رام روجہ اپنے لڑکے کے خبردی کہ محض آپکی دوستی کی وجہ سے ان لوگوں نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور مجھ میں قوت مقابلہ نہیں ہے۔ اگر آپ میری کمک و مدد کریں اور اونکو سزادیں تو بہتر ورنہ بدرجہ مجبوری اونسے متفق ہوکر آپ پر حملہ کروں گا۔ منسارام سنگھ کو خیال تھا کہ مبادا فتح سنگھ مجھ سے دل میں صاف نہوں اور وقت جنگ دغا کریں تو مجھے دونوں سے لڑنا پڑے۔ بابو رام روجہ مافی الضمیر سمجھ گئے اور اپنے باپ کی طرف سے قسم واقرار سے اُنکو مطمئن کیا۔ منسارام سنگھ منتظر وقت تھے۔ تا اینکہ میر رستم علی صاحب انتظام محالات سرکار غازی پور کے واسطے گئے تھے منسارام سنگھ نے مدد زمینداران اطراف کی منگواکر جمعیت کثیر مجتمع کیا۔ اور بیری سال پر ۱۱۳۲ھ مطابق ۱۷۱۹ئہ میں بغرض حملہ جا پڑے۔ اوس طرف سے ہر دو برادران نے بال و پر جمع کرکے تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا تھوڑی دیر بندوق وتیر کی جنگ رہی اور بہت سے دلاور دست بردمردانہ کرکے خاک وخون میں لوٹے رفیقان بیری سال نے بندوق کو چھوڑکر حربہ کوتہ یراق یعنی نیزہ سے کام لیا لشکریان

منسارام سنگہ تاب نہ لاسکی قریب تھا کہ شکست ہو جاوے اور فوج منہ پھیر دے کہ تائید آسمانی شامل حال ہوئی یعنی میر رستم علی خاں اوسی روز محالات غازی پور سے واپس آئے تھے خبر ملنے پر فوراً مدد کو جا پہونچے بیدلان لشکر منسارام سنگہ کا دل قوی ہو گیا اور از سر نو لڑائی پر مستعد ہوگئے۔ بیری سال و دریاؤ سنگہ نیرنگی روزگار کا تماشہ دیکھکر حیران وششدر رہ گئے۔ دریاؤ سنگہ نے قصد کیا کہ میدان نبرد سے نکل جاوے۔ بیری سال نے روکا اور کہا کس زندگی کے واسطے ننگ نامردی کو اختیار کروگے۔ اس کہنے سے وہ رک گئے اور دونوں برادر نے باتفاق حملہ منسارام سنگہ پر کیا۔ اور بڑی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اور زخمہائے مختلف سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور مارے گئے ۱۱۴۳ہجری میں مطابق ۱۷۳۰ء میں یہ فتح نصیب منسارام سنگہ ہوئی۔ عینی سنگہ[1] پسر بیری سال و شیو بخش سنگہ پسر دریاؤ سنگہ بعد مقتول ہونے اپنے پدران کے مخذول و منکوب ہو کر بھاگے اور پرگنہ بینا میں چلے گئے۔ (بلونت نامہ خیرالدین حسین)

---

[1] عینی سنگہ و شیو بخش سنگہ برابر اوسی حالت پریشانی میں رہے تا انیکہ علی قلی خاں ناظم جوکھنڈی وغیرہ محالات الہ آباد کو خیال جنگ با راجہ بلونت سنگہ ہوا۔ اوسوقت دونوں بھائی پرگنہ بینا سے آکر شریک ہوئے اوسوقت شیو بخش سنگہ مارے گئے اور عینی سنگہ پھر بھاگ کر اپنے مکان پر گئے اور مر گئے۔
عینی سنگہ کے لڑکے پہلوان سنگہ تھے اونھوں نے اپنے بھانجہ گوردت سنگہ کی شادی عجائب سنگہ کی لڑکی سے کی اور وہ چونکہ نائب ریاست (زمانہ مہاراجہ مہیپ نرائن سنگہ میں) تھے لہذا اس وسیلہ سے وہ بنارس میں آئے۔ اور عجائب سنگہ نے پرگنہ مجھوا اپنے داماد گوردت سنگہ کو مالگذاری پر دیا مگر ان سے سرانجام روپیہ نہ ہو سکا۔ اس وجہ سے بابو پہلوان سنگہ نے خود لے لینے ذمہ لیا۔ اور حضور راجہ مہیپ نرائن نواسہ راجہ بلونت سنگہ میں جن کا ذکر جلد دوم میں آرہا ہے۔ کمال تقرب پر پہونچے یہانتک کہ بابو پہلوان سنگہ کی نواسی کے شادی راجہ اودیت نرائن سنگہ صاحب پسر مہاراجہ مہیپ نرائن سنگہ سے ہوئی اوسی سال بلیش ہزار کا نقصان مجھوا میں ہوا۔ بابو پہلوان سنگہ نے پرگنہ کو کارپردازان راجہ کو سپرد کر دیا۔

آنا قلعہ منڈیاہو ضلع جونپور کا قبضہ راجہ منسارام میں سنہ

منسارام سنگھ ہمیشہ اپنے مقبوضات کو ترقی دیتے جاتے اور برابر اطراف وجوانب
کے زمینداروں سے خواہ بجنگ ہو یا تدبیر قلعہ جات خالی کراکے خود متصرف ہوتے
جاتے اوس زمانہ میں بکرماجیت زمیندار منڈیاہو کے پاس کافی جماعت تہی اور چونکہ
وہ قدیم رفیق میر رستم علی خاں کے تہے۔ لہذا منسارام سنگھ کو تازہ عہد سے خاطر میں
نہ لاتے اور راجہ مذکور کو اون سے غبار و ملال رہتا ۱۱۳۲؁ہ ہجری مطابق ۱۷۱۹؁ء
میں میر رستم علی خاں زمینداران پرگنہ چوراسی سرکار تیرہا صوبہ الہ اباد کی تنبیہ کو بحکم
برہان الملک گئے تہے تو اس سفر میں بکرماجیت بہی ہمراہ رفقائے خود تہے
اور منسارام سنگھ بہی ستہے۔ قرب ورود میر رستم علی خاں سے زمینداران
چوراسی گہبرائے اور بہاگنا چاہا۔ چونکہ منسارام سنگھ موصوف کا خیال بکرماجیت کے زک
دینے کا تہا لہذا خفیہ بپیام زمینداران کو پائداری کا دیا اور اطمینان کرادیا کہ میں تمہارے
خاطرخواہ فیصلہ کرادونگا تا اینکہ زمینداروں نے میدان حرب درست کیا۔ میر رستم
علی کو بجز جنگ کے چارہ نہ رہا منسارام سنگہ نے اپنے فرزند بلونت سنگہ کو کچہ فقرات کہکر
مصاحبت میر رستم علی خاں سے برخاستہ خاطر کردیا اور خود بہی اونکے ساتھ آمادہ کوچ ہوئے
میر رستم علی نے جب دریافت کیا تو کہا کہ میرے لڑکے نے منڈیاہو کا قلعہ دیکہکر پسند
کیاہے اور مجہسے مانگاہے ودرصورت عذر تمامی رفقا کے ساتھ ہمراہی چہوڑ دینے کا
قصد رکہتا ہے تو میں تنہا کیا کرسکتا ہوں۔ چونکہ میر رستم علی خاں کو اس وقت مقابلہ
حریفوں سے منظور تہا اور دونوں کے علحدہ ہونے میں بہت سے نقصانات دیکہے
لہذا بکرماجیت کو بلاکر ارادہ مدار المہام کو ظاہر کیا اور کہا تا انفصال معاملہ زمینداران
چوراسی یہہ قلعہ مجہے دیدو۔

بکرماجیت سنگھ چونکہ مرد ہوشمند تھا اوس نے کہا یہ قلعہ مجھے پھر نہ ملیگا میر رستم علی خاں نے سند لکھدی کہ بعد انفصال معاملہ میں ضرور واپس کردوں گا۔ بکرماجیت سنگھ نے وہ سند لیکر اوس قلعہ کی واگذاشت کی اجازت اپنے لوگوں کو دیدیا۔ منسا رام سنگھ نے قبضہ کرلیا۔ جب میر مذکور مہم سے فارغ ہوئے اور بکرماجیت سنگھ[۱] نے ایفاء وعدہ چاہا تو میر مذکور بوجہ تسلط منسا رام سنگھ دم نہ مار سکے اور وہ قلعہ بدستور قبضہ میں رہا۔ بلونت نامہ خیرالدین حسین

ذکر شادی راجہ بلونت سنگھ با دختر بریار سنگھ مسمّی رانی گلاب کنور

یوں تو منسا رام سنگھ صاحب کا بوجہ قربت ناظم چہار سرکار میر رستم علی خاں کے زمینداران اطراف پر رعب جما ہوا تھا اور اُن میں سے جسکو خیال سرتابی تھا وہ بمدد اقبال منسا رام سنگھ زیر ہوتا گیا مگر بابو بریار سنگھ زمیندار کول اسلہ کہ درمیان بنارس و جونپور واقع ہے۔ اور بتقویت قلعہ سے جو اوس زمانہ میں اونہیں تھی جسکو وہ مامن سمجھے ہوئے تھے اور بپشت پناہی جمعیت فوج خود سے کسی کو اپنے ہم پلہ و برابر نہ سمجھتے بلکہ ناظم وقت کی بھی اطاعت نہ کرتے اور مالگذاری واجبی بھی نہ دیتے۔ منسا رام سنگھ نے اوس سرشار نخوت کی گوشمالی ضروری سمجھکر فوج جمع کرنی شروع کردی۔ جب یہ خبر بریار سنگھ کو معلوم ہوئی تو مثل مار سیاہ پیچ و تاب کہایا اور ایک عریضہ مشعر برلاف وگذاف حضور ناظم وقت میں روانہ کیا کہ منسا رام سنگھ میری زمینداری لینے کی غرض سے یہ فساد اوٹھا رہے ہیں۔

سلامت علی خاں و فضل علی خاں پسران میر رستم علی ناظم کو ترقی منسا رام کا خار دل میں چبھ رہا تھا

[۱] بعد اخراج راجہ چیت سنگھ ڈنکین صاحب بہادر نے اوسکی اولاد کو بلوایا۔ کردت سنگھ کہ اولاد بکرماجیت سنگھ سے تھے۔ اپنے باپ دادا کی ریاست پر کئی ہزار روپیہ دیکر پٹہ مستاجری کے ذریعہ سے قابض ہوئے۔ (بلونت نامہ خیرالدین حسین۔)

سو قع پاکر اپنے باپ سے کہنے لگے کہ بریار سنگھ نہایت معقول شخص ہے اور وہ حضور
میں نہایت فروتنی و عاجزی سے ملنا چاہتا ہے مگر چونکہ منسا رام سے اوسکو عداوت ہے
لہذا وہ بظاہر سرکشی کرتا ہے۔ ایسی حالت میں بریار سنگھ کا زور توڑنا قرین مصلحت نہیں ہے
اگر منسارام سنگھ نے اوسکو تباہ کیا اور اوس طرف کے لوگ مطیع ہو گئے تو پھر جو قوت منسارام
سنگھ کو ہو گی اوسکا دفع کرنا ممکن نہ ہو گا۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ حضور سے اونکی کوئی اعانت
نہ ہو۔ وہ لوگ آپس میں برادرانہ جنگ کریں اور کوئی نقصان فوج ظفر موج سرکاری
کو نہ پہونچے۔

میر رستم علی خاں نے کہ صداقت و فراست منسارام سنگھ کی اونکے دلیں کی جاگزیں ہو رہی تھی معروضات
پسران کو قبول نہ کرکے نظر سے دونوں کو گرا دیا اور مخالفت کی وجہہ سے کہا کہ تملوگ
اس مہم میں شریک نہ ہو۔ اور خود تمامی سپاہ کو لیکر نزدیک شیو پور کہ تھوڑے
فاصلہ بنارس سے ہے خیمہ زن ہوئے۔

منسارام سنگھ کو جب اس گفتگو کی اطلاع ہوئی تو غیرت کے تقاضا سے چاہا کہ بابو بریار سنگھ پر
بغیر مدد فوج سرکاری حملہ کرنا چاہیے۔ بابو رام رنج وغیرہ زمینداران سیکھنڈ کو جنکی حدود
زمینداری علاقہ بریار سنگھ سے ملحق تھی وعدہ انعام وعطا جاگیر سے متفق کرکے جم غفیر اپنے
ہم قوم کو فراہم کرکے بغیر اطلاع میر رستم علی کے رات ہی کو بابو بریار سنگھ کی گڑھی پر ۱۱۴۱ ہجری
مطابق ۱۷۲۸ء میں حملہ کر دیا اور میر رستم علی خاں تھوڑے ہی فاصلہ پر پڑے ہوئے تھے
بابو بریار سنگھ نے جب اپنے غنیم کو تھوڑی جماعت سے دیکھا بہت خوش ہوئے کہ انکا مار ڈالنا
کیا مشکل ہے۔ حصار کے اندر سے باہر نکل پڑے اور جنگ بندوق و توپ کی شروع ہو گئی
چونکہ طرفین سے گولی مثل مینہ برس رہی تھی لہذا بہت سے بہادر جانبین کے مارے گئے۔
اسی اثنا میں بابو بریار سنگھ نے فرط بہادری میں بندوق ہاتھ سے پھینک کر تلوار و سپر لیکر
منسارام سنگھ پر مع فوج حملہ کیا۔ فریقین کہ ہم چشمی و ہم قومی کی وجہ سے ایک دوسرے کے

خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ آپس میں گتھ گئے اور بعض نے تو سپر ہی پھینک دی اور چونکہ جنگ عمومی تھی لہذا پہلے رام رام کرتے اور اپنے مقابل کے وار کی تعریف کرتے اسوقت جواب تلوار سے دیتے تا اینکہ زمین لالہ زار ہوگئی اسی گیر دار میں ایک آنکھ منسارام سنگہ پہ لگا تیر اور آنکھ نور بصارت سے خالی ہوگئی۔ فوج میں اس حالت کو سنکر تزلزل ہو گیا قریب تھا کہ بیرا اوکھڑ جائے۔ مگر منسارام سنگھ نے اوس زخم کی پروا نکی اور مثل شیر غضبناک حملہ کیا۔ اس حملہ میں اہل قلعہ پر ہراس طاری ہوگیا۔

میر رستم علی خاں نے جب آواز بندوق و گولہ سے خبر پائی تو وہ تازہ فوج سے پاشنہ کوب آپہونچے اور یہ جرأت و بہادری منسارام سنگہ کی دیکھکر بہت تعریف کی منسارام سنگھ اس خوشی میں کہ میر مذکور میری ہمت کی داد دے رہے ہیں پھولے نہ سمائے۔

بابو بریار سنگہ نے جب دیکھا کہ مدد منسارام سنگہ کو پہونچ گئے تو اب موقع ٹھہرنے کا نہیں ہے جسقدر لوگ بچے تھے اونکو لیکر حصار قلعہ میں جاکر وہیں سے بذریعہ برج و باڑہ گولیاں مارنے لگے۔ منسارام سنگہ باوجودیکہ جراحت آنکھ میں کہ اعظم ترین درد ہے اوٹھا چکے تھے اور خان قدرداں نے منع بھی کیا مگر ویسیہی ہمراہ ناظم مذکور برابر دفع دشمن میں سرگرمی کرتے رہے یہانتک کہ یہ محاصرہ برابر چھ روز تک رہا اور اس عرصہ میں چھ سو آدمی طرفین کے مارے گئے۔ جب محصورین تنگ ہوئے تو دریائے مروت میر رستم علی خاں کا جوش میں آیا اور بغرض اتمام حجت بابو بریار سنگہ کے پاس پیام بھیجا کہ اگرچہ تم سے بغاوت و سرکشی ہوئی مگر اب بھی افعال ناشائستہ سے شرمندہ ہو کر حصار کو ہمارے سپرد کر کے حاضر حضور ہو اور مالگذاری کا روپیہ جسقدر تمہارے ذمہ ہو اوسکو ادا کر دو تو ہم تمہارا قصور معاف کر دیں گے اور اگر بد نصیبی سے یہ تم کو پسند نہ ہو تو اپنے عیال و اطفال و احمال و اثقال یعنی لڑکے بالے و مال و اسباب کو لیکر اور علاقہ کو خیرباد کہکر جسطرف چاہو نکل جاؤ۔ ہماری طرف سے کوئی تعرض نہوگا کیونکہ ہم کو اونکا خون گرانا منظور نہیں ہے۔

بابو بریار سنگہ نے کہ اپنی موت کے منتظر تھے جب یہ مژدہ سنا زندگی دوبارہ پایا مگر خوف انتقام منسارام سنگہ سے کہ دخل کلی مزاج میر مذکور میں رکھتے تھے حاضری پر راضی نہوے اور جواب میں کہلا بھیجا کہ قدم بوسی خان والاشان کو باعث عزت و اعتبار خود جانتا ہوں مگر منسارام سنگہ سے میری طبیعت مطمئن نہیں ہے اگر حضور کی نیت میری عدم بربادی پر ہے تو یہ چار دیوار حصار کو کہ میرے اطفال کا مسکن ہے مجھ پر چھوڑ دیں اور محاصرہ اوٹھا کر جانب بنارس واپس جاویں میں سرکاری روپیہ بھی بھیجے دیتا ہوں چونکہ اس التماس کی قبولیابی کی امید بابو بریار سنگہ کو نہ تھی۔ لہذا اپنی فوج کو بطور انجمن جمع کر کے ہر ایک کو رخصت کیا اور کہا میری موت نزدیک ہے تم لوگ جہاں چاہو چلے جاؤ میں نے خوشی سے تم کو اجازت دی اور اونکی عورتیں لڑکوں کو جمع کر کے فرش باروت کا بچھا کر مستعد جان دینے پر ہو چکیں۔ ایلچی نے جو کہ جانب ناظم سے گیا تہا اس حالت کو مع جواب کے آنکر عرض کیا چونکہ میر صاحب مذکور میں مروت و رحم حد سے تھا لہذا منسارام سنگہ سے سمجھا کر یہ رائے قرار پائی کہ چند بیچاروں کو مار کر وبال اخروی اپنے ذمہ لینا مناسب نہیں ہے لہذا بعد اسکے کہ رفع ملال منسارام سنگہ ہو جاوے اور زر باقی مل جاوے تو قصور معاف کر دیا جاوے۔ پھر پیام بھیجا کہ اگرچہ تمہاری جرات ناز یبا قابل عفو نہ تھی مگر ہمنے معاف کیا۔ اب تم زر سالانہ فوراً بھیجدو اور منسارام سنگہ سے اتحاد کرو تو البتہ تم بدستور رہ سکتے ہو۔ چونکہ بریار سنگہ کو نہایت مایوسی اپنے علاقہ سے ہو چکی تہی لہذا فوراً روپیہ مالگذاری سالانہ کے بھیجنے کا اقرار کر لیا۔ میر رستم علی خاں نے چاہا کہ درمیان منسارام سنگہ اور بابو بریار سنگہ کی صفائی ہو جاوے بلکہ رابطہ و اتحاد پیدا ہو جاوے اوس کے واسطے اِس سے بہتر کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ بلونت سنگہ راجہ بہادر پسر منسارام سنگہ کی شادی دختر بابو بریار سنگہ سے ہو جاوے۔ بابو رام رنج کو کہ اوس نواح کے زمینداروں میں سربرآوردہ تہے بہت سے کلمات نصیحت و رفع عداوت تعلیم کر کے اجازت دی کہ وہ حضور بن یعنی بریار سنگہ و اوسکے اعزا کے پاس جاویں اور خواستگاری رانی گلاب کنور

کی۔بلونت سنگہ کے واسطے کہ اوس زمانہ میں بارہ سال شروع تہا کریں۔ بابو مذکور نے قلعہ میں جاکر حرف مطلب کو والدین رانی گلاب کنور سے ظاہر کیا۔ بابو بریار سنگہ تو سر جھکا کر خاموش رہ گئے۔ مگر اونکی زوجہ نے جواب دیا کہ شرافت حسبی ونسبی بلونت سنگہ میں ہمکو کوئی کلام نہیں مگر کسی کی لڑکی کے خواہش عاجزی سے کیجاتی ہے نہ سختی سے اگر ایسی محصوری کے حالت میں ہم قبول کریں تو داغ ملامت ہمیشہ کیواسطے لگ جاوے ہمارے نزدیک تو جان دیدینا اس جنگ گوارا کرنے سے آسان تر ہے۔ بابو مذکور نے نیک و بد زمانہ کا اونکو دکہلایا اور اس انکار کو کہ خوشتر ہزار اقرار سے تہا سنکر حضور ناظم میں آئے اور خود ضامن مالگذاری بر ہو کر بمنت عرض کیا کہ اب لشکر ظفر پیکر کو جانب بنارس واپسی کا حکم ہو۔ تاکہ مقصود برآوے۔ میر موصوف نے قبول کیا اور توپ در ہسکہ مورچال سے اٹھا لیگئے اور تمامی لشکر کے ساتھ شیو پور میں واپس آئے۔

بابو کریا ناتہ[1] بڑے بھائی بابو بریار سنگہ کے اس اقرار دامادی سے خوش و راضی نہ تہے جب اونھوں نے دیکھا کہ انکے بھائی نے فریق ثانی سے مصالحت کرلی تو اونھوں نے بارود بچھاکر اپنی ماں اور زوجہ کو بٹھاکر آگ دیدی اور خود کو نیست و نابود کردیا۔

تھوڑا زمانہ جب گذر گیا تو میر رستم علی خاں نے بابو بریار سنگہ کو بہ کفالت رام رخ و لال خاں افغان فوجدار جونپور بلاکر خلعت فاخرہ بخشا اور اونکی دل سے کدورت دور کرنے کے واسطے خلوت میں لیجاکر لطف و مدارا سے راضی کیا کہ وہ بلونت سنگہ سے اپنے صاحبزادی کی شادی کردیں اور گنگاپور سے بلونت سنگہ راجہ بہادر کو بلواکر بابو بریار سنگہ کو دکہلادیا جب نظر بریار سنگہ کی اُن نونہال درخت امارت پر پڑے اور خوبصورتی چہرہ سے اور اقبال پیشانی سے ہویدا پایا تو بابو بریار سنگہ ہزار جان سے خواہاں ہوگئے۔ میر رستم علیخاں نے

---

[1] انہیں بابو کریا ناتہ صاحب کی اولاد میں بابو بندیشری پرشاد سنگہ صاحب ہیں جو کہ عہدہ چیف سکرٹری پر ممتاز ہیں۔

بلونت سنگہ کو سپرد بابو بریار سنگہ کیا بابو مذکور نے سر پر انکے ہاتھ رکھا اور ممنون احسان بر صاحب ہوکر اپنے ہمراہ اپنے حصار کول اسلہ میں لائے تاکہ اُنکے گہر میں بہی دیکھیں اُنکی بی بی نے جو ہیں جمال زیبا دیکھا مثل نور باصرہ کے نورچشم بنایا - اور کمال خوشی میں تشقہ دامادی اپنے ہاتھ سے بلونت سنگہ کی پیشانی پر لگا دیا اور طبق ہاے زریں و سیمیں پر از زر و سیم و اقمشہ و لباس ہاے قیمتی کے دیکر رخصت کیا اور حسب تجویز نجومیاں شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی ۔

منسارام سنگہ صاحب یہ حالات معلوم کرکے گل گل شگفتہ ہو گئے اور اپنے فرزند دلبند کو دولہ بناکر نہایت تزک و شان و شوکت و سامان عیش و عشرت سے دروازہ بریار سنگہ پر جا پہونچے فرشہاے ابریشمی و زربفت سے بزم گاہ لالہ زار ہو رہی تہی اور شامیانہ جات کارچوبی و طلائی سے ہفت آسمان کو رشک ہو رہا تہا - روشنی کی یہ حالت تہی کہ تمام مقام نورانی ہو رہا تہا اور مطربان رنگین نوا کے آواز سے قالب بیجان میں جان آرہی تہی - طوائفوں کے پیر زمین پر مارنے سے گویا غم پیرے ملا جاتا تہا ہر طرف روپیہ و اشرفی تقسیم ہو رہا تہا بہر طور ساعت نیک میں حسب طریقہ شرفاء ہنود رسم عقد غنچہ نوشگفتہ شرم و حیا یعنی گلاب کنور کا ہلال امارت و سرداری و نہال جوانمردی یعنے بلونت سنگہ سے ہوگیا بابو بریار سنگہ نے علاوہ زر و زیور و لباس ہاے قیمتی کے جسکا حساب و شمار مشکل تہا - آخر صحبت میں وثیقہ زمینداری اپنے محالات کا لکھکر داماد کو دیدیا اور کہا میں دل شکستہ و بیزار اس دار فانی سے دلگیر ہو رہا ہوں - یہ چند نفس جو باقی ہیں اونکو فراغ خاطر سے عبادت و گوشہ نشینی میں بسر کرنا چاہتا ہوں - منسارام سنگہ نے سنکر انکار کیا اور کہا ابہی بلونت سنگہ کمسن ہیں - انتظام محالات زمینداری نہیں کر سکتے انکے واسطے بہتر یہ ہے کہ آپ کے سایہ میں تعلیم پاویں بابو نے جواب دیا کہ میری زندگی و موت میں بجز دختر کوئی وارث نہیں اوسکو میں نے آپکے حوالہ کر دیا - بہر انکار وثیقہ

زمینداری میں (خوشی دل سے تم کو دیا بے محل ہے ہر طور بعد گفت و شنید بسیار کے بھر قبول کر لینا پڑا) اور بہو کو محفہ زریں میں بٹھا کر راہی گنگا پور ہوئے اور بہت سا روپیہ برسم نثار لوٹایا گیا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں کنبوہ

آراستہ کرنا بلونت سنگھ کا اپنی فوج کو بعد تعلیم و خواہش محالات کوہستان کرنا اور سند میر رستم علیخاں سے لینا

بابو بریار سنگھ نے تمام کاروبار محالات زمینداری کو حوالہ بلونت سنگھ کر دیا بمقتضائے شعر فارسی

جوہر قابل بود از تربیت ہا بے نیاز
رفتہ رفتہ شیر در بادام روغن می شود

تھوڑے ہی زمانہ میں حسن انتظام سے مشہور ہو گئی اور دلہائے رعایا کو اپنے قابو میں کر لیا اور تدابیر درست سے زراعت کے زیادتی کی وجہ سے آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔ بابو بریار سنگھ کو اطمینان کلی ہو گیا اور گوشہ نشین ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

بلونت سنگھ نے اپنی تمامی ہمت کو انتظام مہمات میں مشغول رکھکر اُن لوگوں کو جن میں جوہر قابلیت وتقاضائے عالی نشی تھا اور صفت شجاعت سے ممتاز تھے بلوا کر ملازم رکھنا شروع کیا اور علاوہ تنخواہ مقررہ کے گھوڑا اور لباس اپنے پاس سے دینا شروع کیا تا اینکہ جب چودہ برس کے ہوئے تو تمام فن سپاہگیری میں طاق اور مثل ماہ شب چہاردہ مشہور آفاق ہوئے۔

اسی زمانہ میں خضر خاں افغان اقربا و برادری کے اسی آدمی کہ سب کے سب تیغ زن و معرکہ آزما تھے ملازم ہوئے اور نوشیر خاں و لشکر خاں و کمال خاں کہ تینوں بہادر تھے ملازم رکاب ہوئے۔ اور رسول خاں افغان جو کہ پہلے سے منصب اتالیقی پر مقرر تھے منصب بخشی گری پر پہونچے اور بیجنا تھ بہن زادہ جو کہ بوجہ بہنی کے ساتھ

پرورش پاتے تہے اور نہایت بہادر تہے بہ سرداری پیادہ گان کہ اُسوقت میں دس ہزار سے زیادہ نہ تہے سرفراز ہوئے۔

چونکہ اخراجات ماہواری فوج کے نفع محالات زمینداری سے بڑہ گئے اور دیگر اخراجات ضروری میں عسرت کی نوبت پہونچی تو بلونت سنگہ راجہ بہادر اپنی عقل رسا و ہمت بلند سے اسکی تلافی کے فکر میں ہوئے اور حسب رائے غضنفر خاں کے اپنے پدر سے التماس کیا کہ اگر بعد عرض کرنے میر رستم علی خاں کے دوسروں کے محالات سپردشدہ مجھے ملجاویں تو جو خراج مقررہ کہ باضافہ طے ہو جاوے پہونچاتا رہوں۔ اور اگر یہ صورت ناممکن ہو تو اضلاع کوہستان جنوبی کہ بنارس سے چار فرسخ (یعنے آٹھ کوس) پر ہیں اور خراج گذار اوسکے سب متمرد ہیں یعنی خراج وقت پر اس غرور سے نہیں ادا کرتے کہ درخت خاردار و نشیب و فراز راہ دشوار گذار و ندیاں بے شمار راہ میں ہیں اور محض تمرد ادائے خراج نہیں بلکہ آمد و رفت مسافرین اونکے ظلم کی وجہ سے ناممکن ہو رہی ہے۔ یہ سب مجھے دیدئے جاویں تو میں چند روز اپنا سر تہروں میں ماروں یعنے اون سے لڑوں اور اپنے نصیب کو آزماؤں۔ منسارام سنگہ مدارالمہام فرزند کی ہمت کو بلند پاکر شادان و فرحان ہوئے اور موقع پاکر خان والاشان میر رستم علی خاں سے التماس بلونت سنگہ کو عرض کیا۔ خان والاشان نے فرمایا منسارام سنگہ تمسے نہایت تعجب ہے کہ ایک ہی لڑکا مدار اجراء خاندان ہے اور اوسکی بابت تم راضی ہو کہ وہ اون پہاڑوں میں سر ٹکرائے۔ جہاں پر بومیان اون اضلاع نے زہرہ آہنین دلان کو آب کر دیا ہے اور لشکرکشان تہمتن تن اوس صحرا سے واپس پہرے ہیں میرے نزدیک وہاں پر بہیجنا شرط عقل نہیں ہے۔ مگر ہاں میری طرف سے اوسکو امیدوار کردو کہ آخر سال میں جب کوئی عامل معزول ہوگا تو اوسکی جگہ پر بلونت سنگہ کو بہیجدوں گا۔

منسارام سنگہ نے جب حال شفقت و غمخواری میر مذکور کا اوس بہتزار تمنائے حصول مدعا

میںنے بلونت سنگہ سے ظاہر کرکے خود ہی نصیحت کی تو بلونت سنگہ پر اوسکا اثر نہ ہوا بلکہ مغموم ہو کر کہا کہ اگر یہی دور اندیشی و احتیاط و خیال صعوبت و سختی راہ اور خوف قوی بازو دشمن کا لحاظ کرنا مانع ایسے ارادوں کا ہوتا تو کسی بادشاہ و نواب و راجہ کو تسخیر کرنا کسی بادشاہت کا ممکن ہی نہ ہوتا۔ جوانمردوں نے ناخن تدبیر و تیشہ بہادری سے فولاد کی دیوار میں سوراخ کر دیا ہے اور سنگ خارا میں راہیں کر کے منزل مقصود پر پہونچے ہیں۔ کسی اوستاد کا شعر ہے ؎

عروس ملک کسے در کنار گیر و چست
کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

مرتبہ اعلیٰ پر پہونچنا تا وقتیکہ کہانا پینا سونا چھوڑ نہ دیا جاوے ممکن نہیں اور بغیر اسکے کہ گرد محنت اوٹھائی جاوے کسی اچھی صورت کا نمایاں ہونا متصور نہیں۔

بعد اسکے دل میں ارادہ سفر پختہ کر کے پدر شفیق سے عرض کیا کہ جب وعدہ میر مذکور ختم سال پر ہے تو اسقدر زمانہ جو ختم سال کو ہے وہ نہایت دشوار گذار ہے لہذا میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ تھوڑے زمانہ کے واسطے اِن قدموں سے جُدائی اختیار کروں۔ اور خدمت نواب صفدر جنگ ابو المنصور خاں بہادر میں جاؤں اگر میری تقدیر نے رہبری کی اور مقصود حاصل ہوا تو زہے قسمت۔ ورنہ وقت یعنی ختم سال پر حاضر ہو جاؤں گا۔ منسارام سنگہ نے جب یہہ کلمہ سنا تو تصور دوری پسر میں بے قرار ہو گئے اور پسر کے سوال و جواب کو دوسرے وقت پر رکھکر میر رستم علی خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے درد دل کو ظاہر کیا۔

فرزند علی خاں برادر زادہ و سلامت علی خاں فرزند کلاں خان ناظم کو منسارام سنگہ سے خار عداوت دل میں تھا اور جرأت و بہادری بلونت سنگہ پر بہ تقاضائے ہم عمری رشک و حسد کرتے تہے۔ لہذا باطن میں درپے ہلاکت بلونت سنگہ و بظاہر اتفاق منسارام سنگہ میں

سامی ہوئے۔ اور ضرورت تنبیہ و گردنکشاں اون اضلاع اور سپرد ہوئے محالات اُن اضلاع کی خوبیاں بلونت سنگھ کو بیان کیا۔

رائے نندکشور کہ جن کی رائے سے عزل و نصب عمال کا ہوتا اور ان دونوں بھائیوں سے موافق تھے ہمداستان ہوئے۔ اور سختی و خطرناکی راہ کو بدلائل و توجیہات خاطر والاشان سے دور کرکے سند سرداری حدود محدودہ کوہستان کو بنام منسارام سنگھ لکھواکر خلعت گراں بہا بلونت سنگھ راجہ بہادر کو بہ نیابت منسارام سنگھ دیا۔

راقم مولف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اعدائے اپنی گمان ناقص سے تدبیر اتمام کار کیا مگر خدا کی شان دیکھئے کہ وہی تدبیریں باعث ترقی اس خاندان کی ہوئیں۔ شاعر کہتا ہے ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایۂ دکاں شیشہ گر سنگ است

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں گنجور

تیار کرنا بلونت سنگھ کا اپنی لشکر کو بقصد تسخیر لطیف پور و فتح قلعہ بعد مارے جانے ملک فرخ حاکم حصار کے

جب خلعت و سند مل گئی تو خان والاشان نے پانسو پیادہ اور دوسو سوار نامزد کرکے ہمراہی بلونت سنگھ میں دیا اور منسارام سنگھ نے بہت سے کلمات نصیحت جو کہ قواعد سرداری لشکر تھے کہہ۔ اور ظاہر کیا کہ تم نے بار عظیم کو اپنے سر پر لیا ہے لہذا شرط ہمت یہ ہے کہ شیرینی سونے کو آنکھ میں نہ لانا اور تلخ و ترش زمانہ کو مثل شربت قند و نبات گوارا کرنا۔

بلونت سنگھ نے شکریہ شفقت و محبت پدری کو ادا کرکے عرض کیا کہ جیسا حضور نے فرمایا ایسا ہی ہوگا اگر آپ کی عنایت شامل حال رہی تو بہت تھوڑے زمانہ میں صحرائے خطرناک و بیابان و راہ دشوار گذار کوہستان باعث غیرت باغ و گذرگاہ نظارگیان ہو جاوے گی۔ اگر بخت و دولت شریک ہے تو بازوئے توانا و قوت سرپنجہ سے پائے

ثبات وقیام متمردوں کو جڑ سے اوکھاڑ کر ہوا میں برباد کردوں گا اور تمام اُن اضلاع کو تلوار خارا شگاف سے مسخر کر لوں گا۔ یہہ کہکر باپ سے رخصت ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہوکر ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں روانہ جانب کوہستان ہوئے۔

جاں نثاران سرفروش ہرایک اپنے قرینہ سے گرد سواری بلونت سنگہ مثل پروانہ کے گرد شمع ہوں ہوکر روانہ ہوئے جب موضع بندرہ میں پہونچے تو راجہ لشکر کش برخاش جونے رفیقان صائب تدبیر کو فراہم کرکے قصد تسخیر قلعہ لطیف پور سے کہ دامن کوہ میں واقع ہے آگاہ کیا اور چاہا کہ گھاٹ سگیڈہ قریب چنار سے اوتر کر یکبارگی سر قلعہ لطیف پور پر پہونچ جاویں۔ بابو بیجناتھ سنگہ و رسول خاں بخشی وغضنفر خاں جمعدار نے روک کر دست ادب جوڑ کر عرض کیا کہ اگرچہ مقابل ہمت والانہمت میں پہاڑ بلند بہی مثل گھاس کے ہے مگر جب تک کام تدبیر سے نکل سکے ہلاکت میں اپنے کو نہ ڈالنا چاہیئے۔ قلعہ لطیف پور ایسی جگہہ ہے کہ اوسکے گرداگرد ایک میل تک درخت خاردار ایک دوسرے میں ایسے گتھے ہوئے ہیں کہ آدمی اُن سے بسلامت جانہیں سکتا۔ اور نشیب و فراز وسختی اوس زمین سے تصور بہی ٹہوکر کہا کر گرتا ہے۔ وہاں پر سب کے سب یکبارگی بہ ہیئت مجموعی اوس راہ باریک وتنگ سے گذر نہیں سکتے۔ اگر مناسب رای خداوندی ہو تو پہلے گرد کے گانوں پر لوٹ مار کریں اور مال غنیمت لادیں جب ملک فرخ حاکم حصار اس ماجرا پر آگاہ ہوگا تو بلحاظ مظلومی رعایا بہ قصد جنگ قلعہ سے باہر نکلے گا۔ وہ وقت بہر تردد وجانفشانی کا ہے۔

بلونت سنگہ نے بہی اس راے کو پسند فرمایا اور بابو بیجناتھ سنگہ کو ہمراہ جماعت بندوقچیان چابک دست کرکے اس حساب سے روانہ کیا کہ اونکا پہونچنا اور اپنا پہونچنا برابر ہو اور خود شہسواران بہادر کے ہمراہ برسم یلغار علی الصباح عین غفلت میں موضع اہردرہ پر کہ ایک فرسخ کے فاصلہ پر جانب شمال لطیف پور سے ہے جاکر محاصرہ کر لیا وہاں کے رہنے والوں

اجل رسیدہ میں سے جو لوگ مقابل ہوئے وہ مقتول ہوئے اور تمام نقد و جنس و مویشی قبضہ اولیائے دولت بلونت سنگھ میں آیا چونکہ ہمیشہ سے وہاں کے رہنے والے مرفہ حال رہے اور دو گہر صاحبان دولت کے بہی وہاں پر تہے لہذا بلونت سنگھ کو مصارف و اخراجات کی طرف سے اطمینان ہو گیا تمام مویشی کو فوراً روانہ بنارس کیا۔

ملک فرخ نے جب یہ حال سنا مثل مار سیاہ پیچ و تاب کہایا اور بنظر عنفوان شباب اجہ بہادر فکر جمع آوری فوج نہ کرکے جنگ کو آسان سمجہ کر چار سو پیادہ اور ساٹہ سوار کو لیکر مثل تیر کے قلعہ کے باہر نکل کر فوج ظفر موج پر حملہ آور ہوئے۔

بلونت سنگھ قوی طالع نے مثل معرکہ داران کار آزمودہ کی آبادی کے پناہ میں خودداری کرکے جنگ شروع کردی اور چشم براہ بابو بیجنا تھ سنگھ کے مع جماعت بندوقچیاں رہے حریف اس تدبیر سے غافل تہا۔ اور خیال کمی سپاہ و تامل و دیر کرنے بلونت سنگھ سے دلیر ہو کر آگے بڑہ رہا تہا اسی اثنا میں بابو بیجناتھ سنگھ کہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ راہ مشہور کو چہوڑ کر آرہے تہے مثل برق و باد پہونچے پہلے تو راہ قلعہ میں جانے کی روک دی۔ پہر پشت لشکر ملک فرخ پر آکر بندوقیں چلانی شروع کردیں دم کی دم میں لشکر ملک فرخ ہلاک ہوا اور بقیہ بہاگ نکلا اب محض ملک فرخ کے ساتھ بجز دس بارہ سوار کے زیادہ نہ رہ گئے تو اپنی جان سے ہاتہ دہو کر انہیں سواران معدودہ کے ساتھ کہ ہر ایک مثل اسفندیار تہا بلونت سنگھ پر حملہ آور ہوئے اور سخت معرکہ پڑا اسی دار و گیر میں ملک مقہور نے کمال چستی و چالاکی سے برابر بلونت سنگھ پہونچکر تلوار سر پر ماری مگر چونکہ حمایت خدا شامل حال تہی لہذا بجز زنجیر آہنی و پہائے دستار کے اور کچہ قطع نہوا گو تہوڑا سا زخم سر پر بہی پہونچ گیا۔

بلونت سنگھ نے اس دست برد سے ہراساں نہو کر نہایت جلدی سے تلوار اوسکے ہاتہ پر ماری کہ اونگلیاں اوسکی قطع ہو گئیں پہر تو شیر خاں افغان نے کہ جوان بہادر و بلند بالا تہے تلوار اسکی پیر پر ماری کہ وہ گہوڑے سے زمین پر آرہا سربازان معرکہ نے اسکا سر کاٹنا چاہا مگر جوانمردی بلونت سنگھ نے جائز نہ رکہا آخر ایک شب روز اوسی حالت نزع

میں رہکر مر گئے اوسکے رفیق بھی داد مردانگی دیکر ہاتھ سے بہادران لشکر کے مارے گئے تمام
مال واسباب لشکر کا قبضہ دلیران لشکر راجہ بہادر میں آیا ۔ بلونت سنگھ فیروز جنگ بعد حاصل ہونے
اس فتح نمایاں کے پرچہ زریں علم کو کھولے ہوئے نقارۂ شادیانہ بجواتے ہوئے رونق
بخش قلعہ لطیف پور ہوئے اور تمام نقد وجنس جمع کردہ ملک فرخ کو ملاحظہ کرکے سب کو اپنے
قبضہ میں لائے ۔

پھر ایک عریضہ مشعر مبارکبادی فتح و نذر مبارکبادی بحضور میر رستم علی خاں روانہ کیا اور تھوڑے
سے جانوران نفیس واسباب پسندیدہ کو بھی ساتھ کردیا تاکہ زبان حاسدوں کی بند ہوجانے
کا ذریعہ ہو خان ناظم خطہ کو سنتے ہی اور فتح نمایاں کی خبر پاتے ہی چونکہ وہم وادراک سے
باہر سمجھے ہوئے تھے ۔ پیراہن میں خوشی کی وجہ سے نہ سمائے اور مثل گل خنداں ہوکر غنائم
کو غنیمت جانکر قبول فرمایا اور ایک خلعت بیش قیمت بلونت سنگھ کے واسطے علحدہ کرائی ۔
منسارام سنگھ جیساکہ اس فتح عظیم کے سننے سے باغ باغ تھے ویسا ہی حال زخم سر بسر سے رنجیدہ
ہوکر دست وگریبان تھے اجازت رخصت لیکر ہمراہ خود خلعت روانہ ہوکر لطیف پور پہونچے اور
نور دیدہ و راحت جان کو مثل دل کے بغل میں لیکر بہت تحسین وآفریں دست و بازوے مردافگن
پر کیا پھر حال زخم کا دریافت کیا جب معلوم کیا کہ محض خراش خفیف ہے تو سلامت وصحت پسر
پر دل کو تسلی دیکر شکر حافظ حقیقی بجالائے ۔ اور جو خلعت ہمراہ لائے تھے اوسکو اپنے ہاتھ
سے پہنایا اور خوش خوش واپس گئے ۔ باقی لوگ ان اضلاع کے چونکہ پشت پناہی ملک
فرخ پر تمرد کرتے تھے جب اوسکی یہ حالت دیکھی تو جوق جوق حاضر ہوکر مطیع ہوتے گئے ۔ البتہ
زمینداران پٹھسٹہ ویسے ہی منحرف تھے ۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں کنبوہ ۔

فتح ہونا قلعہ پٹھسٹہ کا وقت تدبیر بابو بیجناتھ سنگھ سے وغنیمت کا ملنا

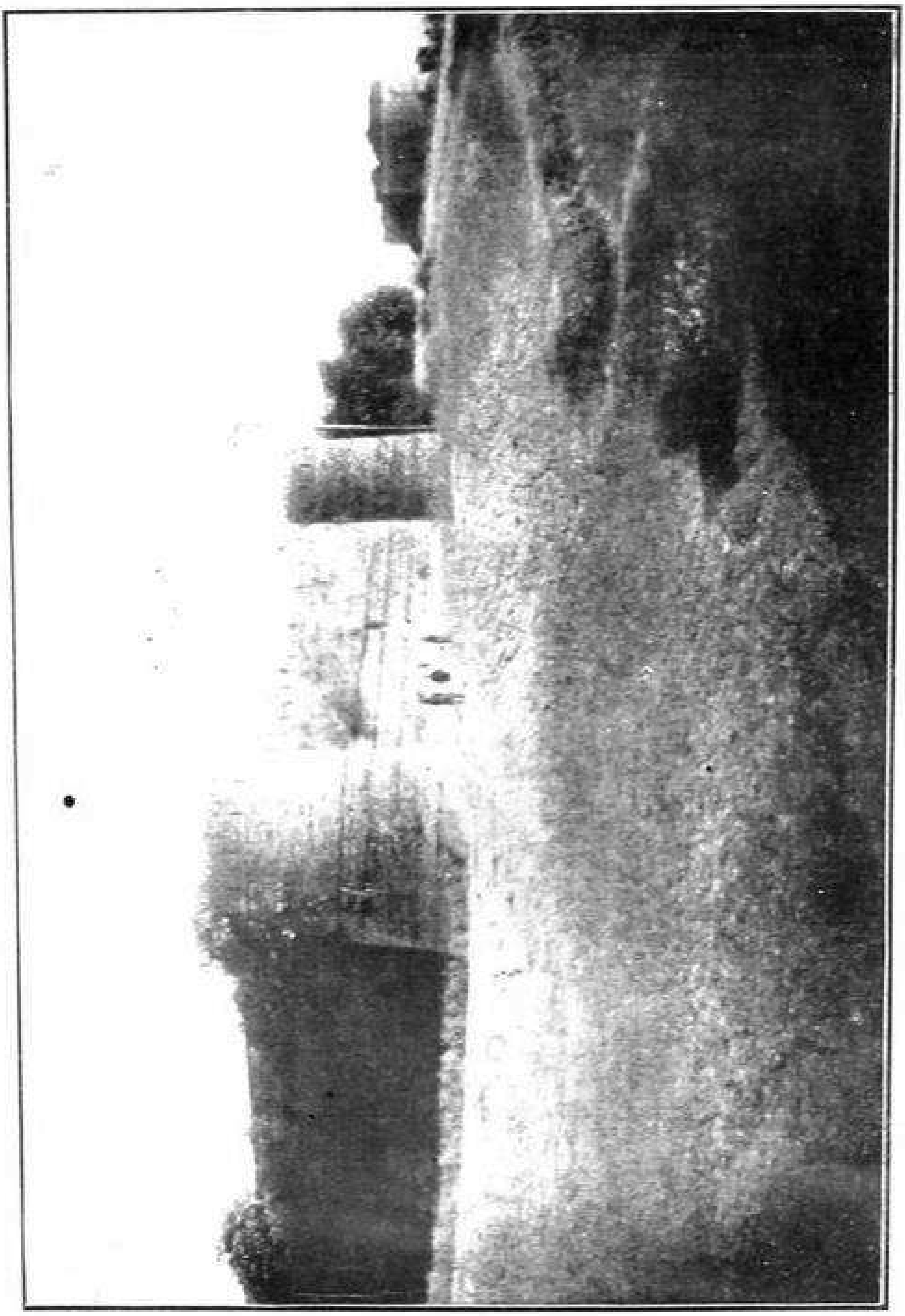

اور سند قلعداری ہر دو جاگی بنام ببجناتھ سنگھ بلونت سنگھ سے ملنا۔

زمینداران بہتہنہ کہ بخیال مضبوطی قلعہ مغرور ہو کر سرکشی کرتے اپنے مال و اسباب و عیال و اطفال کو قلعہ میں لے گئے اور مثل وحشیوں کے غار پہاڑ و درہ ہائے کوہسار میں رہنے لگے۔ بلونت سنگھ نے نہایت مہربانی سے پیام تسکین بخش بھیجکر اونکو اطمینان دینا چاہا مگر اونھوں نے راہ آشتی کو قبول نہ کیا۔ مجبور ہو کر استیصال اوس گروہ شقاوت پژوہ کا خیال دل میں راجہ بہادر کے سنہ ۱۱۷۳ھ مطابق سنہ ۱۷۶۰ء میں آیا۔ بابو ببجناتھ سنگھ کو مع جماعت بندوقچیوں کے حکم دیا کہ جہانتک ممکن ہو اونکے قلعہ کو مسخر کریں اور سواروں کو چپاولی[1] پر مقرر کیا تا اونکہ دوڑ دہوپ بہادروں سے بہت سے گلہ و رمہ جانوروں کے ملتے رہے اور گروہ مقہورین سے جسکو پایا مشکیں باندھکر حضور میں روانہ کرتے رہے اور جو مقابلہ جنگ پر آیا اوسکا سر کاٹ کر اوسکے گود میں رکھدیا۔

بابو ببجناتھ سنگھ جنکا مقصود اصلی تسخیر حصار تھا جب متصل قلعہ پہونچے تو دیکھا کہ تین طرف سے اشجار خاردار نے ایسی راہ بند کر رکھی ہے کہ ہوا کا اوس میں گذر نہیں ہے اور قاصد نگاہ شکنجہ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایک طرف ایسا پشتہ مستحکم باندھا ہے جو سد سکندری کا نمونہ ہے اوسکے بعد خندق عمیق ہے بابو صاحب مذکور جوش شجاعت میں جماعت سربازوں کے ساتھ درختان خاردار میں گھسے اور محصورین نے دلاوری کر کے کمینگاہوں سے بندوقیں مارنی شروع کر دیں اور گولیاں مثل اولے کے برسنے لگیں۔ چونکہ مخالفین پناہ درختان میں پوشیدہ تھے لہذا سینہ جانبازونکے نشانہ بنکر مثل چھلنی کے سوراخدار ہو گئے اور جماعت کثیر مثل اوراق درختان گر کر ہلاک ہو گئے۔ بابو ببجناتھ سنگھ حسب شورت کاردانوں کے اوس مہلکہ سے نکلکر میدان میں مقیم ہوئے اور خیال کیا کہ جب تک سد راہ درخت قطع ہو کر

---

[1] چپاولی کا طریقہ یہ مفہوم ہوسکتا ہے کہ بذریعہ لوٹ مار کے دشمن کو تنگ کرتے رہیں۔

راہ صاف نہ ہو جاوے حملہ غیر ممکن ہے۔ اسی خیال میں دیہات کے بڑھئے اور لوہاروں کو جمع کر کے درخت کٹوانا شروع کر دیا مگر دو فرسخ یعنی چار کوس کی مسافت کے درختوں کا قطع ہونا اور ٹیلہ راہ کے برابر ہونا کارے وارد تھا۔ لہذا اس کام سے باز رہکر محض محاصرہ پر اکتفا کیا۔ تا اینکہ متمردان خیرہ سر ایک روز بہ قصد شب خوں آئے اور دست برد کرنا چاہتے تھے کہ بیداری وہوشیاری بابو سے کہ خبردار ہو کر سر راہ اون کو گھیرا خایب و خاسر واپس ہوئے۔ خلاصہ زمانہ محاصرہ ایک ماہ تک رہا جبکہ زمانہ طول ہوتا گیا تو راو سنگہ راجپوت مشہور بہ لقب ٹھکرائی کہ رفیق قدیم بابو سے بجنابہ سنگہ تھے خلوت میں بابو سے کہنے لگے کہ یہ سب تعب ومشقت بیفائدہ سے کیا حاصل ہے۔ ایک دروازہ منجملہ دروازہائے قلعہ کے میرے ایک عزیز سردار کے سپردگی میں ہے اگر آپ کا اشارہ ہو اور روپیہ دینے میں مضائقہ ہو تو میں نے ایسی تدبیر سوچی ہے کہ نوبت جنگ کی حد نقصان و تلف جان تک نہ پہونچی اور فتح کی صورت نمایاں ہو جاوے۔ بابو نے خوش ہو کر کہا کہ اگر تمہاری تدبیر سے جیسا کہ کہہ رہے ہو طے ہو جاوے تو پانچہزار روپیہ نقد بطور انعام تمہارے بہائی کو اور سند قلعہ داری تم کو دوں گا۔ ٹھکرائی مذکور نے خوش دل ہو کر خفیہ پیام اپنے بہائی کو کہ سب سے بڑے دروازہ قلعہ کے محافظ تھے بہیجا کہ اہالیان حصار کا نصیب برگشتہ ہو گیا ہے۔ اور اونکے ادبار کا وقت آگیا ہے کہ اپنے ولی نعم و حاکم وقت سے جنگ کر رہے ہیں اور عنقریب اپنی سزا کو پہونچتے ہیں اور اونکی کھوپڑی گہوڑوں کی ٹاپوں سے کچل جاویگی اور جو بہاگ کر نکل جاتا ہے وہ آوارہ دربدر ہوتا ہے۔ مگر تم کہ عقل سلیم رکھتے ہو کیوں اپنے مآل کار کی فکر نہیں کرتے مجھے تمہارے انجام کے خیال سے لرزہ آتا ہے اگر قبل وقوع واقعہ کوئی فکر کی گئی تو غالبا مفید پڑے گی۔ اور بعد ختم جنگ کہ وقت ہاتھ سے اور تیر کمان سے نکل گیا ہوا واپس نہیں آتا گیا ہو کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لہذا بہتر یہہ ہے کہ ہم جب اس طرف سے حملہ کریں تو تم مزاحمت نہ کرو اور دروازہ سے اوٹھ جاؤ اور اگر بخیال طعن زبان خلق یہ گوارا

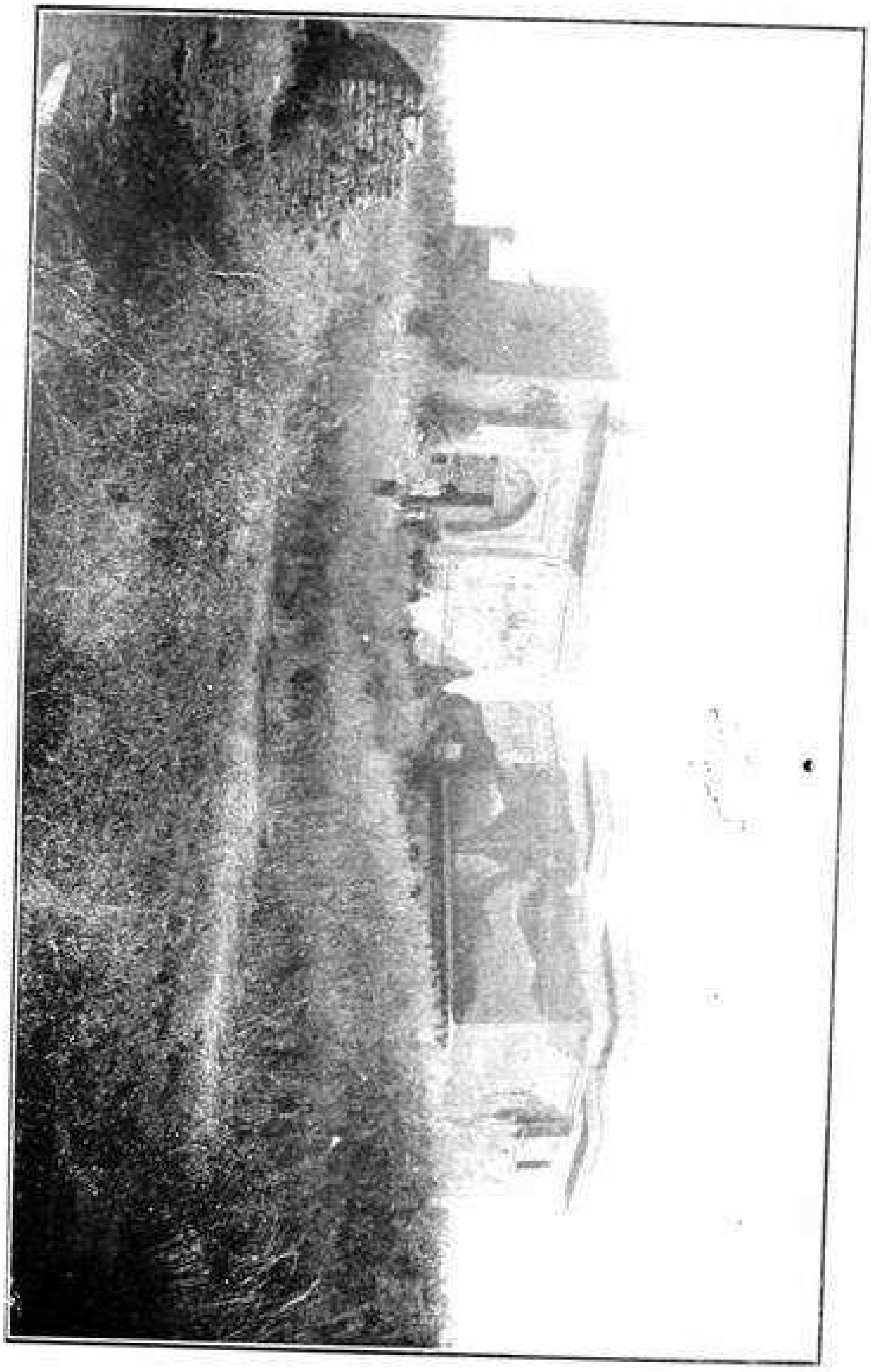

نہو تو خالی بندوقیں چھوڑتے رہو اور اس طور سے پہلو تہی کرو اگر یہ صورت تم سے ہوئے تو بعد حصول فتح وقابو میں آنے حصار کے پانچہزار روپیہ تم کو انعام دلواؤں گا اور تم سب کو دونی تنخواہ پر راجہ کے یہاں نوکر رکھا دوں گا۔ اور مجھے بھی اس کے بدلہ میں خلعت قلعہ داری ملجاویگی کیا خوب ہو کہ ہم اور تم یکجا بسر زندگی کے ایام پورے کریں۔

جب یہ پیام ٹھکرائی کا اُنکے بھائی کے پاس جو قلعدار تھے پہونچا اور اونہوں نے اپنے ہمراہیان ہمراز سے رای پوچھی تو سب نے متفق اللفظ والمعنی کہا کہ اس سے کیا بہتر ہے ہم لوگ تو مایوس ہو چکے تھے اور جان دینے پر تیار تھے اس آواز جانفزا نے تو عیسئے نفسی یعنی جاں بخشی کی۔ آئی ہوئی دولت عافیت کا رد کرنا خلاف عقل ہے۔

قاعدہ ہے کہ طمع دیدۂ دل کو بند کر دیتی ہے۔ بنیاد وفا اس کی وجہ سے کھد گئی فرستادہ بادل شاد واپس آیا۔ ٹھکرائی مذکور باجازت بابو پانسو بندوقچی لیکر پہلے لطیف پور میں بلونت سنگہ راجہ بہادر کے پاس حاضر ہو کر اجازت لیکر راہ غیر مشہور سے کہ اوس راہ میں بخیال صعوبت راہ امنداد کیا تہا روانہ ہوئے اور صبح ہوتے ہوتے بغیر مزاحمت کے دروازہ قلعہ پر پہونچ گئے۔ پہرہ والے کہ تمام رات انتظار میں تھے بظاہر شور وغل کر کے خالی بندوق چھوڑنے لگے۔ ٹھکرائی مذکور بے دغدغہ اول حملہ میں دروازہ سے گذر کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔

دوسری طرف سے بابو بجناتھ سنگہ وقت مقررہ پر ہنگامہ بزد کو گرم کر کے محصورین کی تنگیگری کرنے لگے تا اینکہ تاب قیام نہ لا کر افغاں وغیراں بھاگ نکلے اور حصار مذکور چشم زدن میں قبضہ اولیائے دولت بلونت سنگہ میں آگیا۔ بابو بجناتھ سنگہ علم فیروزی بلند کرتے ہوئے داخل قلعہ ہوئے آواز نقارہ شادیانہ کے بلند تھے۔

زنان و اطفال گریختگان سب کے سب قید ہوئے بابو نے رحم پیشہ نے بخیال ہم قومی اُنکے اپنے لوگوں کو لوٹ سے منع کیا اور اونکو حفاظت سے رکھا۔

بہت سا سیسہ و باروت و غلہ بے شمار کہ اندرون قلعہ تھا سب تصرف میں آیا اور عریضہ

مشتمل مبارکبادی فتح و رقم ریزی ٹھکرائی حضور راجہ بہادر میں بھیجا۔
جب یہ خبر بشاشت اثر بلونت سنگھ کو پہونچی تو شکر خدا کیا اور سند قلعہ داری لطیف پور و پٹہنہ کی مع خلعت گراں بہا کے بنام بابو بیجناتھ سنگھ صلہ تردد و جانفشانی میں بھیجا۔ بابو اس مہربانی سے بہت خوش ہوئے اور خلعت سر و پا کو زیب تن کرکے اوسی صحبت میں ٹھکرائی امراو سنگھ کو اپنی نیابت میں نامزد کیا تاکہ ہر دو قلعہ کو براہ حکومت محافظت کریں۔
فراریان شدہ اپنے افعال سے ہو کر بذریعہ کفالت ٹھکرائی جوق جوق حاضر ہوئے اور اپنے قصور کا اعتراف کرکے امیدوار عفو ہوئے۔ بابو عذر پذیرے سب کی شفقت و دلداری کرکے اون کی فراخور حال سرفراز کیا اور عورتوں و بچوں کو انکے سپرد کرکے اپنے اپنے مقامات میں آباد ہونے کو کہا۔
چند اشخاص بوم سیرت کہ خمیر اونکا فساد و شقاوت تھا عورات و بچوں کے اسیری کی پروا نکرکے قلعہ منگرور میں کہ نہایت مستحکم تھا اور تین طرف سے اشجار خاردار اور ایک طرف سے ندی کرم ناسہ جاری تھی جا پہونچے اور وہاں کے حاکم کے اشارہ سے آمادہ فساد ہوکر بیٹھے۔
چونکہ برسات کا زمانہ قریب تھا لہذا بابو بیجناتھ سنگھ نے اونکی گوشمالی دوسرے وقت پر موقوف رکھی مگر سلسلہ جنگ باقی رکھا اور گروہ پیادگان کو لیکر اطراف کوہستان پر جاکر نقد و جنس و مویشی مفروران جو کچھ پاتے لوٹ لیجاتے تمام اطراف میں شور و غل مچا ہوا تھا بابوے مذکور حسب اتفاق سے کسی دن آبادی سے دور جا پڑتے اور شام ہو جاتی تو بلا آب و دانہ صحرا میں رہجاتے   ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں کنبوہ

ضلع کوالکہو پر بلونت سنگھ کا حملہ اور جنگ اہالیان اطراف سے اور زخمی ہونا بابو بیجناتھ سنگھ کا مدد کو آنا اور علاج زخم کرنا

چونکہ بلونت سنگھ کا اقبال روز افزوں ترقی پر تھا لہذا جس طرف رُخ کرتے فتح دست بستہ

حاضر رہتے اونکا حوصلہ مردانہ بڑہتا جاتا۔ مخبروں نے ضلع کوالکھوہ کی حالت عرض کی کہ وہاں کا قلعہ ایسے زمین نشیب وفراز دشت پرخار میں واقع ہے کہ اب تک کسی حاکم کا گذر وہاں تک نہیں ہوا اور نناس بہار سیرت اُن اطراف کے جو مور وملخ سے زائد ہیں اوسکی گرد ساکن ہیں۔ ندی کا پانی جو اوسکے قریب ہے اگرچہ محض کم تنک ہے مگر زور وشور اُسکا ایسا ہے کہ پتھر سے پتھر ٹکراکر کوسوں تک آواز اوسکی جاتی ہے۔ بنظر مضبوطی قلعہ کے تمام مفسدان اوس نواح نے اپنا مال وہین پر جمع کر رکھا ہے۔ یہ سنکر بلونت سنگہ کو اوس گڑہی پر توجہ کرنیکی رغبت ہوئی مقام مدو پورسے کہ وسط لطیف پور ضلع کوالکھوہ میں واقع ہے آخر شب کو روانہ ہوکر دو سو سوار ہمراہ لیکر قبل طلوع صبح صادق بہ چستی وچالاکی اوس ندی کے پانی سے گذر کرکے بغیر مزاحمت اندرون قلعہ پہونچ گئے۔ محافظان قلعہ کہ اب تک مثل بخت خوابیدہ خود خواب میں تہے اوس وقت بیدار ہوئے کہ وقت تعرض وممانعت کا باقی نرہا تھا جو لوگ کہ تلوار سے مقابل ہوے وہ ضرب شمشیر بہادران سے ہلاک ہوئے بقیۃ السیف بہاگ نکلے اور اطراف کے زمینداروں کو بغرض مدد اطلاع دی ہر طرف سے شور قیامت اوٹھ کھڑا ہوا۔

بلونت سنگہ نے نہایت عجلت میں تمام نقد وجنس کو باربرداری پر رکہکر حکم دیا کہ فوراً اوسکو لیجاویں اور خود اونہیں تہوڑے آدمیوں کے ساتھ اوس گڑہ پر کہ مثل مور وملخ کے ہر آن میں زیادہ ہوتے جاتے اور ہجوم دشمنین چپ وراست سے مثل موج دریا حوادث زمانہ بڑہتا جاتا۔ حملہ آور رہے۔ دشمنوں کی زیادتی کی وجہ سے تہوڑے سے بہادر لشکر کے بہی مارے گئے جس سے غصہ راجہ بہادر کا اور بڑہ گیا اور وہ پہلوان قوی بازو بحر وغا میں زیادہ تر ہاتہہ پیر مارنے لگے ایسی تلوار چلی کہ دشمنوں کے سر اوس ندی میں مثل حباب تیرتے نظر آتے تہے اور گرد کے اوٹہنے سے آسمان کے نیچے دوسرا آسمان نظر آتا تہا۔ حملہ ہائے پے درپے سے فی الجملہ انبوہ اعدا برطرف ہوا۔ اور میدان جنگ میں فراخی نمایاں ہوئی۔

باوجودیکہ اس زد و کشت میں تلوار کا زخم ہاتھہ بلونت سنگہ پر آگیا تہا اور پنڈلی پیر پر تیر نے زخم کر دیا تہا - مگر راجہ بہادر موصوف کو ویسا ہی ثبات باقی تہا، گویا کوئی زخم نہیں لگا -

رسول خاں بخشی و دیگر رفیقوں نے معرکہ کو قائم اور صورت حال راجہ اس طور سے دیکھکر بمشورت واقف کاران لرزاں لرزاں واپسی کی درخواست کی اگرچہ بہادر کے دل پر نہایت گراں گذرا مگر اس خیال سے کہ نصیحت جاں نثاروں کی نہ سننا منافی مصلحت ہوتی ہے دل ناخواستہ سے باگ موڑے اور کہا اس باگ موڑنے میں عیب نہیں ہے کیونکہ دریا کیواسطے مد و جزر لازم ہے -

ہنوز بہادر موصوف ندی سے نہ گذرے تہے کہ دشمنوں نے نیر باکرچہ سات آدمیوں کو گولی سے ہلاک کیا - بہرطور بلونت سنگہ مع رفقا داخل مدوپور ہوئے اور مال غنیمت سے ہر ایک کو حصہ دیا جو لوگ زخمی تہی اونکے علاج کی تاکید کی جن کے گھوڑے کام آچلے تہے اونکو گہوڑے عطا ہوئے -

یہ خبر جب بابو بجنا تہ سنگہ کو لطیف پور میں معلوم ہوئی تو گروہ بند و قچیوں کو لیکر بیقرار ہوکر دوڑے اور حاضر خدمت ہوکر جراح ہوشیار کو بلواکر فکر اندمال زخم میں مشغول ہوئے -

منسا رام سنگہ صاحب بہی اس واقعہ کو سنکر مضطر و بیقرار ہوکر تین سو سوار اور پانسو پیادہ سے بنارس سے بغرض دیکہنے فرزند کے داخل مدوپور ہوئے اور پہونچکر پسر کو گلے لگاکر تسلی دی -

بابوان و حاکمان اوس اضلاع کے اپنی جماعتوں کے ساتھ جمع ہونے لگے تا اینکہ ایک ہفتہ میں نو ہزار اشخاص ملازم و بیگانہ سے جمع ہوگئے

بلونت نامہ غلام حسین خاں کنبوہ

مفتوح ہونا ضلع کواکوہ کا اور اوس پرگنہ کو باستثناے سکندرپور

ومنگرو ربابو بیجناتھ سنگھ کو ملنا۔

چونکہ بلونت سنگھ رستم دل فکر انتقام میں مثل شیر نر تپ وتاب میں تھے لہذا توقف و درنگ زیادہ پسند نہ فرماکے بسواری پالکی میدان کی طرف متوجہ ہوئے۔ حالانکہ پدر مہربان نے شفقت سے منع بھی کیا کہ اس زخم کی حالت میں یہ جلدی نہ چاہیے بابو بیجناتھ سنگھ اس کام کے واسطے کافی ہیں اونکو کافی سپاہ کے ساتھ بھیجدینا چاہیے۔ بلونت سنگھ نے عرض کیا کہ تقاضائے حمیت یہ نہیں ہے کہ احباب گلگشت لالہ زار وغا سے پھول خنجر اپنے دامن میں کھیں اور میں عذر لنگ پا ہو نے کا کرکے گوشہ مکان میں بیٹھوں اور ناموس مردمی کو برباد کروں زخم بدن کا بھرجانا میرے نزدیک آسان ہے مگر دل کے زخم کا بھرنا دشوار ہے اوسکا علاج بجز اسکے نہیں ہے کہ ہاتھ و خنجر مرا خون اعدا سے رنگین ہو۔ جب مسارام سنگھ نے طبیعت کینہ خواہ پسر کو نصیحت سے اور بھڑکتی ہوئی پایا تو پھر اجازت دیدی اور خود بھی اس جنگ میں شریک رہے اور اپنا سایۂ عاطفت سر سے اوس روح روان کے علحدہ نہ کیا۔

مقہورین نے جب حرکت کرنی راجہ بہادر مع فوج ظفر موج سے اطلاع پائی تو ایک گروہ جس کی تعداد چار ہزار تھی زیادتی خیرہ سری سے براہ جرأت اپنی حد سے آگے بڑھی اور گذرگاہ ندی کو روک کر سدراہ ہو بیٹھی۔

بلونت سنگھ نے یہ خبر سنکر ایسے گھاٹ کی جستجو شروع کردی جہاں پانی کم ہو اسی انتظار میں ایک ہفتہ تک قیام کرنا پڑا۔ تا آنکہ جاسوسان صبا رفتار خبر لائے کہ مقام فرودگاہ لشکر سے چار کوس کے مسافت پر پہاڑ کے نیچے ایک گذرگاہ یعنی گھاٹ ہے کہ بسہولت اوس مقام سے اوتر کر قلعہ کے نیچے پہونچ سکتے ہیں اور چونکہ وہ راہ نہایت خطرناک ہے لہذا بنظر کوتاہ بینی اوسکی محافظت میں اعدا نے توجہ نہیں کی ہے۔ اسی کی ساتھ ایک واقف کار پہاڑی آدمی کو بھی پیش کیا اور اوسنے حضور راجہ بہادر میں ذمہ داری اوس راہ سے پہونچا دینے

لی لی اور کہنے لگا۔ اس راہ پر آشوب کے طے کرنے میں بہت سے خطرہ کا سامنا ہوگا اسوقت منزل مقصود پر پہونچنا ممکن ہے۔ پانی کے اس طرف ایک بہت بڑا پہاڑ ہے۔ اول مشقت و تکلیف سے اوس پہاڑ کے اوپر پیادہ ہوکر چڑھنا اور پھر اوترنا ہے پھر ندی کے اوس پار ہوکے زیر قلعہ پہونچا دینا میرا کام ہے گھوڑے پر سوار ہوکر کوئی نہیں جا سکتا۔

سردار حضوریان لال سہائے راجپوت کہ بہت مشہور و رفیق و دمساز راجہ تہی اور مردن سنگہ پیر فرتوت جنگ آزمودہ عامل و انا پورنے جب یہ بات سنی تو جوش بہادری سے متفق اللفظ ہوکر کہنے لگے۔ سایہ میں رہنا اور پھرنا سایہ میں بیٹھنے والوں کا کام ہے رسم جاں نثاری یہ ہے کہ اگر مثل ناکہ سوزن راہ تنگ ہو تو مثل رشتہ یعنی تاگا کے اوس راہ سے گذر کرنا چاہیے۔ اسی طور سے بابو بجناتھ سنگہ نے بھی کہا کہ بحکم خداوندی و یمن اقبال آپ کے اس مقام تنگ سے مثل تیر کے نکل کر دامن مراد کو گلہائے مقصود سے بھر لیں گے۔

منا رام سنگہ مسرور ہوئے اور بابو بجناتھ سنگہ کو سردار لشکر کے اور لعل سہائے و مردن سنگہ و دیگر سرداروں کو اوسکے ہمراہ جانیکا حکم دیا اور جماعت بندوقچیان کو کہ چھ ہزار کم و بیش تہی ہمراہ کرکے روانہ کیا۔ وہ لوگ اوس رہبر کے پیچھے پیچھے ہاتھ ترکش پر رکھے ہوئے بندوقیں تانے ہوئے کمال تیزی سے اوس راہ سخت و پرخطر سے گذر رہی تہی چونکہ ٹیلہ اور گڑھے بیشمار تہے اور راہ نہایت باریک و تنگ تہی ہندا گویا کہ تلوار کی باڑھ پر جا رہے تہے تا اینکہ بعد زحمت بسیار پہاڑ پر چڑھکر پھر نیچے اوترکر ندی کے کنارے پہونچ گئے جب ندی میں اترنے لگے تو پانی کی تیزی سے پیر جما نہیں رکھنا چاہتے تہے نہ ٹہہرتا یعنی ہٹ جاتا مگر نہنگان بحر وغا نے جوش شجاعت سے اوسکو بہ آسانی طے کرتے تہے تا اینکہ جب اوس کنارے جا پہونچے تو رات ہو گئی تہی اور انتظار پیچھے آنے والوں کا بھی ضرور تہا لہذا بغیر انتظام غذا کے سب کے سب پہونچ کے سو رہے۔ جب صبح ہونے لگی تو اوس لشکر سامان جنگ سے اپنے کو آراستہ

کرکے بارادہ جنگ روانہ ہوئے۔

اُن لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ فوج دریا موج اوس بار ندی کے پہونچ گئی تو زلزلہ اُنکے قیام میں پڑگیا۔ تہوڑے سے آدمیوں کو کنارہ ندی پر چھوڑکر جمعیت کثیر سے مانع راہ سپاہ ظفر پناہ ہوئے اور درختان و پتھروں کے پناہ یعنی آڑمیں ہوکر تیر اور گولی برسانے لگے

اس طرف سے بھی بہادران ضیغم شعار نے پیر گاڑکر داد مردانگی دی یہانتک کہ دوپہر تک لڑائی خوب زور و شور سے رہی اس درمیان میں منسا رام سنگھ مع بلونت سنگھ اُس طرف سے حملہ آور ہوے اور نہایت تیزی سے اوس گذرگاہ سے گذرکرکے سر پا دن آبرو بحیگان کے جا پہونچے۔ جماعت قلیل کہ حفاظت گذرگاہ پر مامور تہی روک نہ سکی۔ رسول خاں بخشی و خضر خاں وغیرہ جمعداران نے دوسرے سواروں کے ساتھ جب پس پشت مغہوران پہونچے تو ایکمرتبہ نقارہ بجادیا جسکی آواز سنتے ہی ہوش اُنکے جاتے رہے۔ اور بھاگ نکلے ایک طرف سے بابو بجناتھ سنگھ فوج پیادہ سے اور دوسری طرف سے سواران شمشیر آختہ نے میدان وسیع بہاگنے کا تنگ کردیا ایک طرف سے تیر اور گولی کا سامنا تہا اور پیچھے سے تلوار کے چکا چاک سے لرزہ بدن پر پڑا ہوا تہا۔ تین سو آدمی کم و بیش تلوار سے مارے گئی اور چار سو بلکہ پانچسو بروایت مختلف قید ہوے۔

اور ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء میں فتح نصیب راجہ ہوئے۔

راجہ نے بعد فتح حکم دیا کہ وہ گڑھی مسمار کردیجاوے اور جسقدر قیدی ہیں وہ لطیف پور بھیجدیے جاویں۔ اور بابو بجناتھ سنگھ پر کہ اس مہم میں کارہاے نمایاں کئے زیادہ مہربانیاں راجہ بہادر کی طرف سے ہونے لگیں۔ منسا رام سنگھ نے جب یہ شجاعت و لیاقت بابو مذکور دیکھا تو اوس پرگنہ کی حکومت اُنکے سپرد کی گئیں کی اور رسول خاں بخشی و خضر خاں رسالدار کو اونکی ہمراہی میں سفر کیا او سوقت سے حکومت اضلاع کوہستان بہ انتشاے سکندر پور

ومنگر ور اونکی زندگی تک سپرد بابو رہے اور کوئی فتور نہیں ہوا - ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خان کمبوہ

واپس ہونا بلونت سنگہ کا جانب بنارس وبعد غسل صحت بزم نشاط آراستہ ہونا و شرکت میر رستم علیخان و اطاعت گرنجیکان لطیف پور۔

جب بلونت سنگہ راجہ بہادر انتظام مہمات اضلاع کوہستان سے ۱۱۴۵ہجری مطابق ۱۷۲۹ء میں اطمینان کلی ہوچکا تو حسب صوابدید پدر مہربان روانہ بنارس ہوئے اور وہاں پہونچکر اپنی دولت خانہ میں قیام کرکے فکر اندمال زخم میں مصروف ہوے جراحان پُرہنر طلب ہوے اور علاج کرنے لگے - تھوڑے عرصہ میں بفضل شافی لب زخم کے ملگئے اور شفا پائی۔

اور ساعت سعید میں رسم غسل صحت کی مقرر ہوئی - منسا رام سنگہ نے حصول صحت فرزند لبند سے بہت خوشی کی خزانہ کا منہ کہول دیا اور عام بخشش کا آوازہ مشہور ہو گیا گدایان سایل بہ کف تونگر ہوگئے اور محتاج غنی ہوگئے محفل خوشی کی آراستہ ہوئی اور بزم سرور پیراستہ وجلوہ گر ہوئی ہر طرف سے آواز مبارکباد کان میں آنے لگی۔

عین گرمی ہنگامہ جوش ونشاط میں خان فیض رساں میر رستم علی خاں مع صاحبزادگان والاتبار برسم تہنیت شریک محفل سرور ہوئے اور نوازش مبذول حال منسارام سنگہ فرمائی۔ آخر صحبت میں ایک خلعت قیمتی مع جیغہ وسرپیچ مرصع زیب ذات بلونت سنگہ کیا - منسارام سنگہ نے اس عنایت کے شکریہ میں سات کشتی پارچہاے گراں قیمت اور دو توڑے روپیہ کے حضور میں پیشکش کیا اور پانچ پانچ کشتی پارچہاے گراں قیمت و ایک ایک توڑہ روپیہ کا نذر پسران میر مذکور کیا - اور جب واپس جانے لگے تو دروازہ تک مشایعت کی حضور نے جب انجام کار زمینداران کو اکہوہ سنا تہا جیسا کہ مذکور ہوا تو بخیال مآل بینی خود عریضہ مشعر اظہار اطاعت وخلوص عبودیت روانہ کیا. بلونت سنگہ نے حسب صلاح پدر اونکے عذر کو قبول کرکے قصور معاف کر دیا اور اونکے بچے دعوا گئے جو کہ بعزت و آبرو ایک مکان محفوظ

میں تہے حوالہ کردیا اور اونکو اپنے مقامات میں آباد کرادیا اور سند قلعداری منگرور[1] بابو ہتیار سنگہ کو عطا ہوئی۔ چنانچہ اولاد اونکی تا زمان خاتمہ راجگی چیت سنگہ خلف بلونت سنگہ جنکا ذکر آرہا ہے اوس محال و قلعہ پر اپنا قبضہ رکہتے تہے۔

ملاحظہ ہو لوح نامہ غلام حسین خاں

لینا مرزاپور مضافات بنارس کا و بعد صلح بشرط نصف محصول واپس کرنا

زمینداران مرزاپور باوجودیکہ وہ محال مضافات بنارس سے تہا سرکار ناظم میں مالگذاری ندیتے تہے لہذا ہمت بلند بلونت سنگہ نے یہہ چاہا کہ اونکی گوشمالی قرار واقعی دیکر زر اقساط ہیونچانے و فرماں پذیری کو سکہلا دیا جاوے اسی ارادہ سے افواج بحر امواج کو لیکر بنارس سے جانب مرزاپور سنہ ۱۱۴۵ھ مطابق سنہ ۱۷۳۲ء عیسوی کوچ کیا جب کنارے دریا کے جو مقابل آبادی مرزاپور کلاں ہے پہونچے تو وہاں خیمہ زن ہوکر شہرت اوترنے لشکر کی بغرض جنگ دی جسکو سنکر وہاں کے زمیندار پریشان خاطر ہوئے۔ دوسری طرف سے بابو بجہنا تہ سنگہ مع خضر خاں و رسول خاں و چار ہزار بندوقچیوں کے جانب کوہسار سے بانشنہ کوب ہونچکر جوار مرزاپور کے قریب ہوگئے یہانتک کہ لشکر بابو سے حصار مرزاپور تک کا فاصلہ ایک کوس رہ گیا۔ وہاں کے مفسدوں نے اگرچہ اضطراب سے ہاتہ پیر مارنا شروع کیا مگر پہر بہی سررشتہ ضبط حصار کو ہاتہ میں رکہکر قلعہ کو مستحکم کرنا شروع کردیا۔ نیز چند مرد عاقل و زبان آور برسم سفارت مع دستور زمیندارانہ یعنی چند راس بز و سبوچہ ہائے روغن گاؤ برسم ضیافت

[1] باعتبار روایت غلام حسین خاں کے راجہ منگرور کے زمیندار ونکی بہی اطاعت انہیں مفرورین کی اطاعت کے ساتہ مرقوم ہے اور قلعہ کا حوالہ کردینا لکہا ہے اور بابو ہیارام عم راجہ بلونت سنگہ کا قلعہ دار کرنا تحریر ہے مگر چونکہ بروایت خیرالدین حسین یہ قلعہ دائم خاں گہرواسے ملا ہے جسکی اولاد پرگنہ منگرور میں ابتک آباد ہے بلند ہے نیز بہی جسکے نسبت اوسے روایت کو ترجیح دی ہے۔ مولف

بابو بجنیا تھ سنگھ کے پاس بھیجے اور کہلایا کہ ہم سب رعایا مظلوم موت پر آمادہ اور قبضہ بکرماجیت نواسے راجہ ریواں میں گرفتار ہیں اونھوں نے لال اودیت سنگھ راجہ مانڈہ کی دوستی کے بھروسہ پر کہ زمیندار کنتت ہیں ہم کو تنگ کر رکھا ہے جسکی وجہ سے نہ تو درختوں میں پتی رہ گئی ہے اور نہ زراعت میں خوشہ باقی ہے ہمنے بہت کچھ داد بیداد و فریاد کیا مگر کسی نے ہماری خبر نہ لی۔

بابو بجنیا تھ سنگھ کہ کمال درجہ عاقل تھے اونکی اس روش کو مکر و فریب سمجھی کہ انکا مقصود دوسروں سے لڑا دینا اور خود اپنے سر سے بلا ٹال کر تماشہ دیکھنا مقصود ہے۔ بد دماغ ہو کر جواب دیا کہ ایسے فضول قصہ سے کیا حاصل ہے۔ تر لکڑی میں آگ اپنا اثر نہیں کر سکتی ہیں وہ نہیں ہوں کہ حربہائے چرب و شیریں سے فریب کہا جاؤں بکرماجیت و راجہ مانڈہ کون ہیں جو اس محال میں بنظر طمع دیکھہ سکیں۔ اور بغرض محال اگر خیال خام سر میں ہے تو اپنے دونوں ہاتھہ سے اپنے خرمن آبادی میں آگ لگا رہے ہیں قریب ہے کہ اپنے اصلی جگہہ کو واپس جاویں اور تم لوگ چونکہ ظلم و جور سے پریشان ہو اور ہماری قوم سے ہو لہذا ہم تحفہ لیکر تم کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے یہ کہکر روغن و برز کو واپس کر دیا اور نہایت غصہ کی وجہ سے اُن فرستادگان کو اپنی لشکر سے نکال کر تاکید شدید کر دی کہ اب یہ لوگ بپیام شلانے پاویں۔ وہ لوگ حواس باختہ اپنے آقا کے پاس گئے اور اظہار سرگذشت کے بعد شوکت و شان و قابلیت بابو کو جو کچھ کہ دیکھا و سنا تھا مثل افسوں بیداری کے کان میں اُن خفتہ نصیب کے پہونچایا سب کے ہواس جاتے رہے اور ہر قسم کی فکریں کرنے لگے اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ لال اودیت سنگھ سے اعانت و امداد چاہیں کیونکہ شرکت ایسے روزبد کے واسطے کچھہ بطور سالانہ لال اودیت سنگھ و نواسہ راجہ ریواں کو دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے انکا غرور بڑھا ہوا تھا۔ جب فرستادہ اودیت سنگھ کے پاس پہونچکر اعانت خواہ ہوا وہ مرد عاقل و زیرک تھے جواب دیا کہ واقع میں محال مرزا پور مضافات

بنارس سے ہے ہم کو اس میں دخل و شرکت نہیں ہے تم لوگ بلونت سنگھ سے منحرف ہو کر کسی
طرف کے نہ ہوگے کیونکہ آج زمانہ اُنکے موافق اور فلک اونکا مطیع ہے تم کو چار و ناچار اونکا
مطیع رہنا چاہیئے یہ پیام دو روز میں آیا گیا۔ اسی عرصہ میں راجہ بہادر نصف سپاہ سے دریا سے
پار اوترے سرداران قصبہ پہلو تہی کرنے اودیت سنگھ و راجہ ریوان و آمد آمد فوج ہر جانب
سے دست و پاچہ ہو کر مجبوراً قلعہ سے نکلکر خدمت میں بابو بجینا تھ سنگھ کے پہونچے۔ بابو
کارداں نے پہلے معاملہ کی بات شروع کردی اونہوں نے بعد اظہار بندگی و اطاعت عرض
کیا کہ یہہ سال قریب ختم ہے لہذا بقدر استطاعت اس سال کی نسبت قبول فرمایا جاوے اور
سال آیندہ میں نصف محصول سرکار میں برابر داخل ہوتا رہے گا۔
بابو مذکور نے شواہد معقول سے مستحکم کرکے اونکو اپنے ہمراہ حضور راجہ بہادر میں پیش کیا اور
اُنکی عاجزی و مجبوری عرض کی چونکہ ہمقوم تھے لہذا اونکی تنگ گیری پسند نہ کرکے جو تہائے
زر محصول سال موجودہ میں اور نصف نصف محصول سالہائے آیندہ میں دینے کا حکم دیا در انتہائے
مہربانی سے قلعہ بہی اونہیں زمینداروں کو بخشا مگر برسم شگون و اظہار ماتحتی اپنا نشان
ایک بلند برج قلعہ پر قایم کردیا اور ایک کوتوال شہر بازار مرزا پور میں بغرض حفاظت رعایا
و وصول تحصیل کے مقرر کردیا اور تمام انتظام وہاں کا بہ سپردگی بابو بجینا تھ سنگھ چھوڑا اور بنارس
میں ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء کو واپس آئے۔ بابو بجیناتھ سنگھ نے بہی مہربان سنگھ بھائی
ٹھکرائی امراؤ سنگھ کو اپنی نیابت میں انتظام و تحصیل اوس محال پر مقرر کیا کیونکہ اُنکو اون اطراف
کے لوگوں سے موانست کلی تہی اور خود پٹہنہ کی طرف واپس ہوئے۔

بلونت نامہ غلام حسین خاں

شکار کرنا راجہ بلونت سنگھ کا شیر و ریچھ کو زمین سے

چونکہ الفت و رغبت نشاط صید و شکار کی خواص طبیعت شیر گیران بادہ پر زور شجاعت

وتہور سے ہے اور ذمہ ہمت فرمانروایان قوی جنگ پر صید مراد کو خم کمند میں مقید کرلینا واجب ولازم ہے لہذا طبع مبارک راجہ بہادر ہمیشہ مایل سیروشکار رہتی اکثر آبادی سے نکلکر کوہ وصحرا میں جاتے اور خونریزی بہائم وجانوران درندہ سے بجز بلی زمین شفاف کو سرخ رنگ کرتے۔ ہمراہیان ملازم رکاب بہی نشانہ بازی میں بے مثل تہے اور مثل سایہ کے اپنے آقا کے ساتھ رہنے میں ضرب المثل تہے ایک روز نگہبانان صحرانے خبر دی کہ فلاں جنگل میں ایک شیر مہیب وخوفناک اور ایک خرس (ریچھ) قوی الجثہ ظاہر ہوا ہے۔ اگر راجہ بہادر اوس طرف چلیں تو اوسکا شکار ہوجاوے راجہ کوہ جگرنے جو ہیں سنا کمال ذوق وشادمانی سے اوٹھ کہڑے ہوئے اور گہوڑے تیز رفتار پر سوار ہوکر بغرض شکار چلدیے۔ تہوڑی سی راہ طے کی تہی کہ ہمراہیان بوجہ خرابی راہ کہ ہر قدم پر پتھر آتا تہا اور گھوڑوں کی نعلیں ٹوٹ جاتی تہیں پیچھے رہ گئے راجہ شیر دل نے رفیقوں کو اوسی جگہ چھوڑا اور خود خادم جلوداری کے ساتھ جو کہ جابکی وسرعت میں برق پر سبقت لیجاتا تہا پیادہ کانٹوں کے درمیان گہسے۔ گذرگاہ شیر کے قریب ایک پتہر کی آڑ میں کمینگاہ میں بیٹھے ابہی دم نہ لیا تہا اور جگہہ بیٹھنے کی گرم نہ ہوئی تہی کہ یکبارگی شیر قوی پیکر اپنے مقام سے روانہ ہوا۔ اور اوسی راہ پر آیا جہاں بیٹھے تہے۔ راجہ کو اوسوقت اطلاع ہوئی کہ اوس خونخوار ور راجہ میں محض چند قدم کا فاصلہ رہ گیا۔ راجہ بہادر کے تہور وشجاعت میں سر کے بال کے برابر فرق نہ آیا اور اضطرار کی ہوا تک نہ لگی بندوق کہ کندھے پر تہی درست کرکے پیشانی کو تاک کر ایسی گولی ماری کہ شیر اوسی جگہ بیٹھ گیا صرف ایک آواز آواز تو نکلی مگر پھر دُم بہی نہ ہلا سکا۔ ملازم ہمنشیں ابہی چہرہ دستی سے حیرت میں تہے کہ اسی اثنا میں ریچھ نظر آیا کہ شکل ہوائے تیز بہاگتا ہوا راجہ پر آرہا ہے چونکہ فن گولی اندازی میں کمال تہا لہذا ایک ہی گولی سے اوس بلائے سیاہ کو خاک ہلاکت پر ڈالا اور بکمال سرور فرودگاہ پر واپس ہوئے۔

یہ ماجرائے عجیب جب سنا رام سنگھ نے سنا تو سلامتی فرزند پر خوشی کی اور بنارس میں بلواکر بتقاضائے شفقت پدری منع کیا کہ اب بار دگر ایسی خطرناک راہ میں نجاویں میر رستم علی خاں نے انتہاء شفقت سے اپنے سر کی قسم دی کہ طریقہ شکار کا بدل دیں۔ اوسکے بعد جب رغبت شکار کی ہوتی تو صحرا میں خیمہ نصب ہوتا اور درختوں پر مچان باندھکر شکار ہوتا رہتا بلونت نامہ غلام حسین خاں

بوجہ حسد و التماس پسران میر رستم علی کا قصد قید راجہ بلونت سنگہ کرنا اور اونکا نکل جانا پھر پانچ لاکھ روپیہ طلب کرنا اور معاملہ ڈیڑھ لاکھ پر ہونا

حسد ایسی آتش خانماں سوز ہے کہ جب بھڑکی تو بحر خشک و تر اقلیم کا لحاظ نہیں کرتی اور بغض وہ سیل بنیاد کن ہے کہ جب شباب میں ہوئی تو تمام دوستی کی کشتی اس میں ڈوب گئیں۔ بہت سے بناہائے عہد و وفا کے اس خانہ برانداز نے توڑے اور بہت سے رخنہ ہائے زرکار صدق و صفا اس دشمن دوست گداز نے تباہ کئے تفصیل مقدمہ بالا یہ ہے کہ جب آفتاب دولت بلونتی اوج کمال پر پہونچا اور اونکی سطوت نے قاعدہ نافرمانی و سرکشی کو کھو کر پھینکدیا اور مثل مہر خاوری ذرہ پروری رعایا میں مشہور ہوئے اور اونکی نیکیوں و اوصاف کی حکایات سے ہر کان آشنا ہونے لگی رعایا اونکی حسن سلوک سے دلجمعی سے اپنے کاموں میں مصروف اور تمام لوگ طرز معاشرت و ثبات عہد سے دل باختہ ہو رہی تھی زراعت میں کثرت پیداوار اور خزانہ معموری سے سرشار تھا۔ رگ حسد پسران میر رستم علی حرکت میں آئے اور خار رشک اُنکے دلوں میں کھٹکنے لگا۔ ایک روز خلوت میں اپنے باپ سے درد دل کو بیان کیا۔ سلامت علی خاں بڑی

صاحبزادے کہ زبان آور تہے کہنے لگے کہ اگر بلونت سنگہ مثل سام نریمان ورستم دستان ہیں
تو اس مرتبہ پر نہیں ہیں کہ ہم پر تفوق کریں ہم لوگ اوسکی ثروت وحکمت کے مقابلہ میں
کوڑیوں کے مثل ہیں۔ خزانہ اوسکے پاس وافر ہے فرط غرور رعونت سے کسی کو کچہ نہیں
سمجھتا۔ مال وآمدنی اوسکے باپ کی اول تو خود انتہا نہ تہی اور اب تمام محالات مفوضہ اوسکے شیرمادر
ہو رہی ہیں یہی نوکر دسواں بیسواں حصہ اوسکے محاصل سے حضور میں دیدیتے ہیں یہہ
بات کہلی ہوئی ہے کہ اوسکا ذخیرہ روز تنگدستی طلازمان کام نہ آوے گا۔ اور دور از حال
وقت سختے سرکار یہہ دوست بیگانہ ہونگے۔ اور کون ایسا کام و مہم ہے کہ اوسکی انصرام
کا ہم لوگوں کو حکم ہوا۔ اور ناتمام رہی ہم لوگ کسی بات میں راجہ بہادر سے کم نہیں ہیں۔
مگر حکم حضور سے مجبوری ہے۔ بہر طور محض دولت خواہی سے عرض ہے کہ اگر مقرون صلاح
کار ہو تو راجہ بہادر سے تنگ گیری کیجاوے اور نصف حصہ مال وزر اندوختہ سے داخل
کرایا جاوے اور اگر بہ خوشی خاطر جو کچہ تہائی بہی دے تو قبول فرمالیا جاوے اس سے زیادہ
ہم پریشانی و تنگی کو گوارا نہیں کرسکتی۔
میر رستم علی خاں نے تقریر فرزندان سنکر تہوڑی دیر تک تامل کیا کہ اس کام کے شروع میں
تدبیر معقول سوجہیں۔ چونکہ منسارام سنگہ زر مقبولہ سالانہ سے دامے درمے باقی نہ رکہتے۔
لہذا عہد توڑنے پر حیلہ تلاش کیا مگر نہ پایا۔ آخر طمع طماع نے عہد شکنی کی ترغیب دی تا اینکہ
یہ رائے قرار پائی کہ جب بلونت سنگہ سلام کو حاضر ہو تو اوسکو بٹہا رکہیں اور گہر نہ جانے
دیں چونکہ منسارام سنگہ شیفتہ و دلدادہ پسر ہے لہذا بیٹے کے چہڑانے میں تمام مال
دیدیں گے۔ اسی ارادہ پر چند روز بسر کیا مگر مطلب نہ حاصل ہوا۔ کیونکہ رفیقان جاں نثار
راجہ کو ایک لمحہ بہی تنہا نہ چہوڑتے تہے۔ آخر ایک روز میر رستم علی خاں نے بلونت سنگہ کو
خلوت میں طلب کیا کہ اپنے مقصود کو پورا کرسکیں۔ راجہ باعتبار صفائی باطن اوٹھ کہڑے
ہوئے اور چلدئے اتفاق سے ایک خادمان ناظم نے کہ اس راز پر واقف تہا جنبش

ابروے منع کیا۔ اور راجہ بہادر اوسکے اشارہ کو اپنے فراست سے سمجھ گئے فوراً گھوڑے
پر پہر سوار ہوکر اپنے مکان پر واپس ہوئے اور بذریعہ ایک معتمد کے کہلا بھیجا کہ راہ میں
پیچ شدید شکم میں عارض ہوگیا۔ لہذا حاضر نہ ہوسکا۔ بعد اُسکے اوسی خادم رازدار سے
کل قصہ سنا تو بلا حصول اجازت جانب کوہستان چلے گئے۔ اور وہاں سے عریضہ مشعر
استعفائے خدمت بھیجدیا۔ میر رستم علی خاں نے جب دیکہا کہ مطلب نہ حاصل ہوا تو
بطور تجاہل عارفانہ منسارام سنگہ سے وجہ حاضر نہ ہونے اور بلا رخصت چلے جانے بلونت سنگہ
کی دریافت کیا۔ چونکہ منسارام سنگہ ارادہ بد عہدی میر موصوف سے دل پر از غبار ہو رہے تہے۔
ناک بہوئیں چڑہا کر جواب دیا عارضہ آدمی کو مجبور کر دیتا ہے وجہ حاضر نہ ہونے کی پیچ اور
قراقر شکم ہے اور کوہستان کی طرف چلا جانا بخوف دراندازان ستم پیشہ ہے بعداً اُسکے
رہنے سے کیا نفع اور چلے جانے سے کیا ضرر۔ جواب عریضہ کا جسطور سے مناسب ہو
لکہا جاوے میں حاضر آستانہ دولت ہوں جو حکم ہو اوسکی تعمیل کو موجود ہوں۔
خان ناظم نے جب یہ تقریر سنی یقین ہوگیا کہ راز کہل گیا فکر جواب میں تہے کہ صلابت علی
خاں نے سبقت کرکے بے محابا کہا کہ ہاں لقمہ زیادہ دہن سے کہانا اور معدہ کو خوب
ٹھوس کر بہر لینا سبب پیچ ناف و درد شکم ہے زیادہ پانی پینے سے گلے میں ضرور پہنستا ہے
اُسوقت کی صحبت برہمی سے تمام ہوئی۔ چونکہ علحدگی منسارام سنگہ مدار المہام سے رعایا کی ناخوشی
کا خیال تہا اور ان کی رد و بدل میں نظم و نسق ملک میں اختلال و فتور عظیم کا سبب تہا۔
لہذا کوئی تدبیر پیش رفت نہ ہوئی۔ آخر مشورہ طبع سلیم یہ قرار دیا کہ یہ سلسلہ کہ چلا یا گیا ہے۔
معطل بہی نہ چہوڑنا چاہیے۔ مجبوراً کہل پڑے اور پانچ لاکہہ روپیہ کی درخواست کی منسارام
سنگہ نے بمقتضائے عقل انکار کیا اوس طرف سے اصرار پر اصرار تہا۔ آخر نند کشور نے
کہ واسطہ سخن تہی بعد قیل و قال بسیار ڈیڑہ لاکہہ روپیہ پر معاملہ صاف کیا اور قصہ کوتاہ ہوا
منسارام سنگہ فکر جمع کرنے زر جرمانہ میں ہوئے جو کچہہ زر نقد تہا وہ دیا ما بقی کا وعدہ مال و متاع

خانہ فروخت کرکے دیا اور اظہار کمال افلاس میں مدت میں اداکیا اور تمام اثاث البیت اونکا اس تاوان میں جاتا رہا۔ پھر بلونت سنگہ کو اضلاع کوہستان سے طلب کرکے خلعت بحالی حضور ناظم سے دلاکرتسلی کی مگر راجہ بہادر بمفاد ع۔ تکیہ برعہد تو اے بادصبا نتواں کرد۔ ان سب کو مار آستیں سمجھکر ایک لحظہ غافل نہ رہتے اور سلام میر مذکور کو کمتر جاتے۔ منسا رام سنگہ بھی ہرچند حسب معمول صبح و شام جاتے اور میر رستم علی خاں اونکی رفع وحشت بظاہر لطف و شفقت سے کرتے مگر دل میں اونکی لطف زبانی کا اثر نہ ہوتا اور مثل آئینہ کے صفائی ظاہر اور غبار باطن سے بسر کرتے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

از شیوۂ ہمدماں ایں دور خلاف   گویم سخنے اگر نہ گیری بہ گزاف
چوں شیشۂ ساعت اند پیوستہ بہم   دلہا ہمہ پرغبار و روہا ہمہ صاف

راجہ منسا رام سنگہ صاحب کا مالک مستقل سرکار ہونا

راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ اس باب میں چونکہ تحریر مورخین یعنی خیر الدین حسین و غلام حسین خاں مختلف ہے کہ تطبیق اوسکی ممکن نہیں ہوسکی اور ہر ایک کی تحریرات میں لطف تازہ تہا لہذا علحدہ علحدہ تحریر کرنا مناسب سمجھا گیا۔

خیر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب سے وزیر الممالک برہان الملک نے کہ بعد پانے صوبہ اودہ کے خدمت وزارت سے بھی مخلع ہو چکے تہے میر رستم علی خاں کو نظامت ہر چہار سرکار پر اپنی طرف سے بھی بدستور سابق زمانہ مرتضی خاں بدستور بحال رکھا تہا اوس وقت سے برابر مفسدان و غمازان میر رستم علی کا عیش و نشاط میں اوقات بسر کرنا بیان کرکے مزاج وزیر الممالک کو برہم کرنا چاہتے تہے مگر نواب مذکور کو بخیال سیادت لحاظ میر صاحب کا تہا لہذا توجہ نہ فرماتے تا اینکہ محمد شاہ بادشاہ نے ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۹ء

میں برہان الملک کو شاہ جہاں آباد میں بلایا اور اونہوں نے اپنے بھانجہ و داماد مرزا محمد[۵] مقیم کو جنکا لقب ابو المنصور خاں صفدر جنگ مرکا، محمد شاہی سے ملا تہا اپنا نائب مقرر کیا۔

حریفان میر رستم علی نے موقع پاکر عرض کیا کہ میر رستم علی کو مطلقا توجہ احوال رعایا و ملک پر نہیں ہے اور عیش و نشاط میں مشغول رہتے ہیں اور چونکہ اپنا توسل نواب مرتضیٰ خاں سے سمجہتے ہیں لہذا بغیر ذریعہ بندگان عالی کے زر فاضل نواب مرتضیٰ خاں کو بھیجنا

---

[۵] جب ۱۱۳۳ھ مطابق ۱۷۲۰ع میں صوبہ داری اودہ کی برہان الملک کو ملی اور سال اول کے انتظام میں ستر لاکہ سے ایک کرور سات لاکہ ہوئی اور محمد شاہ کے دربار سے بجلدوے خدمت و حسن انتظام خطاب برہان الملک ملا اور تیسرے سال دو کرور پر پہونچے اور لطف یہہ کہ تمامی رعایا و ملازم بہی خوش تہی اسی سال یعنی ۱۱۳۵ھ گیارہ سو پینتیس ہجری یا ۳۶ ہجری میں برہان ملک کو اپنی نور دیدہ نواب بیگم صاحبہ کے عروسی کی فکر ہوئی اور نثار محمد خاں مخاطب بہ شیر جنگ برادر زادہ سے کہ نسبت ہی بوجہ اونکی آوارگی طبیعت کے مناسب نہ سمجہی کیونکہ مزاج برہان الملک میں پرہیزگاری و تقوی تہا۔ اور ہندوستان میں دوسرا کوئی شخص قابل ہوند نہ تہا مجبوراً مرزا محمد مقیم خواہرزادہ کو نیشاپور اپنے وطن سے بلایا اور صاحبزادی مذکور کا عقد کر دیا اور خطاب صفدر جنگ کا دربار محمد شاہ سے منگا دیا اور اپنی نیابت و بندوبستی میں تعلیم قواعد سلطنت و درس فنون معدلت و نکات حرب و ضرب سکہلا کر اپنا قائم مقام بنایا اور جب دہلی جانے لگے تو اختیار نظم و نسق و صلح و جنگ صوبہ مذکورہ کا دیکر خود حاضر دربار محمد شاہی رہے۔ آخر ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ۱۷۳۸ یا ۱۷۳۹ء میں جبکہ نادر شاہ آئے تہے اور اونکی جنگ میں تردد نمایاں کرنے سے شقاقلوس (پہوڑا) میں جو کہ پیر میں تہا زیادتی ہو گئی۔ آخر ماہ ذی حجہ ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ۱۷۳۸ یا ۱۷۳۹ء میں شاہ جہاں آباد میں انتقال کیا۔ اونکے بعد مرزا مقیم صفدر جنگ موصوف الذکر کو بادشاہ سے خلعت صوبہ داری اودہ و اکبرآباد کا ہوا۔

نوٹ۔ بعد انتقال برہان الملک کے صفدر جنگ بہادر پہلی نیابت میں صاحبزادے برہان الملک کے نہایت خیر تہا کام کرتے تہے مگر بوجہ انتقال اُنکے بعارضہ چیچک خود مستقل ہو گئے۔ ملاحظہ ہو تاریخ اودہ جلد اول کمال الدین حیدر۔

چاہتے ہیں نواب ابو المنصور خاں کو غصہ آگیا اور بہ قصد تادیب میر رستم علی خاں فیض آباد سے روانہ ہو کر حوالی جون پور میں پہونچے۔

بعض دولت خواہان میر رستم علی نے کہ غبار ملال منسارام سنگھ سے رکھتے تھے میر رستم علی سے کہنے لگے کہ یہ فساد و آتش افروختگی منسارام سنگھ کی ہے بظاہر آپ کا فدائی و بباطن درپے انہدام دولت ہے لہذا نواب صفدر جنگ کو کوشش کرکے بلایا ہے۔ میر رستم علی کو سنکر تحیر ہوا جب منسارام سنگھ سے دریافت کیا تو چونکہ منسارام سنگھ مدار المہام صاف دل و مرد ہوشیار تھے لہذا جواب دیا کہ میں آپ ہی کی وجہ سے اس عروج کو پہونچا مجھسے ایسی بیوفائی حق ولی نعمت میں کیونکر ہو سکتی ہے میرے دشمن کہ خار رشک سے مضطرب ہیں میری ذلت کیواسطے یہ تمہید کررہے ہیں۔ میر رستم علی نے جواب دیا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو ایسی تدبیر کرو کہ صفدر جنگ اس طرف نہ آویں موصوف نے کہا یہ تدبیر بپیغام و سلام سے انجام نہ پاوے گی اگر اجازت ہو میں خود حضور نواب میں حاضر ہو کر کاربرداری نواب کو طاؤں۔ اور کچھ نذرانہ حضور میں گذرانکر بدگمانی دور کرکے خوش کروں مگر صورت جدائی میں آپکے مزاج سے بھی اندیشہ ہے۔ کہیں ایسا نہو کہ حریف قابو پاکر میری خیر خواہی کو صورت بدخواہی میں ظاہر کریں اوسوقت اس طرف سے راندہ اور اُس طرف سے راندہ ہوں گا۔ میر رستم علی نے رائے کو پسند فرماکر اپنی طرف سے بذریعہ قسم کے مطمئن کیا اور تحفہ و ہدیہ دیکر ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۸ء میں روانہ کیا۔

مشارٌالیہ جونپور میں لشکر نواب میں آئے اور تحفہ و ہدیہ دیکر سلیقہ دانشمندی و کاردانی سے غبار خاطر نواب کو جانب میر رستم علی خاں سے صاف کیا اور روزمرہ کی حاضر باشی سے پھر نواب کو بر سر ملاطفت و نرمی لائے۔ جب معاملہ کا ذکر آیا تو مدار المہام نے بوسیلہ درباریان حضور بحالی چہار سرکار بنام میر رستم علی خاں باضافہ چہار لاکھہ کو عرض کیا۔

مگر نیرنگی زمانہ عجیب عجیب گل کھلایا کرتی ہے اور ہونیوالی بات ہوکر رہتی ہے مدارالمہام تو اس کوشش مذکور میں تھے۔ ادہر نواب برہان الملک کے رقائم نواب صفدر جنگ کے نام اس مضمون کے پہونچے کہ سرکار غازیپور شیخ عبداللہ[1] غازی پوری کو دیدیجاوے بعض مصاحبان صفدر جنگ نے کہ شیخ عبداللہ کے دوست تھے خلوت میں صفدر جنگ سے عرض کیا کہ شیخ عبداللہ مدت سے ملازم حضور اور اس سفر میں ہمراہ رکاب ہیں نیز حکم نواب برہان الملک یہی ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ سرکار غازیپور اونکو دیدیجاوے۔ اور باقی تین سرکار میر رستم علی پر بحال رہیں۔ نواب کو یہ رائے پسند آئی۔ کارپردازان نواب نے منسارام کو آگاہ کیا انہوں نے عذر معقول عدم جسارت بدون اجازت میر رستم علی عرض کیا۔ غرض بات کو طول ہوا۔ نواب کے کارپرداز اصرار کرتے مدارالمہام انکار کرتے

[1] شیخ عبداللہ غازی پوری ابتداء شباب سے سرکار نواب سعادت خاں برہان الملک میں ملازم ہوئے اور اپنی دانشمندی سے مرتبہ رسالداری پر پہونچے جب نواب برہان الملک حسب طلب محمد شاہ بادشاہ جہاں آباد گئے تو شیخ عبداللہ نے وہاں کے سرداروں سے راہ ورسم پیدا کرکے جاگیر خان زماں مواتی کو کہ غازی پور وبہوجپور میں تھے بطور دعنہا ٹھیکہ لیا اور اوسکا روپیہ وقت پر ادا کرتے رہے۔ یہ خوش دہندی دیکھکر جاگیرداران بنارس وغازی پور نے بھی اپنی جاگیریں اونکو سپرد کردیں اسوجہ سے شیخ کو عروج ہوتا گیا۔ پھر شیخ شمس الحق کو اپنی طرف سے ناظم مقرر کیا اور خود حضور نواب میں حاضر رہے تا اینکہ سنہ ۱۱۵۱ھ مطابق سنہ ۱۷۳۴ء میں نواب ابو المنصور خاں نے میر رستم علی خاں کو حکومت ہر چہار سرکار سے معزول کیا اور سرکار غازی پور کو تین لاکھ روپیہ کی جمع پر شیخ مذکور کو دیدیا۔ تین برس وچند ماہ حکمراں رہے اونکے حکم سے شیخ شمس الحق نے چہل ستون ومکانات کنار دریا تین لاکھ کے خرچ سے بکمال مضبوطی بنوائے۔ جو آج تک تماشہ گاہ خلائق ہے۔ شیخ عبداللہ سنہ ۱۱۵۷ھ مطابق سنہ ۱۷۳۹ع میں مرے اور چار لڑکے چھوڑے۔ فضل علی خاں۔ کرم اللہ خاں۔ سعداللہ خاں۔ سعیداللہ خاں۔

بلونت نامہ خیرالدین حسین۔

تاآنکہ دوسرا شعبدہ ڈھ کھڑا ہوا یعنی شیخ عبداللہ نے مطلع ہو کر چہار سرکار کو باضافہ آٹھ لاکھ روپیہ کے چاہا یعنی چار لاکھ اضافہ مقبول کردہ منسارام سے بھی بڑھ گئے۔ کینہ جویان و غمازان کو حضور میر رستم علی خاں میں پورا موقع ملا کہ یہ سب غمازی منسارام سنگھ سے ہو رہا ہے۔ میر رستم علی خاں کو چونکہ ادبار کا سامنا تھا اور قاعدہ مقرر ہے کہ ادبار آنے پر پہلے عقل سلب ہو جاتی ہے یعنی جاتی رہتی ہے۔ لہذا حریفوں کی بات کا یقین ہو گیا اور منسارام سنگھ سے بدگمان ہو گئے اور تحریرات خشونت آمیز لکھنے لگے۔ بلونت سنگھ کو جو حاضر خدمت تھے رنجش سے بددل کر دیا۔ اور اونکے حریفان و غمازان کو اپنی صحبت میں دخل تمام دیدیا۔ پھر دوسرے شخص کو بغرض سفارت حضور نواب میں بھیجا کہ بمقابلہ منسارام سنگھ بذریعہ متوسلان حضور گفتگو کرے اور مدارالمہام کو معاملہ میں دخل نہ دے۔

لطف تازہ یہ کہ اونہیں حریفوں نے منسارام سنگھ کو بھی اس رائے میر سے اطلاع دیدی اور کاہ کو کوہ کر دیا منسارام سنگھ اس قسم کی تحریرات دیکھ کر ناقدردانی خداوند ناشناس پر بہت متاسف ہوئے اور اپنی دوستوں سے جو درباری نواب تھے استشارہ کیا اون سب نے یکزبان و متفق اللفظ کہا اتفاق ہر دو طرف سے شرط ہے جب تمہارے خان کی طرف سے یہ نفاق ہے تو پھر آپ کو اتفاق کرنا کیا ضرور ہے اب تو ہماری صلاح یہ ہے کہ اون کی رفاقت سے کنارہ کرو اور نواب سے خلوص رکھکر اپنی التجا پیش کرو۔ ور ذرہ سے جانب آفتاب رجوع لاؤ چشم زدن میں تم کو برابر میر صاحب کر دیں گے۔

بہر طور منسارام سنگھ نے خیال کیا کہ حریفوں نے اپنا کام دربار میر رستم علی میں پورے طور سے کر لیا اب مجھے وہاں دخل پانا مشکل ہے اگر ملک میر صاحب پر بحال رہا تو ہچشموں میں موجب خفت و ذلت ہوگا۔ مجبوراً کارپردازان نواب سے رجوع کر کے خدا کی مرضی کے امیدوار رہے۔ آخر تین سرکار کو تیرہ لاکھ روپیہ پر قبول کیا اور سرکار غازی پور تین لاکھ روپیہ پر بنام شیخ عبداللہ مقرر ہوئی سند ہر ایک کو دیگئی۔ اور راجہ کا خطاب بھی منسارام سنگھ کو دیا گیا۔

راجہ موصوف نے سند ہر سرکار اپنے نام نہ لکھایا بلکہ اپنے فرزند راجہ بلونت سنگھ کے نام ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۸ء میں لکھوایا طرف کوتوالی شہر بنارس و دارالضرب بنارس و قلعداری جونپور تعہد راجہ صاحب سے علحدہ ہوکر دوسرے متوسلین کو ملی۔ اور دونوں صاحبوں کو خلعت ملی اور حسب التماس فوج بغرض دخل دہانی دونوں حضرات کو دی گئی۔ میر رستم علی خان آگاہ ہوکر نہایت متاسف ہوئے کہ میں نے ان حریفوں کی وجہ سے راجہ کو ناخوش کیا اوسکا یہ ثمرہ دیکھنے میں آیا۔ مگر وقت نکل جانے پر کیا ہوسکتا ہے آخر بدسگالی دشمنوں سے اپنی جان کا خوف کر کے اہل و عیال کو لیکر براہ مرزاپور الہ آباد چلے گئے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ فخرالدین حسین

اور غلام حسین خاں کنبوہ جو کہ مصاحب بلونت سنگھ تہے اور بعد کو عہدہ سپہ سالاری لشکر انجام دیتے تہے اور آخر تک صحبت راجہ جیت سنگھ صاحب میں بمقام آگرہ رہے۔ اس باب میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ جب میر رستم علی خاں نے استقلال حکومت سرکار بنارس سے مرور زمانہ پر اقتدار و ثروت پیدا کر لیا تو بہ مقتضا مصرع۔ طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی اونکو ہوس زیادتی مراتب و مناصب دل میں آئے۔ اُسوقت نواب عمدۃ الملک امیر خاں جو کہ امرائے عظام شاہی داد لادشاہ نعمت الدولی سے تہے صوبہ دار الہ آباد تہے اور اونسے و نواب ابوالمنصور خاں صوبہ دار اودہ سے کمال درجہ محبت تہی اور اوسی محبت کی وجہ سے تمام کام نواب مرتضیٰ خاں فوجدار بنارس کے نواب مذکور کے ذریعہ سے ہوتے اتفاقاً نواب عمدۃ الملک امیر خان سواد الہ آباد میں موجود تہے اور اُنکے لشکری سرکشان اطراف کے زیر کرنے میں مشغول تہے۔ میر رستم علی خاں اس نزدیکی کو غنیمت سمجھکر تحفہ و ہدیہ بھیجکر اونکی احکام و فرمائش کو دل سے بجالائے اور مورد نظر الطاف نواب امیر خاں ہوئے۔ مگر جیساکہ میر مذکور کا رسوخ مزاج عمدۃ الملک میں ہوا ویسا ہی دل نواب ابوالمنصور خاں میں ریشہ عداوت میر مستحکم ہو گئی۔ دل میں قرار دے لیا کہ کسی حیلہ

سے ان کو قابو میں کرکے ذلیل کرنا چاہئے۔ تاآنکہ نواب عمدۃ الملک انتظامات صوبہ الہ آباد سے فارغ ہوئے اور حسب طلب سلطانی روانہ دہلی ہوئے اور وہاں پہونچکر مورد انظار مرحمت خسروانی ہوئے اور رفتہ رفتہ اون کا اعزاز بڑہتا گیا اور بوجہ زیادہ دخل مزاج شاہ میں اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر اعظم سے بمقابلہ پیش آگئی۔

چونکہ ہر بات کہ مقدر سے ہونے والی ہوتی ہے اوسکے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں میر مذکور نے نیرنگ تقدیر سے غافل ہوکر غلط نمائی حرص سے انجام کار پر غور نہ کرکے عریضہ مشعر استدعا سند حکومت ہر سہ سرکار بنارس و جونپور وچنار اصالتاً و نیابت الہ آباد بذریعہ نواب مستطاب امیر خاں حضور شاہ میں بھیجا۔ یہ بات جب مخبران راست گفتار کے ذریعہ سے نواب ابو المنصور خاں کو معلوم ہوگئی تو نہایت طیش میں آکر کہا اس شخص کا نصیب پلٹ گیا ہے اور زیادہ پس و پیش کا خیال نہ فرماکے دیر کرنے میں نقصان دولت سمجھکر میر رستم علی خاں کو بہ حیلہ طلب فرماکر قید خانہ میں کردیا شمع دولت رستمی بجھ گئی اور ترکی تمام ہوگئی۔ زمانہ غدار نے اپنی عادت کا اظہار کیا اور روز روشن اقبال کا تیرگی شب زوال سے مبدل ہوکر قلب اقبال لایبقا ہوگیا بہ اشارہ نواب ابو المنصور خاں متصدیان دفتر نے کاغذ کو مثل نامہ عمل سیاہ کرکے زر بے حساب اُنکے ذمہ نکالا اور مواخذہ و مطالبہ شروع ہوا وصول کرنیوالوں نے اونکی حرمت کے لحاظ کو چھوڑدیا اور جسقدر بے عزتی اونکی امکان میں تہی سب کو پورا کیا۔ غریب کے پاس جو کچہ اثاثہ تہا تاوان میں دیا مگر پہر بہی نجات نہ ہوئی تا اینکہ یقین ہوگیا کہ اگر محض جان بچی اور نجات ہوجاوے تاہم غنیمت ہے۔ ہمیشہ اشک حسرت آنکھوں سے گراتے اور گیلے ہوئے رخساروں پر ندیاں آنسوؤں کی جاری رہتیں۔

چونکہ نواب ابو المنصور خاں کو نائب ناظم کے بغیر انتظام ملک کیواسطے چارہ نہ تہا اور بجز منسارام سنگہ کے کوئی شخص بہ لحاظ کثرت وقوف و اطلاع و بصیرت تامہ کیفیت اُن اضلاع میں نظر نہ آیا۔ لہذا پروانہ سرکار نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ کے مہر سے اس مضمون

کا صادر ہوا۔
آں سلالہ خصوصیت دستگاہ مطمئن بودہ تمشیت امور متعلقہ پردازد و در نظم ونسق دقیقہ فرو نگذارد
وقسط سرکار بر وقت رساند و مارا متوجہ احوال خود داند۔
چونکہ منسارام سنگھ کو میر رستم علی خاں سے دل میں غبار تھا جیسا کہ تحریر ہوا تو اس پروانہ کے
ورود کو اونھوں نے فال اقبال خود سمجھا فوراً عریضہ جواب میں مشعر ادائے شکر واستدعاء
خلعت ودستک فوجداری روانہ کیا تاکہ بسبب تسکین قلوب ورفع فساد ہو۔
جب ایام حیات میر رستم علی خاں ختم ہوگئی جسکا ذکر آرہا ہے تو راجہ مذکور کو اطمینان کلی ہوگیا
اور چار لاکھ روپیہ نذرانہ بھیجکر خلعت ودستک وخدمت ملبوس خاص کہ ہر دو سرکار بنارس
وجونپور اوسکے مصارف کیواسطے مخصوص تھیں لیکر سربلند ہوئے اور خطاب راجگی کا
بھی اوسی کے ساتھ ملا کہ اوسکی پہلے لفظ راجہ کا اُنکے نام کے ساتھ نلیا جاتا تھا۔
بہرطور جب زمانہ قید میر رستم علی خاں زیادہ ہوا اور اُنکے بڑے فرزند میر سلامت علیخاں
سے یہ حال باپ کا نہ دیکھا گیا تو بغرض چارہ جوئی دربار شاہی دہلی میں حاضر ہوئے
اور بذریعہ نواب عمدۃ الملک فرمان خلاصی پدر حاصل کرکے فوراً واپس ہوئے
مگر ابھی راہ ہی میں تھے کہ خبر وفات میر مظلوم اور اونکا تابوت بنارس میں پہونچنا سنا۔
لوگ کہتے ہیں زہر دیا گیا راست ودروغ برگردن راوی۔
سلامت علی خاں نے جب یہ خبر سنا بیہوش ہوگئے اور فرط رنج سے ہوش وحواس
جاتے رہے اور اوسی رنج میں کہ جان پدر ومال کی بربادی تھی اپنی بھی جان دینا چاہا
مگر رفیقوں نے بچایا تا اینکہ اوسی حال سے وارد بنارس ہوئے۔ اُنکے آنے پر تمام
گھر میں کہرام برپا تھا اور چونکہ رعایا سایہ عنایت میر میں مرفہ تھی اور مہد معدلت میں خوگر آرام
ہو رہی تھی لہذا ہر کوچہ وگلی سے آواز نوحہ وشیون بلند تھی۔
راجہ منسارام اور بلونت سنگھ نے بھی مراسم ظاہری کو ترک نہ کرکے شریک گریہ وبکا

وماتم دعزا رہے۔ اور عذر قصور تعہد ملک کو بوجوہ فتنہ ہوجانے وحدوث انواع مفاسد کے پیش کیا۔ سلامت علیخاں کو اگرچہ دل پر داغ تھا مگر بجز قبول کر لینے کے چارہ کیا تھا آخر کار تاب ملاحظہ رفعت وغلبہ اُن لوگوں کا نہ لاکر قصد ترک بودوباش بنارس کیا۔ راجہ منسارام سنگہ اور بلونت سنگہ نے نہایت سماجت ومنت واصرار سے چاہا کہ دو تین محال کا خراج اُنکے مصارف دوامی کے واسطے مقرر کریں اور پچاس ہزار روپیہ نقد بھی پیشکش کیا مگر سلامت علی خاں نے بمقتضائے غیرت قبول نہ کیا اور قبایل واعزا کے ساتھ جانب پورب روانہ ہوئے۔ غازی پور میں نواب فضل علی خاں پسر شیخ عبداللہ ناظم غازیپور نے تواضع کیا اور بوجہ محبت سابقہ کہ درمیان میر رستم علی خاں وشیخ عبداللہ تھی انتہا درجہ کی مدارات ومہمان نوازی کی جب سلامت علی خاں نے آگے جانے کا قصد کیا تو اونھوں نے براہ محبت منع کیا مجبوراً وہیں رہ گئے اور ایک عریضہ مشعر حال مظلومی وستم رسیدگی حضور نواب عمدۃ الملک میں روانہ کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

ناظم غازی پور نے پرگنہ سید پور کو بامداد مصارف مہمانان میں دیدیا۔

فرزند علی خاں برادر زادہ میر رستم علی خاں کہ طبع خود پسند رکھتے تھے اور زیادہ حرکات اونکی مشابہ جنون ہوتیں بنگالہ[1] چلے گئے اور ہمراہ مہابت جنگ جنگ جو بیان میں زخمی ہوے پھر بنارس آئے۔ اور باپ وچچا کے قبر کے مجاور رہکر فقیرانہ زندگی بسر کی سلامت علیخاں کو باپ کے غم میں تپ محرقہ ہوگئی جب علاج اطباء یونانی مفید نہوا تو ویدوں سے رجوع کیا آخر انتقال کر گئے۔

بعد وفات سلامت علی خاں اُنکے چھوٹے بھائی فضل علی خاں نے کہ طبع آرمیدہ رکھتے تھے ہوس کو دخل نہ دیکر اوسے معاش پر کہ ناظم غازیپور سے ملتے قانع وصابر رہے۔

---

[1] چونکہ حال بنگالہ حالات راجہ بلونت سنگہ میں آرہا ہے لہذا یہاں پر بخوف طوالت ترک کیا گیا۔

راجہ منسارانگہ باتفاق بلونت سنگہ انتظام مہمات مالی و ملکی میں مصروف ہوئے۔ اور رعایا کو خوش رکہنے و آباد رکہنے میں اپنی توجہ مصروف رکہے تا اینکہ آب و رنگ تازہ اِس باغ ملک میں نمودار ہوا۔ اور تمام رعایا بفراغ بالی بسر کرنے لگی۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

مسخر کرنا راجہ منسارام و راجہ بلونت سنگھ کا قلعہ ٹھٹھرہ کو

پرگنہ کسوار کے دو طرف یعنی بھگنی و منجھوا کے فتح ہوجانے کا حال بیان ہو چکا ہے صرف جانب ٹھٹھرا باقی تہا اور اوس محال کے زمیندار کہ وہ لوگ اپنے ہم قوم چار ہزار شخص سلاح بند تہے حکام سابقہ کی اطاعت نہ کرتے اور محصول واجب سرکار نہ دیتے بلکہ دست برداشتہ جسقدر چاہتے دیا کرتے۔ پچھلے حاکموں نے اونسے تغافل کو دخل دیا تہا مگر راجہ منسارام سنگہ کے طبع غیور پر اوس قوم کی شوخی گراں تہی تاہم اوس جماعت راجپوت مکدل سے کہ اقلیم ہند میں جاں بازی و سرفروشی میں خصوصاً بہ جنگ تلوار ضرب المثل تہے لڑنا امر سہل نہ سمجھتے تے لہذا تغافل کو دخل دے رکہا تھا۔ جب راجہ مذکور کا اقبال خداداد اِس مرتبہ عظیمہ پر پہونچا اور سابق میں جو تہائی حصہ موضع گنگا پور کے مالک تہے تو وہ مردم خود سر دولت راجہ مذکور کو حساب میں نہ لاتے خصوصاً دہاقین تو عجب عجب کلمات سے یاد کرتے۔ بلونت سنگہ تنگ ہوکر شجاعت مردانہ سے حملہ آور ہونا چاہتے مگر اونکے والد مانع ہوتے تا اینکہ سنگ تفرقہ سے اُنکی جمعیت میں پراگندگی پڑ گئی۔ جسکی تفصیل یہہ ہے کہ ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۵ء میں لال شاہ نامی راجپوت کو جو سرگروہ پرگنہ منجھوا تھے اپنے حضور میں طلب کرکے اونکو مع دو سو شخص اونکی برادری کے ملازم رکہا اور اُنکا افسر بنایا اور اعزاز و توقیر کرکے اونکو اپنا خیر اندیش کیا اور بعد چندے اُنکے موضع کو جو اونکا مسکن تہا جاگیر میں دیکر خلعت اسپ و اسلحہ سے سرفراز کرکے حکومت ہر دو محال

یعنی منجھوا وٹھٹرہ کی اُنکو دیدے۔ زمینداران ٹھٹرہ کہ فرمان پذیری راجہ سے منکر تہے اپنے ایک ہم قوم کی اطاعت سے اور تنگ دل ہوئے۔ اور بجز اسکے کوئی تدبیر نہ پائی کہ مستاجر محال خود کے خود ہی کیوں نہوں۔ راجہ کو پیام دیا کہ ہم کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا آتش جنگ کو ہمارے درمیان میں روشن کرتا ہے۔ لہذا جسقدر کہ لال شاہ سرکار میں ادا کریں ہم بہی دیسکتے ہیں۔

اس پیام پر خاطر خطیر راجہ منسارام سنگہ میں یہ بات آئی کہ گذشتہ را صلوٰۃ اب اگر موافق اقرار عمل کریں تو لال شاہ کو ٹھٹرہ کے حکومت پر نہ بہیجنا چاہئے۔

بلونت سنگہ راجہ بہادر نے کہ ریاست مدن اُنکے مزاج میں خلقی تہی اور نہایت غیرت دار فراج تہا اپنے باپ سے کہا کہ کل ایک شخص کو خلعت بخشنا اور آج اوسکو حکومت سے برطرف کرنا دلیل تلون و عاجزی کے ہے لہذا انکی بات سُننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور چونکہ لال شاہ بہی اوسی زمرہ کے ہیں لہذا۔ مصرع۔ زہر طرف کہ شود کشتہ سود سرکار است۔

راجہ منسارام سنگہ نے جب یہ آفرین صلحت فرزند دلبند کی سنا تو پسند فرمایا اور اُن زمینداروں کو بذریعہ اُنکے قاصد و سفیر کے کہلا بہیجا کہ اب مابدولت نے ایک شخص کو اس خدمت پر مقرر کر دیا ہے۔ لہذا یہ آرزو اونکی بیکار ہے اونکو چاہئے کہ براہ اطاعت لال شاہ سے پیش آویں اور محصول واجبی ادا کرتے رہیں اور اونکو بہی ہمنے حکم دیدیا ہے کہ تنگ گیری نکریں اور ہر شخص کی رعایت حسب حال کرتے رہیں۔

اس ارشاد کو سنکر وہ لوگ تو نیم مردہ ناامیدی سی ہوگئی اور آمادہ جنگ ہو بیٹھے۔

لال شاہ نے جب دیکہا کہ انکی استدعا تو مرے حکومت کی بنیاد کو کہو دنے والی ہے لہذا پہلے سے زیادہ آمادہ جانفشانی ازجانب راجہ ہوئی۔ ہم قوم لال شاہ اس معاملہ میں اُنکے موافق ہوئے اور چہیڑ چہاڑ کی غرض سے کہلا بہیجا کہ قلعہ حاکم کے رہنے کی جگہہ ہے اوسکو خالی کردیں۔ زمینداران اطراف نے جب یہہ پیام جانفرسا سنا اوبل پڑے اور کہا جب تک جان باقی ہے یہ آرزو تمہاری نکلنے والے نہیں۔ لال شاہ

بھروسہ پر بلونت سنگھ کے کہ مدت سے استیصال سرکشان کے ارادہ میں تھے آمادہ جنگ ہوکر اپنے تابعین وہم قوم کو لیکر مستعد ہوئے اور حقیقت حال سے راجہ کو اطلاع دی اور اجازت تسخیر قلعہ ومدد توپ و بندوقچی کی خواہاں ہوئے اور خود سامان حملہ میں مشغول ہوئے۔ راجہ صاحب کی طرف سے بابو بجیناتھ سنگھ کو کہ کوہستان میں چار منزل کے فاصلہ پر تھی دو ہزار برق انداز تجربہ کار سے حکم مدد لال شاہ ہوا اور اُنسے اور بابو بجیناتھ سنگھ سے دوستی بھی تھی۔

جب یہہ خبر زمینداران ٹھہڑہ کو معلوم ہوئی تو اِس ارادہ سے کہ بابو بجیناتھ سنگھ کے پہونچنے کے قبل لال شاہ کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ تین ہزار آدمی کم وبیش سے روانہ ہوئے جب باتالی ندی سے جو کہ بھوڑے فاصلہ لشکر لال شاہ سے تھے گذرے تو لال شاہ بھی کروفر کے ساتھ مستعد مقابلہ ومقاتلہ نکلکر سرراہ دشمن سے آملے۔ دن کا آخری حصہ تھا کہ جنگ شروع ہوگئی پہلے توپ و بندوق سے جواب اایک کا دوسرا فریق دے رہا تھا اور انتہائی کوشش طرفین سے ہوئے بعدہ کام نیزہ وشمشیر سے آن پڑا چونکہ معرکہ ہم قوم برادری وہم چشموں میں تھا لہذا دونوں جانب سے انتہا کی بہادری دکھلائی گئی اور سخت لڑائی ہوئی۔ ابھی لڑائی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا اور طرفین ایک کوس کے فاصلہ پر ٹھہرے۔ ہر ایک اِس خیال میں کہ دیکھیے صبح کیا پیش آتا ہے انتظار صبح میں رات کاٹی اور علاوہ زخمی شدہ لوگوں کے تین سو آدمی لال شاہ کی طرف سے مارے گئے اور خود لال شاہ زخمی ہوئے اور اونکا بڑا بیٹا بھی مارا گیا۔

اور سرداران ٹھہڑہ سے پانچ شخص مقتول ہوئے۔ چونکہ قبل معرکہ صبح کو لال شاہ نے ایک ناقہ سوار کو بابو بجیناتھ سنگھ کے لانے کے واسطے جو کہ دوڑتے ہوئے راہ طے کرتے ہوئے آرہے تھے اور ایک منزل رہ جانے پر قیام کر رکھا تھا دوڑایا تھا اسیوجہ سے

بابو مندکو رحال پاتے ہی شبا شب چلکر صبح ہوتے ہوتے نبردگاہ میں پہونچ گئے تھے اور فریقین کے بیچ میں کھڑے ہو کر جنگ کو ملتوی کرکے حکم اوٹھانے وجلانے کشتگان کا دیکر ندا کرادے کہ اب اگر کسی نے طرفین سے ہتھیار پر ہاتھ رکھا اور کسی کو مارا تو سرکاری ملازم اسکو قتل کریں گے اور خود اوسی جگہہ پر قیام کرکے بلونت سنگھ راجہ بہادر کو لکہہ بہیجا کہ تیر تدبیر مہاراجہ منسارام سنگھ نشانہ پر پہونچگیا۔ اب مناسب یہ ہے کہ خود بدولت واقبال اس طرف توجہ فرماویں اور ہر دو پرگنہ کو خام تحصیل کرکے لال شاہ کو دوسرے کام پر مقرر فرماویں کیونکہ جب تک لال شاہ بہانہ رہیں گے مناقشہ وجنگ رہیگی۔

بلونت سنگھ راجہ بہادر نے اس صوابدید پر عامل ہو کر گنگا پور سے جماعت معقول کے ساتھ کوچ کرکے سواد موضع ٹھٹرہ میں لشکرگاہ بنایا اور بابو بجناتھ سنگھ اوسے جا حاضر ہو کر زمیں بوس ہوئے دو شخص سرگروہ ٹھٹرہ سے جو بقیۃ السیف تھے دست بستہ حاضر ہو کر راجہ کے پیر پر گر پڑے اقرار گناہ کیا۔ راجہ خطا پوش عذر نیوش نے گذشتہ باتوں پر توجہ وخیال نہ کرکے کلمات تسلی سے مطمئن کیا اور فرمایا کہ اگر کردار ناہنجار سے کہ تمہاری خرابی کا موجب ہوا باز آؤ تو آبادی رعایا ہم کو منظور ہے اُن لوگوں نے بعد تباہی حال عہدہ برآ ہونا تعہد محال سے محال سمجھکر عرض کیا کہ ہم کو ایک ٹکڑا روٹی کا بنام نان کار مرحمت ہو اوسی مقدار میں بسر کرکے اپنے پیر کو کمل میں پھیلائیں گے۔ اس بات پر راجہ بہادر بلند اقبال نے دس ہزار روپیہ کی نانکار مقرر کردی اور گڑھی ٹھٹرہ کو خالی کرکے حکومت اوس محال کی بابو پرم دت رائے کو کہ اقربا راجہ سے تھے دیکر مراجعت فرمائے اور چونکہ لال شاہ کے وہانپر رہنے میں خیال فساد تھا لہذا حکومت پرگنہ مجھوا کی دوسرے لڑکے لال شاہ کو بخشا اور لال شاہ کو ہمراہ رکاب گنگا پور میں لائے۔ زاں بعد کسی زمیندار اوس محال کو مجال سرتابی نتھی۔ اور محصول واجبی سرکاری برابر دیتے رہے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں۔

لینا قلعہ اکوڑھی کا جسکو اب بڑھل کہتے ہیں

قلعہ مذکور دامن کوہ میں واقع ہے اُس زمانہ میں گرد اوسکے جنگل خاردار دشوار گذار تہا وہاں کے باشندے بوجہ دور ہونے مستقر حکومت و بالیس پرستی حکام سابق کے عادی تمرد و سرکشی ہورہے تہے۔ جب زمینداران ٹھٹھرہ کی سرکوبی و مدد لال شاہ کیغرض سے بجناتھ سنگھ اون اطراف کوہستان سے چلے آئے۔ تو چونکہ گرمی انتہا کی پڑ رہی تہی اس وجہ سے بابو بجناتھ سنگھ واپس نہ جاسکے۔ قلعہ اکوڑھی کے رہنے والوں کو موقع غنیمت معلوم ہوا میدان کو خالی دیکھکر سوہن ندی سے جو خندق قلعہ کے پائین ہے اوترکر گماشتگان سرکار کو کہ اُن مواضعات میں مقرر تہے مارکر چند مواضع کو لوٹ مار کر تاراج کردیا اور جو کچھ پایا لے بھاگے اس دلیری و فتنہ پردازی کو سنکر راجہ منارام سنگھ کو غصہ آگیا اوسیوقت اپنے فرزند دلبند بلونت سنگھ کو حکم دیا کہ تمامی سپاہ کے ساتھ برسم یلغار ندی سوہن کے قریب پہونچیں اور مابدولت کے پہونچنے کا انتظار کریں۔ بابو بجناتھ سنگھ کو حکم دیا کہ گروہ پیادگان کے ساتھ نہایت جلد لشکر بلونت سے جاملیں اور خود علاوہ فوج ملازم کے مردم دیار کو کہ دس ہزار شخص سے تہے فراہم کرکے مع توپ خانہ آتش بار کے بعزم تسخیر حصار سنہ ۱۱۵۳ھ مطابق سنہ ۳۶ء میں روانہ ہوئے۔ چونکہ شدت کی گرمی پڑ رہی تہی اور راہ میں پانی کے نہ ملنے اور ٹیلہ و گڑہے کے راہوں کو طے کرنے اور درخت خاردار کے نیچے سے گذر کرنے میں راہ نہایت مشکل سے طے ہوتی تہی کہ ہوائے گرم و لوہ کی وجہ سے بہت سے آدمی بیمار ہوگئے اور بعض مر بہی گئے۔ مگر قطع منزل کے بعد جب دہن ندی کے کنارہ پر پہونچے اور زمین وسیع و پانی ٹھنڈا و شیریں پایا تو جان تازہ آگئی۔

اکوڑھی کے قلعہ والے سوہن ندی کے بیچ میں ہونے کو سد سکندری سمجھے ہوئے تہے

اور امید اعانت عمال ہوسا یہ یعنی راجہ ریواں سے بھی رکھتے تھے لہذا ابنا قلع قمع عمال سمجھے ہوئے تھے زمینداران اطراف کو اپنی مدد پر بلوار کھا تھا اور تمام گھاٹ سوہن ندی کے فرق کر رکھے تھے اور کوئی پروا اونکو راجہ منسا رام سنگھ کے پہونچ جانے سے نہتی۔

راجہ صاحب نے ہر چند عبور کرنے کی فکر کی مگر کامیابی نہ ہوئی کیونکہ اُس طرف کے بندوقچی جو کنارندی کو گھیرے ہوئے بڑے تھے جب کسی کو ندی میں پیر ڈلتے ہوئے یعنی آتے ہوئے دیکھتے یا کسی بیاسے کو پانی پیتے ہوئے دیکھتے تو گولی مارکر اوسکو شربت موت چکھاتے۔

راجہ منسا رام سنگھ و بلونت سنگھ اوسی مقام پر بظاہر شکار ماہی اور باطن میں شکار صحرائیان وحشی یعنی اُن سرکشوں میں ایک ماہ تک قیام کئے ہوئے رہے۔ بالآخر یہ بات اچھی طور سے متحقق ہو گئی کہ بغیر مدد راجہ ریواں کے اور منع کرنے اوس گروہ کے جو جوق جوق ذخیل خیل مدد قلعہ والوں میں آ رہے ہیں حصول مقصود محال ہے۔ بنا برعلیہ راجہ ریواں کو لکھا گیا کہ اہالیان قلعہ اکوڑھی نے فساد اپنی طرف سے کرکے راہ اطاعت کو مسدود کر دیا ہے اور درمیان نواب فلک جناب ولی نعم فیاض عالم ابو المنصور خاں بہادر صفدر جنگ اور جناب سامی کے اتحاد و خلوص ہے اور آئندہ بھی اتحاد و دوستی کے زیادتی کی امید اس اتفاق کیوجہ سے ہے تاکہ حدود ہر دو قلمرو میں انتظام طرفین درست رہے۔ اس زمانہ میں رعایای قلمرو سامی نے شریک قلعہ ولے اکوڑہی کے ہو کر گھاٹ سوہن ندی کو بند کر رکھا ہے اور آگ فساد کو روشن کر رکھا ہے مجھے خوف ہے کہ آگ دشمنی کی بڑھے اور اینٹ سے مٹی میں سرایت کرے یعنی اور زیادہ ہو کر آپ سے مقابلہ کرنا پڑے لہذا تقاضائے یکجہتی یہ ہے کہ حکام اطراف متصلہ قلعہ کو حکم تاکیدی جاری ہو کہ کسی کو رعایاے سامی سے شریک باغیان نہ ہونے دیں اور جو لوگ کہ اونکی مدد میں آج تک جمع ہو چکے ہیں وہ متفرق کر دئے جاویں اور ایک گھاٹ عبور سپاہ ایں جانب کو تجویز کر کے اخلاص کیش کو اطلاع دیں۔

راجہ اجیت سنگہ حاکم ریواں نے جواب میں لکہا کہ ورود ئینقہ انیقہ سے کہ مشعر منافع طریقۂ موافقت و مضبوطی بنا مصادقت کہ باعث انتظام مہام طرفین و موجب آسودگی و رفاہ رعایاے جانبین ہے بے انتہا سرور حاصل ہوا جو کچہہ کہ حوالہ قلم ہوا ہے واقعی ہے مگر اس امر کا حاصل ہونا اسوقت ہے جبکہ طرفین سے لحاظ و خیال پاسداری کا ہو مثل مشہور ہے ایک ہاتہ سے تالی نہیں بجتی شاعر کہتا ہے۔

زیک دست گاہے نخیزد صدا

بہ یکپاے نتواں رود رہگرا

یہ مخلص نہیں چاہتا تہا کہ کسی امر کی استدعا پر زبان قلم کو آشنا کرے مگر چونکہ اس مہربان نے ابتدا کی ہے لہذا حوالہ قلم ہوتا ہے۔ جناب سامی کو معلوم ہے کہ بکرماجیت برادر علاقی دوستدار کا داماد زمیندار محال کنتت متعلقہ عمل گرامی کا ہے اور نام بردہ متوفی بجز اوس دختر کے جو بکرماجیت سے منسوب ہے کوئی اولاد نہیں رکہتے تہے اسی وجہ سے بکرماجیت اپنے سسرالی ترکہ پر قبضہ رکہنے کے خیال میں اوس طرف گئے مگر جناب سامی کی طرف سے اوسکی حق رسی نہ ہوئی۔ حالانکہ حقدار کو حق دینے میں حکام انصاف پیشہ کو کسی دوسرے امر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تاہم اگر آپ کی خاطر مبارک میں لحاظ دوستدار کا ہوتا تو بعید نہتا۔ معہذا مطابق استدعا قلمی شدہ کے حکام اوس سرحد کو تاکید تمام سے لکہدیا گیا ہے کہ موافق تحریر جناب کے پابند ہوں اور کسی کو سکنہ اوس ملک سے شریک جماعت باغیان ہونے دیں نیز میدنی سنگہ عامل پرگنات جو از قلعہ مذکور خدمت میں حاضر ہوگا اور حسب ایماء سامی کاربند ہوگا۔ راجہ منارام سنگہ اس جواب کے پہونچنے پر شرمندہ ہوئے اور جودہ موضع کی جاگیر جنکا منافع پانچہزار روپیہ سالانہ تہا محال کنتت سے بنام بکرماجیت سنگہ لکہکر راجہ اجیت سنگہ کے پاس ریواں میں بہیجدیا اور گذشتہ سے عذر چاہا۔ اوسی زمانہ میں میدنی سنگہ حسب حکم راجہ ریواں خدمت راجہ منارام سنگہ میں حاضر ہوئے اور جس قسم کا حکم پایا اوسکی تعمیل کرتے

رہے۔ اپنے حاکم کے خوف سے جماعت رعایائے علاقہ ریواں کہ شریک باغیان ہورہی تہی پراگندہ و متفرق ہوگئی۔ اور لشکر راجہ منسارام سنگہ کنار مقابل قلعہ سے کوچ کرکے چہ کوس کے فاصلہ پر اپنے عمل میں کنار دریائے سوہن کے خیمہ زن ہوئی باغی کہ بیرون قلعہ پڑے تہے چونکہ اپنے کو مرد میدان نہ پایا لہذا قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے اور چونکہ اپنی تقصیرات کے معافی کی یاس تہی لہذا مرنے پر آمادہ تہی۔

راجہ منسارام سنگہ و بلونت سنگہ نے قلعہ کو گہیر کر مورچال قایم کرئے اور جنگ توپ بندوق کی طرفین سے شروع ہوئی نودس روز تک یہی حالت رہی آخر بڑی توپوں کی مدد سے دیوار قلعہ کے ایک طرف سے گری۔ میرا بہگت میر آخور اصطبل بلونت سنگہ کہ نہایت بہادر تہے نہایت چالاکی سے دیوار منہدم شدہ پر آئے اور اونکے پیچہے دوسرے مورچال نشین بہی قلعہ میں پہونچ گئے۔ قلعہ کے لوگ کہ چھ سات سو آدمی رہگئے تہے اکثر بہاگے اور دو سو یا کم و بیش موت پر مستعد ہوکر تلواریں لیکر فوج راجہ پر حملہ آور ہوئے مگر بہت سے مارے گئے اس زد و کشت میں میرا بہگت بہی مارگئے چونکہ بلونت سنگہ اونکو بہت چاہتے تہے لہذا اُنکے مرنے کا بہت افسوس کیا اور اُن کے چہوٹے بہائی الفت سنگہ کو اونکی نوکری دی اور سرداری چار سو سواروں کی کہ گہوڑے خاصہ سرکاری رکہتے تہے اور نام اونکا بار گیر تہا علاوہ منصب مذکورہ کے بطور اضافہ دیا۔ تمام مال و اسباب اندوختہ سالہاسال باغیوں کا قبضہ میں آیا جو لوگ کہ بہاگ کر بہر فوج سرکار کی گرفتاری میں آگئے تہے تہوڑے دنوں تک مقید رہے آخر رحم فطری سے اونکو رہا کرکے انکو اپنے اپنے مقام میں آباد کرایا اور انتظام اوس محال کا بابو بجیانتہ سنگہ کے حوالہ کرکے خود بہ فتح و ظفر گنگا پور دار الحکومت میں واپس ہوئے اور عیش کرنے لگے اوس وقت سے تاحیات راجہ منسارام تمام قلمرو میں کہیں فتنہ و فساد نہیں ہوا۔ اور سب کے سب مطیع و فرمانبردار رہے۔ بلونت سنگہ راجہ بہادر زیر سایۂ پدر بکمال راحت بسر کرتے۔

زمانہ حکومت راجہ منسارام سنگھ چھ برس و چند ماہ ہے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں۔

ذکر حالات علالت راجہ منسارام اور سفیروں کا خدمت صفدر جنگ بہادر میں بھیجنا

جب زمانہ عیش و نشاط راجہ منسارام سنگھ آیا اور ہر طرف سے اطمینان ہو گیا سرکشان متمردان اطراف و جوانب بھی زیر ہو گئے وزیر الممالک کیطرف سے بھی دلجمعی تمام ہو گئی تو چرخ نے شعبدہ تازہ دکھلایا اور وہ یہ کہ زمانہ حیات راجہ مذکور کو اوس نے ختم کر دیا اور اوسکے سامان فراہم کرنے شروع کر دئے۔ راجہ موصوف کو پہلے کچھ شکایت سوء ہضم شروع ہوئی پھر تپ محرقہ سخت ہو گئی جسکی اصلاح نہو سکی۔ اور روز بروز مرض کے غلبہ سے آثار موت معلوم ہوئے۔

لالہ نند کشور و لعل خاں افغان کو کبعد انتقال میر رستم علی خاں اُنکے واسطے حضور صفدر جنگ بہادر سے خلعت حکومت بنارس لائے تہے۔ بلوایا اور اپنے حال زار پر گریہ کرکے کہا کہ بلحاظ حق خود آپ لوگوں سے یہ امید رکہتا ہوں کہ آپ پھر دربار وزیر الممالک صفدر جنگ میں جاویں کیونکہ اب مجھے اپنی زندگی سے یاس ہو چکی ہے اب صرف یہی آرزو دلی ہے کہ موت اسقدر مہلت دے کہ میں بلونت سنگھ کو اپنی آنکھوں سے مسند حکومت پر دیکھوں مقدار پیش کش و تعین زر محاصل آپ صاحبوں کے اختیار میں ہے۔ مجھے یہی خدشہ ہے کہ دشمنوں کی مخالفت سے یہ دولت خداداد کہیں دوسری جگہہ منتقل نہو جاوے۔ اور ایک عرضداشت بحضور نواب مذکور متضمن ترخص از جہان گذران و استدعا مسند نشینی بلونت سنگھ لکھا کر اُن دونوں صاحبوں کی سپرد کردے۔ وہ دونوں خیر خواہ تو اوس طرف روانہ ہوئے اور ادہر مرض راجہ و سقوط قوت کو ترقی ہوتی گئی۔

گو الداس مہاجن کہ متمول و معزز و سرکار میر رستم علی خاں مرحوم میں مداخلت رکہتا تہا۔ راجہ منسارام سنگھ سے کہ اوسکی دوکان خود فروشی اور غبن کے مانع رہا کرتے دشمنی رکہتا تہا۔

جب راجہ مستقل طور سے مسند نشین حکومت ہوئے تو اوس نے بالکل داد وستد سے دست کش ہوکر تماشا موت راجہ میں زندگی بسر کرنا شروع کیا جب راجہ کی یہ حالت پہونچی تو ایک روز برسم عیادت یعنی بیمار پرسی کے حاضر حضور ہوا۔ مقصود اوسکا یہہ تھا کہ جب راجہ بلونت سنگہ مسند نشین کئے جاویں گے تو اونکو پیش کش کے دینے اور زر قسط کے بہو نچانے میں ضرورت روپیہ کی ہوگی۔ اُسوقت لا محالہ میری طرف رجوع کریں گے۔ مگر جب راجہ ایک حرف استعانت کا اوس مہاجن سے زبان پر نہ لائے تو وہ تنگدل ہوکر راہ طعن پر ہوکر بہ طریق تعریض وکنایہ کہنے لگا۔ راجہ صاحب اب کیا خیال آپ کا ہے اوس بیمار مگر شیر دل نے جواب دیا جیسا پہلے تہا ویسا ہی اب بہی ہے اور وہی ہوگا اوسکی چلے جانے کے بعد اپنے فرزند دلبند سے نصیحت کہ درحقیقت وصیت تہی کی کہ یہ گوالداس فساد مجسم ہے اور ہمارے خاندان سے اسکو دشمنی قلبی ہے ہرگز کسی کام میں اسکو دخل نہ دینا۔ آخر انتظار صدور جواب وحسرت مخلع دیکہنے نور چشم میں چشم کو تماشا رجہان سے ۱۱۵۰؁ھ ہجری مطابق ۱۷۳۷؁ء میں بند کیا۔ بلونت سنگہ نے اپنے باپ شفیق کے مرنے پر بہت گریہ وزاری کی اور اونکی محبت وشفقت کو یاد کرکے بیتاب ہو ہو جاتے۔ آخر اپنے مذہب کے موافق کنار دریا مقام منرنکا پر لیجاکر جلایا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں۔

شادی راجہ منسارام سنگہ کے موضع سیکھنڈیس کہ مقابل چنار اور دریا سے جانب شمال ہے۔ بابو چین سنگہ زمیندار کی بہن سے ہوئی اور اُن سے صرف راجہ بلونت سنگہ پیدا ہوئے۔ خیر الدین حسین

ذکر اعزا راجہ منسارام سنگہ اور اونکی اولاد کا

راجہ منسارام سنگہ صاحب کے تین بہائی اور تہے ایک کا نام دسارام دوسرے کا میارام

تیسرے کا دیارام ہے۔ بابو دسارام عہد حکومت برادر میں حاکم شیوپور وکبھیر تھے۔
راجہ بلونت سنگہ نے اپنے اوائل زمانہ میں باندیشہ دشمنی اونکو نکال دیا۔ بعد مدت کے
پھر حاضر ہوے اونکو علاقہ قدیم پر سرفراز کیا اوسی زمانہ میں زمینداران رگھوبنسی کے
ہاتھ سے متصل جندولی مارے گئے۔ چار فرزند چھوڑے۔ باابو جیت سنگہ۔
بابو رجیت سنگہ و بابو شیو طالم سنگہ۔ بابو شیولال سنگہ۔
بابو شیولال سنگہ نے جب انتقال کیا تو بابو جگت سنگہ کو چھوڑا جو بعد اخراج راجہ چیت
سنگہ مالگذار سرکار کمپنی بہادر تھے اور حضور رزیڈنٹ بنارس میں کمال عزت سے بسر کرتے
تھے۔ مگر نحوست طالع سے وزیر علی خاں سے ملے اور بعد گرفتاری وزیر علی خاں
اپنے پاداش کو پایا۔
انکے دونوں چچا جیت سنگہ و شیو ظالم سنگہ بنارس میں رہے۔
بابو مسارام دوسرے بھائی راجہ منسارام کے ایک لڑکے بابو سرنام سنگہ تھے۔ چونکہ جوان
اولوالعزم وصاحب حوصلہ تھے لہذا راجہ بلونت سنگہ کے پاس حاضر نہوتے مگر بے عقلی
سے اس فکر میں رہتے کہ راجہ بلونت سنگہ کو قتل کرنا چاہیئے حالانکہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ خدا
جسکو سرفراز کرے اوسکو کون مار سکتا ہے۔ راجہ بلونت سنگہ بھی اون سے بدگمان رہتے
تا اینکہ بمقتضائے حزم وحفظ خود فوج سر نام سنگہ پر بھیجا۔ سرنام سنگہ عہدہ برآ ہونا اوس
فوج سے درخور لیاقت خود نہ دیکھکر جانب بنگالہ گئے۔ اور سرکار نواب سراج الدولہ میں کافی جاعزت
اپنی فراہم کرلی تھی۔ جب سراج الدولہ مارے گئے اور دور حکومت میر جعفر خاں آیا تو
وہاں کا قیام مناسب حال ندیکھکر قصد بنارس کیا مگر بخیال بدگمانی راجہ بلونت سنگہ کے
موضع بیرپور نرائن متعلقہ غازی پور متصل محمد آباد علاقہ ننہالی میں سکونت اختیار کیا اور اپنے
دونوں لڑکے ورک بجے سنگہ و جگجر دیو سنگہ کو راجہ بلونت سنگہ کے پاس بھیجا راجہ نے بمقتضائے
جوانمردی خود اونکو مثل اپنے فرزندوں کے سرفراز کیا اور پرگنہ شادی آباد و ظہور آباد اونکو

سپرد کیا۔ ہر دو بھائی بعزت تمام عہد راجہ بلونت سنگہ و راجہ چیت سنگہ میں باآبرو رہے۔ درک بجے سنگہ زمانہ راجہ چیت سنگہ میں مرے ایک لڑکے اونکے بابو روپ سنگہ میں تھے اور جگردیو سنگہ زمانہ راجہ مہیپ نرائن میں نائب اُنکے ہوئے اُسکے بعد انتقال کیا۔

تیسرے بھائی بابو دیارام ہیں۔ جو سب سے چھوٹے ہیں اُنکے ایک لڑکے مہربان سنگہ تھے جو زمانہ راجہ چیت سنگہ میں مرے اور پانچ بیٹے چھوڑے۔ بابو منیار سنگہ۔ بابو نشچل سنگہ۔ بابو شیورام سنگہ۔ بابو شیو نرائن سنگہ۔ بابو فلندر سنگہ۔ منیار سنگہ کو بچپنے سے راجہ بلونت سنگہ بہت پیار کرتے اور چونکہ اُسوقت تک کوئی فرزند راجہ بلونت سنگہ کے نہ تھا لہذا اونکو فرزند بناکر تربیت پدرانہ کرتے۔ وہ آخر زمانہ راجہ چیت سنگہ تک زندہ رہے جب راجہ چیت سنگہ سے عدول حکمی گورنر ظاہر ہوئی تو یہ بات خلاف مرضی منیار سنگہ تھی اسی کوفت والم میں لطیف پور میں انتقال کیا۔ تین فرزند اونکے تھے۔ بابو ننکو سنگہ۔ بابو پرتاب سنگہ۔ بابو آسمان سنگہ۔ جب راجہ چیت سنگہ نے بعد انقلاب قصد دکہن کیا تو تینوں شخصوں نے اونکی رفاقت کو چھوڑا اور آگے پیچھے بنارس پہونچے۔ زمانہ نیابت جگردیو سنگہ میں کہ راجہ مہیپ نرائن کے سرکار میں تہے۔ بابو ننکو سنگہ نے انتقال کیا۔ اور بابو نشچل سنگہ و شیورام سنگہ کو پرگنات قدیم سپرد ہوئے مگر تھوڑے ہی زمانہ میں ہر ایک نے انتقال کیا اور بابو پرتاب سنگہ و آسمان سنگہ رہ گئے۔

بلونت نامہ قاضی خیرالدین حسین

باقی حالات خاندان راجہ منسارام جو بذریعہ کرسی نامہ نوشتہ منشی کنہیالال صاحب میر منشی مہاراجہ ایشری پرشاد نارائن سنگہ صاحب آنجہانی ملا ہے وہ ذریعہ شجرہ آخر بیان میں درج کردیا گیا ہے۔

حصّہ دوم

ذکر حالات راجہ بلونت سنگہ میں ہے

جلوس۔ سنہ ۱۱۵۲ھ مطابق سنہ ۱۷۴۰ء عمر وقت جلوس ۲۶ سال

انتقال۔ سنہ ۱۱۸۴ ہجری مطابق سنہ ۱۷۷۰ء وسمت ۱۸۲۷ دسویں بھادوں سدی

مدّت حکومت۔ ۳۰ سال۔

آمدنی۔ ۶۵ لاکہہ

مقدار ملک۔ سرکار بنارس پچاس لاکہہ ...... ۵۰ لاکھ

و غازیپور پندرہ لاکھ ...... ۱۵ لاکھ

خراج واجب الادا۔ ...۲۳،۷۵ بحضور شجاع الدولہ وزیر الممالک صوبہ دار اودہ۔

بچت راجہ۔ ...۴۱،۷۵ لاکہہ۔ اکتالیس لاکھ پچھتر ہزار۔

مصاحب۔ بابو اوسان سنگہ۔ بابو بیجناتھ سنگہ۔ لعل خاں رسالہ دار و سفیر رسول خان

رسالہ دار۔ بال کشن ہزاری۔ مہر چند دیوان۔ و نندا بھگت۔

دیبارام و بھوانی دیال و رگھبر دیال نائب دیوان۔

راجہ بلونت سنگہ کا حضور صفدر جنگ میں جانا اور خلعت وخطاب لیکر واپس ہونا

لالہ نند کشور ولال خاں کہ حضور نواب صفدر جنگ میں حسب حکم راجہ منسا رام سنگہ گئے تہے ابہی وہ سوال وجواب اپنے معروضات کو طے نہ کر پائے تہے کہ خبر انتقال راجہ منسا رام سنگہ کی اونکو معلوم ہوئی دونوں نہایت غمگین ہوئے۔ اسی درمیان میں کہ راجہ بلونت سنگہ اپنے باپ کے غم میں مبتلا تہے اونکے اقربا میں سے شیو ظالم سنگہ وشیو لال سنگہ وبابو سرنام سنگہ نے کہ سرگروہ اونکے اقربا کے تہے۔ گو الداس کے اغوا پر عرضیاں حضور نواب معلی القاب میں اور خطوط ارکان دولت کو خفیہ لکہکر بہیجدیا کہ اگر راج ہم میں سے کسیکو مرحمت ہوجاوے تو پیشکش کافی حاضر کرنے کے علاوہ اضافہ جمع ملک پر دینے کو تیار ہیں۔ نواب گردوں رکاب نے عرضیاں مذکورہ پہونچنے پر لالہ نند کشور ولال خاں کو حکم دیا کہ بلونت سنگہ کو بلواؤ۔ اور راجہ رام نرائن دیوان کو حکم ہوا کہ شقہ خاص تاکیدی بغرض حاضری بلونت سنگہ کو بہیجا جاوے۔ لوگ اونکی باپ کی قبولیت پر اضافہ دینا چاہتے ہیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اوسکا قیافہ دیکہوں۔ اگرچہ اپنے باپ کے ظل حمایت میں کام جرأت کے کیا ہے مگر خود اونکو دیکہکر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اون کو بہی تاب تحمل بار ریاست ہے یا نہیں۔

دیوان مذکور کہ ابتدا سے مربی وسرپرست راجہ منسا رام سنگہ تہے حکم طلب بلونت سنگہ کو لطیفہ غیبی سمجہے شقہ مزین بدستخط خاص بدین مضمون کہ۔

آں اخلاص آثار بخاطر جمع زود بیاید و درنگ نہ نماید۔ لکہکر بہیجا۔ راجہ بلونت سنگہ کو اطاعت نواب وزیر دل سے مرغوب نہ تہے۔ اور وہ اپنی حکومت کو ماتحت شاہان دہلی رکہنا چاہتے۔ اس وجہ سے اونکا ارادہ ہوا تہا کہ ملک پر پہلے اپنا قبضہ کرلیں تو نواب

وزیراودھ سے قطع تعلق کریں۔ مگر چونکہ پورا تسلط و انتظام نہ ہونے پایا تھا کہ راجہ منسارام سنگھ کا انتقال ہوگیا۔ اور اونکے بعد دشمنوں کو ہر طرف سے موقع فساد اوٹھانے کا ملا لہذا حسب رائے دولتخواہان اوس ارادہ علحدگی سے باز رہکر بہ مقتضائے وقت نواب وزیر کی طرف رجوع کا ارادہ کیا۔

اور خطوط لالہ نند کشور و لال خاں مرسلہ اپنے والد سے اونکا ارادہ ہوگیا تھا کہ بالفعل نواب وزیر سے بہ اطاعت پیش آنا چاہیے۔ تا اینکہ خطوط راجہ رام نرائن و محمد علی ہندوستان زا آئے۔

محمد علی خاں[1] رسالدار ملقب بہ ہندوستان زا نے کہ راجہ منسارام سنگھ سے محبت باصفا رکھتے تھے اور راجہ بلونت سنگھ کو فرزند کہا کرتے تھے خود بھی اپنا خط لکھکر بذریعہ ناقہ سوار کے بھیجا کہ مع تمام سوار و پیادگان و تمامی اقربا موافق و سرداران کے تشریف لانا ضروری ہے۔ لال خاں و نند کشور نے دربار گردون مدار میں حاضر رہکر سلیقہ کاردانی سے امناد دولت مثل اسمعیل[2] بیگ خاں و علی بیگ خاں جارچی و آقا باقر خاں تمیمی کے حاضر رہکر یہ قرار دیا کہ جب دیوان و محمد علیخاں راجہ کے معاملہ میں سعی کریں یہ لوگ بھی اُن دونوں کی تائید کریں۔ راجہ بلونت سنگھ نے جب شقہ مہربانی نواب اور خط دیوان و محمد علی خاں ہندوستان زا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کافی جماعت یعنی دو ہزار سوار و پانچہزار پیادہ بندوقچی چالاک و چست و مسلح درست و دیگر سامان شائستہ از قسم خیمہ جات و فیلان کوہ پیکر

---

[1] محمد علیخاں کے والد کا نام مرزا مسیح ہے جو اشراف عالیخاندان سے تھے مرزا مسیح کو خاندان وزارت سے لڑکی مرزا محمد شفیع کی جو چھوٹے بھائی جعفر خاں کے تھے منسوب تھی اور جعفر خاں بہنوئی سعادت خاں برہان الملک نے انہیں جعفر خاں کے مرزا مقیم صفدر جنگ بیٹے ہیں۔ تاریخ اودھ کمال الدین حیدر۔

[2] اسمعیل خاں کابلی نائب وکیل مطلق تھے چنانچہ اُنہوں نے بعد انتقال صفدر جنگ محمد قلی خاں کو بعوض شجاع الدولہ بٹھانا چاہا تھا اور ایک بلوہ مچا رکھا تھا جو حاشیہ حال راجہ ہمت بہادر میں مذکور ہے۔

واسپان تیز رفتار کے بہ تعجیل تمام روانہ ہوئے۔ حالانکہ یہ سب بمقابل شوکت وہیبت نواب فلک رقاب نسبت قطرہ بہ دریا تہے مگر بغرض نمائش استعداد سرانجام خدمت و اثبات زیادتی اخراجات کے مفید سمجھا گیا۔ راجہ نے اون اقارب کا العقاربت لدا دگوا کو بہی لیجانا چاہا مگر وہ عذر کر کے ہمراہ نہ گئے۔

اوس زمانہ میں نواب صفدر جنگ بہادر بغرض انتظام چکلہ ہائے گورکھپور و اعظم گڈہ کنارہ دریائے سرجو مقیم تہے راجہ راہ طے کرتے مع لشکر کے جا پہونچے اور ذریعہ دیوان مدارالمہام محمد علیخاں پدر خواندہ کے ہمراہ دس نفر بابوان (کہ اقربار راجہ تہے) در سول خان بخشی کی ملازمت نواب میں تشرف حاضری پایا چونکہ راجہ صاحب میں علاوہ کمال باطنی سیاست مدن (یعنی انتظام ملکی) کے کہ جبلّی و خلقی تہا جمال ظاہری بہی تہا جس سے آثار سرداری رخسارہ پر تاباں تہے اسی وجہ سے دیکہتے ہی کے ساتھ منظور نظر نواب ہو گئی اور نذریں انکی و اونکے ہمراہیوں کی مقبول ہو گئیں نواب نے اپنی مہربانی سے راجہ اور اونکے ہمراہیوں کو سرفرازی و عزت بخشی۔

اور راجہ نے بہی ارکان مقرب نواب کو بذریعہ تہذیب اخلاق و تواضع کے ایسا خوش و راضی کیا کہ سب نے بالاتفاق حضور نواب میں تعریفیں کیں۔ امرار دولت و مقربان سلطنت سے جو شخص راجہ کے فرودگاہ پر آتا اوسکو بذریعہ خوش خوئی و تعظیم و تکریم و دینے پارچہ ہائے زربفت بنارس کہ مشہور و معروف ہے ایسا محظوظ کرتے کہ اوسکو تنا گو راجہ ہو کر واپس جانا ہوتا۔

ایک روز حسب رائے دیوان اپنی تمامی فوج کو سواران مسلح و پیادہ ہائے برقنداز و باندار ان وجزایرچی سے مرتب کر کے اور ہاتہی نشینوں کو پس پشت فوج جگہہ دیکر نواب کو دکہلایا نواب کثرت فوج باساز و براق دیکہکر دیوان سے فرمانے لگے کہ بلونت سنگہ سامان درست و سپاہ بیشتر ضرورت ملک داری سے زیادہ رکہتا ہے مبادا انجام اسکا نخارج

پروفا نکرے یعنی بقدر آمدنی خرچ نہ بڑھ جاوے - اور پھر مال واجب سرکار کو تصرف نہ کرے دیوان کہ دلدادہ راجہ تہے عرض کرنے لگے اِنکے باپ زر مقبولہ کو ہر سال وقت پر پہونچانے تہے اور فارغخطی لیا کرتے اور آبادی ملک میں وزیعہ زیادتی زراعت وتنبیہ سرکشان وترفہ زیردستان کبہی قصور وکمی اوس سے نہیں ہوئی رعایا کو رضامند اور مخلوق خدا کو خورسند رکہکر نیک نام دنیا سے گئے - اگر اِس قدر فوج نہ ہوتی تو تسخیر قلاع کوہسار وسرشکنی اشرار نہوسکتی اور یہہ سب جانفشانی وتعب کشی وکاردانی اسی فرزند سے ظاہر ہوئی ہے اور حکم حضور پاتے ہی سر کے بل قدم حضور میں آگیا ہے امید تو یہی ہے اور گمان غالب ہے کہ زر اقساط پہونچانے اور اطاعت وفرمانبرداری میں کوئی سُستی وغفلت اوس سے سرزد نہ ہو نواب نے یہ کلمات سنکر ارشاد فرمایا کہ پیش کش لیکر اور اضافہ کو قبول کراکے خلعت دیکر رخصت کیا جاوے اور دیر نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی خلل اُسکے علاقہ کے نظم ونسق میں پڑے - پھر محمد علی خان سے مسکراکر فرمایا کہ اپنے فرزند خواندہ کو فضول خرچی وزیادتی اخراجات سے منع کریں۔

محمد علیخاں نے مزاج مالک کو خوش دیکھکر خندہ زیر لب سے عرض کیا کہ میرا فرزند ارجمند مصارف ضروری کو بہی بادل ناخواستہ مجبوری سے کرتا ہے۔

خلاصہ راجہ نے ارشاد نواب سنکر چار لاکہہ پیش کش ادا کرنے کو عرض کیا مگر اضافہ کے نسبت بوجہ اخراجات زاید ملکداری کے عذر کیا نواب نے براہ متوسل نوازی فرمایا عذر اوسکا بیجا نہیں ہے مگر ہم پنج تنی ہیں چار کا لفظ کانوں کو بُرا معلوم ہوتا ہے - لہذا پانچ لاکہہ روپیہ پیشکش داخل کرے اور دو لاکہہ روپیہ اضافہ سالانہ دیا کریں - حالانکہ یہہ معاملہ بالاتر آرزوے راجہ تہا بلکہ اونکا خیال بہی نہ پہونچا تہا مگر بخیال عدم ثبوت گنجائش علاقہ کے ظاہر میں ابتدائیں عذر کیا اور آخر میں قبول کرکے قبولیت لکہدی اور پچاس ہزار سالانہ حق التحریر[1] دیوان

---

[1] زمانہ شاہی کا دستور تہا کہ حق التحریر وزیر سلطنت و دیوان ودیگر عمال کو دینا ہوتا ۔

اور پچیس ہزار سالانہ سزاولانہ[1] دینا منظور کر لیا جب معاملہ طے ہوگیا تو نواب مستطاب نے خلعت مع جیغہ مروارید و سرپیچ مرصع کے سرفراز کیا اور موتی کا مالا گلے میں ڈالکر اون کی گردن کو حلقہ بندگی میں کھینچا اور سپر و شمشیر سررشتہ حفاظت و دفع اعدا کو ہاتھ میں دیا اور اور گھوڑا مع زین طلائی و ہاتھی مع عماری زرین کے دیکر سربلند و معزز کیا۔ اور اسکے علاوہ ملبوس خاص بھی عطا کر کے مرتبہ راجہ کو اقران و امثال سے بڑھا دیا اور خطاب راجہ کا دیکر رخصت کیا۔

راجہ نہایت خوش واپس ہوئے خان شفقت شعار یعنی محمد علی خاں ہندوستان زانے چلتے وقت درخواست اقربا و مدعا اخراج بلونت سنگھ وتعہد ملک بنام خود ہا بیان کرکے نصیحت کی کہ ان سے غافل نہ رہنا چاہیے اور اونکی ریشہ دوانی کو قطع کر دینا چاہیے راجہ نے ممنون احسان خان ہوکر عرض کیا کہ میں نے ابتک انکی پرورش و اقربا نوازی میں کوئی کمی نہیں کی جب نیکی کے بدلہ میں بدی کرتے ہیں تو خود ہی اپنے اعمال بد کے نتیجہ کو پاویں گے۔ دوسرے روز جملہ ارکان دولت سے مرخص ہوکر شاداں و فرحاں اپنی دارالحکومت کو روانہ ہوئے جب بعد راہ طے کرنے کے گنگاپور پہونچے تو محفل نشاط کو مرتب کیا اہالیان بنارس و مہاجنیان شہر جن سے آبادی شہر ہے اور بابوان و علاقہ داران ملک جوق جوق حاضر ہوکر مبارکباد و چشم روشن کہتے ہوئے نذریں گذرانے لگے دو ہفتہ تک جلسہ رہا۔ اگرچہ ہر سہ برادر غماز مذکور بظاہر اظہار خوشی کرتے مگر آئینہ سے کہ غماز دل ہے پردہ کہیں جاتا۔ راجہ نے بزرگ منشی و فراخ حوصلگی سے اُنکے مکر و فسوں درستی کا کچھ تذکرہ نہ کیا مگر بعد ختم محفل یہہ کہلا بھیجا کہ ہم نے سرکار میں اضافہ دیا ہے۔ لہذا تم بھی اپنے علاقہ پر جاکر اضافہ دو ورنہ علاقہ چھوڑ دو۔ ہم تمہاری گذر اوقات کیو اسطے بطور نانکار مقرر کر دیں گے۔

---

[1] سزاولانہ تنخواہ سزاولان تحصیل کنندۂ خراج تھے جو بنارس میں اجانب نواب وزیر سے رہا کرتے۔

اُن میں سے سرنام سنگہ نے چونکہ خیرہ سر تہے جواب دیا کہ ہمتو اپنی ترقی کی امید رکہے ہوئے تہے نہ تنزلی کی ۔ ہمارے علاقجات متعلقہ حاضر ہیں راجہ صاحب اپنے عمال کو بھیجدیں ہم لوگ وجہ معیشت بہی نہیں چاہتے ۔ اور ظالم سنگہ و شیو لعل سنگہ کو بہی اپنے ہمراہ بنارس میں لے گئے اون کا گمان باطل تہا کہ راجہ خود آنکر عذر خواہ ہوکر ہم کو لیجاویں گے ۔ مگر راجہ کے دل میں چونکہ اونکی طرف سے خار عداوت چبہے ہوئے تہے لہذا اونکی چلے جانے کو اونکا ادبار اور اپنا اقبال سمجھکر بلا تامل اپنے عمال کو اُنکے علاقہ جات پر بہیجدیا اور گوپال داس مہاجن کو کہ راست گفتار و درست کردار معاملات میں تہا بنارس سے بلاکر داد و ستد معاملات جزو کل کے اُسکے متعلق کردیا ۔

شروع ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء میں بعد انتقال راجہ منسارام صاحب راجہ بلونت سنگہ صاحب مالک و مختار مہمات مالی و ملکی ہوئے ۔

سلطنت پر قبضہ کرتے ہی اپنے اعلیٰ حوصلگی سے ماتحتی نواب وزیر پسند نہ ہوئی بلکہ ماتحت شاہ دہلی ہوکر ہم عصر نواب وزیر ہونا چاہا تخت دہلی پر محمد شاہ بادشاہ جلوہ آرا تہے مگر نہایت عیاش و آرام طلب تہے اور بجز محل میں رہنے کے دوسرا کام نہ تہا کثرت اخراجات سے خزانہ خالی ہورہا تہا اس موقع کو راجہ بلونت سنگہ نے غنیمت جانکر نواب[1] امیر خاں صوبہ دار الہ آباد سے توسل بہونچا کر اپنا وکیل شاہ جہاں آباد (دہلی) میں بھیجکر اکتیس ہزار سات سو ستاون روپیہ نذرانہ دیکر سند زمینداری پرگنہ کسوار و پرگنہ افراد و پرگنہ کٹیہر و پرگنہ بہگوت

---

[1] صوبہ داری الہ آباد کی ۳ سنہ جلوس محمد شاہ یعنی ۱۷۱۹ء میں محمد خاں بنگش کو جو رفیق شاہی جنگ قطب الملک میں بطور فوج طلمتش تہے ملی ۔ اور اوہنیں کے ساتھ صوبہ داری اکبر آباد کی سعادت خان برہان الملک کو ملی تہی ۔ اور اوسی سنہ میں دلیر خاں متبنی محمد خاں موہہ علاقہ بندیل کہنڈ میں مارے گئے اور اُنکے ماتم پرسی کی خلعت محمد خاں کو حضور بادشاہ سے دی گئی ۔ اور نواب امیر خاں اونکی طرف سے نائب صوبہ دار تہے ۔ نواب امیر خاں عمدۃ الملک رنگیں مزاج تہے اور خاص صحبت ہائے بادشاہ میں جو عیش و نشاط کی ہوتی دخل تمام رکہتے ۔ بادشاہ کے عیش کی حالت یہ تہی کہ بجز امور مہمہ کے متوجہ نہ ہوتے تہے کہ قلمدان بادشاہی

وخطاب راجگی حضور محمد شاہ بادشاہ سے بہ وزیر الممالک[۱] قمرالدین خاں سے حاصل کیا۔ (ملاحظہ ہو تواریخ ہل صاحب جلد چہارم) اور موضع تتریا میں کہ اون کا مسکن تہا جدید مکانات بنوانے شروع کیا اور قلعہ خام یعنی گڑھی بنائے اور خندق کھودوایا اور پانی جاری کرایا اور توپیں اوسپر لگائیں جیساکہ اُسوقت کا دستور تھا اور چونکہ تتریا کا نام فصیح نہ سمجھا لہذا تبدیل کرکے گنگاپور نام رکھا۔

دفتر شاہ جہان محمد درویش کی سپردگی میں تہا اور وہ طرف بادشاہ سے صاحب دستخط تھیں۔

راقم مصنف کہتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ نواب امیر خاں صاحب عزیز محمد خاں بنگش تہے کیونکہ زمانہ وزارت قمرالدین خاں تک میں اور کوئی تغیر صوبہ الہ آباد کا محمد خاں بنگش سے کتاب سیر المتاخرین سے نہیں ملتا۔ جو علحدہ صوبہ داری پانے کا پتہ دیسکے کیونکہ بعد اسکے حال محصوری محمد خاں بنگش صوبہ دار الہ آباد ہی تحریر ہے۔ جسکا مجمل قصہ یہ ہے کہ سرداران مرہٹہ نے گجرات و مالوہ پر قبضہ کرلیا تو آہستہ آہستہ اپنا قدم صوبہ ہاے الہ آباد و اکبرآباد پر بڑھایا۔ اور روز بروز بڑہتے جاتے اُسوقت محمد خاں بہادر غضنفر جنگ بنگش صوبہ دار الہ آباد تسخیر ملک بوندیلہ راجہ چہترپال کے قصد سے چلے اور اکثر جا بوندیلکھنڈ پر قابض ہوکر خود سکونت ملک مقبوضہ جدیدہ پر کی مگر غلطی یہ کی کہ مطمئن ہوکر زاید فوج افغان کو جو اپنے ہمراہ ہمقوم سے لاتے تہے واپس کردیا۔ راجہ مذکور نے ناگ پور کلاں کے مرہٹوں سے مدد لی اور غفلت میں محمد خاں پر آن پڑے پہلے یہ لڑے مگر اونکی کثرت سے محمد خاں کو ایک مامن یعنی قلعہ جیت گڈہ میں محصور ہونا پڑا اور باہر نکلنا مشکل تہا زن و فرزند غضنفر جنگ کہ فرخ آباد میں تہے حضور بادشاہ سے طالب مدد ہوئے مگر شنوائی نہ ہوئی۔ آخر قائم جنگ اُنکے صاحبزادے نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کرکے قلعہ محصورہ سے اپنے باپ کو نکالا اور الہ آباد پہو نچایا۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین حادثہ عاجز ہونے محمد خاں بنگش

[۱] بعد واقعہ قطب الملک اعتماد الدولہ محمد امین خاں وزیر ہوئے اور بعد دو ماہ چند روز کے روز چہارشنبہ ۲۳۔ ربیع الاول ۱۱۳۱ہجری مطابق ۱۷۱۶ء میں بمرض ایلاوس راہی ہوئے تو اُنکے بیٹے قمرالدین خاں کو محض خطاب اعتماد الدولہ ملا اور عنایت اللہ خاں وزیر ہوئے۔ پہر روز یکشنبہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۳۴ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں نظام الملک آصف جاہ وزیر ہوئے مگر اونکو بادشاہ کی عیش پسندی و صحبت رنگیں مزاجوں سے نفرت ہوئی تو ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۱ء کو اپنے صوبہ حیدرآباد پر واپس گئے اور ۶ ماہ کو بعد نظام الملک کے بعد قمرالدین خاں کو حجۃ الملکی و وزارت کا خطاب ملا۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین باب ہاے مختلف از واقعہ قطب الملک تا وزارت قمرالدین خاں

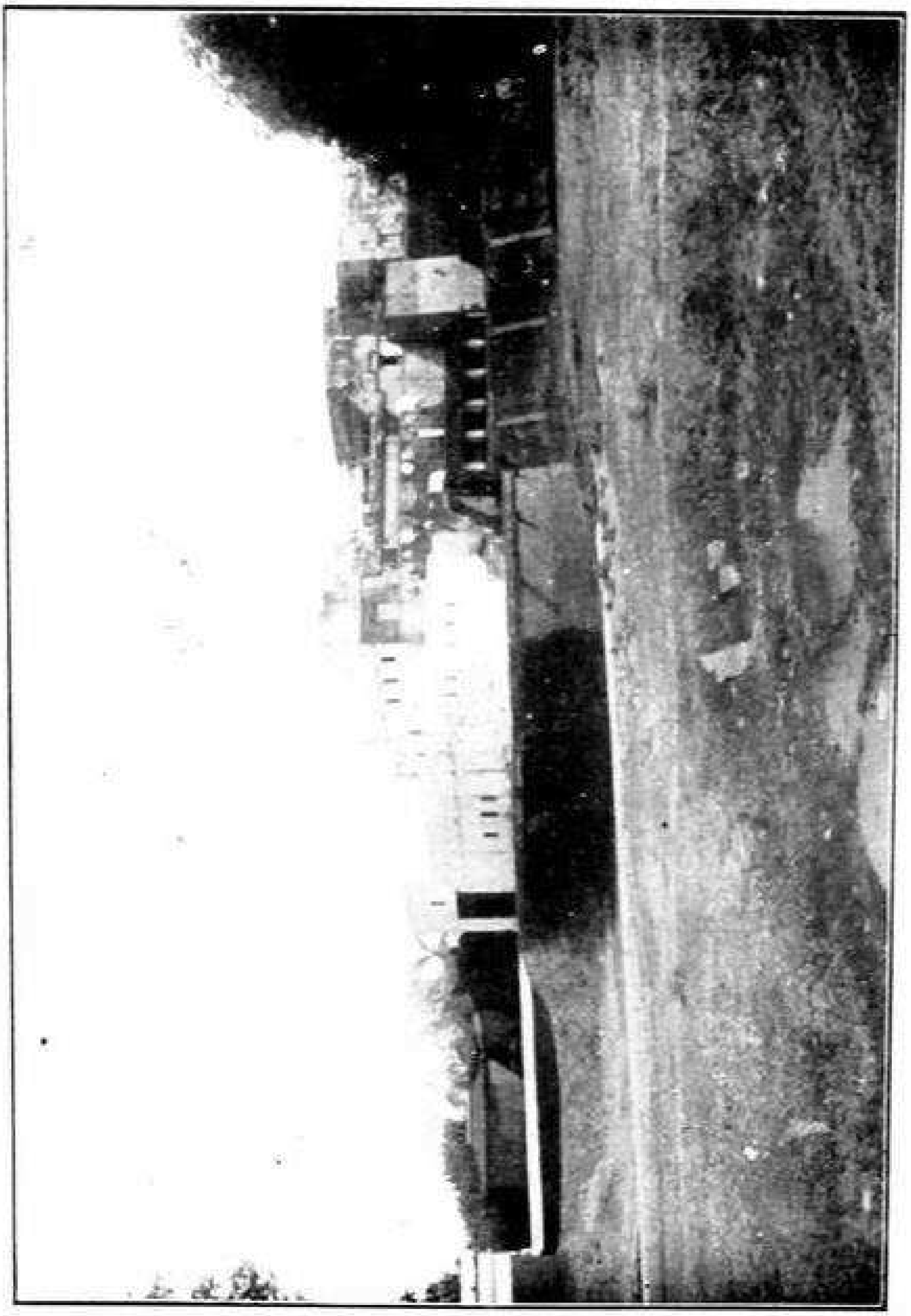

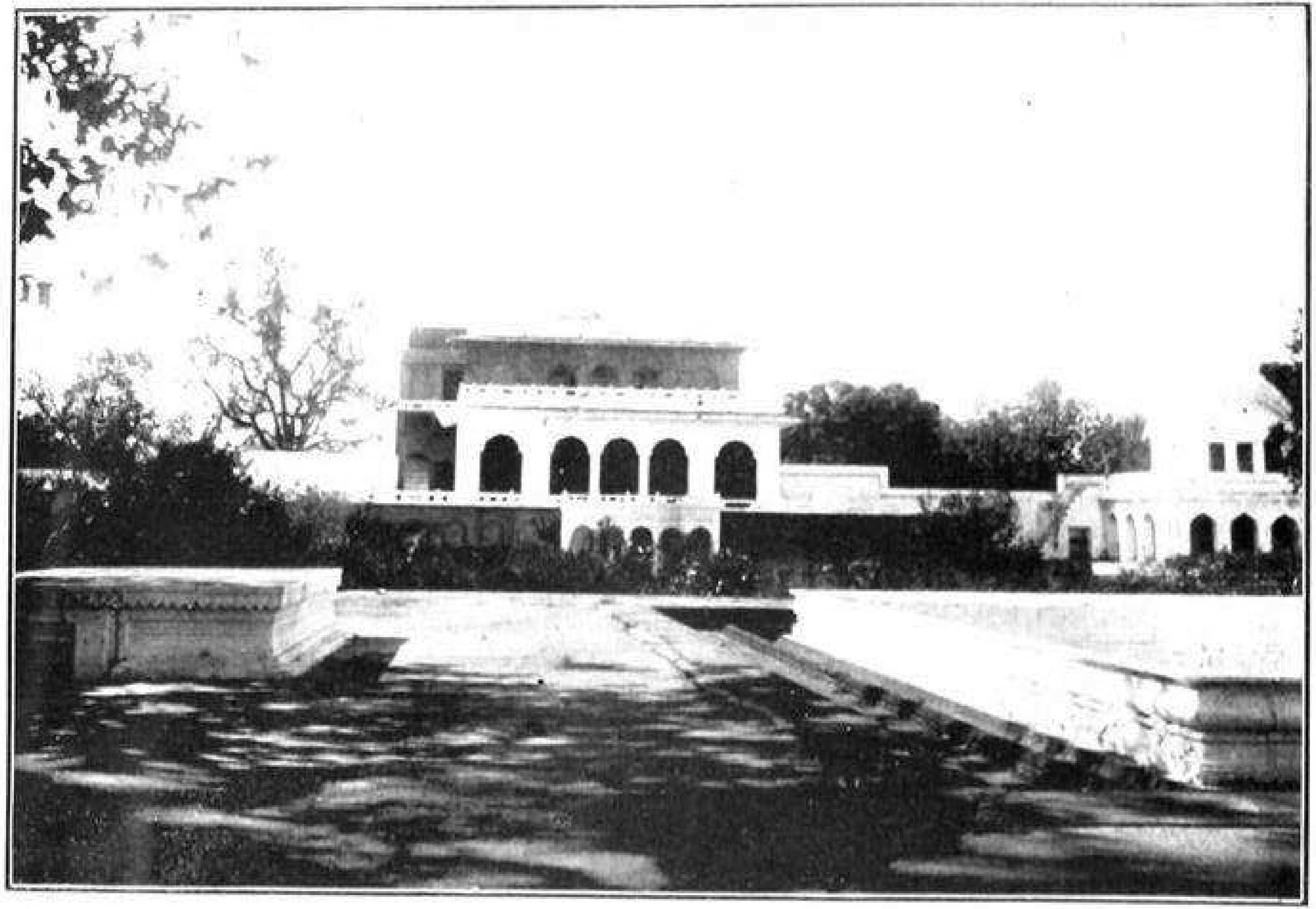

مہر چند[1] کوکہ رفیقان راجہ منسارام سنگہ سے تھے عہدہ دیوانی پر سرفراز کیا اور بابو بیجناتھ[2] سنگہ کو اپنی مصاحبت میں رکہا اور چونکہ اونکی دیانت پر اعتماد کلّی راجہ کو تھا لہذا خزانہ کی کنجیاں بہی اُنہیں کی سپردگی میں تہیں اور مصالح مالی و ملکی میں بغیر استصواب اُنکے کوئی کام نکرتے راجہ بلونت سنگہ نے ملک پر تسلط ہونے کے ساتھ ہی خراج کی رقم معینہ خزانہ نواب وزیر میں بھیجنا اوقات معینہ میں بند کردی نواب وزیر نے یہ حالت دیکھکر تمکین خاں نائب صوبہ اودہ و روپ سنگہ کو سزاولی پر بغرض پہونچانے مالگذاری سال بسال وقسط بقسط کے مقرر کیا۔ یہ لوگ بنارس میں آکر مقیم ہوئے اور روپیہ لیکر بھیجتے جاتے۔

---

[1] مہر چند قوم کہتری ساکن بنارس تے زمانہ راجہ منسارام سنگہ میں چنداں اعتبار و فروغ نہ تہا مگر راجہ بلونت سنگہ کے زمانہ میں مختار مہمات ملی و ملکی ہوئے۔

جس زمانہ میں کہ راجہ بلونت سنگہ قرب دو نواب شجاع الدولہ سے خوف کہاکر جانب کوہستان بجے گڈہ گئے تو مہر چند بسبب ناموافقت آب و ہوا وہیں انتقال کر گئے اور نند ا بہگت اُنکے چہوٹے بہائی اونکی جگہ پر قائمقام ہوکر دیوان ہوئے مگر اسکی بخیلی سے راجہ مذکور پریشان رہتے آخر زمانہ راجہ چیت سنگہ تک میں اُسکا اقتدار بڑہتا گیا۔ جب راجہ چیت سنگہ چلے گئے تو تہوڑے دنوں کے بعد دیوان مذکور مر گئے ایک فرزند لقّو نام چہوٹا جنہوں نے کل ریاست پدر کو برباد کیا۔

[2] بابو بیجناتہ سنگہ ساکن موضع چوراسی تعلقہ مرزاپور اقوام برہمن مقرر سے تہے علوم نجوم میں پوری مہارت رکہتے اور اسی کی وجہ سے راجہ منسارام سنگہ تک پہونچے اور ایک موضع کوتا بطور کشناربن (خیرات) پایا۔ چونکہ مرد زیرک تہے لہذا اپنی فطانت و سلیقہ کاردانی سے عہدہ راجہ بلونت سنگہ میں اقتدار میں اپنے امثال سے بڑہ گئے اور مالی و ملکی انتظام کے علاوہ تمامی قلعہ و خزانہ کے تحویلدار رہے اکثر پرگنات اپنے متوسلین کو سپرد کر رکہا تہا بہت سے نیک کام اون سے ظاہر ہوئے منجملہ اُنکے شیوالہ میں مکان بہت بڑا ہے جو بعد چلے جانے راجہ چیت سنگہ کے گورنمنٹ انگریزی نے شاہزادہ جوان بخت مرحوم کی اولاد کو رہنے کو دیا تہا اور اب مہاراجہ پربہو نرائن سنگہ صاحب نے اوسکو گورنمنٹ سے ۱۹۰۸ء میں واپس لیا اور از سر نو مرمت کراکے درست کرایا بابو بیجناتہ سنگہ کے ایک فرزند متبنی رام جیاون تہے جو عہد راجہ چیت سنگہ میں مستاجر اکثر پرگنات تہے اور کچہ فوج کے افسر بہی تہے اُنکے چلے جانے کے بعد گوالیار میں راجہ صاحب موصوف کے پاس چلے گئے

چونکہ ابتدائ ۱۷۳۹ء سے نواب صفدر جنگ صاحب مستقل فرماں روا اودھ تھے لہذا محمد شاہ نے اونکو اپنے پاس بلا بھیجا (اُنھوں نے محمد قلی خاںلہ کو نائب اپنا کیا) اور خود ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں شاہ جہاں آباد گئے۔ راجہ بلونت سنگہ نے نواب وزیر کو دور سمجھکر حسب رائے بعض مشیران سزاولان حضور سے بے پروائی کی اور مبلغ اقساط سے دست کش ہو گئے بلکہ علاقہ جات ناظم الہ آباد پر دست درازی شروع کردے۔

تسخیر قلعہ بجے گڈھ

جب راجہ بلند اقبال راجہ بلونت سنگہ کو نظم و نسق ملوکات منتزعہ یعنی زمینداری و محالات مقبوضہ اعزا و نیز ضروری کاموں سے فراغت ہوچکی تو قلعہ بجے گڈہ لینے کا خیال جو پہلے سے تہا اور بوجوہ اوسکو ملتوی کر رکہا تہا تازہ کرکے اپنی دار الحکومت سے کوچ کرکے سواد موضع مڈور کو کہ دامن کوہسار میں بفاصلہ ۶ کوس بجے گڈہ کے واقع ہے اور وہاں کی آب و ہوا بہ نسبت دوسرے مقامات جوار کے چنداں بد نہیں ہے ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں اپنا لشکرگاہ کیا۔ بابو بیجناتھ سنگہ کو گروہ بندوقچیوں کے ساتھ پہلے سے بہیجدیا کہ ندی کے کنارہ کہ مقابل موضع کسہا جاری ہے اور دو کوس کا قلعہ سے فاصلہ ہے اور بجز اوس ندی کے وہاں پر کوئی اور پانی نہیں ہے لشکرگاہ بنادیں۔ اور چونکہ قلعہ بجے گڈہ کا فتح ہونا توپ و بندوق و حملہ کرنے سے ممکن نہیں ہے لہذا طریق رسد قلعہ والوں پر پہونچنے کو روکیں

لہ نواب محمد قلی خاں فرزند مرزا محسن برادر مرزا مقیم مخاطب صفدر جنگ کے تہے نواب محمد قلی خاں کا خطاب آنکا بابا تہا پہلی شادی آنکی محمدی بیگم نواب برہان الملک کی بیٹی سے ہوئی اوس رشتہ سے ہم زلف صفدر جنگ تہے اس سے صرف بدہن صاحبہ ہوئیں۔ اُنکے انتقال پر میر شاہ میر کے چہوٹی بیٹی مشہور بی بی کلاں سے نکاح کیا جن سے پہلے نسبت نیشاپور میں ہوچکی تہی اونسے مرزا جعفر ہوئے۔

تاریخ اودھ کمال الدین حیدر

اور بقدر امکان قلعہ والوں کو تنگ کریں اور اگر روپیہ لیکر قلعہ کو خالی کردیں تو اوس سے بھی دریغ نہ کریں۔

یہ قلعہ بجے گڈھ ایک نہایت بلند پہاڑ پر کہ وہاں کے پہاڑوں میں کوئی دوسرا اوسکا ہمسر نہیں ہے واقع ہے اسقدر بلند وہ پہاڑ ہے کہ دوسرے پہاڑوں کی بلند درخت جو مثل درخت چنار و اخروٹ و مہوہ وغیرہ بلند ہوتے ہیں اوس پہاڑ قلعہ والے پرسے مثل درخت گندم وجو نظر آتی ہیں۔ اوس زمانہ میں چہار طرف درخت خاردار ایسے گھنے و گنجان ہے کہ سوار و پیادہ کے گذر کا کیا ذکر قاصد نگاہ بھی پرواز نہ کرسکتا اور تھک کر ٹھہر جاتا تین طرف سے اوس پہاڑ کے قلعہ پر جانے کی راہ ایسے مشکل ہے کہ ہمسری اوج فلک کی کبھی زیبا بھی ممکن نہیں کہ کوئی اُن اطراف سے جاسکے ایک طرف دروازہ کی اگر راہ ہے تو آدہ کوس تک راہ میں زمین نشیب واقع ہوئی ہے مگر نہایت تنگ و باریک کہ دو آدمی مشکل سے پہلو ملاکر جاسکیں۔ پہاڑ کے اوپر اندر قلعہ ایک چشمہ لطیف ہے جو طول میں سو ہاتھ اور عرض میں ساٹھ ہاتھ کم و بیش ہے اوسکی گہرائی کی انتہا آجتک معلوم نہیں ہوئی۔ پہلے نام اوسکا جوکچھہ رہا ہو مگر راجہ بلونت سنگھ نے اوسکا نام بعد فتح رام ساگر رکھا تھا مدار زندگانی قلعہ والوں کی اوسی تالاب سے ہے۔ پہاڑ واقع قلعہ کے بلندی علاوہ اسکے کہ دوسرے پہاڑ اوسپر سے مثل چبوترہ بلند نظر آتے ہیں اس امر سے بھی اندازہ ہوسکتی ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوس پہاڑ پر آفتاب روشن نظر آتا ہے اور ابر کا ٹکڑا نام کو بھی اوپر نہیں اور اوسکے نیچے وسط مسافت بلندی قلعہ میں کہ زمین سے ہے ابر محیط ہوکر پانی برستا ہے۔ مگر آب و ہوا اوس قلعہ و پہاڑ کی نہایت خراب ہے کہ پانی کو طبیع بنا ہل میں اور ہوا کو تاثیر سمِ قاتل میں سمجھنا چاہیے۔ نو وارد جب اوس مقام پر دارد ہوا مرض مہلک میں گرفتار ہوگیا البتہ اشخاص کو بھی بعالم سیرت و خوش صورت جنکا آب و گلی اوسی پانی سے مخمر ہو رہا ہے وہ لوگ زندگانی کرتے ہیں چنانچہ جو لوگ وہاں متعین ہو کر

جاتے۔ بعد ایک دو ماہ کے تبدیل ہوتے معہذا اکثر موضع کسہا میں آنکر ایام زندگی پورا کیا کرتے۔

اِس قلعہ کو ایک زمیندار نے جسکا نام بجے سنگہ تہا چار دیواری قایم کرکے بطور قلعہ بنایا تہا جس زمانہ سے کہ ملک کوہستان کو سید رستم علی خاں نے جیسا کہ ذکر ہو چکا سپرد راجہ بلونت سنگہ کیا تہا اوسی زمانہ سے راجہ کو فکر تسخیر اوس قلعہ کی تہی تا اینکہ اب موقع ملا۔

بابو بجنیاتھ سنگہ نے قلعہ کا محاصرہ اپنی فوج سے کیا مگر قلعہ کی بناوٹ اور بلندی اِس قسم کی تہی کہ اوسکا فتح کرنا محاصرہ سے نہایت دشوار تہا۔ لہذا اُسکے واسطے دوسری تدبیر کی اور وہ یہ کہ دیہات کو جو قلعہ کے نیچے تہے بالکل ویران کر دیا تہا اور بنظر رسد بند کرنے کے جمعیت فراواں کے ساتھ متصل قلعہ مقام کیا۔ ایک دریچہ قلعہ میں تہا کہ اوسی سے براہ صحرا ذخیرہ و ضروریات معاش قلعہ والوں کے واسطے آتا رہتا۔ بابوے مذکور نے کاشتکاران اوس اطراف کو امید و بیم سے موافق کرکے اوس دریچہ کی راہ کو قطعاً منقطع کر دیا جس سے قلعہ والے نہایت تنگ ہوئے پہاڑ سنگہ نامی برہمن نے کہ مالک اوس قلعہ کا تہا بابو کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ تین سال سے ہماری خرابی کے فکر میں پڑے ہیں اور ہم اب جان دینے پر آمادہ ہیں کیا تمہارے مذہب میں برہمن کا قتل کرنا جائز ہے۔

بابو نے اِس پیام سے بوئے عاجزی پائی جواب دیا کہ جو کچھہ تم نے دیکھا اپنی حرکات سے دیکھا مضبوطی چار دیواری قلعہ پر مغرور ہونا اور اطاعت مالک کی نہ کرنا کیا معنی۔ اِن پہاڑ کے ٹکڑوں سے تم کو کیا حاصل ہوگا۔ چونکہ قلعہ والے انسداد رسد غلہ سے تنگ ہو گئے تہے لہذا جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر پچھلے ہمارے جرم سے درگذر کرکے دہات قلعہ کے نیچے کے ہمکو دیدئے جاویں اور لاکہ روپیہ کہ ترمیم و درستگی قلعہ اور اپنی معیشت میں خرچ کر چکے ہیں دیدیجئے اور ہمکو اپنی حمایت میں لیجئے تو ہم قلعہ کو حوالہ کر دیں۔

بابو بجناتھ سنگہ نے اِسکو دروازہ مطلب کے کھلنے کی کنجی سمجھا اور شرطوں کو تو قبول

کرلیا۔ مگر زر نقد دینے کو اجازت راجہ پر چھوڑا اور ایک عریضہ مشعر اِس گفتگو کے خدمت راجہ میں بھیجا۔ راجہ بلونت سنگہ کہ مدّت سے منتظر اِس خوشخبری کے تہے بلا تامل مدوپور سے کوچ کرکے ۴ کوس آگے آکر خیمہ زن ہوئے۔ بابو بجنا تھ سنگہ چند اشخاص رفقا کے ساتھ پہاڑ سنگہ کے لانے کے واسطے مقابل دروازہ قلعہ تک جسکو جیسکی بہیم کہتے ہیں گئے اور اونکو مطمئن کرکے اپنے ہمراہ حضور راجہ میں لائے۔

مہاراج نے کہ کوہ تمکین و وقار تہے بجز کلمات التفات کے اور کچھ زبان پر جاری نہ فرمایا اور خلعت گراں قیمت بخشی اور قلعہ والوں کے خدشہ دور ہونے کے واسطے اجازت واپسی کی دوسرے روز بہر طلب فرمایا اور جو مقدار روپیہ کی بعد گفت و شنود طے پائی فوراً عنایت کیا اور محافظین سابق کو قلعہ سے نکال کر اُنکے عوض میں بابو بجنا تھ سنگہ کے آدمیوں کو بٹھا کر خاطر خطیر کو خدشہ نظم و نسق اضلاع کوہستان سے فراغت دے کیونکہ اب اضلاع کوہستان میں اِس قلعہ کے مل جانے کے بعد کوئی خدشہ نہ رہگیا تہا۔ عمّال کو جو اُس نواح میں تہے تاکید عدل و انصاف اور ترفہ رعایا و آرام خلق و منع تنگ گیری متجاوز الحد کرکے واپس ہوکر مرزاپور کلاں میں آئے۔ بابو بجنا تھ سنگہ نے دروازہ قلعہ و برج و مکانات زنانہ اوس میں بنوائے۔ خیر الدین حسین۔

مطیع کرنا اہالیان قصبہ کنتت متعلق مرزاپور کا

قصبہ کنتت[1] متعلق مرزاپور کلاں ہیں کہ اکثر برہمن تہے اور دوسری جو قومیں تہیں اُن میں بہی

---

[1] علاقہ کنتت کو اولاد راجہ جے چند نے جنگل کاٹکر آباد کیا ہے جبکہ ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۳ء میں راجہ جے چند نے بمقابلہ جدّ اعلیٰ مؤلف یعنی امیر کبیر قطب الدین شاہ (سید) قنوج اور کڑا میں شکست کہائی اور بہراوسی زمانہ میں عین جنگ میں مارے گئے اور اونکی رانی حاملہ تہی بہاگی اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا اُس نے اسکو آباد کیا چونکہ جدّ اعلیٰ مؤلف کو شہاب الدین محمد غوری اپنا بزرگ سمجہتے اور اِس جنگ میں بالکل نام اونہیں کا رکہنا منظور تہا لہذا قطب الدین ایبک اُنکے سپہ سالار نے بالکل اختیار شاہ قطب الدین کو دے رکہا تہا جنہوں نے فتح قنوج و نواح قنوج و کڑا کو فتح کیا ہے چونکہ زمانہ شہاب الدین غوری تہا لہذا عام مورخوں نے مارا جانا جے چند کا ہاتہ شہاب الدین سے لکہا ہے مگر ملفوظات شاہ قطب الدین (جدّ اعلیٰ مؤلف) میں اُنہیں کے تیر سے مارا جانا لکہا ہے جو معتبر ہے۔ شاہ زمانہ سابق میں سید کو کہتے تہے۔ ملاحظہ ہو آئینہ اودہ ابو الحسن مانکپوری

وہی عادت برہمنوں کی آگئیں تھیں۔ مصداق ظالم مظلوم نما ہو کر مالگذاری واجب ادا نہ کرتے
اور برخلاف اسکے عمال کی شکایت کیا کرتے اور چونکہ واقف تھے کہ راجہ و نیز بابو بجناتھ سنگہ
خود برہمن بلکہ بعدی محنت برہمن پر ہونے سے بھی پرہیز رکھتے ہیں۔ لہذا جب کوئی کارکن کچھ بھی
وصول تحصیل میں سختی کرتا تو کوئی چھری اپنے گلے پر رکھتا اور کوئی زہر ہاتھ میں لے لیتا۔
وہ محال حوالہ بابو بجناتھ سنگہ تھا۔ مشارٌ الیہ نے تنگ ہو کر اُسکے چھوڑ دینے پر مستعدی ظاہر
کی تھی۔ فتح خاں روہیلہ و جہاندار خاں پٹھان نے کہ سردار کئی سو پیادہ و دو سو سواروں
کے تھے عرض کیا کہ بابو صاحب اس محال کو نہ چھوڑیں ان برہمنوں کا راہ پر لے آنا ہمارا
ذمہ ہے تھوڑی سی گوشمالی میں انکی خودسری کی ہوا دور ہو جاویگی۔ بابو مذکور نے کہ اون
برہمنوں سے تنگ ہو گئے تھے راجہ سے عرض کیا کہ میں تو اپنے مذہب سے علحدہ ہو کر
ان برہمنوں کو حوالہ افغانوں کے کرتا ہوں۔ راجہ کا دل بھی اُنسے آسودہ ہو چکا تھا کہا اختیار
ہے۔ اور سند حکومت کی افاغنہ مذکور کو دیدی گئی۔ یہ لوگ اپنے ہمراہیوں کیساتھ سنہ ١١٦٣ھ مطابق سنہ ١٧٥٠ء میں
قصبۂ کور میں آئے۔ خود دونوں افغان سرداران تو اُن برہمنوں کے دروازے پر مقیم ہوئے
جو اوس قصبہ میں سربرآوردہ اور سردار تھے اور اپنے ہمراہیوں کو دوسرے برہمنوں کے
دروازہ پر ٹھہرادیا۔ اور شراب کباب برہمنوں سے مانگا وہ لوگ زبان پر نام اُن اشیاء کا لانا نہیں
چاہتے تھے دینا کیسا نام سنتے ہی ہوش اونکے جاتے رہے۔ افاغنہ نے اسی پر قناعت نہیں کیا بلکہ
گڑھے ستعدد شراب خانہ سے بھرلائے۔ اور انکے گوسفند بکرے ذبح کرکے کباب بنایا جو لوگ شراب
نہیں پیتے تھے اونھوں نے محض کباب پر اکتفا کیا اور جنکو پرہیز نہ تھا اونھوں نے خوب شراب اوڑائی پھر آپس کے مذاق شرابی میں مٹکے
توڑ ڈالے تا انیکہ اُن برہمنوں کے دروازہ و مکان کا گیا ذکر ہر یوں سے شراب بہ نکلی اس واقعہ کو دیکھکر برہمنوں کی نظر میں وہ
دن روز قیامت معلوم ہو رہا تھا روہیلوں نے دش بارہ برہمنوں کو جو سردار تھے اور مست رام برہمن کو جو اپنے
غرور کے نشہ میں کسی کی وقعت نہ سمجھتا گرفتار کرکے سامنے فتح خاں کے لائے ان لوگوں نے مکان سے
چلتے وقت اپنے بال بچوں کیواسطے باروت بچھا دہی تھی اور خس و خاشاک اوسپر ڈالکر

آمادہ جلانے کے کر آئے تھے۔ فتح خاں سے کہنے لگے کہ ہمتو خود اپنے کو مارے ڈالتے ہیں اور ہمارے بال بچے آگ میں جلنے کو تیار ہیں۔ فتح خاں نے جواب میں کہا خوب ہوگا ہمنے بہی عرصہ سے تماشا آتشبازی کا نہیں دیکھا کوئی جاوے اور اوس باروت وکوڑا میں آگ دے آوے پہر ایتناد (ساطور) پیش قبض نیام سے نکالکر اُن برہمنوں کے سامنے ڈال دیا۔ اور کہا تمہاری چہری کند ہوگئی ہے اوس سے گلا کٹنے میں بہت تکلیف ہوگی یہہ پیش قبض بہت تیز ہے سہولت سے تمہارا گلا کاٹ دیگا۔ اور ابھی تو یہ تعدی کی ابتدا ہے۔ اِسکے بعد وہ ہوگا جو کسی کے خیال میں بہی نہیں آتا مست رام نے یہ سنکر حرکت مذبوحی سے چہری پیٹ پر رکہی اور نہایت ہلکے ہاتھ سے اوسکو کھینچا کہ فقط جلد بدن کی پہٹی اور آنتوں تک پہونچی مگر وہ چہری خون سے بہر گئی۔ پہر تو وہ دم روک کر مردہ بنگیا۔ ہمراہیوں نے اُسکے چاہا کہ راجہ صاحب کے حضور میں لیجاویں۔ فتح خان نے حکمدیا کہ جھپروں میں آگ لگادو جب آگ زیادہ روشن ہوئی تو وہ لوگ بہاگ نکلے۔ پہر دو تین سو آدمی جمع ہوگئے اور مست رام کو بطور نعش اوٹھاکر بغرض استغاثہ حضور راجہ میں روانہ ہوئے۔

ٹہکرائی مہربان سنگہ کہ جانب بابو بجناتھ سنگہ سے حاکم تمامی اوس نواح کے تہے اور برہمنان کنتت سے محبت ولطف کا برتاؤ رکہتے تہے حضور راجہ میں جانے سے مانع ہوئے اور کہا یہ واویلا کچہہ مفید نہ ہوگی راجہ اور بابو نے ان برہمنوں کی نادہندی سے تنگ ہوکر فتح خاں کو ان لوگوں کے تنگ کرنے پر پورا اختیار دیدیا ہے۔ اگر اداکرنے محصول واجبی کا اقرار کریں تو میں تمہارے محال کو اپنے اجارہ (ٹھیکہ) پر لیتا ہوں اور یہ محض تمہاری حفاظت کی وجہ سے ارادہ کر رہا ہوں ورنہ مجہے کوئی امید نفع کی نہیں ہے۔ برہمنوں نے جب دیکھا کہ مجبوری ہے تو اطاعت ٹہکرائی مہربان سنگہ پر راضی نہ ہوئے اور ضمانت مہاجنان ومعتبران سے خاطر جمعی ٹہکرائی مذکور کردے اور مشار الیہ نے قبولیت سرکار میں لکھدیا۔ بابو بجناتھ سنگہ نے کہ اصل مقصود وصول روپیہ تہا علاقہ کو حوالہ ٹہکرائی مذکور کردیا اور انکے پاس تازمان

حکومت راجہ [mark] سنگہ پسر راجہ بلونت سنگہ وہ محال کنتت رہا پہر کبہی وہان کے برہمنوں نے بخوف پٹھانوں کے روباہ بازی کرکے محصول مقررہ سرکار میں حیلہ وعذر کو دخل نہیں دیا۔

سزادہی زمینداران بدلاپور

راجہ بلونت سنگہ کو اسی طور سے ایک سال ہوگیا۔ ہر ایک محال میں انتظام پرگنات کے خیال سے دورہ کرتے رہتے یہانتک کہ جونپور میں سنہ ۱۱۶۴ھ سنہ ۱۷۵۱ء میں دائرہ دولت رونق بخش ہوا۔ زمینداران علاقہ بدلاپور کے نسبت راجہ کو معلوم ہوا کہ اکثر اونسے شوخی زبانی ظاہر ہوتی رہتی ہے اور محصول واجبی سرکار کو ادا نہیں کرتے بلکہ موقع پاکر مسافرین وآمدورفت کرنے والوں کو لوٹ بہی لیتے ہیں۔ لعل خاں افغان وہان کے حاکم سے سزای بدکرداری ومردم آزاری کی جیسا کہ چاہئے نہیں ہوسکتی اور عمال خان مذکور بوجہ کمی ہمراہیان خود وزیادتی زمینداران اوس طرف کے تدارک کافی نہیں کرسکتے اور جب راجہ کی طرف سے فوج سنگیں سرکوبی کو مقرر ہوتی ہے تو وہ لوگ گڑھی میں کہ اندر جنگل دشوارگذار بنا رکہا تہا پوشیدہ ہوجاتے ہیں راجہ نے سنکر فرمایا کہ جب میں انکے سرپر آگیا ہوں تو اونکی سرکشی کا استیصال اور حصار مذکور کا گرادینا منجملہ امور ضروری سیاست ہے۔ لال خاں کو گروہ بندوقچیوں کے ساتہ مع دوضرب توپ بزرگ وچند توپیں چہوٹی جنکو رہکلہ کہتے ہیں۔ مع فوج سواران جانفشاں کے اون کوتہ اندیشان کے سرپر بہیجا۔

خان مذکور کہ ہمیشہ سے اونکی سرکشی کی وجہ سے مناسبت تام دل میں خون بہرے ہوئے رہتے سامان شائستہ سے روانہ ہوئے اور اونکے مواضعات آبادی کو جلاکر عورتوں وبچوں کے گرفتاری کا حکمدیا۔ جو لوگ اس میں سے بہاگے وہ تو نکل گئے اور اکثر قید ہوئے اور سرگروہ اون خیرہ سروں کے گڑہی مذکور میں پناہ گزیں ہوکر مستعد جنگ بیٹہے خان مذکور مع فوج انکے سرپر پہونچے اور اون کو محاصرہ میں لے لیا اور تہوڑے زمانہ میں بڑی توپوں کے ذریعہ

سے برج و فصیل گڑھی کہ چنداں مضبوط نہ تہیں ٹوٹ گئیں۔ محصورین اوس روز شام تک لڑتے رہے جب رات تاریک ہو گئی تو چاہا کہ سلامت رہکر نکل جاویں مگر مور چال نشین خبردار اور پہرہ والے ہوشیار تہے۔ بہاگنے والوں کو اضطرار میں جاتے ہوئے دیکھکر چار طرف سے ہجوم کرکے مثل شیر کے کہ گلہ گوسفند میں پڑے حملہ آور ہوئے۔ جن لوگوں کو کہ غیرت مثل اجل گلوگیر تہی اور ذلت اسیری کو گوارا نہ کرکے لڑے وہ مارے گئے بقیۃ السیف بہاگ نکلے۔ لال خاں نے قلعچہ کو کہ ملجا مفسدان تہا مسمار کرکے مقید شدہ لوگوں کو جونپور میں لاکر حضور مہاراجہ میں پیش کیا۔ راجہ نے اُن لوگوں میں سے پانچ چہ شخصوں کو کہ رہزن و گردن کش تہے ہاتھہ میں ہتکڑی و پیر میں زنجیر ڈالکر قید خانہ میں بہیجا اور باقیماندہ کی تقصیرات کو بعد لینے مچلکہ حفاظت راہ کے اور ادا کرنے محصول واجب کے رہا کیا اور چونکہ کاتک کا مہینہ قریب آگیا تہا۔ اور گنگا میں غسل کرنا مذہب ہندو میں سبب دور ہونے گناہوں کا ہوتا ہے لہذا راجہ نہایت عجلت میں واپس ہو کر بنارس میں آئے۔

زخمی ہونا راجہ بلونت سنگہ کا بہ اشارہ مفسدان اقربا و گوالداس مہاجن۔ و مقید ہونا مہاجن مذکور کا

جب سے کہ راجہ بلونت سنگہ مسند نشین ہوئے تہے اور علاقجات اُنکے اقربا کی بدعقلی سے نکل گئے اور حاسدان بغض پیشہ خانہ نشین ہو گئے تہے اُسکے بعد پہر کبھی ذکر حاسدوں کا زبان راجہ پر نہ آیا بلکہ اگر کوئی شخص اُن لوگوں کا تذکرہ کرتا تو غصہ ہو کر منہ پہیر لیتے۔ معہذا نیت مہاراجہ میں تہا کہ جب وہ لوگ اپنے کردار زشت سے نادم ہو کر عاجزی سے پیش آویں تو حسب مقتضائے حال پرورش انکی کیجاوے۔ مشارالیہ اپنے دوستوں کے ذریعہ سے جو دربار مہاراجہ میں تہے حال نفرت ظاہری راجہ کا سنتے تو اپنی جانوں کے خوف سے درپئے قتل راجہ ہوتے اور گوالداس بانی مبانی اور شریک غالب اس ارادہ کا تہا اوس نے

کس وناکس کو طمع سے موافق کرلیا اور دو شخصوں کو آمادہ بوجھانے چراغ بلونتی کا کرکے
دربار راجہ میں ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ء میں بھیجا۔ مگر قاعدہ مستمرہ راجہ سے یہ تھا کہ پچاس
ساٹھ آدمی معتمدان سے کہ حضوری کہلاتے مع تلوار وسپر کے پہرہ پر حاضر رہکر مثل ہالہ کے
کہ گرد ماہ ہورہتے اور راجہ کو کیا بیداری اور کیا خواب میں مثل تپلی کے آنکھہ میں رکھتے
مفسدان ہمیشہ قابو ڈھونڈھتے مگر موقع نہ پاتے تاآنکہ ہونیوالے بات بہ مقتضائے جَفَّ
الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ ہونیوالی بات پر قلم تقدیر جاری ہوگیا۔ سانحہ عجیب نمایاں ہوا جسکی
حفاظت پہرہ والے بھی نہ کرسکے اور پردہ اونکی آنکھوں کے سامنے پڑگیا۔ وہ دونوں شخص
قریب شام کہ دربار عام تھا اہل دربار کے ساتھہ ملکر دیوان خانہ میں آئے اونکو ملازمان سرکار نے
منجملہ مجرائیوں کے اور مجرائیوں نے گروہ ملازموں میں سمجھا اور کسی نے اُنسے تعرض نہ کیا۔
جب شام ہوگئی اور تاریکی ہوگئی تو وہ دونوں کو رباطن پاخانہ میں جاکر چھپ رہے اور دیوار
سے لپٹ کر کھڑے ہوگئے جب دربار برخاست ہوا اور راجہ صاحب بغرض قضاے حاجت
اوٹھے جو ہیں پاخانہ میں آئے اُن دونوں بیباک نے دروازہ بند کرلیا مگر خیریت یہہ
ہوئی کہ گھبراہٹ وجلدی میں زنجیر نہ بند کرسکے ایک نے جھک کر جمدھر کو شکم راجہ پر مارا
اور چاہا کہ پیٹ کو پھاڑے مگر ہاتھ نے غلطی کی وہ جمدھر استخوان پہلو پر لگا دوسرے نے
تلوار مارنا چاہا مگر جوہیں ہاتھہ اٹھایا چھت کے چھوٹے ہونے سے لکڑی یعنی شہتیر میں لگی
جس سے تلوار ٹوٹ گئی اور ایک ٹکڑا اوسکا گر کر راجہ کے سرپر آیا جس نے پوست یعنی جلد
سر کاٹ کر ہڈی کو توڑ دیا۔ راجہ چونکہ دلاور اور قوی بازو وتہمتن وتناور تھے بعد دو زخم کھانے
کے بھی ایک ہاتھہ سے جمدھر اور بازو زخمی کرنے والے کو اس طور سے پکڑا کہ دوبارہ نہ مار سکا
اور دوسرے ہاتھ سے دوسرے کے قبضہ تلوار کو پکڑ کر اوسکو بھی بےبس ومجبور کر دیا۔
اُن لوگوں نے بہت کچھ ہاتھہ پیر چلایا مگر اپنے ہاتھوں کو اوس شیر پنجہ کے ہاتھہ سے نہ چھوڑا
سکے۔ کشتی ہونے میں سانس کی آواز اور تلوار کی جھنکار باہر کے لوگوں نے سنی اور مضطربانہ

پاخانہ کے دروازہ کو کہولکر اندر آئے۔ راجہ کو زخمی اور خون آلودہ دیکھکر سب کا خون جوش
میں آگیا اُن دونوں نالایقوں کو حربہ سے خوب ہی زخمی کرکے باہر لائے تہوڑی سی جان
اُن میں باقی تہی اون سے ہر طرح سے دریافت کیا گیا کہ تم کو اس کام پر کس نے مقرر کیا
اور کس کے کہنے سے تم نے یہ بیحیائی کی مگر اونہوں نے کچہ جواب نہ دیا اور راہی سقر
ہوئے استقلال و ثبات و درستگی حواس راجہ بلونت سنگہ قابل ملاحظہ ناظرین ہے
کہ اوسی حالت میں کہ خون زخم ہائے مختلف سے جاری تہے گوپال داس مہاجن کو
حکم دیا کہ اُسیوقت ہنڈوی قسط سرکار کی لکہیں اور لالہ نندکشور سے کہا کہ عرضداشت
بخدمت نواب صفدر جنگ مشتمل زخمی ہونے مگر بفضل خدا سے جاں بر ہونے کی لکہیں
تاکہ دربار نواب میں شہرہ میرے قتل ہوجانے کا نہ ہوجاوے ایک طرف جراح زخم پر
ٹانکے دے رہا تہا اور ایک طرف مضمون عرضی کو لکہا رہے تہے یہ خبر وحشت اثر سنکر
بابو بہجنا تہ سنگہ بیٹہٹہ سے اور لال خاں جونپور سے اور دوسرے بابو و ملازم خیر اندیش
چہار طرف سے دوڑ کر حاضر ہوئے جب اُن جان جہاں کو اس حالت سے دیکہا دنیا
اونکی آنکہوں میں تیرہ و تاریک ہوگئی اور اس واقعہ کی تحریک کا یقین برادران مفسد
سے ہوگیا۔ جان نثاروں نے اجازت چاہی کہ اونکو بہی جاکر ختم کردیں منجملہ سب کے رسول[1]
خاں بخشی کو زیادہ تر اصرار تہا اور کہتے تہے کہ جب تک بدلہ میں ان دو زخموں کے سو سو
تلوار دشمنوں کو نہ مارلوں میرے دل کو تسکین نہ ہوگی راجہ نے منع کرکے کہا کہ خدا نے
مجہکو اپنی عنایت سے زندگی دوبارہ بخشی اور زخمی کرنے والے مارے گئے اب بغیر ثبوت
قصور اپنے عزیزوں و قرابت داروں کو نہ مارنا چاہیے اور گوت بدہ یعنی قطع صلہ رحم نہ کرنا
چاہیئے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ میرے بہائیوں نے میرے خون پر کمر باندہا ہے
خدا کے فضل سے زخم بہرا جاتا ہے۔

---

[1] انہیں رسول خاں بخشی کی اولاد میں ظفر محمد خاں رسالہ دار پنشنر ابتک موجود ہیں۔

اِس گفتگو کی اطلاع جب سرنام سنگہ کو ہوئی تو خوف جان وآبروسے حضور راجہ میں آئے اور شیو ظالم سنگہ وجے جیت سنگہ کو اپنے ہمراہ لائے اور بیگناہی اور اِس کام کے انکار پر قسم کھائی اور کہا بعد اشتباہ اِس حرکت کے شہر وملک کا چھوڑنا واجب ہوگیا۔ راجہ نے فرمایا اسقدر مبالغہ کیا ضرور ہے عقلمندوں نے کہا ہے۔ بات کہی اعتبار ہوگیا مبالغہ کیا شک ہوگیا قسم کہایا جھوٹ سمجھا گیا۔ میں تو کچھ نہیں کہتا اور قصاص نہیں چاہتا ملک وشہر میں رہنے کو کوئی مانع نہیں۔ اگر تلاش معاش منظور ہے تو اختیار ہے ورنہ جیسطور سے کہ آپ حضرات کے باپ اطاعت راجہ سنارام سنگہ کی دل سے کرتے تہے تم بہی کرتے رہو۔ جو کچھ ہونا تہا ہوگیا۔

سرنام سنگہ رخصت ہوکر اور اوس ملک میں رہنا اپنے مناسب نہ سمجھکر جانب بنگالہ چلے گئے اور ملازمت نواب مہابت جنگ ناظم بنگالہ میں جاکر بسر کرنے لگے۔ اور شیو ظالم سنگہ وغیرہ اپنے گہروں میں شرمندہ ہوکر بیٹھے اور لوگوں کی آمد ورفت اپنے پاس کی بند کردی راجہ نے اونکو ہیچکارہ سمجھکر اُن کی فکر بہی نہ کی مگر اپنے حضور میں آنے کی اجازت نہ دی۔

خلاصہ یہ کہ دو ماہ میں زخمہائے راجہ بہر گئے اور شفاء کامل ہوکر غسل صحت کیا بہت سا سونا چاندی برسم خیرات فقرا ومساکین ہندو ومسلمان کو دیا گیا اور بہت سا روپیہ رسم مبارکبادی میں خزانہ میں آگیا جو ایک سال کے خرچ کو کافی تہا۔ راجہ نے فرمایا کہ باہر کے زخم تو میرے بہر گئے مگر اندر کا زخم یعنی دل کا گہاؤ جو زخم انتقام ہے ابہی باقی ہے۔ گوالداس مہاجن کو پکڑ لاؤ کہ یہہ سب فساد اوسی کا ہے منتظران حکم دوڑ پڑے اور مثل عذاب کے فرشتوں کے اوسکے سر پر پہونچکر کشاں کشاں لائے۔ راجہ نے بعد عتاب وخطاب اوسکو قید خانہ گنگا پور میں بہیجکر تاکید کیا کہ کوئی اُس سے ہم کلام نہ ہو اور گہر پر پہرہ مقرر کرکے کہا کہ کوئی غیر آدمی اوسکے گہر میں آنے نہ پاوے اور ایک رسن بہی گہر سے نہ جلنے پاوے لوگوں نے پوری تعمیل کی۔ چونکہ اوس زمانہ میں درمیان ہنود دستور تہا کہ شخص مقید کہانا

چھوڑ دیا اور دودہ شربت پر اکتفا کرتا اور بال نہ بنواتا اور ناخن نہ کٹواتا۔ لہذا گوالداس نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا گو اصرار موکلان سے کچھہ دودہ زہر مار کر لیتا مگر با این ہمہ تکلیف اقرار گناہ نہ کرتا۔ زیادتی رنج راجہ سے کسی کو طاقت وجرأت نہ تھی کہ اوسکی سفارش کر سکے جب اُسکی حالت ترک غذا وغم کہانے سے دگرگوں ہوئی تو مہاجنان شہر بنارس مجتمع ہوکر گوپال داس مہاجن کے پاس کہ مدارالمہام دادوستد مہاراجہ کا تہا آنکر بہ لحاظ کفو ہونے کے خلاصی دلوانے کی امیدوار ہوئے اور اضطراب زن وبچہ وگریہ وزاری اونکا ذکر کرکے رہائی پاجانے میں بلندنامی برادری کا ذکر کیا حالانکہ گوپال داس کو اس کام کے کرنے سے انکار تہا مگر اُن لوگوں کے اصرار سے مجبور ہوکر سب کو حضور راجہ میں لے گئے۔ راجہ کو خوش اور اپنی طرف متوجہ دیکھکر پانچ چھہ شخص عمایدمہاجنان نے دست بستہ ہوکر اوصاف جمیلہ راجہ کو عرض کرکے التماس کیا کہ خود بدولت نے چند ناکسان کو جو قابل قتل تھے جان بخشی کردی ایسا رحم کسی مالک سے ظاہر نہیں ہوا گوپالداس فی الحقیقت مجرم وقابل گردن زدنی ہے مگر مشہور ہے کہ عفو میں جو لذت ہے وہ انتقام میں نہیں ہے امیدوار ہیں کہ اوسکو بہی بخشدیں۔ گوپال داس نے عرض کیا وہ نالائق سر بدن سے جدا کرنے کی قابل ہے مگر مہاجنوں کو زخم تلوار سے زیادہ مال کے تلف کا زخم ہوتا ہے لہذا کافی روپیہ بطور جرمانہ لیلیا جاوے تاکہ ذلت افلاس سے اپنی سزائے اعمال کو پہونچ جاوے اور فقیر ہوجانے سے نظر میں ہمچشموں کے ذلیل ہوجاوے۔

چونکہ راجہ کے دل کی بات تہی لہذا بعد انکار کے بار منت واحسان کا گوپال داس وغیرہ مہاجنان پر رکہکر فرمایا کہ تمہارے پاس خاطر سے میں نے معاف کیا۔ دس لاکہ روپیہ داخل سرکار کردے۔ مہاجنوں نے تسلیم کرکے شکریہ بجالاکے مقدار روپیہ کی طے کرنے کو دریافت گوپال داس پر چھوڑا اور کسی کو بعد اجازت راجہ کے اُسکے پاس بہیجا جب فرستادہ نے بیان حال کیا تو اوس لئیم نے کہ مال کو جان سے بمراتب عزیز رکہتا سر انکا ہلاکر کہا کہ اسقدر روپیہ کا

ادا کرنا میری قدرت سے زیادہ ہے۔ اسی حیلہ سے حبس دوام کیا ہنر ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ مار ڈالیں۔ گوپال داس کی عورت کہ اپنے شوہر کے چھوڑانے میں نہایت بیقرار تہی گوپال داس کے پیر پر سر رکھکر کہنے لگی کہ بھگوان کیواسطے میری سفارش کرو اور اوس برباد دہ خاندان کے پاس جاکر اوس کی سرزنش کرو اور کہو اے بے عقل جان سے مال پیدا ہوتا ہے مگر مال سے جان نہیں ہوتا اگر تم مرگئے تو مال کس کام آوے گا۔ گوپالداس کا دل اوس عورت کے رونے پر دردمند ہوا کہنے لگا ایک لاکہ روپیہ تک میں اپنے پاس سے دوں گا اور حتی الوسع تمہارے شوہر کو رہائی دلواؤں گا۔ پہر اوس قیدی کے پاس جاکر زجر و توبیخ و نصیحت سے تین لاکہ جرمانہ دینے پر راضی کیا اوسکی عورت نے کہ عفیفہ و شیفتہ شوہر تہی سنکر گوپال داس کو کہلا بہیجا کہ ایک لاکہ دو لاکہ پر تامل نکریں میں دونگی پہر گوپال داس مع چند مہاجنوں کے حضور راجہ میں گئے اور بعد قیل و قال کے پانچ لاکہ روپیہ پر رہائی اوس گرفتار کی طے ہوئی۔ گوپال داس نے گہر میں اوسکی آنکر خوشخبری تازہ جان کی دیا اور ایک ہفتہ کے عرصہ میں زر جرمانہ داخل خزانہ سرکار ہو گیا۔ راجہ نے اوسکو طلب کرکے عنایت خلعت و عفو تقصیر سے رخصت گہر جانے کی دیکر پہرہ اوسکے مکان سے اوٹہوالیا۔ گوپالداس شرمندہ و منفعل اور مال کے تلف ہونے سے جاں گداختہ ہوکر چندے گہر میں رہا اور اوسکے بعد بمقام گیا (تیرتھ گاہ) چلا گیا وہاں سے جگرناتھ جی چلا گیا جو کہ کنار سمندر واقع ہے مگر وہاں کے آب و ہوا اوسکے موافق مزاج نہ ہوئی اوسی بیماری میں شکم و پشت دونوں ایک ہوکر مرگیا۔

راجہ کا اقبال روز بروز ترقی پر ہوتا گیا اور جاہ و دولت روز افزوں تہی سیر و شکار و دیکہنے طوائفاں گلعذار و شنیدن سرود میں مشغول رہتے۔ رات کو نیند نہ آتی تا صبح جاگا کرتے۔ غلام حسین خاں مصنف بلونت نامہ اونکی صحبت میں حاضر رہتی اور سوتا اونکو نصیب نہ ہوتا تا اینکہ اسی حالت سے ایک زمانہ گذر گیا

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں گنبوہ۔

تسخیر بہدونی سنہ ۱۱۶۶ھ مطابق سنہ ۱۷۵۳ع مین ہونا

جسونت سنگہ قوم راجپوت زمیندار بہدونی راجہ منسارام سنگہ کے زمانہ سے اکثر محالات راجہ پر ترک و تاز کیا کرتا۔ راجہ مذکور اوسکی سرکوبی کی فکر میں رہتے مگر اوسکے قوت و شوکت کے مقابلہ میں لڑنا مناسب نہ تہا بعد انتقال راجہ منسارام سنگہ عہد راجہ بلونت سنگہ میں اُسکا وہی وتیرہ رہا ہمیشہ خار حسد جسونت سنگہ دل میں راجہ بلونت سنگہ کے کہٹکا کرتا۔ تا اینکہ رفیقان جسونت سنگہ نے رستم خاں رسالہ دار ناظم بنگالہ کے دروازہ پر جسکا مکان بہدوہی[1] میں تہا۔ کچھ بے عزتی و بے حرمتی کی۔

[1] جس رقبہ کا نام آج کل بہدوہی ہے وہ پہلے آنند بن کہلاتا تہا اور سنگہن بن و کنجن بن بہی نام تہا۔ بہر راج کے زیر حکومت جب یہ خطہ بہدوہی تہا تو اسکا نام بہردوئی ہوا یعنی بہیروں کی دوہائی چنانچہ کاغذات سرکاری انگلشیہ میں سنہ ۱۷۷۲ء کے ماقبل پٹہ بہدوئی بہردوئی کے نام سے مشہور تہا۔ چونکہ بہر خاندان میں بہیروجی کا پوجا ہوتا ہے۔ لہذا کیا عجب کہ یہ نام اوسی نام کی مناسبت سے رکہا ہو اور بہ کثرت استعمال سے بہدوہی ہوا۔ اس خاندان بہر کے بعد مونس خاندان جس میں جسونت سنگہ تہے اُنکے یہاں گو درگاجی کا پوجا ہوتا ہے مگر شادی بیاہ میں دیوتا بہیروں کا لطبدان (؟) پوجا ضرور ہوتا ہے۔ بہدوہی کی ابتدا تاریخ میں جس زمانہ میں آنند بن نام تہا قوم موسہر و بہیل ہر حکمران تہے جو امتداد زمانہ سے اب وہ جنگلی و وحشی قوم ہو گئی بلحاظ صفحات تاریخ میں اونکا تذکرہ لکہنا طوالت دینا ہے لہذا مونس خاندان کے حالات جو بعد بہر ہوئے بغرض ربط لکہنا منظور ہے۔ صاحب پربہو پرتاب از روے گزیٹر سنہ ۱۸۸۳ء و معتبر روایات زبانی لکہتے ہیں کہ ریاست جے پور کے رہنے والے (جو میواڑ و بوندی کے شمال و مارواڑ و بیکانیر کے مغرب ہے) اننت رام سنگہ نامی مونس پیادہ پا تیرتہ جاترہ کو آرہی تہی جب حدود بہدوہی کے موضع سایر درجا ونٹی کے درمیان ایک برہمن کے مکان پر قیام کیا تو اوسکو پریشان پایا معلوم ہوا کہ رئیس زبردستی اوسکی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اونہوں نے شادی کی تاریخ مقرر کرائی اور اپنی مدد وطن سے منگا کر بارات آنے پر تمام خاندان کو قلع قمع کر کے خود مالک بنگئی۔ مسٹر ڈیو ہاٹ صاحب نے اپنے مینول سنہ ۱۸۶۵ء میں لکہا ہے کہ اس خاندان مونس سے پہلا شخص جو سربراودہ و سردار تہا وہ ساگر رائے ہے اونکی اولاد میں ہرنبس رائے و رام چندر و جگدیش رائے تہے۔ ان میں سے جگدیش رائے حق گذارہ پر قائم رہے اور رام چندر کے لڑکے بیر بہادر سنگہ کے پانچ لڑکے تہے بڑا لڑکا

یہ خبر جب رستم خاں کو معلوم ہوئی تو اونہوں نے جہالت افغانی سے ترک روزگار کر دیا اور
نہایت عجلت کے ساتھ بنارس میں آئے اور راجہ بلونت سنگھ سے ملے اور شکایت
بے حرمتی کی بیان کی۔ راجہ مذکور تو خدا سے کوئی حیلہ ڈھونڈ رہے تھے۔ رستم خاں کی
نہایت تعریف کی اور اخراج جسونت سنگھ کی ترغیب دی۔ رستم خاں نے فوج راجہ بلونت
سنگھ سے لیکر راجہ پرتھی پت زمیندار پرتاب گڈھ سے کہ ہم سوانح تھے اور بہت
بڑے راجہ اوس نواح کے تھے مدد چاہی راجہ پرتھی پت نے بوجہ بہادری جسونت سنگھ
تامل کیا۔ مگر رستم خاں نے اُسکے نکالدینے کا ذمہ اپنے اوپر لیکر اونکو آمادہ کیا۔
ایک طرف سے فوج راجہ بلونت سنگھ اور دوسری طرف سے فوج راجہ پرتھی پت کی
بڑھی۔ جسونت سنگھ نے باوجود وفور تہور وکثرت وانبوہ رفیقان اپنے کو قابل میدان نہ
دیکھکر گڑہی بہدوہی کو آراستہ کیا اور اپنے ہاتھ قید میں ہوگیا یعنی محصور قلعہ ہوگیا
کچھہ دنوں تک اندر سے بندوق وبان چلتی رہی اور بہت سے بہادران محاصرہ کنندہ
خاک وخون میں غلطاں ہوتے رہے اور کوئی حراس محصوریاں قلعہ یعنی جسونت سنگھ
واوسکے رفیقوں پر نہ تہا۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ :۔
جودہ رائے نے سند زمینداری پرگنہ بہدوہی شاہجہاں بادشاہ سے حاصل کی اور دوسرا بھائی اسکا مدن
سنگھ تہا۔ جودہ رائے کے انتقال پر اوسکی بی بی کے نام سند ہوئی اور منتظم مدن سنگھ رہا۔ مدن سنگھ
کے لڑکے زورآور سنگھ اچل سنگھ۔ چندر سنگھ۔ وجے سنگھ۔ مادہو سنگھ تہے۔ بعد وفات پدر ان لوگوں
نے پرگنہ بہدوہی اٹھارہ پٹہ پر محدود کیا اور تحصیلداری سرے علحدہ قائم کیا۔ مدن سنگھ کے زمانہ
میں یہ پرگنہ سرسبز وآباد تہا۔ جب محمد شاہ بادشاہ کی سلطنت پر زوال شروع ہوا تو اس بہدوہی
کی زمینداری پر زوال آنے لگا۔
سنہ ۱۷۳۲ء میں اچل سنگھ وزورآور سنگھ وچے سنگھ مرگئے صرف زورآور سنگھ کا لڑکا ہوشیار
وقابل شخص تہا وہ سنہ ۱۷۳۵ء میں تمام پرگنہ کا مالک ہوا۔ اور سرپانواں میں قیام کیا۔
ملاحظہ ہو پرتاب منشی گوری شنکر ص ۴۰

مگر رستم خاں کثرت ایام محاصرہ سے دل تنگ ہو گئے ایک روز اپنے بھائیوں کے ساتھ بندوق و بان کی ضرب اوٹھاتے ہوئے فصیل حصار پر چڑھ گئے اور بلا خوف دشمنوں کے سر پر جا پہونچے جسونت سنگھ زندہ گرفتار ہوا۔ اکثر عزیز و رفیق اوسکے مارے گئے اور بہت سے دست بستہ گرفتار ہوئے۔

اگرچہ یہ بات طے ہی تھی کہ بعد فتح قلعہ پر راجہ برتھی پت کا دخل ہوگا لیکن راجہ بلونت سنگھ نے رستم خاں سے ملکر اپنا قبضہ کرکے اپنے عامل محالات بھدوئی پر بھیجدئے اور ماہ ذیقعدہ ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں راجہ بلونت سنگھ صاحب کا قبضہ ہوگیا۔

رستم خاں نے جسونت سنگھ کو عوض اوس ظلم میں پنجرہ آہنی میں بند کرکے کمال سیاست سے مار ڈالا۔

جنگ علی قلی خاں با راجہ بلونت سنگھ

۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں علی قلی خاں[۱] بہادر کہ عمدہ سرداران نواب صفدر جنگ تھے حضور سے خدمت محالات صوبہ الہ آباد جانب دکھن جمن میں مشغول تھے کیونکہ اس صوبہ الہ آباد کا تبادلہ محمد خاں بنگش سے معاوضہ صوبہ اکبر آباد صفدر جنگ سے کر لیا تھا۔

جب اس مکر و فریب راجہ بلونت سنگھ کی خبر بابتہ تسخیر بھدوئی معلوم کیا تو بلا اجازت اپنی آقا کے بقصد جنگ راجہ راہ مرزا پور سے چنار گڈھ میں آئے۔ راجہ بلونت سنگھ پر خوف طاری ہوا۔

[۱] یہ علی قلی خاں سپہ سالار تھے اور محالات صوبہ الہ آباد میں متعین تھے انہوں نے ہمراہ اندر گر گسائیں وقت حملہ احمد خاں بنگش بعد الہ آباد کے بعد شکست اول صفدر جنگ کار ہائے نمایاں کئے تھے۔ یہ علاوہ محمد قلی خاں عزیز صفدر جنگ ہیں۔

مہربان[1] سنگھ پدر منیار سنگھ سے استصواب رائے کیا اُنکی رائے ہوئی کہ یہاں سے کوچ کرکے حوالی لطیف پور میں قیام کرنا چاہیے اگر علی قلی خاں بقصد مقابلہ آدیں تو لطیف پور کو پس پشت دیکر لڑنا چاہیے۔ راجہ کو یہ تدبیر پسند آئی اور گنگا پور سے برآمد ہوکر گھاٹ موضع جیندرونی سے عبور دریاے گنگ کرکے لطیف پور میں گئے اور نگہداشت و ملازم کرنا سوار و پیادہ کی شروع کیا۔

علی قلی خاں نے رنگ زمانہ دیکھکر اوس وقت جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور بھدوہی کیطرف متوجہ ہوکر حصار بھدوہی کو راجہ کے عاملوں سے لیکر اپنے عامل مقرر کئے اور اپنے محالات کی طرف واپس گئے۔

راجہ بلونت سنگھ پھر گنگا پور واپس آئے اور اپنی فوج بھیجکر عاملان علی قلی خاں کو نکالنا چاہا اُن لوگوں نے مقابلہ مناسب نہ سمجھا اور بغیر کسی قسم کے مزاحمت کے حصار کو خالی کردیا۔

علی قلی خاں یہ خبر سنکر غصہ میں آئے مگر بسبب تسلط راجہ بلونت سنگھ کے مرد میدان نہوکر جو یائے وقت رہے۔

تا آنکہ عینی سنگھ پسر بیری سال و شیو بخش سنگھ پسر دریاؤ سنگھ مع جماعت رفیقان خیال علی قلی خاں سے آگاہ ہوئے اور بقصد انتقام خون و حصول ریاست پدران عین بارش

[1] مہربان سنگھ صاحب پسر بابو دیارام پسر منور نجن سنگھ و بھائی راجہ منسا رام صاحب کے تھے مہربان سنگھ کے پانچ لڑکے ہوئے بابو منیار سنگھ۔ بابو ہنجیل سنگھ۔ بابو شیو رام سنگھ۔ بابو شیو نرائن سنگھ بابو قلندر سنگھ ہے۔ مگر بابو منیار سنگھ کو راجہ بلونت سنگھ صاحب بہت دوست رکھتے اور مثل فرزند پالا تھا۔ جب راجہ چیت سنگھ سے عدول حکمی گورنر ہوئی تو اون کو بہت شاق گذرا اور اسی غم میں لطیف پور میں انتقال کیا۔
انکے تین بیٹے تھے بابو ننکو سنگھ۔ بابو پرتاب سنگھ۔ بابو آسمان سنگھ بابو منیار سنگھ کا گھاٹ رام نگر میں اب تک مشہور ہے۔

باران وطغیانی نالہ میں پرگنہ بنیاسے الہ آباد علی قلی خاں کے پاس پہونچے اور انکو آمادہ جنگ کیا اور اخراج بلونت سنگہ کا ذمہ لیا اور یہانتک جلدی کی کہ فوراً اسی زمانہ میں حملہ کرنا چاہیے تاکہ اپنے سامان کو درست نہ کرنے پاویں اور بسبب طغیانی نالہ با وجوش دریا کے مدد کسی طرف سے اُن تک نہ پہونچ سکے۔ خدا نے چاہا تو تہوڑی زمانہ میں گرفتار کرکے حوالہ سرکار کرینگے۔

علی قلی خاں چونکہ خواہاں پاداش بدکرداری راجہ مذکور تہی یہ رائے پسند کرکے موجودہ جماعت سے حوالی بہدوئی میں جا پہونچے۔

راجہ بلونت سنگہ نے بوجہ رفاقت عینی سنگہ وشیو بخش سنگہ مردمیدان ہونا مناسب سمجہکر بذریعہ بابو گوپی سنگہ ہزاری وبابو بسنت سنگہ ہزاری کہ عمدہ سرداران لشکر علی قلی خاں سے تہے خواہان صلح ہوئے۔ اور لاکہہ روپیہ نذرانہ بشرط واپسی وواگزاشت مالگذاری محالات بہدوئی باختیار اُنکے واضافہ چار آنہ فی روپیہ اپنے ذمہ کا اقرار کیا۔ ہردوسرداو نے علی قلی خاں کو بہت سمجہایا مگر عینی سنگہ کے اغواسے صلح پر راضی نہ ہوئے اسوجہ سے بابو گوپی سنگہ[1] وبابو بسنت سنگہ کے دل میں کدورت آگئی اور پوشیدہ طور سے بلونت سنگہ سے اتفاق کرلیا۔

بہرطور راجہ بلونت سنگہ نے سرداران لشکر کو متفق دیکہکر ۹ ذیقعدہ سنہ ۱۱۶۶ھ مطابق سنہ ۱۷۵۳ء میں گنگا پور سے کوچ کرکے سواد بہدوئی میں پہونچے اور علی الصباح نقارہ جنگ بجاکر میدان نبرد میں آگئے لعل خاں وغیرہ رسالہ داران قوم پٹھان کو بابو رام روچہ کی سرداری میں میمنہ پر اور تمامی زمینداران کولکے کو سرداری اپنے خالہ زاد بہائیوں بابو ہردت سنگہ

[1] انہیں بابو گوپی سنگہ کے نسل میں مہابیر پرشاد سنگہ ورن بہادر سنگہ بگہیل گہر بانار رام نگر میں موجود ہیں اور روپ بہادر سنگہ دربار کنور صاحب حال میں نہایت رسوخ رکہتے ہیں اور معتمد علیہ ہیں۔

بابو پریدت سنگہ پر میسرہ میں قرار دیا اور توپ خانہ کو مع شترہائے جزایرچی سامنے رکھا اور بھیر و بنگاہ کو پیچھے رکھا اور خود دلاوران چیدہ کے ساتھ وسط و قلب لشکر میں ٹھہرے جب نقارہ جنگ کی آواز ہوئی اوسوقت علی قلی خاں ناشتہ کہا رہے تہے کہ سنتے ہی ہاتھ کھینچ لیا - حاضرین نے التماس توقف و ناشتہ کہا لینے کا کیا تو جواب پایا کہ جب مخالف اس دلیری سے آگے آگیا تو کہانا سے ہاتھ لگانا شیوہ ہمت و حمیت کے بعید ہے یہ کہکر خیمہ سے باہر آکر گھوڑے پر سوار ہوکر عنان ریز میدان نبرد میں جا کھڑے ہوئے اور گولہ کی ضرب کو بچا کر ٹھہرے بابو گوپی سنگہ وغیرہ ہزاریان کو توپ خانہ کے ساتھ ہراول کیا اور بابو شیو بخش سنگہ کو مع رفیقان مقابلہ لعل خاں میں کہا اور عینی سنگہ کو مدافعہ بابو ہردت سنگہ پر مقرر کیا۔

بابو گوپی سنگہ وغیرہ رسالہ داران ہزاری پر علی قلی خاں کو اعتماد کلی تہا مگر چونکہ وہ راجہ سے سازش کر چکے تہے لہذا بطور تماشائیوں کے کھڑے رہے اور محض اسی پر قناعت نہیں کیا بلکہ اپنے رفیقوں کو راجہ کی مدد میں بھیجا اونسے خود نواب کی لشکر سے لڑنے کو کہا چونکہ یہ دو سردار منحرف ہو چکے تہے لہذا تھوڑی ہی جنگ کے بعد نواب کی لشکر پر آثار ہزیمت طاری ہوئے۔ بہت سے لوگ بھاگ نکلے بہت شخص بزو گوسفند مقتول ہوئے جب میدان جنگ رفیقوں سے خالی ہوگیا تو عینی سنگہ گھوڑا دوڑا کر شیو بخش کے پاس آئے اور کہا زمانہ ہم سے خلاف ہوگیا اور تدبیر خلاف پڑی اب تو موقع یہ ہے کہ گھوڑے دوڑا کر نکل چلیں۔ شیو بخش سنگہ نے ڈانٹا کہ یہ کیا نامردی ہے کیا پھر بھاگنے کا کلنگ کا ٹیکہ پیشانی پر لگا دیں اور پھر آج نامردی کا دھبہ تازہ کریں۔ میں نے اپنا مرنا گوارا کر لیا ہے تم کو جو پسند ہو کرو۔ یہ کہکر گھوڑا انگیز کرکے لعل خاں کے مقابلہ میں آئے چاہتے تہے کہ گھوڑا کود اکر نیزہ لعل خاں کے سینہ پر ماریں نامدار خاں چیلہ لعل خاں کہ فوج میں تہا اوس نے بندوق داغکر ماری اور گولی اوسکے پیشانی پر پڑی شیو بخش سنگہ گھوڑے سے

زمین پر آ گئے اور مر گئے۔

عیسیٰ سنگھ نے موت میدان نبرد کی گوارا نہ کی اور جس حیلہ سے ممکن ہوا نکل بھاگے اور افغان وخیزاں پرگنہ بیبا کو چلے گئے۔

علی قلی خاں نے موقع قیام میں نہ دیکھکر ہمراہ چند خواصان راہ الہ آباد کی لی اور ملک محروسہ الہ آباد میں داخل ہوے۔

اس فتح میں بہت غنیمت لشکر راجہ بلونت سنگھ کو ملی جس سے اُنکا حوصلہ بڑھ گیا۔

اسی اثنا میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ ماہ شوال سنہ ۱۱۶۳ھ مطابق سنہ ۱۷۵۰ء میں نواب صفدر جنگ ابو المنصور خاں نے پٹھانوں کی فوج سے شکست عظیم کھائی اور راجہ نیول راے نائب نواب مقتول ہوئے اور نواب زخمی ہوکر تنہا شاہ جہاں آباد میں آئے پٹھانوں نے زمانہ اپنے موافق دیکھکر ممالک محروسہ نواب وزیر میں دخل کرنا شروع کیا اکثر شہروں کو لوٹ کر بے چراغ کر دیا۔

راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ چونکہ حالات جنگ صفدر جنگ اور پٹھانوں سے تاریخ نادر الحقائق ناواقف ہیں لہذا بطور ضمیمہ اُنکے حالات درج تاریخ ہذا ہو رہے ہیں تاکہ پوری اطلاع پاجانے پر ربط تاریخ ہذا اُنکے تذکرہ سے مناسب ہو جاوے۔

ذکر مقابلہ شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ با احمد شاہ درانی و کار ہائے نمایاں کرنا صفدر جنگ کا پھر بعد موت محمد شاہ وزیر ہونا پھر سبب جنگ پٹھانوں سے پیدا کرنا آخر شکست کھانا

سنہ ۱۱۶۱ھ مطابق سنہ ۱۷۴۸ء میں جب احمد شاہ ابدالی تخت نشین ہوئے اور قصد تسخیر ملک ہندوستان کیا اور محمد شاہ کے دربار سے شاہزادہ احمد شاہ مع فوج گراں و وزیر اعظم نواب قمر الدین خاں و راجہ ایشری سنگھ کچھوایہ پسر مہاراجہ جے سنگھ سوائی مع نواب

صفدر جنگ بہادر متعین ہوئے اور زمین سرہند میں مقابلہ ہوا اور راجہ ایشری سنگھ مع جماعت راجپوتان زعفرانی پوش اپنے خون میں لوٹے اور احمد شاہ ابدالی نے شاہزادہ احمد شاہ پر حملہ کرکے نہایت پریشانی میں ڈالا اُسوقت نواب صفدر جنگ نے مردانہ حملہ کرکے احمد شاہ ابدالی کو شکست دی۔

بعد اسکے احمد شاہ ابدالی نے بہانہ صلح مہدی قلی بیگ توپچی باشی کو بھیجکر نواب اعتماد الدولہ نظام الملک آصف جاہ قمر الدین خاں کو اُنکے خیمہ میں مارا تو پہر دوبارہ حملہ کیا۔ اس مرتبہ بہی صفدر جنگ بہادر نے کار راستمانہ کرکے پہر شکست دی اور نواب معین الملک پسر دوم وزیر اعظم کو تعاقب مخالف میں لاہور تک بہیجا اور خود مع شاہزادہ واپس ہوئے جب مقام پانی پت میں پہونچے تو راجہ لچھمی نرائن وکیل نواب صفدر جنگ بہادر کا خط دربارہ رحلت محمد شاہ نواب کے پاس آیا۔ نواب نے شب ہی کو ایک توڑی پر زر بفت مڑھی اور مروارید کی لڑیاں اُسکے گرد لٹکائیں اور صبح کو خدمت شاہزادہ میں حاضر ہوکر نذر مبارکباد ادا کرکے اس چتر کو اپنے ہاتھہ سے سر پر شاہزادہ کے رکہا شاہزادہ نے یہ خوشخبری سنکر فرمایا کہ سلطنت ہم کو اور وزارت تم کو مبارک ہو اور اوسیدن خلعت وزارت بہی دیا۔

انتظام الدولہ بڑے بیٹے قمر الدین خاں وزیر مرحوم و امیر الامرا غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ وغیرہ تورانیوں کو بہت ہی شاق ہوا۔

بہرطور اسی ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں علی محمد خاں رئیس افغانان کے وفات کی خبر اور اُنکے بیٹے سعد اللہ خاں سے نواب قائم خاں قائم جنگ رئیس فرخ آباد کا جنگ کرنا اور قائم جنگ کا افغانان ہمراہی سعد اللہ خاں کے ہاتھہ سے مارا جانا مشہور ہوا۔ اگرچہ نواب صفدر جنگ علی محمد خاں سے خوش نہتے بلکہ اونکا صوبہ کہ جوار صوبہ خود تہا لے لینا چاہتے تہے مگر اس قاعدہ سے کہ ہر سو کہ گشتہ سود خواست اس واقعہ جنگ کو

ذریعہ دخل دہی بھیجے اور نہایت جلدی سے نواب صفدر جنگ نے شاہجہان آباد سے جانب شرق قصد کیا۔ اور فرخ آباد پہونچکر محمد خاں برادر قائم خاں کو مع سات غلاموں کے جن کی رائے پر انتظام سلطنت تھا قتل کیا اور مادر قائم خاں کو چھوڑ دیا اور دوسرے بھائیوں قائم خاں کو کہ منجملہ اونکے احمد خاں بھی تھے بطور روزینہ مقرر کیا۔ کوتوال و قلعہ دار اپنی طرف سے بٹھا دیا اور مہاراجہ نول رائے کو کہ صوبہ اودہ اونکی سپردگی میں تھا یہ ریاست بھی سپرد کردی اور خود بدولت دہلی تشریف فرما ہوئے۔

۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں احمد خاں برادر قائم خاں گوشۂ گمنامی سے برآمد ہوئے اور اپنی ہم قوم پٹھانوں کو یکجا کیا اور فرخ آباد و اوسکے نواح پر قابض ہوئے راجہ نول رائے یہ حال سنکر بیس ہزار ۲۰۰۰۰ سوار و پیادہ لیکر کالے ندی سے اوترکر لڑے مگر غفلت و دھوکہ میں مارے گئے۔ نواب صفدر جنگ نے چالیس روز بعد مارے جانے راجہ مذکور کے مقابلہ میں لشکر جمایا اور رستم خاں آفریدی بخشی فوج ملکہ شریک ریاست اول حملہ میں مارا گیا اور احمد خاں اپنی پالکی پر سوار ہوکر سات ہزار فوج کے ساتھ کہ پیادہ زیادہ اور سوار کم تھے۔ پلہ داری میں داخل ہوئے مگر پٹھان اوسکی ہمراہی کے اوس جگہ اتفاق سے ہوکر گذرے جہاں نواب صفدر جنگ مع نجم الدولہ وغیرہ و دیگر امرا تماشائی جنگ دیکھ رہے تھے ان پٹھانوں نے جو فراریوں میں تھے قریب پہونچکر بندوق کی باڑہ ماری پہلے حملہ میں فیلبان سواری نواب مارا گیا اور نواب کو بھی اثر پہونچا کہ غش میں آکر سر ہودج میں رکھدیا۔ جگت نرائن چھوٹے بھائی راجہ لچھمی نرائن نے یہ حال دیکھکر فوراً ہاتھی کے مستک پر پہونچکر ہاتھی کو چلایا اور لڑائی سے نکال لے گئے اور نجم الدولہ اسحاق خاں بہادر و نصیر الدین حیدر خاں بکمال شجاعت مارے گئے۔

لشکریوں نے جب نواب کو نہ دیکھا تو پیر اونکے اوکھڑ گئے۔ احمد خاں نے بعد اس فتح نمایاں کے علاوہ ملک میان دوآبہ کے صوبہ اودہ و صوبہ الہ آباد پر بھی قبضہ چاہا اگرچہ افغانان

ملازم احمد خاں و شیخ زادہائے لکھنؤ میں سے معز الدین خاں فاروقی ساکن لکھنؤ نے باتفاق دیگر شیخ زادگان جرأت نمایاں دکھلائی اور افغانوں کو لکھنؤ اور مضافات سے نکالا لیکن ملک میان دوآبہ کہ قبضہ نواب میں تھا قبضہ احمد خاں میں رہگیا اور قلعہ آلہ آباد بحسن تدبیر نواب خاں عالم بقا اسد خاں بہادر برادرزادہ نواب عمدۃ الملک امیر خاں بہادر کہ ہمراہ افغانان جنگ وجدل میں مصروف تھے قبضہ احمد خاں میں نہ آیا

ملاحظہ ہو سلطان الحکایات مصنفہ لال جی ولد سیتل پرشاد

حالات راجہ بلونت سنگہ زمانہ شکست صفدر جنگ میں

جب احمد خاں بنگش نے ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء میں انتزاع سلطنت ہائے صوبہ اودھ و الہ آباد کو عمال وزیر الممالک نواب صفدر جنگ بہادر سے چاہا تو محمود خاں اپنے بیٹے کو جانب اودھ بھیجا اور خود صوبہ الہ آباد کی طرف بڑھے اور سند زمینداری ہر چہار سرکار بنارس وغیرہ بنام صاحب[1] زماں خاں بھیجی جو اسوقت تک بصیغہ ملازمت راجہ بلونت سنگہ کے بعہدہ رسالہ داری مقرر تھے۔ صاحب زماں خاں راجہ بلونت سنگہ سے [illegible] مناسب نہ سمجھکر اس خبر کے پوشیدہ رہنے کی فکر میں ہوئے۔

---

[1] شیر زماں خاں و محمد زماں خاں دونوں بھائی قوم دلازک سے جونپور میں عہد محمد شاہ سے بکمال اقتدار بسر کرتے تھے شیر زماں خاں کی لڑکی کا عقد احمد خاں بنگش خلف محمد خاں بنگش فرخ آبادی سے ہوا اور شیر زماں خاں کے دو لڑکے تھے جنکا نام صاحب زماں خاں و کرم زماں خاں تھا دونوں بھائیوں نے انقلاب روزگار سے رسالہ داری راجہ بلونت سنگہ کی منظور کی۔ مگر جب احمد خاں بنگش نواب صفدر جنگ پر فتحیاب ہوئے اور تمامی ملک نواب اپنے متوسلان و عزیزوں کو دینا چاہا تو سند نظامت ہر چہار سرکار مع اعظم گڈہ غازیپور و اکبرپور وغیرہ بنام صاحب زماں خاں لکھدیے۔

راجہ موصوف کہ ہزیمت نواب وزیر سے متردد تھے یہ خبر پاکر اور بھی متشوش ہوئے خان مذکور کو بلاکر برفق و مدارا پیش آئے اور کہا ہمنے کچھ سنا ہے اگر وہ صحیح ہے تو ہم تمہارے مطیع ہیں یہ ملک حاضر ہے ہم خود شریک ہوکر بندوبست کرا دیں اور اگر آپ پسند کریں تو بطور نیابت انتظام کو انجام دیں۔

صاحب زماں خاں نے بہ مقتضائے دانشمندی انکار کرکے دفع الوقتی کی اور کسی حیلہ سے راجہ بلونت سنگہ سے رخصت ہوکر جونپور آئے جب مکرر حکم احمد خاں کا صاحب زماں خاں کے پاس بغرض اخراج بلونت سنگہ پہونچا تو جواب میں لکھا کہ بلونت سنگہ کے پاس بڑی جماعت ہے اور خزانہ و سامان بے انتہا ہے اونکا مقابلہ بلا مدد حضور بعید از قانون نمش ہے یہ سنکر احمد خاں نے اپنی فوج سے چند رسالہ داروں کو اونکی مدد کے واسطے مامور کیا اور راجہ اکبر شاہ مرزبان اعظم گڈہ و شمشاد جہاں زمیندار ماہل کو بغرض اطاعت و فرمانبرداری صاحب زماں خاں لکھا۔

صاحب زماں خاں حسب استصواب رفقا جونپور سے کوچ کرکے مقام اکبرپور میں گئے اور سوار و پیادہ رکھنا شروع کر دیا۔

اوسی مقام پر راجہ اکبر شاہ پانسو سوار و ہزار پیادہ لیکر اور شمشاد جہاں ڈیڑھ سو سوار اور پانسو پیادہ لیکر اور عینی سنگہ پسر بیری سال مع جماعت خویشان و برادران اونکے پاس آئے یہانتک کہ قریب سترہ سو سوار اور دس ہزار پیادہ کے جمع ہوگئے چونکہ قلعہ (گڑھی) شہر پور قریب فرودگاہ تھی لہذا رائے مشیروں کی اوسکے لینے پر ہوئی اور پندرہ دن کے عرصہ میں کوشش مردانہ سے فتح کر لیا اور جو لوٹ کا مال ملا اوسکو فوج پر تقسیم کر دیا اور بہ قصد تسخیر حصار جونپور کوچ کیا چونکہ چنداں استواری اوس میں نہ تھی اس وجہ سے رفیقان صاحب زماں خاں اول حملہ میں دروازہ پر پہونچ گئے اور لکڑی جمع کرکے آگ لگا دی۔ محصورین قلعہ اوسی جگہ جمع ہوگئے اور لڑائی تیر و بندوق و بان و نیز پتھر و لکڑی کی ہونے لگی بہت سے

بہادر مارے گئے اور زیادہ تر زخمی ہوئے تا اینکہ دوپہر کے عرصہ میں حصار جون پور صاحب زماں خاں کے قبضہ میں آگیا اور محالات جونپور پر اپنے رفیقوں کو متعین کر دیا۔ رفیقوں نے رائے دی کہ اسی مستعدی میں بلونت سنگہ پر حملہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ مغلوب الہراس ہیں تعجب نہیں کہ بغیر مقابلہ کو بہار کی طرف بہاگ جاویں اور بغیر زحمت ملک قبضہ میں آجاوے مگر صاحب زماں خاں نے پسند نہ کیا بلکہ بغرض انتظام مہمات جانب نظام آباد کوچ کیا۔

راجہ بلونت سنگہ کو اسوقت عجب بیم وہراس کا سامنا تہا ہر وقت اپنی حالت پر غور و فکر تہی اور واقعی حق بجانب تہا جو صوبہ دار کہ اُنسے موافق تہے اُنکی شکست ہو چکی تہی اور نئے صوبہ دار کا عزل ونصب ناظم و زمینداروں کے واسطے معمولی بات نہیں ہوتی۔ اور پہر اُسکے عامل نے انہیں قدر قرب مقام میں اپنا سکہ جما لیا۔ لہذا راجہ مذکور ہر وقت عبور دریا کے واسطے آمادہ رہتے۔

جب یہ خبر سنی کہ رُخ عامل احمد خاں یعنی صاحب زماں خاں کا جونپور سے دوسری طرف کو ہو چکا تو خوشی سے بہولے نہ سمائے گنگا پور سے کوچ کر کے قرب منڈیاہو میں اپنا خیمہ گاہ مقرر کیا ابہی اثنا میں معلوم ہوا کہ احمد خاں الہ آباد میں پہونچے اور قلعہ الہ آباد کا محاصرہ کر لیا۔

راجہ نے حسب صلاح دولت خواہان لعل خاں رسالہ دار و رسول خاں بخشی کو مع تحفہ و نذر حضور نواب احمد خاں میں بہیجا۔ دونوں سردار کہ نہایت عقلمند تہے جب الہ آباد پہونچے تو ہدیہ و تحفہ و تقریر پسندیدہ سے سرداران افاغنہ کو موافق کیا اور بذریعہ حاجی سرفراز کے خدمت احمد خاں میں پہونچے اور مورد تفضلات ہوئے۔ اوسیوقت پروانہ طلبی بنام راجہ صاحب روانہ کرایا چونکہ راجہ اپنی رہائی و رستگاری اطاعت میں سمجہتے تہے لہذا جریدہ الہ آباد پہونچے اول صحبت میں سخنان تملق سے نواب احمد خاں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا مگر آخر میں نواب نے کہا کہ نصف ملک تمہارا تمہارے نام بحال رکہتا ہوں اور نصف میں صاحب زماں کو بخشتا ہوں راجہ بلونت سنگہ نے اُسوقت بجز منظور کر لینے کے چارہ نہ دیکہا حسب دستور بحالی

نصف ملک پر خلعت سے سرفراز ہوکر رخصت ہوئے۔

جو ہیں راجہ بلونت سنگھ حضور احمد خاں سے نکلے ہیں کہ صاحب زماں خاں داخل لشکر احمد خاں ہوئے۔ احمد خاں نے خان مذکور سے کہا کہ جب تک مقدمہ ابوالمنصور خاں کا یکسو نہ ہوجاوے اوسوقت تک اِس زمیندار سے زمانہ سازی رکھنا ہے اور جب نصف ملک پر تمہارا عمل قرار واقعی ہوگیا تو پھر اِنکا نکالدینا چنداں دشوار نہیں ہوگا۔

پھر حاجی سرفراز کوکہ مربی راجہ بلونت سنگھ تھے ہمراہ صاحب زماں خاں کیا کہ ملک طرف شمال گنگ میں عمل صاحب زماں کا قرار واقعی کراکے ہمیشہ دونوں میں باعث صلح وصفائی رہیں۔

خلاصہ ابھی حاجی سرفراز باتفاق صاحب زماں خاں نظام آباد سے نہ آئے تھے کہ کہ خبر روانگی وزیر الممالک شاہ جہاں آباد سے بغرض تادیب احمد خاں اور اونکا الہ آباد سے بے نیل مرام واپس جانا معلوم ہوا راجہ بلونت سنگھ کو نہایت ندامت ہوئی کہ کیوں میں نے اِسقدر جلدی اِسکے ملنے میں کی اور کیوں تقسیم ملک پر رضامندی کردی اور کیوں اطاعت احمد خاں کی۔ پشیمان ہوکر گنگاپور سے سوا دمنڈیا ہو میں قیام کیا اور صاحب زماں خاں کو اِن واقعات سے اطلاع دیکر درخواست واگذاشت ملک کی کیا۔ صاحب زماں خاں نے خودداری کی اور اِسکے اقبال سے انکار کیا اور تمامی سپاہ کے ساتھ داخل جونپور ہوئے۔

چونکہ سلسلہ تاریخ ہذا قوم مرہٹہ سے شروع ہورہا ہے اور صفدر جنگ نے اونکی مدد سے پھر فتح پٹھانوں پر پاکر اپنے صوبہ جات کو واپس لیا ہے اور ہماری تاریخ کے راجہ بلونت سنگھ کا اِس واقعہ سے تعلق ہے لہذا اول حالات مرہٹہ پھر بقیہ حالات احمد خاں وصفدر جنگ مذکور ہونگے۔

ذکر اصلیت قوم مرہٹہ وترقی کرنا

مہارسٹ دیوگیر واوسکے اطراف کا نام ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو مرہٹہ د

انکے زبان کو مہارشٹی کہتے ہیں حکومت اِس قوم کی جماعت بہوسلہ میں تہی اور چند سال سے اولاد بالاجی راؤ پر ہو گئی تہی جیساکہ آیندہ مذکور ہوگا۔

سلسلہ بہوسلہ کا راجہ ہائے اودیپور سے جو کہ رانا کہلاتے ہیں اور اونکا سلسلہ نوشیرواں سے مشہور ہے اور تمام راجاؤں میں اباتک معزز سمجہے جاتے ہیں ملتا ہے۔

تفصیل کے واسطے سیر المتاخرین ذکر جماعت مرہٹہ دیکہو۔

چونکہ ایک اولاد رانا بطن دختر تخیار (بڑہئی) سے تہا اور ہنود موافق مذہب خود غیر قوم و کفو کی عورت کے اولاد کو اولاد نہیں سمجہتے لہٰذا اوس لڑکے نے بوجہ بے اعتباری اپنے اخوان و اقوام میں اودیپور سے نکلکر دکہن میں آکر کرناٹک کیطرف قیام کیا اور اپنی عمدگی نسب کی وجہ سے دکن کے عمایدکے یہاں شادی کی تو اونکی اولاد دو قسم پر منقسم ہوئی۔ اول انتولیہ دوم بھوسلہ۔ قوم بھوسلہ سے ساہوجی پہلے ملازم برہان نظام شاہ ہوئے دوبارہ ابراہیم عادل شاہ کے ملازم ہوئے۔

سیر المتاخرین

سنہ ۱۰۷۱ھ ازا تعینہ کے شروع تک مرہٹوں کا چنداں نام مشہور نہ تہا اور حکومت کو یہ لوگ نہ پہونچے تہے بلکہ سلاطین دکہن کے یہاں بزمرۂ سواران ملازم تہے۔ اونہیں میں سے مالوجی بہوسلا جس حاکم دکہن کے یہاں نوکر تہا وہیں لوک جی یادو راؤ جسکو لوگ یدونبسی[1] راجپوتوں کے خاندان سے منسوب کرتے تہے دس ہزار آدمیوں کا سردار تہا۔

ایک روز لوک جی اپنی لڑکی اور ساہ جی مالوجی بہوسلا کے بیٹے کو اپنے گود میں بٹہائے ہوئے براہ مذاق کہہ رہا تہا کہ یہ جوڑا تو بیاہ کرنے کے لائق ہے اشخاص موجودہ کو گواہ کرکے

[1] اہل اسلام کی چڑہائی سے پہلے دیوگڈہ کے راجہ بہی یدونبسی کہلاتے تہے اِس صورت میں اگر لوک جی یادو دو خود انہیں دیوگڈہ والے راجاؤنکی فروعات میں ہوں تو عجب نہیں۔ شیو پرشاد

مالوجی بہوسلا کہنے لگا دیکھو بھائیو لوک جی اپنی لڑکی میرے بیٹے کو دیچکے تا انیکہ لوک جی نے اپنے بیٹی کی شادی ساہ جی سے کردی۔ چونکہ مالوجی بہوسلا کی قسمت زور و نیر تھی دیکھتے ہی دیکھتے احمدنگر کے بادشاہ کی ملازمت میں پانچہزار سواروں کا جاگیردار ہوگیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے پرگنہ پونا جاگیر میں دیا۔ آئینہ تاریخ نما

ساہ جی برسم زمینداران وہاں پر بسر کرتے اور چندے ملازم صاحب قران ثانی شاہجہاں رہے اور اُسکا لڑکا سیوا اپنی جاگیر پر رہتا۔ از سیر

سیواجی مالوجی بہوسلہ کا پوتا اور لوک جی یادو راؤ کا نواسہ بڑا نامی و صاحب اقبال ہوا یہ شخص ۱۶۲۷ء میں پیدا ہوا اور اوسی سے مرہٹوں کا راج قائم ہوا۔ سیواجی پورا سولہ برس کا نہیں ہونے پایا تہا کہ اُسکی بدن میں خون شجاعت موج زن ہونے لگا۔ رات دن اوسکو شکار کہیلنے اور ڈاکہ زنی کے سوا کچہ کام نہ تہا اور جنگل پہاڑوں میں جنگلی اور پہاڑی آدمیوں کے ساتہ اوسے لطف معلوم ہوتا تہا وہ ایک ایک صعب گذار جنگل و دشوار گذار دروں سے ذرہ ذرہ واقف ہوگیا تہا اور ایک ایک جنگلی آدمی کا نام و نشان جانتا تھا۔ از آئینہ

آئینہ تاریخ نما

جب ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور اپنے مرض موت میں دو برس تک بیمار رہے تو بہت خلل اُنکے ممالک میں آگیا تہا اکثر سپاہ مقام کوکن بیجاپور میں آگئی اور وہاں کے قلعہ و ولایت ایسی لشکر سے کہ حفاظت پوری کرسکیں خالی ہوگئے۔ از سیر

سیواجی ڈاکہ زنی کرتے کرتے قلعہ جات مضاف بیجاپور پر دخل کرنے لگا چنانچہ پہلا قلعہ تورنا نامی جسپر اس نے اپنا دخل و تصرف کیا پونا سے دس کوس کے فاصلہ پر تہا۔ جس زمانہ میں بیجاپور کے بادشاہ نے دغا سے سیواجی کے باپ کو قید کرلیا تہا اوسوقت سیواجی نے شاہجہاں کو عرضی لکھی شاہجہان نے اوسکے باپ کو چہڑوا دیا بلکہ پنج ہزاری کا خطاب دیا۔ سیواجی نے اپنے باپکے چھوٹنے پر اپنا علاقہ بڑہانا شروع کیا۔ آئینہ تاریخ نما

اسی اثنامیں زمانہ عادل شاہ کا ختم ہوا اور اونکو موت آگئی اور اونکے لڑکے علی عادل شاہ تخت نشین ہوئے چونکہ ابتدا سلطنت اور صغر سنی کا زمانہ تھا لہذا استقلال میسر نہوکر بہت سے فتور اُنکے ملک میں ہوگئے۔ اور سیوا نے قوت پاکر تمامی قلعہ کوکن پر قبضہ کرلیا۔ اونکے علاوہ نئے قلعہ اپنی طرف سے بنائے اور قریب چالیس قلعہ سابق ولاحق کے سامان قلعہ داری سے بھر دئے اور اونھیں قلعہ جات کی پشت پناہی و جنگل ہائے سخت کی وجہ سے علانیہ اظہار مخالفت علی عادل شاہ سے کی۔ علی عادل شاہ نے افضل خاں کو کہ رکن عظیم سلطنت تھے مع لشکر جرار مقابلہ کو بھیجا۔ ازسیر

سیواجی نے کہلا بھیجا آپ اتنا بڑا لشکر کیوں لائے ہیں میں تو آپ کا نوکر ہوں لشکر سے مجھے خوف ہے آپ تنہا تشریف لاویں تو حکم بجالانے کو موجود ہوں۔ افضل خاں دہوکے میں آ ململ کا جامہ پہن تیغہ ہاتھہ میں لیکر تنہا لشکر سے باہر نکلا اودہر شیواجی پرتاب گڈہ کے قلعہ سے انگرکھہ کے نیچے فولادی زرہ پہن ہاتھہ میں شیر پنجہ چڑھا ایک چہرا اپنی کرکے اندر لگائے باہر آیا۔ جب افضل خاں نے سیواجی کو گلے سے لگایا تو سیواجی نے شیر پنجہ سے دبا فوراً اوسکا کام تمام کیا اور سیواجی کی فوج جو پہاڑوں میں پوشیدہ تہی باشارہ اُسکے افضل خاں کی لشکر پر کہ بے خبر پڑا تہا اس سرعت سے گری کہ تمام لشکر اوسکا اوسی دم تہ و بالا ہوگیا۔ آئینہ

بہر رستم خاں کو کہ عمدہ ہائے دولت علی عادل شاہ سے تہے شکست فاش دیا جب دغدغہ علی عادل شاہ کی طرف سے کم ہوگیا تو لوٹ مار و تاخت و تاراج اطراف کوکن میں مشغول ہوا اور چونکہ مملکت کوکن متصل سمندر ہے لہذا بعض بندروں پر بھی قبضہ کرلیا اور قطاع الطریقی سمندر کو ضمیمہ راہ زنی صحرا کردیا۔ ازسیر

سیواجی کو کہ لوٹ مار کا عادی تہا اس تفتیش سے کہ کسکا علاقہ ہے اور کسکی حکومت ہے کچھہ غرض نہ تہی تا اینکہ اوس نے اورنگ زیب کے قلعوں پر ہاتہہ بڑھایا۔ اوسوقت اورنگ زیب نے اپنے ماموں شائستہ خاں امیر الامرا کو جو اوسوقت دکہن کا صوبہ دار تہا مقرر کیا اور مہاراجہ

جسونت راٹھور کو اونکی مدد کو بھیجا۔ امیر الامرا و مہاراجہ جسونت نے نہایت جد وجہد تادیب سیوا و تخریب ملک میں کیا سیوا نے بعض نمک حرامان ملازمین امیر الامرا کو کہ دوست سیوا تھے ملالیا اور اونکو دغا کرنے پر مستعد کیا۔

اُن نمک حراموں نے اپنی اولاد کی شادی کے بہانہ ایک رات کو ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۲ء میں لشکر امیر الامرا پر شبخون مارا ابو الفتح خاں اونکے لڑکے اس معرکہ میں مارے گئے۔

بروایت آئینہ تاریخ نما شیواجی نے پچیس آدمی کے ساتھ بھیس بدل شہر کے اندر ہمراہ بارات چلا آیا اور ایک چور دروازہ کی راہ پہرہ والوں سے بچکر عین اوس مقام پر جہاں شائستہ خاں پلنگ پر سو رہا تھا جا پہونچا اور ہتھیار چلنے لگا۔ سیواجی کی تلوار سے شائستہ خاں کی محض دو اونگلیاں کٹنے پائی تھیں کہ خان مذکور کھڑکی کی راہ سے کود کر بھاگ گیا مگر لڑکا اوسکا وہیں مارا گیا۔ سیواجی چالاکی سے نکل مع اپنے ساتھیوں کے مشعلیں جلائے اپنے پہاڑی قلعہ پر چڑھ گیا اور شائستہ خاں کا سارا لشکر دیکھتا رہگیا۔ آئینہ تاریخ نما

امیر الامرا اس غفلت میں مورد عتاب شاہی و معزول خدمت مذکورہ سے ہوئے اور صوبہ داری دکھن کی شاہزادہ محمد معظم کو سپرد ہوئی جب مہم دکن حسب خواہش بادشاہ مہاراجہ جسونت سے سر نہ ہوئی تو اورنگ زیب نے اُنکو حضور میں بلوا کر اُنکے کام پر راجہ جے سنگھ و دلیر خاں کو مقرر کیا دونوں نے سیوا کو گوشمالی لایق دیکر قافیہ اونکا تنگ کیا اور سیوا کو مجبوراً بجز اطاعت چارہ نہ رہا۔

بدون ہتھیار راجہ جے سنگھ کے پاس آنکر ملاقات کی اور تیئس قلعہ و دس لاکھ ہون کا ملک پیشکش سرکار بادشاہی کیا۔ اوسوقت بموجب التماس راجہ جے سنگھ فرمان شاہی اوسکے عفو جرائم کا بنام سیوا صادر ہوا اور اوسکا لڑکا سبھا سرکار شاہی میں منصب پنجہزاری پر سرفراز ہوا اور دونوں باپ بیٹے سرکار شاہی میں ۱۸ ذیقعدہ ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۶۶۵ء

میں اکبرآباد میں زمیں بوس ہوئے۔ اور مورد عنایت خسروانہ ہوئے مگر بہ مقتضائے
دہقانیت و عدم ادراک صحبت سلاطین اپنے مرتبہ کے نسبت زیادہ تر امیدوار تھا گوشہ
میں جاکر رام سنگہ پسر راجہ جے سنگہ سے اظہار رنجش کیا۔ اوسپر حکم شاہی ہوا کہ من بعد در دولت
حضور سے جدا رہے اور پہرہ والے اوسکے حفاظت پر رہیں مگر سمبھا اوسکا لڑکا بے قصور
تھا وہ مجرا سے ممنوع نہ ہوا۔ مرکوز خاطر بادشاہ یہ تھا کہ بعد چندے سیوا کو تعلیم خانہ ادب سے
نکالکر مشمول عواطف کریں اور پھر اجازت واپسی دیں۔ شیوا اس مصلحت کو نہ سمجھ سکے سیوا
برابر روٹیاں فقیروں کو بڑے بڑے ٹوکروں میں بھیجا کرتا تھا چنانچہ بعد تین ماہ نوروز کے
۲۷ صفر سنہ ۱۰۷۷ھ مطابق سنہ ۱۶۶۷ء کو اونہیں ٹوکروں میں بیٹھکر مع اپنے لڑکے کے چوکی
پہرہ سے نکل گیا اور کچھ دنوں بعد فقیری لباس میں پونا جا پہونچا اور رفتہ رفتہ اوس نے اپنا
علاقہ بڑھانا شروع کر دیا۔ اسی سال شاہ جہاں نے جو کہ قلعہ کے باہر اگرچہ نکلنے نہ پاتے تھے
مگر اورنگ زیب بہت عزت و آداب کے ساتھ اون سے پیش آتا تھا اور دس ۱۰ و برا تیے
۷ برس اسی حالت سے گذرے تھے انتقال کیا۔ شیوا کی تنبیہ و تادیب میں صوبہ داران دکھن
مشغول رہتے تا اینکہ ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۱ھ مطابق سنہ ۱۶۸۰ء آمینہ تریپن برس کا ہوکر مرگیا اور
اوسکا لڑکا سمبھا بدستور علم ہائے خیرہ سری بلند کئے رہا۔ تھوڑے دنوں بعد اورنگ زیب
خود مہم دکن پر گئے اور ۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۳ھ مطابق سنہ ۱۶۸۲ء کو اورنگ آباد خجستہ
بنیاد میں نزول اجلال شاہی ہوا۔ اور آخر عمر تک پچیس ۲۵ سال کابل گوشمال مرہٹہ میں صرف
کیا۔ بروایت راجہ شیو پرشاد چونکہ گولکنڈے کے بادشاہ ابوالحسن عرف تاناشاہ نے سمبھاجی
سے مدد کا اقرار کیا تھا اس لئے اورنگ زیب نے پہلے ہی سے اپنی کچھ فوج گولکنڈے پر
بھیجدی تھی تاناشاہ تو قلعہ میں جا چھپا لیکن حیدرآباد تین روز تک برابر لٹتا رہا آخر تاناشاہ نے
بہت روپیہ دیکر اورنگ زیب سے صلح کر لی۔ جب اورنگ زیب کو ادہر سے فرصت ملی
تو وہ اپنی تمام فوج کے ساتھ بیجاپور پر چڑہ گیا اور اوس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑے ہی دنوں

شہرپناہ کی فصیلیں ٹوٹ گئیں اور نگ زیب تخت رواں پر سوار ہوکر شہر میں داخل ہوا۔ اور بادشاہ خوردسال کو قید کرا وسکی تمام سلطنت کو اپنی قلمرو میں طالیا۔

جب بیجاپور فتح ہوگیا تو اورنگ زیب نے ۱۶۸۶ء میں اس حیلہ شرعی سے کہ گولکنڈہ کا بادشاہ مسلمان ہوکر کافروں کو پناہ دیتا ہے۔ تاناشاہ کو جا دبایا اور سات مہینہ میں گولکنڈہ کو بھی فتح کرکے اپنے ملک میں شامل کرلیا۔ ان دونوں سلطنتوں کے مل جانے سے اورنگ زیب کے دل کا ارمان پورا ہوگیا۔ کیونکہ دونوں سلطنتیں شیعہ مذہب کی تہیں۔ مگر سچ پوچھے تو اوسی تاریخ سے دلی کی بادشاہت کا تنزل شروع ہوا۔ کیونکہ اس بات میں کسی طرح کا شبہہ نہیں ہے کہ خاندان تیموریہ کا تخم زوال اوسیوقت میں بویا گیا گو شاخ اوسکی دوسرے زمانہ میں نکلی ہ

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نداد کہ شب را بسر کند

کیونکہ بیجاپور اور گولکنڈے کے بادشاہتوں سے ملک دکن میں ایک خاص انتظام ہو رہا تہا اور اونکے سبب سے مرہٹوں پر نہایت رعب تہا۔ ان سلطنتوں کے برباد ہوتے ہی وہاں ہر طرف غدر مچ گیا۔ جو سپاہ اُن بادشاہوں کی نوکر تہی وہ بھی اکثر مرہٹوں سے جا ملی پھر تو مرہٹوں نے دل کھولکر لوٹ مار کرنا شروع کیا۔ اورنگ زیب واقعی اس امر میں قابل ستائش ہے کہ اوس نے اپنی زندگی میں سلطنت میں خلل نہیں پڑنے دیا اگرچہ آثار زوال اوسکو معلوم ہوگئے تہے۔ خاندان تیموریہ میں اکبر کے وقت تک ہی سپہگری کی بو باقی تہی اور اوسکے سرداروں میں سردملک کے باشندوں کی جرأت دیکھنے میں آتی تہی چونکہ بڑا زیور بادشاہ کا لشکر ہوتا ہے لہذا اوسکو اوسی کی درستگی کا خیال ہمیشہ رہا مگر جہانگیر و شاہجہاں کے زمانہ میں جبکہ خوف و اندیشہ غنیم کم اور امن و چین زیادہ رہا تو سپاہ عیش و آرام میں مبتلا ہوگئی اور فن سپاہگری بالکل جاتا رہا۔ دنیا میں ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ مفلسوں کو جبوقت حوصلہ بڑھتا ہے بڑے بہادر بنجاتے ہیں اور جو کچھ چاہتے ہیں ملجاتا ہے اور جب اونکو

فراغت ہوئی تو وہی سب عیش میں غرق ہو کر اس قدر کمزور و کاہل ہو جاتے ہیں کہ جس صورت سے اونھوں نے اوروں کو دبالیا اوسی طرح نئے حوصلہ والے اون کو دبا لیتے ہیں۔ چنانچہ دریائے ڈانیوب کے پار والوں نے رومیوں کو عربوں نے ایرانیوں کو تاتار والوں نے چینیوں کو دبا کر زیر کیا تھا۔

خلاصہ شاہی فوج تو آرام طلب و عیش پسند ہو رہی تھی اور اتفاق محاربہ اُن مرہٹوں سے ہوا جو ننگر کہہ جانگیہ پہنے اک بیچی پگڑی باندہے کمر کسے ہاتھ میں بھالا لئے دبلی گہوڑوں پر سوار تیس تیس کوس پر تو ہوا کہانے جائیں ماندگی طبیعت پر نہ لائیں۔ باجرے کی روٹی پیاز کے ساتھ بخوشی کہائیں گہوڑے کی زین کا تکیہ لگائیں زمین کا بچھونا آسمان کا شامیانہ بنائیں۔

المختصر عالمگیر اُن کی فکر ہی میں تہا کہ بادشاہ کے ایک سردار نے کہیں سے پتہ لگا کر سمبھاجی کو بے خبر سنگ میشور کے باغ میں جا گہیرا کہ وہاں پر وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ تفریح طبع کر رہا تہا کیونکہ وہ بخلاف اپنے باپ کے بدچلن ہو گیا تہا۔ اور وہ نشہ کی وجہ سے بہاگ نہ سکا یہ امیر اورنگ زیب کے پاس گرفتار کر لایا عالمگیر نے اوسکو حکم دیا کہ تو مسلمان ہو جا لیکن اوس نے ایسا جواب دیا کہ اورنگ زیب نے اوسی دم آنکہیں نکلوا زبان کٹوا مروا ڈالا۔

سمبھاجی کا بیٹا ساہو بہی کچہ دنوں کے بعد گرفتار ہو گیا مگر اوسکا بہائی راجہ رام اوسی طرح لڑتا رہا اورنگ زیب جسقدر ان مرہٹوں کے زیر کرنے کی کوشش کرتا اوسیقدر یہ لوگ زور پکڑتے جاتے تہے۔ عالمگیری فوج گہٹتی جاتی اور اون کی تعداد بڑہتی جاتی۔ اس بادشاہ نے کوئی تدبیر انکے سرکوبی کی باقی نہ چھوڑی مگر مرہٹوں کے ہاتہہ سے روز بروز تکلیف بہو پہنچنے لگی۔ یہانتک کہ ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء کو احمد نگر میں نواسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔

تاریخ پیدائش آفتاب عالم تاب ہے اور تاریخ جلوس آفتاب عالمتاب ۱۰۶۹ھ ہے۔ اور تاریخ انتقال بعد بادشاہت پچاس برس کے آفتاب عالمتاب من ۱۱۱۸ھ ہے۔

ملاحظہ ہو آئینہ تاریخ نما

قرب انتقال اورنگ زیب میں مرہٹہ نے کہ فسادات کر رہے تھے شاہی ملک میں ریشہ شرکت اس طور سے دوڑایا کہ اس شرط پر صلح ہوئی کہ محصول ملکی سے فی سیکڑا نو روپیہ دیس مکھی حصہ مرہٹہ مقرر ہوا اور وہ لوگ مطیع فرمان شاہی ہوکر حکم سے تجاوز نہ کریں۔ احسن خاں میر ملنگ کو اسناد دیس مکھی کے ساتھ مرہٹہ کے پاس بھیجا کہ عہد و پیماں محکم کرکے سرداران مرہٹہ کو حضور بادشاہ میں حاضر لاویں مگر پھر رائے بادشاہ کی بدل گئی اور میر ملنگ کو کہ ابھی تک اسناد غنیم کو حوالہ نہ کر پائے تھے واپس کر لیا۔

بعد انتقال عالمگیر و جلوس مرزا اعظم - دکہن میں و جلوس مرزا معظم بہادر شاہ کابل میں ہونے اور تیاری مقابلہ جنگ ہر دو میں مرزا اعظم نے دکن سے چلنے وقت ساہو راجہ پسر سمبہا راجہ کو قید سے بوعدہ صلح چھوڑ دیا تھا تا اینکہ بعد فتح بہادر شاہ کو مرہٹہ کی طرف سے اسوجہ سے خدشہ نہ رہگیا تھا کہ صوبہ داری چوتھ کے دینے میں کچھ عذر نہ کیا تھا اور فی سیکڑا دس روپیہ دیس مکھی کی سند حصہ رعایا سے حضور شاہ عالم بہادر شاہ سے دیدی گئی تھی مگر اوس میں اوسکو تردد پیش آیا کہ پندرہویں صدی میں کبیر کے مقتدیوں میں سے نانک شاہ نے سکھوں کا ایک نیا دین جاری کیا۔

بہادر شاہ نے بعد فتح بر کام بخش دکن سے واپسی ہندوستان کے وقت صوبہ داری دکہن کی امیر الامرا ذوالفقار خاں کو دی اور اونہوں نے اپنا نائب داؤد خاں پنی کو کیا داؤد خاں نے مرہٹہ سے اتفاق کرکے مقرر کیا کہ جو کچھ ملک سے وصول ہو اوس میں تین حصہ سرکار بادشاہی کا اور چوتھائی حصہ مرہٹہ کا ہو اور یہ علاوہ دہم حصہ دیسمکھی کے کہ سابق سے حصہ رعایا سے مقرر تھے اور سند اوسکی مرہٹہ کے پاس شاہ عالم بہادر شاہ سے مل چکی تھی۔ تھا مگر سند

اس چوتھیہ کی مرہٹے نے نہ پائی تھی - تا آنکہ بعد و سادات فرخ سیر کو تخت ملا اور عبداللہ خاں وزیر و حسین علی خاں امیر الامرا ہوئے - اور چین قلیچ خاں آصف جاہ پسر غازی الدین خاں سردار نامی تورانی کو جسکی اولاد اب تک حیدر آباد میں نظام الملک کے نام سے موجود ہے - ان سیدوں سے رنجش ہو گئی اور امیر الامرا انتظام دکہن کو خود گئے اسطرف گل تازہ شگفت کا مضمون ہوا کہ خود فرخ سیر ان سادات سے بہ اغوائے خانہ بر اندازان بد دل ہو گیا اور سرداران دکہن خصوصاً ساہو راجہ بن سمبہا کو مخالفت امیر الامرا حسین علی خاں کے واسطے مکرر لکہا اور حضور میں قطب الملک عبداللہ خان کو ہر روز بہانہ تازہ سے تنگ کرنا شروع کیا تا آنکہ قطب الملک اپنے بہائی حسین علی خاں کو دہلی آنے کو پے درپے لکہتے - اوسوقت امیر الامرا مذکور کو دشمن خانگی کی وجہ سے بیگانہ سے موافقت کرنی پڑی

اور ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۷ء میں راجہ ساہو کے ساتھ بذریعہ محمد انور خاں برہانپوری و سنکراجی ملہار صلح کیا اور بشرط نہ کرنے تاخت و تاراج ملک و نہ روکنے راہ مسافرین و بشرط ملازمت رکاب ناظم دکہن میں مع پندرہ ہزار سوار کے اسناد چوتھیہ و دیسمکہی اوس روپیہ دیس مکہی چہ صوبہ دکہن میں اپنے مہر سے مع تنخواہ کوکن وغیرہ کہ راج قدیم مرہٹہ کے نام سے تہا حوالہ کیا اور بالاجی بن بشناتہ برہمن کوکنی وکیل ساہو راجہ کی طرف سے مقرر ہوا یہ بالاجی کوکن کے کسی گانوں کا پشتہا پشت سے پٹواری تہا کہ بنام پیشوا و کار و کالت مقرر ہوا اور اوسکا بیٹا باجی راؤ پیشوا بڑے حوصلہ والا ہوا -

ہر پرگنہ میں دو عامل جانب مرہٹہ سے مقرر ہوئے ایک تو وہ جو چوتھ وصول کرے دوسرا وہ جو دیسمکہی کی وصول تحصیل کرے -

بعد ہو جانے صلح مذکورہ کے ملک دکہن کہ بوجہ غنیم خراب تہا کچھ آباد ہو چلا مگر ضابطہ بادشاہی اوٹھ گیا اور اس چوتھ نے تہائی کی نوبت پہو نچانے کی علاوہ بہت سی خرابیاں پیدا کیں -

امیر الامرا حسین علی خاں نے بعد صلح ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں عالم علی خاں اپنے بہانجہ کو

دکھن میں نائب اپنا چھوڑ کر فوج سنگین مرتب سے جو کہ چالیس ہزار سوار تھے اور فوج مرہٹہ کی بہ سرداری بالاجی پیشوا لیکر بہ قصد دہلی روانہ ہوئے اور بعد معزول کرنے فرخ سیر و تخت نشینی رفیع الدرجات کے ۱۱۳۱ھ میں پایہ سنکراجی ملہار بلند کرکے اور صاحب اختیار دکھن کرکے اونکو باتفاق بالاجی بشناتھ پیشوا کے عالم علی خاں کے پاس بھیجا یہ دونوں دکھن میں آئے اور اس طور سے تسلط تمام کر لیا کہ بجز نام کے عالم علی خاں کے پاس اور کچھ نہ رہگیا۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔

اس طرف رفیع الدولہ و رفیع الدرجات کے بعد ذریعہ سادات محمد شاہ تخت نشین ۱۱۳۱ھ میں ہوئے اور سریر آرائے جاہ و دولت آمد۔ تاریخ ہوئی مگر ان سیدوں سے وہ بھی ناراض تھے کیونکہ شطرنج کے بادشاہ کی طرح کب کوئی آدمی دوسرے کے ہاتھ میں رہنا پسند کرتا ہے لیکن اُنکے قبضہ سے رہائی پانے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ اوسوقت سیدوں کے دشمنوں نے بخواہش بادشاہ باکر باہم متفق ہوکر اُنکے مار ڈالنے کا عہد و پیمان کیا اور چین قلیچ خاں آصف جاہ جسکا باپ غازی الدین خاں عالمگیر اورنگزیب کے دربار میں نامی سردار تھا اور جسکی اولاد ابتک حیدرآباد میں نظام الملک کے نام سے موجود ہے ان سیدوں کا مخالف ہوگیا۔ اوسکی تادیب کے واسطے حسین علی خاں محمد شاہ کو فوج کے ساتھ لیکر دکھن کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بھائی عبداللہ خاں کو دلی میں چھوڑا مگر راستہ میں ایک قلماق نے عرضی دینے کے بہانہ سے پالکی کے پاس پہونچکر ایسا خنجر مارا کہ حسین علی خاں بیجان ہوکر گر پڑا اور بادشاہ نے پھر دلی کی طرف مراجعت کی عبداللہ خاں بادشاہ کے مقابلہ کے واسطے مستعد ہوئے اور راجہ چورامن جاٹ بھی اُنکے ساتھ ہوئے مگر عبداللہ خاں شکست کھاکر گرفتار ہوئے۔ اور محمد شاہ نے اپنا وزیر آصف جاہ کو کیا مگر اُس نے تو اورنگزیب کا دربار دیکھا تھا تو محمد شاہ عیاش کے یہاں کب ٹھہر سکتا تھا کیونکہ پہر بادشاہ محل میں رہتی تھی اور چھوکرے مصاحب تھے۔ آصف جاہ وزارت سے

استعفا دیکر دکہن اپنی حکومت پر چلے گئے اور نذرانہ برابر بہیجتے رہے لیکن اور کسی بات میں واسطہ نہ رکہا۔ آئینہ

دکہن میں بعد عالم علی خاں و تمام عمر و دولت سادات بالاجی اُبشناتہ پیشوا مر گئے اور اُنکے بیٹے باجی راؤ پیشوا قائم مقام پدر ہوئے اور بڑے حوصلے کے ہوئے جب اونہوں نے دیکہا کہ دلی کی سلطنت میں کچہ دم باقی نہیں رہا اور سوچا کہ مرہٹوں کو بغیر لوٹ مار کے چین نہ آئے گا اور فن سپہگری میں درست نہ رہینگے اپنی فوج کو نربدا کے اسپار اوتار لایا اور مالوہ بندیلکہنڈ لوٹتے لوٹتے خاص دلی کے دروازہ پر پہونچا مگر شہر لینا یا بادشاہ کو چہیڑنا اوسکو منظور نہ تہا علاوہ اسکے آصف جاہ دکہن سے دلی کو روانہ ہو چکے تہے لہذا باجی راؤ پیشوا دکن کو روانہ ہوئے لیکن ملک پرنا دریائے چمبل اوس نے اپنا ہی قبضہ رکہا۔ ملہار راؤ ہلکر ایک چرواہے کا لڑکا تہا اور سابق میں بہیڑ و بکریاں چرایا کرتا اور رانا جی سندہیہ کہ پہلے خدمتگاروں میں رہا کرتا تہا۔ دونوں کے زیر حکم بڑی بڑی فوجیں تہیں اور یہ دونوں سردار سخت سخت مہمیں فتح کر چکے تہے۔ از آئینہ

بروایت سیر المتاخرین ۱۱۳۲ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ بادشاہ نے صوبہ داری مالوہ کی گردہر ناگر بہادر کو دیا۔ یہ صوبہ انکو عوض میں صوبہ اودہ کے ملا تہا کیونکہ صوبہ اودہ برہان الملک سعادت خاں کو دیا گیا تہا اُنکے دخیل ہونے پر ہلکر ملہار سردار باجی راؤ پیشوا ۱۱۳۹ ہجری مطابق ۱۷۲۱ء میں رطا گردہر کے مرنے پر اونکے ایک اولاد قائم مقام پدر ہوکر حراست اجین کرتے تہے وہ بہی جنگ طہار میں مارا گیا صوبہ مالوہ لکدکوب تاخت و تاراج مرہٹہ ہوا ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۲۵ء میں محمد خاں بنگش کو صوبہ داری مالوہ ملی اور وہ اُجین پہونچے مگر مرہٹہ کے تاخت و تاراج سے کہ اطراف اجین میں کرتے رہتے حکومت بنگش پوری طور پر نہ ہوئی ۱۱۴۵ھ مطابق ۱۷۲۷ء کو صوبہ داری مالوہ مذکور رجہ جے سنگہ کو ملی اونہوں نے اپنی جنسیت مذہب با مقتضائے مصلحت کی وجہ سے بہت زیادہ تقویت و تربیت باجی راؤ میں کوشش کیا۔

صوبہ گجرات بھی بعد تغیری سربلند خاں کے راجہ ابہے سنگھ راٹھور کو ملا اوس میں بھی مرہٹہ نے تحریک حامد خاں شورش خاں مچا رکھی تھی۔

باجی راؤ ضعف سلطنت و خفت عقل ارکان حضور پاکر اسباب اقتدار اپنا بعد تسلط بر ہر دو صوبہ زیادہ تر بڑھا کے آگے کو بڑھایا۔ مظفر خاں برادر صمصام الدولہ اونکی مہم پر مامور ہوئے اور ملک مالوہ میں مقام سرونج تک پہونچکر طالب جنگ مرہٹہ سے ہوئے مگر باجی راؤ نے ترک مقابلہ کو بہتر سمجھکر جانب دکہن واپسی کی اور مظفر خاں بغیر جنگ کے مظفر و منصور ہوکر دار الخلافت کی طرف پہرے۔

۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء میں پہر باجی راؤ نے ارادہ ہندوستان کیا اعتماد الدولہ قمر الدین وزیر و امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوراں اونکے تنبیہ پر مامور ہوئے ہر دو گروہ تیس تیس چالیس چالیس کوس کے فاصلہ سے جانب مالوہ چلے۔ باجی راؤ نے دو فوجیں کیں ایک کو بہ سرداری پیلاجی جادو بمقابلہ وزیر بہیجا دوسرے بہ سرداری ہولکر بمقابلہ امیر الامرا بہیجا۔ پیلاجی نے تین چار مرتبہ وزیر سے جنگ کی اور ہر مرتبہ مغلوب ہوئے مگر امیر الامرا نے بہ اتفاق وزیر بنیاد صلح کی ڈالی اور دار الخلافہ کو واپس گئے ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء میں امیر الامرا مذکور نے موافق استدعا جے سنگھ بادشاہ کو راضی کرکے صوبہ داری گجرات و مالوہ باجی راؤ کو دلوادی اور ۱۱۴۹ھ میں وہ انتظام ہر دو صوبہ کرنے لگے۔

تسلط صوبہ پر ہونے سے مرہٹہ نے بہدا اور پر حملہ کیا۔ اور اوسکو تاراج کرکے مقام دار السلطنت راجہ کو مفتوح کیا۔ اور بعد فتح بہدا ورے ملک انتر بید پرکہ ملک درمیان گنگا و جمنا کا نام ہے بہ قصد حملہ پیلاجی جادو کو مقرر کیا۔ برہان الملک صوبہ دار اودہ سنکر اپنے صوبہ سے حرکت کرکے اکبر آباد تک آ پہونچے اور پیلاجی جمنا کے پار ہوکر مقابل برہان الملک ہوئے۔ برہان الملک غالب آئے اور جماعت کثیرہ کو مقتول و مجروح کیا پیلاجی اضطراب سے بہاگے اور جمنا کے پار اوترکر بہزار خرابی سے باجی راؤ تک پہونچے مگر اونکے فوج کے اکثر آدمی ڈوب کر مرگئے

اور قریب پندرہ سو آدمیوں کے مقید ہوئے غنیکو برہان الملک نے فی شخص ایک چادر دو دو روپیہ دیکر رخصت کیا۔ باجی راؤ نے شکست عظیم اوٹھاکر جانب شاہجہان آباد رُخ کیا۔ افواج بادشاہی جو کہ حضور میں تہی حفاظت شاہجہان آباد دہلی کرنے لگے اور باجی راؤ اطراف شہر میں لوٹ مار کرنے لگا تا اینکہ اعتماد الدولہ و صمصام الدولہ و برہان الملک وغیرہ مدافعہ پر مامور ہوئے۔ باجی راؤ نے فوت مقابلہ پاکر واپسی اختیار کیا۔ صوبہ مالوہ پہر باجی راؤ سے نکالکر ۱۱۵۰ھ ہجری مطابق ۱۷۳۷ء میں آصف جاہ کو دیا گیا۔ اونسے اور مرہٹہ سے سواد بہوپال میں خوب جنگ ہوئی تا اینکہ خبر آمد نادر شاہ مانع جنگ مرہٹہ ہوئی اور آصف جاہ حضور میں آئے۔ چونکہ نادر کے آنے سے بدنظمی و ذلت سلطنت میں ہو چکی تہی لہذا باجی راؤ نے جاگیرات منصب داران دکہن کو ضبط کرلیا تا اینکہ بعد واپسی نادر شاہ کے نظام الدولہ ناصر جنگ پسر آصف جاہ مذکور نے باجی راؤ کو ہنگامہ ہائے سخت ہیجکر واگذاشت کرادیا۔ اوسپر باجی راؤ نے ۱۱۵۲ھ ہجری مطابق ۱۷۳۹ء میں پچاس ہزار سوار جرار سے ناصر جنگ کو ہٹا دینا چاہا اور اسی ارادہ سے سواد جنوبی شہر اورنگ آباد میں اوترا۔ ناصر جنگ نے کہ محض دس ہزار سوار ہمراہ تہے قصد تاراجی پونہ کیا اور باجی راؤ کو مارتے ہوئے دریائے گنگ دکہن سے اوتار کر ۲۸ شوال سے قریب بقرعید تک ایک ماہ بارہ یوم میں ہیجان و تنگ کرتے رہے تا اینکہ باجی راؤ نے مصلحت صلح میں دیکہی اور ملاقات ناصر جنگ کا طالب ہوکر حاضر ہوا۔ ناصر جنگ نے سرکار کرون و سرکار ہندیہ کو جاگیر میں دیکر نوازش کی۔

باجی راؤ بعد مصالحہ مالوہ گئے اور نربدا کے کنارہ پر پہونچکر ۱۲ صفر ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۳۵ء میں انتقال کیا۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔

انکے تین بیٹے تہے بالاجی راؤ رگہناتھ راؤ شمشیر بہادر جو ایک مسلمان عورت سے

پیدا ہوا تھا۔ باجی راؤ کے مرنے پر بالاجی راؤ پیشوا ہوا اور شمشیر بہادر تمام بندیلکھنڈ پر متصرف رہا چنانچہ باندہ کے نواب اسی شمشیر بہادر کی اولاد میں گذرے ہیں اُسوقت سے جی آپا ناگور میں اور ملہار راؤ ہولکر حاکم مالوہ رہے تھے۔ – از آئینہ۔

بقیہ حالات احمد خان وصفدر جنگ

نواب صفدر جنگ بعد شکست جب شاہجہاں آباد پہونچے اور اسمعیل خاں کابلی و راجہ ناگرمل و لچھمی نرائن وغیرہ سے مشورہ کیا۔ راجہ لچھمی نرائن کی رائے کے موافق قرار پایا کہ آپا جی و ملہار راؤ ہولکر اکابر مرہٹوں کو کہ اسی ہزار سوار و پیادہ سے کہ بالفعل وارد کوٹہ ہیں بوعدۂ انعام راضی کرکے اپنا رفیق بنایا جاوے اور افغانوں کا دماغ خاک میں ملایا جاوے۔

چنانچہ راجہ رام نرائن حسب الحکم کوٹہ گئے اور وہاں سے واپس ہوکر عرض کیا کہ ملہار راؤ نے جب آپکے شقہ کے مضمون کو سنا تو پہلے دوکرور روپیہ بعد فتح مانگا۔ مگر بعد گفتگو بسیار کے ایک کرور پا جانے پر اقرار رفاقت و سرفروشی کیا ہے۔ لیکن شرط یہ کی ہے کہ میں بالا بالا فرخ آباد پہونچکر پٹھانوں پر حملہ آور ہوں گا اور تنہا اپنے طریقہ و وضع پر جنگ کروں گا۔ نواب نے معروضات ملہار راؤ کو قبول کیا اور بہت بڑی فوج لیکر شاہجہاں آباد سے روانہ ہوئے جب احمد خاں نے یہ حال معلوم کیا تو فاغنہ علی محمد خاں سے کہ روز قتل قائم جنگ سے مخالفت چلی آتی تھی صلح کرلی۔ اور بعد گفتگو کتبہ لکھدیا اور قسم کھائی کہ ہم قائم جنگ کے خون کا قصاص نہ لینگے۔ اور اسی طریقہ سے سعد اللہ خاں و حافظ الملک وغیرہ کو ملاکر ایک پچاس ہزار سوار و پیادہ لیکر دریائے گنگ کے پار اوترے۔

ہوسی اثنا میں نواب وزیر الممالک بھی مع فوج نصرت موج اُس پار میں وارد ہوئے۔ اور حسب الحکم ایک پل دریائے گنگ پر بنایا گیا اور فوج مرہٹہ بھی پہونچ گئی۔ محض سولہ سو سوار ۱۶۰۰ مرہٹہ پل سے اوترے تھے کہ پٹھانوں کی فوج کے پیر اوکھڑ گئے اور ایسا خوفناک بھاگے کہ

اونکو اپنے ننگ وناموس کا خیال بہی نہ رہا۔ نواب وزیرالممالک نے اونکا باشنہ کوب تعاقب کیا تا اینکہ وہ لوگ شہر آنولہ مسکن سعد اللہ خاں رئیس افاغنہ علی محمد خاں میں پہونچے نواب کے حکم سے سعد اللہ خاں مقید ہوکر قتل کئے گئے۔ احمد خاں مع جماعت افغاناں وہاں سے بہی بہاگے اور کوہ کماؤں کے دامن میں کتل کنور پور میں پہونچے اور ایک خندق اپنے گرد کہود کر وہاں پر پناہ لے رکھی۔

نواب وزیرالممالک کوچ کرتے ہوتے وہاں پر پہونچے اور راہ آمد وشد کی بند کردی جب پٹہان محاصرہ سے تنگ آگئے اور کہانے کی اشیاء پاس نہ رہ گئی اور فاقہ سے مرنے لگی تو ملہار راؤ ہولکر کے ذریعہ سے صلح چاہئے اور پچاس لاکہ روپیہ ملہار راؤ کو دینے کا اقرار کیا۔ اونہوں نے صورت صلح یہ قرار دی کہ احمد خاں کے پاس سولہ محال واقع دوآب رہیں اور ملک پٹہانوں علی محمد خاں کا بدستور اونکے رئیسوں کے قبضہ میں رہے اور علاوہ سولہ محال واقع دوآب کے کل ملک دوآب قبضہ نواب میں رہے اس صلح کے بعد ملہار راؤ ہولکر نے ایک کرور جسکا وعدہ ہوچکا تہا اور پچاس لاکہ بطریق انعام نواب سے اور پچاس لاکہہ اور پٹہانوں سے لیا۔ جملہ دو کرور لیکر اپنے مقام قیام کوٹہ کو واپس گئے۔

اور شروع سنہ ۱۱۶۳ھ مطابق سنہ ۱۷۵۰ء میں ہر ایک رؤسائے افاغنہ علی محمد خاں نے اپنے ملک پر اور احمد خاں نے فرخ آباد پر قبضہ کیا۔ اور نواب صفدر جنگ نے محمد قلی خاں اپنے بہتیجہ کو نائب صوبہ اودہ کرکے بہیجا اور خود شاہ جہاں آباد پہونچے اور بادشاہ کے یہاں سے خلعت چارقب مع مالائے مروارید وجیغہ وسرپیچ مرصع یعنی کلغی پائی جسکی وجہ سے اولاد قمرالدین خاں کو اور زیادہ حسد بڑہا۔ ملاحظہ ہو سلطان الحکایات ۱۴۳

حالات راجہ بلونت سنگہ بعد فتح صفدر جنگ

دوسرے روز بعض سرداران لشکر راجہ بلونت سنگہ قریب فرودگاہ صاحب زماں خاں

مقام سیدن پور تک پہونچ گئے اور راہ آمد شد کی لشکریان مذکور پر بند کر دی اوسی دن خبر فرار احمد خاں نے مقابلہ صفدر جنگ میں کمر صاحب زماں خاں کی توڑ دی اور راجہ بلونت سنگہ کی قوت دوبالا ہوگی اوسیوقت نقارہ جنگ بجوا کر سوار ہو گئے۔

صاحب زماں خاں نے دیکہا کہ فلک نے کجروی کی اور مہرۂ تدبیر ہاتہہ سے جاتا رہا بجز مرنے اور جان دینے کے کوئی صورت نہیں اس خیال سے مع رفیقان جان باز میدان حرب میں آئے قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جاوے کہ لعل خاں و رسول خاں و منگلی خاں وغیرہ رسالہ داران لشکر راجہ بلونت سنگہ نے جو قوم افغان سے تہے گہوڑوں کی باگیں معرکہ نبرد سے پہیر کر حضور بلونت سنگہ میں پہونچے اور یکزبان ہوکر کہنے لگے کہ جب تک تسلط احمد خاں کا تہا اوسوقت تک صاحب زماں خاں کو خیال ملک ستانی تہا اور ہم تمام افغان بہ اقتضاے حق نمک حمیت قومی سے دست بردار ہوکر شریک بندگان سرکار تہے اور اونکے مقابل میں جنگ پر تیار تہے لیکن اب کہ خبر فرار احمد خاں نے اون کی کمر توڑ دی اور اونکو پاس حرمت نے آمادہ مرگ کر رکہا ہے اور میدان میں اسی خیال سے کہڑے ہیں ایسے وقت میں ہم لوگوں کو اُنکے مقابلہ میں تلوار کہینچنا زیبا نہیں۔ اگر اس طرف سے زیادتی ہوئی تو ہم تمام افغان اوسکے شریک آبرو ہونگے اور ہمکو خوف ہے کہ اس صورت میں چشم زخم اولیاے دولت کو نہ پہونچ جاوے۔ راجہ بلونت سنگہ یہہ کلام سنکر غصہ میں آگئے اور اپنے بھائیوں کو حملہ کا حکم دیا۔ لیکن جب غور کیا تو اپنے ہی رفیقوں کو اپنا حریف پایا غصہ دور کر کے سرداران مذکورین سے کہا کہ جب تمہاری خواہش یہی ہے تو میں بہی دست بردار ہوتا ہوں صاحب زماں خاں میدان جنگ سے جہاں چاہیں چلے جاویں صاحب زماں خاں کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو کہا کہ اگر اسوقت تہوڑی سی بہی لغزش ہم سے ہوگی تو پہر ہمارے ہمچشموں میں عزت نہ رہجاوے گی۔ لہذا جب تک فوج راجہ ہماری نظروں سے غائب نہ ہوجاوے ہم میدان میں کہڑے

رہنگی۔ اوسوقت بہر علیخاں وغیرہ نے راجہ بلونت سنگھ سے التماس مراجعت کو کہا۔ راجہ نے کہ سپر و شمشیر ہاتھی پر رکہی تہی کمال غصہ سے زمین پر پہینکدیا اور ہاتھی واپس کیا۔ جب تہوڑی مسافت طے ہو چکی تو صاحب زماں خاں پہر کر حویلی میں آئے لیکن واہمہ بدی دشمن سے گہر میں شب باشی مناسب نہ سمجھی اور باغ حیدر پور میں خیمہ میں چلے گئے۔

صبح کو باغوائے راجہ بلونت سنگھ جمعداران لشکر نے تقاضائے تنخواہ سے بلوہ کردیا خان مذکور اسباب موجودہ نقد و جنس ہر ایک کو دیکر خود تنہا روانہ ہو کر اعظم گڈہ گئے۔ راجہ مذکور نے موقع پا کر حویلی کا محاصرہ کیا اور اونکی متعلقین کو نکال کر حویلی میں آگ لگادی اور کہود ڈالا اسباب حویلی لٹ گیا چونکہ صاحب زماں خاں کو بسبب مخالفت نواب وزیر تاب قیام اوس ضلع میں نتہی لہذا حسب رائے عینی سنگھ پرگنہ بینا میں چلے گئے وہاں کے راجہ نے استقبال کیا اور جاگیر اونکے حسب حال دی بعد مدت کے کہ پہر ارادہ جونپور کا کیا راجہ بلونت سنگھ بہی بہ سلوک پیش آئے۔ اور اکثر اونکی زمینداری کے مواضع اونکو چہوڑ دیا اونکی ملازم مالگذاری باقاعدہ اچہی طور سے ادا کرتے رہے بعد اونکے انتقال کے کوئی شخص ملازم صاحب تشخص نہ رہ گیا۔ اونکے لڑکے کہ روشن زماں خاں و سلطان زماں خاں نام تہا سرکار سے پٹہ تمبری پا کر تعلقہ کی مالگذاری دیتے رہے۔

جنگ علی قلی خاں[۱] سطہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء

بعد جنگ صفدر جنگ و احمد خاں بنگش جسکا تذکرہ ہو چکا احمد خاں بنگش نے جب اکثر حصہ ملک نواب کو اپنے قبضہ میں کرلیا تہا تو اوسوقت میں راج اندر گشائیں کہ فرقہ فقرا سے تہے اور کوئی دنیادار اونکی پاسنگ کو بہی نہ پہونچتا تہا اور علی قلی خاں نے وقت محاصرہ

---

[۱] یہ علی قلی خاں محمد قلی خاں ہیں جو بہتیجا صفدر جنگ ملقب بہ آغا بابا تہے اور پسر مرزا محمد محسن کے تہے اور ہندوستان

قلعہ الہ آباد و بمقابلہ احمد خاں میں تردداتِ شایان و دلاوریہائے نمایاں دکہلایا تہا جب نواب مستطاب نے بہ مدد ہولکر فتح پائی تو ہر دونوں شخصوں کو بعوض جانفشانی منظور نظر عنایت کیا ۔ گسائیں کو تو ہمراہ دار الخلافت شاہجہاں آباد میں لے گئے اور علی قلی خاں کو خطاب رستم جنگ دیکر سرفراز کر کے مختار امور قلم و صاحب دستخط کر کے صوبہ الہ آباد میں چھوڑ دیا جسکو اونھوں نے صوبہ اکبر آباد سے بوجہ قرب صوبہ خود تبدیل کر لیا تھا ۔ مشار الیہ اول تو خود ہی بوڑھے آدمی تھے اب جب اس منصب جلیل پر پہونچے تو اونکا غرور ایک سے ہزار پر پہونچ گیا ۔ اول بسم اللہ غلط ارادہ اخراج راجہ بلونت سنگہ ذہن میں آیا باوجودیکہ فوج متعینہ سرکار صوبہ میں کم نہ تہی پھر بہی فوج تازہ کی ملازمت از سر نو کیا اور تیس ہزار سوار و پیادہ قدیم و جدید کے ساتھ بعد حصول اجازت نواب معلی القاب کوچ کر کے طہماسپ آباد میں جو کہ بارہ کوس بنارس سے جانب پچھم ہے پہونچگئے راجہ بلونت سنگہ نے ارادہ فاسد کو دریافت کر کے پہر بہی از راہ اطاعت ایک خط اس مضمون کا بہیجا کہ اب تک کوئی امر مجھ سے خلاف فرمانبرداری و خدمتگذاری سرزد نہ ہوا زر اقساط کو ماہ بماہ بلا عذر و اہمال پہونچاتا رہتا ہوں حتے کہ جب نواب مستطاب نے احمد خاں سے شکست کہائی تہی اور دہلی واپس گئے تہے تو میں نے اپنی پرانی فدویت سے بہ عقیدہ درست بخلاف دیگر باجگذاروں کے دو قسط پیشگی بہیجدیا تہا ۔

اگر جرم ملاقات احمد خاں میری گردن پر رکہا جاوے تو وہ محض مجبوری تہی کیونکہ شہر بنارس میں زیادتی روپیہ سے انگشت نما تہا لہذا بجز تملق و چاپلوسی کیونکر عہدہ برآ ہوتا یہ بات

میں آنکر محمدی بیگم دختر چہارم برہان الملک سے شادی کی اور ہمرکاب صفدر جنگ ہوئے ۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ جناب خیر الدین حسین خاں نے اسباب غنیمت کا جمع ہونا لوگوں سے قبضہ بلونت سنگہ میں لکہا ہے وہاں میر رستم علی خاں و علی قلی خاں و محمد قلی خاں و دیگر راجاؤں کے نام کو لکہا ہے ۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیر الدین حسین

قابل ملاحظہ ہے کہ جب میں نے کسی طور سے اپنے ولی نعمت سے انحراف نہیں کیا
اور کوئی تقصیر مجھ سے نہیں ہوئی تو یہ سب فوج کشی بارادہ رعیت کُشی کیوں ہے۔
اگر آپ میرے عزل و موقوفی کی سند رکھتے ہوں تو میرے پاس بہیجدیں میں ملک سرکار
کو چھوڑکر ملک دکہن میں چلا جاؤں ورنہ امید لطف سے یہ ہے کہ آپ اس طرف سے
رخ اپنا پھیر دیں۔

راجہ کو اطمینان اس وجہ سے تہا کہ حکومت بنارس کی حضور سلطانی سے بذریعہ سید مرتضیٰ
خاں کے مضبوط و مستحکم کر رکہا تہا اور حمایت و سرپرستی راجہ کی خان مذکور اہم امور خیال کئے
ہوئے تہے۔ بہرطور فرستادہ راجہ صاحب علی قلی خاں کے پاس پہونچا اور خط التیام نمط
پہونچایا تو اون مغرور و نازاں بوفور فوج نے پیام اطاعت انضمام راجہ کو محمول دلی باختگی
وخوف پر کیا اور فرستادہ سے ازروے عتاب و تعریض کہا کہ دو تین روز میں جواب
خط دوں گا یہ کہکر نامہ بر کو نکال دیا اوس نے راجہ سے جاکر کہا کہ حریف نے خط کا جواب
بہی نہ دیا صلح کرنے کو کون پوچہے راجہ نے دفع شر اوس آمادہ پیکار میں ارکان دولت
وسرداران سرکار سے مشورہ کیا۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ بالفعل بآمادگی جنگ دریای
گنگ سے عبور کرکے اُس طرف دریا کے پہونچکر رہنا چاہیئے۔ علی قلی خاں کثرت مصارف
و قلت آمدنی سے تنگ ہوکر خود ہی واپس جاویں گے۔ مگر دوسرے بابو جیہر بہروسہ
راجہ کا تہا شل بابو جینیا تھ سنگہ کے کہ تین چار ہزار بندوقچی اون کی ماتحتی میں تہے
اور خضر خاں رسالہ دار مع دونوں اُنکے فرزندوں جعفر خاں و دلیر خاں کے ولال خاں
رسالہ دار نے اور سب سے زیادہ رسول خاں بخشی تمام فوج نے اس رائے کو پسند
نہ کیا اور بالاتفاق کہا کہ دریا کے اوس کنارہ پر جانا اور حریف سے کنارہ کش ہونا عار
نامردی کو اپنے اوپر لینا اور خاک ذلت کو سر پر گرانا ہم کو گوارا نہیں ہے۔ ایک روز
جب مرنا ہے تو عزت و حرمت سے جان دینا ہزار درجہ ذلت کے جینے سے بہتر ہے

ہمنے مانا کہ فوج دشمن تعداد میں زیادہ ہے مگر فتح و ظفر خدا کی طرف سے ہے ہاں راجہ صاحب دریا کے اوس طرف جاویں۔ راجہ نے جب یہ کلمات فدویت سماعت سنی تو خوشنود ہو کر فرمایا میں وہ نہیں ہوں کہ اپنی عافیت کو تمہارے نفسوں پر مقدم کروں میں تم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں تو تم کو کیونکر چھوڑ دوں گا تم لوگوں کے مرجانے کے بعد پھر کیا لطف زندگی ہے۔

پھر حکم دیا کہ جانب پچھم شہر بنارس سے کچھ فاصلہ پر جا کر میدان وسیع ہموار میں کہ قابل جنگ ہے پانی کے کنارہ جو مثل جھیل ہے خیمہ لگائے جاویں اور علم ظفر شیم فوج کا کھڑا کیا جاوے۔ مامورین نے تعمیل حکم کی اور حسب تجویز منجمین پہر رات باقی رہنے پر سوار ہو کر داخل خیمہ ہوئے۔

علی قلی خاں نے کہ خطاب رستم جنگ پا کر بہ گمان غلط خود کو مقابل افراسیاب سمجھ رہی تھی راجہ کا شہر سے باہر آ جانا اپنے مقصود بر آری کا ذریعہ سمجھے اوس انبوہ کے ساتھ نہایت فر و شکوہ سے مع توپ خانہ کے روانہ ہو کر اوسی پانی کے قریب لشکر گاہ کیا۔ جب آفتاب غائب ہوا اور تاریکی رات کی چاروں طرف ہو گئی تو دونوں لشکر نے نہایت ہوشیاری و پاسداری سے رات بسر کی جب صبح ہو گئی تو علی قلی خاں مع فوج سوار و پیادہ کے سوار ہو کر توپ سے گولہ باری کرنے لگے ایک پہر دن چڑھنے تک بارہ گولہ سے صف فوج راجہ میں بہت تفرقہ پڑ گیا اور تین سو سوار و پیادہ مارے گئے گو چار پانچ توپیں راجہ کی لشکر میں بھی تھیں اور توپ چی جواب دے رہے تھے مگر علی قلی خاں چونکہ بڑی توپ سے گولہ باری کرا رہے تھے لہذا ہر ساعت میں اونکا غلبہ بڑھتا جاتا تا اینکہ بکاول نے خان مغرور سے کہا کہ خاصہ حاضر ہے کچھ تناول فرما لیا جاوے جواب دیا کہ اس دہقان کی فوج کو اپنی شکست دیکر اوسکو طوق و زنجیر میں مقید کر کے اوسکے خیمہ میں نہاری کھاؤں گا۔ چونکہ کلمہ غرور پسند خدا وند متعال نہیں ہے لہذا بجائے

کہانا کے شکست کہائی۔

خلاصہ اسی حالت میں بابو بجناتھ سنگہ ورسول خاں بخشی نے راجہ سے کہا کہ میدان بے پناہ میں کہڑا رہنا اور سپاہ کو توپ کے گولہ پر رکھکر جان دلوانا کیا نتیجہ ہے بہ مقتضائے آخر الحیل السیف قبضہ تلوار پر ہاتھ لیکر انسے مقابلہ کیا جاوے اور انکو درہم برہم کردیا جاوے اسی رائے پر بابو بجناتھ سنگہ نے اپنے بندوقچیوں کی جماعت کو لیکر ایک طرف آبگیر کے کہ اودہر علی قلی خاں سے توپیں نہیں لگائی تہیں عبور کرکے بندوق کی باڑہ ماری شروع کردی فوج مخالف ہاتہیوں کی مدد سے بڑھی گویا اُن میں خود پایداری کا مادہ نہ تہا۔

راجہ کہ ہاتہی پر سوار تہے اوسپر کہڑے ہوکر باآواز بلند کہنے لگے کہ میں توپ خانہ پر جارہا ہوں اور توپ کے گولہ کو بچوں کے کہیل کی گولی سمجہتا ہوں اس خیال سے کہ لوگ نہ کہیں کہ راجہ نے خیر ندی کہہ رہا ہوں جسکو توفیق ہو آوے اور اس زدوکشت میں ساتھ دے یہ کہا اور اوس دلاور بیل تن نے فیلبان کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھکے جہانپر کہ دشمن کہڑا ہوا ہے پہونچاوے اور اگر توپ کا گولہ برسے تو پروا نہ کرے۔ فیلبان نے ایک ہاتہ اوس کی مستک پر آنکس کا مارا اور وہ مثل باد صرصر کے روانہ ہوا۔ پہلے رسول خاں بخشی وخضر خاں وجعفر خاں ودلیر خاں پسران اُنکے کہ جناح ومیمنہ لشکر تہے جناح (بازو) ہتور کو کہولکر یکبارگی اوس شعلہ میں گہس پڑے اور بجناتھ سنگہ اپنی جمعیت کے ساتھ کنارپانی سے اپنے علم کو کہولکر مقابل لشکر مخالف دوڑ پڑے اور دوسری طرف سے لال خاں افغان اور مردن سنگہ ورام راج ودوسرے بابوان اپنے اپنے مقام سے نکلکر لشکر بخت برگشتہ خان خستہ جان پر بائیں طرف سے حملہ آور ہوئے۔ راجہ مقابل توپ خانہ پانسو جاگیردار سے کہ ملقب بہ حضوری تہے اور سب کے سب قوم برہمن وراجپوت تہے اور پورا بہروسہ مقابلہ تلوار اپنی اوپر تہا اور اِن کے پاس بجز تلوار وسپر کے دوسرا حربہ نہ تہا۔ روانہ ہوئے توپ خانہ پر پہونچنے

پہونچتے سو شخص بلکہ زیادہ اوڑ گئے مگر اُن بہادروں نے منہ نہ پھیرا اور توپ خانہ پر پہونچکر ٹوٹ پڑے توپ چی سب مار ڈالے گئے اور بقیہ بھاگ نکلے توپ کا چلنا بند ہو گیا قاعدہ مقرر ہے کہ مالک الملک دو لشکروں میں سے جسکو فتح دینا چاہتا ہے اُنکے دل سے خوف وخطر کو دور کر دیتا ہے اور جن کو مغلوب کرنا ہوتا ہے اُنکے دل میں خوف طاری کر دیتا ہے رسول خاں بخشی و دیگر سواران و رسالہ داران کہ پہلے سے گھوڑے دوڑا کر مقدمۃ الجیش سپاہ مخالف میں گھس پڑے تھے اور زخمی ہو چکے تھے مگر پھر بھی پروا زخم کی نہ کرکے تلوار زنی کرتے ہوئے لشکر مخالف کو بیس باد متفرق کر رہے تھے اور بہت سے سرداروں کو خاک ہلاک پر گرا دیا تھا - اسی طریقہ سے داہنے اور بائیں سے راجہ اور بہادران لشکر مخالف کی فوج سے لڑتے بھڑتے قتل کرتے چلے جاتے تھے تا اینکہ راجہ کی فوج نے پیر لشکر مخالف کے اوٹھا دئے اور خان اپنے کام میں حیران ہو کر مردم قلیل سے کھڑے ہوئے آواز بہرو بہرو اور لڑو لڑو سے گلا اپنا پھاڑ رہے تھے مگر کوئی سنتا نہ تھا بھاگنے والے عنان ریز بھاگتے جاتے اور راجہ کے فوج پیچھے پیچھے تعاقب کرتی جاتی جب دو سو آدمیوں سے زیادہ علی قلی خاں کے پاس نہ رہ گئے تو اُنکے ہمراہیوں نے سمجھایا کہ اب یہاں پر کھڑے رہنے اور جان دینے سے کیا نتیجہ ہے تقدیر سے لڑائی ہو نہیں سکتی پھر فوج جمع کرکے بدلے لیجئے گا ہمنے مانا کہ خود بدولت رستم وقت ہیں لیکن اگر وہ بھی ہوتا تو ایسے وقت میں خودداری کرتا۔

نیک اندیشوں کے سمجھانے پر علی قلی خاں نے میدان معرکہ کو چھوڑ دیا اور کام ریز ہو کر قلمرو نواب میں جا پہونچے۔

تمام مال و اسباب و توپ خانہ[1] وخیمہ جات و گھوڑے و جانور مع نقد و جنس جو کچھ تھا سب کا سب قبضہ راجہ میں آیا اور بھاگنے والی فوج کا سامان لشکریان فتح یافتہ کے ہاتھ آیا

[1] ان میں سے دو توپیں ریاست میں اجتک موجود ہیں۔

راجہ نے شادیانہ فتح کا بجوا کر سجدۂ شکر ادا کر کے بڑی توپوں کو لیکر قلعہ کو مہار میں بھیجدیا۔ اور عرضی متضمن شکایت رستم جنگ اور بغیر سند حضور کے عازم اخراج ہوتا اور جنگ کرنا خدمت نواب مرتضیٰ خاں ونیز نواب صفدر جنگ میں بھیجا۔ اور اپنی بے قصوری کے ثبوت میں لالہ نند کشور کھتری کو، جنکا ذکر کئی مرتبہ آچکا اور وہ نواب مرتضیٰ خاں کیطرف سے دیوانی محالات بنارس میں سابق سے مقرر تھے اور راجہ اونکو بجائے اپنے چچا کے سمجھتے مع ہنڈویات زر باقی اقساط کے دہلی کو روانہ کیا جب لالہ مذکور نواب مرتضیٰ خاں کے پاس پہونچے اور زر قسط کو پیش کش کیا اور واقعی ماجرا علی قلی خاں کا بیان کیا تو اُن خلاصہ خاندان مجد و عُلیٰ نے حضور معلی سلطانی میں سرگذشت بیان کرکے اثبات نیکنامی راجہ کر کے خلعت بحالی ملک کی دلوادی نواب صفدر جنگ بہادر کو اگرچہ عہدہ وزارت اُسوقت تھا اور شکست علی قلی خاں کی راجہ سے داغ بالائے داغ تھا مگر چونکہ حضور سلطانی سے بغیر عرض کئے ہوئے اور مرتضیٰ خاں سے بغیر تذکرہ لائے ہوئے اشارہ مخفی خان مذکور کو کر دیا تھا لہذا کوئی چارہ بجز انکار اپنے ایما و اشارہ کے نہ تھا اور مجبور ہو کر سراسر قصور علی قلی خاں کے ذمہ لگایا اور بہ نسبت واپسی توپوں کے حضور شاہی میں عرض کرنا خلاف شان سمجھکر سکوت اختیار کیا اور تدارک اس خسارت راجہ کو دل میں رکھا اور موانعات کی وجہ سے منتظر وقت رہے جب تک نواب زندہ رہے۔ راجہ اُنکے سامنے نہیں گئے اور جب جب نواب بنارس میں آئے تو راجہ کوہستان میں چلے جاتے مگر ادائے زر مقرر میں غفلت کبھی نہ کرتے اور ارکان دربار کو تحفہ و ہدیہ و اظہار خلوص و اتحاد سے خوشنود و حامی رکھتے۔[1]

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

---

[1] بعد انتقال نواب صفدر جنگ شجاع الدولہ اُنکے فرزند نے عوض انتقام لینا چاہا ہے جسکا ذکر آرہا ہے۔ بلونت نامہ غلام حسین خاں

حالات ریاست راجہ بلونت سنگہ بابتہ تعلق دہلی و مزاحمت صفدر جنگ و بعض حالات زمانہ وزارت صفدر جنگ و واپسی عہدہ مذکورہ کے بعد فیض آباد آنا اور جانب بنارس آنا اور راجہ پرتھی پت کا مارا جانا اور راجہ بلونت سنگہ کا اپنی عقلمندی سے جان و ریاست کو بچانا

راجہ بلونت سنگہ اگرچہ حسب سند عطیہ بادشاہی یعنی محمد شاہ خود کو براہ راست محکوم شاہی سمجھتے اور صوبہ دار اودہ کو محض نگراں اپنا خیال کرتے اور واقع میں ایسا ہی تہا کیونکہ اس صوبہ بنارس کا تعلق ہمیشہ سے علحدہ رہا اور صوبہ دار اودہ کی محض نگرانی رہی اسی بنا پر سعادت خاں صوبہ دار اودہ نے اپنا رعب جانے کے واسطے اسکو بطور اجارہ دے رکہا تہا تا اینکہ محمد شاہ کے طلب پر شاہ جہاں آباد گئے اور وہاں بعد آنے نادر شاہ کے انتقال کیا جسکے نسبت مورخین اپنی مختلف رائیں ظاہر کرتے ہیں کوئی محمد شاہ سے طمانچہ بیان کرتا ہے اور کوئی تردد و جانفشانی از جانب محمد شاہ میں شقاقلوس (پہوڑا) پیر میں ہوجانا باعث موت کہتا ہے۔ سعادت خاں نے ذریعہ مذکورہ اپنی نگرانی رکہے اور اُنکے قائم مقام صفدر جنگ نے بہی ویسا ہی برتاؤ رکہا مگر انکی نیت نے ترقی کی اور راجہ بلونت سنگہ کو معمولی زمیندار بنادینا چاہا اور جو خراج کہ بنام محمد شاہ بادشاہ دہلی انکے ذریعہ سے بوجہ اجارہ جاتا اوسکو اپنے سرکار کی طرف منسوب کیا گو جو حکم انکی عزت محمد شاہ سے تہی جیسا کہ ڈاسمن صاحب کی تاریخ جلد اول سے تواریخ صوبہ بنارس کے مصنف نے جو کہ انگریزی میں نقل کیا ہے اور یہ بہی لکہا ہے کہ راجہ بلونت سنگہ آخر زمانہ

محمد شاہ تک خراج دہلی کو بھیجتے رہے۔

ماخوذ از تاریخ انگریزی

تا اینکہ محمد شاہ کے انتقال پر احمد شاہ اونکے صاحبزادے تخت نشین ہوئے اور انھوں نے صفدر جنگ کو اپنا وزیر بنایا اور اوسوقت سے صوبہ دار اودہ اپنے کو نواب وزیر کہنے لگے۔ از سیر

نواب وزیر برابر دہلی میں رہے تا اینکہ جنگ افغانان میں شکست کھائی اور پھر بمدد مرہٹہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء فتح پائی اور شاہ جہاں آباد میں آئے اور انتظام وزارت کرنے لگے اسی زمانہ میں خواجہ سرا جاوید خاں[1] رازدار مادر سلطان بہ اشارہ بادشاہ و حکم وزیر قتل ہوا مادر شاہ نے شور و غل مچایا اوسوقت احمد شاہ نے بھی بہ مصلحت سکوت کیا۔ وزیر کے سر گئی۔ عماد الملک وغیرہ جو کہ دست نشان و سرفراز کردہ صفدر جنگ تھے اپنی بدعہدی سے موقع پاکر کہنے لگے کہ وزیر توپ خانہ و غسل خانہ کا اہتمام ہمکو دیدیں اور محض وزارت رکھیں۔ مگر وزیر نے بوجہ اسکے کہ توپ خانہ یعنی خدمت میر آتشی عمدۂ اختیارات وزارت سے تھے دینا پسند نہ کیا۔ عماد الملک وغیرہ نے آخر نائب صفدر جنگ کو اوس خدمت سے نکال دیا صفدر جنگ نے ترک آمد و رفت دربار کیا۔ ایک مرتبہ احمد شاہ نے چاپلوسی و حکمت عملی سے دلجوئی صفدر جنگ کرنی چاہی مگر کچھ مفید نہ ہوئی اور چھ ماہ تک سوال و جواب میں گذرا۔ گو صفدر جنگ بادشاہ سے لڑنا نہ چاہتے تھے مگر فتنہ انگیزی عماد الملک سے لڑنا ہی پڑا یہ لڑائی شروع ماہ رجب ۱۱۶۶ھ سے چھ ماہ رہی بعد جنگ صلح ہوئی اور وہ اپنے صوبہ اودہ پر بھیجے گئے اور بادشاہ کی وزارت نظام الملک کے

---

[1] جاوید خاں خواجہ سرا تھا جو کہ زوجہ محمد شاہ مادر احمد شاہ کا رازدار تھا چونکہ یہ امر گراں خاطر بادشاہ تھا اور وہ امور سلطنت میں دخیل ہوا کرتا لہذا بہ اشارہ بادشاہ بحکم وزیر ذریعہ علی بیگ خاں سنبھلی قتل کر ڈالا گیا۔

پوتے شہاب الدین مشہور غازی الدین کو ہوئی۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔

ذکر شروع منازعات احمد شاہ بادشاہ ذکر وغا صفدر جنگ بادشاہ ذکر آراستن صفدر جنگ شاہزادہ

نواب وزیر فیض آباد میں کہ دار السلطنت تھا آئے اور سرکشان ان اضلاع کو کہ منشا فتنہ و فساد تھے گوشمالی دیکر راہ راست پر لائے۔ اوسوقت اونکو راجہ پرتھی پت زمیندار پرتاب گڈہ و راجہ بلونت سنگھ کی طرف بوجہ فرمان نذیری احمد خاں مذکور ظاہر میں اور باطن میں اپنے خیالات دیرینہ سے کہ راجہ بلونت سنگھ کو اپنا مطیع پورا رکھیں توجہ ہوئی اور ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء میں اس جانب روانہ ہوئے۔ پہلے سلطانپور میں پہونچے راجہ پرتھی پت نے شرمندگی کو وسیلہ شفاعت کیا اور حضور وزیر الممالک میں حاضر ہوئے چونکہ نواب کو دلی رنجش تھی لہذا پہلے تو عنایت آمیز گفتگو سے اونکو غافل کیا پھر علی بیگ خاں کو کہ اُنکے پہلو میں کھڑا تھا اُنکے مار ڈالنے کو کہا اُس نے پہلوئے چپ پر پیش قبض مارا راجہ پرتھی پت اگرچہ بلا ہتھیار تھے مگر بہادری میں قوی دل تھے اوسوقت بھی علی بیگ خاں سے لپٹکر ایک رخسارہ اوسکا دانتوں سے کاٹکر گوشت و پوست کو چبا رہے تھے کہ زمین پر گر پڑے اور جان دیدی۔

وہاں سے نواب وزیر جونپور آئے راجہ بلونت سنگھ حالات راجہ پرتھی پت کو سنکر اپنی فکر میں تھے۔ اور بہ فکرے عجبے من بہ خیال عجبے کا مصداق ہو رہے تھے۔ تمامی اہل و عیال سے عبور دریا کر کے پہاڑوں میں اپنے علاقہ پر چلے گئے۔ نواب وزیر نے گنگا پور پہونچکر حصار گنگا پور کو تاراج کیا اور فوجوں کو بغرض اخراج راجہ مقرر کیا۔ راجہ موصوف نے اپنی رہائی درستگاری تردد و انحراف میں نہ دیکھکر لعل خاں کو حضور میں بھیجا اور دو لاکھ

روپیہ اوسیوقت پیشکش کرکے دولاکھہ سالانہ کا اضافہ جمع سابق پر کیا۔ لعل خاں بنارس
میں آئے اور ذریعہ سید نورالحسن خاں بلگرامی حضور نواب میں حاضر ہوئے۔ نورالحسن
خاں کو مزاج وزیر میں دخل تہا لطائف الحیل سے نواب کے روے توجہ کو بلونت سنگھ
پر پہیرا۔ اگرچہ معافی قصور کی شرط حاضری راجہ ہی مگر راجہ بلونت سنگھ حال راجہ پرتہی پت
سن چکے تہے اور ارادہ بارے نواب سے پہلے سے اچہی طور سے واقف تہے اسوجہ
سے متامل تہے تا اینکہ نورالحسن خاں باتفاق لعل خاں آئے اور قسم و عہد سے دل امیدہ
راجہ کو تسکین دینا چاہا مگر راجہ نے یہی جواب دیا کہ اب تک خداوند کے یہاں جاکر
کوئی نہیں پہرا۔

خیرالدین حسین نے زبانی نورالحسن لکہا ہے کہ میں نے راجہ بلونت سنگھ سے کہا کہ
باوجود اسقدر شفقت کے جانب نواب سے تم اسقدر توحش کر رہے ہو تو جواب دیا کہ
مرا قصہ باز و مرغ سے مشابہ ہے۔

باز نے مرغ کو ایک روز بہت ملامت کی کہ میں باوجود جانور کوہی ہونے کے جب
کہ دام انسان میں آگیا تو ایسا اون سے مل گیا اور انس پیدا کر لیا کہ اونکے ہاتھ سے آب
و دانہ کہاتا ہوں اور جو شکار کرتا ہوں وہ اونکو دیدیتا ہوں اور تو باوجودیکہ اونکے گہر میں
پیدا ہوا اور پرورش پائی مگر جب تمہارے پکڑنے کا قصد کرتے ہیں تو شور و غوغا سے
آسمان سر پر اوٹھا لیتے ہو۔ مرغ نے جواب دیا بس بس خاموش رہئے کبہی آپنے

لہ سید نورالحسن خاں بلگرامی کو بعد جنگ بکسر بائیس ہزار کی جاگیر ملی اور وہ کوانتہ ضلع شاہ آباد آرہ میں آباد
ہوئے اور ابتک اونکی اولاد وہیں مقیم ہے۔ قوم سادات سے ہیں اور ابتک تعلق اپنا بلگرام سے بذریعہ قرابت
رکہتے ہیں اور تہوڑی جائداد آبائی بہی بلگرام میں رکہتے ہیں۔ اونکی اولاد میں بعض حضرات صاحب قلم بہی ہیں سید
اولاد حیدر بلگرامی نے ایک کتاب حالات جناب علی علیہ السلام میں حال میں تصنیف کی ہے۔ مولف کو ان حضرات سے نیاز سابق سے حاصل ہے

سنا یا آنکھوں سے دیکھا کہ باز کو ذبح کیا اور بال و پر نوچ کر کباب بنائے اور ہیں تو تیس روز سے پیدا ہوا ہزاروں مرتبہ دیکھا کہ جو مرغ میرے سامنے پکڑا گیا وہ ذبح کیا گیا اور بال و پر نوچ ڈالے گئے اور آگ پر کباب لگایا گیا مرا شور یا اس زندگی سے بغرض داغ یاراں ہے۔

جب نواب نے دیکھا کہ راجہ بلونت سنگھ کسی طرح دام میں نہیں آتے اور توقف کرنا اور اُن سے لڑنا سبب ہرج عظیمہ ہوگا۔ تو مجبوراً خلعت سرفرازی غائبانہ بھیجا اور تمام ملک راجہ اونہیں کو دے گئے صرف نورالحسن خاں کو کہ اُنسے موافقت راجہ سے تھی بطور سزاول راجہ پر مقرر کر گئے۔ تاکہ زر اقساط بھیجتے رہیں اور خود کوچ کر کے فیض آباد گئے بروایت تواریخ صوبہ بنارس اسیطور سے نواب وزیر نے راجہ کو اپنے قابو میں لاکر اونکا تعلق بجز اپنے شاہ سے نہ رکھنا پسند کیا مگر بلونت سنگھ باوجود اپنی کمزوری کے مستعدی سے اپنی حالت پر حکمراں رہے تاہم نواب وزیر نے قلعہ چنار کو راجہ سے نکال لیا جو کہ محمد شاہ سے اونکو ملا تھا اور حصہ ریاست کا سمجھا جاتا تھا تا اینکہ صفدر جنگ نے ۱۷۵۳ء میں انتقال کیا اور اونکی جگہ پر اُنکے صاحبزادے شجاع الدولہ تخت نشین ہوئے اونھوں نے بھی بروش پدر خود تباہی ریاست و خود مختاری راجہ میں کوشش کی مگر بلونت سنگھ روکتے گئے اور اسی کے واسطے قلعہ رام نگر میں بنایا چونکہ بوجوہ خاص صوبہ دار مذکور کو خیالات دوسرے طرف کرنے پڑے۔ لہذا راجہ بلونت سنگھ اونکی نظر سے بچ گئے اور وہ واقعہ حملہ بنگالہ و مدد قاسم خاں عالیجاہ ہے جسکا تذکرہ آئندہ آرہا ہے۔

تسخیر پرگنہ کیرامنگور ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۵ء عیسوی

کیرامنگور کا پرگنہ اوس زمانہ میں سرکار شاہ آباد مضاف صوبہ عظیم آباد میں تھا

یہاں کے زمیندار دائم خاں تھے جو اس ضلع کے عمدہ و بزرگ ترین راجہ سے تھے
ان کی زمینداری میں پرگنات طرف جنوب گنگ سرکار ترہار مضاف صوبہ الہ آباد تا شاہ آباد
مضاف صوبہ عظیم آباد تھے اور ان کے بزرگوں سے زمینداری چلی آئی تھی - قوم کے
راجپوت گھروار ہیں -

بروایتے[له] حاجی چراغ ہند کی خدمت میں جن کی قبر ظفرآباد میں ہے انکے بزرگوں میں سے
ایک کو اعتقاد ہو گیا اور صدق و ارادت سے مسلمان ہو گئے -

جب عہد فرخ سیر میں زمینداران اطراف نے شورش کر رکھی تھی تو دائم خاں نے بھی
بہت سی سپاہ فراہم کر کے ملازمان بادشاہی کو اپنی زمینداری سے اوٹھا دیا تھا جب
نواب مامور خاں بغرض تنبیہ سرکشان اس ضلع کے حضور سلطانی سے مامور ہو کر اس
ضلع میں پہونچے اور مفسدوں کو گوشمالی دی تو اخراج دائم خاں اپنی طاقت سے فزوں
دیکھکر ہمت خاں مرزاپوری کو اپنی مدد کے واسطے بلایا کیونکہ اوسکو دائم خاں سے
کینہ دیرینہ تھا وہ بارہ ہزار سوار و پیادہ لیکر رفاقت مامور خاں کو حاضر ہوا مگر کچھ ایسا اتفاق
پیش آیا کہ فوج سلطانی کو دائم خاں نے ضلع بنارس سے نکال دیا اوس وقت سے برابر
پرگنہ کیرامنگر میں قیام دائم خاں تھا - جبکہ میر رستم علی خاں ناظم ان سرکارات کے مقرر
ہوئے تو دائم خاں نے بہ طمع خام ریاست اپنی لڑکی کا نکاح میر فرزند علی پسر میر رستم علی سے
کر دیا کہ اسی وسیلہ سے پیر تسلط اونکا اس ضلع بنارس میں ہو جاوے مگر قضا و قدر سے طبقہ
میر رستم علی کا برہم درہم ہو گیا -

له صاحب آئینہ اودہ لکھتے ہیں کہ راجہ مانک چند راجہ مانک پور (جو امیر کبیر قطب الدین شاہ سے شکست کہا کر بہاگا)
کے پانچویں بیٹے کا نام برم جیت تہا جو بحضور سلطان علاء الدین محمد شاہ بمقام غزل مسلمان ہو گیا وہاں سے علاقہ کیرامنگر در ضلع
بنارس بطور تحفے کے معاف فرمایا - مدت تک وہ ریاست اوسی خاندان میں رہی آخر بوجہ اولاد در اولاد وہ راج تقسیم ہو کر بطور زمینداران منفرد
کے ہو گیا ہنوز اولاد اوسکی مسلمان ہیں جب بابکان علاقہ گنت میں بزم تہنیت یا تعزیت ہوتی ہے تب وہ لوگ برادرانہ شریک ہوتے ہیں آئینہ اودہ
ابو الحسن صفحہ ۹۶

دائم خاں کو راجہ منسارام سنگہ سے کمال رشک تہا اور ہمیشہ اونکے خذلان کا خواہاں تہا تا آنکہ اونکا انتقال ہوا پھر جسقدر عروج راجہ بلونت سنگہ کو ہوتا وہ بہی اونکی نظروں میں کھٹکتا اور راجہ بلونت سنگہ کو بہی یہہ واقعات معلوم ہوکر فکر رہتی تہی کہ کسطور سے ان پر ہاتھ صاف کیا جاوے۔ اتفاق سے ایک صورت نمایاں ہو ہی گئی۔ وہ یہ تہی کہ دسارام سنگہ برادر خورد راجہ منسارام سنگہ عموی راجہ بلونت سنگہ کے درمیان میں بابت تسخیر کیرامنگرور کچہ گفتگو خفیہ ہوئی اور ظاہر میں راجہ بلونت سنگہ نے اُنسے بدگمانی کا اظہار شروع کردیا چونکہ دسارام سنگہ زمانہ راجہ منسارام سنگہ سے تحصیلدار شیوپور تہے ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں راجہ بلونت سنگہ اُن سے بدگمان ہوئے اور گرفتار کرنا چاہا دسارام سنگہ نے ٹہرنا وہاں کا مناسب نہ سمجہکر جسقدر اسباب کولے سکے لیا اور شیوپور سے کیرامنگرور میں دائم خاں کے پاس آگئے۔

دائم خاں بہ مقتضائے کینہ دیرینہ ورود دسارام سنگہ کو اپنی علامت اقبال سمجہکر اُنکے جویائے حال و تسکین بخش رہے اور اپنے ذریعہ سے چین پور وغیرہ چند پرگنہ کو بطور مستاجری دلوایا۔ مگر یہاں ترکیب دوسری ہی تہی کہ چچا اور بھتیجے میں سازش تہی تا آنکہ جب ایک زمانہ ہوا اور تسلط ہو گیا تو دسارام سنگہ ایک شب کو دائم خاں پر دوڑ پڑے جب دائم خاں کو فریب دسارام کی اطلاع ہوئی تو بہاگ نکلے۔ دسارام نے کیرامنگرور میں پہونچکر دست ظلم کو دراز کیا اور تمام متروکات دائم خاں کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ دائم خاں جب مجبور ہوئے تو مکری کہوہ میں راجہ راج روپ کے پاس چلے گئے۔ راجہ نے جب بدسلوکی دسارام سنگہ سنا کمال افسوس کیا اور اون کو دلاسہ و تسکین دیکر بہ قصد انتقام اپنے مقام سے نکلکر منگرور میں پہونچکر دسارام کو محصور کیا دسارام نے بہت کوشش کی مگر دست تقدیر سے مجبور رہے۔ اور راجہ راج روپ کے قبضہ میں آگئے۔ راجہ راج روپ نے دائم خاں کو راج منگرور پر قائم کیا یہ واقعہ

آخر ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ء کا ہے۔

شروع سال ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں راجہ بلونت سنگھ نے بحیلہ انتظام محالات شرہر سپاہ فراہم کی اور نرائن راؤ مرہٹہ کو کہ ضلع جھاڑکھنڈ میں تہے پانچہزار سوار و پیادہ کی جمعیت سے اپنی مدد کو بلایا یہ لشکر مثل فوج مور و ملخ مقابلہ دائم خان کو روانہ ہوا۔ دائم خاں کو اس لشکر کی تاب کہاں تہی بہر مکری کہوہ بہاگ گئی۔ بلونت سنگھ نے فرصت نہ دی اور مثل عنکبوت کہ مگس پر حملہ آور ہو مکری کہوہ میں جا پڑے۔

راجہ راج روپ سورتح جنگ نہ دیکھکر راہ صلح سے پیش آئی اور دسارام سنگھ کو اونکے پاس بہیجدیا اور دائم خاں کو اپنے پاس سے جواب دیدیا۔ راجہ بلونت سنگھ نے کاوش اوس سے زیادہ مناسب نہ دیکھی واپس آئے اور پرگنہ کیرا و قلعہ منگرور میں فوجیں چھوڑکر اپنے ملک کا انتظام کرنے لگے۔

دنیاسازی کی راہ سے ایک وکیل بنارا جہ جانکی رام[1] نائب صوبہ عظیم آباد کے پاس کہ مہابت جنگ[2] کی طرف سے تہا، بہیجا اور سات ہزار روپیہ مالگذاری اپنے ذمہ لیا اور بعد چند سال کے مبلغ کافی خرچ کرکے سند التمغای اوسکی بنام خود حضور عالمگیر ثانی سے حاصل کی

---

[1] راجہ جانکی رام دیوان قدیم خانہ مہابت جنگ تہے رفتہ رفتہ اِن کی ترقی ہوتی گئی اور بعد انتقال ہیبت جنگ جب اونکے فرزند سراج الدولہ کو صوبہ داری عظیم آباد ہوئے تو یہ نائب قرار دئے گئے

سیر المتاخرین از مقامات مختلف حال مہابت جنگ

[2] مہابت جنگ شجاع الدولہ صوبہ دار بنگالہ کیطرف سے نائب تہے اور عظیم آباد میں قیام کیا جب نادر شاہ شاہجہان آباد میں آئے تو شجاع الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ اور بعد اونکے علاء الدولہ سرفراز خاں فرزند شجاع الدولہ مسند حکومت صوبہ داری بنگالہ پر بجائے پدر بیٹھے مگر بعض وجوہ سے اِن سے اور مہابت جنگ سے لڑائی

اخراج ہمّت بہادر فوجدار کرٹوارہ ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ء

جس زمانہ میں کہ صاحب زماں خاں نے خروج کیا تہا اکثر فوجداران پرگنات نے بخیال بازپرس راجہ بلونت سنگہ اوس سے رجوع نہ کی مگر بعض نا عاقبت اندیش اوس سے مل گئے تہے منجملہ اونکے ہمت بہادر فوجدار کرٹوارہ اور شیخ قبول محمد پسر خواندہ شیخ منگلی فوجدار مجہلی شہر تہے راجہ بلونت سنگہ ہر دو فوجدار کے اخراج و تادیب میں تہے اور حیلہ سوچ رہے تہے کہ اسی اثنا میں ہمت بہادر اور رتن سین پٹی دار رئیس پرگنہ کرٹوارہ سے نزاع ہوگئی اور ہمت بہادر نے مارکر اوسکو اوسکے علاقہ سے نکالدیا وہ بیچارہ عاجز ہوکر حضور راجہ بلونت سنگہ میں حاضر ہوا۔ یہہ تو ایسے موقع کے منتظر ہی تہے۔ بہت بڑی فوج بسرداری بابو رام روپ و بابو سرنام سنگہ برادران خود و تعلقاں ودلیل خاں و رسول خاں رسالہ داران کے ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں بہیجا ہمت بہادر باوجود ہمت و شجاعت گہبراگئے اور فوج سے مردمیدان نہ ہوکر اپنی گڑہی میں کہ موضع بڑری

ہوگئی اور فتح نصیب مہابت جنگ ہوئے یہ بعد فتح داخل مرشد آباد پایہ تخت بنگالہ ہوئے اور تمام مال سرفراز خاں وشجاع الدولہ ضبط کرلیا اور اپنے عزیزوں کو مناصب وصوبہ تقسیم کئے منجملہ اونکے اپنے چہوٹے داماد زین الدین احمد خاں کو کہ عظیم آباد میں نائب چہوڑا تہا خطاب احترام الدولہ ہیبت جنگ اور منصب ہفت ہزاری مع ماہی مراتب و پالکی جہالردار و نوبت وعلم اونکے واسطے حضور بادشاہ دہلی سے طلب کرایا۔ اور صوبہ عظیم آباد مستقلاً اونکو دیدیا۔ اور اونکے لڑکے مرزا محمد کو خطاب سراج الدولہ شاہ قلی خاں دلواکر اپنا فرزند بنایا یعنی نواسہ کو جانشین بنایا اور خدمت نوارہ جہانگیر نگر ڈہاکہ اونکو دی۔ اسیطور سے برادر مرزا محمد یعنی دوسرے لڑکے ہیبت جنگ کو کہ اونکے خالو شہامت جنگ یعنی بڑے داماد مہابت جنگ نے فرزندی میں بوجہ بے اولادی لیا تہا خطاب اکرام الدولہ بادشاہ قلی خاں اور خدمت احتشام اوس جاکی دلوائی۔ یہ دونوں لڑکے صغرسنی میں امیر کبیر مع جملہ سامان ماہی مراتب وعلم و نقارہ تہے۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔ حال تسلط مہابت جنگ۔

میں کنارے ندی سہتے جا کر محصور ہو گئے - چند روز تک محاصرہ میں رہے آخر توپ ہائے قلعہ شکن سے دیواریں اوسکی گریں اور بہادران لشکر اوپر چڑھ گئے سکھہ ندہان اُسکے فرزند کو زندہ گرفتار کر لیا اور ہمت بہادر کسی نہ کسی صورت سے نکل بھاگے اور بلکھرتی کی طرف چلے گئے راجہ بلونت سنگہ خبر پاکر بغرض انتظام محالات بنارس سے وارد مجھلی شہر ہوئے اور بابو رام روج کو وہاں کے انتظامات کیواسطے مقرر کیا۔

جب وہ کرّوارہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ ہمت بہادر نے ایک گروہ مفسدوں سے سازش کر لی ہے جنکی وجہ سے بلا گرفتاری اُسکے انتظام ناممکن ہے - لہذا ہمت بہادر کو قول وقسم پر مطمئن کر کے اپنے پاس بلایا اور بہ ضمانت ذمہ جینی گرگوشائیں پرگنہ مذکور کو اسی ہزار کی جمع پر اوسکے ساتھ انتظام کر دیا - ہمت بہادر اندیشہ دغا سے کنارہ کش رہی مگر اُنکے لڑکے بدہ سنگہ مال گذاری ادا کر کے منتظم رہے۔

گرفتاری شیخ قبول محمد

سنہ ۱۱۶۶ھ مطابق سنہ ۱۷۵۲ء میں جب راجہ بلونت سنگہ مجھلی شہر پہونچے تو شیخ قبول محمد نے بدگمانی سے ڈرگڑھی ساگر کو کہ اونکا مسکن تہا آراستہ کیا اور زمینداران اطراف سے کہ اُنسے اتفاق رکھتے تہے مدد لی - راجہ بلونت سنگہ نے دیکھا کہ اُنسے لڑکر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے - لہذا دوسری تدبیر سے کام لینا چاہیے اور قول وقسم سے اُسکے دل میدہ کو دام میں لانا چاہیے - اسی ارادہ سے سرداران لشکر کو اونکے اعتماد واطمینان کے واسطے استقبال کو بہیجا تاکہ بعزت واقتدار لاویں - ہر چند دوستان قبول محمد بدگمانی راجہ وبدگوئی حریفان سے مطلع کر کے جانے سے روکتے تہے مگر دوستوں کے کہنے کا خیال نہ آیا اور سلوکات سابقہ پر جو کہ راجہ منسارام ونیز راجہ بلونت سنگہ صاحبان سے زمانہ میر رستم علی میں کیا تہا اعتماد کر کے باتفاق سرداران لشکر مجلس راجہ بلونت سنگہ میں حاضر

ہوئے راجہ بلونت سنگہ نے استقبال کیا اور لاکر اپنے برابر بٹھایا اور تھوڑی دیر تک اختلاط برادرانہ رکھا۔ شیخ قبول محمد دوراندیشی کو دورباش کہکر مفتون الفاظ ظاہری ہوکر نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رفیقان راجہ نے اونکو گفتگو میں مشغول کر رکھا تھا کہ اسی اثنا میں راجہ بلونت سنگہ بضرورت قضاء حاجت اوٹھکر چلے گئے مگر دیگر رفقاء راجہ اور شیخ قبول محمد بیٹھے رہ گئے تا اینکہ شدہ شدہ کچھ ایسی تقریر غرور و رعونت کی زبان شیخ قبول محمد سے نکلی جو کہ رفیقان راجہ کو بُری معلوم ہوئی اور ہتھیار چل جانے کی نوبت آگئی چونکہ بلونت سنگہ نے اپنے رفیقوں کو زخمی پایا اور اُس میں خطا شیخ قبول محمد کی پائی لہذا اونکو ہمراہ سنگہ بدہان سنگہ کے حصار گنگاپور میں قید کردیا چونکہ ہر دو اشخاص کا پیمانہ عمر لبریز ہوچکا تھا لہذا اتفاق سے چھت گر گئی اور دونوں دبکر مر گئے۔

بوجہ انتقال ابوالمنصور خاں صفدر جنگ قلعہ چنار پر راجہ بلونت سنگہ کی توجہ اور شجاع الدولہ کی آمد ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں

بروایت خیرالدین حسین حسن مانہ میں نواب صفدر جنگ نے ہر چہار سرکار کو میر رستم علی خاں سے نکال کر راجہ منسارام سنگہ و شیخ عبداللہ کو دیا تہا اوسی زمانہ میں قلعہ چنارگڈہ کو علحدہ کرکے مرزا احمد بیگ کو جو ولایتی تہے۔ حوالہ کیا تہا مرزا احمد نے جب ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء کو انتقال کیا تو اونھوں نے ایک پسر خوردسال جن کا نام آغا جانی تہا چھوڑا۔ نواب صفدر جنگ نے نظر بحقوق احمد بیگ قلعہ داری قلعہ مذکورہ اونہیں کے فرزند آغا جانی کے نام پر بحال رکھی اور اونکی طرف سے آغا میرا ونکے باپ کے ملازم کو مختار معاملات اونکا کردیا۔

۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء میں نواب صفدر جنگ نے ماہ اکتوبر مقام پاپر گھاٹ[1] نظامت سلطان پور میں انتقال کیا - سال انتقال صفدر جنگ میں مورخین کو فی الجملہ اختلاف ہے -

مصنف سلطان الحکایات ۱۱۶۶ھ اور صاحب سیر المتاخرین ۱۱۶۷ھ لکھتے ہیں اور یہ روایت آخر مادہ تاریخ سے موافق ہے اور وہ یہ ہے -

چو آں صفدر عرصۂ مردمی   ز دار فنا گشت رحلت گزیں

چنیں سال تاریخ او شد رقم

کہ بادا مقیم بہشت بریں
۱۱۶۷ھ

اور صاحب امیر نامہ یعنی امیر علی خاں صاحب نے بھی اوسی کو ترجیح دیا ہے اور ۱۷- ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ تاریخ انتقال لکھی ہے -

بہر طور بعد انتقال نواب صفدر جنگ ۱۱۶۹ھ گیارہ سو اونہتر ہجری مطابق ۱۷۵۶ء سترہ سو چھپن عیسوی میں راجہ بلونت سنگھ نے موقع پاکر آغا میر سے سازش کی اور آرزو سے واگذاشت قلعہ میں ایک لاکھ روپیہ قبول کیا - آغا میر تو مفتون ابلہ فریبی

[1] یہ پاپر گھاٹ تھوڑے فاصلہ شہر لکھنؤ سے واقع ہے بعد انتقال اُنکے ان کی زوجہ محترمہ نواب بیگم صاحبہ نے جو نبات حافلہ اور دختر اول برہان الملک تھیں بخیال مفسدہ معتدین کے خبر مرگ پوشیدہ رکھا اور نعش کو فیض آباد لے گئیں - وہاں در دولت پر پہونچکر سب کو معلوم ہوا اور کہرام پڑ گیا - اور وہیں گلاب باڑی میں دفن کیا - پہر نعش کو روانہ شاہ جہاں آباد سپرد مقام حضرت شاہ مردان کیا اسکے بعد حکیم مرزا بجہو عبدالمجید مسیح الدولہ سفیر شاہی استخوان مرحوم کو کربلا معلی لے گئے - ایام حکومت و وزارت شروع زمانہ نیابت نواب برہان الملک سے آخر سن تکملکم اٹھارہ برس تھے اونکے زمانہ میں راجہ لچھمی نرائن و راجہ نول رائے نمک حلال و نائب عماید روزگار میں سے تھے -

امیر نامہ امیر علی خاں ذکر نواب صفدر جنگ   و تاریخ اودھ کمال الدین حیدر

نواب شجاع الدولہ وزیر

قلعہ کے واگذاشت پر راضی ہوگئے مگر یہ خبر کسیطور سے شجاع الدولہ[1] بہادر کو معلوم ہوگئی۔

نواب شجاع الدولہ کو اول ہی سے خیال انتقام جنگ علی قلی خاں المعروف بہ محمد قلی خاں واونکے اسباب غارت شدہ و توپوں کی واپسی کا تہا۔ اب جبارت سابقہ پر بہہ جبارت مزید براں ہوئے ابتدطلب اضافہ سے کیا۔ راجہ نے کہ ملک کوہستان کو زور شمشیر سے فتح کیا تہا اور اخراجات سپاہ زیادہ رکہتے تہے قبول اضافہ سے انکار کیا۔ نواب شجاعت مآب بہ قصد اخراج راجہ مع فوج ظفر موج روانہ ہوکر جونپور میں خیمہ زن ہوئے۔

راجہ بلونت سنگہ نے اپنے مسکن گنگاپور کو چہوڑکر خوف سطوت نواب سے مع اہل و عیال کے لطیف پور کوہستان میں قیام کیا۔ از غلام حسین خاں
اور نواب بنارس میں خیمہ زن ہوئے۔ آغا میرزا بہی بخوف جان خود قلعہ سے بہاگے ملازمان

---

[1] شجاع الدولہ کا اصلی نام جلال الدین حیدر خاں بہادر ہے یہ ابو المنصور خاں صفدر جنگ کے فرزند ہیں جو اپنی نانا محمد امین سعادت خاں برہان الملک کے زمانہ حیات ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۲۶ء میں دار الخلافت شاہ جہاں آباد میں پیدا ہوئے جن کی تاریخ ولادت یہ ہے۔ زدولت خانۂ نواب منصور برآمد آفتاب از مطلع نور (۱۱۴۴ھ) - اور ۱۱۶۷-۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں مسند نشین ہوئے جنکی تاریخ جلوس یہ ہے بلاروے اہمال از صیت گوش شنیدیم سالش خجستہ جلوس (۱۱۶۶ھ) اور شادی نواب شجاع الدولہ کی دختر نجم الدولہ محمد اسحاق خاں سے ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء میں شاہ جہاں آباد میں یادگار زمانہ ہوئے چونکہ یہہ عقد بحکم بادشاہ تہا۔ لہذا شاہ خود بدولت مع ارکان دولت شریک تہے ۴۶ لاکہ روپیہ صرف ہوا تہا۔ اصل بیگم یہ تہیں باقی دیگر غیر معمولی جیساکہ مشہور ہے کہ انکی کثرت اولاد و ازواج کی انتہا نہیں۔ تاریخ اودہ کمال الدین حیدر

سرکار نواب سے آغا جانی کو دست بستہ حاضر کیا نواب نے اوس بچہ پر تلطف فرمایا اور اوسکو سرفرازی بخشا اور قلعہ کسی اپنے متوسل دربار کو دے گئے۔ تمام مال احمد بیگ خاں حسب دستور مروجہ ضبطی وزیر الممالک میں آیا جو کہ چار لاکھ روپیہ کا اسباب تھا۔ نواب شجاع الدولہ حرکات راجہ بلونت سنگہ سے نہایت آشفتہ تھے اور ارادہ مستحکم کر لیا تھا کہ ریاست اون سے بتمامہ نکال لیویں۔ حسب فرمان کشتی کا پل گنگا پر باندھا گیا اور توپ خانۂ افواج تعاقب راجہ میں مامور کی گئیں شیخ محمد علی جنکا تخلص حزیں تھا اور اولاد جد مادری سے سلاطین صفویہ رحمہم اللہ سے تھے اور باعتبار رفعت حسب واتصاف کمالات کے نواب صفدر جنگ اون سے بہ تواضع ملتے نواب شجاع الدولہ جب اونکی ملاقات کو مقام فاطمان میں کہ مقام قیام اونکا تھا گئے تو اونہوں نے نصیحت مشفقانہ کیا کہ راجہ بلونت سنگہ زر قسط وقت پر ادا کرتا ہے اور رعایا کو آباد و خوش رکھتا ہے اوسکو خراب نہ کرنا چاہیئے۔ معہذا راہ کوہستان دشوار گذار ہے گذر فوج بسہولت ممکن نہ ہوگا تہوڑے کام کیواسطے رنج بے فائدہ اوٹھانا اور بندگان خدا کو ہلاک کرنا کیا ضرور ہے مگر نواب نے زیادتی غصہ سے توجہ اوکی نصیحت پر نہ کی۔

ازغلام حسین خاں

نواب نے فضل علیخاں پسر شیخ عبداللہ غازی پوری کو کہ بعد مرنے اپنے باپ کے مالگذار غازی پور سے تھے طلب فرماکر ترغیب سرکار بنارس وغیرہ کی دلائی۔

راجہ نے یہ خبریں سنکر لطیف پور کو چھوڑکر موضع کسہا مابین قلعہ بجے گڈہ میں قیام کیا اور فوج مرہٹہ کو اپنی مدد کے واسطے بلایا فضل علی خاں نے کہ تدابیر راجہ سے واقف تھے مجلس شورے میں نواب سے عرض کیا کہ اس سال دس لاکھ روپیہ بامالی کا معاف کیا جاوے اور دس ہزار سوار سال بھر تک میرے ہمراہ متعین رہیں کہ اونکے اتفاق سے راجہ بلونت سنگہ کو اس ملک سے نکال دوں اور اپنے طریقہ پر بندوبست قرار واقعی کروں

پہر دوسرے سال سے مقرری جمع قسط بہ قسط بہو چاتا رہوں گا۔ از خیر الدین حسین

راجہ نے اپنے وکلاء کو تمکین خاں خواجہ سرا کے پاس کہ سردار سات آٹھ ہزار سوار و پیادہ کے تہے اور محمد علیخاں ہندوستان نذر رسالہ دار کے پاس بہیجا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ کسقدر اضافہ کے نواب خواہاں ہیں۔ اراکین با تمکین یعنی ہردو اشخاص مذکورہ نے کہ خواہان بقائے ریاست راجہ تہے تقریروں و تمہیدوں مختلف سے مثل حال دشوار گذاری کوہسار و خرابی ہوا وہاں کی خصوصاً موسم گرما میں و خضوع و خشوع راجہ و حاضر رہنے وکلاء راجہ کا خدمت نواب میں بیان کیا کہ بالفعل بسبب وفات نواب صفدر جنگ مرحوم ہر طرف سے مثل غدر ہے راجہ کو برہم کرنا خلاف مصلحت ہے اگر اُس نے غارتگران اطراف کو موافق کر کے غارت گری برپا ندھی تو فیض آباد میں خواب و خور دشوار ہوجاوے گا۔ پہر کسی میں یہ حوصلہ و ہمت نہیں ہے کہ اوسکے برخلاف تحصیلداری اس ملک کی کرسکے۔ فضل علیخان دس لاکہہ کی تخفیف اور دس ہزار سوار کا تعین چاہتے ہیں اور دس ہزار فوج کا خرچ اُسکے جمع سے بڑھ جاوے گا۔ نیز فضل علی خاں مبلغ مالگذاری غازی پور کو کس دقّت سے ادا کرتے ہیں پہر اسقدر روپیہ کثیر مالگذاری سرکار بنارس کا کیونکر بلا تردد حضور کو مل سکے گا۔ علاوہ اسکے راجہ بلونت سنگہ زمیندار ہے دعوے برابری نہیں کرسکتے اور فضل علی خاں پسر شیخ عبداللہ کو دعوے ہم چشمی و برادری ہے اوسکو سرفراز کرنا گویا ہانہہ پیر مقابلہ کیواسطے دینا ہے۔

ان تقریروں سے اوس کوچ کو جو تا قیام گاہ راجہ مقرر ہو چکا تہا توقف میں کر کے مقصود دلی نواب کو حد اضافہ تک کہ بے حساب تہا دریافت کر کے شیخ غظیم اللہ کو کہ منجملہ وکلاء راجہ و مرد تجربہ کار تہے راجہ کے پاس بہیجکر پیام دیا کہ بندگان نواب فلک جناب کو حالات تحصیل و تشخیص ملک کے مفصّل و منقح معلوم ہو چکے اور مواخذہ مال غارت شدہ علی قلی خاں اور واپسی توپوں کی منظور نظر حضور ہے۔ لہذا ہماری رائے صواب یہ ہے

کہ ارشاد فیض بنیاد حضور کو کہ موجب بقار ریاست تمہارا ہے بجالاؤ ورنہ لشکر کوہ نورد مامور ہوتے ہیں اپنے کو اخراج شدہ میں سمجھیں اور خیال دشواری راہ پہاڑونکو دل سے نکال دیں۔ جمع مقررہ سابقہ کے دوچند قبول کرنا ہوگا اسپر بھی اگر بندگان عالی درگذر فرمادیں تو غنیمت ہے اور تمہاری یاوری بخت ہے۔

شیخ موصوف بہ عجلت تمام راجہ کے پاس آئے اور پیام پہونچایا۔ راجہ اس پیام کو سنکر ازخود رفتہ ومشوش وحیران ہوئے اور تمام روز رنج وتشویش میں بجز خون جگر کے اور کچھ نہ کھایا اپنے اہالیان دولت سے کہا اگر انکار کرتا ہوں تو قیام اس ملک میں محال ہے اور اگر اقرار کرتا ہوں تو اسقدر زر محصول ادا کرنا ناممکن ہے۔ شب کے وقت بابوان خیراندیش وعاملان راست کیش بغیر طلب کے راجہ غریق دریائے فکر کے پاس آئے اور کہنے لگے اسقدر ملال کی کیا ضرورت ہے جسقدر اضافہ نواب کو حضور دیں اُسکا حصہ رسدی ہمپر اضافہ کردیں نواب تقی خاں کا انتقال ہوگیا اور دروازہ ہائے کوشش حضور سلطانی سے بوجہ اُنکی موت کے بالکل بند ہوگئی قصد جنگ وملک کا چھوڑنا دونوں خلاف ہے۔

راجہ نے بہ مصلحت نیک اندیشان شیخ مذکور سے پھر کہا تم میرے دو تنخواہ ہوپھر جاؤ تقریر پرتاثیر میں افسوں کا اثر ہوتا ہے جسقدر اضافہ پر راضی کرسکو کرو اور مطلب نکالو مگر اس کا خیال رہے کہ خوف کا اثر مجھپر نہ معلوم ہونے پاوے۔ نائب یک چشم کو کرچشم لطف ہمسے رکھتے ہیں اور ہم چشمداشت سرپرستی کی اُنسے رکھتے ہیں عرض کردینگے کہ اگر معاملہ آپ کی توجہ سے طے ہوجاوے تو علاوہ تحفہ وہدیہ کے پچاس ہزار روپیہ نذر کرتا ہوں

لہ تکین خاں خواجہ سرا کو کہ نائب وزیر تھے ایک ہی آنکھ باقی رہ گئی تھی لہذا بلونت سنگھ نے بمقتضائے طبع ظریف خود اس لفظ سے یاد کیا۔

مشار الیہ روانہ خدمت نواب نائب و مدار المہام یعنی تمکین خاں خواجہ سرا ہوکر بپیام زبانی
اس طور سے عرض پرداز ہوئے کہ راجہ حکم بندگان عالی و دیگر احباب سے عدول نہیں کہتے
مگر جسقدر بوجہ کہ اٹھ سکے بسر وچشم منظور ہے اور مخالفان کا کہنا قابل اصغا نہیں مصارف
سپاہ و اخراجات ذاتی سے جسقدر روا نفع میں پس انداز ہو وہ پیشکش سرکار ہے راجہ
جمع کرنا نہیں چاہتے اور اوسکے نکالدینے میں سبب خرابی ملک ہے جو روپیہ کہ اُنکے ذریعہ
سے حاضر ہوتا ہے وہ بذریعہ عمال سرکار نہیں پہونچ سکتا آئندہ اختیار ہے۔ نائب السلطنت
اودہ کہ پہلے سے متوجہ حال راجہ تھے اطلاع نذرانہ سے زیادہ تر سرگرم ہوئے اور دوسرے
امناء دولت کو موافق کرکے خدمت جناب نواب میں عرض کیا کہ راجہ فرماں بردار امیدوار
اعانت و مرحمت ہے جسقدر اضافہ ارشاد ہوا اکرے وہ بھی برباد نہ ہو۔ چونکہ بعد رخصت
شیخ عظیم اللہ توپ و فوج راہوں پر حکم راجہ سے لگادی گئیں تھیں۔ اور یہ خبر نواب کو پہونچ
چکی تھی تو براہ مرزا پور خود کوچ کرکے لطیف پور تک کہ وہاں تک راہ صاف و ہموار تھی
جاکر خیمہ زن ہوئے۔ راجہ نے لال خاں فوجدار جونپور کو کہ مرد ذی عزت و صاحب شعور
اور راجہ منسارام سنگھ کے زمانہ سے روشناس ارکین دولت تھے معاملہ طے کرنے کو
بھیجا وہ حضور لامع النور میں حاضر ہوکر شرف یاب ملازمت نواب مستطاب ہوئے اور
عرض کیا کہ ہم بندگان کو اضافہ یا ملک کے چھوڑ دینے میں کوئی عذر نہیں ہے مگر پہلے کاغذات
آمدنی و اخراجات کے اس علاقہ کے ملاحظہ فرمائے جاویں اور پھر جو مقتضائے انصاف
ورعایا پروری سے ارشاد ہو اوسکے بجالانے میں دل وجان سے مستعد ہیں۔ ان سخنان
آبدار سے اوس عزیز پرتمیز نے آتش تیز شعلہ خیز نواب کو تسکین دی - حکم نواب ہوا کہ
کاغذ داخل کرے خان موصوف نے فرد محاصل بیس لاکھ روپیہ کی اور دس لاکھ خرچ
سپاہ متعینہ اضلاع و قلعہ و جاگیر بابوان و اقربا کی پیش کیا - یہ سنکر نواب نے سولہ لاکھ
کا اضافہ چاہا آخر بعد قیل وقال کے نائب السلطنت و ثابت خاں کے کہنے سے کہ دوستی

میں اسم باسمٹی تھا اور عرق ریزی دوسرے دوستوں سے بارہ لاکھ پر معاملہ طے ہوا
خان مذکور شاداں وفرحاں راجہ کے پاس آئے اور صورت معاملہ کو بیان کیا راجہ
مصلحت اندیش باطن میں خوشنود ہوئے مگر ظاہر میں سرانکار ہلایا منظور نظر یہ تھا کہ
عمال واقربا وبابوان بہ الحاح واصرار قبول معاملہ کے واسطے ملتجی ہوں تاکہ بہر دینے میں
بقدر رسد اضافہ عذر نہ کرسکیں چنانچہ وہ لوگ جب مصر ہوئے تو اُسوقت راجہ نے
قبولیت لکھکر لال خاں کو دیا اور وہ حضور مالک الملک میں جاکر وثیقہ مذکور کو دفتر سرکار
میں داخل کر کے خلعت بحالی ملک کی لیکر راجہ کے پاس لائے۔ راجہ نے ازسرنو کوس لمن الملکی
بجاکر اطمینان کیا اور نواب نے واپس ہوکر فیض آباد پہونچکر واپسی توپ علی قلی خاں
کے نسبت ایما کیا مگر راجہ نے بہ حیلہ (لوٹ جانے چرخ (گردوں) اور مرجانے بیلوں کے (کہ پھر
پیچھے سے بہیجدی جاویں گی) ٹالدیا۔ نواب نے بھی اس باب میں چنداں اصرار
نہ فرمایا۔ ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں وخیرالدین حسین خاں۔

بناء آبادی رام نگر ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۶ع

راجہ نے گنگاپور کا رہنا بخوف نواب شجاع الدولہ چہوڑ دیا اور دریا کے اُدس طرف
یعنے جانب بنارس کے دوسرے طرف تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر قلعہ لب دریا
بنایا اور رام نگر نام رکھہ کر اپنا مستقر حکومت قرار دیا۔ یہ قلعہ لب دریائے گنگ اوسوقت
کے مہندسین نے ایسی حساب سے بنایا ہے کہ دریا اوسکے کنارہ سے کسی زمانہ میں
خواہ کیسی ہی خشک سالی کیوں نہو علحدگی اختیار نہیں کرتا حالانکہ دریا کی رفتار و بہاؤ سابق
سے یعنی جانب جنوبی سے نہایت کج واقع ہوئی ہے جو کہ دیکھنے سے دریا کج ہوئی ہوئے
معلوم ہوتا ہے یہ عمارت قلعہ رام نگر ایک ایسے گوشہ میں واقع ہوئی ہے جو جنوب و شمال
کے درمیان پورب کے کونے کو لئے ہوئے ہے جسپر لامحالہ پانی کا ٹہرنا بغرض گھومنے

اور جاری ہونے تحت بنارس کے لازم ہے۔
رام نگر کے جانب شمال آبادی بنارس واقع ہوئی ہے جسکی سنگین عمارتین جوکہ چار چار وپانچ پانچ منزل کی واقع ہوئی ہیں اور کنار دریا کیا معنی بلکہ عین دریا سے اُنکی بنا قرار دی گئی ہے۔ اونکی حالت یہ ہے کہ کیسا ہی سیلاب دریا میں کیوں نہ آجاوے مگر اونکو جنبش نہیں ہوتا بلکہ ایک نوع کا استحکام سال بھر کے واسطے پاجاتی ہیں۔ نیز عجیب بات اون مکانات میں یہ دیکھی گئی ہے کہ اونکی بنیاد کے نیچے اکثر پانی دوسری طرف شہر سے آکر بطور میزاب دھری؛ کے گراکرتا ہے اور اونکے استحکام میں فرق نہیں لاتا۔ دریا جسکے نسبت عرض ہوا۔ رام نگر کی آبادی سے جو ہیں ہٹا ویسا ہی بعد بارش ریت پڑجاتی ہے مگر رام نگر کے قلعہ کے نیچے کیا مجال ہے کہ بالو کا اثر نمایاں تو ہو جاوے۔
رام نگر کی ابتدا آبادی مہاراجہ بلونت سنگھ نے کی اور اونکے بعد اونکے جانشینوں نے برابر ترقی دینا شروع کردی عمارات عالیہ وباغہائے پرفضا و تالاب ہائے بجنسہ پرآب وسڑک ہائے وسیع سے ایک چھوٹا شہر ہورہا ہے۔ حالانکہ بنارس ایسے شہر کے قریب ایسا شہر آباد ہونا ناممکن تہا مگر راجگان بنارس اوسکی زینت دینے میں اپنی کوشش ہمیشہ صرف کرتے رہے جسکا تذکرہ اپنے محل پر آتا رہے گا اور مہاراجہ حال نے تو ایسی زینت دی اور رفاہ رعایا کو مدنظر رکہا جسکا بیان اُنکے حال میں انشاءاللہ آویگا ادنے نمونہ فیض پانے کی کل ہسپتال مدرسہ وغیرہ اور قلعہ کے اندر کی درستگی ولاکہوں کے مصارف سے عمارات کا درست فرمانا ہے

مقابلہ خوشدامن راجہ بلونت سنگھ بالشکر شجاع الدولہ

جب فیض آباد سے لشکر نواب کوچ کرتا ہوا جانب بنارس آرہا تہا اور گذر اوسکا پندرہ کے گڑھی سے ہوا جہاں بابو بریار سنگھ کی زوجہ اور خوشدامن یعنی ساس راجہ بلونت سنگھ

رہتی تہیں اور اونکو خبر راجہ کے پہاڑوں کی طرف چلے جانے کی معلوم ہو چکی تہی تو بمقتضائے بہادری قومی یہ بات اونکو گوارا نہ ہوئی کہ میرے داماد پر لشکر کشی ہو اور اوسکا گذر میرے مکان کے نیچے سے ہو اونہوں نے حصار بندرہ کو اسباب جنگ سے آراستہ کیا۔

چونکہ نواب کا لشکر اِس حال سے غافل تہا لہذا پہونچتے ہی گولی اونپر برسنے لگی اور لشکر کی روانگی میں ہرج پڑ گیا۔

دلاوران لشکر نواب نے یہ حال دیکہکر مع اسباب حرب گرد حصار ہجوم کر لیا توپ ہائے قلعہ شکن اوسکے گرد لگا دیں کلنگ برداروں نے مورچہ کی درستگی اور خندق کے پاٹنے میں مستعدی کی اور ہر طرف سے جوق جوق دلاور فوج فوج بہادر جمع ہو گئے اور گرد حصار گہیر لیا۔

قلعہ کے لوگوں نے بہی اوس بہادر عورت کی ہمت دلانے سے مطلق پرواہ نہ کی اور قلعہ کی فصیل سے تیر و تفنگ مارتے تہے اور کبہی بان و پتہر سے جوانان جنگ کو ہلاک کرتے رہے۔

جب صبح سے سہ پہر تک بازار آتش افگنی ہر طرف سے گرم رہی اور نواب وزیر نے حصاریان قلعہ سے یہ پائداری دیکہی تو فرمایا کہ معاملہ کیا ہے۔ واقفان حال نے عرض کیا کہ بیوہ پریارسنگہ زمیندار اِس قلعہ میں رہتی ہے اور بسبب قرابت راجہ بلونت سنگہ خیال سرفروشی رکہتی ہے۔

نواب نے اوسکی بہادری کی تعریف کی اور راجہ[1] ہمت بہادر کو حکم دیا کہ تو بچیوں کو گولہ زنی

---

[1] راجہ ہمت بہادر گوشائیں تہے اور ناگا کی فوج جو کہ برہنہ رہتے ہیں اُنکے افسر تہے۔ عہد شباب نواب سے کمال اختلاط و بے تکلفی تہی چنانچہ بعد انتقال صفدر جنگ مرحوم جب شجاع الدولہ مسند نشین ہوئے اور اسمٰعیل خاں کابلی نائب وکیل مطلق تہے۔ چاہا کہ یا تو محمد قلی خاں برادر زادہ نواب صفدر جنگ مسند نشین ہوں یا میں خود مختار رہوں

اور لشکر کو مورچہ نشینی سے باز رکہے اور اوس عورت کو اطمینان دے کہ اوسکی ذلت و خواری نہ کیجاویگی اور کہا کہ جس عزت سے کہ نکلنا چاہتی ہو حصار سے نکل جاؤ۔

راجہ ہمت بہادر زیر حصار گئے اور فریب و فسوں سے اس آویزش سے بجائے باز رکھا اور پہر نواب سے اطمینان دلایا۔ تمام حصاری اپنا اپنا اسباب لیکر حصار سے نکل گئے۔ نواب وزیر نے وقت کوچ اوس عورت کے جوانمردی کی تعریف کی اور خلعت سرفرازی دیا۔ اور قلعہ بندرہ بہی اوسکو بخشدیا۔ اور جب بنارس میں حسن تردد لعل خاں سے معافی قصور راجہ بلونت سنگہ کیا تو لعل خاں سے پرداخت اوس عورت کے لسنبت ارشاد فرمایا۔

عرض مولف چونکہ بوجہ لینے راجہ بلونت سنگہ کے سرکار غازی پور کو فضل علی خاں پسر شیخ عبداللہ غازی پوری کے حالات کا اظہار ضروری ہے۔ لہذا اول اونکا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ پھر بیان لینے سرکار مذکور کا ہوگا۔

اور شجاع الدولہ کو مثل صاحبزادوں کے رکہوں بلکہ کچہہ بطور وظیفہ حویلی لکہنؤ سے مقرر کردوں اور سرداران مغل کو بہی ملالیا تہا اس وجہ سے شجاع الدولہ اونسے صاف دل تہے اور انہیں ہمت بہادر وغیرہ سے صحبت گرم رکہتے تا اینکہ بذریعہ ہمت بہادر و فوج ناگا ایک حرکت نواب سے خلاف رعایا پروری ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ ایک کہتری کی لڑکی کو دیکہکر از خود رفتہ ہوگئے تہے اوسکو بذریعہ ناگا دہمت بہادر مع چارپائی منگوایا اور بعد وصال پہر بدستور مع چارپائی بہجوادیا صبح کو ظاہر ہونے پر بلوہ ہوگیا اسمعیل خاں و دیگر سرداران مغل نے موقع پاکر محمد قلی خاں کو بلوا بہیجا۔ مگر جناب عالیہ والدہ ماجدہ شجاع الدولہ نے جب راجہ رام نرائن دیوان کو بلوا کر فہمائش کی تو بلوہ فرو ہوا۔

ملاحظہ ہو تاریخ اودہ جلد اول کمال الدین حیدر۔ و سلطان الحکایات لال جی ولد سیتل پرشاد۔

حالات اولاد شیخ عبداللہ غازیپوری و آپس کی نزاع بابتہ سرکار غازیپور ہونا و حالات فضل علی خاں

شیخ عبداللہ نے جنکو ہمراہ راجہ منسارام سنگہ حکومت غازی پور ملی جب انتقال کیا تو اونکے چار لڑکے تہے فضل علیخاں کرم اللہ خاں سعد اللہ خان. سعید اللہ خاں چونکہ فضل علیخاں بعض جہات سے حیات پدر میں غازی پور میں نہ رہکر فیض آباد میں حضور صفدر جنگ میں رہتے لہذا بعد انتقال شیخ عبداللہ کے شیخ غلام نبی و شیخ غلام علی برادر زادہ ہائے شیخ مرحوم نے کرم اللہ خاں کو مسند پدر پر جلوہ گر کیا. سرداران دربار سے مگر فضل علی خاں نے ایک لاکہ کا اضافہ قبول کر کے مع فوج شاہی غازی پور میں آئے کرم اللہ خاں نے تاب مقابلہ نہ دیکہی بہ اتفاق شمس الحق و شیخ غلام نبی و شیخ غلام علی فیض آباد میں نول رائے کے پاس گئے. چونکہ نول رائے کو فضل علیخاں سے کاوش تہی اور وہ نائب نواب و مختار مہمات تہے. لہذا فضل علی خاں سے زیادہ کاوش کی اور شہباز خاں رسالہ دار کو سزا دلی پر مقرر کیا اونہوں نے بایمار نول رائے ہر امر میں فضل علیخاں کو رنج دینا شروع کیا اور شکایت لکہنی شروع کی وہ رقائم سمع نواب میں پیش کر کے بہر سند غازیپور کرم اللہ خاں کو دلوائی. فضل علی خاں یہ حال سنکر لشکر نواب میں پہونچے اوس زمانہ میں نواب صفدر جنگ ہمراہ شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ مقابلہ احمد شاہ درانی والی کابل بین بین سرہند میں تہے. یہ شاہجہاں آباد پہونچے توراہ میں بدپائی تا انکہ جعفر خاں رسالہ دار مع سات سو سوار و ہزار پیادہ کے ملے فضل علیخاں انکے ساتھ ہوئے. چونکہ شور آمد فوج سے قوت فوج ہندوستان کو ہوئی تہی لہذا صفدر جنگ نے ایک ہزار کو بغرض استقبال بہیجا تہا.

یہ لشکر میں روز مقابلہ احمد شاہ پسر محمد شاہ و احمد شاہ درانی کابلی کے وقت جنگ پہونچا جب دونوں طرف سے توپیں چلنے لگیں تو فضل علیخاں کے سواری کا ہاتہی توپوں کی آواز سے بگڑا اور فیلبان کے قبضہ سے نکل گیا اور اپنی لشکر سے نکلکر سیدہا لشکر احمد شاہ درانی کی طرف چلا. رفیقان فضل علیخاں و نیز لشکر نواب نے جب یہ حال دیکہا تو بخیال اسکے کہ انکا نام تنہا ہو سبنے حملہ کر دیا. لشکر درانی کہ بڑہتا آرہا تہا رک گیا حسن اتفاق سے عقب لشکر درانی میں جو بان تہی اون میں آگ لگ گئی اور سر گردان ہزاروں آدمی و گہوڑے و ہاتہی کے اوڑ گئے. درانی بہاگ نکلے اور لاہور تک

کہیں نہ ٹھہرے۔ نواب صفدر جنگ نے فضل علی خاں کو مورد تفضلات کرکے فرزند بنایا اور خلعت گراں بہا عطا کرکے خواہاں تہے کہ حضور سے سند سرہند کی لاہور تک لوا دیں مگر فضل علیخاں نے حکومت غازیپور یا رفاقت حضور چاہی۔

اُنہوں نے نول رائے کو لکھ بہیجا اور اوسنے ایک لاکہہ جمع اضافہ کرکے مجبوراً دیا یہہ غازیپور آئے اور اپنے حریفوں یعنی رفیقان کرم اللہ خاں و اپنے اقربا کو جس حیلہ سے ہو سکا قتل کیا۔

۱۱۶۲ھ ہجری میں جب نواب صفدر جنگ نے احمد خاں فرخ آبادی سے شکست کہائی اور احمد خاں نے تمام ملک نواب پر اپنے ناظم بہیجے تو غازیپور محمد امین خاں رسالہ دار کو دیا وہ ہزار سوار و دو ہزار پیادہ سے غازیپور آئے۔ فضل علیخاں مع متعلقین عبور دریا کرکے چیران چہیرہ چلے گئے۔ چہیرہ کی طرف سے جب پہر نواب کو فتح ہوئی تو محمد امین خان پر حسب الحکم نواب کے فضل علی خاں نے اور رام نگر کی طرف سے راجہ بلونت سنگھ نے حملہ کیا زمانیہ میں تہوڑی سی جنگ ہوئی محمد امین بہاگے درنیجے سنگھ زمیندار سرینجہ نے اُن کی مدد کی اور تہوڑے دنوں تک اپنے مکانات میں رکہکر جائے محفوظ میں پہونچا دیا فضل علیخاں غازیپور میں آئے چونکہ فضل علیخاں سے اور نواب شجاع الدولہ سے زمانہ صاحبزادگی سے، تحاد برادرانہ تہا۔ لہذا بعد مسند نشینی شجاع الدولہ فضل علیخاں زر اقساط بہی نہ بہیجتے۔ نواب وزیر کو رنج ہوتا۔ تا اینکہ انتظام بنارس و معافی قصور راجہ بلونت سنگھ کے بعد مقام بنارس سے بحیلہ شکار سید پور پہونچے فضل علیخاں کو بغیر حاضری چارہ نتہا نواب اپنے ہمراہ فیض آباد لے گئے اور محمد علی خاں کو ناظم کیا مگر اوس سے انتظام نہ ہو سکا۔ زمینداروں کے بلوہ کا حال نواب نے سنکر پہر فضل علی خاں کو بہیجا اور مرزا بہلو کو مرے فضل علیخاں تہے اونہیں پر سزاول کر دیا ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں۔

راجہ بینی بہادر نے نظامت اعظم گڈھ راجہ اعظم شاہ سے نکالی اور مرزا جھلو کی سفارش سے
فضل علیخاں کو دے گر زیادہ رعایا سے کہ ظلم فضل علیخاں سے تہا تنگ شکایات راجہ بلونت سنگھ
سے کہ فضل علیخاں سے کینہ دیرینہ تہا اور دفتر کے دفتر شکایات لکھتے رہتے مزاج راجہ
بینی بہادر منحرف ہو گیا جب بینی بہادر نے وہ ملک اُنسے نکالنا چاہا تو فضل علی خاں نے
بزور ہمہ جہتی فرماں پذیر نہو کر آمادگی مقابلہ کیا بینی بہادر نے خبر پاکر راجہ بلونت سنگھ کو لکہا
اور خود بہی ہمراہ فوج کثیر باشتہ کو سے حوالی اعظم گڈہ میں پہونچے فضل علیخاں یہاں کی
شکست کے بعد جانب عظیم آباد روانہ ہوئے۔

اور بہوجپور پہونچکر بذریعہ مہدی علی خاں ناظم عظیم آباد سرکار میر قاسم علیخاں سے پانسو روپیہ روزانہ
وموضع بڈہولیہ قیام کو لیا جب شجاع الدولہ بہ قصد جنگ انگریزان سواد عظیم آباد میں آئے
اونکو بلایا تو بہایت مہربانی کی بہر شدایدگریز میں ساتھ رہنے کی وجہ سے بعد صلح
از انگریزان سرکار گورکہپور اونکو دیا تین سال وہانپر حاکم رہے جب نواب وزیر نے تمام
عمال سے اضافہ چاہا تو فضل علیخاں نے انکار کیا۔ نواب وزیر نے راجہ صورت سنگھ کو مامور کیا
کہ اگر فضل علی خاں اضافہ قبول کرے تو خیر ورنہ حاضر حضور کرے۔ اونہوں نے اضافہ
نہ قبول کیا۔ حاضر حضور رہنا پڑا۔ مدتوں مورد عتاب تہے تا آنکہ سنہ ۱۱۸۶ھ میں مطابق سنہ
میں نواب شجاع الدولہ نے اٹاوہ مرہٹہ سے لیا اور میر نعیم خاں کو بندیل کہنڈ بہیجا اور
اونکے ہمراہ فضل علی خاں کو کیا۔ تہوڑی لڑائی میں نعیم خاں بہاگے اور فضل علی خاں کو کہ
لڑ رہے تہے بہ منت وسماجت واپس لائے بوجہ غیرت اوس روز سے کہانا پانی چہوڑ دیا
اور جہینا عبور کرنے کے بعد انتقال کیا۔

تیرہ ماہ کے بعد اونکی بیگم غازی پور سے فیض آباد مادر نواب شجاع الدولہ کے پاس بغرض
لانے تابوت اپنے شوہر کے اور دفن کرنے امام باڑہ ساختہ غازیپور میں گئیں اُنہوں نے
باندان طلائی دیا۔ بیگم فروخت کر کے تابوت غازی پور میں لائیں۔ جلوخانہ امام باڑہ میں دفن

کرنا چاہا مگر بلم داس عامل راجہ بلونت سنگہ کے منع کرنے سے باغ میں دفن کیا

فضل علی خاں نہایت سخی تہے اپنے نفس پر تکلیف گوارا کرتے اور سخاوت کرتے غازیپور انکے زمانہ میں مرجع ارباب کمال تہا - ایک مرتبہ نواب وزیر کی طرف سے چار سزاول زر باقیات کے لینے کو مقرر ہوئے - اور یہ سزاول جب تک ڈہائی سو روزانہ نہ لیتے پاخانہ بیشاب کو نجانے دیتے کارپردازوں نے ستائیس ہزار روپیہ فراہم کرکے بذریعہ شیخ محمد صالح کان میں کہلایا کہ پچیس ہزار روپیہ زر باقیات اور دو ہزار سزاولوں کو دیکر گلو خلاصی فرمائے - یہ سنتے ہی خیرالدین صاحب کے والد سے کہا مجہکو آپکی دیانت پر اعتماد ہے - لہذا آپ سے کہتا ہوں کہ یہ ستائیس ہزار روپیہ کہ میرے کارپرداز لائے ہیں اُنسے لیکر جو سادات و فقرا وزایر دروازہ امام باڑہ پر میرے امید پر قیام پذیر ہیں ہر ایک کو بقدر لیاقت دیدیجئے - کیوں وہ غریب شدت انتظار میں گرفتار رہیں اونہوں نے کہا دو ہزار اس میں سے موکلان عذاب کو دینا ضرور ہے کہا نہیں مجہ پر جو گذریگی گذر جاویگی - آپ سب فقرا و سادات کو دیدیجئے - سزاولوں نے جب سنا تحسین کی اور نواب سے بہی اس قصہ کو جاکر بیان کیا -

فضل علیخاں نے بوجہ بے اولادی علی عظیم خاں اپنے برادر زادہ کو پالا تہا - عظیم آباد میں نشو و نما پایا - جب راجہ چیت سنگہ کے معاملہ کے بعد گورنر ہسٹنگز کی مہم سے ناظم عظیم آباد سے بنارس آئیں تو یہ انکے ہمراہ آئے اور علی عظیم خاں مورد عنایات گورنر ہوئے چہ ہزار روپیہ ماہانہ مقرر ہوا - اوسوقت سے کبہی غازیپور کبہی عظیم آباد رہے - بلونت نامہ حال شیخ عبداللہ غازی پوری

خارج کرنا راجہ بلونت سنگہ کا فضل علیخاں ناظم غازیپور کو ۱۱۷۰ ہجری و ۱۷۵۶ ع مین

جب نواب شجاع الدولہ نے راجہ بلونت سنگہ کو اُنکے ملک پر بحال رکہکر جانب فیض آباد

کوچ کیا تو راجہ اپنی یاوری اقبال پر ناز کرتے ہوئے لطیف پور سے رام نگر آئے اور فضل علیخاں کو اپنا حریف سمجھ کر در پے اخراج ہوئے۔

چونکہ فضل علی خاں کو شجاع الدولہ سے عزدرہم حیثیتی تھا لہذا راجہ بہادر نائب نواب وزیر کو اپنے خیال میں نہ لاتے اور زر اقساط کے بھی بھیجنے میں تغافل کرتے اور اکثر سزاولِ سرکار کو سخنان ناشائستہ کہا کرتے راجہ بلونت سنگھ نے اپنے حریف کو زک دینے کی غرض سے لاکھوں روپیہ سازش میں صرف کیا اور راجہ بینی بہادر نائب نواب کو موافق کرکے دو چند یعنی آٹھ لاکھ روپیہ جمع پر خواہان سرکار غازی پور ہوئے۔

راجہ بینی بہادر نے کہ بوجہ بدمزاجی وظلم وتکبر فضل علیخاں سے منحرف ہی تھے شکایات کثیر کرکے مزاج نواب کو بھی منحرف کیا اور راجہ بلونت سنگھ کو جنگ کی اجازت دی راجہ بلونت سنگھ کی مراد دلی بر آئی اور عاملان سرحد کو تاراج مواضع علاقہ غازی پور کا حکم دیا۔ فساد و شورش عظیم ہوئی جب فضل علیخاں کو ضلع اعظم گڈہ میں یہ اخبار معلوم ہوئے تو نگہداشت فوج شروع کی۔ راجہ بینی بہادر نے یہ حرکت محمول سرکشی پر کی خود بھی مع فوج گراں مدد راجہ بلونت سنگھ کو روانہ ہوگئے۔ چند روز تک طرفین سے جنگ قرا دلی رہی حریفوں نے خبر آمد نواب وزیر بمدد راجہ بلونت سنگھ مشہور کردی۔ فضل علیخاں کے پیر اوکھڑ گئے حوالی اعظم گڈھ سے غازی پور آئے وہاں بھی قیام مناسب نہ سمجھا۔ تھوڑی رات رہے مع چند رفیقان برگزیدہ و اسباب عمدہ بعد عبور دریا راہ عظیم آبادلی۔

راجہ بلونت سنگھ غازی پور میں داخل ہوئے اور تمام کارخانجات فضل علی خاں کو ضبط کرلیا۔

اور بائیس پرگنہ غازیپور کو اپنے رفیقوں پر جمع مشخص کرکے دیدیا۔ منجملہ اُنکے پرگنہ کنڈہ دیوسہ وزمانیہ بابو بیجناتھ سنگھ کو دیا۔ اور سیدپور لالہ نندکشور کو اور محمد آباد بھائی رام مہاجن کو اور حویلی غازی پور نندلال دیوان لعل خاں کو اور سکندر پور منظفر خاں کو اور شادی آباد

وظہور آباد جگر دیو سنگہ و درنبجے سنگہ کو دیکر جانب بنارس واپس ہوئے۔

نکالنا درنبجے سنگہ زمیندار چونسہ کو حصار سرنجہ سے ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں

حصار خام موضع سرنجہ پرگنہ چونسہ زمین دشوار گذار میں تھا ہر چہار طرف اُسکے صحرائے ہولناک اور نالہ درگاوتی ندی کے واقع تھے جہانتک نظر کام کرتی میدان بے آب نظر آتا کہ فوج کا قیام مشکل پڑتا بلکہ گذر کرنا مشکل تھا۔ درنبجے سنگہ انہیں وجوہ سے مغرور تھے کہ کون اس جنگل ہولناک و راہ ہائے دشوار گذار و میدان بے آب میں مرے مقابلہ میں آسکتا ہے اور اگر آیا تو قلعہ میرا مضبوط ہے اوس میں پناہ گزیں ہونگا اسی خیال میں مالگذاری سرکار کو جسقدر دل میں آتا بھیجدیتے اور جب فوج جاتی تو کبھی حصار میں محصور ہو جاتے اور کبھی جانب صحرا روانہ ہو جاتے راجہ بلونت سنگہ کو سرکشوں کو معدوم کرنے میں خاص ملکہ رکھتے تھے یہہ حرکت ناگوار مزاج ہوئی اور چونکہ وہ حصار متعلق صوبہ عظیم آباد تھا لہذا رام نرائن نائب صوبہ عظیم آباد کو (جو بعد راجہ جانکی رام نائب ہوئے تھے) اور شمرو فرنگی کو تحفہ و ہدیہ بھیجکر اُنسے فوج اپنی مدد کو طلب کی وہاں سے کپتان فرنگی مع ایک پلٹن و چند توپ کے پہونچے اور درنبجے سنگہ کے راہ فرار کو بند کر دیا۔ درگ نبجے سنگہ چند روز حصار میں رہے اور تیر و بندوق سے لڑتے رہے آخر مجبور ہوکر راہ غیر معروف و دشوار گذار سے بھاگ نکلے بعض کا قول ہے کہ کپتان انگریز کے قبضہ میں آگئے اور اونہوں نے عظیم آباد بھیجدیا۔

بہر طور راجہ بلونت سنگہ نے ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں تمام خانمان کو اُسکے برباد کیا اور قلعہ اپنے ملازمان کے حوالہ کرکے واپس ہوئے۔

نکالنا بکرماجیت کو پرگنہ کنتت سرکار ترہار مضاف صوبہ الہ آباد

سے سنہ ۱۱۷۲ھ مطابق سنہ ۱۷۵۸ع میں

سنہ ۱۱۶۵ھ مطابق سنہ ۱۷۵۱ع میں جب نواب ابو المنصور خاں کو مہم پٹھانوں فرخ آباد سے مہلت ملی اور وہاں سے شاہجہاں آباد میں آئے تو اپنے فرزند شجاع الدولہ کو نائب صوبہ اودہ کیا اور اپنے بھتیجا (برادر زادہ) محمد قلیخاں کو نائب صوبہ الہ آباد کیا۔ محمد قلیخاں الہ آباد میں آئے اور انتظام میں مشغول ہوئے۔ بکرماجیت زمیندار پرگنہ کنتت سرکار ترہار کو چونکہ مدد زمینداران بندیلکھنڈ و مضبوطی قلعہ سنگی سکتیس گڈہ پر کہ باعتبار فن جنگ مقام قلب میں واقع تہا ناز و غرور تہا۔ لہذا اداے مالگذاری پر خیال بہی نتہا۔

سنہ ۱۱۷۲ھ مطابق سنہ ۱۷۵۸ع میں محمد قلی خاں نے اپنے دیوان و مختار و مدار المہام رائی پرتاب سنگہ کو مع فوج شائستہ اوسپر بہیجا۔ بکرماجیت چندے محصور ادبار رہے آخر میں عاجزی سے پیش آئے اور مالگذاری سرکار کی ادا کرنے میں ضمانت معتمدان پیش کی اور راجہ بلونت سنگہ کی ضمانت عرض کی۔ پرتاب سنگہ نے زیادہ اس سے کاوش مناسب نہ سمجھکر مال ضامنی قبول کرلی۔

راجہ بلونت سنگہ تو خدا ہی سے یہہ اسباب تلاش کر رہے تہے اونھوں نے نندلعل مہاجن ساکن موضع بہٹہنہ کو ضمانت کیواسطے سکتیس گڈہ بہیجا اونھوں نے ہزار روپیہ باقیات مع محصول سال حال کی ضمانت لکہدی راے پرتاب سنگہ وہ سند لیکر واپس گئے۔

حاشیہ صفحہ ماقبل یعنی ۲۰۷

لہ جس زمانہ میں کہ راجہ چیت سنگہ نے بذریعہ تاخت و تاراج کے راہ آمد و شد افواج انگریزی کو بند کر رکہا تہا تو بجگت سنگہ و جگت سنگہ پسران درنجے سنگہ شاہ آباد سے عظیم آباد میں خدمت مسٹر ہیسٹنگز صاحب میں حاضر ہوئے اور حسن خدمت سے خوشنودی کے گیارہ ہزار روپیہ سالانہ کی جایداد بطرز مالکانہ زمینداری پرگنہ جونسہ سے پایا۔

راجہ بلونت سنگھ نے چندماہ تک تغافل کیا جب زمانہ زیادہ گذرا تو تقاضا شروع کیا بکرماجیت کا خرچ آمدنی سے بڑھا ہوا تھا روپیہ کہاں تھا جو ادا کر سکتے حیلہ حوالہ کرنے لگے۔ راجہ بلونت سنگھ نے رسالہ داروں کو بطور سزاولی مقرر کیا اور حکمدیا کہ موقع پاکر بکرماجیت کو قید کرلیں ان لوگوں کے پہونچنے پر بکرماجیت مع ہر دو پسر خود گوبندجیت والیشری سنگھ کنتت سے بھاگ کر بوان مکندپور چلے گئے۔

راجہ بلونت سنگھ نے مالگذاری کنتت کو اپنے ذمہ محمد قلی خاں سے لے لی اور شامل راج بنارس کرلیا۔ بکرماجیت وہیں پر رہکر مر گئے۔ الیشری سنگھ نے عہد راجہ جیت سنگھ میں کنتت پر حملہ کیا تھا مگر دغا سے مارے گئے گوبندجیت وہیں پر رہے تاآنکہ زمانہ تحلّل راجہ جیت سنگھ میں بمقام چنارگڈھ بذریعہ خیرالدین حسین ملازمت گورنر میں پہونچے اور مورد عنایات ہوکر چالیس ہزار روپیہ کی جاگیر بطور نانکار پرگنہ کنتت میں پائی اور بوجہ لاولدی رام غلام سنگھ خواہرزادہ کو فرزندی میں لیکر انتقال کیا۔

چونکہ آئندہ سے حالات شاہزادہ عالی گہر و محمد قلی خاں کا تعلق اس تاریخ سے ہے۔ لہذا عمادالملک کی وجہ سے جو جو خرابیاں سلطنت دہلی میں ہوئیں اونکو مجملاً ذکر کرتے ہوئے حالات عالی گہر بیان کرکے اصل مقصود یعنی حالات محمد قلی خاں پر آجاؤنگا۔

حالات شہاب الدین مخاطب عمادالملک صفدرجنگ کے ذریعہ سے عروج کو پہونچنا پھر اُنسے دغا کرنا اُنکی بدکرداری سے مرہٹہ کا فوج شاہی کو لوٹنا۔ اپنی خوشدامن سے سلوکات احمد شاہ کا قتل کرنا اور عالمگیر ثانی کی تخت نشینی پھر اونسے بھی منحرف ہونا عالی گہر پسر عالمگیر ثانی کا

اُسکے خوف سے گریز اور اودہ ہوتے ہوئے الہ آباد محمد قلی خاں کے پاس پہونچنا

شہاب الدین خاں پسر خان فیروز جنگ امیر الامرا تہے - یہ فیروز جنگ وہ ہیں جنھوں نے بار چہارم آمد احمد شاہ ابدالی میں صوبہ داری دکن لی اور ۲۰ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ع داخل اورنگ آباد بغرض مقابلہ سید محمد خاں صلابت جنگ کہ حیدر آباد میں تہے پہونچے اور اپنی ناتجربہ کاری سے ملک خاندیش تمام و کمال توابع حیدر آباد سے ہولکر ملہار کو سنت دیدیا مگر چونکہ مقدر صلابت خاں میں ریاست دکن تہی لہذا سترہ روز داخل ہونے اورنگ آباد کے بعد ، ذی الحجہ سنہ مذکور کو انتقال کر گئے -

چونکہ خاں فیروز جنگ مذکور میر شہاب الدین اپنے لڑکے کو اپنی جگہہ امیر الامرائی پر نائب چھوڑ گئے تہے اور اوس زمانہ میں وزارت میں اقتدار صفدر جنگ صوبہ دار اودہ والہ آباد کو تہا - اور شہاب الدین بعد انتقال اپنے پدر کے خانہ نشین تہے تا اینکہ اپنی بی بی کو زنانہ محل صفدر جنگ میں بہجواکر اپنی سفارش کرائی - نواب وزیر نے رحم کہاکر خطاب موروثی فیروز جنگ کے علاوہ عماد الملک غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ خطاب دلایا مگر طبیعت اس شخص کی عجب قسم کی تہی صفحات تاریخ انکی بدکرداری و بداطواری سے پُر ہیں - اسی شخص نے بہر صفدر جنگ و شاہ میں مخالفت ڈلائی - اور باوجودیکہ صفدر جنگ لڑنا نہ چاہتے تہے - اور اپنے صوبہ جات پر جانے کو تہے مگر اسی نے اطراف سے افواج کو مشل ہولکر ملہار مرہٹہ کو صوبہ مالوہ سے اور جی آپا کو ناگور سے اور نجیب الدولہ روہیلہ و بلوچان و میواتیان وغیرہ کو بلوایا - اور بادشاہ سے لڑائی کرادی بمجبوری انکو لڑنا پڑا چہہ ماہ کے لڑائی کی بعد صلح ہوئے اور صفدر جنگ واپس ہوئے - بعد صفدر جنگ کے احمد شاہ بادشاہ نے انتظام الدولہ پسر قمر الدین خاں کو

وزیر کیا اور عماد الملک امیر الامرا رہے۔ مگر لڑائی کے ہتمم وفتنہ وفساد کے موجب رہے چنانچہ مرہٹہ کو موافق بناکر سورج مل جاٹ پر کہ دوست صفدر جنگ اور بہت بہادر تہے حملہ کر دیا۔ اور اونکے قلعہ فتح کرنے کو توپیں مانگیں مگر انتظام الدولہ کہ ماموں عماد الملک کے تہے اور بدی نفس پر اسکے واقف تہے اور جانتے تہے کہ بعد مرہٹہ یہہ بادشاہت وزارت پر قبضہ کرے گا۔ لہذا توپیں ندیں۔ آخر عماد الملک نے ایسی ترکیب کی کہ ہولکر نے عین غفلت میں لشکر شاہی کا سامنا کیا تا اینکہ احمد شاہ مع مادر وصمصام الدولہ میر آتش وانتظام الدولہ وزیر کے پوشیدہ بہاگے اور تمام لشکر لوٹا گیا۔

پہر یہی شہاب الدین بعد ہولکر وصمصام الدولہ میر آتش وسرداران توپخانہ ودیگر نمک حرامان وزیر بنگیا اور خلعت وزارت پہن کر اوسی دن احمد شاہ کو ۱۱۶۷ ہجری مطابق ۱۷۵۴ء میں مع مادر کے مقید کیا اور عزیز الدین خلف معز الدین جہاندار بخت کو تخت پر بٹہایا اور عالمگیر ثانی کا لقب دیا بعد ایک ہفتہ کے احمد شاہ اور اونکے ماں کی آنکہہ میں سلائی پہیر دی۔

اسی سال صفدر جنگ کا انتقال ہوا اور شجاع الدولہ مسند نشین ہوئے دوسری حرکت یہ کی کہ بعد انتقال اپنے ماموں معین الملک خلف قمر الدین خاں مرحوم کے کہ صوبہ لاہور اونکا تہا اور وہ صوبہ اونکی زوجہ کے نام تہا۔ موافق طینت خود کہ فتنہ انگیزی خمیر میں تہی پہلے تو اونکے لڑکے کو جو ان سے منسوب تہی لوگ بہیجکر منگوالیا۔ اور مادر اوس غریب نے مع اسباب جہیز کے بہیجدیا پہر اپنی خوشدامن کو زبردستی منگوالیا۔ جبہر احمد شاہ ابدالی قندہار سے ۷ جمادی الاولی ۱۱۷۰ھ روز جمعہ میں شاہ جہاں آباد آئے۔ اور قتل عام متہرا کیا۔

پہر بعد واپسی احمد شاہ درانی اسے عماد الملک نے عالمگیر ثانی بادشاہ سے بہی مخالفت کری اور ہولکر طہار کو دکہن سے بلواکر شاہجہاں آباد کا محاصرہ کرایا اور عالمگیر ثانی مع

نجیب الدولہ وغیرہ محصور ہوئے۔ اور ۵۴ روز تک جنگ رہی۔
نجیب الدولہ تو رشوت ربٹہ کو دیکر آبرو نکل گئے ملکہ سہارنپور کے محالات جس میں بار ہہ
وغیرہ تہا اونکے ذریعہ سے ملگئے مگر بادشاہ محصور رہے۔
بہرطور چونکہ عالمگیر ثانی عماد الملک سے مطمئن نہ تہے کیونکہ ہر طرف سے غنیم کو بلاکر قبضہ کرتا جاتا
تہا تو بادشاہ نے اپنے بڑے فرزند عالی گہر شاہ عالم کو کہ ولیعہد تہے قبل ورود عماد الملک
دکہ اوس زمانہ میں بیرون شاہ جہاں آباد تہے) محالات جہجر و ہانسی وحصار وغیرہ جاگیر
میں دیا اور رخصت کیا اور کہا ظاہر میں بندوبست محالات کو رخصت کرتا ہوں اور اصلی
غرض یہ ہے کہ تم شاہزادہ وارث ملک ہو لہذا جسقدر ملک پر قبضہ کرسکو کرو اور فوج
شگین در حقائے شائستہ ساتھ کیا۔ یہ ماہ رجب ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں
روانہ ہوکر باغ تال کٹورہ میں ٹہرے اور اکثر بہادروں کو مثل محمد جعفر و اعظم علیخاں
اولاد امیر الامرا حسین علی خاں سے نوکر رکہا۔ اور روانہ ہوئے۔ جب عماد الملک
بمدد مرہٹہ غالب ہوا۔ اور بادشاہ کو قابو میں کرلیا تو شاہزادہ کو شقہ طلب شاہی بذریعہ
محمود خاں کشمیری کہ ہمراہی میں دس ہزار سوار رہتے تہے بہیجا شاہزادہ مجبور ہوکر واپس ہورہے
تہے کہ منجلہ اون سرداروں کے جن کو ہولکر ملہار لائے تہے اور بعد تسلط عماد الملک
دکن چلے گئے تہے اینہل راؤ نامی سردار کہ نواح محالات صوبہ شاہ جہاں آباد میں ٹہرے
تہے راہ میں شاہزادے سے ملے اور دہلی جانے کو منع کیا اور کہا کہ آپ محالات پر قبضہ
کرتے چلیں شاہزادہ نے مغتنم سمجہا اور اوسکے ہمراہی میں چند محالات کو مسخر کیا تا اینکہ عماد الملک
نے اینہل راؤ کو بہی موافق کرلیا جب اوس نے بہی پہلو تہی کی اور شاہزادہ کو واپسی شاہجہاں آباد
کی صلاح دی تو مجبوراً واپس ہوئے عماد الملک نے قلعہ میں رکہنا چاہا مگر شاہزادہ نے نہ مانا
اور حویلی علی مردان خاں میں قیام کیا۔ جب رفیقان شاہزادہ اپنے اپنے گہروں میں گئے
اور معدودے چندرہ گئے تو عماد الملک نے کہلا بہیجا کہ روپیہ خزانہ میں نہیں ہے یا تو

ملازم موقوف کئے جاویں یا محالات جاگیر پر بھیجد سئے جاویں۔ مقصد اوسکا یہ تھا کہ شاہزادہ
نہارہ جاوے پھر گرفتاری سہل ہوگی۔ شاہزادہ نے مجبوراً بعضے معتمدوں کو رکھ لیا۔
اور باقی کو محالات پر بھیجدیا۔ پندرہ سولہ روز شاہزادہ کو غافل کرکے ایک مرتبہ شہرت
اپنی سواری کی بغرض زیارت مزار شاہ نظام الدین دیکر فوج اپنی دروازہ پر جمع کی اور
دس بارہ ہزار سوار لیکر حویلی علی مردان خاں کو گھیر لیا یہانتک کہ فوج کوٹھے اور دیوار و نپر
آگئی رفیقان شاہزادہ مارے جانے لگے میر جعفر و علی اعظم خاں نے شاہزادہ کو کمربستہ
کرکے کہا ایک مرتبہ دشمنوں پر حملہ کرنا چاہیے یا تو آبرو سے مارے جائیں یا اس مہلکہ سے
نکل جاویں شاہزادہ نے پسند کرکے سواری فرمائی تا انیکہ دیوار طرف دریا کو توڑ کر بہت
تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت لوگ مخالف کے مارے گئے شہزادہ
نے بھی دو شخصوں کو مارا صورت یہ تھی کہ جب دشمن ہجوم کرتے تو دس بیس آدمی مثل
شیر کے اونپر حملہ کرتے اور جب دور ہوجاتے تو راہ قطع کرتے راہ میں ایک جا شاہزادہ
گھر گیا اور قریب تھا کہ قتل ہوجاوے۔

سید عالی شان علی اعظم خاں نے بہ مقتضائے شجاعت موروثی کہ خاندان نبوت و
ولایت سے تھے اور پاس نام و نشان اجداد صاحب شہامت کار رکھتے تھے شاہزادہ
سے کہا آپ وسیلہ روزی عالم ہونگے آپ نکل جائیے میں اس قدر توقف کرسکتا ہوں
کہ راہ نکل جانے کی آپکو ملجاوے۔ باوجودیکہ کمسن تھے مگر مثل سد سکندر کھڑے ہوگئے
اور ایسی جنگ کی کہ چشم فلک کو حیرت تھی جب وہ نوجوان خاک پر گرا تو آسمان بھی اوسپر اپنی
کمرخمیدگی سے روتا تھا۔ بہرطور شاہزادہ اتیبل راؤ کی لشکر میں جو جمنا پار تھا پہونچ گیا اتیبل راؤ
نے چونکہ واپسی کی صلاح دی تھی لہذا نہایت ندامت کا اظہار کیا خیمہ علحدہ شاہزادہ
و ہمراہیان مجروح و غیر مجروح کیواسطے کھڑے کرائے اور ہر ایک کی جوانمردی سے
تعریف کی اور بہت اکرام کیا۔ مگر بخیال بازپرس سرداران دکھن کہ مخالفت وزیر سے

اوسکو تہا۔ شاہزادہ کی زیادہ حمایت نہ کی اور فرخ آباد میں جو غیر فرخ آباد احمد خاں بنگش تہا پہونچادیا
وہاں کے زمیندار موسیٰ خاں بلوچ خلف کامگار خاں نے تین لاکہہ روپیہ نذر دیا۔ اسپہل راہ
واپس آئے۔ شاہزادہ گنج پورہ کی راہ سے نجیب الدولہ کے پاس سہارنپور پہونچے
اور آٹھ ماہ تک وہاں رہے۔ اوسی زمانہ میں انقلاب عظیم بنگالہ میں تہا اور میر محمد جعفر
خاں نے مدد سے انگریزوں کے تسلط پایا تہا۔ نجیب الدولہ نے شاہزادہ سے تسخیر بنگالہ کو
کہا دراصل اوسکو خوف عماد الملک تہا اور زاد راہ دیکر رخصت کیا۔ شاہزادہ نے راہ مرادآباد
و بریلی سے قصد اودہ کیا۔

درمیان راہ میں سعد اللہ خاں خلف علی محمد روہیلہ نے ضیافت حسب حیثیت کیا
جب قصبہ موہان میں کہ لکہنو سے سات کوس ہے پہونچے۔ تو ۹ جمادی الاولیٰ ۱۱۷۳ھ
مطابق ۱۷۵۹ء میں شجاع الدولہ خلف وزیر الممالک صفدر جنگ ناظم صوبہ مذکور نے استقبال
کیا ایک سو ایک اشرفی نذر دیا اور پہر ایک لاکہہ روپیہ نقد و دو ہاتہی مع عماری سایہ دار
و نالکی و سات گہوڑے و ایک خوانچہ جواہر اثنہ و اسلحہ و خیام و ظروف اور دس گاڑی
بارکشی پیش کش کیا۔ شاہزادہ نے دو گہنٹہ شجاع الدولہ سے خلوت کی اور دستار خاص مع
سرپیچ و پالکی سواری خاص کو جس کی تہی مرحمت کر کے رخصت کیا اور خود عازم الہ آباد
ہوئے بعد طے مسافت محمد قلی خاں سے جا ملے۔

عماد الملک نے اسیطور سے عالمگیر ثانی کو بہی قتل کیا۔ کیونکہ عالمگیر ثانی سے دل صاف نہ تہا
اور جانتا تہا کہ احمد شاہ والی کابل سے خط و کتابت رکہتے ہیں اور نجیب الدولہ کے دوست
ہیں نیز اپنی ماموں انتظام الدولہ کو مثل بادشاہ اپنا بدخواہ جانتا اسیوجہ سے پہلے اپنے ماموں کو
کہ قید کر رکہا تہا قتل کیا اور تین روز کے بعد مہدی علی خاں کشمیری کے ذریعہ بدنما بادشاہ کو
قتل کردیا۔ اور مرزا بابر خلف اعز الدین داماد بادشاہ نے کہ ہمراہ تہے مطلع ہونے پر شمشیر کہینچی تو اونکو بہی قید کردیا اور بادشاہ کو
قتل کردیا جسکا ذکر بیان تخت نشینی شاہ عالم میں آرہا ہے۔ الغرض جب احمد شاہ ابدالی سنا تو عماد الملک خوف جان سے

سورج مل جاٹ کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔

محمد قلی خاں صوبہ دار الہ آباد سے صوبہ کا نکل جانا ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۸ء میں

جس زمانہ میں کہ شاہزادہ عالی گہر جو شاہ عالم کے خطاب سے بعد کو ملقب ہوئے بدا طواری شہاب الدین خاں وزیر مخاطب عماد الملک سے شاہجہاں آباد سے نکل کر حسب رائے دولت خواہان عازم دیار مشرق تھے اور محمد قلی خاں صوبہ دار الہ آباد نے طمع خام میں گرفتار ہو کر شاہزادہ کو اپنے طرف آنیکی دعوت دی وہ جب سواد الہ آباد میں پہونچے تو محمد قلی خاں نے اونکا استقبال کیا اور لوازم تواضع وضیافت کو بھی مہیا کیا۔ اور نواب شجاع الدولہ کو بھی حسب حکم شاہزادہ بغرض امداد و اعانت بلوا بھیجا۔ نواب شجاع الدولہ الہ آباد میں پہونچے اور ظاہرداری سے پیش آئے۔ چونکہ محمد قلی خاں سے اور نواب سے بوجہ اسمعیل بیگ خاں کابلی کہ نائب و وکیل مطلق تھے اس طور سے رنج تھا کہ اسمعیل بیگ نے خلاف نواب شجاع الدولہ محمد قلی خاں کو تخت پر بٹھانا چاہا تھا اور بلوہ کھتریان کو بسازش سرداران مغل اہمیت دے رکھی تھی اور محمد قلی خاں بھی بجائے چچا صفدر جنگ کے خواہاں مسند امارت اودھ تھے اور اقتدار انکا پہلے سے بھی زیادہ رہچکا تھا۔ لہذا وقت آمد شاہزادہ شاہ عالم جب محمد قلی خاں نے اپنا یہ رسوخ دکھلایا تو نواب شجاع الدولہ نے بظاہر اون کی موافقت کی اور اپنی شرکت انصرام مہمات شاہزادہ میں بدل وجان قبول کی مگر باطن میں فکر نواب محمد قلی خاں میں تھے۔ چنانچہ ایک روز مشورہ کے وقت یہ تقریر محمد قلی خاں سے کی کہ میں تو بعزم جانفشانی حضور شاہزادہ میں حاضر ہوں لیکن حریفوں کا بھی مجھے خوف ہے۔ اوس طرف کوئی جائے پناہ اپنے متعلقاں کے واسطے نہیں رکھتا۔ لہذا نجف خاں اپنے قلعہ دار الہ آباد کے نام ایک سند

اپنی مہر سے دیدیجئے تاکہ وقت درستگی سامان سفر اپنے متعلقین کو قلعہ الہ آباد میں چھوڑ کر آپکی اعانت میں مشغول رہوں۔ محمد قلی خاں نے یہ بات اپنی اقبال کی نشانی سمجھی کہ مجھسے شجاع الدولہ ایسی بات کہیں اور میرے ذریعہ اونکے عیال محفوظ رہیں فوراً رقعہ بمہر و دستخط خود لکھا کہ چونکہ نواب شجاع الدولہ سے کوئی جدائی نہیں ہے اور وہ حاضر و غائب میں میرے مالک ہیں۔ لہذا وہ جو کچھ فرمادیں اوسپر عمل کرنا۔

نواب شجاع الدولہ نے جب یہ سند لے لیا تو فیض آباد واپس آئے اور حیلہ مذکورہ سے بعد روانہ ہوجانے محمد قلی خاں کے ہمراہی عالی گہر شاہزادہ میں کہ جانب عظیم آباد ماہ جمادی الثانی ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں تھی نواب شجاع الدولہ نے صوبہ الہ آباد پر قبضہ کرلیا۔

توضیح حال بنا بر ربط مقال

راقم مصنف عرض پرداز ہے کہ یہاں سے سلسلہ تاریخ حالات ریاست مرشدآباد و تعلقات انگریزی کا شروع ہورہا ہے اور فن تاریخ میں جب تک سلسلہ کلام واطلاع حالات اوس مقام سے نہیں ہوتا اوس وقت تک دلچسپی ناظرین کو نہیں ہوتی لہذا بطور حاشیہ کتاب اول تذکرہ حالات ریاست مرشدآباد مذکور ہونگے پھر حال قوم یورپ تحریر ہوکر اصل مقصود کا تذکرہ ہوگا۔

حالات ریاست مرشدآباد

ناظرین تاریخ ہذا کو یاد ہوگا کہ تسخیر کیرامنگور میں کہ اوس وقت میں صوبہ بہار و عظیم آباد

میں تہا مذکور ہوچکا ہے کہ رام نارائن اوس وقت عظیم آباد میں حاکم و صوبہ دار تہے اور وہ زمانہ علی وردی خاں مخاطب مہابت جنگ کا تہا - مہابت جنگ کا انتظام بہت اچہا تہا اور یہ نواب با خدا سخی منتظم رعایا کو خوش رکہنے والے مسافروں کے دوست دیگر سرحدوں سے خود کو اچہی طور سے سنبہالے ہوئے اور اپنی ریاست کو بچائے ہوئے تہے -

اوس زمانہ میں انگریزوں کی کوٹہیاں بغرض تجارت قایم ہو چکی تہیں اور فوج بہی اوسکی حفاظت کے نام سے رہتی تہی - اور بنگالہ میں ذریعہ تجارت فروغ کافی پیدا کر چکے تہے جو اکثر کارکن صوبہ کو ناگوار بہی ہوتا اور جنگ انگریزوں سے کرنے کو رغبت دلاتے مگر مہابت جنگ اپنی عقل رسا سے اِس طرف متوجہ نہ ہوتے اور کہدیا کرتے کہ اِس آگ کو مت روشن کرو انکے تمام عزیز مثل شہامت جنگ و صولت جنگ کے جانفشانی و ترود سے ملک کو محفوظ رکہتے اور مرہٹے سے کہ اوس زمانہ میں انکے صوبہ کے متصل حاکم تہے نہایت خوبی سے اپنے صوبہ کو کبہی جنگ اور کبہی صلح سے بچا رکہا تہا - سراج الدولہ اپنے نواسہ کو جو چہوٹے داماد زین الدین احمد خاں کے پسر تہے - بوجہ لاولدی فرزند بنا رکہا تہا اور زین الدین احمد خاں کو خطاب احترام الدولہ بہادر ہیبت جنگ دیکر منصب ہفت ہزاری مع ماہی مراتب و پالکی جہالردار و نوبت و علم حضور بادشاہ دہلی سے منگوا کر نائب خود کرکے صوبہ عظیم آباد اونکو مستقلاً دے رکہا تہا - زین الدین احمد خاں کے دوسرے بیٹے کو شہامت جنگ دوسرے داماد مہابت جنگ نے فرزند بنایا تہا اور خطاب اکرام الدولہ بادشاہ قلی خاں دے رکہا تہا -

سراج الدولہ کا اصلی نام مرزا محمد تہا اور لقب سراج الدولہ شاہ قلی خاں تہا - دونوں لڑکے زمانہ صغر سنی سے صاحب طبل و علم و ماہی مراتب و دیگر لوازمہ امارت تہے - سراج الدولہ کو مہابت جنگ بہت پیار کرتے اور کسی معاملہ میں انکے رنج کو گوارا نہ کرتے

مگر زمانہ طفلی سے بوجہ زیادتی لاڈو پیار صفات حسنہ سے اونکو بہرہ نہ ملا تہا بلکہ صفات ذمیمہ روز بروز بڑہتے جاتے ۔ بروایت سیر المتاخرین سراج الدولہ ابتداسے درشت گو فحاش تہے استہزاو تمسخر کا ارکان دولت سے شیوہ رکہنے اور اعزا سے بہ سلوک بد پیش آتے خون ناحق کردینے میں جری تہے ۔ قبل تخت نشینی خون ناحق حسین قلی خاں سے تمام عالم کو افسوس تہا مہابت جنگ کو بوجہ لاولدی عجب بے بسی کا سامنا تہا اور وہ محکوم بہ عشق ہوکر مجبور ہوجاتے تا اینکہ مہابت جنگ نے بعارضہ استسقاء ۹ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۹ھ مطابق سنہ ۱۷۵۶ء میں انتقال کیا جن کی تاریخ انتقال خدالیش بیامرزد ہے ۔ ان کے بعد سراج الدولہ تخت ۱۱۶۹ھ نشین ہوئے ۔

چونکہ اس ریاست کے واسطے بڑے اتفاقات کا سامنا تہا ۔ لہذا دو عزیز مہابت جنگ کے جن کا لقب شہامت جنگ و صولت جنگ تہا اور کارکن عمدہ ریاست تہے اسی سال انتقال کرگئے ۔

سراج الدولہ نے تخت پر بیٹہتے ہی اپنی خالہ بی بی گہسیٹی کا جو زوجہ شہامت جنگ تہیں اور بوجہ بے وقوفی نسوانیت سراج الدولہ سے عداوت رکہتیں تمام مال لے لیا اور اونکو محتاج کرکے گوشہ میں بٹھا دیا ۔

پھر اپنی بے وقوفی سے بوجہ عادت خود جو جہالت طفلی سے تہی گرفتاری کشن بلبہ پسر راج بلبہ دیوان خود چاہی چونکہ معززین بخیال عزت خود اون سے خائف رہتے ۔ لہذا کشن بلبہ حمایت انگریزی میں چلے گئے یہ بات سراج الدولہ کو ناگوار ہوئی اور خطوط و کتابت میں الفاظ غصہ لکہے لکہتے تخت نشینی کے محض دو ماہ تیرہ دن کے بعد ۲۲ رمضان سنہ ۱۱۶۹ھ مطابق سنہ ۱۷۵۶ء کو لشکر کشی کلکتہ پر کی ۔ یہاں پر پہلے ذکر حالات قوم یورپ ہونا مناسب ہے ۔ لہذا مذکور ہوتے ہیں ۔

حال ورود قوم یورپ بہ ہندوستان

زمان سابق میں انگریزوں کو ہندوستان میں آنے کے لئے سمندر کا راستہ معلوم نہ تھا یہاں کی تجارت تری کی راہ سے صرف ایران عرب اور مصر یا چین والوں کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور انگریز اپنے جہاز خلیج عرب اور بنگالہ تک لایا کرتے تھے سمندر کو بحر بے کنار جان کر اُن خلیجوں سے قدم باہر نہیں رکھتے تھے اور یہہ تو اون کی ہمت سے کوسوں دور تھا کہ بحر ہند سے بڑھکر افریقہ کے جانب مغرب بحر اطلانطک میں چلے جاویں مگر جو چیزیں کہ ہندوستان سے جہازوں پر مصر کو جاتی تھیں اور وہاں سے براہ خشکی و تری فرنگستان میں پہونچتی تھیں اُن چیزوں میں اس قدر نفع ہوتا تھا کہ اہل فرنگ ہندوستان کی راہ راست تلاش کرنے میں بڑے سرگرم تھے اور ہر طرف اوسکی جستجو کرتے تھے۔ کوئی یہہ سوچکر کہ زمین بہ شکل کرہ ہے ہندوستان میں آنے کے لئے اپنا جہاز سیدھا جانب مغرب چلاتا تھا اور امریکہ کے کنارہ سے جاکر رک جاتا تھا اور کوئی بخیال محیط ہونے سمندر کے گرد اس قدیم بر اعظم کے کنارے کنارے جہاز کو جانب شمال لیجاتا تھا اور بحر شمالی میں جس کا پانی منجمد ہے جاکر پھنس رہتا تھا۔ اور کوئی یہ سمجھکر کہ ہندوستان افریقہ کے جانب مشرق واقع ہے اوسکے گرد پھرنے کے لئے جہاز کا لنگر اوٹھاتا تھا اور آدھی دور سے شدت طوفان دیکھکر واپس آتا تھا اور اوس جگہ کا نام راس طوفان رکھتا تھا۔

آخر الامر ۱۴۹۷ء میں پرتگال کے بادشاہ امانوال نے واسکو ڈگاما کو تین جہاز دیکر جنوب کی راہ سے ہندوستان کے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اوس نے بلا لحاظ طوفان و راس طوفان کے چلتے چلتے افریقہ کے گرد ہوکر کنارہ ملیبار پر کلی کوٹ میں گیارہ مہینے میں پہونچکر لنگر ڈالا۔ اوس زمانہ میں وہاں کے راجہ نے جسکا نام پرتگال والوں نے شاموری لکھا ہے انگریزوں کی خاطرداری کرنا چاہا مگر اہل عرب نے بنظر عداوت اوکا دل

پہیر دیا واسکوڈگاما کو اِس کی خبر ہونے سے جہاز کا لنگر اوٹہانا پڑا اور اپنے ملک کو واپس آیا۔
دوسرے سال اوسی بادشاہ نے اُنوارز کابرل کو مع آٹھ پادریوں کے ۱۳ جہاز دیگر بہ جمعیت بارہ سو سپاہیوں کے سمت ہندوستان روانہ کیا مگر اُن میں سے صرف چہہ جہاز کلی کوٹ تک پہونچے راجہ اِس ہجوم کو دیکہکر ڈر گیا لیکن جب اِن ہندوؤں کی زبانی جنکو واسکوڈگاما جاتے وقت پکڑ لے گیا تہا اور انوارز کابرل کے ہمراہ آئے تہے بڑی تعریف سنا تو راجہ نے کلی کوٹ میں کوٹہی بنانے کی اجازت دی تا آنکہ رفتہ رفتہ اُنہوں نے اور جگہ بہی کوٹہیاں قائم کیں چنانچہ سنہ ۱۵۱۰ء میں بجےپور والوں سے گوا چہین لیا اور ابتک ہندوستان میں وہی اونکا دارالحکومت کہلاتا ہے۔

پرتگال والوں کو دیکہکر ڈچ اور فرانسیس بہی اپنے جہاز ادہر لانے لگے تو انگریزوں کو بہی ادہر آنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ سنہ ۱۵۹۹ء میں انگلستان کے چند لوگوں نے باہم شرکت کرکے تیس لاکہہ روپیہ کا سرمایہ جمع کیا اور ملکہ الیزبتھ سے جو اوس زمانہ میں وہاں کی فرمانروا تہی اِس مضمون کی ایک سند حاصل کی کہ پندرہ برس تک بغیر اون کی اجازت کے کوئی شخص انگلستان کا بلاد شرقی میں تجارت نہ کرنے پاوے۔ جماعت شرکا کو زبان انگریزی میں کمپنی کہتے ہیں اِس لئے اُن شرکوں کا نام ایسٹ انڈیا کمپنی[۵] پڑ گیا۔ جو جلسہ اُن شرکاء کا ہر سہ ماہی میں چار مرتبہ سال میں ہوا کرتا وہ کورٹ آف پروپرائٹر یعنی مالکوں کی کچہری کہلاتا تہا۔

اُس جلسہ میں جو شخص کہ پانچہزار روپیہ یا اوس سے زیادہ کا حصہ دار تہا وہ رائے دینے کا مجاز تہا اور اختیار وضع آئین وقانون وتقسیم منافع کا بہی انہیں لوگوں کو حاصل تہا۔ باقی اور کام کرنے کے لئے یہ لوگ اپنی جماعت میں سے ہر سال چوبیس آدمی منتظم ومنتخب کردیتے تہے اُن لوگوں کا لقب کورٹ آف ڈائرکٹرس تہا اُن میں جس شریک کا حصہ بیس ہزار سے کم ہوتا وہ خدمت ڈائرکٹری کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تہا

۵؎ یعنی مشرقی ہندوستان کے شرکا

اس جلسہ کے میر مجلس کو چیرمین کہتے تھے۔ بسندہ ہندوستان میں تین احاطہ ہوگئے جو کلکتہ بمبئی۔ مدراس کے نام سے مشہور ہیں۔ ان تینوں احاطہ میں تین پریسیڈنٹ یعنی گورنر مع اپنی اپنی کونسلوں کے رہتے تھے اس وقت صاحبان اہل قلم کے چار درجہ تھے۔

ایک متصدی جو پانچ برس تک ہندوستان میں رہتے تھے۔ دوسری کوٹھی والے جن کی مدت قیام ہندوستان میں پانچ برس سے آٹھ برس تک تھی۔ تیسرے چھوٹے سوداگر جن کی مدت قیام ہندوستان میں آٹھ سال سے گیارہ سال تھے۔ چوتھے بڑے سوداگر جن کو گیارہ برس سے زیادہ بود و باش کرتے عرصہ گذر جاتا تھا منجملہ انہیں بڑے سوداگروں کے پرانے صاحب منتخب ہوکر کونسل کے ممبر ہوا کرتے تھے۔

الحاصل ۱۶۰۹ء میں سرہنری مڈلٹن اس کمپنی کی طرف سے مقرر ہوکر تین جہاز لیکر سورت میں آئے مگر خرید فروخت کے معاملات میں تکرار ہو جانے سے وہاں کے حاکم نے کوٹھی کھولنے کی اجازت نہ دی۔ ۱۶۱۳ء میں انہیں لوگوں کو جہانگیر نے۔ سورت۔ گھوگھا۔ کھمبات اور احمد آباد میں اور بعد چندے شاہ جہاں نے سندھ اور بنگالہ میں بھی کوٹھیاں کھولنے کی اجازت دیکر ساڑھے تین روپیہ سیکڑا محصول مقرر کیا اوس وقت کس کے خیال میں آسکتا تھا کہ اس کمپنی کے ملازم ان سلاطین کی اولاد اور اونکے جانشینوں کو قید کرکے رنگون لیجاویں گے اور ملک پر اپنا قبضہ کرلیں گے۔

۱۶۳۹ء میں ان لوگوں نے چندرگری کے راجہ سے جو بیجے نگر والوں کی اولاد میں تھا اجازت لیکر مندراج کو آباد کیا اور وہاں پر سینٹ جارج قلعہ تعمیر کیا۔ ۱۶۶۸ء میں چارلس دوم بادشاہ انگلستان نے جزیرہ بمبئی کو جو اوسے پرتگال کی طرف سے جہیز میں ملا تھا۔ سو روپیہ سالانہ خراج پر کمپنی کو دیدیا۔ کلکتہ بھی ان ایام میں ایک محض گانوں کی صورت میں تھا انگریزوں نے چھوٹانٹی اور گوبندپور کی سند بادشاہ دہلی سے حاصل کرکے وہاں فورٹ ولیم قلعہ بنانا شروع کیا۔ ۱۷۱۵ء میں کلکتہ کے پریسیڈنٹ نے کچھ تحفہ تحائف دیکر دو صاحبوں کو بطور ایلچیوں کے

فرخ سیر کے دربار میں بھیجا اوس زمانہ میں بادشاہ کی طبیعت بیمار تھی حسن اتفاق سے بادشاہ ڈاکٹر ہملٹن کے علاج سے جو ان سفیروں کے ہمراہ گیا تھا اچھا ہو گیا بادشاہ نے کہا مانگ کیا مانگتا ہے اوس نے اپنے لئے کچھ درخواست نہ کی مگر کمپنی کیواسطے کہا کہ اگر جہاں پناہ منظور کریں تو کمپنی کو بنگال میں ۳۸ گانوں کے خریدنے کی اجازت دیں اور کلکتہ کے پریسیڈنٹ کے دستخط سے جو مال روانہ ہوا کرے اوسکے محصول کے واسطے تلاشی نہ لیجاوے واقع میں اس ڈاکٹر نے بڑی اولوالعزمی کا کام کیا اپنا نقصان قبول کرکے ملک والوں کے واسطے نفع چاہنا سخت مشکل ہے۔ بادشاہ نے اوس کی دونوں درخواستیں قبول کرلیں اُس زمانہ میں ہندوستان سے چھینٹ اور سوتی کپڑا انگلستان کو بہت جایا کرتا تھا انگریزوں کا اوسوقت یہ ارادہ تھا کہ گرد و نواح کلکتہ میں زمینداری حاصل کرکے جولاہے آباد کریں کہ کپڑوں کی تلاش میں موضع بموضع نہ پھرنا پڑے۔ کیا شان خداوند عزوجل ہے کہ ہندوستان کے جولاہے وہی جولاہے رہ گئے اور انگلستان والے اس فن میں یکتائے روزگار ہو گئے اور جہاز کے جہاز بھر کر اونٹا ہندوستان میں سوتی کپڑا لانے لگے۔

زمینداری تو اوس وقت بنگالہ کے صوبہ دار نے انگریزوں کے ہاتھ نہ آنے دی یعنی زمینداروں کو اوسکے بیع کرنے کی ممانعت کردی لیکن کمپنی کے مال پر محصول معاف ہو جانے سے اوسکو بہت نقصان ہوا کیونکہ پریسیڈنٹ اپنے مال کے علاوہ اور لوگوں کے مال پر بھی دستخط معافی کردیتا تھا۔

اس عرصہ میں فرانسیسیوں نے پھولچری کو خوب مضبوط کرلیا۔ جب ۱۷۴۴ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان میں دشمنی ہو گئی تو فرانسیسیوں نے دو ایک ہزار سپاہی بھیجکر مندراج معروف مدراس کا محاصرہ کیا انگریز اوس وقت وہاں پر تین سو سے زیادہ نہ تھے پانچ روز گھرے رہے غنیم سے قول و قرار کرکے دروازہ کھول دیا اور جو کچھ اسباب تھا اونکے حوالہ کر دیا مگر تھوڑے دنوں کے بعد جب کچھ جنگی جہاز انگریزوں کے آ گئے تو اونہوں نے مدراس میں پھر اپنا قبضہ کرلیا

اور پانڈیچری کو جاکر محاصرہ کیا مگر ایک مہینہ کے بعد موسم بارش آجانے کی وجہ سے محاصرہ اوٹھا لیا
تنجور کا راجہ پرتاپ سنگہ نابالغ تہا اوسکے بھائی ساہوجی نے انگریزوں سے جاکر کہا کہ تنجور
والے میرے بھائی سے ناخوش اور مجھ سے راضی ہیں اگر اوسکا راج مجھے دلا دو تو میں تم کو
دیوی کوٹے کا قلعہ اور ضلع حوالہ کر دوں گا۔ اس وعدہ پر فوج انگریزی تحت حکومت لفٹنٹ
کلائیو صاحب کے روانہ ہوئے اور صاحب ممدوح نے حملہ کر کے قلعہ کو فتح کیا راجہ پرتاب
سنگہ نے قلعہ دیوی کوٹے کا انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور ساہوجی کے کہانے کے واسطے کچھ سالانہ
معاش مقرر کر دی انگریز بہی اس بات سے بہی خوش ہوئے۔

ڈوپلے صاحب گورنر پانڈیچری انگریزوں سے بڑی عداوت رکھتا تہا اور جو بات انگریزوں کو
اس ملک میں اب حاصل ہے اوسے اہل فرانس کے لئے چاہتا تہا چنانچہ ۱۷۴۸ء میں بعد
مرنے آصف جاہ صوبہ دار دکن کے جب اوسکے بیٹے اور پوتوں میں جھگڑا ہوا تو ڈوپلے صاحب
نے اوسکے پوتے مظفر جنگ کو مدد دیکر مسند نشین کرا دیا اور مظفر جنگ نے اسکے
عوض میں ڈوپلے صاحب کو دریائے کرشنا سے راس کماری تک کی حکومت حوالہ کر دی اور
اوسی کے دوست چندا صاحب کو جو سابق کے نوابوں کا رشتہ دار تہا مقام ارکاٹ اور کرناٹک
کا نواب بنا دیا اور محمد علی پسر انوار الدین جسکو آصف جاہ نے نواب بنا دیا تہا بدستور ترچناپلی
کے نواب رہ گئے جب چندا صاحب نے فرانسیسیوں کی مدد سے محمد علی کی دار الحکومت
ترچناپلی پر حملہ کیا تو انگریز محمد علی کے طرفدار ہو گئے چنانچہ کلائیو نے دو سو گورہ و تین سو سپاہیوں
سے جاکر ارکاٹ کو لے لیا اور نواب ارکاٹ کی فوج کلائیو کو پچاس روز تک وہاں کے
قلعہ میں گھیرے پڑے رہے اور اوسکے نکالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا
لیکن باوجود ہونے دس ہزار سوار چندا صاحب اور ایک سو پچاس فرانسیسی کے یہ فوج
کپتان کلائیو کا کچھ نہ کر سکے اور اوس نے سب کو زک دی۔

اگرچہ چندا صاحب ایک تنجوری جنرل مانک جی کے ہاتھ سے جو محمد علی کا مددگار تہا مارا گیا

مگر جب تک ڈوپلے صاحب پٹوچری کا گورنر رہا انگریزوں اور فرانسیسیوں کا جھگڑا رفع نہ ہوا کہیں نہ کہیں کسی بہانہ سے لڑائی ہوتی ہی رہی۔ اگر ڈوپلے ہندوستان میں رہتا تو فرانسیسیوں کی عملداری ہندوستان میں کہاں سے کہاں تک پہونچتی مگر فرانسیسیوں نے اوس کی قدر نہ کی اور تبدیل کردیا اور انگریزوں سے دیگر چاروں سرکار کی حکومت جو اونکے ایک عہدہ دار بسی نے صلابت جنگ صوبہ دار دکن سے حاصل کی تہی چھوڑ کر ۱۷۵۴ء میں عہدنامہ صلح لکھدیا۔ محمد علی بڑی دہوم دہام سے انگریزوں کی بدولت تمام کرناٹک کے نواب ہوگئے اگرچہ صلابت جنگ کو دکن کی صوبہ داری حاصل کرنے میں بسی سے بہت کچھہ مدد ملی تہی لیکن چند وجوہ سے اوس سے ناراض ہوکر بجائے فرانسیسیوں کے اپنے یہاں انگریزوں کو نوکر رکہنا چاہا مگر بسبب فساد بنگالہ کے فوج انگریزی احاطہ مدراس سے اوسکو میسر نہ آئی۔ ۱۷۵۶ء میں بعد وفات علی وردی خاں کے اوسکے داماد کا بیٹا یعنی اوسکا نواسہ سراج الدولہ۔ بنگالہ۔ بہار۔ اوڑیسہ کا صوبہ دار ہوا۔

یہ شخص نہایت تند مزاج بدنیت اور ظالم تہا اسے انگریزوں سے نفرت دلی تہی جب نواب نے سنا کہ شہامت جنگ کے دیوان نے اپنے سب مال ومتاع اور اپنے گہر بار کے آدمیوں کو اپنے بیٹے کشنداس کے ساتھ میرے پنجے سے نکال کر انگریزوں کی حمایت میں کلکتہ کو بہیجدیا ہے تو نواب نے ایک شخص کو بساطیوں کے بہیس میں کلکتہ میں انگریزوں کے پاس روانہ کیا کہ وہ دیوان کے لڑکے کو انگریزوں سے مانگ لاوے۔ وہ آدمی جاکر سیٹھ امی چند کے مکان پر مقیم ہوا اور امی چند نے اوسکو انگریزوں سے ملادیا انگریزوں نے اس بارہ میں سازش امیچند جانکر اوسپر کچھ لحاظ نہ کیا۔ پہر سراج الدولہ نے ایک قاصد بہیجا کہ تم کلکتہ میں انگریزوں سے جاکر کہدو کہ قلعہ کی مضبوطی نہ کریں اس بات پر انگریزوں نے کچھ توجہ نہ کی اوسوقت سراج الدولہ کو جوش آیا اور لڑائی کے واسطے مستعد ہوئے۔ پہلے قاسم بازار میں جو انگریزوں کی کوٹھی تہی ضبط کرلیا اور مسٹر واچھہ صاحب مع چند شخصوں کے

گرفتار ہوئے بعدہ انکو کلکتہ کے قلعہ میں جا گھیرا اوسوقت قلعہ میں سو گورے بھی موجود نہ تھے قلعہ کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انگریزوں نے مایوس ہوکر مسٹر ڈرایک صاحب گورنر کے ساتھ جہاز و کشتیوں پر سوار ہوکر روانگی اختیار کی مگر جو بیچارے بے خبر قلعہ میں رہ گئے وہ فوج سراج الدولہ میں گرفتار ہو گئے۔

جب اونکے افسر ہال ویل صاحب کی مشکیں باندھکر روبرو نواب لائے تو نواب نے مشکیں کھلوادیں اور کہا خاطر جمع رکھو تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا مگر رات کو جب قیدیوں کے رہنے کو کوئی مکان نہ ملا تو سراج الدولہ کے آدمیوں نے ۱۴۶ انگریزوں کو ایک کوٹھری میں جو صرف ۱۸ فٹ طول اور ۱۴ فٹ عرض میں تھی بند کر دیا اس کوٹھری کو انگریزی زبان میں بلیک ہول یعنی کالا بل کہتے ہیں۔ جو کچھ ان قیدیوں کی جان پر گذری ہوگی وہی جانتے ہونگے چونکہ اکثر زخمی تھے اور بہت سے نشہ شراب کی شدت گرمی سے پیاسے تھے صبح کو جب دروازہ کھولا تو ان میں سے صرف ۲۳ زندہ نکلے مگر انکی صورتیں مردوں سے بدتر تھیں۔ ہال ویل صاحب جب سراج الدولہ کے سامنے آئے تو نواب نے اونکی کچھ داد فریاد نہ سنی اور پوچھا کہ بتاؤ انگریزوں کا خزانہ کہاں رکھا ہے بعدہ انکے اور دو انگریزوں کے پیروں میں بیڑیاں ڈالکر ایک کھلی ہوئی کشتی پر قید کرکے مرشد آباد بھیجدیا اور باقی لوگوں کو چھوڑ دیا۔ مگر مرشد آباد میں ان تینوں کو بیگم علی وردی خاں نے سراج الدولہ سے سفارش کرکے رہائی دلادی۔

ملاحظہ ہو آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد

مال و زر خطیر کوٹھی کمپنی و سوداگران ہندی و انگریزی وارمنی بدمعاشان شہر کے ہاتھ آیا۔ اور سراج الدولہ کو نہ ملا۔ انہوں نے مانک چند دیوان راجہ بردوان کو جو بزدل تھا حفاظت کلکتہ پر مع پانچہزار سوار اور نو ہزار پیادہ کے مقرر کیا۔

یہ مانک چند عمدہ سرداران یعنی محمد جعفر خاں و رحم خاں و عمر خاں وا و نکے لڑکے دلیر خاں

واصالت خاں وغیرہ و جگت سیٹھ و مہاراجہ دولبہ رام وغیرہ کی خفت چاہتا جس سے یہ لوگ اپنی زندگی سے بیزار اور موت سراج الدولہ کے امیدوار تہے خصوصاً میر جعفر خاں کہ جس سے ادنی مخالفت سراج الدولہ سے پاتے اوسکو پیغام خروج دیتے۔

بہر طور اس طرف سراج الدولہ بعد فتح و ظفر اپنے مقام منصور گنج مرشد آباد میں کہ اونکا آباد کردہ تہا آئے اور مسٹر ڈریک صاحب کلاں کلکتہ مغلوب ہوکر کوٹھی مندرجہ موسوم مدراس میں کہ صوبہ ارکاٹ میں تہی بہونچے اور دوسرے انگریز بہی جو اطراف پادشاہت بنگالہ میں اپنا کاروبار رکہتے تہے خبر لوٹ کلکتہ و قاسم بازار سنکر وہاں پر جمع ہو گئے۔ ان لوگوں نے اُسوقت کرنل کلایو سپہ سالار فوج انگریزی سے کہ متعین کوٹہی دکن تہے اور اوس زمانہ میں فرانسیسیوں سے لڑکر ملک دکہن کو اُنسے نکالا تہا اور سید محمد خان صلابت جنگ پسر آصف جاہ کی مدد مقہور کرکے جماعت فرانسیسی میں لقب ثابت جنگ پا چکے تہے اور قریب دو پلٹن تلنگہ اور تین چار کمپنی سولڈر ولایتی کے کہ نہایت آراستہ تہے اپنے ہمراہ رکہتے تہے اونسے مدد لی اور یہ رائے قرار پائی کہ کرنل کلایو بہادر ثابت جنگ مع صاحبان کلکتہ جانب بنگالہ جاویں اگر صلح زر خطیر دینے سے ہو جاوے اور کوٹہی بدستور قائم رہے تو خیر ورنہ بذریعہ جنگ کوٹہی قایم رکہیں۔

ثابت جنگ مذکور جہاز پر روانہ ہوئے اور جہانپر کہ بہاگیرتی دریائے شور سے ملا ہے اور کالا پانی ہے وہاں پر لنگر ڈالا پہلے پیغام صلح سراج الدولہ کو دیا اور مسٹر ڈریک کے قصور کی معافی چاہی اور کئی لاکہہ روپیہ بشرط دینے حکم کوٹہی باقی رکہنے کے موافق وضع سابق کے اور دور ہونے غبار فیمابین کے دینا چاہا مگر خود سراج الدولہ و اونکے مشیران بیوقوف نے نہ مانا۔ جب دیر ہوئی تو آخر ثابت جنگ نے جہاز توپ والے مقابل محل مانک چند دریا میں لاکر گولہ باری شروع کی۔ مانک چند نے فوج کو مقابلہ میں بہیجا! مگر آخر کو بہاگ گیا اور ثابت جنگ مع دیگر اصحاب و ارباب کوٹہی کلکتہ میں اپنے اپنے مکانات میں آکر مقیم ہوئے۔

سراج الدولہ سنگر روز دوشنبہ ۲۰ ماہ ربیع الثانی ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء کو مرشدآباد سے بہ ارادہ جنگ انگریز روانہ ہوئے اور اپنے خیال سے ایک مقام محفوظ میں خیمہ کیا۔ یہاں پر لڑائی بھی ہوتی جاتی اور صاحبان انگریز بظاہر بپیام سوال وجواب وبباطن بغرض اطلاع لشکر وراہوں کے آتے جاتے۔ تاآنکہ ایک سردار ہوشیار اپنی آنکھ سے ایک روز دیکھ گیا اور دوسری شب کو بخیال شب خوں فوج کو جہاز پر لائے۔ اور قریب صبح کہرا پڑ رہا تھا بشت لشکر سراج الدولہ سے گولیاں برساتے ہوئے آن پہونچے۔ قصد تھا کہ سراج الدولہ کو زندہ گرفتار کریں مگر میغ وضباب یعنی کہرا پڑنے سے کہ دو شخص متصل آپس میں نہ دیکھ سکتے۔ راہ بھول گئے اور سراج الدولہ کے خیمہ تک نہ پہونچ سکے۔ لشکر سراج الدولہ مجبور تھا آخر صلاح ہوئی کہ خیمہ دور تر لیجا کر کھڑا ہونا چاہئے اور خود سے طالب صلح ہوئے اور مسٹر واچ قید سے رہا ہوئے۔ جب قوم انگریز نے مجبوری اونکی دیکھی تو اپنے اموال ضایع شدہ کا مطالبہ کیا۔ جسکے عوض میں سراج الدولہ نے تاوان دینے کا اقرار کیا اور ۹ پرگنہ جن میں ۳۸ گانوں تھے انگریزوں کو دیا کہ تاادائے زر اپنے پاس رکھیں پھر واپس کریں[1]۔

اب غرور سراج الدولہ کم ہوا مگر چونکہ سلیقہ ریاست نہ تھا لہذا اب بھی انتظام نہ کر سکے نہ سرداران عہد مہابت جنگ کو راضی کر سکے نہ اپنے قدیم رفقا میر محمد جعفر خاں وراجہ دولبہ رام کو کہ سرداران لشکر تھے اپنا گرویدہ بنا سکے۔ نہ اپنی جبن وبزدلی سے اپنی دشمن انگریز کا مقابلہ کر سکے۔ تاآنکہ درمیان قوم فرانسیس وانگریز کہ بالسوجہ سو برس سے کبھی جنگ کبھی صلح رہتی اور مدت صلح گذر جانے پر پھر جنگ ہوئی۔ دکھن کی جنگ کے بعد صلح ہو گئی اور آتش فساد بجھی اور فرقہ انگریزی غالب آیا اور جنگی جہاز انگریزی بہ سرداری ادرال دلیر جنگ بہادر بغرض تسخیر

---

[1] بروایت آئینہ تاریخ نماوہ گانوں ۳۸ تھے نیز یہ بھی صلحنامہ میں تحریر تھا کہ معافی محصول کے واسطے اونکی دستخط کافی سمجھی جاوے۔

فرانس ڈانگہ چلا اور موشیر ترنوے کہ ملازم فرانسیس تہا اپنی قوم سے دغا کرکے راہ دیدیا تہا تک
کہ قلعہ فرانس ڈانگہ مسخر ہوگیا۔ اور کوٹھی کہ نزدیک قاسم بازار فرانسیس کے قبضہ میں تہی نکل گئی
موشیرلاس نے کہ سردار جماعت فرانسیسی تہے سراج الدولہ سے مع باقیماندگان متوسل ہونا۔
اور ملازم ہونا چاہا۔ اسکے ہمراہ اپنی جماعت اور توپ و بندوق و پیادہ ہاے برق انداز تہے
جماعت انگریزنے خواہ خود سے یا بایما سرداران مخالف سراج الدولہ اونکی ملازمت کو
رد کا کہ جب ہمارے تمہارے درمیان میں صلح ہے تو ہمارا دوست تمہارا دوست
اور ہمارا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ لہذا موشیرلاش ہمارے مخالف کو آپ ملازم نہ رکہیں
اس طرف سے بمشورہ موشیرلاش جواب ہوا کہ جیسے اور سب ملازم ہیں یہ بہی ملازم ہیں
اس میں مخالفت صلح کیا ہے۔ گفتگو جانبین کو طول ہوا تا اینکہ سراج الدولہ نے موشیر کو جواب دیا
اور جانب عظیم آباد رخصت کیا۔ اونہوں نے وقت روانگی سراج الدولہ کہا میری بات یاد
رہے کہ آپکے سردار لشکر آپ سے مخالف ہیں۔ مجھے آپکی بدخواہی کے واسطے نکال رہے
ہیں بعد میرے تم کو انگریزوں سے لڑائیں گے اور تمہارا کام تمام کریں گے۔ میں اگر رہتا تو انکو
قابو نہ ہوتا آیندہ آپکو اختیار ہے مگر سراج الدولہ بخوف نہ رکہہ سکے اور جواب دیا کہ ضرورت
پر بلالوں گا جواب پایا نواب صاحب یاد رہے کہ مجھسے آپ سے پہر ملاقات نہوسکے گی۔
واقعی ایسا ہی ہوا جیسا کہ موشیر نے کہا تہا کہ بعد روانگی موشیر مرشدآباد سے میر محمد جعفر خاں و
راجہ دولبہ رام بمدد جگت سیٹھ کہ سراج الدولہ سے رات دن خائف و ترساں رہتے
بربادی دولت سراج الدولہ کے موجب ہوئے اور بی بی گہسیٹی نے بہی بوجہ ضبط اموال
میں بقیہ خفیہ مال اپنے سے مدد جعفر خاں کی کی اونہوں نے سپاہ کو جو کہ بیکار و مفلس تہے
روپیہ دیکر خفیہ اپنے مکان میں رکہا اور جگت سیٹھ نے اپنے گماشتہ امیں چند کے ذریعہ سے
کہ بہت بڑا مہاجن کلکتہ کا تہا اور راجہ دولہ رام نے کسی کو اور میر محمد جعفر خاں نے
امیر بیگ اپنے رفیق کے ذریعہ سے احوال بدسلوکی سراج الدولہ و ظلم بر

بی بی گھیسٹی واجتماع وخواہش تمام اشخاص بر دفع سراج الدولہ بذریعہ محضر خدمت انگریزان
میں پیش کرکے مستعد جنگ کیا تہا ان لوگوں نے یہ موقع دیکھکر حیلہ جنگ یہ رکھا کہ مبلغ
تاوان کہ ایک کروڑ روپے اب تک نہ پہونچا۔ لہذا بنا صلح شکست ہوکر اب جنگ ہے
اور کرنل کلایو ثابت جنگ مع فوج کہ محض دو تین ہزار تلنگہ تہے روانہ ہوئے۔ کیونکہ یہ
کہا گیا تہا کہ سب فوج آپ کی طرف ہے آپ کا محض چلنا کافی ہے تہوڑی جنگ کے بعد
فتح ہوگی[1]۔ سراج الدولہ نے یہ دیکھکر دلجوئی سرداران وامرا چاہے مگر برسوں کا مواد ایکروز

---

[1] بروایت آئینہ تاریخ نما میر محمد جعفر سے شرائط مندرجہ صلحنامہ سراج الدولہ کا عہدنامہ لکھوالیا بلکہ اوس میں
اسقدر اور اضافہ تہا کہ جسقدر مال فرانسیسیوں کا ہے وہ انگریزوں کا مقصور ہو اور وہ ہمیشہ کے واسطے
ملک سے نکال دئے جاویں اور میر جعفر کی طرف سے کرور روپیہ کمپنی کو اور پچاس لاکہ کلکتہ کے
انگریزوں کو اور ۲۰ لاکہ ہندوستانیوں کو اور دس لاکہ کونسل کے ممبروں کو بطور ہرجہ ونقصان کے
دیا جاوے اور کلکتہ سے جنوب کلپی تک کمپنی کی زمینداری سمجھی جاوے۔
چونکہ سیٹھ امی چند کا چار لاکہ روپیہ کلکتہ میں لٹ گیا تہا اور وہ مقربوں سراج الدولہ میں شمار ہوتا
مگر چونکہ واٹس صاحب گورنر کلکتہ کا کام بہی اوس سے نکلتا رہتا تہا لہذا اس شورے عہدنامہ میر
محمد جعفر میں وہ بہی شریک کیا گیا۔ اوسکو یہ طمع دامنگیر ہوئی کہ مجھکو روپیہ ضایع شدہ ملجاوے
اوسکی صورت یہ کی کہ جسقدر روپیہ انگریزوں کو خزانہ میر جعفر سے وصول ہو اوس میں اوسکا حصہ پانچ روپیہ
سیکڑا قرار پاوے۔ جسکے حساب سے ۳۰ لاکہ روپیہ ہوتا تہا ورنہ سراج الدولہ کو اس مشورہ کی اطلاع
کردونگا۔ مسٹر واٹس نے جب کلایو کو اطلاع دیا تو وہ سمجھے کہ یہ ہم کو آفت میں پہنسانا چاہتا ہے اسلئے
دو قطعہ کاغذ ایک سرخ اور ایک سفید پر دو مضمون کے عہدنامہ لکہا۔ سرخ کاغذ والے پر اوسکا نام تہا اور
سفید پر نہ تہا۔ جب اہالیان کونسل کی دستخط دونوں پر ہونے لگی تو امیر البحر نے سرخ کاغذ کے عہدنامہ پر
دستخط کرنے سے انکار کیا۔ مگر کونسل والوں نے بہ مقتضائے گر ضرورت بود روا باشد اوسکی

میں کیونکر دفع ہو۔ آخر خبر کوچ کرنل کلایو کلکتہ سے سنکر۔ سراج الدولہ بہی مع فوج معتمد خود کہ میر مدن بخشی و راجہ موہن لال دیوان تہے مع ہمراہی روانہ ہوکر مقام پلاسی سے پر پہونچے اور روز پنجشنبہ ۵ شوال ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں بمقام پلاسی جنگ ہوئی۔ اول تو معرکہ جنگ میں صاحبان انگریز اپنا سہیم و شریک نہیں رکھتے۔ دوسرے میر محمد جعفر خاں وغیرہ کہ باعث فساد ہوئے خواہان شکست سراج الدولہ تہے۔ لہذا باوجود سردار لشکر ہونے کے تماشا دیکہہ رہے تہے۔ مگر میر مدن وغیرہ گرم جانفشانی تہے اور طالب فتح ہوکر خوب محنت کر رہے تہے یہانتک کہ میر مدن و موہن لال قریب فرودگاہ انگریز پہونچ گئے۔ تا اینکہ کرنل کلایو امین چند سیٹھ سے بدگمان ہوکر کہنے لگی کہ تم نے نہایت خفیف جنگ کو کہا تہا اور فوج کے نسبت کہا تہا کہ سراج الدولہ سے منحرف ہے مگر بالکل برعکس ہے اوس نے جواب دیا میں نے سچ کہا ہے۔ صرف یہی گروہ مخلص و دوست سراج الدولہ ہے اِنکے بعد میرا کہنا آپکو معلوم ہوجائیگا۔

اور مورخین انگریزی نے اِس جنگ کو ۱۷۵۷ء میں لکہا ہے۔ ۱۲

چونکہ زشتی اعمال سراج الدولہ نے ممثل ہوکر لباس انتقام پہن لیا تہا لہذا میر مدن کو کہ نہایت بہادر اور دوست خالص نواب تہا گولہ لگا اور آخر وقت میں حضور سراج الدولہ کلمہ شعر حسن ارادت کہکر انتقال کیا۔ سراج الدولہ نے مضطرب ہوکر بالحاح تمام میر محمد جعفر خاں کو مع اُنکے متوسلین کے مثل خادم حسین خاں و اونکے لڑکے محمد صادق خاں مشہور میرن کو بلاکر عجز و الحاح

دستخط اپنے ہاتھ سے بنالیا۔

تا اینکہ جب فتح ہوئی جسکا ذکر آرہا ہے اور امیچند نے مطالبہ اپنا چاہا۔ اور عہدنامہ سفید کاغذ والا آیا اور پڑہا گیا اور اونکا نام نہ نکلا تو پوچہا وہ عہدنامہ تو سُرخ کاغذ پر تہا تو جواب ملا وہ آپکے سبز باغ دکہلانے کو تہا تا اینکہ وہ بیہوش ہوگیا۔ اور اوسکے ملازم پالکی پر سوار کرکے لے گئے۔ ڈیڑہ برس کے اندر دیوانہ ہوکر مرگیا۔

آئینہ تاریخ نما

کیا یہانتک کہ پگڑی سر سے اوتار کر رکہی اور کہا تم لوگوں کو بجائے مہابت جنگ خیال کرکے اپنا قصور معاف کراتا ہوں مگر محمد جعفر خاں نے قابو دیکھکر دغا کی اور ظاہر میں ہاں میں ہاں کہا مگر باطن میں اپنا کام کیا اور موہن لال کو جو آگے لڑ رہا تہا اور اسکی وجہ سے فوج کہڑی تہی اور اطمینان رکہتی تہی کہکر بلوایا اوس نے آنے میں انکار کیا تا انیکہ محمد جعفر خاں کے کہنے سے سراج الدولہ نے اصرار کیا جب وہ آئے تو فوج پریشان خاطر ہوکر بہاگنے لگی آخر کہانتک سراج الدولہ بہی آخر وقت روز پنجشنبہ ۵ شوال کو بہاگے اور ۶ شوال کو منصور گنج پہونچے۔ یہاں پہونچکر بہت کچہہ الحاح کیا کہ محاصرہ خوب رہے مگر کسی نے حتے کہ اوسکے خسر ایرج خاں نے بہی عذرہائے ناخواستہ کیا یہانتک کہ شب شنبہ ۷ شوال کو مع زوجہ خود لطف النساء بیگم جسقدر کہ جواہر و اشرفی لے سکے لیکر روانہ ہوئے۔ اور موشرلاش کو خط بہی لکہا مگر اوسکو بقاعدہ ہندوستانی تنخواہ ملنے میں دیر ہونے سے دیر ہو گئی اور یہاں سراج الدولہ مقید ہو گئے اوسکے پہونچنے تک کام سراج الدولہ تمام کر دیا گیا۔

موشیر لاش قریب راج محل مرشد آباد پہونچے کہ خبر خاتمہ سراج الدولہ سنکر اپنی کشتیاں واپس کیں میجر کوٹ نے کہ جرنل ہوکر ولایت سے آئے تہے اور ہمراہ کرنل کلایو تہے موشیر کا تعاقب کیا مگر وہ ایک منزل آگے جا رہے تہے یہانتک کہ کرم ناسہ و بکسر تک تعاقب کیا۔ اور حد ہر صوبہ متعلقہ سراج الدولہ سے نکال دیا۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین ذکر جلوس سراج الدولہ ذکر لشکر کشی بر کلکتہ ذکر رسید جماعت انگریزان برائے واپسی کلکتہ ذکر برآمد سراج الدولہ از مرشد آباد۔ وصلح با انگریزان ذکر لشکر کشی انگریزان بر سراج الدولہ وشکست سراج الدولہ

مسند نشینی میر محمد جعفر خاں و تباہی انتظام کی بوجہ عیش و نشاط میر محمد جعفر خاں و اونکے پسر میرن کے و رام نارائن کا صوبہ دار باقی رہنا و فوج و صاحبان جرات کا افلاس و ظلم میرن

میر محمد جعفر خاں بعد شکست و گریز سراج الدولہ پلاسی سے مع کرنل کلایو و دیگر سرداران انگریز بعد استحکام عہد و مواثیق با جماعت انگریزان روز شنبہ ۷ رشوال ۱۱۷۰ھ کو دولت خانہ منصور نگر سراج الدولہ میں آئے اور اپنے نام کی منادی شہر مرشد آباد میں کی اور مسند حکومت پر بیٹھکر حسب رائے راجہ دولہ رام انتظام مالی و ملکی کرنے لگے اور ضبط اموال کرکے کہ ڈیڑہ کرور روپیہ نکلا زر موعود جماعت انگلشیہ کو نصف حسب وعدہ ادا کیا بلکہ سونہ لاکہہ اور دئے اور نصف کے نسبت وعدہ تین سال کے اندر ادا کرنے کا دیا۔ اور چونکہ وضع و اعلام و خطاب مہابت جنگ سے نہایت خوش اور اونہیں سب امور ریاست کے آرزو مند تہے۔ لہذا شجاع الملک حسام الدولہ میر محمد جعفر خاں بہادر مہابت جنگ اپنی مہرہ میں کندہ کرایا اور اپنی بڑے لڑکے محمد صادق خاں مشہور میرن کو جو بطن شاہ خانم ہمشیرہ علاتی مہابت جنگ اور وہ پرورده مہابت جنگ بعد موت پدر تہے پیدا ہوئے تہے خطاب شہامت جنگ دیکر اپنی حویلی قدیم جعفرا گنج مرشد آباد میں ٹہرایا اور خود بدعوائے جانشینی منصور گنج میں قیام کیا اور اپنے چہوٹے بہائی محمد کاظم خاں کو ہیبت جنگ کا خطاب دیا اور میر محمد قاسم خاں داماد کو مع مردم معتمد و معتقد وچالاک۔ گرفتاری سراج الدولہ کو بہیجا۔ اونہوں نے داناشاہ کی تکیہ پر پہونچکر گرفتار کیا اور تمام زیور اونکی زوجہ لطف النساء کا کہ لاکہوں کا تہا بہ وعدہ بیم و امید لے لیا اور موہن لال دیوان سراج الدولہ اپنے آقا کی گرفتاری کے

قبل قید ہو چکے اور تمام مال اون کا راجہ دولبہ رام کو دیا گیا۔

سراج الدولہ روز یکشنبہ ۱۵ ار شوال سنہ ۱۱۷۰ گیارہ سو ستر ہجری مطابق سنہ ۱۷۵۶ء کو اپنے نوکروں کے ہاتھ مقید ہوئے لوگ اونکے زمانہ پرورش صغرسنی زمانہ مہابت جنگ کو دیکھ چکے تھے اونکی زشتی اعمال کو بھولاکر روتے تھے۔ میرن تمام امور میں مثل غرابت وضع ولباس وایذا وتکلیف دہی مردم ونیز قتل مردم میں نہایت جلدباز وعجول تھے اور اسکو منجملہ حزم واحتیاط ودور اندیشی سمجھتے تھے اور ترحم کو سوء تدبیر سمجھتے اور باوجود ان حالات کے خود کو اعقل ناس سمجھتے اور مہابت جنگ سے خود کو مشابہ کرتے حالانکہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک کے مصداق تھے۔ میرن مذکور نے بذریعہ ایک شخص کے جسکا نام محمدی بیگ تھا اور وہ پروردہ سراج الدولہ ومہابت جنگ تھا اور جدہ یا مادر سراج الدولہ نے ایک بیکس لڑکے کو خوشنودی خدا کے واسطے پال کر اوسکی زوجیت میں دیا تھا۔ قتل سراج الدولہ چاہا یہ نمک حرام جب سامنے سراج الدولہ کے گیا تو اوس قیدی بیچارہ نے پوچھا تم میرے قتل کو آئے ہو اوس نے کہا ہاں۔ بیچارہ مایوس ہو گیا اور کہا کیا میں گوشہ میں زندگی بسر کروں اور کسی بات سے واسطہ نہ رکھوں تم لوگوں کو منظور ہوگا۔

جب دیکھا کہ لوگ نہ مانیں گے تو خود ہی پھر کہا نہیں بلکہ مجھکو خون ناحق حسین قلی خاں میں مارا جانا چاہیے۔ یہانتک کہ چند ضربت اونکے بیکرنازنین پر مارے اوس غریب نے جان جان آفریں کو دیدی اوسکی لاش ہاتھی کے ہودے پر رکھکر تشہیر کرائی گئی اتفاقاً جس مقام پر کہ حسین قلی خاں بے جرم وخطا کا خون حکم سراج الدولہ سے گرا تھا وہیں پر ہاتھی بلاوجہ رکا اور چند قطرہ خون سراج الدولہ سے گرے۔

میر محمد جعفر خاں نے بعد اطمینان مسندنشینی راجہ رام نراین نائب صوبہ عظیم آباد کی طرف توجہ کرنا چاہا۔ ظاہر میں تو طریقہ آشتی وصلح کو برتا مگر باطن میں مقصود یہ تھا کہ یہ صوبہ بھی

چھوٹے بھائی محمد کاظم خاں کو دیا جاوے۔ راجہ رام نارائن چونکہ مرد چالاک تھے اور قول و فعل محمد جعفر پر اعتماد نہ رکھتے تھے۔ لہذا میر شرف الدین و گنیڈامل کو اپنا وکیل کرکے کرنل کلایو کے پاس بھیجکر انکے واسطے سے سند لکھوالینا چاہا اور مسودہ خود لکھدیا یہ ہر دو اشخاص اولاً مرشد آباد آئے اور میر محمد جعفر خاں سے کہا کہ رام نارائن بلا توسط صاحبان انگریز حاضر نہ ہوگا اگر کوئی خط مہر و دستخط انگریزان سے اونکو ملجاوے تو جلد یہ معاملہ طے ہوجاوے ورنہ خدا جانے کیا اتفاق ہو میر محمد جعفر خاں نے منظور کرلیا ان لوگوں نے منشی کو ملاکر موافق مسودہ خود خط لکھوایا اور موقع دیکھکر ایسے وقت میں پیش کیا کہ نشہ بھنگ کی سُستی غالب تھی اور اوسوقت کوئی کام نہ کرسکتے تھے عذر بیدماغی کرکے اوسکو نہ پڑھا اور مضمون پوچھا لوگوں نے مناسب مزاج ظاہر کردیا اجازت تحریر دیدی کہ کرنل کلایو مطابق اس مسودہ کے لکھدیں اوس میں لکھا تھا کہ بخاطر جمع آؤ حفاظت جان و مال و آبرو و صوبہ وعدم درخواست محاسبہ تم سے میرے ذمہ ہے۔ کرنل کلایو نے مسودہ رکھلیا اور خط لکھکر دیدیا وہ تحریر رام نرائن تک پہونچ گئی۔

میر محمد جعفر خاں نے ماہ صفر ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۸ء میں اپنے بیٹے میرن کو مرشد آباد میں بطور نائب چھوڑکر جانب پورنیہ توجہ کی اور وہاں سے پھر عظیم آباد پہونچکر اپنے بھائی محمد کاظم خاں کو صوبہ داری دینا چاہا تو حکام انگریز بوجہ سند مذکورہ فراحم ہوئے۔

اوس زمانہ میں مسٹر امیٹ کونسل کی طرف سے مدار المہام و صاحب کلاں کوٹھی عظیم آباد کی گئی اور مسٹر واچہ کوٹھی تجارت انگریزان عظیم آباد کے مالک و مختار کئے گئے۔ میر عبد اللہ میر غلام علی صفوی کہ اولاد شاہان ایران سے تھے اور ان کی کمپنی تجارت کی عظیم آباد میں تھی انکو انگریزوں سے کمال خلوص تھا چنانچہ حسب سفارش مسٹر واچہ

پر نائب نظامت عظیم آباد ہوئے۔

میر محمد جعفر خاں مرشدآباد واپس ہوئے باوجود سن پیری کے عیش ونشاط و زمزمہ بازی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ کسی ضروری کام کی خبر نہ تہی اونکے صاحبزادے میرن کہ جوان تہے اپنے باپ کو پیرانہ سالی میں اس حالت میں دیکہکر اوسی حالت میں مصروف ہو گئے۔ اور تین چار ہزار اجلاف شاہ جہاں آباد کو ملازم کرکے اُن کی صحبت میں گذر اوقات کرتے۔ فوج و رعایا کی فکر نہ تہی فوج کے گہوڑے گیاہ روئیدہ سے شکم اپنا بہرتے اور تمام سلطنت کا انتظام چنی لال و منی لال و اکتون سنگہ ہرکارہ کے اختیار میں تہا اور جہانگیر نگر ڈہاکہ کا انتظام راج بلبہ کے ہاتہ تہا جو عہد شہامت جنگ مرحوم میں پیشکار حسین قلی خاں تہا اور ملک جنوبی مثل بردوان کے تنخواہ جماعت انگریزوں میں تہا اور ہوگلی امیر بیگ خاں کے پاس اور صوبہ عظیم آباد کا مالک راجہ رام نارائن تہا اور پورنیہ میں خادم حسین خاں تہے مگر منتظمون کے خروج سے کہیں بچتا نہ تہا جو اصل دار السلطنت مرشدآباد میں آئے اور فوج و اعزا و ملازمین کو ٹوٹتے کہ دلیر خاں و اصالت خاں پسران عمر خاں کہ واقعی نیک و شجاع زمانہ تہے اور محبت میر محمد جعفر خاں میں مورد عتاب سراج الدولہ ہوکر معرض ہلاکت میں تہے اور بعد قتل سراج الدولہ رہائی پائی تہی مبتلائے عسرت تہے اور کوئی اونکی دادرسی نہ کرتا۔ اگرچہ ظاہر میں نہایت دوستی و بے تکلفی تہی لیکن بوجہ عسرت معاش دوسروں سے زیادہ مفلس تہے اور فرقہ سپاہ تو تباہ ہوکر ہلاکت کو پہونچ گیا تہا۔

جب ایک سال و تین ماہ ایام حکومت میر محمد جعفر خاں ہو گیا اور سپاہ کی یہ حالت ہوگئی تو لوگوں نے قتل میر جعفر خاں کا قصد کیا۔ مگر یہ راز کہل گیا۔ اور خواجہ عبد الہادی خاں جو اس کام میں دوسرے سرداران لشکر کو میر کاظم خاں بخشی کو موافق کر چکے تہے شروع

ماہ صفر ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں بعد جنگ بڑی جرأت سے مارے گئے اور میر محمد کاظم خاں کہ سلسلہ سادات بنی مختار و نبیرہ سید عیسیٰ عرب تھے اور ماں انکی بہن عقیدت خاں ابن امیر خاں عمدۃ الملک ناظم کابل کی تھیں ۱۲ ماہ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ کو بدغا مارے گئے۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین۔ ذکر تخت نشینی میر محمد جعفر خاں

دو تین ماہ کے بعد سانحہ زن مہابت جنگ و بی بی گھسیٹی و بی بی آمنہ اور اون کی لڑکیوں کا مع لطف النساء زوجہ سراج الدولہ اور تین چار برس کی لڑکیوں کے ہوا کہ باوجود حقوق دائمی دیرینہ علاوہ اوس احسان جدید کے کہ وقت بدسلوکی سراج الدولہ کے میر جعفر خاں کے ساتھ بی بی گھسیٹی دختر کلاں مہابت جنگ زوجہ شہامت جنگ نے اپنے مخفیہ مال اشرفیوں سے کیا تھا ذلت وخواری سے روانہ جہانگیر آباد کی گئیں اور راہ میں کشتی ڈبوا دی۔

دو تین ماہ قتل سید کاظم خاں کو گذرے تھے کہ خبر آمد آمد شاہزادہ عالی گہر بن عالمگیر ثانی معلوم ہوئی مگر اوس وقت بھی فوج کی حالت گدائی کی تھی اور دلیر خاں و اصالت خاں مفلس تھے اور میر جعفر خاں و اونکے فرزند احسان انکا بھول کر بجائے مدد کے در پے اخراج تھے مگر ان کی شجاعت و سطوت سے کہ شیران دغا و ہژبران ہیجا تھے مدارا و مسامحات کرتے تا آنکہ شاہزادہ عالی گہر ہمراہ محمد قلی خاں الہ آباد سے روانہ ہو گئے اوسوقت تھوڑی سی تنخواہ دیکر شور اوس جماعت و لشکر کا فرو کیا گیا۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین ذکر داخلہ میر محمد جعفر خاں در منصور گنج و گرفتاری سراج الدولہ و قتل و ذکر نہضت میر محمد جعفر خاں از راج محل بطرف عظیم آباد و ساختن راجہ رام نارائن با کرنل کلیو و ذکر رجوع بہ قصبہ میر محمد جعفر خاں و ذکر معاودت میر جعفر خاں بمرشد آباد۔ و ذکر اجتماع ہمودن اکثر مردم بر قتل میر محمد جعفر خاں۔

آنا شاہزادہ عالی گہر شاہ عالم کا ہمراہ محمد قلی خاں بہ قصد تسخیر

عظیم آباد اور سفاہت کیوجہ سے بے نیل مقصود پھر جانا۔ اور صوبہ مذکور کا حکام اوس دیار پر رہجانا۔

رام نارائن صوبہ دار عظیم آباد کی جبلت حیلہ و تذویر سے چونکہ ملی ہوئی تہی اور میر محمد جعفر خاں و اونکی اولاد سے صفائی نتہی مگر بوجہ توسل انگریزوں کے ظاہر میں جو بات کہ نقض عہد کو سکے نہ کر سکتے تہے اور باطن میں بہی خوش نہ تہے اسی وجہ سے طالب فرصت رہتے ۔ راجہ سندر سنگہ و پہلوان سنگہ بہ مقتضائے حقوق پرورش و خصوصیت خاصہ با مہابت جنگ خاں مذکور سے خوش نہو کر خواہان استیصال خاندان تہے۔

اور حق بجانب تہا کیونکہ اول تو تمام اشخاص کج خلقی و بدزبانی سراج الدولہ و استخفاف واہانت اعزاے راضی اوسکے اخراج پر ہوئے تہے اور سمجہتے تہے کہ میر محمد جعفر خاں مرد سعمّر و دنیا دیدہ ہے اور مدتوں خدمت مہابت جنگ میں رہے ہیں کہاں تک اونکی خوبی اخلاق و اعمال کا اثر ان میں نہ ہوگا۔ مگر بعد تسلط مسند حکومت اور ملاحظہ حالات خصوصاً اوضاع و اطوار میرن کے کہ عجائب روزگار تہے لوگ حسرت و تاسف زمانہ سراج الدولہ پر کرتے۔ میر جعفر خاں کہ حالت بخشی گری میں سخی تہے اب مسند حکومت پر بیٹہکر انتہا درجہ کے بخیل بہی ہو گئے تہے۔

یہ حالات کان میں محمد قلی خاں کے پہونچتے تہے چونکہ تہوڑا سا مادہ جرأت کا رکہتے تہے تو آمدنی صوبہ الہ آباد پر قناعت نکر کے ہوس تسخیر بنگالہ و عظیم آباد و اڈلیسہ کے جاگزین دماغ ہو گئی تہی ۔ جب اونہوں نے شجاع الدولہ سے یہ راز کہا تو چونکہ وہ مدت سے بدخواہی و آوارگی محمد قلی خاں کے آرزومند تہے تو اس امر میں زیادہ تر ترغیب دلائی اور اپنی بہی شرکت کا ارادہ ظاہر کیا۔ کہا پہلے آپ جا کر غبار جنگ اوٹہا دیں پہر بہ درستگی سامان میں آپ کے بعد پہونچوں گا۔ اور بنا یہ رکہی تہی کہ شاہزادہ عالی گہر ملقب بہ شاہ عالم کہ

اپنے باپ کے ولیعہد مشہور ہیں اور خوف عماد الملک سے آوارہ وطن ہوکر میران پور کٹھوڑہ میں نجیب الدولہ نجیب خاں افغان کے پاس رہتے ہیں بلاکر رئیس کرکے عازم دیار شرقیہ ہوں۔

پھر حضور محمد قلی خاں سے بعد پسندیدگی رائے عرائض طلب لکھی اور شاہزادہ کہ ان صوبوں کو خدا سے چاہتے تھے مع رفقا عازم الہ آباد ہوئے اور عرائض سندر سنگھ صوبہ عظیم آباد سے بذریعہ سید ہدایت علیخاں بہادر بخشی الملک نصیر الدولہ اسد جنگ کے شاہزادہ کیخدمت میں عرض تشریف آوری صوبہ عظیم آباد پہونچتے رہے اور راجہ مذکور اسباب حرب ودرستگی فوج میں سرگرمی کرکے اس خیال میں تھے کہ جب کوئی بہ قصد تسخیر صوبہ عظیم آباد آوے تو اوسکی مدد کروں اور بوجہ خصوصیت خاصہ کہ ہیبت جنگ سے تھی انتقام سراج الدولہ میر محمد جعفر خاں سے لوں اور پہلوان سنگھ کو بھی موافق کرلیا فی الحقیقت حسب اشعار صاحب سیر المتاخرین عجب شجاع تھا اور غیرت وشعور وپاس حقوق میں اپنا فرد نہ رکھتا تھا مگر افسوس کہ موت نے مہلت نہ دی اور محض از خفیف میں غریب مارا گیا۔

پھر حضور شاہزادہ نے اپنے ہمراہیان نامی میں سے سید ہدایت علیخاں بخشی الملک نصیر الدولہ اسد جنگ والد صاحب سیر المتاخرین اور منیر الدولہ رضا قلی خاں بہادر نادر جنگ کو بغرض مہیا کرنے اسباب لوازم ضروری کے دہلی چھوڑا اور مدار الدولہ اور فضل اللہ خاں ممتاز الدولہ نبیرہ اعتقاد خاں کشمیری فرخ سیری اور نوبت خاں اور بہادر علیخاں محلی خواجہ سرا کو لیکر سادات شکستہ بال سے ایک جماعت ہمراہ لیکر اولاً جانب شجاع الدولہ متوجہ ہوئے۔

منیر الدولہ سابق میں ملازم انتظام الدولہ پسر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں بعہدہ داروغہ فراش خانہ تھے اور ہدایت علی خاں نے اونکو بادشاہ تک پہونچایا تھا لہذا اسلئے فی عمرہ ممنون رہے۔

ہدایت علیخاں والد مصنف سیر المتاخرین کو شاہ عالمگیر ثانی نے بوساطت زینت محل مادر عالی گہر کے ہمراہ شاہزادہ کردیا تھا۔ شہزادہ ہر امر میں کفیل تھے؛

پہر عازم الہ آباد ہوئے۔ اور محمد قلی خاں صوبہ دار الہ آباد نے استقبال کرکے شاہزادہ کو مہمان کیا اور شجاع الدولہ کو بہی بلوا بہیجا۔ اور قصد روانگی عظیم آباد کیا۔ اور خود ہمراہ شاہزادہ ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں روانہ جانب عظیم آباد ہوئے۔ اور جب بنارس میں پہونچے تو منیر الدولہ و سید ہدایت علیخاں مع سامان ضروری آملے۔ یہ خبر جب راجہ رام نارائن کو ملی تو اوس نے بنا بر ضابطہ مسٹر امیٹ صاحب کو بہی عظیم آباد سے ظاہر کرکے اپنے اولیاء نعمت میر محمد جعفر خاں و اونکے لڑکے میرن کو بہی لکہا مگر چونکہ ہر دو حضرات بلامدد فوج انگریزی اپنی جگہ سے ہل نہ سکتے تہے اونہوں نے کرنل کلایو نایب جنگ کو اطلاع دے اونکے یہاں گو سامان حرب موجود رہتا تہا مگر بار برداری و دیگر مایحتاج سفر کے فراہمی میں دیر ہوئی اور محمد قلی خاں مع شاہزادہ عالی گہر کرم ناسہ کے کنارے سے جو سرحد عظیم آباد میں تہا پہونچ گئے۔

جب رام نارائن کو مدد نہ ملی تو عجب تذبذب اوسکو ہوا کہ اب مجہے کیا کرنا چاہیئے اور اسی حالت میں فتح باغ بیرون قلعہ میں لشکرگاہ بنایا مقصود یہ تہا کہ اگر مدد آگئی تو کہوں گا بہ قصد استقبال نکلا تہا اور اگر نہ آئے تو شاہزادہ سے موافقت کرلوں گا مسٹر امیٹ سے جب راجہ رام نارائن نے کہا تو اونکی بہی یہی رائے ہوئی کہ اگر ہماری فوج آگئی توہم بدستور یہیں رہینگے ورنہ چند منزل جانب مشرق جاکر حکم کونسل کے منتظر رہیں گے۔ اور تم بہی لطائف الحیل میں ٹالو اگر مدد آگئی تو بہتر ورنہ جو مناسب ہو کرنا۔

مسٹر امیٹ تو روانہ ہوگئے اور فوج مرشد آباد سے جب نہ آئی تو راجہ پہر قلعہ میں جاکر استحکام بروج میں مصروف ہوا۔ اور شاہزادہ کی طرف سے سفارت باقرار بقائے جان و مال و صوبہ رام نارائن کے پاس بغرض حاضری پہونچے تو چونکہ وہ مذبذب پہلے سے تہا لہذا حاضر ہوگیا۔ محمد قلی خاں نے اس مقام پر عقل کو دخل نہ دیا۔ اور پورے طور سے

اوسکو قابو میں ذکر لیا بلکہ مطلق العنان رکہا ہر چند دولتخواہوں نے سمجہایا کہ اس وقت قابو میں ہے یا تو قید کر تیجیئے یا اسی وقت قلعہ میں پہونچکر انتظام کر لیجئے مگر نہ سمجہے۔

راجہ چونکہ نام شاہزادگی وصولت صفدر جنگی سے خائف تہا لہذا حاضر تو ہو گیا مگر دربار کا رنگ اور افلاس شاہزادہ دیکہکر حاضری پر نادم ہوا۔ اور واپس ہوکر استحکام بروج قلعہ میں مصروف ہو گیا اور انتظار آمد فوج مرشد آباد میں تحفہ جات شاہزادہ کو بہیجتا رہا بلکہ جو اس طرف سے تحکم ہوتے رہے وہ بہی بجالاتا رہا تا اینکہ راجہ کو خبر کوچ میرن ولد میر محمد جعفر خاں کہ سپہ سالار و مختار سرکار بدر تہا مع فوج انگریزی و کرنل کلایو معلوم ہوئی اوسوقت سفیران شاہزادہ و محمد قلی خاں کو جواب میں کہلا بہیجا کہ میں آپ کا نوکر نہیں ہوں جو حکومت کو بجالاؤں آپ مہمان تہے خاطر کر دی اب آپ جو مناسب سمجہیں کریں۔

محمد قلی خان بمقتضائے ہر چہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار بہت غصہ ہوے اور سامان جنگ و تیاری محاصرہ شروع کر دی۔

دوسرے روز جنگ شروع ہو گئی اور رام نرائن کی طرف سے گولہ باری ہونے لگی۔ دولت خواہوں نے سمجہایا کہ پہلی تدبیر پر آپ نے عمل نہ فرمایا کہ نوبت بجنگ آ گئی اب بہی طریقہ جنگ اچہا نہیں ہے کہ ہر طرف سے سرداران لشکر نے ارادہ حصار کیا ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تمام لشکر ہر طرف سے بلا لیا جاوے اور بہ ہیئت مجموعی راہ مشہور سے بیرون شہر براہ سڑک کہ بوجہ کثرت عمارات مثل سلامت کوچہ ہے گذر کر باغ رام متصل قلعہ آکر حویلی مرید خاں میں جو برلب دریا ہے پہونچکر یکبارگی یورش کریں اور بڑی توپیں مقابل دیوار پختہ قلعہ کہ دو سو برس بلکہ زیادہ کی بنی ہوئی ہے اور کوئی پشتہ سامنے نہیں ہے لگا کر گولہ باری کریں امید کہ تمام دیوار گر کر راہ یورش نکل آوے۔ اوسوقت برق انداز مع بہادران یورش کریں امید کہ فتح نمایاں ہو جاوے۔ مگر یہ بہی نہ ہو سکا بلکہ مکاری رام نارائن بر کر اوس نے خیری زبانی شکوہ کیا کہ ناحق محاصرہ کیا ہے میں تو اونکے یہاں ہو آیا اب بہی

میں تیار ہوں اعتبار کر لیا اور سفارت نہ بھیجنے کی تدبیر ہونے لگی تا انیکہ شام ہو گئی۔ ملازمان شاہزادہ نے تمام شب حراست توپ و اسباب ہمراہی خود میں بسر کیا۔ اور لچہ ہائے بے ایمان ہر دو لشکر نے سکنہ آبادی خارج حصار پر اپنا ہاتھ صاف کیا اور اونکو خوب لوٹا۔

دوسرے روز خیمہ شاہزادہ گولے کے توپ سے علحدہ ہو کر جلا کے خشک زمین پر قائم ہوا اسیطور سے برابر جنگ ہوتی رہی مگر چونکہ بے موقع تہی لہذا کوئی نفع نہ ہوا تا انیکہ محمد قلی خاں نے برج طرف مہدی گنج پر اجتماع کر کے بیلداروں کو اوسکے کہودنے کو کہا نویں روز وہ برج گر پڑا ایک بیلدار تو بچکر نکل گیا اور تین چار اوسکے نیچے دب گئے مگر راہ یورش نکل آئی اور لشکر نے یکبارگی ہجوم کر دیا محصوریں نے بہی پائداری کی اور پتہر بڑے بڑے اور باروت کے سبوچہ فتیلہ میں آگ دیکر پہینکنے لگے اور بروج پہلے سے گولیاں مثل اولہ کے برس رہی تہیں اکثر سقف و ثلث دیوار تک پہونچے بعضے باروت سے جلے بعض گولی سے مارے گئے خلاصہ برج کے نیچے قریب دو سو بلکہ زیادہ کے مارے گئے اور کچہ نتیجہ نہوا تا انیکہ شام ہو گئی۔

اوسکی صبح کو بعض جواب سوال میں شاہزادہ و محمد قلی خاں میں رنجش ہو گئی اور محمد قلی خاں نے اپنی فوج حصار پر سے واپس لی۔ گو شاہزادہ نے اُنکے فرودگاہ پر جاکر عذر خواہی کی۔

رام نرائن کو مع حارسان قلعہ اضطراب و تزلزل عظیم تہا اور قریب تہا کہ بہاگ نکلے مگر آخر روز میں محمد قلی خاں کو خبر قرب ورود لشکر مرشد آباد۔ معلوم ہوئی اور قبل اسکے حال تصرف قلعہ الہ آباد کا بدست شجاع الدولہ کہ اوسے دست آویز کے ذریعہ سے تمام قلعہ پر متصرف ہو کر کل صوبہ پر اپنا دخل کر چکے تہے معلوم ہوکر حواس محمد قلی خاں کو کہو دیا تہا بیدست و پا ہو کر شجاع الدولہ کے پاس بامید قرابت کہ بنی عم یکدگر تہے واپسی چاہی

اور اپنا ارادہ شاہزادہ پر ظاہر کیا۔ شاہزادہ و نیز دولتخواہوں نے بہت سمجھایا کہ یہ وقت واپسی نہیں ہے پہلے بے سمجھی سے قلعہ الہ آباد گیا اب تسخیر عظیم آباد کی فکر ضروری ہے۔ مگر چونکہ بخت یاور نہ تہا اور موت مقدر ہو چکی تہی لہذا اُس نے واپسی بات کا خیال پختہ کر لیا اور صبح طبل واپسی بجوا کر راہی ملک خود ہوئے۔

قریب پھلواری پہونچے تو مسٹر لاش فرانسیسی ملا اور سمجھایا کہ آپ نے یہ کیا خیال باطل کو راہ دیا ہے۔ اس قدر محنت اوٹہائی اور یوں واپس جارہے ہیں دو روز اور توقف کیجئے اور میری کارگذاری دیکھیے۔ میں چہتر پور سے دوڑتا ہوا مع لشکر آیا ہوں بعد اس کوشش کے پہر آپ کو اختیار ہوگا کیجئے گا۔ مگر کچھ نہ سنا۔ آخر موشیر نے ملاقات شاہزادہ مناسب سمجھکر پیغام بہیجا شاہزادہ نے توقف کیا جب اُن سے ملازمت حاصل کی اور مقصود کا اظہار کیا تو شاہزادہ نے صاف کہدیا کہ اعانت محمد قلی خاں سے مصارف ضروریہ کا کام چلتا تہا اب مجھ میں مقدور زر و اسباب مقابلہ فوج مشرقی مرشد آبادی نہیں ہے لہذا جانب چہتر پور جارہا ہوں پہر جو کچھ خدا کرے۔ موشیر کا قیام ہی چونکہ چہتر پور ہی میں تہا لہذا ہمراہ رکاب ہوگیا۔ بہلوان سنگھ زمیندار نے شہزادہ کے اخراجات کے تکفل کو کہا مگر شاہزادہ و موشیر لاش نے اوسکے پیشہ زمینداری پر خیال کرکے اوس کی عرض کو قبول نہ کیا۔ اور بعد دو ات ایک خط از کلایو کو جانب شاہزادہ سے لکہا گیا جس میں وجہ معقول واپسی شاہزادہ ظاہر کی گئی تاکہ موجب بغنت شاہزادہ ہو۔

محمد قلی خاں مع شاہزادہ جب سرحد رام نگر میں پہونچے تو حسب ایماء شجاع الدولہ راجہ بلونت سنگھ و راجہ بینی بہادر نے شاہزادہ سے کہا کہ آپ سے کوئی متعرض نہیں جہاں جاہیں تشریف لیجاویں اور محمد قلی خاں کو مع فوج جانے سے روکا تا اینکہ محض بارہ آدمیوں کے ساتھ روانہ جانب لکہنؤ ہوئے اور لشکر کے لوگ مفت میں لوٹے گئے صرف زین العابدین بعزت نکل گئے۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ۔ ذکر آمد شاہزادہ مع محمد

قلی خاں۔ ذکر آمد شاہزادہ در حدود عظیم آباد۔ ذکر آشکار اشدن خدعیکہ رام نارائن با محمد قلی خاں نمود۔ تتمہ احوال محمد قلی خاں۔ ذکر احوال موشیر لاس فرانسیس۔

بہ ایمائے شجاع الدولہ لشکر محمد قلی خانکا لٹنا اور اوسکا قتل ہونا و حال زین العابدین

جب نواب شجاع الدولہ نے خبر ایسی محمد قلی خاں سنی تو مروت سے علیحدہ ہوکر راجہ بینی بہادر و راجہ بلونت سنگھ کو متعین کیا کہ دونوں ملکر محمد قلی خاں کو سرحد بنارس سے جانب الہ آباد نہ آنے دیں۔ محمد قلی خاں متصل سرائے سید راجہ پہونچے تھے کہ راجہ بینی بہادر و راجہ بلونت سنگھ مع فوج و توپ خانہ پہونچ گئے اور لشکر کو مع توپوں کے دو کوس آگے رام نگر کے لگا کر مستعد مزاحمت و ممانعت محمد قلی خاں ہوئے اور شاہزادہ و موشیر لاش کو پیغام دیا کہ ہم کو آپ سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ آپ جہاں چاہیں تشریف لیجاویں۔ شاہزادہ نے مع موشیر لاش اوس مہلکہ سے نکلنا غنیمت سمجھا اور کوچ کرتے ہوئے راہ مرزا پور خوردنے سے راہ ملک بوندیلکھنڈ بارادہ اقامت چھترپور اختیار کی۔ اور محمد قلی خاں سرائے سید راجہ سے گذر کر وہیں مع لشکر ٹھہر گئے اوس زمانہ میں اونکا لشکر ملکہ جو جانب عظیم آباد سے گذر کر تا وہ شکار زمینداران ملک بلونت سنگھ ہوتا۔ بیجنے خاں بسر زکریا خاں لشکر شاہزادہ سے علحدگی کرکے باذن راجہ بلونت سنگھ مرزا پور میں چند روز قیام کرکے شاہ جہاں آباد گئے اور محمد قلی خاں مع لشکر اسیر دام تھے اور سوال و جواب میں اوقات گذاری کرتے ہمراہیان بہادران محمد قلی خاں برابر صلاح جنگ دے رہے تھے۔ راقم عرض کرتا ہے گو فی الواقع مناسب یہی تھا کہ جو کچھ ملے بائبرو ملے مگر حواس محمد قلی خاں ایسے طور سے مختل سے تھے کہ گویا قوت جنگ انمیں مخلوق ہی نہ ہوئی تھی آخر حسب مشیت محض قرابت پر تکیہ کرکے اسیر پنجہ بلا ہوئے جسکی تفصیل یہ ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد دونوں راجہ سے پیغام کہلا بھیجا کہ ہمکو چند

رفیقوں کے ساتھ حضور شجاع الدولہ میں جانے دیں دونوں سرداروں نے باجازت نواب قبول کر کے دس بارہ سوار معدودے خواص کے ساتھ روانہ حضور نواب کیا۔

اور دوسرے دن حسب حکم قصد غارت لشکر و آمادہ ضبط اموال اُنکے ہوئے خلق کثیر انواع بلامیں مبتلا تہے مگر زین العابدین خاں کہ سردار زادہ ایران اور رفیق محمد قلی خاں تہے اور قبل رفاقت محمد قلی خاں صوبہ اودہ میں برفاقت صفدر جنگ شجاع الدولہ عزّت و حرمت سے رہکر اکثر محالات صوبہ مذکور پر حاکم رہے اور ہمیشہ رفقا و غیر رفقا سے احسانات کرتے رہے یہ حال دیکہکر دلاوران جاں باز کے ساتھ ایک مکان بوسیدہ (کنڈھل) کی دیوار پر کہ قریب خیمہ تہا چڑھ گئے اور تیر و بندوق سے مستعد جنگ ہوئے۔ جب لشکری راجہ بلونت سنگہ کے سب کو لوٹ چکے اور اونکی طرف بڑھے تو اُنکے رفیقوں نے باواز بلند کہا کہ ہم لوگ موت پر مستعد بیٹھے ہیں اور کسی ننگ و بے حرمتی کو گوارا نہیں کر سکتے۔ جب یہ خبر راجہ بلونت سنگہ کو پہونچی اور حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو عمائدین و سرداران لشکر راجہ بلونت سنگہ و راجہ بینی بہادر نے کہ پروردہ احسان خان مذکور تہے التماس کیا کہ زین العابدین خاں بپاس مرگ خود آمادہ مرگ ہو رہے ہیں اور ہم لوگ اُنکے ممنون احسان ہیں اونکی خواری و پریشانی کو ہم لوگ گوارا نہیں کر سکتے۔ اگر خیال اونکی تاراجی کا ہے تو ہم لوگ اونکی آبرو کے شریک ہیں راجہ بلونت سنگہ نے اپنے رسالہ داروں کی یہہ حالت دیکہکر حکم دیا کہ اونکو عزت و آبرو سے حاضر کریں۔ زین العابدین خاں نے خواری حاضری راجہ بلونت سنگہ کے پاس گوارا نہ کی اوس روز تو لشکر میں رہے مگر صبح ہی کو روانہ بنارس ہوئے۔

راجہ بلونت سنگہ تمامی اسباب حشمت و لوازم امارت محمد قلی خاں و اونکے سرداران لشکر کا لوٹ کر خود قبضہ میں لائے اور تہوڑا سا اوس میں سے جمع کر کے سپرد کار گذاران راجہ بینی بہادر کیا اور لطف تازہ یہ کہ اپنی دانشمندی سے راضی نامہ اور رسید بہی لے لیا۔

یہہ واقعہ شروع ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں ہوا۔
محمد قلی خاں حضور نواب شجاع الدولہ میں پہونچکر اوسی روز مقید ہو گئے اور تمام عمر مقید رہے تا انیکہ انتقال کیا۔

بلوغت نامہ خیر الدین حسین

چونکہ شاہزادہ عالی گہر نے دوسری مرتبہ حملہ بنگالہ پر بمدد دلیر خاں وغیرہ کیا ہے اور میر قاسم خاں عالیجاہ سے جو کہ بعد معزولی محمد جعفر خاں تخت نشین ہوئے۔ صلح کی ہے اور پھر ابعد مغلوبی مرہٹہ حسب طلب شجاع الدولہ بنارس میں آکر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ لہذا بنا بر ربط حالات ورود بار ثانی شاہزادہ بنگالہ میں پھر تخت نشینی میر قاسم خاں اور صلح بادشاہ مذکور ہو رہی ہے تاکہ ربط مضامین میں سہولت ناظرین کو معلوم ہو۔

ورود بار ثانی شاہزادہ در بنگالہ

جب شاہزادہ بوجہ سفاہت محمد قلی خاں واپس ہوئے اور میرن مع کرنل کلایو عظیم آباد میں پہونچے اور بعد انتظامات مناسب واپس جانا چاہا تو اصالت خاں و دلیر خاں و دیگر پسران عمر خاں کہ ہمیشہ سے ابتدائے عروج مہابت جنگ سے ناصر و معین میر محمد جعفر خاں رہے اور اسیوجہ سے سراج الدولہ اُنسے بدگمان ہوئے اور اونکی زندگی میں پریشان و بے تنخواہ رہے اور واقعی نہایت بہادر تہے اور کسی طرح سے بدخواہ محمد جعفر خاں و میرن نہ تہے مگر ان دونوں کو ان سے دلجمعی نہ تہی گو خوف سطوت و شجاعت سے اُنکے خائف ہی رہتے مگر کوئی سلوک روپیہ کا نکرتے۔ جب خبر آمد شاہزادہ سنی تہی تو کچھہ مدارا ظاہر میں کر کے اپنے ہمراہ عظیم آباد لے گئے تہے اور برا میرن نے نصیحت کی تہی کہ بعدول جمعی انکو اپنے پاس سے بطریقہ مناسب علحدہ کر دینا مگر اسطور سے کہ اُنکو خبر ہو ورنہ تم کو قتل کریں گے میرن نے اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کیا اور جب تک عظیم آباد میں رہے اونکی تنخواہ بنام نجابت

سے دلوا دینے کی بات کہاتا انیکہ جب واپسی مرشد آباد کا قصد کیا تو پہرہ دروازوں پر بٹھا کر مانع آمد اصالت خاں و دلیر خاں وغیرہ ہوئے اور خود کشتی پر سوار ہوکر مرشد آباد روانہ ہوگئے اور دو تین منزل جاکر راہ خشکی کی اختیار کی۔

دلیر خاں وغیرہ عاجز وحیران رہ گئے اور رام نارائن نے عذر بے تقصیری اپنا درباب تنخواہ ظاہر کیا وہ لوگ مع رفقا جانب ٹکاری چلے گئے اور فتح سنگھ و بنیاد سنگھ و دیگر اولاد واقارب راجہ سندر سنگھ نے اونکا آنا غنیمت سمجھا اور اونکے حسب لیاقت مصارف روزانہ مقرر کردیا۔

دلیر خاں وغیرہ نے عرضیاں شاہزادہ کو بھیجکر بلوایا اور کامگار خاں نے مع فوج خود آگے بڑھنے کا قصد کیا۔ رام نارائن نے خبر آمد آمد شاہزادہ سنکر فوج ملازم رکھنا شروع کیا اور پہلوان سنگھ و دوسرے زمینداروں کو متفق کیا۔ ورحیم خاں روہیلہ قدیم ملازم مہابت جنگ حسب حکم میر محمد جعفر خاں مرشد آباد سے بمدد رام نارائن پہونچے تا انیکہ بارہ ہزار سوار و پیادہ مع توپ وجزائر جمع ہوگئے۔ اور فوج انگریزی بسرداری کپتان کارن وچند سرداران دیگر وچند سے سارجنان و سولداران و پیادہائے تلنگہ کہ ایک ہزار کئی سو تھے مجتمع ہوگئے۔

شاہزادہ کرم ناسہ کی ندی پر سے کہ سرحد صوبہ عظیم آباد ہے گذر کر چند کوس آگے گئے تھے کہ خبر مارے جانے اپنے باپ عالمگیر ثانی کی کہ دلی میں تھے سُنی کہ عماد الملک نے مہدی علی خاں کشمیری برادر قلیچاں کے ذریعہ سے عالمگیر کو یہہ دہوکا دیا کہ ایک فقیر کو تلہ میں آکر ٹہرے ہیں اونکی

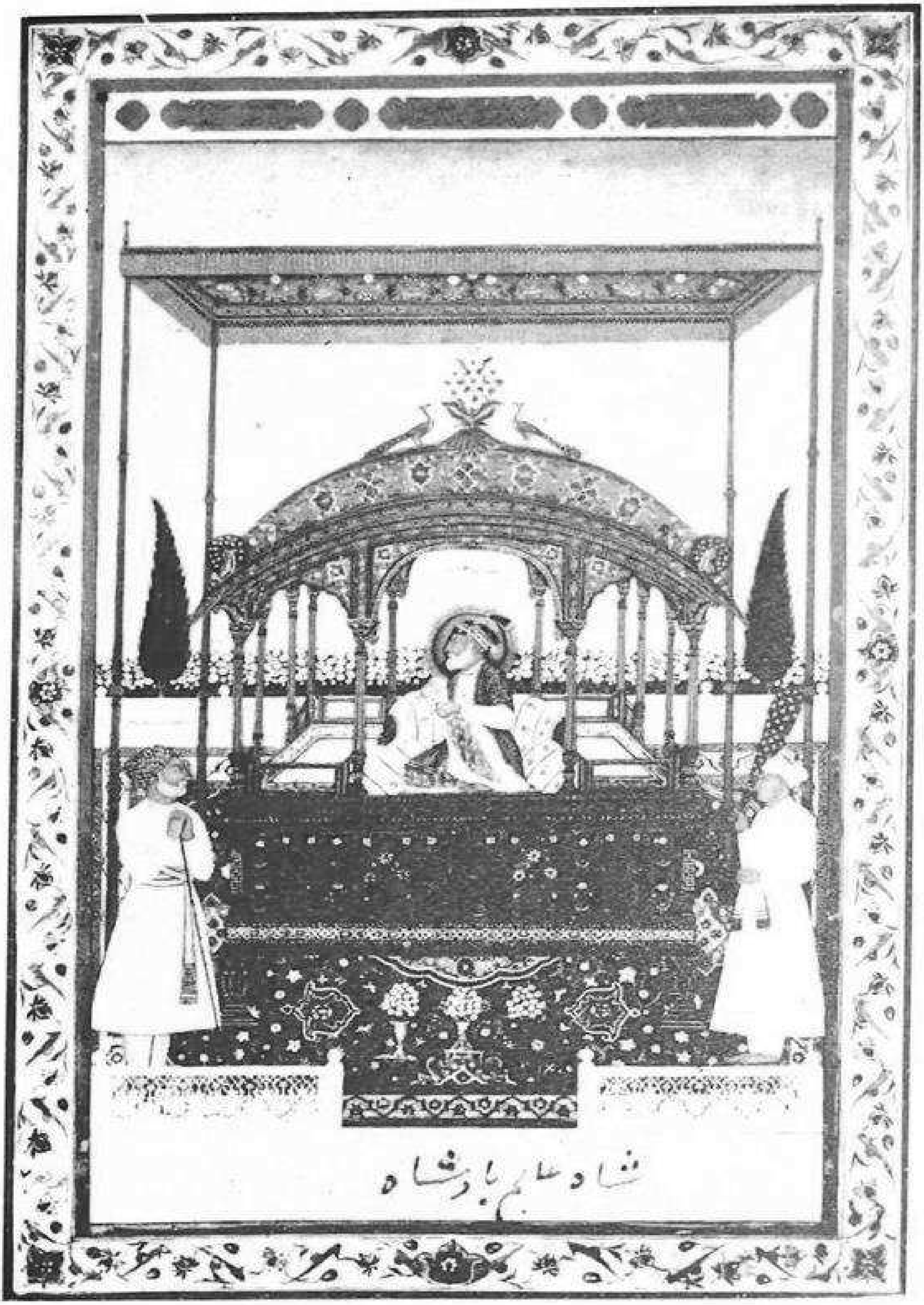
شاه عالم بادشاه

زیارت کرنا چاہیے۔ بہمراہ مرزا بابر داماد و برادر زادہ خود چلے اور اوس حجرہ میں جب پہونچے تو مہدی علی خاں نے تلوار جو ہاتھ میں تھی لے لی اور باہر سے زنجیر بند کرلی اور چند نفر تورانی نے کہ موجودہ حجرہ تھے کام بادشاہ تمام کیا اور لاش باہر حجرہ جانب دریا کہ خشک تھا پھینکدی۔ مرزا بابر نے تلوار کھینچکر دو ایک شخصوں کو قتل کیا مگر مہدی علی خاں کے آدمیوں سے مقید ہوگئے اور سلیم گڈھ مسکن سلاطین مقید میں بہونچا دیا۔ اور محی السنتہ پسر کام بخش پسر اورنگ زیب کو لقب شاہجہانی دیکر مسند پر بٹھایا۔ جب یہ خبر شاہ عالم نے سنی تو حسب رائے مشیران خود یعنے ہدایت علیخاں ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں مقام کنٹھولی میں تخت پر جلوس فرمایا اور شاہ عالم بہادر بادشاہ سے ملقب ہوئے اور منیرالدولہ کو ذریعہ سفارت احمد شاہ ابدالی کے پاس بغرض امداد روانہ کیا اور قلمدان وزارت بنام شجاع الدولہ منتخب کیا گیا اور خلعت امیرالامرائی جو کہ بخشی گری ہے نجیب الدولہ کو دی گئی۔ اور منتظر مدد خدا ہوئے۔ کامگار مبین پانچ چھ ہزار سوار سے حاضر ہوئے اور دلیر خاں و اصالت خاں قریب ہزار شخص سوار و پیادہ کے آملے اور کامگار خاں نے تمام اخراجات شاہی کا ذمہ لیا اور زمینداران سے جسطور سے ملتا حاضر کرتا کامگار خاں کی یہ رای ہوئی کہ میرن کے آتے اور لشکر جمع ہونے کے قبل رام نارائن سے لڑنا چاہیے شاہزادہ کو یہ رائے پسند آئی رام نرائن مع فوج دریائے دہوا کے کنارہ پر تھے کہ شاہ عالم مع دلیر خاں و اصالت خاں و کامگار خاں پہونچے اور لڑائی پر دونوں لشکر تل گئی۔

رام نارائن کی طرف سے رحم خان و احمد خاں قریشی و مراد خاں پسر بہرام خاں بلوچ باتفاق مرلی دہر مقدمۃ الجیش ہوئے اور پہلوان سنگھ مع جماعت بہوجپوریہ اور جماعت انگریز مع کپتان کاکرن و سرداران انگریزی قریب رام نارائن کھڑی ہوئی۔

بادشاہ کی طرف سے بھی فوج دو دستہ تھی ایک بسرداری کامگار خاں اور دوسری

بہ سرداری دلیر خاں و اصالت خاں تہی اور بادشاہ قلب لشکر میں تہے۔ پہلا حملہ دلیر خاں و اصالت خاں نے کیا جس سے تزلزل لشکر رام نارائن میں پڑ گیا اور یہہ بہادر مع ہمراہیان کے کہ تین سو تہے برابر گولی کی باڑہ اور نیزہ سینے پر کہاتے ہوئے گہس پڑے تا اینکہ بڑی جنگ کے بعد کہ گولے مثل مینہہ برس رہے تہے۔ دلیر خاں کی بائیں کنپٹی یعنے شقیقہ چپ میں گولی لگی اور اصالت خاں کے سینہ پر نیزہ لگا اور دونوں شہید ہو گئے۔ مگر حملہ مردانہ دلیر خاں سے فوج مخالف خالی ہو گئی اور بندوق کی گولیاں برسنی بند ہو گئیں بلکہ بعض سرداران لشکر رام نارائن مقید ہو گئے۔ منجملہ اونکے رحیم خاں و غلام شاہ مدار الدولہ کے پاس مقید ہوئے اور مرلیدہر کو کامگار کے رفیقوں نے قید کیا اور احمد خاں قریشی و مراد خاں بلوچ بہاگ نکلے۔ کامگار خاں نے فوج کو خالی و شلک بندوق کو موقوف پاکر رام نارائن پر حملہ کیا اور ضرب نیزہ و تیر سے اوسکو زخمی کیا وہ اپنی ہاتہی کے ہودہ میں لیٹ گیا۔ اور بدحواس ہو کر میدان سے بہاگا۔ میر عبداللہ بہی زخمی ہوئے

بادشاہ نے مع کامگار خان شادیانہ فتح بجوایا بعد فتح خبر شہادت دلیر خاں و اصالت خاں معلوم ہوئی اور بیک چشم ہو کر مرلیدہر کا قید ہونا اور رحیم خاں کا گرفتار ہونا معلوم ہوا۔ دلیر خاں و اصالت خاں کی قبر سر راہ درمیان فتوحہ و بیکونٹہ پور میں بنائی گئی اور باقی لوگ یکجا دفن ہوئے بادشاہ نے تعاقب لشکر گریختہ نہ کیا اور قلعہ کے لینے کی فکر کی ورنہ اوسوقت قلعہ بالکل خالی تہا رام نارائن مقید ہو جاتا اور قلعہ خالی ہو جاتا مگر مقدرات میں دوسری خرابیاں تہیں لہذا خیال نہ آیا عرضیان رام نارائن پر میرن روانہ ہو گئے تہے جب نزدیک آنکی خبر معلوم ہوئی تو کامگار خاں جانب مشرق بڑہے اور دوبارہ لڑائی ہونے لگی یعنی جانب بادشاہ بجاے دلیر خاں کامگار خاں تہے اور قادر داد خاں و غلام شاہ ہراول تہے اور بادشاہ قلب میں تہے۔ میرن کی طرف سے فوج انگریزی علیحدہ ایک جانب تہی اور میرن مع فوج خود علیحدہ تہی۔ قادر داد خاں نے فوج انگریزی کو ایک طرف چہوڑ کر فوج میرن پر حملہ کیا میرن اول حملہ میں بہاگ نکلی

اور بہت دور تک بہاگے۔ نامردوں نے اپنے آقا کے بہاگنے کا حیلہ کیا اور جوانمردوں نے غیرت میں آنکو واپسی کو کہا مگر چونکہ فوج انگریزی کے بندوقیں چل رہی تہیں۔ لہذا لوگوں کے کہنے سننے سے پہر میرن واپس ہوئے۔ قادر داد خاں نے پہر تیروں کا مینہ برسایا جس سے اول مرتبہ محمد امین خاں خالوے حقیقی میرن مارے گئے اور ایک تیر کلہ میرن میں لگا کہ دانتوں کی جڑ تک پہونچا اور ایک حلق میرن میں لگا مگر کاری نتہا لہذا زخمی ہوکر رہگئی قریب تہا کہ دوبارہ بہاگیں کہ اسی اثنا میں انگریزی فوج پہلوے قادر داد خاں سے نمایاں ہوئے اور بندوق کی گولی برسانے سے قادر داد خاں مارے گئے تاآنکہ غلام شاہ و عزیز اللہ خاں بخشی شاگرد پیشہ بادشاہ زخمی ہوکر مقید ہوگئے۔ اور کامگار خاں کہ مدد قادر داد خاں کو پہونچے تہے اپنی فوج کی کمی اور انگریزی فوج کی شلک باری دیکہکر واپس آئے اور مع بادشاہ جانب بہار چلے گئے تو میرن کو اس طور سے فتح نصیب ہوئی۔

بادشاہ نے بہار میں دو چار روز رہکر قصد کیا کہ مقام بیربہوم و بردوان سے مرشدآباد پر حملہ کرکے میر محمد جعفر خاں کو نکالدیں۔ میرن نے خبر پاکر اپنے باپ کو اطلاع دی اوس نے گہبراکر فوج جمع کیا اور فوج انگریزی مدد کو بلوایا۔ اور اوہنیں کی حراست میں جنگ و نیز حالت قیام میں خیمہ میں رہتے۔ اور میر قاسم خاں اپنے داماد کو جو فوجدار رنگپور تہے مدد کو بلوا بہیجا اونہوں نے دریائے دمودر پر خیمہ نصب کیا تہا کہ کامگار خاں نے خبر سنکر ۱۲ کوس سے اوس پر حملہ کیا مگر میر قاسم خاں خبر پاکر پہلے ہی روانہ ہوگئے۔ جانب بادشاہ شیو بہٹ و بابو خاں مرہٹہ و راجہ بشن پور آکر ملے۔ گو مدد بادشاہ کو پہونچے تہے مگر بمقابلہ لشکر میر جعفر خاں تعداد بہت کم تہی۔ لہذا عظیم آباد کی طرف واپس ہوئے۔

بادشاہ نے جبکہ بردوان میں تہے موشیر لاش کو چہترپور سے بلوایا تہا جب موشیر لاش چہترپور سے مقام عظیم آباد پہونچے تو رام نارائن بلکہ صاحبان کوٹہی کو سخت تردد ہوا کیونکہ بادشاہ سے شکست پاجانے اور فوج جانب مرشدآباد جانے سے قلعہ عظیم آباد خالی تہا

مگر چونکہ موشیرلاش کو یہہ واقعہ معلوم نہ تہا۔ لہذا اونہوں نے قصد حصار کا نہ کیا ورنہ بلا زحمت حصار عظیم آباد ملک کمال درجہ کے نام آوری کا سبب ہوتا تاہم اہل شہر و صاحبان کوٹہی و رام نارائن کو اطمینان نہ تہا تا وقتیکہ موشیرلاش چند منزل آگے تلسی منڈوی سے جانب بہار نہیں چلے گئے اور جا کر بادشاہ سے کہ جانب بردوان سے آرہے تہے نہیں ملے اسی اثنا میں عرضیاں خادم حسین خاں حاکم پورنیہ کی بادشاہ کے پاس بغرض مدد ہو بجیں مگر اونہوں نے بہی آنے میں دیر کی ورنہ فتح عظیم آباد نہایت آسانی سے ہوتا اور قوت بادشاہ بڑہ جاتی مگر ہونیوالی بات ہو کر رہتی ہے بعد کو خادم حسین خاں آئے تو کچہ نفع نہوا۔

جب خبر آمد بادشاہ دوبارہ رام نارائن کو بغرض تسخیر قلعہ معلوم ہوئی تو بوجہ قلت فوج نہایت پریشان تہے اور بار بار عرایض مرشدآباد میں بطلب فوج لکہتے اور کچہ مرمت قلعہ کرتے اور تہوڑی فوج جمع کرتے۔ کوٹہی انگریزی میں جو کہ ماتحتی مسٹر امیسٹ تہی فوج بہت کم ملکہ نہی تا انیکہ مسٹر موصوف نے ہر طرف سے جمع کر کے تین کمپنی جمع کرلی۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے مع کامگار خاں قلعہ کا محاصرہ کیا۔ راؤ شتابرائے بوجہ انفعال ہزیمت سابق باوجودیکہ ناظم بہی اوس میں شریک تہے مگر بمقتضاے غیرت ذاتی اس مرتبہ دفع خصم میں زیادہ کوشش کی تہی اور رات رات بہر مورچال قلعہ پر رہتے۔

یورش بادشاہ مع کامگار خاں طرف شرقی قلعہ پر اور مورچال کامگار خاں دیوار پختہ قلعہ پر تہا پانچ چہہ روز محاصرہ کو ہوئے تہے کہ موشیرلاش مع ہمراہیان بذریعہ زینہ قلعہ پر آگئے۔ مگر ڈاکٹر فلرتن اور بعض کپتانوں کی کوشش سے کہ اوسی طرف تہے اور راؤ شتابراے کی مستعدی سے کہ آملے تہے واپس ہوئے۔ دو روز کے بعد پھر موشیرلاش نے طرف غربی پر توپ افگنی کر کے تزلزل عظیم کر دیا۔ اور طرف شرقی سے زین العابدین خاں جن کا ذکر احوال لشکر محمد قلی خاں میں گذرا۔ بذریعہ زینہ بالاے حصار پہونچے مگر جب تک زینہ باہر سے کہینچکر اندر لگا دیں اور قلعہ میں اوتریں کہ پلوج جونپوری و ڈاکٹر فلرتن مع چند تلنگان پہونچے

اور گولی برسنے لگی۔ اتفاقاً گولی سے ہڈی میر زین العابدین کی ٹوٹ گئی اور اُنکے ہمراہی اُنکو چھپے
واپس لے گئے۔ گو بوجہ دیکھہ لینے راؤ کے امید تہی کہ قلعہ جلد فتح ہو جاوے۔ اور رام نارائن
کو بہی یاس ہو چکی تہی مگر معلوم ہوا کہ کپتان نکس مع چار کمپنی تلنگہ و ایک کمپنی سولڈر ولایتی اُنیس
منزل کو تیرہ دن میں طے کر کے براہ کشتی پہونچے اور باعث قوت رام نراین ہوئے اور انہوں نے
بعد آرام پانے کے ایک روز کامگار خاں کے لشکر پر عین غفلت میں حملہ کیا جسکی وجہ سے
کامگار خاں خیمہ سے ننگی سر نکل پڑے اور بہزار وقت قید سے نکلے۔ پہر اپنا و بادشاہ کا
خیمہ بیرون آبادی بخوف شبخون رکہا۔

بعد چند روز اپنا قیام نواح شہر میں مناسب نہ سمجھکر گیا مان پور کی طرف چلے گئے۔ اور
بندوبست پرگنہ و تحصیل زر میں مصروف رہے۔ بادشاہ کو اپنے قبضہ میں مجبور کر رکہا تہا
اور چونکہ بادشاہ کو کسی طرف سے اطمینان نتہا لہذا مجبوراً راضی تہے تا اینکہ بادشاہ ہدایت علیخاں
پدر غلام حسین خاں مولف سیرۃ المتاخرین کو قبل ازیں اپنی جاگیر پر چلے گئے تہے مگر بسبب رشتہ الفت کہ بلوایا
اور وہ حسین آباد سے مع اپنے مجھلے لڑکے نقی علی خاں کی لشکر بادشاہ میں پہونچکر مورد الطاف
شاہی ہوئے اور دستار سر بستہ و چار ملبوس خاص کا خلعت پاکر مدار المہام سرکار بادشاہی
و نائب دستخط ہوئے۔ کامگار خاں اُنکے عزا کو حاضر ہوئے اور موشیر لاش بہی اونکی ملاقات
کو آئے۔ بادشاہ مع کامگار خاں و موشیر لاش مع فوج کے راجہ سندر سنگہ و بہرت سنگ
وغیرہ کے ملک نواح ٹکاری میں ہمیشہ بسر کرتے رہے اور انتظار وصول حکم شاہ ابدالی دربار
خود میں کہ تمام امرا دارکان ہند ہو۔ ایام گذاری کر رہے تہے۔

اسی اثنا میں خادم حسین خاں حاکم پورنیہ کہ ہمیشہ میرن سے غیر مطمئن رہتے اور فکر اخراج میر محمد جعفر
خاں میں اُنکے ممالک محروسہ سے رہا کرتے اور ملک پورنیہ کو جیسا کہ چاہیے غارت کر کے
اور روپیہ تمام رعایا و عموم برایا سے جس طور سے ہو سکا ہمراہ فوج چیدہ کہ مدت سے جمع
کر رکہا تہا مع پانچ چھہ ہزار سوار و سات آٹھہ ہزار پیادہ بندوقچی و چالیس ضرب توپ خورد

وکلاں سے عازم عظیم آباد جانب شمالی دریا سے ہو کر بورح حاجی پور میں کہ مقابل عظیم آباد ہے آپہونچے۔ مگر افسوس کہ نا وقت پہونچے۔ اگر یہی خادم حسین خاں قبل رسید کپتان نکس کے عظیم آباد میں جبکہ بادشاہ نے محاصرہ کر لیا تہا۔ اور شہر میں فوج انگریزی وہندوستانی بہت کم تہے۔ پہونچتے تو عجب نام خادم حسین خاں ہوتا اور کمال تقویت وشوکت بادشاہ کو میسّر ہوئی مگر ہر امر کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اوس سے تجاوز کرنا ناممکن ہے۔

خادم حسین خاں جب حاجی پور میں آئے تو رام نارائن مع کل اعیان بمدد کپتان نکس بصلاح مسٹر امیسٹ بغرض مقابلہ چلے جانب رام نارائن سے شیخ حمید الدین وصاحبداد خاں وغیرہ جمعدار تہے اور کپتان نکس مع تین چار کمپنی تلنگہ وایک کمپنی سولڈر ولایتی کہ محض پانسو آدمی تہے ودو ضرب توپ مع گولہ وباروت تہے اور شتابرائے مع دو سو سوار پیادہ کے تہے کپتان نے جب خبر ورود لشکر خادم حسین خاں جہہ سات کوس پر سنی تو بوجہ قلت فوج خود وبرہمی انتظام فوج خادم حسین خاں پر شبخوں مارنا چاہا مگر راہ بہول جانے سے رات کم رہ گئی تا اینکہ واپس آئے۔

صبح ہوتے ہی لشکر خادم حسین خاں پہونچ گیا۔ پہلے خادم حسین خاں نے بہیر وبنگاہ کپتان کو غارت کیا اور آنے جانے والوں کو کہ عظیم آباد سے آرہے تہے مجروح ومقتول کیا لوگوں نے خبر پاکر گریز اختیار کیا پہر چند دستہ کرکے ہر طرف سے ہجوم لشکر کپتان پر کیا تو بیں دونوں طرف سے چلنے لگیں دوپہر تک معرکہ نبرد گرم رہا۔ بعد دوپہر میر افضل بخشی نے حسب حکم خادم حسین خاں گولہ افگنی موقوف کرکے گہوڑوں کی باگیں جانب فوج کرکے نزدیک فوج کپتان پہونچے اوس وقت گولہ باری تو بند ہوگئی اور کچہ لشکر کپتان بہاگا مگر آخر میں غلبہ کپتان کو ہوا اور خادم حسین خاں باوجود کثرت فوج شکست کہا کر جانب بتیا چلے گئے۔ اس جنگ میں شتابرائے نے کارہائے نمایاں دکہلائے جس سے اُنکی وقعت قلوب حکام انگریزیں بڑھ گئے۔

اسی اثنامیں خبر آمد آمد میرن مع فوج انگریزی بسرداری کرنل کلایو سیف جنگ مشہور ہوئی

کیونکہ جب خبر ورود خادم حسین خاں حدود عظیم آباد میں بذریعہ عرائض رام نارائن دخطوط مسٹر امیٹ بنام رؤسار قوم پہونچے تہے تو میرن حسب حکم پدر خود میر محمد جعفر خاں ہمراہ فوج انگریزی جو کہ بسرداری کرنل کلایو سیف جنگ تہے روانہ ہوگئے تہے اور۔ آخر گرمی میں قریب عظیم آباد پہونچے۔ اور شروع عشرہ اول ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں عبور دریا کرکے عظیم آباد پہونچے۔ اوس زمانہ میں بادشاہ ایک طرف دریا کے تہے۔ اور خادم حسین خاں اوسی زمانہ میں دریا کے اوس پار تہے گو ظاہر میں بلند پروازی بہت کرتے تہے مگر باطن میں نہایت خائف تہے کیونکہ فوج قلیل کپتان نکس سے جب عہدہ برآ نہ ہوسکے تو میرن سے لڑنا خصوصاً جبکہ اسقدر انگریزی فوج زیادہ ہمراہ تہے زیادہ اونکی طاقت سے تہا لہذا نکل جانے کی فکر ہی تہی۔ چونکہ گنڈک ندی کہ جانب کوہستان شمالی سے آئے اور غربی حاجی پور میں گنگا سے مل گئی ہے سدّراہ تہی لہذا کشتی وغیرہ کے سامان میں تہے تاکہ سامان فوج اوتر سکے۔ تا اینکہ میرن نے چند کوچ متواتر کرکے لشکر خادم حسین خاں سے نزدیکی حاصل کرلی۔ مگر میرن کو بہی چونکہ دو تیر جنگ بادشاہ میں لگی تہی لہذا خوف جنگ شاہ سے جو کہ مددگار خادم حسین خاں تہے حفظ جان کی فکر تہی اسوجہ سے فوج انگریزی کو بہی تعاقب خادم حسین خاں میں ممانعت کرتے خادم حسین خاں نے اپنا خیمہ روانہ کرکے خود مقابلہ کیا جب مقابلہ ہر دو لشکر ہوگیا تو چند ضرب توپ طرفین سے چہوٹی تہی کہ خادم حسین خاں نے میدان سے منہ پہیر دیا اور جس صحرا میں جانے کا قصد تہا راہی ہوئے۔ میرن نے اون کا تعاقب کیا تا اینکہ اسی حالت سے چند کوس قلعہ بتیا سے آگے جاکر منزل کیا۔ اور خادم حسین خاں چند کوس آگے تہے مگر دریا کے آگے آجانے سے اونکو سخت تحیر تہا کہ آگے دریا اور پیچہے دشمن تعاقب کئے ہوئے ہے خود خادم حسین خاں تمام شب راہی پر رہے اور ہمراہیوں نے گہوڑوں پر تمام رات گذاری باایں ہمہ صبح کا خوف کہ کل کیا پیش آوے کیونکہ میرن ضرور حملہ کرینگے نہ اُنکے مقابلہ کی طاقت نہ آگے بہاگنے کا موقع ہے۔

مگر خدا کی شان کہ اعمال بد و ظلم میرن جو کہ اپنے اعزا پر کرتا رہتا اُنکے مکافات کا وقت آگیا

چنانچہ روز روانگی از مرشد آباد اوس نے چند شخصوں کو گرفتاری دختران مہابت جنگ کے واسطے کہ بے قصور تھیں بھیجا تھا۔ اور اُسکے قبل اوسکا شیوہ تھا کہ جس کی طرف سے فی الجملہ تشویش ہوئی۔ اوسکو مروا ڈالتا۔ چنانچہ خواجہ ہادی خان و میر محمد کاظم خاں داونکے والد و شیخ عبدالوہاب کے مار ڈالنے کے بعد اکثر لونڈیاں محل کو مروا ڈالا اور کہتا کہ جس شخص کیطرف سے بدگمانی ہو اوسکو تلوار کے گھاٹ اوتار دینا چاہیے۔ اور اسی قاعدہ سے گھسیٹی بیگم و آمنہ بیگم سے باوجودیکہ پروردہ نمک و نعمت اونکا تھا بعد ترقی معارج جاہ و جلال بدگمان ہوا اور اپنے فرستادہ جہانگیر نگر بھیجا اور وہاں کے حاکم جسارت خاں کو اونکی روانگی کو لکھا وہ مرد نیک تھا جواب دیا کہ حکومت آپ دوسرے کو دیں اور مجھے اس کام سے معاف رکھیں۔ بہرطور فرستادہ میرن جہانگیر نگر پہونچے اور بحیلہ اُن ضعیفہ کو بذریعہ کشتی لیکر چلے اور راہ میں ایک مقام پر اوتار کر غسل و تبدیل لباس کو کہا اور اپنا ارادہ قتل کا ظاہر کیا گھسیٹی بیگم کو تو عجب اضطراب لاحق ہوا مگر چھوٹی بہن آمنہ بیگم نے تسلی دی اور کہا آخر ایک روز مرنا ہی ہے۔ ہم لوگ اپنے مظالم میرن پر چھوڑ کر مرتے ہیں اس سے بہتر کیا ہے پھر بعد غسل پاک کپڑے پہنے اور خاک سید الشہدا سے بطور حنوط لگا کر توبہ کر کے کہا۔ پروردگارا ہماری گناہ معاف کر اور آج کی رات برق کو میرن پر گرا۔

بروایتے اوسی شب کو بجلی میرن پر گری اور اوسیدن بلکہ اوسی ساعت یعنی ۱۹ ذیقعدہ روز پنجشنبہ کو میرن راہی ملک عدم ہو گئے۔ اور اونکی لاش بعد شکم چاک کرنے کے راج محل بھیجی گئی۔

راجہ راج بلبھ بنگالی کہ سابق میں دیوان شہامت جنگ تھے اور اوسوقت بھی دیوان میرن تھے رئیس لشکر میرن ہوئے اور رام نارائن خود نائب عظیم آباد تھے اور اپنے بھائی کو ہمراہ لشکر میرن مع فوج کیا تھا اُنکے بھائی واپس ہو کر عظیم آباد میں اپنے بھائی سے ملے۔ اور بوجہ خوف بادشاہ فوج بدستور متعین صوبہ عظیم آباد رہے بادشاہ کامگار خاں کے ساتھ مجبور تھے

اور چونکہ اخراجات دانہ و علف چوپایہ کی ضرورت تھی اور اوس وقت تک تسلط کافی نہ تھا لہذا مثل غارتگروں کے بسر ہوتی اور ایک جا پر تمام اخراجات نہ ملتے لہذا بنظر سیر و تفریح گشت ہوتا رہتا اور چونکہ کامگار خاں کو راجہ بنیاد سنگھ برادر زادہ راجہ سمندر سنگھ سے چشمک تھی اور بہ سبب تسلط کامگار خاں و عار رجوع بہم چشم خود حاضر بادشاہ نہ ہوتے۔ لہذا اسی حیلہ سے اونکا علاقہ تباہ ہوتا تا اینکہ ایک روز بایمار کامگار خاں راجہ بنیاد سنگھ کہیں جا رہے تھے عین راہ میں مقید ہو گئے۔ اونھوں نے اپنے مخلصی بذریعہ ہدایت علیخاں بوعدہ نصرت و ادائے اخراجات شاہی چاہی بادشاہ نے منظور فرما کر حکم رہائی دیا۔ مگر یہ بات کامگار خاں کو بُری معلوم ہوئی تا اینکہ حاضری دربار کیوقت پھر مقید کر لیا ہدایت علی خاں کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ بادشاہ نے سمجھانا چاہا مگر وہ بخیال ناچاقی کامگار خاں لشکر میں رہنا پسند نہ کر کے اپنی جاگیر پر گئے۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ذکر برگشتن میرن بر شدآباد و ذکر جنگ رام نرائن و بادشاہ تا ذکر غرق دختران مہابت جنگ و برق بر میرن۔

ذکر مخالفت باخود ہا درمیان صاحبان انگریز و تخت نشینی میر قاسم خاں عالیجاہ

کرنل کلایو ثابت جنگ کوٹھی کلکتہ میں رئیس کل فوج و کوٹھی تھے جب اونھوں نے قصد ولایت کیا تو مسٹر امیسٹ بڑے صاحب کوٹھی عظیم آباد کو کہ باعتبار درجہ نوکری و ملازمت سابقہ مستحق سرداری فوج و کوٹھی کلکتہ تھے لائق ریاست کل نہ جانا بلکہ شمس الدولہ ہنری ونسٹرٹ کو کہ بڑے صاحب کوٹھی مدراس تھے اس کام کے واسطے منتخب کیا اور وجہ یہ تھی کہ پہلے محض کوٹھی کلکتہ و فوج کا کام تھا اور اب ہر سہ صوبہ عظیم آباد و اوڑیسہ و بنگالہ کا کام بعروج بڑھ گیا

لہذا مسٹر امیٹ اس قابل نہ سمجھے گئے اور شمس الدولہ ہنری وانسٹرٹ قابل سمجھے گئے اور اس تجویز کو کونسل کے لوگوں نے بھی پسند کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ تا آمد شمس الدولہ کے مسٹر ہلیل کام کریں اور اونکے آجانے پر چارج دیدیں۔ مسٹر امیٹ کو بہت ناگوار ہوا پہلے تو عظیم آباد سے بذریعہ مراسلات لکھتے رہے آخر کو بعد روانگی ثابت جنگ جانب ولایت و قائم مقامی مسٹر ہلیل کے زمانہ میں کوٹھی عظیم آباد کا کام اپنے چھوٹے صاحب وغیرہ کو دیکر راہی کلکتہ ہوئے اور بعد چند روز کرنل سیف جنگ سردار فوج بھی عظیم آباد سے چلے گئے اور چونکہ اونسے فوجی خدمت میں کوئی تقصیر ہوئی تھی لہذا موقوف ہوئی اور اونکی جگہ پر میجر کرنک صاحب مقرر ہوئے۔

میر محمد جعفر خاں کو بعد موت میرن حواس نہ تہا اور کاروبار ملک و فوج معطل ہو کر خلل کلی تمام امور میں ظاہر ہوا اُنکے داماد میر قاسم خان بن سید عریض خاں بن امتیاز خاں کہ جن کا فن شعر میں تخلص خالص تہا اور ایران زادے تھے اور زمانہ سابق میں دیوان بادشاہی عظیم آباد رہکر اپنے پوتے میر قاسم خاں کی شادی میر محمد جعفر خاں کے بیٹے سے کی تہی اگرچہ میر جعفر خاں سسر اور داماد میں صحبت ناچاقی سے گذرتی اور میرن اپنی جبلت سے اُس میں اور بہی افزائش کرتے رہتے اس وجہ سے میر جعفر خاں داماد سے خوش نہ رہتے تاہم بمقتضائے مدارا خدمت پورنیہ علاوہ خدمت سارنگ پور افزائش اُرکے سوال و جواب صاحبان انگریز کے واسطے کلکتہ میں بہیجا۔ چونکہ اب خاندان میں دوسرا قابل مثل قاسم خاں نہ رہ گیا تہا اور جس کام کو گئے تہے بمقتضائے قابلیت اپنی محبت قلوب صاحبان انگریز میں مستقر کرلی تہی اور وہ کام بہی ہو گیا تہا لہذا جعفر خاں اُنسے راضی ہوئے اور پہر کئی مرتبہ اُنکو کلکتہ بہیجا۔ اسی اثنا میں فوج نے کہ مدت سے تنخواہ نہ پائی تہی تقاضا تنخواہ کیا اور میر قاسم خاں نے اپنے ذمہ لیکر اونکو تمام و کمال اپنا گرویدہ بنا لیا۔

اگرچہ میر محمد جعفر خاں کو بس و پیش تہا مگر تقدیر دوسری شے ہے اکثر امور مکروہ اپنے ہی ہاتہہ سے

جاری ہوتے ہیں پھر ایک ضرورت سے میر قاسم خاں کو کلکتہ میں بھیجا۔ اب یہاں پر مسٹر ہنری ونسٹرٹ مخاطب بہ نصیر الملک شمس الدولہ بہادر کلکتہ پہونچکر صاحب کلاں مع گورنر ہوکر اپنا کام کر رہے تھے۔ میر محمد قاسم خاں نے علی ابراہیم خاں بہادر کو کہ نہایت قابل وخیر خواہ زمانہ مہابت جنگ سے ہے تھے اور اوس زمانہ میں رفیق محمد قاسم خاں تھے تالیف قلوب مردم قدیم کہ ملازم نظامت تھے وارکان واعیان مرشدآباد پر مقرر کرکے ونگہداشت فوج بنام تہیۂ سفر پورنیہ کرکے خود عازم کلکتہ برائے نام بغرض سوال وجواب از جانب میر محمد جعفر خاں بباطن دربارہ خواہشہائے خود ہوئے۔

جب ملاقات میں تبلیغ رسالت کرچکے تو غفلت میر محمد جعفر خاں و برہمی انتظام کا بھی تذکرہ کیا کہ چند شخص اراذل ناس مثل چنی لال ومنی لال واکنوں سنگہ ہرکارہ کے ہاتھ میں انتظام ہے اور یہی وجہ خرابی ہے۔

شمس الدولہ کہ فرقہ انگریزوں میں نہایت دانشمند تھے میر محمد قاسم خاں کو امور مالگذاری میں لایق اور سلیقہ ریاست میں درمیان اعزا و ملازمین نظامت فایق دیکھکر اس ارادہ میں ہوئے کہ میر قاسم خاں بطور نیابت کل مقرر ہوکر مختار و مدار المہام رہیں اور میر محمد جعفر خاں کو روزینہ معقول مقرر ہوکر اونکو اپنا بزرگ ومنیب جانیں اس رائے کو کونسل نے بھی منظور کرلیا مگر مسٹر امیٹ نے مخالفت کی اور اونکی ہواخواہوں نے مثل السن ومیجر کرنک وسر بالسن وغیرہ کے اونکا ساتھ دیا۔ گو عدم لیاقت میر محمد جعفر خاں سے ناواقف نہ تھے مگر چونکہ یہہ قاعدہ ہو رہا تھا کہ جو انتظام معقول سے معقول کیوں نہ کیا جاوے اوسکو یہہ لوگ تبدیل کرتے اور جو انکے ذریعہ سے ہوتا اوسکو گورنر نہ مانتے اسی وجہ سے بہت سے انتظامات تباہ ہوتے اور لوگوں کا نقصان ہوتا۔

مگر چونکہ جمعیت شمس الدولہ غالب تھے لہذا میر قاسم خاں کو خوشخبری دیگی اور یہ رائے قرار پائی کہ پہلے میر قاسم خاں مرشدآباد جاویں اور عقب سے شمس الدولہ پہونچکر اسکو نفاذ کریں۔

میر قاسم خاں نے علی ابراہیم خاں کو اسباب تجمل سواری شاہانہ سے استقبال کو لکہا اور روانہ ہوئے اور اوس مروذی شعور نے زیادہ خیال و دماغ قاسم خاں سے مہیا کر کے استقبال کیا۔

چونکہ اس زمانہ میں مسٹر ہسٹنگ صاحب بہادر جو کہ ابتدائے ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۰ع سے ولایت سے گورنر کلکتہ مقرر ہو کر آئے اور لقب عماد الدولہ پایا اس وقت ہمراہ شمس الدولہ تہے۔ وہ بہی ہمراہ ہوئے شمس الدولہ نصف فوج انگریزی وبعض سرداروں کو لیکر کلکتہ سے جانب مرشد آباد روانہ ہوئے اور مراد باغ مرشد آباد میں قیام کیا۔ جب میر محمد جعفر خاں ملاقات کو آئے تو بعد ادائے رسوم ضیافت یہ امر پیش کیا میر محمد جعفر خاں نے انکار سخت کیا۔ گفتگو کو طول ہوا میر محمد قاسم خاں بلوائے گئے مگر قبل آنے خان مذکور کے میر محمد جعفر خاں واپس گئے پہر شمس الدولہ و میر محمد قاسم خاں میں گفتگو عرصہ تک رہے آخر کو قرار پایا کہ جبکہ میر جعفر خاں نہیں سمجہتے اور انتظام بہی نہیں کر سکتے تو کل صبح محمد قاسم خاں آویں اور مع فوج دار الامارۃ پر چلکر زبردستی میر قاسم خاں کو تخت نشین کر دیں۔

دوسرے روز ایسا ہی ہوا کہ مع توپ خانہ و فوج تلنگہ و فوج ملازم میر قاسم خاں دار الامارت پر پہونچکر راہ آمد و شد لوگوں کی بند کر کے پہلے بہت کچہ نامہ و پیام میر محمد جعفر سے رہا آخر کو شمس الدولہ نے میر قاسم خاں کو مسند ریاست پر بٹہا دیا اور دو تین روز تک شمس الدولہ و عماد الدولہ و سرداران لشکر مع فوج مقیم رہے۔ آخر محمد جعفر خاں کو کہ محل سرا میں رہتے تہے کہلا بہیجا کہ اگر آپ مرشد آباد میں رہیں تو کوئی مکان پسند فرمائیں ورنہ کلکتہ میں جا کر جہاں چاہیں رہیں۔ چنانچہ اونہوں نے تمام خزانہ و جواہر خانہ و توشہ خانہ اندوختہ کل خاندان امرا مثل شجاع الدولہ و علاء الدولہ سرفراز خاں و سیف خاں و مہابت جنگ و شہامت جنگ و صولت جنگ و سراج الدولہ کہ اندرون حرم سرا تحویل منی بیگم میں کہ بمنزلہ زن صاحب خانہ اونکی تہیں اسیوقت کے واسطے لوگوں سے مخفی رکہہ چہوڑا تہا لیکر مع ملازمین

وغادمان و اطفال صغیر کہ تین لڑکے و چند دختر تہیں کلکتہ گئے۔ چند کمپنی تلنگہ اونکی حراست کوگئیں اور کلکتہ پہونچا دیا۔ اونہوں نے قریب چوک زمین مول لی اور اپنے طرز کی عمارت بنوالی۔

میر محمد قاسم خاں نے کہ روز دوشنبہ ۱۰۔ ربیع الاول ۱۱۷۴ھ کو مسند نشین ہوئے تہے اپنے واسطے لقب نصیر الملک امتیاز الدولہ میر محمد قاسم خاں بہادر نصرت جنگ بادشاہ سے منگالیا۔ ایک بیٹا بہی اوسی زمانہ میں پیدا ہوکر باعث زیادتی مسرت ہوا اور اوسکے واسطے تمام سامان و تجمل شاہانہ جسب سن اوسکے جو ذریعہ تماشا تمام مخلوق تہا مہیا کیا۔ در صوبہ عظیم آباد اوسکے نام پر مقرر کرکے خطاب مظفر الملک شمس الدولہ میر شمس الدین علی خاں بہادر نامر جنگ حضور سے طلب کیا مگر تین ہی برس کے سن میں اوس نے انتقال کیا۔

فیما بین میر محمد قاسم خاں و صاحبان کونسل و جماعت انگریز عہد نامہ خاص طور سے جنابرسبر کرنے ایک دوسرے کے تحریر ہوا اور میر قاسم خاں انتظام ملک میں مشغول ہوئے اور چونکہ خزانہ خالی پایا تہا لہذا فکر میں روپیہ جمع کرنے کے ہوئے بعض متصدیان سابق کو طلاکر خیانت ملازمین موجودہ نظامت نکال کر اونپر جرمانہ کیا نیز دیگر لوگوں سے طرح طرح سے روپیہ حاصل کرکے اپنا خزانہ بہرا اور اپنے خاص خاص لوگوں کو عہدہ تقسیم کئے۔ منجملہ اونکے میر علی ابراہیم خاں کو جن کی دیانت مشہور تہی فوج کی تنخواہ کی تنقیح علاوہ دیگر کارہائے مشکل کے سپرد کیا۔ اور اونہوں نے خوبی سے انجام دیا۔ اپنے چچا تراب علی خاں کو خطاب معز الدولہ تراب علیخاں دیا اور پالکی جہالردار و علم و نقارہ و جاگیر و رسالہ سے امتیاز بخشا اور فی الواقع اچہا شخص تہا دو حکومت میر قاسم خاں کہ سبعیت مزاج میں آگئی تہی ہر شخص کے نسبت کلمہ خیر کہتے ہر طور میر قاسم خاں نے تمام کارخانجات کا انتظام کرکے زیادہ کو کم اور فرضی کو اخراج اور مابقی کا انتظام کرکے اطمینان سے گذر کرنے لگے۔ (ذکر رفتن مسٹر امیث۔ ذکر جنگ میجر کرناک و تسخیر قمر خان)

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین۔

میجر کرنک کا بادشاہ و کامگار خاں سے جنگ کرنا اور شکست بادشاہ پھر مصالحہ با خود ہا

مسٹر اسیٹ کے کلکتہ پہونچنے کے بعد سیف جنگ مع میجر کرنک و مسٹر بالسن و بعض سرداران دیگر عظیم آباد سے کلکتہ گئے اور مسٹر امیٹ چھوٹے صاحب یعنے ماتحت شمس الدولہ ہوئے اور بوجہ نہ پانے عہدہ گورنری کے مخاصمت اپنے افسر سے کر کے طرح طرح کی شکایات اور انکی تحمیق انتظامات میں ولایت کو لکھنے لگے۔ اور شمس الدولہ کو بھی مجبوراً یہی طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ اور سیف جنگ مذکور کسی جرم میں برخاست ہوئے اور اونکی جگہ پر میجر کرنک سردار فوج ہو کر بعد عزل میر جعفر خاں و تسلط میر قاسم خاں مع مسٹر بالسن وغیرہ عظیم آباد آئے۔

جب زمانہ بارش کا گذر گیا میجر کرنک نے بغرض اطفار فساد بادشاہ و موشیر لاش و کامگار خاں عظیم آباد سے نکلکر میدان باغ جعفر خاں میں لشکرگاہ کیا اور رام نرائن و راجہ بلبھ کو اپنے رفاقت میں رکھا۔ مگر ہر دو شخص کے علحدہ علحدہ رائے ہوتی لہذا میجر کرنک نے میر قاسم خاں کو بلانا چاہا کہ وہ اوسوقت بیر بھوم کے زمینداروں سے مقابلہ میں تھے میجر مذکور نے سید غلام حسین خاں کو میر قاسم خاں کے پاس بھیجا مگر اونھوں نے سنکر اغماض کیا۔

آخر میجر کرنک رام نارائن و راجہ بلبھ کو مع افواج صوبہ و میرن لیکر بادشاہ کی طرف کہ گیا اور ان میں تھے روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے ہدایت علیخاں والد غلام حسین خاں صاحب سیر المتاخرین کو بلوا بھیجا جب تک وہ فوج جمع کر کے ملکیں یہاں پر مقابلہ ہو گیا اور تھوڑی فوج ہونے کی وجہ سے بادشاہ کو شکست ہو گئی کامگار خاں بھاگ گئے اور بادشاہ کو بھی ساتھ دینا پڑا۔ موشیر لاش نے جب دیکھا کہ برسوں کی محنت ضایع ہو گئی تو عار فرار کو اختیار نہ کیا اور ایک توپ پر مثل گھوڑے کے سوار ہو کر منتظر قتل کھڑے رہ گئے میجر کرنک و کپتان نکس کو جب اطلاع ہوئے تو معدودے چند سرداروں کے ساتھ بدون تلنگہ و برق انداز کے آئے اور جب نظر موشیر لاش پر پڑی تو

ٹوپی برسم سلام اوتاری اونہوں نے بہی ویساہی جواب دیا۔ پہر آپس میں باتیں ہونے لگیں
میجر کرنک نے موشیر لاش کے ثبات عزم و فرط شجاعت و غیرت کی تعریف کرکے کہا آپ کا نام
ہوچکا اور ہمیشہ آپکی بہادری کا ذکر تواریخ میں رہے گا۔ اب آپ کرچ کرکے کہولکر ہمارے
پاس آویں اور لڑائی موقوف کردیں اونہوں نے جواب دیا کرچ تو نہ کہولوں گا ہاں اسیطرح سے
اگر صلح منظور ہو تو کیا مضائقہ ورنہ میں جان دیدوں گا۔ وہ لوگ راضی ہوئے اور اپنے پالکی منگاکر
اوس میں بٹہاکر لے گئے۔

بوجہ غیرت موشیر لاش نے پہر کسی سے ملاقات نہیں کی۔ اور ان لوگوں نے بہی برسم خود
اوسکی عزت میں کوئی دقیقہ اوٹہا نہ رکہا۔

بعد اس جنگ کے راو شتابراے کو میجر مذکور نے بغرض صلح بادشاہ پاس بہیجا مگر کامگار خاں کے
وجہ سے بادشاہ راضی نہوے۔ راے نے عرض کیا کہ حضور اس وقت صلح نہیں کرتے مگر آیندہ
خود سے خواہاں ہونگے اور اوس وقت جو آپ کے خواہش سے صلح ہوگی اوسکی حالت آپ خود
جانتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بہترین صورت سے آپکیواسطے ہو رہی ہے کامگار خاں کو
چونکہ ویساہی جنگ پر اصرار رہا لہذا بادشاہ مجبور رہے تا آنکہ سید ہدایت علیخاں آئے اور اونہوں نے
بادشاہ سے کہا کامگار خاں زمیندار ہے لڑنا اور بہاگنا اوسکا شیوہ ہے اور یہ طریقہ شاہان
نہیں ہے لہذا اب یہی بہتر ہے کہ شتابراے کو بلواکر بنا صلح قائم کیجائے۔

ناظرین پر واضح رہے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ عماد الملک نے عالمگیر ثانی کے قتل کے بعد شاہجہاں
نام بادشاہ کو تخت نشین کیا ہے اور مرہٹوں نے قلعہ دہلی پر بندوبست کرکے بسواس راو کو تخت
سلطنت دہلی پر بٹہانا چاہا ہے اور شجاع الدولہ و نجیب الدولہ روہیلہ و حافظ رحمت و احمد
بنگس نے احمد شاہ ابدالی کو بلاکر اور اونہوں نے ہندوستان میں آکر شجاع الدولہ کو بلاکر نو ماہ
کے جنگ کے بعد استیصال مرہٹہ کیا ہے اور تمامی امراء ہندوستان سے سفارش شاہ عالم کی کی ہے
کیونکہ ہمشیرہ شاہ عالم اونکی عقد میں ہے اور شاہ عالم نے منیر الدولہ کو اسی امید پر بعد قتل

والد خود بنگالہ سے بہیجا ہے اور وہ احمد شاہ ابدالی کے برابر ساتھ رہے تا انیکہ تحریری وزبانی سفارش احمد شاہ ابدالی بہ نسبت شاہ عالم بادشاہ ہوئے اور مرزا جواں بخت پسر شاہ عالم بادشاہ بہ نیابت پدر خود تخت نشین دہلی میں ہوئے اور شجاع الدولہ کو احمد شاہ ابدالی نے وزیر کر کے حکم دیا ہے کہ بادشاہ کو بنگالہ سے بلا کر تخت نشین کریں اور اُنکی مدد کریں اسی اثنا میں خطوط شجاع الدولہ بہ طلب بادشاہ آچکے ہیں اور بادشاہ بھی گریز پائے کامگار خاں سے دلتنگ ہو کر مصالحہ با انگریزاں وخود شجاع الدولہ کے پاس جانے کا قصد مصمم کر چکے ہیں۔

لہذا معروضات ہدایت علیخاں منظور کر کے راؤ شتابراے کو اپنے شقہ خاص سے طلب کیا اور وہ بعد اجازت میجر کرنک وصاحبان انگریز خدمت شاہ میں آئے اور سوال وجواب منقح ہونے لگا۔ کامگار خاں مع لشکر برخاستہ ہو کر چلدئے۔ بادشاہ مع فوج جانب لشکر انگریزی آگے بڑھے بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ ہدایت علیخاں بادشاہ کو انگریزوں کے ہاتھ میں قید کرائے دیتے ہیں لشکر میں منادی کردی کہ جسکو جان وآبرو عزیز ہو نکل جاوے لوگ چلے گئے مگر راجہ بنیاد سنگہ کے لوگوں نے ان جُدا شدہ لوگوں کو۔ وقع پا کر لوٹنا شروع کر دیا جس سے بچپے کے لوگ سنکر واپس آئے۔

ہر طور سواری بادشاہ تیار تہی دوپہر کیوقت میجر کرنک پچاین کے مقام پر کر سات کوس گیا سے لشکر گاہ بادشاہ تہا آئے اور ملازمت بادشاہ کی کی اور حسب استدعا اونکے بادشاہ سوار ہوے۔ میجر مذکور نے ٹوپی بغل میں رکھہ لی۔ اور پیادہ آدہ کوس تک رکاب شاہ میں رہے آخر حکم شاہی سے گہوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ایک تیر کے فاصلہ پر آگے آگے گہوڑے پر تنہا جارہے تہے اور ہدایت علیخاں ہاتھی پر بادشاہ کے پیچھے مع تمامی فوج کے آرہے تہے تا انیکہ جمنا ندی کے کنارہ جو کہ گیا سے ڈیڑھ کوس پر ہے پہونچے وہاں پر لشکر گاہ بادشاہ قرار پایا اور اسباب اوتارا گیا اور بادشاہ مع ہدایت علیخاں جریدہ مردم سواری کو لیکر حسب استدعا

میجر کرنک باغ گیا میں اوترے - میجر مذکور نے تمام اپنے ہمراہیان کوشل رام نارائن وراجہ بلبھ وسرداران لشکر کو لاکر ملازمت بادشاہ میں حاضر کیا - اور نذریں اونسے دلوائیں اور رسم ضیافت کی ادا کرائی - ہدایت علیخاں مع فوج دروازہ باغ مذکور پر کہڑے تہے جب بادشاہ وہاں سے باہر تشریف لائے تو اونہوں نے میجر کرنک ودیگر سرداروں سے ملاقات کی اونہوں نے بہی رسم مہمانداری ادا کی اور پھر مع بادشاہ اپنی لشکر گاہ پر واپس آئے اور قریب نصف شب کے اپنے خیمہ میں پہونچکر آرام کیا دوسرے روز گیا میں خیمہ شاہی رہا اور چند روز بعد بادشاہ مع فوج انگریزی داخل عظیم آباد ہوئے لشکر شاہی تالاب متیھی پور پر ہوا اور انگریزی فوج اپنی چہاونی باقی پور میں رہی اور رام نراین اپنے مکان میں اور راجہ بلبھ بدستور طرف باغ جعفرخاں میں رہے -

میر قاسم خاں نے یہ اخبار سنکر قصد عظیم آباد کیا - اور طرف شرقی عظیم آباد درباغ جعفرخاں میں قیام کیا - رام نراین وراجہ بلبھ نے استقبال کیا اور میجر کرنک وسرداران انگریزی ذریعہ ملازمت میر قاسم خاں بحضور بادشاہ ہوئے - مگر میر قاسم خاں بوجہ غرور یا خیال دغا لشکر گاہ شاہی میں جانے سے راضی نہ ہوتے تا اینکہ بنا ملازمت کوٹہی صاحبان انگریز میں ہوئی - پہر بہی قاسم خاں کو اطمینان نہ تہا کیونکہ اونکا خیال تہا کہ میجر کرنک سردار فوج انگریزی طرفدار مسٹر امیسٹ ہیں اور شمس الدولہ سے جو انکی ریاست کے مربی ہیں منحرف ہیں - بہر طور یہ کوٹہی فروش و آئینہ سے مکلف ہوئی اور میز پر کہانے چنے گئے مسند تکلف بچھا کر تخت جلوس شاہی رکہا گیا - میر قاسم خاں کو دغا تہر بہی ہجوم خواص خاص و ہدایت علیخاں کے آنے میں عذر تہا لہذا بادشاہ جریدہ حسب الالتماس میجر کرنک کوٹہی میں آئے تمام جماعت انگریزی نے دروازہ کوٹہی تک استقبال کیا اور پیادہ پا تخت رواں کے ساتہ آئے بادشاہ اوترکر مسند معہودہ پر رونق افروز ہوئے یہ سب کے سب کہڑے رہے تا اینکہ میجر کرنک کو حکم بیٹھنے کا ملا - اور لوگ دوسرے کمروں میں جاکر بیٹھے پہر کر خدمت باندہکر حاضر ہوتے - تہوڑے عرصہ کے بعد میر قاسم خاں آئے اور ضابطہ

مجرا ے ملازمت کی اور ایک ہزار اشرفی نذر گذرانی و دیگر تحائف از قسم ملبوسات خاصہ و جواہر وغیرہ پیش کش کیا اور حضور سے خلعت شش پارچہ و مالہ مروارید و سرپیچ و جیغہ مرصع معہ پر کلغی عقاب پایا۔ بعد اسکے اوسی کوٹھی میں جو کمرہ مسٹر مکویر بڑے صاحب کوٹھی کا تھا بیٹھکر اکثر سوال وجواب معاملات بنگالہ بابت دینے خزانہ صوبجات وغیرہ میر قاسم خاں سے منفصل ہوئے جو بیس ۲۴ لاکہ روپیہ مالگذاری ہر سہ صوبہ بادشاہ کو دینا مقرر ہوا بعد اوسکے حضور میں آنکر رخصت ہوئے اور اپنی لشکر باغ جعفر خاں میں گئے۔ بادشاہ بتجویز سرداران انگریزی داخل قلعہ عظیم آباد ہوئے۔ اور عمارات پختہ میں کہ بنام بادشاہان ہے قیام اپنا فرمایا۔ چونکہ ہدایت علیخاں سے میر قاسم خاں صاف نہ تھے لہذا باستدعاء اونکے حسب حکم شاہ وہ لشکر میں رہے بہراونکی نسبت یہ طے ہوا کہ وہ اپنی جاگیر پر ضلع مونگیر میں جاویں اور نقی علی خاں اونکے صاحبزادے جو کہ رفیق بادشاہ تھے اور نام اونکا دیوان تن اور فخر الدولہ بہادر ظفر جنگ خطاب پایا تہا ہمراہ بادشاہ رہے۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین۔ ذکر برآمدن میجر کرنک بارادہ جنگ بادشاہ و ذکر رفتن میجر کرنک بجنگ بادشاہ و رسیدن میر قاسم خاں۔

چونکہ جنگ احمد شاہ ابدالی و مرہٹہ کے بعد سلسلہ تاریخ ہذا بہ نسبت آمد شجاع الدولہ بمقام بنارس وحالات راجہ بلونت سنگہ شروع ہونگے۔ لہذا اول حال جنگ مذکورہ مسطور ہوتا ہے ازاں بعد اصل واقعہ تحریر ہوگا۔

حالات صوبہ لاہور بعد واپسی احمد شاہ بار پنجم حملہ جات سکھ و مرہٹہ جنگ شجاع الدولہ مرہٹہ سے مدد نجیب الدولہ میں آمد شاہ ابدالی بار ششم و پانی پت کے میدان میں بنیاد مرہٹہ ضایع ہونا اور شاہ عالم کی نیابت میں مرزا جواں بخت

کا دہلی میں بہ سرپرستی نجیب الدولہ امیر الامرا کے رہنا - اور شجاع الدولہ کا وزیر مقرر ہونا

احمد شاہ ابدالی پانچویں مرتبہ جب ہندوستان میں بوجہ ظلم و فتنہ انگریزی عماد الملک آئے اور غارت دہلی و قتل عام متہرا کے بعد سنہ ۱۱۷۰ھ مطابق سنہ ۱۷۵۲ء میں واپس ہوتے وقت اپنے لڑکے تیمور شاہ کو مع جہان خاں کے لاہور میں چھوڑ کر قندہار و کابل کو گئے جہان خاں چونکہ احوال و ضوابط عملداری اوس جا سے واقف نہ تھے - لہذا آدینہ بیگ خاں کو کہ واقف الحال اور لکھی جنگل میں پوشیدہ تھے بہت استمالت کی اور سند و خلعت ملک دوآبہ دیکر مطمئن خاطر کیا - خان مرقوم اوس عنایت کو فوز عظیم جان کر انتظام محالات دوآبہ کرنے لگے بعد چندے جہان خاں و تیمور شاہ نے اونکو اپنے پاس بلایا مگر بوجہ عدم اطمینان ادینہ بیگ خاں نہ گئے بلکہ کوہستان میں جاکر روپوش ہو گئے جہان خاں نے مراد خاں کو حکومت دوآبہ پر مقرر کیا اور بلند خاں و سرفراز خاں کو اونکی مدد پر بھیجا - ادینہ بیگ خاں نے سکھوں کو جو زمانہ معین الملک سے روپوش تھے تعلیم و اغوا کر کے مراد خاں پر بھیجا اور اپنی فوج بھی کچھ ساتھہ کی بلند خاں مارے گئے اور مراد خاں و سرفراز خاں تاب نہ لا سکے اور جہان خاں کے پاس پہونچے - قوم سکھہ نے تمام پرگنہ دوآبہ خصوص جالندہر کو باشارہ ادینہ بیگ خاں تاراج کیا اسی اثنا میں رگھناتھہ راو و شمشیر بہادر دونوں بھائی بالاجی راو مع ہولکر ملہار و دیگر سرداران دکہن کے جوار شاہ جہاں آباد میں پہونچکر انتظار سانحہ کر رہے تھے کہ خطوط آدینہ بیگ خاں متواتر بہ طلب مدد جانب لاہور پہونچے - سرداران دکہن کہ چشم براہ تھے لاہور میں آئے پہلے عبد الصمد خاں کو کہ درانیوں کی طرف سے حکومت سرہند پر مقرر تھے لڑکر قید کیا - وہاں سے لاہور پہونچکر جہان خاں سے لڑے اونہوں نے بوجہ کمی فوج مع تیمور شاہ راہ کابل کی شعبان سنہ ۱۱۷۱ھ مطابق سنہ ۱۷۵۳ء میں لی مرہٹوں نے دریائے اٹک تک تعاقب کیا اور بہت

غنیمت پائی اور قبضہ غنیم کا ملتان و ڈیرہ غازی خاں و اُسکے اطراف تک ہو گیا۔ انلوگوں نے صوبہ لاہور ادینہ بیگ خاں کو باقرار پیشکش پچہتر لاکہہ روپیہ سالانہ دیا اور واپس ہو کر شاہ جہاں آباد ہو کر اپنے ملک کو گئے محض جنکو تسخیر ملک راجہائے اجمیر و اطراف کے واسطے چہوڑ گئے۔

ادینہ بیگ خاں مر گئے تو صدیق بیگ خاں اُن کے رفیق منتظم ہوئے اور دوآبہ کی حکومت زن ادینہ بیگ خاں کو ملی اور سابا نامی مرہٹہ کو صوبہ داری لاہور ملی۔

نجیب الدولہ و تمام افاغنہ و راجہائے ہندوستان نے ظلم مرہٹہ و عماد الملک سے تنگ ہو کر درخواست احمد شاہ درانی کو لکھیں چونکہ وہ خود گستاخی مرہٹہ تیمور شاہ و جہاں خاں سے دیکہہ چکے تہے نیز نمک حرامی عماد الملک عالمگیر ثانی و خان خاناں وزیر سے سن چکے تہے۔ لہذا متوجہ ہندوستان ہوئے۔

احمد شاہ ابدالی شروع ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں دریائے اٹک سے اوترے اور تہوڑی جنگ سابا سے ہوئی وہ بہاگا اور صدیق بیگ خاں و زن آدینہ بیگ خاں بہی بہاگی اور ماہ صفر سنہ مذکور میں جموں میں آ کر وہاں کے راجہ سے پیشکش لائق لیکر شاہ جہاں آباد آئے یہہ چہٹواں مرتبہ ورود ہندوستان کا ہے اوس زمانہ میں دتا مرہٹہ و شجاع الدولہ و نجیب الدولہ سے بنا صلح پڑی تہی مگر استحکام نہ ہوا تہا۔ یہ جنگ باغوائے عماد الملک یہہ مدد دتا تہی کہ نجیب الدولہ سے ملک روہیلہ بہیلے لیا جاوے پہر اودہ پر قبضہ کیا جاوے کیونکہ مرہٹہ کا خیال ملک داری کل ہندوستان تہا چونکہ نجیب الدولہ نے اپنی محصوری کی اطلاع سعد اللہ خاں و حافظ رحمت و دوندے خاں و شجاع الدولہ کو دی تہی۔ اور شجاع الدولہ نے خصوصاً اپنے جوہر ذاتی بہادری سے عین برسات میں مدد کی تہی اور دتا کو شکست فاش دیکر اور غنیمت بہت لیکر نجیب الدولہ کو رہائی دلوائی اور بنا صلح پڑی اور عماد الملک بخوف جان خود خبر آمد شاہ درانی سنکر پہلو تہی کر کے سورج مل جاٹ

کے قلعہ میں چھپے کہ بعد فیصلہ جنگ باہر آ دینگے اوس مرد بہادر نے باوجود سابقہ مخالفت کے اوسکو پناہ دی) اور دتا نے صلح کو ناتمام چھوڑ کر اپنی فوج اسی ہزار سوار جرار کے ساتھ مقابلہ احمد شاہ درانی کو روانہ کی۔

احمد شاہ نے بوجہ ترک وتاز مرہٹہ چارہ گھوڑوں کے واسطے اس راہ میں کم پایا تو براہ انتر بید (کہ ملک مابین گنگا وجمنا کا نام ہے اور دونوں دریا کوہ کمایوں سے کہ شمالی ہند میں ہے نکلی ہیں اور الہ آباد میں جاکر دونوں ملی ہیں) اپنی راہ مقرر کی جب شاہ درانی انتر بید پہونچے تو سعد اللہ خاں ونجیب الدولہ واحمد خاں بنگش وحافظ رحمت خاں ودوندیخاں کہ ان کا ملک انتر بید میں وارقع تھا بادشاہ درانی کے پاس حاضر ہوئے۔

شاہ خود تو راہ انتر بید سے چلے اور فوج قراولی کو حکم دیا کہ براہ متعارف مقابل دتا ہوں جب دتا سہرند میں پہونچا تو قراولی شاہ سے مقابلہ ہوا۔ اور اونہوں نے بزور ترک وتازی مرہٹوں کو بھگا دیا اور لڑتے ہوئے شاہ جہاں آباد تک حرکت قہقری کرتے ہوئے لائے اور باولی کے میدان میں کہ سواد شاہ جہاں آباد میں ہے پہونچے یہاں احمد شاہ درانی بعد عبور جمنا اپنی فوج قراولی سے آ ملے اور جنگ دتا کا حکم دیا بہادری سے لڑائی ہوتی رہی دتا نے اپنے برادر زادہ جنکو کو بہمراہی قلیل بھگا کر دکن کے سرداروں کو اطلاع کرائی مگر ابدالیوں نے اس کا کام ماہ جمادی الثانی ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں مع تمام ہمراہیان تمام کر دیا درانی نے بعد قتل دتا جنکو کا تعاقب کیا۔

ہولکر ملہار نے بعد قتل دتا سورج مل جاٹ کو ملانا چاہا اوس نے انکار کیا ہولکر رسد پر چھاپہ مارتے تھے کہ جانب شاہ سے شاہ پسند خاں وشاہ قلندر خاں مقرر ہوئے اُنہوں نے ہولکر پر ایسا حملہ کیا کہ ہولکر ہمراہی تین سو سوار کے اسپان برہنہ پشت پر تھے بھاگ نکلے۔ بوجہ آمد بارش بطرف شرقی دہلی انتر بید میں چھاؤنی شاہ درانی کی پڑ گئی۔ اور نجیب الدولہ کو بغرض مدد شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔ شجاع الدولہ نے اونکی ملاقات گھاٹ مہدی پور مضافات

ملانوہ پر کیا۔ اور بعد عہد و میثاق نجیب الدولہ سے ملاقات کی اور مرزا امانی آصف الدولہ اپنے لڑکے کو نائب اور رجہ بینی بہادر کو مدارالمہام حل وعقد امور مالگذاری مقرر کرکے آخر ذیقعد ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں دس ہزار سوار لیکر روانہ ہوئے اور ۴ ذی الحجہ کو قریب شاہ میں پہونچے۔

شاہ ولی خاں وزیر احمد شاہ نے پیشوائی کی احمد شاہ نے نہایت مہربانی کی اور اپنے فرزند تیمور شاہ سے معانقہ کرایا۔ شجاع الدولہ نے اپنی نوبت اونکی لشکر میں بجوانا چاہا پہلے احمد شاہ نے کہا خلاف ضابطہ ہے اونہوں نے جواب دیا کہ نوبت بخشیدہ شاہ ہند ہے آپ کی بخشی ہوئی نہیں اور میں آپ کا نوکر ہی نہیں غرض بادشاہ نے منظور کیا جب خبر قتل دتا و مستاصل ہونے فوج ہلکر کے دکن میں پہونچی تو سداشیو راؤ عرف بھاؤ برادر عم زادہ بالاجی راؤ ہمراہ سرداران نامی و توپ خانہ مودب باداب فرنگ کہ بہ سرداری ابراہیم خاں کاردی تھا اور جملہ لشکر بہ سرداری بالاجی راؤ تھا بغرض انتقام و بٹھلانے بسواس راؤ کے تخت سلطنت پر روانہ ہندوستان ہوا۔

سداشیو راؤ معروف بھاؤ مع بسواس راؤ قریب اکبر آباد پہونچے وہاں سے سورج مل جاٹ و عماد الملک ملے پھر روانہ ہو کر سہ شنبہ ۱۱۷۳ھ کو داخل شاہ جہاں آباد ہوئے چونکہ زمانہ بارش و طغیانی دریا سے مانع عبور دریا و مقابلہ احمد شاہ تھی لہذا قصد تسخیر شاہ جہاں آباد کیا۔ تھوڑے ایام تک جنگ رہی یہاں پر شاہ ولی خاں وزیر احمد شاہ قلعہ دار تھے چونکہ بسواس راؤ پسر بالاجی راؤ کہ رئیس کل تھے ہر ایک با جماعت ہمراہیان خود علاوہ فوج بھاؤ و توپخانہ ابراہیم خاں کاردی کہ بارہ ہزار بندوق و توپ بقاعدہ فرنگ نہیں اور اونکا ملازم تھا جمع ہو گئے مگر باوجود اس قدر جماعت کے خائف تھے اور خلاف ضابطہ خود سواد شمالی پانی پت میں خندق کھودا اور آگے سد باندھا اور توپخانہ او سپر لگایا تین روز انکے پہونچنے پر ۲۱ ماہ مذکور کو مقابل لشکر مرہٹہ ابدالی پہونچ گئے اور لڑائی شروع ہو گئی گو روزانہ جنگ ہو کر بہت سے

مارے جاتے مگر شاہ درانی نے اونکی پائداری دیکھکر ۲۸ ربیع الثانی سنہ مذکور کو یورش کا دن مقرر کیا اور اوسدن سوار ہوئے جہان خاں و شاہ پسند خاں و نجیب الدولہ کو مقدمۃ الجیش کیا اور اونکے پیچھے شجاع الدولہ و احمد خاں بنگش و حافظ رحمت و دوندے خاں و فیض اللہ خاں پسر علی محمد روہیلہ تھے اور اونکی پشت میں خود احمد شاہ ابدالی مع شاہ ولی خاں وزیر تھے۔

اوس طرف سے مرہٹہ بھی نکلے اور اول ظہر سے لڑائی شروع ہوئی آخر روز میں روہیلہ ہمراہیان نجیب الدولہ قریب دس ہزار کے بعد برق اندازی و بان افگنی کے اندر سنگر مرہٹہ ہو نکلے اور بلونت راؤ و خسر پورہ بھاؤ کو کہ قوت بازو اوسکا تہا زخم گولے سے زمین پر گرا کر مارڈالا لڑائی تو اوسی روز ختم ہو جاتی مگر رات ہو جانے سے تمیز آشنا و بیگانہ نہ ہو سکا لہذا اپنے اپنے لشکر کو واپس ہوئے اسی طور سے لڑائیاں ہوتی رہیں جب مرہٹہ نے دیکھا کہ ایام محاصرہ زیادہ ہوئے اور نجاسات و پاخانہ کی زیادتی ہوئی اور قحط غلہ سے لوگ مرنے لگے تو تنگ آکر بہ ہیئت مجموعی حملہ چاہا ۶ جمادی الثانی روز چہارشنبہ سنہ ۱۱۷۴ھ مطابق سنہ ۱۷۵۹ع میں فوجیں مرتب کیں اور ابراہیم خاں گاردی کے توپ خانہ کو آگے رکھکر بڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔

رؤسائے ہند و سرداران ابدالی نے اسقدر فرصت دی کہ سب لشکر سنگر سے غنیم کا نکل آوے فاصلہ کم رہنے پر غنیم کی طرف سے ابراہیم خاں نے گولہ باری کی اور فوج مغلیہ ملازم بھاؤ کو آگے کیا وہ لوگ عنان ریز مقابل لشکر شاہ ابدالی ہوئے اس طرف سے شجاع الدولہ و نجیب الدولہ و دیگر رؤسا لشکر نے فضل خدا پر تکیہ کرکے اپنے ہاتھ تلوار پر ڈالے اور حملہ کیا پیش قدمان لشکر ابدالی و شجاع الدولہ و نجیب الدولہ نے اول فراول مرہٹہ کو زیر شلک آتشبار رکھ لیا کہ بہت سے مقتول اور اکثر بھاگے اور بھیڑ (کہ ہجوم مردم کا نام ہے) میں جا ہو پہنچے اہل بھیڑ انکی بھگوڑ دیکھکر بھاگ نکلے۔ بھاؤ و بسواس راؤ و تمام سرداروں نے

شکست فوج قراولی و اضطرار جانے بھیڑ دیکھکر تیس ہزار سوار سے نیزہ گھوڑوں کے کان پر رکھکر ہر ہر کہتے ہوئے بصورت مجموعی لشکر ابدالی پر حملہ کیا اس طرف سے تمام افواج بحر امواج خصوصاً شجاع الدولہ و نجیب الدولہ و قشون شاہ ابدالی نے داد مردانگی دی ایک گھنٹہ تک زمین و آسمان چشم نظارگیان تیرہ و تار تہا تا آنکہ بہت سا لشکر مرہٹہ مقتول ہوا اور بسواس راو پسر بالاجی راو کہ اوسکا شاہزادہ تہا عین شباب میں گولی بندوق سے مارا گیا اور راو نے نیچے سپہ سالار اونکا سداشیو راو عرف بھاو برادر چچازاد بالاجی راو بھی مارا گیا اور بہت سردار مقتول ہوئے - ابراہیم خاں گاردی توپ خانہ کا سردار مقید ہوا - تمام زمین میں خون ہی خون تہا اور لاشیں ہر جا پڑی تہیں بہت سے مال غنیمت شاہ ابدالی کو از قسم جواہر و نقد و جنس و توپ خانہ و پچاس ہزار گھوڑے و دو لاکھ بیل اور کئی ہزار اونٹ اور پانچسو ہاتھی ملی -

میر غلام علی آزاد بلگرامی نے یہ تاریخ فتح لکہی ہے -

شاہ بہادر اپس از دو تا بگشت   کرد درانی و در آغاز فتح
سور نائی خامہ تاریخش نوشت   شاہ درانی نمودہ باز فتح

لشکر غنیم سے جو بچ گئے تہے اونکو رعایا نے پکڑ کر مارا اور شمشیر بہادر برادر علاتی بالاجی راو پسر باجی راو کہ بطن کنچنی (طوائف) سے تہے عین گریز میں بہ قبضہ غارتگراں آئے اور عین گریز میں رقص بسمل کیا -

سرداران نامور سے بجز دو شخص کے کوئی نہ بچا ہولکر ملہار و سندہیا مہاجی سیندہیا بہزار خرابی او وہ بہونچے وہاں سے پونہ آئے - بعد اس شکست کے بالاجی بہی اسی رنج میں پانچ ماہ تیرہ روز کے بعد ذیقعدہ سال مذکور میں مرگئے -

انکے پیر مرشد باسدیو ملقب بہ دہیت بہی کہ اورنگ آباد میں سکونت رکہتے تہے مرگئے -

شاہ ابدالی بعد فتح معرکہ جنگ سے کہ پانی پت تھا سواد دہلی میں آئے اور چند روز توقف کرکے سلطنت ہند شاہ عالم کو اور وزارت شجاع الدولہ کو اور امیر الامرائے نجیب الدولہ کو دی اور دونوں سے سفارش ایک دوسرے کی کی نجیب الدولہ کو شاہ جہاں آباد میں رہنے کو کہا اور مرزا جواں بخت کو نائب شاہ عالم کیا اور شاہ عالم کو بنگالہ سے بلانے کو کہا اور شجاع الدولہ سے سفارش شاہ عالم اور اون کی اعانت کی کی اور خلعت فاخرہ مع اسپ و یراق دیکر انکے صوبہ کی طرف کہ اودھ و الہ آباد ہے رخصت کیا اور خود ۱۶ شعبان سال مذکور کو شالامار باغ دہلی سے واپس قندہار ہوئے اور لاہور پہونچکر اپنا نواب وہاں چھوڑا۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین از ذکر ورود شاہ ابدالی بار ششم در لاہور و شاہجہان آباد تا ذکر جنگ اخیر افواج دکھن مع بھاؤ و بسواس راؤ۔

نواب شجاع الدولہ کا بغرض استقبال شاہ عالم بنارس میں آنا اور بلونت سنگھ کے حالات

۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں احمد شاہ درانی نے میدان دیار غربی کو سوا دالہ آباد سے لاہور تک غبار وجود دکھنیاں سے صاف کیا اور اوسکے بعد اپنی ولایت کو واپس گئے تو نواب شجاع الدولہ بہادر کے دل میں حسب فہمایش احمد شاہ درانی آیا کہ شاہ عالم بہادر کو دیار شرقی (بنگالہ) سے لاؤں اور تمام ملک کہ بغیر بادشاہ ہو رہا ہے اوسپر اونکو بادشاہ کروں اور اونکے رکاب سعادت انتساب میں رہکر جو ملک کہ قبضہ مرہٹہ میں آچکا ہے اوسکو واپس لوں۔ اسی تمنا میں عرائض خدمت حضور شاہ عالم میں روانہ کیا چونکہ شاہ عالم بہادر بنگالہ میں بسبب جنگ ہائے بسیار جو بہ حمایت کامگار خاں و دلیر خاں مقابل محمد جعفر خاں و میرن اُنکے بیٹے و فوج انگریزی کے ہو رہی تھیں پریشان خاطر تھے لہذا التماس نواب کو خدا ساز سمجھکر شروع ماہ ذیقعدہ ۱۱۷۴ھ

مطابق سنہ ۱۷۵۹ء میں عظیم آباد سے کوچ کر دیا۔

نواب شجاع الدولہ بہادر یہ خبر سنکر بہت خوش ہوئے اور تمامی سپاہ و سرانجام امارت کو لیکر بغرض استقبال روانہ ہوئے۔ اس سفر میں بیک کرشمہ دو کار یہ بھی منظور نظر تھا کہ اگر کسی حیلہ سے راجہ بلونت سنگھ قابو میں آجاویں تو اونکو اپنے ہمراہ لیجاکر قید کر دوں۔ چونکہ راجہ بلونت سنگھ طبیعت خداداد اور خرم اور احتیاط پوری رکھتے تھے لہذا مافی الضمیر نواب کو سمجھ گئے۔ جونہیں خبر روانگی رایات ظفر آیات شجاع الدولہ سنی فوراً مع متعلقین و اسباب عمدہ کے شعب ہائے کوہستان میں جاکر پناہ گزیں ہوئے۔ ہر چند نواب وزیر الممالک نے عہد مضبوط سے اونکو اطمینان دلاکر حاضر حضور کرنا چاہا اور راجہ بینی بہادر کو کہ اونکے آشنایان و دوستان قدیم سے تھے درمیان میں ڈالا مگر راجہ مذکور نے حاضری قبول نہ کی صرف ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ نقد اور کئی ہزار کا اسباب بطریق پیشکش معرفت لعل خاں کے حضور میں بھیجا اور عذر بیماری کو وسیلہ غیر حاضری قرار دیا نواب وزیر آشفتہ و غضبناک بنارس سے روانہ ہوئے۔

سلطان شاہ عالم جب کنار کرم ناسہ ندی کے پہونچے تو میجر کرناک کو خلعت شش پارچہ و سرپیچ و جیغہ و کپتان لمس بٹن اور کپتان سورٹین کو ایک ایک نیمہ آستین بخش کر رخصت کیا اسی منزل میں راجہ بینی بہادر و سید منور علی خاں جانب نواب سے پہونچے اور سعادت ملازمت شاہ حاصل کی اور وزیر الممالک ۱۶ ذیقعدہ سنہ مذکور کو مابین ندی کرم ناسہ و سید راجہ شرف بوس خدمت ہوئے اور خلعت خاص ملبوس و سرپیچ و جیغہ و مالائے مروارید و طرہ مروارید و ایک راس اسپ و ایک زنجیر فیل حضور سے پایا۔

جس زمانہ میں کہ بنارس قدوم میمنت لزوم شاہ سے رشک ارم تھا اوسوقت بھی از جانب وزیر الممالک نیز از جانب شاہ بغرض حاضری راجہ بلونت سنگھ تدابیر عمل میں آئیں لیکن وے

حیلہ بیماری سے عذر کرتے رہے اِسی زمانہ میں جو درد علاقہ راجہ کے تھے وہ اسباب وزیر الممالک وشاہ سے لیجاتے اور لشکریوں کے اسباب کو کون پوچھے نواب وزیر نے بہت چاہا کہ راجہ بلونت سنگھ کو قابو میں لاویں اُس وقت بنارس سے روانہ ہوں مگر راجہ بینی بہادر نے کہ مربی راجہ تھے سمجھا دیا کہ بالفعل عزیمت ہائے عمدہ وتسخیر بلاد غنیم درپیش ہیں اسوقت ایسے زمیندار سے جنگ مناسب نہیں ہے بعد انتظام مہمات مالی وملکی دیار غربی جب اونکا اخراج منظور ہوگا جس فدوی کو حکم ہوگا زندہ قید کرکے حاضر کر دیگا نواب[1] وزیر نے بھی چونکہ دست تدبیرات کوتاہ دیکھا تھا لہٰذا کوچ کیا۔

یلغار راجہ بلونت سنگھ کوسل سنگھ زمیندار تعلقہ کٹھر متعلقہ پرگنہ انگلی سرکار جونپور پر ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ع

سرکار جونپور پرگنہ انگلی سنے عرائض رام ہست مستاجر کی خدمت

[1] نواب وزیر بنارس سے جانب الہ آباد روانہ ہوئے اور ۵ ذی الحجہ سنہ مذکور کو جھوسی کے مقام پر کشتی کا پل باندھکر الہ آباد کو مرکز خیام واعلام کیا اور ۹ ذی الحجہ کو میدان جاجو پہونچ گئے اور وہاں چیاؤنی بنائی مرہٹوں کے گماشتوں کو جو اس صوبہ میں تھے نکال دیا۔ اور انتربید سے اونکا عمل بیک قلم دور کر دیا اور عمال بادشاہی مقرر ہوئے اور جب موسم بارش نکل گیا تو ۹ ربیع الثانی ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء کو جانب کالپی روانہ ہوئے اور اپنے صوبہ جات پر راجہ بینی بہادر کو نائب کیا اور بادشاہ کو ساتھ لیکر عبور دریائے جمن کرکے گماشتہائے مرہٹہ کو کالپی سے نکال دیا پھر وہاں سے جھانسی گئے جہاں کا قلعہ از جانب مرہٹہ سے تھا چند روز لڑائی آخر تاب نالاسکا اور ۵ رجب ۱۱۷۵ھ کو قلعہ مفتوح ہو گیا اُسوقت تک شجاع الدولہ کار وزارت تو مزور کرتے تھے مگر خلعت وزارت نہ پایا تھا۔ تا اینکہ ۲۱ ماہ مذکور کو خلعت ہفت پارچہ مع چارقب ومالہ مروارید وقلمدان مرصع سے سرفراز ہوئے اور ۲۳ ماہ مذکور کو مرزا امانی (جو لقب آصف الدولہ سے مشہور ہوئے) پسر شجاع الدولہ کو خدمت داروغگی دیوان خاص کی عطا ہوئی۔

ماخذ ہو سیر المتاخرین ذکر سعادت شجاع الدولہ بدعوے جات خود۔

راجہ بلونت سنگہ میں متواتر پہونچے کہ کوسل سنگہ زمیندار نے تمرد و نافرمانی اختیار کرکے بہت سے مفسدوں کو فراہم کر لیا ہے اور مال گذاری نہیں دیتا بلکہ اکثر فتنہ پردازوں کو موافق کرکے دیہات پرگنہ پر طریقہ تاراجی کرکے زمینداروں مالگذار کو ادائے مال سرکار سے باز رکہتا ہے۔ راجہ بلونت سنگہ نے سنکر فوج چیدہ و بسندیدہ ہمراہ لیکر رام نگر سے کوچ کیا۔ جب شور آمد آمد فوج مفسدوں کو معلوم ہوا تو نشہ فساد اوتر گیا اکثر تو بغیر فوج دیکھے ہوئے بہاگ گئے اور تھوڑے سے اعزاء و اقربا کوسل سنگہ کے بخیال غیرت برادری کے آمادہ مرگ ہوکر لڑائی کے واسطے جمع ہوئے لیکن اسقدر انیوہ کے سامنے جو ہمراہ راجہ تہے اپنے کو ناقابل دیکہکر تہوڑے سی لڑائی کے بعد مُنہ پہیر دیا۔ اور جلبلی کے گڑھی میں جو تعلقہ کٹھلا اور کہٹ دست میدان میں واقع تہا۔ اور کسی طرف پناہ نتہا جا چہپے۔ جب راجہ بلونت سنگہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تہوڑی سی فوج دلاور کو اوسکے محاصرہ کا حکم دیا۔ بہادران قلعہ کو ناچیز سمجھکر بے محابا اوس طرف متوجہ ہوئے اور حملہ کردیا۔ قلعہ کے لوگوں نے فصیل و روزنہائے دیوار سے گولیاں مارنی شروع کیں اور اکثر بہادر زخمہائے کاری کہاکر خاک و خون میں لوٹے۔ تین چار مرتبہ بہادران جاں نثار نے حملہ مردانہ کیا لیکن ہر مرتبہ بہت سے لوگ زخمی و مقتول ہوئے پہر کسی میں حوصلہ حملہ کا نہ رہ گیا۔ راجہ بلونت سنگہ بیدلی لشکریوں کی دیکہکر واپس ہوئے اور تھوڑے فاصلہ پر جاکر قیام کیا۔ اور اوسیوقت توپخانہ کو کہ حوالی جونپور میں تہا طلب کیا اور کلنگ برداروں کو (سلامت کوچہ) سرنگ کہودنے اور مورچال بنانے کا حکم دیا کوسل سنگہ یہ حالت دیکہکر اوس قلعہ میں رہنا مناسب نہ سمجھکر رات کو جس طریقہ سے ہو سکا نکل بہاگے۔ تمام حصار کے لوگ بے یار و سردار امان خواہ ہوئے۔ راجہ بلونت سنگہ بوجہ قتل ہوجانے بہت سے بہادروں کے راضی امان دینے پر نہوئے اور اونکے مارنے کا حکم دیا۔ سولہ جوان راجپوت کہ اوس میں تہے جب اونہوں نے

اپنی موت کا سامان دیکھا تو بندوق پھینک کر سپر و تلوار لیکر دروازہ قلعہ کو کھول کر نکل آئے اور اپنے حریفوں کو آواز دی کہ کون ہے جو ہمارے مقابلہ کو آوے۔ راجہ بلونت سنگھ کی لشکر سے اُنکے جواب میں بندوق چلتی رہیں جن کا پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا وہ لوگ زخمہا مستعد ہوکر زمین پر گرے اور بعض اُن میں سے بچکر نکل گئے۔ راجہ بلونت سنگھ نے اُس گڑھی کو مسمار کر کے وہاں سے واپسی کی اور رام نگر میں داخل ہوئے۔ یہ جنگ ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں ہوئے۔

جنگ کرنا بلونت سنگھ کا زمینداران رسڑہ متعلق حویلی غازیپور سے ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء میں

زمینداران موضع رسڑہ متعلقہ غازی پوری قوم کے راجپوت سنگر تھے اور قدیم الایام سے دلاوری و بہادری میں مشہور جوار و دیار تھے کبھی کسی عامل کی پروا نہ کرتے اور جسقدر جی چاہتا وہ دست برداشتہ مالگذاری میں وید یتے۔ میر رستم علی خاں فضل علیخاں بھی اپنی اپنی زمانہ میں اونکے دست برد سے تنگ رہتے۔ زمانہ راجہ بلونت سنگھ کو بھی اُنکے سرداروں جیرام سنگھ و کینہیا سنگھ و درگ سنگھ نے مثل زمانہ سابقین سمجھکر بلم داس عامل سرکار غازی پور سے سرتابی شروع کی اور وہاں کے ضلعدار کو تاراج کر دیا۔ بازپرس کرنے پر جماعت جمع کر کے مستعد غارتگری ہوئے۔ بلم داس نے راجہ بلونت سنگھ کو اطلاع دی چونکہ راجہ مذکور کے دل میں انکا تمرد خار جگر ہو رہا تھا لہذا وقت کو غنیمت سمجھ کر تمامی سپاہ و توپ خانہ کے ساتھ بہ حیلہ سیر و شکار روانہ جانب غازی پور ہوئے۔ زمینداران مذکور ورود بلونت سنگھ سے آگاہ ہو کر اپنے عزیزوں کو ہر چہار سو سے فراہم کرنے لگے چار پانچ ہزار بندوقچی و جزایرچی جمع ہو گئے اور سواد موضع رسڑہ باہر نکل پڑے اور طالب جنگ ہوئے۔

راجہ بلونت سنگھ نے سبب یہ جرأت اونکی دیکھی کہ یوں اپنی موت پر تیار ہوکر آئے ہیں تو صلح چاہی مگر اُن لوگوں نے مطلق پروانہ کی تا اینکہ لڑائی شروع ہوگئی۔ تہوڑی دیر تک طرفین سے مقابلہ رہا راجہ بلونت سنگھ نے دیکھا کہ اِس جماعت سے تیر و بندوق سے بازی لیجانا دشوار ہے تو توپ سر کرنے کا حکم دیا توپیں چھوٹنے لگیں اُسوقت لوگ لڑتے ہوئے پسپا ہونے اور موضع رسٹرہ میں جا پہونچے۔ یہہ موضع عجیب محفوظ جگہ میں تہا اوسکے اطراف میں درختہائے صحرا سد سکندری باندہے ہوئے تہے اور ان زمینداروں نے اپنی اپنی حویلی کو بطریق قلعہ بنا رکہا تہا برج و باڑہ اُن میں تہے اور بندوق مارنے کے واسطے روزن رکہے تہے۔

یہ لوگ اپنی اپنی حویلیوں میں پہونچکر دروازہ بند کرکے کوٹہے پر آکر بذریعہ سوراخوں کے گولی مارنے لگے۔ راجہ بلونت سنگھ کی لشکر پر عجیب ضیق کا سامنا ہوگیا کیونکہ وہاں پر تو آدمیوں کا سامنا تہا اور یہاں دیوار کا سامنا ہے اوس طرف کی گولی بہادروں کے سر و سینہ کو چاک کرتی ہے اور بہادرونکی گولی بجز مٹی دیوار کے اور کچھ نہیں بالی دوسرے مشکل یہ پڑگئی کہ لڑائی باعتبار ہر حویلی منقسم ہوگئی جو سردار جس حویلی کی طرف سے ہوکر گذرا جنگ جویاں اوس حویلی نے اوسکو وہیں پر لڑائی میں پہنسا رکہا اوسکو دوسرے کے حال کی خبر نہ ہوتی صدہا جوان جان نثار اِس لڑائی میں کام آئے لشکر کے لچوں نے ہوا کا رخ دیکھکر آگ لگا دیا تہوڑی دیر میں آگ چاروں طرف پہونچ گئی۔ راجہ بلونت سنگھ بہمراہی دوسو سوار و معدودے چند بندوقچی خاص بردار کے گرد آوری موضع کی کر رہے تہے کہ جاسوسوں نے خبر دی کہ زمینداران ٹیکا دیوری و مکنورہ و جام کہ ان لوگوں کے بہائی ہیں بہ قصد مدد مع اسباب حرب و دو ہزار پیادہ بندوقچی کے ایک میل کے فاصلہ پر تالاب پر کہ انکا معبدگاہ ہے جمع ہیں اور چاہتے ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد جب لشکر کہانا پکانے میں مشغول ہو تو زبردست برد کرے۔ راجہ بلونت سنگھ

نے اپنا ہاتھی اس طرف پھیرا۔ حالانکہ نند رام فوجدار پرگنہ حویلی غازی پور نے منع کیا کہ اسوقت یہہ بہادری مناسب نہیں ہے مگر راجہ نے نہ مانا۔

چونکہ رفیقان راجہ کم تھے اور حریف زیادہ تھے لہذا ہر چہار طرف سے گھیر لیا اور بندوق و تیر مارنے لگے راجہ بلونت سنگہ نے ہراساں ہوکر اپنے ہاتھ سے بندوق مارنا شروع کیا اور بہادران لشکر کو حملہ اور یورش کی ترغیب دی۔ جوانان جنگ آزمودہ نے جب یہ پائداری اپنے مالک سے دیکھی تو سرگرم جانفشانی ہوئے جنگ تیر و بندوق کو چھوڑکر دست بہ کوتہ براق (نیزہ سے لڑنے لگے بلکہ طمانچہ و گھونسہ کی نوبت پہونچ گئی اور اکثر کشتی لڑنے لگے تاانکہ قریب چارسو جوان چیدہ و پسندیدہ کے اوس جماعت سے بہ کمال دلاوری زخمہا کاری اوٹھاکر خاک و خون میں لوٹے اور دوسرے رفیق و ہمراہی جب تک قوت رہی ٹہرے رہے اور جب زخمہائے کاری سے کہڑا رہنے کی طاقت نہ رہی تو گر پڑے۔

خلاصہ جب خبر محصوری راجہ بلونت سنگہ لشکر کے لوگوں نے سنا تو مورچہ چھوڑکر اپنے آقا کی رہائی کو دوڑے۔ محصورین موضع نے کہ ایک طرف سے آگ کی بلا میں گرفتار اور دوسری طرف سے بسبب محاصرہ حریفان پا بند اوبار تھے جب اون لوگوں کا جانا دیکھا تو غنیمت سمجھکر ان کے پیچھے پڑگئے اور عجیب آفت کا سامنا اُن لوگوں کو ہوگیا زمینداروں نے بھی ان کو بھاگتا ہوا دیکھکر ان کے حسب دامن کی خبر لینی شروع کی عورات و بچہ گھوڑے اور دیگچہ لیکر نکل پڑے اور سروگردن جوانان پر مارتے۔ مگر چونکہ انلوگوں کو دوسرا ہی کام پیش نظر تہا لہذا ان باتوں کی پروا نکرکے حضور راجہ میں پہونچ گئے انکے پہونچنے سے جب مدد پہونچی اور جماعت انکی زیادہ ہوگئی تو بقیۃ السیف حریف نے جنگل کی راہ لی۔ اسطرف محصورین موضع بہی موقع پاکر جسقدر اسباب کہ اوٹھا سکے اوٹھاکر صحرا میں چلدئے۔

راجہ بلونت سنگہ نے تیرہ میں آنکر حویلی کے مسمار کردینے کا حکم دیا مگر مشیران راجہ نے سمجھایا کہ جبے رام سنگہ وغیرہ سرگروہ مفسدان دست برد و لاوران سے بچکر نکل گیا ہے عنقریب

پھر جماعت فراہم کریگا اور لشکر پر شبخوں مارے گا بہتر یہہ ہے کہ ان سے محبت کا طریقہ برتا جاوے اور چند معتمدین کی ضمانت پر تعلقہ رسڑہ پھر اونہیں کو دیدیا جاوے۔ راجہ بلونت سنگہ نے بھی اپنے دل میں سمجھ کر قبول کیا اور بذریعہ میر اشرف علی فوجدار پرگنہ بلیا وہ لوگ حاضر ہوئے اور راجہ نے ہر ایک کو خلعت دیکر اونکا تعلقہ اوہیں کو دیدیا۔

عرض راقم

راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ یہاں سے سلسلہ تاریخ کا جنگ شجاع الدولہ با انگریزان بہ مدد قاسم خاں عالیجاہ شروع ہو رہا ہے۔ لہذا پہلے حالات قاسم خاں عالیجاہ و اون کا انگریزوں سے لڑنا کس وجہ سے یہہ نوبت آئی بغرض تفہیم مطلب و سلسلہ کتاب ضروری ہے اس وجہ سے قبل بیان جنگ شجاع الدولہ با انگریزان و ہمراہی بلونت سنگ کے جنگ عالیجاہ با انگریزاں و ذکر آمد عالیجاہ در نواح بنارس لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

وجہ جنگ عالیجاہ با انگریزان

میر قاسم خاں نے اپنا لقب عالیجاہ بعد تخت نشینی رکھا اور فوج کی درستگی و قواعد حسب ضابطہ انگریزان کرکے تھوڑی سی فوج تیار کی۔ بحسب تقدیرات الٰہی مسٹر ہنری ونسٹرٹ شمس الدولہ گورنر کلکتہ کہ مربے و سرپرست میر قاسم خاں تھے بقصد دیکھنے عالیجاہ و مونگیر و کوٹھی عظیم آباد و جہیرہ وغیرہ کے کلکتہ سے اس طرف آئے اور قاسم بازار و مرشد آباد و بردوان وغیرہ مقامات کو دیکھتے ہوئے روز دوشنبہ ۵ جمادی الاولی ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء کو وارد مونگیر ہوئے عالیجاہ نے اونکی کمال درجہ خاطر کی اور رسم ضیافت کو ادا کیا اور شمس الدولہ بہادر نے تحفہ جات آمدہ از ولایت فرنگ دئے۔ ورحسب دستور کھانا میر قاسم خاں کے مکان پر کھایا اور صحبت رقص وغیرہ بڑی خلوص سے رہی۔

دو تین روز بعد میر قاسم خاں نے اپنی فوج و توپ خانہ کو کہ بہ اہتمام گرگیں خاں بطریق ورزش
جماعت انگریز تیار کر رکہا تہا اور بہترین آئین و تزئین سے مکمل تہا دکہلایا گویا اپنا
طمطراق شمس الدولہ کو دکہلایا اونہوں نے از راہ نصیحت کہا فوج کو فی الواقع خوب
آراستہ کیا ہے مگر یہ فوج ہندوستانی اشخاص کے مقابلہ میں خوب ہے ہرگز اس
فوج سے قصد جنگ فرقہ انگریز سے نہ کرنا کہ اون سے عہدہ برآ نہو گی اور آبرو تمام
ہندوستان کی تمہاری آبرو سے وابستہ ہے اگر آپ مغلوب ہوئے تو تمام ہندوستان
نظر اہل ولایت میں ذلیل ہو جاوے گا۔ ہم لوگوں کو زبان اور روپیہ سے مغلوب
کرنا چاہیے۔ اور جو طریقہ میں نے رکہا ہے اوس سے تجاوز نہ چاہیے تاکہ خلق خدا
عافیت میں رہے۔ چونکہ محصول انگریزوں کو معاف ہو چکا تہا لہذا وہ اپنے نام سے
غیر انگریز کا بہی مال روانہ کر دیتے اور ناظم بنگالہ کا بہت نقصان ہوتا اس وجہ اوسی زمانہ
میں عالیجاہ نے کہا کہ بنام حمایت انگریزاں بہت سے تاجروں کا مال جاتا ہے اور
تہوڑا فائدہ جو انگریزوں کو ہوتا ہے اوس میں ہمارا بہت نقصان ہے لہذا ہم چاہتے
ہیں کہ انگریزوں سے بہی محصول لیا جاوے۔ البتہ محصول کمپنی کا معاف رہیگا۔
شمس الدولہ نے جواب دیا کہ چونکہ محصول تجارت اس فرقہ کا ہمیشہ سے معاف ہے
تو اب کیسے لے سکتے ہیں۔ تاہم اس امر میں آپ جلدی نہ کریں میں کلکتہ پہونچکر اس
معاملہ میں لکہوں گا۔ اوسوقت آپ جاری کریں گے۔ شمس الدولہ یہ کہکر جانب عظیم آباد
وجہیرہ جا کر بعد چندے کلکتہ پہونچے۔

میر محمد قاسم خاں نے بامید وعدہ شمس الدولہ مطمئن ہو کر محصول لینے پر ارادہ مضبوط
کر لیا مگر چونکہ عقل سے کام نہ لیا اور عجلت کر بیٹھے اوسکا نتیجہ خراب نکلا۔ اپنے عمال کو لکہ
بہیجا کہ تم لوگ خبردار رہو اور تا وصول حکم ثانی احتیاط رکہو کہ مال تجاران بلطائف الحیل
جانے نہ پاوے۔ عمال کا حوصلہ و شعور جس حد کا ہوتا ہے اہل بصیرت پر مخفی نہیں کب

ممکن تہا کہ راز پوشیدہ رکہ سکیں اور اس طور سے کام کریں کہ الزام نہ آوے وہ لوگ ممانعت و مزاحمت کرنے لگے راز کہل گیا ۔ بعض انگریزوں نے کہ میر محمد قاسم خاں کے مخالف ہیں کو نسل ایلس صاحب کلاں کوٹہی عظیم آباد کے یا مسٹر بالسن صاحب کلاں کوٹہی جہانگیر نگر کے تابع احداث اس عمل غیر معمول کی نہ لاکر بعض عمال کو بوجہ مزاحمت مقید کرلیا تاکہ کونسل کلکتہ میں اونکا جرم ثابت کر کے سزا دیکر عمالی جاہ کو خفت دیں عالیجاہ سے جبکہ سفر بتیا سے واپس ہو رہے تہے اس واقعہ کی خبر پائی ۔ بغیر سمجہے ہوئے عمال کو حکم دیدیا کہ تم لوگ بہی اونکے گماشتوں کو مقید کرو ان لوگوں نے تعمیل حکم کر کے بعض گماشتہائے انگریزی کو مقید کر کے عالیجاہ کے پاس بہیجدیا ۔ اونہوں نے بعوض اپنے گماشتوں کے مقید رکہا ۔

اس معاملہ میں میر قاسم خاں سے بہت جلدی کی ورنہ جبکہ شمس الدولہ کلکتہ پہونچکر حکم معافی محصول دیتے اور اوس وقت عملدرآمد ہوتا تو آشتی و صلح بہی رہتی اور مقصود بہی حاصل ہوتا مگر اب کہ ہر دو طرف کے گماشتے مقید ہو گئے ۔ شمس الدولہ کو قدرت و اختیار حکم استعفا محصول کا جاتا رہا ۔ اہالیان کونسل کلکتہ نے کہ اطراف میں منتشر تہے شمس الدولہ کو مورد ملامت حمایت میر محمد قاسم خاں میں کرکے مغلوب الرائے کیا ۔ اونہوں نے مجبور ہو کر حکم معافی محصول مال انگریزوں و چہوڑ دینے گماشتوں کا لکہا یہ بات خلاف مرضی عالیجاہ تہی اونہوں نے کل تجار کا محصول معاف کر دیا یہ بات اہالیان کونسل کو اور بُری معلوم ہوئی اور کہا عرض عالیجاہ کی ہماری خفت و اہانت ہے کہ دوسرے تجار کو ہمارے برابر کیا ہے اگر منظور آشتی و صلح ہے تو فقط محصول انگریزان معاف ہوا اور باقی سے لیا جاوے نیز باتفاق سب نے کہا کہ مسٹر ہنری ونسٹرٹ شمس الدولہ پورے طرفدار میر محمد قاسم خاں ہیں لہذا ہم اپنی طرف سے سفیر بہیجتے ہیں تاکہ ہماری طرف سے پیام پہونچاوے اگر عالیجاہ نے قبول کیا تو خیر ورنہ ہمارے اور اونکے درمیان صلح

نہ رہے گی شمس الدولہ بنا بر کثرت رائے مغلوب رہ گئے اور مسٹر امیٹ و مسٹر جے مع چند دیگر
انگریزان و ایک کمپنی تلنگہ بسرداری کپتان جان سن روانہ مونگیر ہوئے۔ شمس الدولہ نے
بذریعہ وکلائے عالیجاہ خط مجمل لکھا اور مفصل زبانی کہلا بھیجا کہ جو عہد و پیمان اول روز ہمارے
تمہارے درمیان میں جانب کمپنی سے ہو چکا اور اوس پر جانبین کے وثائق ہو چکے اوس سے
تجاوز نہ چاہیئے۔ بالفعل بوجہ تمہاری جلدی کے سررشتۂ اختیار ہاتھ سے جاتا رہا
دو ممبر کونسلی تمہارے مخالف ہیں اور اونکا جنبہ غالب ہے مسٹر امیٹ اُنکی استدعا
پر جاتے ہیں جس بات کو وہ کہیں اوسکو منظور کر لینا اور اپنے پاس سے خوشنود واپس کرنا
اگر جو تم کو خلاف معلوم ہو تمہارے خلاف کے کونسلی کو پانچ چھ ماہ میں حکم برطرفی آجاوے گا
اوسوقت تمہارے موافق ہو جاوے گا۔ اس خط کے پہونچنے پر عالیجاہ نے گرگین خاں سے
مشورہ کیا چونکہ سفاہت مجسم اور مردکہ معجب و مغرور تھا عدم قبول حکم شمس الدولہ کو اوس نے
ترجیح دی۔ عالیجاہ نے بھی اپنی عقل سے کام نہ لیا۔

جب مسٹر امیٹ قریب مونگیر پہونچے تو عالیجاہ نے میر عبداللہ صفوی کو بلا کر بغرض استقبال
و دریافت مافی الضمیر مسٹر امیٹ ہمراہ غلام حسین خاں بھیجا۔ کیونکہ یہہ بزرگ پہلے سے
آشنا مسٹر موصوف سے تھے اور جاسوس اُن لوگوں پر مقرر کیے کہ جو کچھ اپنے اور
انگریزوں سے باتیں ہوں اونکو لکھتے رہنا۔ ان لوگوں نے رسم استقبال ادا کیا اور مافی الضمیر
کی بابت مسٹر امیٹ نے خود عالیجاہ سے کہنے کو کہا۔ جب وارد مونگیر ہوئے تو عالیجاہ نے
صبح کو میر ابو علی خاں و راجہ نوبت رائے نائب صوبہ عظیم آباد کو بعد قید کرنے رام نارائن
سابق نائب صوبہ دار کے مقرر کیا تہا بغرض استقبال مسٹر امیٹ بھیجا اور یکم ذیقعدہ ۱۱۷۶ھ
مطابق ۱۷۶۳ء کو مسٹر مذکور مونگیر پہونچے اور دوسرے روز مسٹر امیٹ و مسٹر جی و کپتان
جان سن و مسٹر گلسن کہ جوان نوخاستہ و شگفتہ خاطر و فارسی داں تھے ملاقات کو آئے
عالیجاہ نے حسب ضابطہ چند قدم مسند سے استقبال کیا اور کرسیوں پر کہ اونکے واسطے

بجوار کہا تھا بٹھایا اور رسم تواضع عطر پان دخوانچہ لباس باضافہ جواہر مسٹر امیٹ کو دیکر رخصت کیا اور وقت رخصت سر فرش تک مشایعت کی پھر ضیافت کی اور مسٹر مذکور مع جماعت انگریز شب کو ضیافت میں آئے اور تماشا رقص و آتشبازی دیکھکر واپس گئے۔

پھر مکرر آمد و رفت انگریزوں کی رہی اور جواب وسوال درباره امر سفارت رہا مگر ہر بار صحبت ناچاقی سے گذرتی اور ان لوگوں کے آتے جاتے وقت دربانان عالیجاہ حرکات کہ موجب رنجش و استخفاف نہیں عمل میں لاتے۔ چنانچہ یکبار مسٹر امیٹ نے روبروے عالیجاہ شکایت بھی کی اور میر قاسم خاں نے عدم اطلاع کا اظہار کیا درباره منظوری سفارت علی بن ابراہیم خاں بہادر و مرزا شمس الدین بغرض بقاء صلح و رفع غبار کدورت کہتے اور عالیجاہ پسند فرماتے مگر پھر گرگیں خاں آنکو سکو پلٹ دیتے تا آنکہ رائے گرگیں خاں احمق ذہن نشین نواب عالیجاہ ہوگئی اور مسٹر امیٹ کمال غبص و کدورت میں واپس گئے اور مسٹر السن صاحب کلاں کوٹھی عظیم آباد کو لکھنہ بھیجا کہ ہمارے و عالیجاہ میں برتاؤ اچھا نہ رہا اور قریب ہے کہ جنگ ہوجاوے تم خبردار و مستعد کارزار رہو۔ چونکہ مسٹر السن بھی عالیجاہ سے ناخوش تھے لہذا انہوں نے اسقدر انتظار روز روانگی مسٹر مذکور سے باعتبار حساب۔ کہا کہ مسٹر امیٹ حدود فوج عالیجاہ سے نکل جاویں تو میں میر مہدی خاں نائب صوبہ عظیم آباد سے (جو کہ بعد معزولی رام نارائن و راجہ نوبت رائے ہوئی تھی) جنگ کروں اور قلعہ لیلوں کیونکہ اونکو یقین کامل تھا کہ جب مسٹر امیٹ کلکتہ پہونچینگے فوراً حکم جنگ ہوجاوے گا۔ جب اونکو یقین نکل جانے مسٹر امیٹ کا باعتبار حساب روز روانگی ہوچکا تو رقعہ میجر گسٹرس سردار فوج انگریزی متعین عظیم آباد کو لکھا کہ آج کی رات مع کل فوج کوٹھی پر جمع رہکر صبح کو قلعہ پر حملہ کرنا چاہیے میر مہدی خاں بالکل بے خبر تھے اور فوج متعینہ قلعہ بالکل عیش میں مصروف تھے میجر

گسترس وغیرہ بذریعہ زینہ جانب برج لب دریا سے جو کہ مابین حویلی میر عبداللہ و کوٹھی انگریزی تھا صبح روز جمعہ ۱۲ ماہ ذی حجہ ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء بالائے قلعہ چڑھ آئے محافظان قلعہ کہ بہت کم تھے دفع دشمن کرنے لگے اور بعض انگریز و تلنگہ زخمی ہوئے میر مہدی خاں و دیگر فوج متعینہ شہر و حصار کو آواز توپ و بندوق نے خواب غفلت سے بیدار کیا اور جس طور سے ہو سکا بغرض مقابلہ دوڑے چونکہ مخالفین باقی ماندہ اندرون شہر رستہ بازار کلاں اور محلہ دیوان سے شلک کرتے ہوئے آگے جارہے تھے لہذا فوج متعینہ شاہی عظیم آباد سے سرراہ گورہٹہ میں مقابلہ ہوا اور گولیاں چلنے لگیں محمد امین خاں زخمی ہوئے اور لوگ بھاگے میر مہدی خاں نے دروازہ مشرقی سے نکلکر جانب مونگیر کا قصد کیا اور شیخ برکت علی مضطرب الاحوال کھڑکی رانی سے نکلکر بے سروپا کنارہ دہودہ کے ہونچکر پریشانی میں راہ قطع کرتے جاتے۔ مگر محمد امین خاں پھر کر داخل عمارت چہل ستون زین الدین احمد خاں ہوکر دروازہ بندکرکے مستعد مدافعہ ہوئے اور لال سنگھ ہزاری نے دروازہ قلعہ کو بندکرکے مدافعہ شروع کیا اور چہل ستون سے بھی گولیاں برستی جاتیں مگر تمام شہر عمل انگریز میں آگیا اور دوپہر تک تلنگہ وہرکارہ وغیرہ نے لشکرے خوب لوٹا۔ حالانکہ اسکے قبل لشکر انگریزوں سے کبھی ایسا فعل نہوا تھا۔

میر مہدی خاں فتوحہ تک پہونچے تھے کہ فوج فرستادہ عالیجاہ بکمک میر مہدی خاں حصار عظیم آباد ملی۔ اور اونکو پائداری محمد امین خاں و لال سنگھ کی چہل ستون و قلعہ میں معلوم ہوئی لہذا مع میر مہدی خاں بغرض انتزاع شہر از دست انگریزان نہایت جلدی سے روانگی کی اور میر ناصر داروغہ بانداران و جعفر خاں و عالم خاں نے کہ ہمراہ میر مہدی خاں قبل ملکار آئے تھے ہونچ گئے تھے بان و بندوق کے ذریعہ سے جمعیت فوج انگریزی کو متزلزل کردیا وہ دو توپ پر بیچ دیگر بھاگ نکلے میر مہدی خاں نے اونکا تعاقب کیا یہ سنکر جو فوج حصار و برج پر تھی بھاگ نکلے اور فتح و نصرت نصیب اولیاء دولت عالیجاہ ہوئے اور پھر گیا ہوا قلعہ ملگیا

فوج عالیجاہ نے کوٹھی کو زیر توپ اندازی رکھا۔ مسٹر السن بقیۃ السیف سے بھاگ کر اپنے جہاز نی بانی پور میں گئے۔ اس عرصہ میں انگریزوں نے مع چھ پلٹن و آٹھ توپ کے میر مید نخاں سے آ ملے۔ مسٹر السن نے جب اونکی خبر آمد سنی تو چھپرہ کی طرف چلے گئے وہاں سے جانب علاقہ شجاع الدولہ گئے۔ رام نرائن فوجدار سرکار سارن نے باوجود بیقدری جرأت کو دخل دیا اور عقب السن میں جانب سرحد نیپال سے روانہ ہوا۔ اور طرف بکسر سے سمرو نے مع فوج ہمراہی خود حملہ کیا۔ گو مسٹر السن کے پاس دو تین پلٹن فوج تھی مگر چونکہ موت پہونچ گئی تھی لہذا مقید ہو گئے۔ یہ خبر مفصل پہلے عصر کو شکست کی اور فتح کے بعد نصف شب عالیجاہ کو ملی۔ اور شکر خدا کیا۔ اور اس خبر کو پاکر تمام ممالک محروسہ میں حکم جاری کیا کہ ہم سے اور انگریزوں سے اب صلح نہیں ہے جہاں کہیں پاؤ مارو۔ اور غالبا مسٹر امیٹ کے نسبت حکم صریح تھا۔

مسٹر امیٹ مرشدآباد پہونچے تہے کہ ہمراہیان شہسوار بیگ وغیرہ جمعداران ملازم میر قاسم خاں نے گرفتار کر لیا اور ۱۸ ذی الحجہ ۱۱۷۶ھ کو مار کر سر اونکا عالیجاہ کے پاس بھیجدیا اور اوسی روز کوٹھی قاسم بازار لوٹی گئی۔

عالیجاہ نے جب دیکھا کہ اب بغیر جنگ چارہ نہیں تو محمد تقی خاں بہادر فوجدار بیربھوم کو حکم تیاری جنگ کا دیا اور جعفر خاں و عالم خاں و شیخ ہیبت اللہ کو بغرض امداد اون کے بھیجا تاکہ انگریزوں سے آمد از کلکتہ میں مقابلہ کریں خان مذکور افواج متعینہ مرشدآباد کو بذریعہ سید محمد خاں نائب ناظم مع سامان حرب موجودہ مرشدآباد لیکر جانب کٹوہ گئے اور سید محمد خاں بہی مع فوج و ہیں پر آ گئے۔

جب خبر مارے جانے مسٹر امیٹ کی شمس الدولہ نے سنا تو پہلے خط تہدید بنام سید محمد خاں نائب عالیجاہ کو لکہا مگر جواب نہیں آنے پایا کہ اطراف و جوانب سے تمام کونسل جمع ہو گئے اور شمس الدولہ کو طرفداری عالیجاہ میں بدنام کیا مسٹر ہیسٹنگ بہادر صرف طرفدار شمس الدولہ تہے

اور شمس الدولہ کا مقصد یہ تہا کہ پہلے قیدی بہ نرمی چہڑا لئے جاویں پہر اگر جنگ ہونا ہے
تو کیجاوے مگر تمام کونسل کا جوش بوجہ قتل مسٹر امیٹ ایسا نہ تہا جو اس مصلحت کو سمجہ سکتا
لہذا نوبت سخت کلامی کی مسٹر بالسن اور مسٹر ہیسٹنگ سے آگئی آخر شمس الدولہ نے
کونسل میں ایک کاغذ پر سب سے دستخط جنگ پر بلا انتظار رہائی مقیدان لکہوا لیا۔ اور
اسی کاغذ کے ذریعہ سے جوابات اعتراضات مسٹر کلایو کو شمس الدولہ نے اصحاب کونسل
ولایت کے سامنے دیکر اپنی لیاقت انتظامی کا ثبوت دیا۔ اور میر محمد جعفر خاں سابق ناظم بنگالہ کو
بعد عہد و پیمان جدیدہ ساتھ لیکر قصد جنگ کر دیا۔ جنگ عظیم آباد سے مسٹر السن رام ندھی
فوجدار سرکار سارن کے ہاتہ پر مقید ہو کر بذریعہ میر مہدی خاں بحکم عالیجاہ مونگیر بہیجے گئے۔
اور حوالہ شیخ فرحت علی و گرگین خاں ہوئے اور چند انگریز مارے گئے اور بعض جا
مقید ہوئے صرف ڈاکٹر فولرتن کو آرام رہا۔

چونکہ محمد تقی خاں بہادر فی الواقع سردار و لائق ریاست و سرداری تہا سید محمد خاں نائب
ناظم سے کہ مرد بزدل و بوزح تہا باخود اصفائی نہ تہی لہذا جب محمد تقی خاں مرشد آباد میں
آئے تو ناظم نے اسباب جنگ دینے میں لیت و لعل کیا اور چاہا کہ محمد تقی خاں کی شکست
ہو کر بدنامی ہو اور عجب نہیں کہ فوج یعنی ہمراہیان شیخ ہیبت اللہ و عالم خاں و جعفر خاں وغیرہ
کو بہی فہمائش عدم اطاعت محمد تقی خاں کی ہو حالانکہ یہ نہ سمجہے کہ فی الواقع یہ اپنے آقا کی بدخواہی
ہے خلاصہ یہ کہ جب شیخ ہیبت اللہ و عالم خاں وغیرہ نزدیک لشکر محمد تقی خاں پہونچے تو
خان مذکور نے یکجا ہو کر لڑنے کو کہا مگر ان لوگوں نے نہ سنا اور علیحدہ دوسری طرف جا کر اپنا
لشکرگاہ بنایا اور نواح کٹوہ میں یہ جنگ قرار پائی۔ محمد تقی خاں نے اپنے نام و ننگ
کے خیال سے پہلے سے پانسو بہادر ملازم رکہکر دس روپیہ ماہانہ مقرر کیا تہا اور اپنی طرف
سے یابو و گاؤ و شتر باربرداری کو دے رکہا تہا اور سرداران قابل سو و پیہا ہوا تک کے
ملازم کر رکہا تہا اور ہر روز اونسے مشق چاندماری کی کراتے رہتے۔

جب دو پلٹن انگریزی جانب لشکر عالم خاں وغیرہ آئیں تو اُن لوگوں نے مدد محمد تقی خاں سے چاہی اُنہوں نے اپنی فوج بسرداری فرامرز شاگرد خود بھیجا اور حسن اہتمام سے او پر غالب آئے شب کو انگریزی پلٹنیں بردوان وغیرہ سے آگئیں صبح کو جب مقابلہ ہوا تو عالم خاں وغیرہ کو قدر نصیحت محمد تقی خاں معلوم ہوئی کچھ ہاتھ پیر ہلایا اور لوگ فوج محمد تقی خاں کے مارے گئے آخر کو عالم خاں وغیرہ بھاگ نکلے۔

دوسرے یا تیسرے روز محمد تقی خاں بہادر نے ۵ محرم الحرام شروع ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء کو مقابلہ کیا اور اپنے ہمراہیوں کو جرأت دلا کر سوار ہوئے طرفین سے توپ اندازی شروع ہوئی اور جن کی موت آگئی تھی وہ مرتے گئے تا اینکہ دلدہی محمد تقی خاں سے آثار شکست فوج انگریزی پر نمایاں ہوئی وہ حسب قاعدہ خود لڑتے ہوئے پیچھے ہٹے ضرب گولی سے گھوڑا سواری محمد تقی خاں کا مر گیا دوسرا بدلا وہ بھی گرا تیسرا بدلا تا اینکہ ایک گولی پہلو پر آکر لگی اوسکو یاروں سے مخفی رکھا اور برابر لپکا کرتے ہوئے چلے تا اینکہ ایک نالہ پر جہاں فوج انگریزی پوشیدہ تھے جا پہنچے مسور ڈھونڈہ رہے تھے کہ یکبارگی باڑہ گولیوں کی اُنکی فوج پر پڑی اور اکثر آدمی مارے گئے اسی اثنا میں گولی پیشانی خان مرقوم پر لگی اور راہی ملک عدم ہوگئے۔

شیخ ہیبت اللہ وغیرہ کہ دور سے تماشا جنگ دیکھ رہے تھے اور بالکل مدد محمد تقی خاں کی نہ کی تھی یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے۔ سید محمد خاں یہ خبر سنکر بغیر اسکے کہ اسباب و سامان عالیجاہ کو جو وہاں پر تھا کچھ انتظام کر سکیں بھاگ گئے اور لشکر عالیجاہ سے جا ملے۔

مرزا محمد ایرج خاں خسر سراج الدولہ مرشد آباد میں تھے اور عنایات عالیجاہ سے محروم تھے خبر شکست سنکر محمد جعفر خاں پاس بغرض مبارکباد آئے اور اُنکے حکم سے پھر واپس ہوکر مرشد آباد میں منادی اُنکے نام کی کرائی اور ۱۲ محرم ۱۱۷۷ھ روز یکشنبہ مطابق ۱۷۶۳ء کو میر محمد جعفر خاں پھر دوبارہ داخل دولتخانہ مہابت جنگ و دار الامارہ ہوئے اور شنبہ

۱۸ محرم سنہ مذکور کو ہمراہ فوج انگریزی مرشدآباد سے بارادہ جنگ پھر نکلے۔
عالیجاہ نے خبر شکست سنکر شیخ ہیبت اللہ کو حکم توقف مقام سوتی میں بغرض جنگ دیا اور اسد اللہ خاں کو سات ہزار سوار دیکر اور مالکار و سمرو کو سات آٹھ پلٹن و سولہ توپ دیکر مع میر ناصر داروغہ بان داران بھیجا۔ یہ لوگ وہاں پہونچے اور سہ شنبہ ۲۱ محرم کو مقابلہ ہوا۔
اس جنگ میں میر بدر الدین خاں نے جو کہ متعلق اسد اللہ خاں تھے ہمت مردانہ کو دخل دیا مگر افسوس کہ اسد اللہ خاں نے باوجود وعدہ مدد نہ کی ایساہی میر ناصر نے کہ ہجوم کرکے غلبہ کا اظہار کر چکے تھے کہ بوجہ عدم مدد مجبور رہ گئے اور اسی اثنا میں کہ مدد ہر دو اشخاص کو نہ ملی فوج انگریزی باوجود پسپا ہونے کے پھر سنبھل گئے اور سنگینوں سے لڑنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ سمرو و مالکار کچھ آگے بڑھکر بھاگے اور اسد اللہ خاں بھی بھاگے اور انگریزوں کو فتح ہوئی۔
اس شکست کی خبر پاکر عالیجاہ نے اپنے عیال کو قلعہ رہتاس میں بھیجدیا اور خود مدافعہ کو آئے اور ۲۴ محرم سنہ مذکور کو اودھوا میں پہونچے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اودھوا ندی جنوبی کوہستان راج محل سے نکلکر گنگا میں ملی ہے اور نہایت گہری ہے اکثر کنارہ میں اوسکے صحرائے خار دار ہیں اور بجز ایک پل کے جسکو عالیجاہ نے بنایا تھا دوسری راہ تھی عالیجاہ نے اوسکو پس پشت رکھکر اوسکے آگے خندق عمیق کھدوا اور اوسکے آگے باندھ نہایت مضبوط باندھا اور سلسلہ اوسکا کوہستان سے ملادیا اور ایک جھیل عمیق دامن کوہستان سے نزدیک گنگا تک لائے اور اوسپر بھی پل بنایا اور راہ نہایت پیچدار بطور قلعہ رکھی کہ بغیر ایک راہ کے دوسری راہ نتھی۔ اور گذر فوج بجز اوس راہ کے غیر ممکن تھا خلاصہ اس مقام کو مدافعہ انگریزان میں بہترین طرق جانتے اول تو خود سفاکی مزاج میں غالب تھی اور پھر صحبت گرگین خاں نے اور اضافہ کردیا تھا یہاں پہونچکر اکثر قیدی جن سے اندیشہ تھا مارے گئے منجملہ انکے

رام نارائن ناظم عظیم آباد و راجہ راج بلبھ جو کہ دیوان شہامت جنگ و بعد اوسکے دیوان میرن
و بعد کو زمانہ عالیجاہ میں بہی نائب نظامت عظیم آباد رہے تہے مع چند پسر کے و رلئے رایان
امید رام مع پسر و راجہ فتح سنگہ و راجہ بنیاد سنگہ زمیندار ان ٹکاری و شیخ عبداللہ متعینہ
ٹکاری تہے مارے گئے مگر انگریزان مقید کو کسی مصلحت سے نہیں مارا۔

کامگار خاں بمعین فوج عالیجاہ سے آملے عالیجاہ نے اونکی قدرافزائی کی اور مرزا نجف خاں کہ
اقربا مرزا محسن برادر صف درجنگ اور اولاد نجف خاں صدر الصدور ایران سے تہے اور
سابق میں قلعہ دار الہ آباد بزمانہ محمد قلی خاں تہے مع معدودے رفقاء کے عالیجاہ کے
پاس آئے اون کی بہی قدرافزائی ہوئی۔

اوپر ہوا کے مورچال پر اسد اللہ خاں مع فوج خود و سمرو و مانک رام ہنی وار بطون مع توپخانہ
و بندوق چغتائی سے کے و محمد تقی خاں خلف اکبر علی خاں منکیانی و عالم خاں و جعفر خاں و شیخ
ہیبت اللہ مع فوج خود و میر ہمت علی بخشی نجف بعنوان سب تہے اگرچہ فوج کی جمعیت کافی
تہی اور باعتبار باندہ دہنے وغیرہ گذر دشمن مشکل تہا مگر سب کے سب غفلت سے
بسر کرتے خصوصاً شب کو تو محض شانت باندہ پر بہروسہ کرکے شراب خواری و تماشاے
رقص و رنگ بازی میں جس کے پاس تہوڑا سا روپیہ بہی ہوتا صرف کرتا اس عرصہ میں مرزا
نجف خاں جب آئے تو بہ مقتضاے جرأت ذاتی بعض لوگ رفقاے میر مہدی خاں
و بعض ملازمان عالیجاہ و بعض رفیق خود کو ہمراہ لیکر باشندگان کوہی سے راہ دریافت
کرکے اوسی جہیل کے ذریعہ سے جو کہ سد راہ انگریزان تہی پایاب جگہ تلاش کرکے راتکو
جاکر خیمہ گاہ جعفر خاں میں تزلزل عظیم ڈالا۔ میر جعفر خاں مضطرب الاحوال ہو کر قصد میں تہے
کہ کشتیاں کہول دیں مگر کچہ فوج انگریزی مدد کو آگئی اور مرزا نجف خاں دست برد معقول
کرکے واپس آئے جبکہ دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو انگریزوں کو جستجو اس راہ کی ہوئی تا اینکہ
بذریعہ سولڈرے کے کہ بوجہ کسی قصور کے لشکر انگریزی سے بوجہ خوف جان کہ حسب ضابطہ

اونکی یہ منزا تی، بیانگ کر ملازم عالیجاہ تمام مطلع ہوئے اور سیڑھی وغیرہ اسباب یورش فراہم کرکے
ایک شب مقررہ میں بعد گذرنے چبیں کے کہ اوس راہ سے محض گہوڑوں کے سینہ برابر تہے
بالائے باندہ آ پہونچے ایک نفیر نواز نے لشکر عالیجاہ سے نفیر کے ذریعہ سے اطلاع دینی
چاہی کہ سنگین سے اوس کا کام ختم کیا گیا جبکہ کانی جماعت آگئی اور آتش حرب وقتال وقنبارہ
افگنی و گولہ افگنی شروع ہوگئی تو محافظان غفلت شعار کو اطلاع ہوئی سب کے سب
پریشان ہوئے اور سراسیمہ ہوکر مقابلہ کیا تو ان لوگوں نے زیر بارہ بندوق رکھ لیا بہلی
جماعت کثیر محمد تقی خاں مینسکباشی مجروح ومقتول ہوئے پہر میر ہمت علی مارے گئے
اہنو جو خواب غفلت سے چونکا بجز فرار کوئی راہ نہتی اور فوج انگریزی جو دروازہ پر تہے
آگئے اور رستخیز عظیم فراریوں میں پڑا بعض تو ندی میں ڈو... بے بعض نکل گئے جب
مورچال والوں کا یہ حال ہوا تو انگریزی فوج نے بہرہ اپنا پل پختہ پر بٹھا دیا۔ سمرو وماکار
تو پہلے ہی نکل گئے اور مرزا نجف خاں نے معدود سے رفقا... سے ... جو مہمانی تہی
مگر باقی ماندگان کو خلق بحساب نہی بحکم سنتری متعینہ پل اسباب و گہوڑا چہوڑ کر نہایت
ذلت سے نکلنے پاتے۔ اسد اللہ خاں کو دو کوس جاکر ایک گہوڑا سواری کو ملا بہر طور
سب کے سب نہایت ذلت سے لشکر عالیجاہ سے جا ملے۔ یہ یورش شب دوشنبہ ۲۸ صفر
۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء میں ہوئی۔ اور چار گہڑی دن نکلتے نکلتے شکست فوج عالیجاہ
میں ہوکر لکر عالیجاہ شکستہ ہوگئی۔ عالیجاہ نے واپسی کو جنگ سے بر مقدم رکہا اور رات کو سب کے
پوشیدہ مونگیر میں آئے۔ لشکری بہی واپس ہوئے اوسا سب مختصر موجودہ قلعہ کو لیکر
جائزہ فوج لیکر عزت علی خاں نام عرب کو جو کہ نہایت نامرد و احمق تہا اور رفقائے گرگیں
خاں سے تہا۔ دو پلٹن کے ساتھ قلعداری مونگیر پر مقرر کرکے خود قصد عظیم آباد کیا۔

علی بن ابراہیم خاں نے رہائی انگریزان خصوصًا میموں کی رہائی کو کہانی الواقع رائی پسندیدہ تہی
مگر عالیجاہ نے گرگیں خاں کی رائی پر چہوڑا اوس احمق نے اوس وقت بہی عقل کو دخل ندیا

ورنہ شاید صورت صلح نمایاں ہوتی۔

عالی جاہ نے دو تین کوس بڑھ کر مقام کیا۔ بہادر گرگین خاں اپنی بدزبانی کی وجہ سے دو تین طرق سوار کے ہاتھ سے مارے گئے اور عجب ہنگامہ اوسکے بعد لشکر میں ہوا جس سے لوگوں نے گمان آمد لشکر انگریز خیال کیا مگر بعد کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل قصہ محض ہنگامہ قتل گرگین خاں سے یکے بادیگرے خود ہی لڑتے رہے اور بھاگتے رہے پھر روانگی ہوئی قصبہ بارہ میں پہونچکر جگت سیٹھ و مہاراجہ سروپ چند قتل ہوئے۔ قریب عظیم آباد پہونچکر باغ جعفر خاں میں قیام کیا۔ اور قلعہ عظیم آباد کو خوب مضبوط کیا اور محمد امین خاں کو حراست میں مقرر کیا جب معلوم ہوا کہ انگریزوں نے مونگیر کو لے لیا تو غصہ میں آکر سمرو کو حکم دیا کہ تمام انگریز قتل کیے جاویں یہ قتل آخر ماہ ربیع الاول یا شروع ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۷ھ مطابق سنہ ۱۷۶۳ء میں شب کو خانہ حاجی احمد برادر مہابت جنگ میں کہ انگریز وہاں مقید تھے ہوا اور اب وہ مقام قبرستان انگریز ہے صرف ڈاکٹر فلرٹن بچے۔

جب عرب علیخاں پر انگریزوں نے حملہ کیا تو اوس نامرد نے چاہا کہ کچھ روپیہ مل جاوے تو قلعہ حوالہ کردے چونکہ انگریزوں کو اخراج عالیجاہ کی جلدی تھی لہذا تھوڑا روپیہ دیکر قلعہ قبضہ میں کرکے جانب عظیم آباد متوجہ ہوئے جب یہ لوگ قریب پہونچے تو عالیجاہ پھلواری میں تھے وہاں رہنا خلاف حزم سمجھکر قصبہ بکرم میں قیام کیا۔ اور ہمیشہ راہ دروازہ مغربی سے کہ اوسکی راہ باختیار ملازمان اوسکے تھے اور جلہ پانی سے بھرا تھا جس سے گذر دشمن بیرون شہر ناممکن تھا خبر شہر کی لیتے رہتے اور افواج و اسباب بغرض مدد حارسان قلعہ بھیجتے رہتے۔

فوج انگریزی جب عظیم آباد میں پہونچی تو رستہ بازار مشرقی بیرون شہر سے آکر حویلی نشتہ مرزا فلیں میں کہ اب معروف گنج کہتے ہیں توپیں لگادیں اور دیوار قلعہ بادشاہی کہ مٹی و اینٹ کی تھی اور بہت کہنہ عمارت تھی گرا کر اول صبح نگہبانان قلعہ کو نکالکر راہ دیوار شکستہ سے

داخل شہر ہوئے - میر نو علی خاں برادر عمو زاد عالیجاہ و میر روشن علی خاں بخشی چند ہزار سوار سے مدد محافظان قلعہ پر اول شام سے مقرر تھے اور نزدیک شہر ہو بمجرد قصد کرتے تھے کہ راہ مہدی گنج و بیگم پور سے بطرف نخاس جاکر فوج انگریزی پر یورش کریں قریب تکیہ شاہ مجنوں ہو پہنچے تھے کہ شکست قلعہ و داخلہ فوج انگریزی بشہر سنکر متحیر رہ گئے اور فسخ عزیمت کر کے متردد تھے کہ اب کیا کریں کہ اسی اثنا میں چند تلنگہ دروازہ مغربی سے نمودار ہوئے حالانکہ یہ سب جم غفیر تھی مگر بغیر اسکے کہ مقدار انکی معلوم کریں اس طور سے بیباگ نکلے کہ بعض جلے کے پانی میں ڈوبے - اور بعض کیچڑ میں پھنسکر مرے اور بعض کی پگڑی و جوتہ نکل گئی - اور اس فضیحت سے لشکر عالیجاہ سے جا ملے .

عالیجاہ نے زمانہ بکام مخالف دیکھکر قصد شجاع الدولہ کیا اور بذریعہ میر سلیمان خانساماں کہ معتمد علیہ تھا اپنی عورتیں و اسباب جو قلعہ رہتاس میں چھوڑ آئے تھے منگا لیا مقام تی تہوسی یہ لوگ آملے اور اسی جا مرزا نجف خاں جنہوں نے نالہ اودہ نالے سے راہ کوہستان لی تھی آملے اب شورہ ہونے لگا مرزا نجف خاں چونکہ طبیعت شجاع الدولہ سے واقف تھے لہذا عالیجاہ کا اونکے پاس جانا پسند نہ کیا بلکہ قلعہ رہتاس میں رہنے کو کہا اور خود مع فوج جنگ انگریزوں سے کہا - تو رائے صائب تھی مگر عالیجاہ کہ آب وہوا رہتاس سے خائف تھے پسند نہ کر سکے - پھر مرزا نجف خاں نے قصد بندیل کھنڈ و مدد مرہٹہ کو کہا مگر چونکہ انکا پیشہ غارت گری تھا اور مناسبت پہلے سے تھی لہذا بجز شجاع الدولہ و شاہ دوسرا جائے پناہ نہ سمجھکر میر سلیمان خانساماں کو بھیجا - وہ وہاں سے نوشتہ استمالت و تسلی لیکر واپس ہوئے .

جب قریب کرم ناسہ پہنچے تو مرزا نجف خاں نے علحدگی اختیار کی عالیجاہ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد اور پانچ ہاتھی دیکر رخصت کیا اور خود کرم ناسہ پر مقیم ہوئے - ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ازذکر آمدن شمس الدولہ بہ مونگیر تا ذکر جنگ فوج انگریزی بہ قلعہ عظیم آباد و ظفر یافتن بر عالیجاہ -

ذکر آمد عالیجاہ در نواح بنارس عمل راجہ بلونت سنگھ

میر محمد قاسم خاں عالیجاہ نے جب اپنی بد عہدی با انگریزان و النصیب ما یصیب یعنی گردش روزگار سے با وجود فوج جرار و مودب بآداب فرنگ و خزانہ کافی و ملک دانی کے عجیب غفلت ملازمان نمک حرام شکست پر شکست کہائی اور عظیم آباد سے مرزا شمس الدین و میر سلیمان خانساماں کو خدمت شجاع الدولہ و شاہ میں بھیجکر طالب مدد ہوئے وزیر و بادشاہ اُسوقت جانب الہ آباد بنا بر بندوبست ملک بندیلکھنڈ رونق افروز تھے اوسی زمانہ میں حسب روایت صاحب سیر المتاخرین میر سلیمان خانساماں نے جنپر اعتماد تمام عالیجاہ تہا اعیال عالیجاہ کو قلعہ رہتاس سے لاتے ہوئے بہت سے جواہرات جو کہ اندرون محافہ بحیلہ سواری زنانہ آرہے تھے چرالئے اور دربار وزیر و شاہ میں کہ برسم سفارت گئے تھے راجہ بینی بہادر و علی بیگ خاں و مرزا بہلو کو کہ زمانہ خوردسالی و طفلی وزیر سے اتالیق تھے و نیز دیگر ارکان دولت کو دئے اور اپنی ملاقات و آیندہ کی ترقی کے ذرایع بہم پہونچائے صرف سالار جنگ سے جو بذریعہ مرزا شمس الدین مربی عالیجاہ تھے اُنہوں نے البتہ کچھہ نہ لیا۔

بہر طور عالیجاہ بعد شکست قلعہ عظیم آباد کوچ کرتے ہوئے جب کرمناسہ ملک راجہ بلونت سنگھ قلمرو شجاع الدولہ میں پہونچے تو اطمینان تعاقب انگریزوں سے ہوگیا اسی مقام پر مرزا شمس الدین خطوط استمالت و دلجوئی و عہدنامجات بر قرآن از وزیر شجاع الدولہ لائے اور یہیں سے مرزا نجف خاں بوندیلکھنڈ گئے اور وہاں کے راجہ نے اونکا آنا غنیمت سمجھکر اونکے اعزاز و احترام میں نہایت اہتمام کیا۔

بنارس میں بعض فوج انگریزی مخالف ہوکر آئی جسکی تفصیل حاشیہ میں[۱] ہے۔

[۱] موسیو بدلک فرانسیسی مع جماعت ہمقوم خود لشکر انگریزی میں تھے اور میر جعفر خاں نے جنگ عالیجاہ میں وعدہ انعام کا اُنسے

عالیجاہ وہاں سے متصل بہ بنارس یعنی قریب مسافت آٹھ کوس کے ٹھہرے۔ یہ آمد عالیجاہ شروع ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۱۷۷ھ مطابق سنہ ۱۷۶۳ء میں بنارس میں ہوئی۔

از سیر المتاخرین۔ ضمن جنگ اقوام انگریزی و ذکر عبور عالی جاہ از گنگ۔ و ذکر شہرت خیانت میر سلیمان

خیر الدین حسین خاں مصنف تحفۂ تازہ یعنی بلونت نامہ تحریر کرتے ہیں کہ جب راجہ بلونت سنگھ نے عالیجاہ کو اسقدر مال و اسباب سے دیکھا تو اونکی طمع نے اونکو رغبت دلائی کہ دزدان فرماں پذیر خود کو شیوہ دزدی پر آمادہ کیا۔ جس سے زمانہ قیام بنارس میں اکثر خاصہ گھوڑے و اسباب نفیس کارخانجات سے چوری گئے۔ مشہور ہے کہ خوابگاہ عالیجاہ سے کہ ہزار ہا آدمی پاسبانی کرتے مگر چور اپنا کام کرتے اور روزانہ اسباب چوری جاتا اور عالیجاہ ہر روز شکایت راجہ بلونت سنگھ سے کرتے اور وہ عذرات کیا کرتے۔

مگر راقم خدمت ناظرین میں عرض کرتا ہے کہ اس زمانہ عہد حکومت گورنمنٹ میں کہ ہر جا خس و خاشاک سے صاف اور پولیس ہر جا و ہر مقام پر اپنے کام میں ہوشیاری سے حفاظت کر رہی ہے بلکہ ایک علاقہ کے چور اگر دوسرے علاقہ میں چلے جاویں تو اوس علاقہ والے

بقیہ حاشیہ ۲۹۲

گیا تھا جب کرمناسہ پر بعد انقطاع تعاقب عالی جاہ مقام انکا تھا تو میر جعفر خاں نے روپیہ ادا کیا اوس روپیہ پر مدک فرانسیسی اور انگریزوں سے فساد ہوگیا۔ نوبت بانیجا رسید کہ مدک مع ہمقوم خود کہ ایک سو چند شخص تھے مع بندوق ہائے و یک ضرب توپ کے لشکر انگریزی سے علحدہ ہوکر علاقہ راجہ بلونت سنگھ میں آگئے۔ فوج انگریزی نے چند میل تک تعاقب کیا آخر بخیال اسکے کہ یہ علاقہ قلمرو شجاع الدولہ ہے۔ انکے تعاقب میں جنگ شجاع الدولہ سے ہوگی واپس گئے۔

غالباً فرانسیسی بعد جانے عالیجاہ کے لشکر وزیر میں بنارس رام نگر میں آگئے تھے جب شجاع الدولہ بندیلکھنڈ سے ہمراہ عالیجاہ واپس بنارس ہوئے تو مدک فرانسیسی ملازم شجاع الدولہ ہوگئے۔

کا فرض بند کرنا علاقہ مال بدرشدہ کا ہے پھر اسپر بھی قناعت نہیں خفیہ پولیس علحدہ اپنے
کام میں سرگرم ہے مگر باینہمہ انتظام ایسے امن و امان کے زمانہ میں کیا ڈاکہ اور کیا چوری
قاطبتہً مسدود نہیں۔ نہ کہ اوس زمانہ یعنی عہد راجہ بلونت سنگہ میں کہ ہر طرف غارتگری ہی
کو بڑی بڑی قوت والوں سے مثل مرہٹہ وغیرہ کے اپنا شیوہ کر رکہا تہا زمینداروں نے
ہر جا کے بہی لوٹ مار کو طریقہ اخذ مال پکڑ رکہا تہا تو راجہ بلونت سنگہ اپنے علاقہ کے چوروں
کا کیا انتظام کر سکتے تہے۔ بجز اسکے از تاکید و تہدید کریں مگر وہ بہی ایک حد تک بوجہ عادت
مقررہ و عدم انتظام از جانب حکومت شاہی کہ بوجہ تعلقات جنگ اطراف و نمک حرامی
ملازمان شاہی بہی پورے طور پر ممکن نہ تہا۔

روانگی عالیجاہ جانب بندیلکھنڈ و استقبال وزیر و مراعات و عہد ہر دو باخود ہا و روانگی جانب بنارس۔ پھر بلونت سنگہ کو ہمراہ لینا اور روانگی جانب عظیم آباد

جب عالیجاہ سے کہ باپر خطوط استمالت از شجاع الدولہ ملے اور انمیں طلب عالیجاہ مرقوم
تہی لہذا بنارس سے روانہ ہوئے اور وزیر و بادشاہ اوس زمانہ میں ملک بندیلکھنڈ
راجہ ہندو پت کے مقابلہ میں بغرض ادا ے مال گذاری سخت گیری میں مشغول
تہے۔ بلونت نامہ

جب عالیجاہ قریب پہونچے اور تین کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شجاع الدولہ بغرض استقبال عالیجاہ
کمال شان و شوکت سے دس بارہ ہزار اپنی فوج کو لیکر خیمہ گاہ عالیجاہ میں آئے۔ عالیجاہ نے
بہی اپنی پلٹنیں آراستہ کر کے سر دروازہ سے فاصلہ بعید تک کہ ایک میل کا پانچواں حصہ ہوگا
دو رویہ کہڑی کر کے خیمہ نفیس بغرض ملاقات برپا کر اکے ہمراہیان کو تبدیل لباس سے

حاضر کر کے رسم ملاقات ادا کی پہلے دروازہ تک استقبال کیا پھر طرفین سے سلام ہوا بعد سلام معانقہ ہوا یعنی گلے ملے پھر دونوں ایک مسند پر بیٹھے وزیر نے کلمات تسلی بہت فرمائے اور ملازمت بادشاہ کیواسطے اپنے ہمراہ چلنے کو کہا۔ عالی جاہ نے اکیس کشتیاں (خوان) زیباں خاص وجواہر کے مع ہاتھیوں کے پیش کش کیا اور خود باتفاق وزیر ملازمت بادشاہ کو روانہ ہوئے بعد حصول ملازمت وزیر اپنی لشکر میں گئے اور عالیجاہ اپنی لشکر میں واپس آئے۔

دوسرے دن عالیجاہ نے بازدید وزیر کے واسطے قصد کیا وزیر نے ملازمان مغلیہ کو بہ تبدیل لباس نفیسہ بندوق ہاتھ میں لیکر دور تک استادہ کرایا اور اعیان لشکر وارکان دولت کمربستہ اپنے اپنے مقام پر مجتمع تھے جب عالیجاہ پہونچے تو وزیر نے لب فرش تک استقبال کیا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور کلمات تسلی بغرض امداد و اعانت و واپسی ہر سہ صوبہ از دست انگریزان سے امیدوار کیا۔

بعد چند روز کے عالیجاہ نے معرفت علی بن ابراہیم خاں بہادر ایک زیور جسکی قیمت لاکھوں سے متجاوز تھی مع رتھ فیل کے کہ نہایت تکلف اور پوشش زر دوزی سے مکمل تھی بہو بیگم صاحبہ محل شجاع الدولہ کیواسطے بھیجا نیز بعض ہدیہ و تحفہ نفیسہ مادر شجاع الدولہ زوجہ صفدر جنگ کو بھیجکر اپنی ماں بنایا سب کے سب عالی جاہ سے خوش ہوئے۔

شجاع الدولہ نے راجہ ہندوپت کو بغرض ادائے مالگذاری تنگ کر رکھا تھا مگر وہ مطیع نہوتا تھا راجہ بینی بہادر مع نواب وزیر و بادشاہ اُنکے مقابلہ میں پڑے تھے اس وجہ سے وہاں کے قیام میں دیر تھی اور عالیجاہ کو ممالک شرقیہ کی طرف لیجانے میں جلدی تھی لہذا عالیجاہ نے وزیر سے کہلا بھیجا کہ اگر یہی سبب درنگ ہے تو بہر مخلص اپنی فوج کے ساتھ بیٹھا ہوا کیا کرتا ہے مجھکو حکم حملہ ہو وزیر نے قبول کیا۔ چونکہ فوج عالی جاہ مودب بآداب فرنگ تھی انکو ایسے چھوٹے قلعہ کا فتح کر لینا معمولی بات تھی

مرزا نجف خاں جو راجہ کی طرف سے مستعد مقابلہ تھے ممنون احسان عالی جاہ تھے اونھوں نے

خاموشی کی۔ ہندوپت نظم ونسق عالی جاہ خلاف رواج ہند باکر اسباب قلعہ گیری کو بہت دیکھکر راضی ادائے مالگذاری پر ہوگئے اور ذریعہ مرزا نجف خاں معاملہ طے ہوگیا اور وعدہ قسط بہ قسط فصل بہ فصل قرار پاگیا عالیجاہ خوش خوش واپس آئے۔

ابتدار تعلقات راجہ بلونت سنگہ با انگریزان

سنہ ۱۷۶۴ء تک سپہ سالار انگریزی میجر کارناک صاحب ہمراہ فوج میر محمد جعفر کہ بعد اخراج قاسم خاں عالیجاہ مسند نشین صوبہ داری بنگالہ وغیرہ ہوئی تہی حاضر تہے۔ چونکہ خبر آمد آمد عالیجاہ بمدد شجاع الدولہ وشاہ عالم بادشاہ گرم ہورہی تہی لہذا انگریزوں کو بہی اپنے حامی ومددگار کے تلاش کرنے کی ضرورت تہی۔ میر محمد جعفر صوبہ دار نے یہ مناسب خیال کیا کہ اطراف وجوانب کے سردار وزمینداروں سے موافقت کرلیجاوے تو راجہ بلونت سنگہ کو کہ اوسوقت میں بااقتدار اور راہ بنگالہ کے دروازہ ہی پر حکمران تہے ملالینا واجب خیال کرکے اونسے سلسلہ عہدنامہ کا شروع کردیا اور چونکہ راجہ بلونت سنگہ زمانہ صفدر جنگ صوبہ دار اودہ سے سمجہ چکے تہے کہ صوبہ دار اودہ کا جب قابو چل جاویگا وہ میرے ملک کو تباہ وبرباد کردینگے جیسا کہ بعد صفدر جنگ کے اونکے صاحبزادے شجاع الدولہ سے بہی اوسی قسم کی باتیں ظہور میں آئی گئیں جو موجب خوف تہیں لہذا راجہ بلونت سنگہ نے بہی اس موقع کو غنیمت جانا اور عہدنامہ درمیان صوبہ دار بنگالہ کرلینا پسند کیا۔

سپہ سالار انگریزی میجر کارناک صاحب نے جب اس عہدنامہ کی خبر پائی تو اونہوں نے بہی راجہ بلونت سنگہ کو ملالینے میں ہاتہ پیر مارنا اور کوشش کرنا شروع کیا کیونکہ اونکو نوابی عقل دوربیں سے محض حمایت محمد جعفر منظور نہ تہی بلکہ آہستہ آہستہ اپنا قبضہ ملک پر کرنا منظور تہا لہذا بحیثیت والی ملک ہونیکے اونہوں نے راجہ مذکور کو اپنی ذیل میں رکہنا (اگرچہ وہ بالفعل پوشیدہ طور سے ہو) مناسب سمجہا۔ یہ سوچکر ایک رپورٹ ۸ فروری

سنہ ۱۷۶۴ء کو اپنے افسر گورنران کانسل کلکتہ کو کی کہ ہماری فوج کی حالت نازک ہے اور اب تک فوج بنگال سے نہیں آئی ہم کو اسی فوج سے لڑنا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ہم لوگ کرمناسہ کے پار ہو کر دشمن سے جا ملیں مگر خوراک کم ہے اور دشمن رسد کو منع کرتے ہیں اور میر جعفر و مہاراجہ بلونت سنگھ سے آج شام کو گفتگو عہدنامہ کی ہو چکی ہے اور انہوں نے مجھسے کہا ہے کہ میں انگریزوں کی طرف سے عہدنامہ پر دستخط کروں کیونکہ بغیر منشاء انگریزی گورنمنٹ بلونت سنگھ ایسا عہدنامہ نہ کریں گے چونکہ اس قدر وقت یعنی انتظار جواب کا نہیں رہگیا لہذا میں مہر کرتا ہوں۔

۲۹ مارچ سنہ ۱۷۶۴ء میں گورنمنٹ نے روبکار رزین جاری کیا اور ہمراہ خط کمانڈر انچیف انگریزی کے پاس بھیجا گیا۔ وہ یہ تھا میجر کارنک صاحب کے خط کا پورا خیال کرکے ہم سمجھو نکی یہ رائی ہوئی ہے کہ چونکہ شجاع الدولہ نے علانیہ اسبات کا قول کیا ہے کہ ہم قاسم علیخاں کو حملہ بنگالہ میں مدد دیں گے۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ تا امکان اُنکے خلاف دشمن پیدا کرنے میں کوشش کریں اور راجہ بلونت سنگھ سے جو عہدنامہ ہونے والا ہے وہ مناسب ہے کہ بالفعل اور آیندہ کے واسطے حفاظت کا ذریعہ ہوگا اور بعد قائم ہونے اس رای کے میجر کارنک صاحب کو لکھا ہے کہ اونکا عہدنامہ مذکورہ میں شامل ہونا پسندیدہ ہے اور یہہ بھی اونکو کہا گیا ہے کہ وہ مہاراجہ بلونت سنگھ سے شرط کرلیں کہ ہم لوگ راجہ بلونت سنگھ کو خود مختار رہنے میں ابھی اور ہمیشہ مدد دیں گے۔[1]

برٹش سپہ سالار یعنی میجر کارنک کو جب یہ حکم ملا تو اونھوں نے فوراً معاہدہ راجہ بلونت سنگھ سے براہ راست کرلیا پہلے محض بواسطہ محمد جعفر تھا اور اب براہ راست گورنمنٹ انگریزی نے اپنی طرف سے کرلیا اور جو فرمائشات برٹش گورنمنٹ تھیں اون سب کو راجہ بلونت سنگھ نے بسر و چشم مان لیا۔

ملاحظہ ہو تواریخ انگریزی صوبہ بنارس مطبوعہ میڈیکل ہال پریس بنارس

[1] ملاحظہ ہو سک کان قلعہ فورٹ ولیم ۲۹ مارچ سنہ ۱۷۶۴ع

آمد عالیجاه و وزیر و بادشاه بنارس میں

عالیجاه پھر بنارس میں ہمراه وزیر و بادشاه وسط یا اخیر رمضان ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ع میں آ گئے اور آخر ربیع الثانی یا شروع جمادی الاولی سنہ مذکور میں بعد شکست بنارس میں پہونچے تھے تقریباً پانچ ماه قیام عالیجاه بندیلکھنڈ میں رہا۔

یہانپر یہ معاملہ باخود با سکوت طے ہوا کہ گیاره لاکھ روپیہ درماہہ فوج شجاع الدولہ اُسوقت سے کہ باراده انتزاع صوبہ جات بنگالہ و اوڑیسہ و عظیم آباد کے بنارس سے داخل عظیم آباد ہوں مقرر ہوگا۔ اور اوسوقت سے عالیجاه ادا کرتے رہیں گے۔ بلونت نامہ

چونکہ بادشاه نے زمانہ ورود بنگالہ میں حالت جنگ فوج انگریزی مشاہده کر لی تھی۔ لہذا نواب وزیر سے چاہا کہ وه جنگ انگریزوں کی طرف متوجہ ہوں اور فتنہ خوابیده کو بیدار نہ کریں بلکہ ملک نوگرفتہ کو صدمہ فوج مخالفین سے نگہبانی کرتے رہیں مگر نواب وزیر چونکہ صاحب حوصلہ تھے۔ لہذا عرض کیا کہ انگریزوں نے اسوقت تک ضرب دستی بہادران ہندوستان کی نہیں دیکھی جب حضور کی لشکر کے بہادروں سے مقابلہ ہوگا تو اونکو معلوم ہوجاوے گا۔ بادشاه سنکر خاموش ہو رہے۔

منجملہ لطایف مقام یہ ہے کہ ایام رونق افروزی بادشاه و وزیر میں شیخ علی حزیں کہ امیر زاده ایران سے تھے اور فن شعر میں اونکا دیوان ضخیم ہے اور نہایت نامآور کلام ہے اوس سے قبل بنارس میں آ چکے تھے اور چونکہ امارت کو چھوڑکر ایران سے آئے تھے لہذا فقیری میں بھی وہی سامان رکھتے تھے جیسا کہ حال عطا باے چیت سنگہ سے اُنکے زمانہ میں معلوم ہوگا اور آینده اُنکے پورے حالات مذکور ہونگے۔

بادشاه و وزیر مع دیگر اعیان و اراکین اونکی زیارت کو جاتے۔ شیخ مذکور نے ایک مرتبہ سبب ورود بنارس پوچھا نواب نے فرمایا بقصد اخراج انگریزان صوبہ بنگالہ جزائر ہندوستان

سے کمر ہمت باندھ چکا ہوں۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا جان پدر یہ ہندوستانی فوج جو تمہارے ساتھ ہے بجز تلوار و سپر ہاتھ میں لینے کے دوسرے طرز جنگ سے واقف نہیں۔ اور انگریز جیسا کہ سنا جاتا ہے امور جنگ میں دانائے روزگار ہیں اور ان کے ملازم ہمیشہ مشاق رہتے ہیں اور ایک حربہ بندوق کو کہ اختیار کیا ہے اُسکے قواعد جنگ سے خوب واقف ہیں اغلب کہ تمہارا ارادہ راست نہ آوے اور سبب ندامت ہو میری رائے میں تو ان سے لڑنے کا ارادہ نچاہئے اور تا امکان صلح برتنا چاہئے کہ وہ لوگ بھی صلح پسند رہینگے۔ اور اگر لڑائی ضروری خیال کیجاوے تو اس بحساب فوج سے کچھ فوج چیدہ و جوانان پسندیدہ لیکر ایفر ترک و تاز کیا جاوے چونکہ اکثر سپاہ انکی پیادہ ہے اگر سوار بھی ہے تو وہ بھی بمقابلہ فوج ہندی ترکتازی نہ کر سکیں گے۔ تا اینکہ محصور ہونگے اوسوقت آب و دانہ انکا بند کیا جاوے شاید ان کی جمعیت انتظام سے مبدل بہ تفرق ہو اور صورت کامیابی نمایاں ہو نواب کو یہ نصیحت پسند نہ آئی مگر پاس ادب سے جواب نہ دیا اور جلد اوٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ نے دم سرد کھینچا اور کہا خداوندا تو اس قافلہ کا حافظ رہنا جسکا سردار اپنے نیک و بد کی خبر نہیں رکھتا۔

راجہ بلونت سنگھ نے جب خبر آمد وزیر و بادشاہ بنارس میں سنی تہی تو حسب ضابطہ مستمرہ خود بخیال بازپرس نواب وزیر لطیف پور میں مع اہل و عیال چلے گئے تہے جب وارد دولت وزیر و بادشاہ بنارس میں پہونچا اور خیال جنگ انگریزان ہوا تو وزیر الممالک کیطرف سے مکرر حکم طلب پہونچا کیونکہ وزیر الممالک راجہ کو مرد جبار اور نہایت مالدار سمجھتے اور انکا مال اندوختہ کروروں سے مضاعف سمجھتے مگر چونکہ راجہ نہایت چالاک تہے لہذا اوسوقت تک اُنکے پاس نیز اونکے والد صفدر جنگ کے پاس خود حاضر ہوکر ملاقات نہیں کی جیسا کہ پچھلے صفحات کے حالات شاہد ہیں اور ہمیشہ لعل خاں تحفہ و ہدیہ لیکر بذریعہ راجہ بینی بہادر حاضر خدمت نواب ہوا کرتے اور ہر بار عہد و پیمان لیکر باطمینان جاتے

گر راجہ کو اطمینان نہ ہوتا در حیلہ وحوالہ سے ٹالدیا کرتے۔

اس مرتبہ بھی جب طلب نواب کی طرف سے ہوئی تو بدستور خود ٹالنا چاہا۔ دولت خواہوں نے سمجھایا کہ وزیرالممالک بہ قصد جنگ انگریزان فروکش بنارس ہیں اسوقت اونسے کنارہ کشی محمول کم ہمتی ونامردی پر ہوگی۔ لہذا راجہ بینی بہادر وغیرہ سے عہد وپیمان کرکے شریک لشکر ہونا چاہیئے۔ بلونت نامہ خیرالدین حسین۔

بہرطور باعتماد قول راجہ بینی بہادر بذریعہ سید نورالحسن خاں بلگرامی کہ سنراول معاملہ راجہ تھے وضمانت تمام سرداران لشکر خصوص عنایت خاں پسر حافظ رحمت روہیلہ وراجہ بینی بہادر حاضر خدمت وزیر ہوئے اور دو تین ہزار سوار وچند ہزار پیادہ معتمد خود کو ہمراہ لیکر داؤ دنگر میں جاملے۔ وزیر نے نہایت مہربانی فرمائی اور ہمراہی راجہ بینی بہادر میں مقرر فرمایا۔

خلاصہ جبکہ عالیجاہ نے گیارہ لاکہ روپیہ ماہانہ خرچ فوج اپنے ذمہ لیا تو آخر ماہ رمضان ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء میں گنگا پر پل کشتی کا باندہا گیا اور بادشاہ ووزیر مع فوج روانہ ہوئے۔ انبوہ مردم اس لشکر میں اس حد پر تہا کہ شمار اوسکا محال تہا جہاں کہیں نظر کام کرتی فوج مثل دریا موج زن نظر آتی لیکن بے خبری سردار وعدم ضبط وربط وانتظام سے عین لشکر میں ایک دوسرے کو قتل کرتا اور ایک دوسرے کا مال لے لیتا اور کوئی پرسان احوال نہ ہوتا۔ بلکہ کوچ کرتے وقت جو شخص پیچھے رہ گیا وہ اطراف کے لوگوں کا شکار ہوگیا۔ اس لشکر میں تمام وہ چیزیں جو دارالسلطنت شاہجہاں آباد میں نہ ملتیں مگر یہاں میسر آجاتیں۔

بعض ہوشیار وواقف کار نواب وزیر سے عرض کرنے لگے کہ موافق ضابطہ مقررہ اس یار کے انگریزوں سے جنگ کرنا قرین مصلحت نہیں ہے کیونکہ جب وہ لوگ صف جماکر کہڑے ہوئے پہر اگر وہ ایک ہزار ہونگے تو پچاس ہزار آدمی بہی اون کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

لہذا مناسب یہہ ہے کہ مدت سے مشق جپاولی معمول جناب عالی ہے اور ملازمان رکاب بھی خدمت میں ہوکر اِس طریقہ پر مشاق ہو رہے ہیں۔ جوانان خوش اسپہ معتمد و دلاوران جانفشاں کو چنکر اپنے ساتھ لینا چاہیئے اور تمام اسباب و مخدرات کو اسی جگہہ اپنے قلمرو میں چھوڑ دینا چاہیئے اور بغیر اسکے کہ نام شہرت باوے جریدہ انگریزوں پر کہ اسوقت نیز لزل ہوکر قصد واپسی رکھتے ہیں اور بکسر سے جارہے ہیں اول صبح قبل روانگی اون پر حملہ کرنا چاہیئے تاکہ اونکا انتظام متفرق ہوجاوے اور فتح و ظفر نصیب ہو ورنہ جو ملے اوسکو قتل کرنا چاہیئے اور اسباب لبس ماندہ کو آگ لگا دینا چاہیئے اور تمام روز اونکی جستجو میں رہکر شب کو صدمۂ شب خوں سے محفوظ رہنے کے خیال سے مقام دور میں قیام رکھنا چاہیئے۔ اور اِسی صورت سے حصار عظیم آباد تک اُنکی خبر لیتے رہنا چاہیئے اگر اِس میں اِن کا کام ختم ہوا فہو المراد ورنہ قلعہ سے تعرض نہ کرکے شہسرام میں لشکرگاہ بناکر بعض افواج بہ تبعیت سردار شجاع ہوشیار طرف سرکار رسارن سے مقابل آرہ عبور گنگا کرکے عمال کو ہر محال کیواسطے ہمراہ جمعیت لائق تجویز کرکے خلعت و سند دیکر رخصت کرنا چاہیئے اور حکم دینا چاہیئے۔ کہ دلجوئی و حسن سلوک میں کوشش کرکے کسی رعایا کو رنج نہ پہونچنے پاوے اور بندوبست محالات کو کمال تخفیف سے کرنا چاہیئے تاکہ موجب تالیف زمیندار و رعایا ہو اور اِس بات کی کوشش میں رہنا چاہیئے کہ عامہ خلق متوحش نہونے پاویں اِسی طور سے تمام قلمرو بنگالہ میں عمل و دخل کرلیا جاوے اور ایک فوج عظیم آباد میں ٹہراکر عمال بدستور مقرر کرکے خاص طور سے اِس خدمت پر مقرر کئے جاویں کہ ہر دو طرف دریا کے تگ و تاز کرکے جو شخص کہ جانب پورب سے قصد عظیم آباد کا کرے ملاحوں کو مارکر کشتی و اہل و اسباب کو لوٹ لیں اور کسی طور سے غلہ اور کوئی چیز داخل حصار عظیم آباد نہونے پاوے اِس صورت میں اضطراب و اضطرار انگریزان بڑہکر بجز کلکتہ بھاگ جانے کے اور حصار عظیم آباد خالی ہوجانے کے دوسری راہ نہ رہے گی اُسکے بعد جو مناسب ہے

عمل میں لایا جاوے۔

وزیر برگشتہ تقدیر کو یہہ تدبیر کہ فی الواقع احسن تدبیر تہی ؛ لپذیر نہ ہوئی اور دربارہ جنگ جو کوئی شخص کسی بات کو کہتا تو اوسپر التفات نہ کرتے اور چونکہ خود جنگ ابدالی دیکہ چکے تہے اور خود اونکے مقلد تہے لہذا ہر بار یہی جواب دیتے کہ جنگ کو میری راے پر چہوڑ دو۔

جماعت انگریز کی فوج بہت کم تہی اور خرچ زیادہ تہا علاوہ بریں محاربات عالیجاہ سے نہایت خستہ حال تہے اور بارش کا سامنا تہا نیز سطوت افواج شجاع الدولہ و اوسکی جرأت وشجاعت کا شہرہ تہا لہذا جنگ کو میدان میں مناسب سمجھکر بکسر سے مع میر محمد جعفر خان روانہ ہوکر قلعہ عظیم آباد میں پناہ گزیں ہوئے۔

اور شجاع الدولہ مع بادشاہ و عالیجاہ کمال جوش وخروش سے داخل حدود عظیم آباد ہوکر منزل بہ منزل کوچ کرتے جاتے۔ مگر غارتگران فوج پانچ چھہ کوس چاروں طرف سے اثر آبادی کو نہ چہوڑتے اور عامہ خلق کو تنگ کرتے یہ بیچارگان جسقدر انتظار آمد شاہ سے خوش تہے ویسا ہی تنگ ہوکر دعاگوے انگریزان ہوئے کیونکہ اِنسے اس قسم کا ظلم عمل میں نہ آیا تہا اور نہ کسی کو ضرر وآزار پہونچا تہا تا اینکہ شجاع الدولہ نے سیدآباد سے بلحاظ ضرورت لشکر پانی کے دریاے سوہن کے کنارے مقام کرکے پہر پہلواری میں جو چار کوس عظیم آباد سے ہے جاکر قیام کیا وہاں باوجود زیادتی کنوں کے اور جدید کنواں تیار ہوئے۔ پہر بارادہ جنگ دوسرے روز سوار ہوئے۔

جماعت انگریزان بہ سرداری میجر منرو جو کہ قائم مقام میجر کارنک ہوکر آئے تہے مع میر محمد جعفر خان کے جب بکسر سے شہر میں پہونچے تو اپنی فوج کو جریدہ کرکے بارادہ مزاحمت چند کوس مقام اردول سے آگے بڑہے اور تاب تحمل فوج شجاع الدولہ نہ پاکر پہر واپس ہوئے اور فوج درانی سے کہ اطراف وجوانب میں بغرض غارتگری دوڑتے پہرتے بجلیکہ

شہر عظیم آباد میں پہونچے اور بعض توپ حصار پر چھوڑ کر خود بجا پہاڑی کی طرف سدّ آب جلیہ پر کہ ایام برسات میں محیط اکثر اطراف شہر رہتا ہے منزل کر کے مورچال قائم کیا۔ اور میر محمد جعفر خاں مع جماعت ہندیان بپشت سر انگریزان مقیم ہوئے اور چند کمپنی تلنگہ حفاظت میں اپنے رکھا۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔

ذکر جنگ شجاع الدولہ با انگریزان پھر واپسی جانب بکسر وچھاونی بکسر میں کرنا

شجاع الدولہ ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ء میں اپنی تمام فوج کے ساتھ جو بجناب مورخ اسی سوار ہوکر شارع عام سے تالاب مٹھی دہانی پور و بر سر راہ مقبرہ پدر عالیجاہ گذرتے ہوئے بڑھے اور حملہ کیوقت ترتیب فوج اس طرح تھی۔ راجہ بینی بہادر مع راجہ بلونت سنگھ کے دست راست وزیر پر تھوڑے فاصلہ سے تھے اور عنایت خاں پسر حافظ رحمت روہیلہ مالگذار پیلی بھیت و بریلی وغیرہ دو تین ہزار روہیلہ سے اور گسائیں پانچ چھ ہزار ناگہ سے قول وزیر میں تھے۔ عالیجاہ پانچ پلٹن سے جوکہ بہ سرداری سمرو تھیں مع توپ ہائے وضع انگریزی و بندوق ہائے چقماقی و پانچ ہزار سوار کے دست راست راجہ بینی بہادر بر مگر بفاصلہ ڈیڑھ کوس مقابل بجا پہاڑی و مورچال میر محمد جعفر خاں تھے تاکہ بلکہ گولہ رس توپ کے فاصلہ سے بھی دور رہیں۔

شجاع الدولہ بپناہ عمارات آبادی خارج شہر میں ہوتے ہوئے رفتار آہستہ کے ساتھ متصل میدان علی باغ زاید حسین خاں میں آئے اور جنگ توپ و بان کی شروع ہوگئی وزیر مع فوج دلیری کرتے ہوئے قدم بہ قدم آگے بڑھتے جاتے انگریزوں کی طرف سے برابر گولہ باری ہوتی جاتی۔

عالیجاہ مع سمرو کے اپنی صفوف آراستہ کئے ہوئے پانچ کوس کے فاصلہ پر ٹھہرے رہے

مگر بڑی توپ کا گولہ فوج سمرو تک پہونچتا اور اوسکی فوج کے ملنگہ زخمی ہوتے۔
شجاع الدولہ نے بذریعہ شتر سوار عالیجاہ کو کہلا بھیجا کہ میں تمہارے دشمنوں سے مقابلہ کرکے گرم ستیز ہو رہا ہوں تم وہاں پر کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو اوس طرف سے تم بھی مثل میرے انگریزوں کے مقابلہ میں یورش کرو اور اگر نہیں کر سکتے تو سمرو کو مع توپ پلٹن و تلنگہ مقرر کرو تاکہ میرے سامنے ہو کر دشمن پر توپ کا گولہ ماریں اور اطراف سے سوار حملہ کریں۔ عالیجاہ نے جواب میں سخنان بے فروغ کہلا بھیجا اور اپنی جگہ سے نہ ہلی اور نہ سمرو کو بھیجا تا اینکہ صبح سے لڑائی ہوتی ہوئی بعد دو پہر ظہر کا وقت آگیا کہ گسائیں نے مع فوج ناگہ خود حملہ کیا اور انگریزوں کی طرف سے باڑہ بندوق کی چلنے لگی۔ جماعت کثیر ناگہ ماری گئی پھر فوج شجاع الدولہ سمٹی اور دو تین گھڑی کے بعد عنایت خاں پسر حافظ رحمت روہیلہ مع ہمراہی خود و فوج وزیر حملہ آور ہوئے پھر ویسے ہی باڑہ بندوق کی انگریزوں کے طرف سے چلی اور مہدی گنج کی طرف سے بھی توپیں برابر چلنے لگیں تا اینکہ تین گھڑی دن رہ گیا تھا کہ پھر فوج شجاع الدولہ سمٹی اور تیسری یورش عمل میں آئی اور جسقدر تاب و تحمل مردم وزیر میں تھا صرف ہو کر تزلزل صفوف انگریزی میں پڑ گیا حتے کہ بعض بھاگنے والے آدمی لشکر انگریزی گرفتار بھی ہو گئے مگر انگریز کمال پائداری سے مدافعہ معقول کرکے برابر باڑہ بندوق کی چلاتے جاتے تا اینکہ فوج وزیر تاب نہ لاکے اپنے مقام پر پھر گئی۔
لیکن راجہ بلونت سنگہ و بینی بہادر اپنے مقام سے نہ ہلے حالانکہ شیخ دین محمد جمعدار مشہور بسبر متبنّائے شیخ مجاہد سر بلند خانی انکی لشکر سے میدان میں کام آیا۔
اب ہوا کا رنگ بدلا اور پوربا ہوا چلنے لگی حالانکہ اسکے پہلے پچھوا تھی۔ یہ ہوا پہلے پشت سر وزیر سے چلتی تھی اب لشکر کے روبرو چلنے لگی اسیوقت انگریزوں نے تیسری باڑہ کے بعد توپ کو آگے بڑھایا اسی عرصہ میں شتر سوار پیغام مذکور عالیجاہ کا لایا۔ وزیر نے

سنکر فرمایا اب دن بہی آخر ہے اور وقت جنگ نہیں رہا لہذا خیمہ گاہ میں واپسی کا حکم دیا اور کہا کل دیکھا جاویگا اور اپنے خیمہ گاہ میں جاکر ٹہرے۔

عالیجاہ نے سمرو کو کہ تہوڑا آگے تہے واپسی کو کہا اور اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوئے ابہی نصف میں راہ طے کی تہی کہ شام ہوگئی اول شام ہی کہ ایک کپتان دو تین کمپنی کے ساتھ نمایاں ہوا اور جہانپر عالیجاہ کے کہڑے ہونے کی جگہ تہی بوجہ عداوت زیادہ کہ انگریزونکو اِنسے تہی باڑہ بندوق کی چہوڑی سمت قدماں جو پیچہے رہ گئے تہے مضطرب ہوکر بے اختیار مثل فراریوں کے بہاگے پہر بوجہ تاریکی کے عالیجاہ کسی طور سے اپنے خیمہ میں ہو نکلے دوسرے روز خبر سوار ہونے وزیر کی مشہور تہی مگر سوار نہیں ہوئے دو روز کے بعد معلوم ہوا کہ پہوڑا نکل آیا ہے بعض کا بیان ہے کہ گولی کا زخم تہا مگر بمصلحت وقت بنام دمل علاج ہوتا رہا جب شفا ہوئی تو وہاں سے کوچ کرکے دریائے پُن پن طرف جنوبی حصار عظیم آباد میں مقام کیا ہر روز خبر تازہ شہرت پاتی۔

ایک روز بسبب اتفاق وزیر گہر گئے تہے مگر پہر نکلگئے جسکی تفصیل یہ ہے کہ وزیر بہ قاعدہ دیرینہ خود ہر روز اطراف شہر مورچال میں پہرتے۔ ایک روز چند سردار انگریزی بمراہی میر مہدی خاں (سابق ناظم صوبہ عظیم آباد عہد حکومت عالیجاہ کہ لشکر عالیجاہ سے برخاستہ ہوکر انگریزوں سے آملے تہے) اپنے اور لشکر وزیر کے اطراف حصار میں مع چند پہرہ تلنگان گشت کر رہے تہے کہ وزیر مذکور کو نہایت جریدہ مع چند نفر کے گشت کرتے ہوئے پایا جب مقابل ہوئے تو طرفین سے نادانستہ قصد دست برد ہوا اور تیر و تفنگ کے بعد نوبت نیزہ بازی کی آگئی اُسوقت بوجہ نزدیکی میر مہدی خاں نے وزیر کو پہچانکر میجر کرنک کو اطلاع دی اور نہایت عجلت میں دوسری فوج شہر سے طلب کی اور وزیر کو اپنے ہمراہیوں سے مشغول رکہا۔ جب دور سے سپاہی نمایاں ہوئے تو کسی نے ہمراہیان وزیر سے دوڑ کر لشکر میں خبر کردی۔ کہ وزیر محصور انگریزان ہوگئے۔ یہاں پر عجب اضطراب پڑگیا اور عالیجاہ مع رفقا خود در رفقاء وزیر

جسقدر کہ جمع ہو سکے فوراً روانہ ہو گئے مگر قبل پہونچنے اِن لوگوں کے وزیر کو بہی جب معلوم ہو گیا تہا تو وہ بہی عقلمندی سے آہستہ آہستہ اوس مہلکہ سے نکل آئے۔ راہ میں اُنکے رفقا ملے اور شکر خدا بجالائے جب قریب ایک ماہ کے اِسی طور سے گذرا اور زمانہ بارش کا آگیا تو راے شجاع الدولہ یہہ ہوی کہ اب نزدیک حصار رہنا مناسب نہیں بلکہ بکسر میں کہ مضافات صوبہ عظیم آباد سے برلب دریاے گنگ ہے اور محاذات غازی پور محال متعلقہ وزیر و تعہد راجہ بلونت سنگہ زمیندار بنارس میں ہے سکونت کرنا چاہئے اور وہیں چھاؤنی بنانا چاہئے اور بعد بارش تدارک شائستہ کیا جاوے لہذا طبل معاودت بجا کر راہی ہوئے اور بکسر میں آکر چھاؤنی بنایا۔

اِس عرصہ میں ڈاکٹر فلرتن نے جو سفاکی عالیجاہ سے بچکر نکل گئے تہے بذریعہ سید غلام حسین مؤلف سیرۃ المتاخرین کتابت بہ نسبت ملانے بادشاہ کے انگریزوں سے چاہا اُنہوں نے بذریعہ والد خود ہدایت علی خاں بخشی الملک جو کہ لشکر بادشاہ میں تہے سلسلہ دوانی کی تاہنکہ بادشاہ نے بوجہ خود رائی وزیر منظور کر لیا اور شقہ بقلم خود لکھا اور کتمان راز کی بابت وزیر سے کوشش کی مگر وہ رقعہ ایسے وقت بذریعہ غلام حسین خاں پہونچا کہ ڈاکٹر فلرتن اور میجر کرنک سردار فوج سے جسقدر دوستی تہی ویسیہی دشمنی ہو گئی بہر طور وہ شقہ کا مضمون جب میجر نے سنا تو جواب دیا کہ اِس وقت بادشاہ بااختیار خود نہیں ہے بلکہ تابع مرضی وزیر ہے لہذا اِس حال میں ہم بجاآوری فرمان نہیں کر سکتے۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین۔

ذکر مقید ہونے عالیجاہ کا بدست وزیر

بعد قیام مقام بکسر عالیجاہ و وزیر میں افتراق ہوا اور عالیجاہ بدست وزیر مقید ہو گئے جسکی تفصیل یہہ ہے۔

کہ جب عالیجاہ نے وزیر و بادشاہ کو قصد انتزاع ہر سہ صوبہ پر مددگار بنایا تہا تو گیارہ لاکہ روپیہ ماہانہ کی ادائی کا وعدہ تہا۔ مگر بوجہ کمی روپیہ کے عالیجاہ نے اپنی گلو خلاصی کا یہ طریقہ سوچا کہ وزیر کو بذریعہ علی بن ابراہیم خاں پیام بہیجا کہ بندہ کو جانب مرشدآباد جانے کی اجازت دیجاوے تاکہ بندوبست کرکے آشوب انتظام انگریزی میں کروں کیونکہ فوج انگریزی بہت کم ہے اور مجہے وہاں کے حالات پر اطلاع ہے۔ اور جو روپیہ ملتا جاوے اوسکو اخراجات سرکار وزیر کیواسطے بہیجتا رہوں وزیر نے کہا اگر عالیجاہ واپس نہوں تو کیا کروں۔ گفتگو کو طول ہوا۔ اور نفاق کی صورتیں طول پکڑتی گئیں۔ میر سلیمان خانساماں عالیجاہ نے جو کہ مرزا بہلو و بینی بہادر و دیگر ارکان دولت وزیر سے زمانہ سفارت میں موافقت پیدا کرلی تہی اور کچہ جواہرات ان لوگوں کو دیا تہا۔ رنگ زمانہ دیکہکر اپنے آقا عالیجاہ سے کنارہ کش ہونے کا ارادہ کیا۔ ایک روز لباس فقیری پہنکر حاضر ہوا کہ اب میں دنیا سے کنارہ کش ہوتا ہوں۔ عالیجاہ نے سمجہاکر ترک لباس فقیری کرایا مگر وہ روزانہ ایک حیلہ ڈہونڈہتا۔ عالیجاہ بہی اپنی صحبت میں اوسکی شکایت کے ساتہ تمام سرداران لشکر وزیر کو ملاکر شکایت کرتے اور کہتے فلاں سرپیچ بینی بہادر کا میرا سرپیچ ہے اور فلاں شخص کے ہاتہ میں جو انگوٹہی ہے وہ میری ہے۔ اور یہ باتیں ظاہر ہوکر باعث عداوت ہوتیں تا اینکہ میر سلیمان لشکر عالیجاہ سے اوٹہکر جوار مرزا بہلو و علی بیگ خاں نسقچی میں لشکر شجاع الدولہ میں آنکر مقیم ہوئے۔ انکے آنے کے پانچ چہہ روز بعد وزیر نے تقاضائے زر ماہانہ عالیجاہ سے طلب کیا اُنھوں نے عذر ناداری پیش کیا اور بعض وقت گلہ ناہنجاری وزیر کا کرتے رہتے۔ اور علی بن ابراہیم خاں منع کرتے کچہہ لوگ مثل میر ابوا وغیرہ کے اغیار کی صورت میں ہوکر وہاں بہی ہاں میں ہاں ملاتے اور وزیر سے بہی آنکر کہتے اور سبب بدعہدی وزیر با عالیجاہ ہوتے۔

تا اینکہ وزیر نے عالیجاہ سے پیغام بہیجا کہ بادشاہ بتقاضائے فرد معاملہ صوبہ بنگالہ کے

جوکہ چوبیس ۲۴ لاکھہ سالانہ بطور مال گذاری ہیں تم سے طالب ہیں اسکی فکر جلد کرنی چاہئے۔

عالیجاہ نے علی بن ابراہیم خاں کے ذریعہ سے جواب کہلا بھیجا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے میں تو محض آپکی حمایت کے بھروسہ پر درِ دولت پر حاضر ہوا ہوں جو کچھ میرے پاس تہا میں نے حاضر کر دیا اب تقاضاے بادشاہ بموجب ہے جناب عالی بینی بہادر کو بھیجیں کہ سمجھ لیں اگر کچھ نکلے میں ادا کرنے کو حاضر ہوں اور اگر بموجب ہو تو امید وار اعانت ہوں وزیر نے کہلا بھیجا آپ جائیں اور بادشاہ بینی بہادر کون ہے جو سمجھے۔

عالیجاہ نے بتحریک ملازمان سفاہت پیشہ بدون تامل و اندیشہ دوسرے دن کہ تاریخ ۸ ذی الحجہ ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ء تہی اول صبح مسند شاہی اوٹھا کر بوریا بچھا کر اور لباس فقیری پہنکر نشست کی اور ہمراہیوں نے بھی ساتھ دیا۔ یہ خبر جب وزیر کو پہونچی تو انہوں نے اپنی بدنامی کے خیال سے عذر خواہی و دلجوئی کی اور اپنی ماں کی طرف سے بھی دلجوئی کرا کے تسکین دلائی۔

قاعدہ مقرر ہے کہ جب بات بگڑنے لگتی ہے تو دوست بھی دشمنی کا لباس پہن لیتے ہیں جب عالیجاہ سے یہ حرکت نمایاں ہوئی تو سرداران لشکر عالیجاہ بھی دوسرے پہلو میں نظر آئے یعنی حرکت مذکورہ کے دو تین روز بعد سمرو خواہان تنخواہ خود و فوج متعلقہ کے عالیجاہ سے ہوئے۔ عالیجاہ نے اندروں محل سے اشرفیاں منگوا کر تنخواہ دیکر کہا اب ہم کو مقدور ملازمت فوج کا نہیں ہے بندوق و توپ رکھکر لوگ چلے جاویں۔ سمرو نے جواب دیا بندوق و توپ اوسکی ہیں جسکے قبضہ میں ہے یہ لوگ لشکر وزیر میں چلے آئے اور ملازم وزیر ہوگئے۔

وزیر نے رات گذرنے پر قریب صبح بذریعہ موشیر جنسل فرانسیس کہ سابق میں ملازم عالیجاہ اور بعد کو ملازم وزیر تہا خیمہ عالیجاہ کو محصور کرکے عالیجاہ کو قید کر لیا اور ایک جا میں کہ بندوق سے مقرر ہو چکی تہی مقید کر دیا۔

اسی اثنا میں میر محمد جعفر خاں اپنے اغراض کیواسطے کلکتہ گئے اور وہاں سے واپس ہوکر مرشد آباد میں ۱۴ ماہ شعبان روز سہ شنبہ ۱۱۷۸ھ کو انتقال کیا۔ اور اونکے فرزند نجم الدولہ معروف بہلوری کہ پسر کلاں میر محمد جعفر خاں بطن منی بیگم سے تہے اونکی جگہ پر مسند نشین ہوئے میر محمد جعفر خاں اپنی حیات میں آرزومند صلح تہے اور حضرات انگریز بہی بنا بر شہرت شجاعت و اقتدار وزیر و بدنامی مقابلہ و مقاتلہ با بادشاہ خواہاں تہے کہ اگر صلح ان شرائط سے ہو کہ مخل امور تجارت کو نہ ہو تو قبول کرلینا چاہیے بلکہ صوبہ عظیم آباد باختیار وزیر و بادشاہ و یدینے اور صوبہ بنگالہ سے بقدر مناسب مالگذاری دینے پر راضی تہے مگر شجاع الدولہ نے فرط غرور و فقدان شعور سے قبول نہ کیا بلکہ اصرار انتزاع تمام ممالک پر رکہتے تہے اور بہر لطف یہ کہ باوجود کثرت لشکر و توپ ہائے خورد و بزرگ کے شدت غفلت میں بسر کرتے اور انتظام فوج و حراست کا جیسا کہ چاہیے عمل میں نہ لاتے اور التماس دولتخواہاں داناؤں کے استماع نہ فرماتے ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔

سانحہ کپتان بکمونی و حال قیام راجہ بلونت سنگہ کا کنار سرجو و گھاگرا پر و روانگی میجر منرو بغرض جنگ وزیر

بروایت خیرالدین حسین مصنف تحفہ تازہ یعنی بلونت نامہ جنگ بجا بہاڑی میں سپاہ انگریزی مورچہ بینی بہادر سے داخل فوج وزیر ہوئے اور اونکے لشکر والوں نے ہاتہ بہی نہ ہلائے یہانتک کہ آفت فرار کی تمام لشکریوں پر پڑگئی تہی۔

عرض گویوں نے حضور وزیر الممالک میں اسطور سے عرض کیا کہ راجہ بلونت سنگہ کو راجہ شتاب رائے[1]

---

[1] شتاب رائے سابق سے متوسلین انگریزی تہے چنانچہ انکا ذکر محاصرہ بادشاہ قلعہ عظیم آباد میں آچکا ہے کہ میجر کرنک نے انکو بغرض پیام صلح بادشاہ کے پاس بہیجا تہا۔ اور ایک زمانہ میں بڑا اقتدار انکا مرشد آباد میں ہوگیا ہے بلکہ ذریعہ صلح شجاع الدولہ با انگریزان ہوئے ہیں

سے دوستی قدیمہ ہے اور اوسی کے ذریعہ سے انگریزوں سے موافقت کرلی ہے اور
چرب زبانی وطلاقت لسانی سے اپنی خوبی کا ثبوت دل بینی بہادر میں کر رکہا ہے۔
اسی وجہ سے وقت جنگ کے بینی بہادر مع اپنی لشکر کے بطور تماشائیوں کے کہڑے
تہے۔ نواب وزیر دونوں سے بدگمان ہوئے اور حسب لصلاح وقت عظیم آباد سے
بکسر میں پہونچے اور چہاؤنی قرار دی تو راجہ بلونت سنگہ کو بینی بہادر سے علٰحدہ کرکے حکمدیا
کہ عبور گنگ کرکے مقابل بکسر میں کہ قلمرو عمل وزیر و تعہد راجہ مذکور ہے قیام کریں۔ اور
ورود فوج انگریزی سے کہ اوس طرف ہو خبردار رہیں۔
راجہ بلونت سنگہ موضع بیرپور نرائن پور عمل پرگنہ محمد آباد میں چہاؤنی کئے ہوئے تہے۔ مگر
صاحب سیر المتاخرین سے اسکا ثبوت دوسری طور پر ہے کہ راجہ بلونت سنگہ مع فوج خود و فوج
راجہ بینی بہادر کے جنگ عظیم آباد میں کہڑے رہے۔ اور دوسری فوجیں بہاگ گئی
تہیں حالانکہ شیخ دین محمد مشہور جمعدار لشکر راجہ بلونت سنگہ مارے جاچکے تہے بہ نسبت
تقرری راجہ بلونت سنگہ کے دوسری جانب روایت صحیح یہ ہے جسکو صاحب سیر لکہتے ہیں کہ
وزیر نے راجہ بلونت سنگہ کو کنار دریاے سرجو کے جو مشہور بہ گہاگہرا دیواہے سرحد
غازی پور متصل حدود گورکہپور بربنا بر خبرگیری ملک وزیر و مزاحمت دخل و تصرف انگریزان
ممالک محروسہ وزیر میں ٹہرادیا تہا۔ اور کپتان بکمونی بہی اسی قسم کے تحفظ کے واسطے
مقابل اوسی دریا کے دوسری طرف سرحد صوبہ عظیم آباد میں مامور تہا۔ یہانپر اوسکی فوج نے
باوجود مدارا کے اوس سے انحراف کیا اور چاہا کہ کپتان بکمونی کو مع اوسکی توپ ہمراہی کے
پکڑکر راجہ بلونت سنگہ کے حوالہ کردیں تاانیکہ اوسکو بکڑکر مع توپ چلے اونہوں نے میجر منرو کو
کہ بجائے میجر کرنک سرداری فوج عظیم آباد پر مقرر ہوکر (بوجہ اسکے کہ امتداد جنگ وزیر کا سبب
کم جرأتی میجر کرنک ہے) آئے تہے اطلاع دی۔ میجر نے اطلاع پاتے ہی لوگوں کو پے در پے
تسلی تلنگان کو روانہ کیا۔ چونکہ اقبال انگریزوں کا ناصر تہا اور ادبار تلنگہ کا گلوگیر تہا۔ لہذا

باوجودیکہ زیادہ حصہ راہ کاٹے کر چکے تہے اور نزدیک لشکر راجہ بلونت سنگہ ہو پہنچ چکے تہے کہ مواعید ومدارا سے توقف کیا اور میجر نے بطور یلغار ہو کر اونکو واپس لاکر اونکی جمعیت کو توڑ دیا اور دس دس تلنگہ اوس میں سے توڑ کر دوسرے پلٹنوں میں بہیجدیا اور وہاں سے اوسیقدر بلاکر ایک فوج تازہ کردیا اور قرعہ ڈالکر چبیس آدمی کو بغرض عبرت دم توپ اوڑا دیا۔

چونکہ شجاع الدولہ اور کونسل سے سوال وجواب ہو رہے تہے لہذا جنگ موقوف تہی جب کوئی بات منتج نہ ہوئی اور کونسل نے طرز تحریر وزیر مغرورانہ پایا تو حکم جنگ کا میجر منرو کو آخر صفر یا وسط ربیع الاول ۱۱۷۸ھ مطابق ستمبر ۱۷۶۴ء میں ملا۔ میجر مذکور چند روز میں سامان جنگ مثل باربرداری وگاوان وجنس کہانے وغیرہ کا انتظام کرکے جنگ وزیر کو روانہ ہوئے۔ (از سیر المتاخرین ذکر معزول میجر کارناک وورود میجر منرو) اور فقط دس روز کا غلہ اپنے ساتھ رکھا اور اصحاب کوٹھی عظیم آباد سے کہا۔ اسی ایام شمار کردہ میں یا تو ظفر یاویں گے یا جان سے مارے جاویں گے اور تم کو زیادہ غلہ بہیجنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

میر ولی اللہ ساکن صوبہ عظیم آباد نے کہ جانب وزیر سے عامل پرگنہ بہنا وغیرہ مضافات سرکار شاہ آباد تہے حرکت میجر مذکور کی اطلاع دی اور اپنی افواج مغلیہ کو قراولی وچپاولی کو بہیجا

ذکر جنگ وزیر انگریزوں سے مقام بکسر میں

وزیر نے ایک بڑی توپ کنارہ دریائے سوہن محاذی کوبور بغرض حراست گہاٹ افواج انگریزی سے بہیجی تہی اس زمانہ میں منگانا چاہا مگر بوجہ افراط برسات وزیادتی کیچڑ وغیرہ پہیا غرابہ کا راہ میں دہنس گیا وزیر خود ہزار سوار وڑائی لیکر اوس مقام پر آکر نکال لیگئے مگر اسکے علاوہ دیگر امور حرب مثل ملاحظہ گولہ ہائے توپ وباروت دستی غرض

عملہ ہائے توپ خانہ اور جسکو جس چیز کی حاجت ہوا وسکو وہ شے حوالہ کرنا اور طرق جنگ کا شورہ اونکے اہل سے نہ کرکے بلکہ مشغول لہو ولعب مثل کہیل چوسر واڑانے کبوتر و دیگر کہیل کود کے ایسا غافل رہے کہ گویا اپنے ملک میں سیر و شکار کو نکلے ہیں۔ صرف باندہ ندی درگاوتی سے کنارہ گنگا تک ملادیا اور ارادہ جنگ کا اوس کی بناہ میں رکھتے تہے۔

میجر منرو نے مع فوج و ساماں کے ۱۱۷۸ھ مطابق ۱۷۶۴ء میں پہونچکر تین کوس کے فاصلہ پر کنارہ جھیل کے جو دونوں لشکروں کے بیچ میں واقع ہوئی تہی قیام کیا۔ تیسرے روز وزیر اوس سد سے رہنا مناسب نہ سمجکر بغرض جنگ انگریزان باہر نکلے افواج مغلیہ ہمراہ تہی اور شجاع قلی خاں معروف عیسی میاں کے ساتھ چھ ہزار سوار و پیادے تہے وہ پشت سرمدک و سمرو ٹہرے اور راجہ بینی بہادر نائب صوبہ اودہ والہ آباد اپنے ملازموں کے ساتھ مورچال سے نکلکر لب دریائے گنگ متصل بہ غرابہ ہائے آبادی ٹہرے سمرو و موشیر مدک آٹھہ توپوں کو کہ طریقہ ولایت فرنگ سے عرابہ ہائے مستحکم پر جڑی ہوئی تہیں مع آٹہہ پلٹن تلنگہ کے جن کے پاس بندوق چقماقی نو ساختہ و آراستہ عالیجاہ تہیں مقابل فوج انگریزی ہوئے اور شجاع قلیخاں ان کی پشت پر تہے وزیر اپنی فوج کے ساتہہ دست راست پر اور بینی بہادر طرف چپ میں متصل گنگا تہے دونوں طرف سے گولہ باری توپ کی شروع ہوئی اور مردم طرفین گولہ سے مجروح و مقتول ہوتے رہے۔ وزیر نے داہنی طرف سے نکلکر فوج مغلیہ وغیرہ سواران ماہر کو لیکر انگریزی فوج پر متواتر حملہ کئے اور سواران مغلیہ و درانی نے میجر منرو کے نگاہ پر پہونچکر قتل و غارت انتہا درجہ سے کیا۔ اور گولہ باری توپ سمرو و مدک سے و نیز حملہ جات وزیر سے فوج انگریزی گہبراگئی اور بہت برا حال ہوگیا بلکہ اسباب بہی کشتیوں پر بغرض مآل اندیشی بار کر چکے تہے۔ میجر منرو نے جب یہ حال دیکہا تو توجہ آگے ہوئے جہیل کے کہ کیچڑ بہت تہا حملہ

مشکل سمجھکر تھوڑی سی فوج گنگا کی طرف روانہ کیا تاکہ بینی بہادر کے مورچہ پر جاکر حملہ کریں۔ کہ وہ آڑ پکڑ کر آرام بیٹھے تھے کپتان ہوشیار حسب حکم میجر آہستہ آہستہ گنگا کی طرف مائل ہوئے اور آبادی ویرانہ کی جہاں کہ بینی بہادر مع فوج پناہ میں اوسکے کھڑے تھے متصل ہو گئے۔

شیخ غلام قادر وغیرہ شیخ زادگان لکھنؤ معتمدان بینی بہادر بندوق ہاتھ میں لئے ہوئے حجاب دیوار و خرابہائے مذکورہ میں آڑ پکڑے ہوئے آرام بیٹھے تھے کہ تلنگہ انگریزی نظر سے پوشیدہ گانوں کے راستہ سے آنکر جب منتہائے آبادی میں پہونچ گئے اور دیواروں پر آنکر تیہر وانیٹ سر پر بینی بہادر کے پھینکا تاکہ آڑ چھوڑ کر گولی کے روبرو آجاویں اس وقت شیخ مذکور مع برادران و رفقا متنبہ ہوئے اور مستعد جنگ ہوئے جب تک شیخ زادگان جمع ہوکر مدافعہ کیواسطے کھڑے ہوں اسوقت تک کپتان مع تلنگہ جمع ہوکر صف آرا ہو گئے۔ طرفین سے بندوق چھوٹنے لگیں مگر ہندوستانی فوج کو وہ چستی و چالاکی فیر کرنے میں کہاں نصیب تھی کہ بمقابلہ فوج انگریزی فیر کر سکیں اور انگریزی فوج کی باڑہ جب پڑتی تو یکبارگی جماعت کثیر گر جاتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ غلام قادر مع برادران و ہمراہیان مارے گئے اور نامردان ترسناک نے اوس جائے ہولناک کو خالی کر دیا۔ راجہ بینی بہادر نے غالب خاں سے کہ مرد ہندوستان زاد اور نہایت منقح و صفت حمیدہ سے آراستہ تہے۔ پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ خان مرقوم نے جواب دیا اگر آبرو مطلوب ہے تو جان میدان میں دینا چاہیے اور اگر زندگی منظور ہے تو نکل جانا چاہیے بینی بہادر نے پہلے تو کہا کہ آبرو مطلوب ہے اور کہا بسم اللہ یہ کہکر گھوڑے سے اوترے گویا اشارہ جان دینے پر تہا۔

غالب خاں مع پسر متبنی خود میر وجیہ الدین خاں کے گھوڑے سے اوترے۔ اسی اثنا میں تلنگہ آگے بڑھے بینی بہادر خوف سے گویا کہ مر گئے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر میدان سے

باگ، گھوڑے کی موڑ دی۔ میر وجیہ الدین خاں نے واپسی بینی بہادر کا حال اپنے باپ سے کہا جب اونہوں نے یہ حال دیکھا مجبوراً پھر گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے آقا کے پیچھے بھاگے (از سیر المتاخرین ذکر عبور میجر منرو از دریائے سوہن)

دوسری حماقت شجاع قلی خاں یعنی عیسیٰ میاں نے کیا وہ یہ کہ آواز تلنگہ ہائے انگریزی جو لشکر بینی بہادر میں ہو رہی تہی اوسکی بابت یہ سمجھے کہ بینی بہادر کو غلبہ ہوگیا۔ اس خیال سے بے چین ہو گئے کہ اب تو نام بینی بہادر کا ہوگا اور مجھے آقا کے سامنے ندامت ہوگی اسی اضطراب میں پشت سر سمرو ومدک سے نکلکر آگے نکل گئے چونکہ آگے جھیل تہی اوسکے کیچڑ میں پھنس گئے۔ مزید مصیبت یہ کہ وہاں پر گولہ توپ انگریزوں کا پڑ رہا تہا ٹھہرنا محال تہا۔ ہر دو مصیبت میں گرفتار ہو کر جو سات ہزار سواروں میں سے تہوڑی سی جماعت بچی۔ اب سنئے کہ سمرو وموشیر مدک جو گولہ باری کر رہے تہے اور مثل اولے کے فوج انگریزی پر برسا رہے تہے اونکو بوجہ سامنے آجانے فوج شجاع علی خاں کے رک جانا پڑا اور مخالف کی طرف سے برابر نہایت چابکی وچالاکی سے گولہ آتا رہا فوج وزیر پر قیامت کا سامنا تھا۔

شجاع قلی خاں بہزار خرابی جھیل سے نکلے اور ہدف گولہ ہوکر اپنی جان مفت میں دے نکلے بقیہ مردم جو آفت مارے جانے وجھیل سے بچے تہے اونہوں نے کھڑے ہوئے اور لڑتے ہوئے آدمیوں کو اپنے بھاگنے سے راہ گریز بتلایا۔ دوسری طرف مورچہ بینی بہادر سے تلنگہ انگریزی داخل فوج وزیر ہوگئے اور باڑھ پر رکھہ لیا جس سے فوج نہایت مضطرب ہوگئی تا اینکہ مہلت اسباب لینے اور دولت وسامان اوٹھا لینے کی نہ پاکر جس صورت پر ہوسکا بھاگ نکلے۔ سواران مغلیہ ودرانیان نے جب یہ حال دیکھا تو اپنی ہی لشکر کا اسباب لوٹنا شروع کیا۔

وزیر با وجود امید غلبہ وظفر قدرت داور کو دیکھکر حیران وششدر ہوکر تہوڑی دیر تک تماشا

دیکھتے رہے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر نیزہ ہاتھ میں لیکر ہر طرف ہر افسر کو پکارتے اور غیرت دلاتے مگر خدا نہ کرے کہ کسی فوج کا پیر اوکھڑے اوسوقت اُنکی کوئی نہ سنتا جب بہت تھوڑی جماعت اُنکے ساتھ رہ گئی تو وہ بھی حفاظت جان کے خیال سے واپس ہوئے۔ تمام اسباب خانہ وزیر و ہمراہیان بلکہ دوکانہائے صرافہ جس میں کروروں روپیہ تھا و دوکانہائے بزازان وسوداگران زربفت وکمخواب وانواع اقمشہ وتوپ ہائے خورد و کلاں اور جو کچھ کہ لشکر میں تھا غارت گیا۔ صاحب سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ حساب دولت لشکر کا اندازہ غیر ممکن تھا کیونکہ جو چیز کہ بڑی سے بڑی قیمت کی ہوتی اور شاہجہان آباد میں نہ ملتی وہ یہاں مل جاتی وہ سب برباد ہوئی۔

یہ فوج گریزکردہ وزیر جب ورگاوتی ندی کے پار گئی تو کچھ لوگ انتظار میں اپنے ہمراہیوں کے اور کچھ دم لینے کو ٹھہرے تھے کہ فوج انگریزی جو عقب میں آ رہی تھی آن پہونچی اور باڑہ بندوق کی دونوں طرف ندی مذکور کے مارنے لگی۔ بندوق کے چہروں سے اضطراب عظیم فراریوں میں پڑگیا۔

(ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ذکر بیروں رفتن شجاع قلی خاں)

عالیجاہ کو شجاع الدولہ نے ایک روز قبل شکست آزاد کر دیا تھا اور ایک لنگڑی ہتھنی دیدیا تھا خبر رہائی سنکر علی بن ابراہیم خاں نے ایک گھوڑا چالاک بطور خفیہ حاضر کرنے کو کہلایا مگر عالیجاہ نے شکریہ کہلاکر نہیں لیا اور اوسی ہتھنی پر سوار ہوکر عالیجاہ بھی نکل گئے اور علی بن ابراہیم خاں بھی نکل گئے تا اینکہ راجہ بینی بہادر کے خیمہ گاہ میں جو کہ مقابل بنارس کنار گنگا حسب امر وزیر بغرض لیجانے بادشاہ کے مقیم تھے ذریعہ غالب خاں رفیق بینی بہادر کہ مخلصان واقعی علی بن ابراہیم خاں تھے پہونچے۔ راجہ مذکور نے صفات علی بن ابراہیم خاں زبانی غالب خاں رفیق خود سنکر اپنے ہمراہی میں رکھا۔

پھر راجہ بینی بہادر سات کوس آگے بنارس سے گذر کر کے گنگا کنارے دوسری طرف گنگا کے

بانتظار ہمراہ لیجانے بادشاہ کے حسب الامر وزیر ٹھرے ہوئے تھے اور بارگاہ سلطانی وہیں تھا۔ بینی بہادر بادشاہ کے لیجانے میں جلدی کرتے اور وہ کچھہ نہ کچھہ حیلہ کرکے رہجاتے اور باطن میں بوجہ دلگیری وزیر سے ملاقات حکام انگریزی کے خواہاں تھے خط وکتابت جاری تھی۔ اور انگریز بھی جانب کمپنی سے تسخیر بلاد ہند پر مامور نہ تھے لہٰذا صلح ودوستی وزیر کے خواہاں تھے اور ملاقات بینی بہادر کو بھی کہ رفیق وزیر و مخالف عالیجاہ تھا چاہتے تھے۔ راجہ بینی بہادر نے تعلل بادشاہ کو وقوع میں دیکھکر عبور گنگا کرکے قیام کیا۔

(سیر المتاخرین ذکر بیروں رفتن شجاع قلی خاں از پشت سر موشیر ومدک فرانسیسی)

تا انیکہ راجہ بینی بہادر نے بغرض خیر خواہی آقا خود انگریزوں سے ملاقات کی انلوگوں نے بشرط دیدینے میر قاسم خاں عالیجاہ و سمرو کے صلح چاہی بینی بہادر چونکہ عالیجاہ سے خوش نہ تھے اور اپنے آقا کی سلامتی ملک ودولت بھی اسی صورت میں دیکھہ رہے تھے لہٰذا حوالہ کردینا عالیجاہ کا منظور کرلیا اور سمرو کی بابت کہا وہ صاحب فوج ہے اوسکی گرفتاری مشکل ہے اور حوالہ منظور ہی زیر پر واپس ہوئے۔

راجہ بینی بہادر بیغام ہاے انگریزی لیکر جب اپنی لشکر میں کہ چند کوس کے فاصلہ پر تھا واپس ہوئے تو علی بن ابراہیم خاں نے میر قاسم خاں عالیجاہ کو بمقتضاے حق نمک قدیم خود خبر دیدی وہ نہایت جلدی سے نکل گئے اور اپنے عیال کو حسبطور سے ممکن ہوا اپنے ہمراہ الہ آباد لے گئے اور وہاں سے آبادی قلمرو افغانان میں چلے گئے اور شجاع الدولہ نے قلعہ الہ آباد میں قیام کیا (سیر المتاخرین)

راجہ بلونت سنگہ جیساکہ مذکور ہوچکا کنار سرجو مقیم تھے جب اونکو خبر شکست وزیر معلوم ہوچکی تو ماہ ربیع الثانی ۱۱۷۸ھ مطابق اکتوبر ۱۷۶۴ء میں براہ غازی پور داخل رام نگر ہوئے جب میجر منسرو سپہ سالار انگریزی بنارس میں ہمراہ رکاب سلطانی پہونچے تو راجہ بلونت سنگہ بنظر مصلحت خود لطیف پور چلے گئے تاکہ جب کوئی امر منقح ہو اوسوقت آنا مناسب ہوگا۔

چونکہ میجر منرو کو مدد کافی کی امید راجہ بلونت سنگھ سے تہی اور سابق کے عہدنامجات وغیرہ سے واقف تہے لہذا راجہ شتاب رائے کو درمیان دیکر راجہ بلونت سنگھ کو بلوایا جب حاضر ہوئے تو میجر منرو نے مورد تفضلات کرکے حضور بادشاہ سے خلعت بحالی محالات متعلقہ دلوایا۔ راجہ بلونت سنگھ خوش خوش رام نگر واپس ہوئے۔

بلونت نامہ خیر الدین حسین

خلاصہ حال شاہ عالم تا جنگ بکسر و حالات بعد شکست بکسر

آخر ۱۷۵۹ء میں ہمراہ محمد قلی خاں بحالت شاہزادگی پٹنہ گئے مگر نواب اودہ کے الہ آباد پر قابض ہوجانے سے محمد قلی خاں کے واپس ہونے پر واپس ہوئے۔

پہر ۱۷۶۰ء میں پہر حملہ کا ارادہ کیا اسی اثنا میں خبر قتل بادشاہ اپنے باپ عالمگیر ثانی کی بدست وزیر عماد الملک سنا تو خود بادشاہ ہوئے اور شجاع الدولہ کو اپنا وزیر کیا۔ اور تخت نشینی اوسی حملہ ثانی بنگالہ میں ہوئی۔ وزیر نے شاہ کو بلوا کر مہم بندیلکھنڈ میں مصروف کیا اور بعض اطراف ملک کو مثل کالپی و جہانسی کے فتح کیا تا اینکہ قاسم علی خاں عالیجاہ کو شکست ہوئی اور اونہوں نے نواب وزیر سے مدد چاہی اور نواب وزیر نے حملہ کرنا چاہا تو بادشاہ نے اونکو منع کیا مگر چونکہ بادشاہ بحیثیت متابعت وزیر بہ اقتضائے طبیعت ذاتی خود تہے۔ لہذا وزیر نے سمجہا کر اونکو اپنا شریک رکہا اور پہر ہمراہ قاسم خاں بنگالہ پر حملہ کیا۔

بعد شکست بکسر جو کہ ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو ہوئی بادشاہ فوج وزیر سے علحدہ ہوکر مع منیر الدولہ کے اس پار گنگا کے رہ گئے تہے اور انتظار میجر منرو کر رہے تہے جب میجر منرو داخل بنارس ہوئے تو بادشاہ نے خود اونکے فرودگاہ میں آنکر ملاقات کی اونہوں نے بادشاہ کی پیشوائی بڑی عزت و حرمت سے کیا۔

اوسوقت بادشاہ نے ایک کاغذ لکہا جس میں بہت سی درخواستیں تہیں اور وہ یہہ درخواست

ہے جو کہ ۲۲ نومبر ۱۷۶۴ء کو ذریعہ مکلٹہر دمیجر منرو بریسیڈنٹ صاحب وکونسل کلکتہ کے پاس مرسل ہوئی۔

اگر یہ ملک رکہتا ہے تو مجہکو اوسپر قابض کرادو اور تہوڑی فوج انگریزی میرے ساتھ رکہو تاکہ ظاہر ہو کہ میری حفاظت انگریز کرتے ہیں اور اوسکا خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ اگر کوئی دشمن میرے اوپر آئے گا تو میں ایسی موافقت ملک کے ساتھ کروں گا کہ اپنی فوج سے اور اوس تہوڑی فوج انگریزی سے ملک کو بچالوں گا اور زیادہ مدد انگریزی طلب کرونگا اور جو کچہہ وہ طلب کریں گے میں اونکو تنخواہ سالانہ آمدنی ملک سے دوں گا۔ اگر انگریز بخلاف اپنے فایدہ کے وزیر سے صلح کرلیں گے تو میں دہلی چلاجاؤں گا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پہر اوس شخص کے قبضہ میں گرفتار ہوں جس نے مجہے اسقدر وقت اور تکلیف دی ہے۔ میرا کوئی دوست معتبر سوائے انگریزوں کے نہیں ہے اور اُنکے سابق مراعات کی نسبت ہمیشہ لحاظ اور ادب کروں گا۔ اب اون کا وقت ہے کہ ایسے ملک پر قابض ہوں جس میں دولت اور روپیہ بہ کثرت ہے اور میں اوسیقدر پر راضی ہوں گا جسقدر وہ مجہے بخوشی دیں گے۔ روہیلہ ہمیشہ سے دشمن وزیر نالائق کے ہیں اور وہ تمام میرے دوست ہیں۔

میجر مُنرو نے اِس کاغذ کے ساتھ اپنی رای لکہی کہ اودہ کی صوبہ داری جسکو وزیر نے اپنی بادشاہت کرلی ہے گو خود کو برائے نام مطیع شاہ کہتے ہیں وہ علاوہ ریاست بنارس کے تحت حکومت شاہ برادراست دیجاوے اور وزیر اپنے صوبہ سے نکال دیا جاوے۔

نیز لکہا کہ میں حسب رای بلونت سنگہ قلعہ چنار کے لینے کو جارہا ہوں کیونکہ یہہ قلعہ پہلے اونکے قبضہ میں تہا اور وزیر نے اونسے لے لیا تہا اور محمد شاہ نے خاص اپنی سند کے ذریعہ سے اونکو دیا تہا۔ انگریزوں نے محاصرہ قلعہ چنار کیا اور دو مرتبہ حملہ بہی کیا مگر نقصان عظیم سے واپس ہوئے۔ اور پہر محاصرہ اوٹہا لینے پر مجبور ہوئے۔ کیونکہ نواب وزیر کی آمد بہت فوج کے ساتھ بغرض توڑنے محاصرہ کے معلوم کرچکے تہے اور یہہ محاصرہ اوٹہا لینا

اونکو بوجوہ مناسب تہا تا اینکہ وہ فوج بنارس میں واپس آئی جسکا ذکر بحوالہ دیگر تاریخ اسکے بعد آرہا ہے۔ (ملاحظہ ہو تواریخ صوبہ بنارس انگریزی بحوالہ اول رجسٹر سنہ ۱۷۶۶ء)

انگریزوں کی حالت اوسوقت بہت نازک تہی صرف قوت اگر اونکو تہی تو راجہ بلونت سنگہ سے عہدنامہ کر لینے سے تہی۔ راجہ صاحب نے جیساکہ وفادار باجگذار کو چاہیے۔ ہر طرح سے مدد و کوشش تمام فوج کو خوراک و اشیاء ضروری کے وقت پر پہونچانے میں کیا جسکی وجہ سے میجر مُنرو کو آرام و حفاظت کے ساتھ دو ماہ تک ٹہرنے کا موقع ملا اور انگریزی سپہ سالار نے اپنا مورچہ قریب بنارس جمار کہا تا اینکہ نئے کمانڈر انچیف مسمّی سر رابرٹ فلیچر صاحب ۷ جنوری سنہ ۱۷۶۵ء کو اونسے آکر ملے اور فوراً نواب وزیر سے پہر جنگ شروع ہو گئی اور چنار کا پہر محاصرہ کیا اور وہ قلعہ کچہہ دنوں تک خوب لڑنے کے بعد فتح ہو گیا۔

کلکتہ میں جب گورنمنٹ کو میجر مُنرو کا خط ہمراہ درخواست شاہ عالم محررہ ۲۲ نومبر سنہ ۱۷۶۴ء ملا تو کونسل و سر پنج صاحبان نے اوسپر بہت غور کیا اور ۶ دسمبر سنہ ۱۷۶۴ء کو کمانڈر انچیف صاحب کو جواب لکہا کہ ہم کو یہہ سنکر خوشی ہوئی کہ آپ بادشاہ کے ساتھ مل گئے اور ہم لوگ آپ کے بندوبست یعنی شجاع الدولہ کا ملک اونکو دلا دینا پسند کرتے ہیں اور بلونت سنگہ کے بارہ میں ہم لوگوں کا ویسا ہی برتاؤ ہوگا۔ جیسا کہ آپ نے مناسب سمجہکر وعدہ کیا ہوگا مگر ہماری رائے یہ ہے کہ جہاں تک آپ کے معاہدہ سے ممکن ہو اس راجہ و اونکی زمینداری پر اختیار کمپنی کا ہو جانا ذریعہ بادشاہ کے طے کیجیے۔

ہم لوگ اوسپر وہی اختیارات رکہیں گے جیساکہ شجاع الدولہ رکہتے تہے اور خراج اُسکا استعمال کمپنی میں جاویگا اور کتاب مالگذاری شاہی سے خارج ہو جاویگا اسکے واسطے معاہدہ ذیل ہمنے تیار کیا ہے جسپر کہ بادشاہ اپنی دستخط و مہر لگادیں۔

راقم مؤلف عرض کرتا ہے کہ وہ عہدنامہ اور اوسکے بعد کا فرمان بادشاہی جو کہ بعد مرتب و

تکمیل ہونے عہدنامہ کے اسی مضمون کا ہوا بعد کو مذکور ہوگا۔ مگر اس وقت میں اِس تجویز کو کورٹ آف ڈائرکٹر ولایت نے بوجہ اسکے دقت طلب اور بے سود ہونے کے نامنظور کیا۔ لہٰذا ۱۷۶۵ع میں وزیر بعد جنگ کوڑہ ذریعہ صلحنامہ پھر بحال رہے۔ اور بہ استثنا علاقہ الہ آباد وکوڑہ کہ بادشاہ کے قبضہ میں تھے اضلاع غازی پور و بنارس پھر وزیر کی زیر نگرانی رکھگئے تاآنکہ زمانہ آصف الدولہ پسر شجاع الدولہ میں ذریعہ عہدنامہ علحدہ ہوئے جنکا تذکرہ آیندہ آرہا ہے۔ بہرطور وہ مضمون معاہدہ جسکو گورنمنٹ کلکتہ نے بھیجا تھا یہ ہے

شرائط جو بادشاہ نے قرار دیں تھیں اور جو پریسیڈنٹ اور کونسل بنگالہ نے بنام میجر مکنٹھر منرو سپہ سالار افواج کے بتاریخ ۶ ماہ دسمبر ۱۷۶۴ع ملفوف بھیجی۔

بنظر مدد اور وفاداری انگریزی کمپنی کے جس نے حضور کو تکالیف سے رہا کیا ہے اور بنا رسلطنت خداداد کو استحکام دیا ہے حضور بخوشنودی تمام عنایات شاہی نسبت انگریزی کمپنی کے بذریعہ شرائط ذیل ظاہر کرتے ہیں اور یہ شرائط حال و استقبال میں جاری اور قایم رہینگی۔

بلحاظ اسکے کہ انگریزی کمپنی کا خرچ عظیم ہوا اور اونہوں نے تکالیف و خطرہ جنگ جو ناحق شجاع الدولہ نے خلاف مرضی حضور بمقابلہ اُنکے کی تھی اوٹھائی ہیں حضور نے ملک غازی پور باقی زمینداری راجہ بلونت سنگھ جو نظامت نواب شجاع الدولہ میں واقع ہے اونکو دی اور انتظام اور حکومت وہاں کی اُنکے سپرد ہوئی جس طرح اب تک نواب شجاع الدولہ کے سپرد تھی۔ اور راجہ مذکور نے جو معاملہ سرداران انگریزی کمپنی سے کرلیا ہے وہ اوس کے بموجب مالگذاری کمپنی کو دیا کرے اور جمع مالگذاری علاقہ مذکور اب کچھ تعلق کتب مالگذاری شاہی سے نہیں رکھتے اور اون سے خارج کیجائیگی۔

فوج انگریزی کمپنی ہمراہ ہمارے ہوکر حضور کا قبضہ الہ آباد اور دیگر علاقہ نظامت نواب

شجاع الدولہ پر کرادیگی اور مالگذاری اوس علاقہ کی سوای مالگذاری زمینداری راجہ بلونت سنگہ حضور کے قبض وتصرف میں آئیگی۔

چونکہ انگریزی کمپنی کا اور بہی خرچ ہمارے قبضہ کرانے علاقہ نظامت نواب شجاع الدولہ میں ہوگا اِس واسطے جسقدر قبضہ ملک پر ہم کو ملتا جائے گا خزانہ عامرہ سے اسیقدر روپیہ مالگذاری میں سے دیتے رہینگی جسقدر ہم سے ممکن ہوگا اور جب ہم علاقہ پر قابض ہونگے تو ہم تمام اخراجات کمپنی جو اِس مہم میں شروع سے (یعنی جب سے وہ شامل شاہنشاہی ہوئے) آخر تک ہوگا ادا کرینگے۔

راقم مؤلف عرض کرتا ہے کہ جو کچہ ترجمہ میں مذکور ہوا اوسکو بہ لحاظ اِسکے کہ ترجمہ غیر کا ہے تصرف نہیں کیا گیا۔ ورنہ بعض جا کی عبارت خود پسند نہیں آئی۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ نقل عبارت میں ناقل سے فروگذاشت ہوا ہے جو باعث خبط مطلب ہے مگر چونکہ مضمون تمام وکمال فرمان بادشاہ سے واضح ہو جاتا ہے لہذا بدستور نقل ہوا۔ بہر طور اِس جواب آنے کے بعد فرمان شاہی ہوا جو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

فرمان بادشاہ

بہ لحاظ اِسکے کہ انگریزی کمپنی کا خرچ عظیم ہوا اور اونہوں نے تکالیف اور خطرۂ جنگ جو ناحق شجاع الدولہ نے خلاف مرضی حضور بمقابلہ اونکے کی تہی اوٹہائی ہیں حضور نے ملک غازی پور وباقی زمینداری راجہ بلونت سنگہ جو نظامت نواب شجاع الدولہ میں واقع ہے اونکو دی اور انتظام اور حکومت وہاں کی اونکے سپرد ہوئی جس طرح اب تک نواب شجاع الدولہ کے سپرد تہی اور راجہ مذکور نے جو معاملہ سرداران انگریزی کمپنی سے کرلیا ہے اسواسطے اوس بموجب مالگذاری کمپنی کو دیا کرے اور جمع مالگذاری علاقہ مذکور اب کچہ تعلق کتب مالگذاری شاہی سے نہیں رکہتی اور اوسنے خارج کیجائیگی۔

فوج انگریزی کمپنی ہمراہ ہمارے ہوکر حضور کا قبضہ الہ آباد اور دیگر علاقہ نظامت نواب

شجاع الدولہ پر کرادے گی اور مالگذاری اوس علاقہ کی سوائے مالگذاری زمینداری راجہ بلونت سنگہ حضور کے قبض و تصرف میں آئیگی۔

کمپنی مذکور کو لازم ہے کہ اپنی شکرگذاری عنایات شاہنشاہی کا اظہار کریں اور کوشش بلیغ نظم ونسق ملک میں کریں اور رعایا کو اپنا دوست بنائیں اور بدمعاشوں کو سزا دیں اور مفسدین کو اپنے ملک سے خارج کریں اونکو لازم ہے کہ کوشش کرکے بہبودی اور بہتری ہمارے اشخاص اور رعایا اور دیگر مردم کی زیادہ کریں اور ممانعت اشیار منشی کی اور ایسے اشیار کی جو ازروے حکم خدا ممنوع ہیں ملک میں کریں اور دشمنوں کو نکالیں اور مقدمات کا فیصلہ بموجب احکام محمدی و رواج ملک کے کریں تاکہ باشندگان بہ امن و امان اور دیگر پیشہ ور اپنے اپنے پیشہ میں مصروف ہوں اور غربا پر زیادتی اور ظلم نہ ہو ان احکام حضور کو قطعی سمجھیں فقط

المرقوم ۷ ماہ رجب سنہ ۶ جلوس مطابق ۲۹ دسمبر سنہ ۱۷۶۴ء

بہرطور بعد اسکے شاہ عالم بادشاہ الہ آباد میں رونق افروز رہے مگر خواہش دلی اُنکی یہ تہی کہ دہلی کے تخت پر جلوس کریں۔ جسکا ذکر جلد دوم میں حالات مہاراجہ اودیت ناراین سنگہ میں آرہا ہے۔

فوج انگریزی کا بنارس پہونچنا اور قلعہ چنار کا محاصرہ پھر بے نیل مقصود واپس ہونا

بعض حالات مجملہ محاصرہ قلعہ چنار بروایت تاریخ انگریزی تحریر ہو چکے مگر چونکہ وہ مجمل تہے لہذا بطور تفصیل کتاب سیر المتاخرین سے نقل ہو رہے ہیں ابہی سنہ ۱۱۷۸ھ مطابق سنہ ۱۷۶۴ء میں گورنر جان ونسترٹ شمس الدولہ بعض امور کے سرانجام کی غرض سے کلکتہ سے راہی ولایت ہوئے تو جان اسپنسر اونکی جگہ پر حکمراں ہوئے اونہوں نے میجر کرنک کو سرداری

فوج پر جو بنارس میں تھی سرفرازی بخشا اور میجر اسٹبل و میجر سلٹین کو بھی ہمراہ کیا میجر کرنک بنارس میں پہونچکر شرف ملازمت بادشاہ میں حاضر ہوئے چونکہ تین ماہ سے انگریزی فوج کو تنخواہ نہ ملی تھی لہذا باستصواب راجہ شتاب رائے راجہ بلونت سنگھ سے ۲۰ لاکھ روپیہ کی درخواست (بطور مصادرہ یعنی جرمانہ) کی گئی وہ کہ مرد ہوشیار تھے عذر ناداری پیش لائے بعد گفتگو بسیار یہ طے ہوا کہ راجہ بلونت سنگھ چار لاکھ روپیہ مہاجنان و عمائد بنارس سے بطور مصادرہ بنرمی و ملایمت لیں اور چار لاکھ روپیہ اپنے عملہ کارخانجات و عاملوں سے لیکر ۲۰ روز کے اندر داخل کریں راجہ نے انتظام کرکے وقت مقرر پر روپیہ بھیجدیا اور وہ سپاہ انگریزی میں تقسیم ہوگیا۔

حسب روایت صاحب سیر المتاخرین سرداران انگریز نے بعد رام کرنے راجہ بلونت سنگھ کے بدلالت راجہ قلعہ چنار گڈھ کی تسخیر کا ارادہ کیا یہ قلعہ لب دریائے گنگا بنارس سے دس کوس کے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہے اور نہایت مضبوط و مشہور قلعہ ہے۔

میجر رٹھلی دو پلٹن لیکر بغرض تسخیر قلعہ چنار گڈھ روانہ ہوکر بعد عبور دریائے گنگ سواد چنار گڈھ میں پہونچے اور اوسکے اطراف کو دیکھکر گڈھ پہاڑی پر کہ مقابل قلعہ ہے چند ضرب توپ چڑھاکر مورچہ بنایا اور دونوں پلٹنوں کو اوسی پہاڑی کے نیچے ٹھہرایا۔

پہلے تو حکم شاہی دربارہ خالی کرنے قلعہ کے دیا مگر جب محصورین نے اجابت نہ کیا تو جنگ کی ٹھہری۔

محمد بشیر خاں قلعہ دار کہ نہایت بزدل تھا بہت ڈرا آخر اوسکے ہمراہیوں نے اوسکو حسب خواہش اوسکے وزیر کے پاس بھیجدیا اور خود محصورین بایداری قلعہ میں مشغول ہوکر لڑنے لگے قلعہ کے اندر سے جو گولہ آتا وہ فوج سے گذر کر دور مقام میں جا گرتا اور توپ انگریزی کا گولہ حصار قلعہ کو توڑتا۔ رات کیوقت کارپردازان انگریزی باروت سے گھڑے میں آگ دیکر دیوار قلعہ کے پتھر توڑتے۔ خلاصہ چند روز کے تردد میں فصیل

تک بہونچنے کی راہ نکل آئی۔

ایک رات کو میجر رہٹلی چند سپاہیوں کو لیکر حصار کے نیچے آئے اور بندوق ہاتہہ میں لیکر پہاڑوں کے پتھر کی مدد سے اوپر چڑہنے لگے۔ قریب بہونچ گئے تہے کہ اہل حصار کو خبر ہو گئی اور میجر پر آکر ہجوم کر کے بندوق وبان وسبوچہ باروت کے علاوہ پتھر ولکڑی مارنے لگے اتفاقاً ایک بڑا پتھر کہ فصیل دیوار سے ڈہلکایا تہا میجر پر بہونچا اور اوسکے صدمہ سے سر اونکا پہٹ گیا۔ تہوڑی سی جان اُن میں باقی تہی کہ کشتی پر سوار کر کے بنارس روانہ کیا اور سپاہی وہاں سے واپس آئے۔ ملاحظہ سیر المتاخرین۔

بقیہ احوال شجاع الدولہ

شجاع الدولہ کو کہ عالم غرور میں خیال اِن باتوں کا نہتا جب اپنی شکست وبربادی کا سامان دیکہا تو کوئی تدبیر سوا اسکے نہ دیکہی کہ اپنی قلمرو سے نکلکر بنگاشوں کے ملک میں جاویں لہذا بعض مقربان معتمد کو فیض آباد ولکہنؤ بہیجکر تاکید کی کہ متعلقان واسباب وخزائن کو ملک حافظ رحمت میں کہ اونسے آشنائی بوجہ اونکے پسر عنایت خاں کے تہی لیجادیں وہ لوگ حسب ایما بریلی میں مع اثاث البیت وتمام اسباب دولت کے کہ آباد ترین شہر تہا اور آب وہوا وہاں کی بیلی بہیت وغیرہ سے ممتاز تہی جاکر رہنے لگے۔ اور خود وزیر نہایت جلدی سے الہ آباد بہونچکر اپنی ماں وبی بی کو لیکر اور علی بیگ خاں کو قلعہ الہ آباد میں چہوڑکر ملک افاغنہ میں چلے گئے۔ اور قلعہ چنار گڈھ میں بشیر حبشی کو کہ معتمد علیہ تہا مردم لائق کے ساتھ حراست قلعہ پر چہوڑ دیا تہا۔

جب بینی بہادر حاضر ہوئے اور گفتگوے صلح کی سنی تو وزیر الممالک نے بامید اعانت افاغنہ وراؤ ملہار مرہٹہ وبزعم ناقص کمی قدر وننگ نام ونشان خاندان خود پسند نکیا۔ اور بینی بہادر کو بطرف صوبہ لکہنؤ اس خیال سے روانہ کیا کہ ظاہر میں انگریزوں سے

ملا رہے اور اس حیلہ سے عمل ونکا صوبہ میں رہے۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین

حملہ نواب وزیر بر فوج انگریزی متعینہ بنارس

۱۱۷۸ھ میں نواب وزیر سے حالت قیام الہ آباد میں مصاحبان رنگین مزاج نے کہ آبرو باختہ ہوکر میدان نبرد سے بھاگے تہے اور الہ آباد مین جمع ہوگئے تہے رفع خفت کے خیال سے کہاکہ انگریزوں کے پاس اسوقت تک فوج بنگالہ سے نہیں پہونچی اور قدرے قلیل فوج جو اون کے پاس ہے اوسکے واسطے یہ فوج سرکار کافی ہے نواب وزیر کو کہ بعد شکست جنگ بکسر بجز مرنے کے دوسری تمنا نہ تہی کہنا مان لیا اور قبائل و اسباب کو پہلے رخصت کرکے متوجہ بنارس ہوئے اور قصبہ کہجوہ میں پہونچکر اسباب و باربرداری وہیں چہوڑکر جریدہ فوج چیدہ لیکر میدان شیوپور میں رزمگاہ قرار دیا۔ چند روز تک جنگ قراولی درمیان میں رہی۔

سرداران انگریز بوجہ قلت فوج و نہ پہونچنے حکم ولایت کے بغرض واگذاشت حدود عظیم آباد کی لڑائی میں متحیر تھے کہ کیاکریں اور آرزومند صلح تہے۔ چنانچہ ایک روز میجر اسٹبل بتحریک ہواخواہان خیراندیش چند سپاہیوں کے ساتھ حاضر وزیر الممالک ہوئے اور کلمات صلح کو ظاہر کیا اور نواب وزیر بہی متوجہ صلح ہوئے کہ اوسی روز میجر فولیجر کلکتہ سے اونکی جگہہ پر آگئے اور بنا صلح کو توڑکر متوجہ جنگ ہوئے۔

جس روز مقابلہ ہوا انگریزی فوج سے چند گولہ چلے تہے کہ لشکر وزیر مثل زاغ و زغن اوڑ گئے اور بہاگے وزیر تہوڑے رفیقوں کے ساتھ میدان میں رہ گئے اور نیرنگئی روزگار دیکہنے پر بہی میدان سے نہیں ہلے سمرو فرنگی کے فوج کا انتظام صفوف اوسوقت تک درست تہا نواب وزیر کو درمیان فوج لیکہ جانب جونپور روانہ ہوئے اور وہاں سے فیض آباد ہوتے ہوئے ملک افاغنہ میں چلے گئے۔

کرنل کرنک فتح و ظفر کے ساتھ بنارس میں پہونچے اور انتظام مہمات ضلع میں مصروف ہوئے راجہ بلونت سنگہ بخیال بازپرس نواب وزیر لطیف پور میں چلے گئے تہے اونکو کرنل موصوف نے بنارس میں بلوایا اور خلعت نظامت ہر چہار سرکار کی انکو دیا اور مسٹر ماریٹہ کو مع چند کمپنی کے بغرض لینے روپیہ قسط کے مقرر کیا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیر الدین حسین جونپوری۔

نواب وزیر بہ صلاح عنایت خاں بالنس بریلی میں تشریف فرما ہوئے وہاں بہی روہیلوں سے مطمئن نہ تہے چنانچہ ایک مرتبہ سپاہ سے کچہہ فساد بہی ہوا۔ حافظ رحمت خاں نے دیکھا کہ بصورت ہونے کسی امر خلاف کے باعث بدنامی و خجالت ہے لہذا رای دی کہ اگر آپ میرے ساتھ نواب فرخ آباد احمد خاں بنگش کے پاس چلیں تو امید ہے کہ بخارات دیرینہ عہد صفدر جنگ دور ہوں اور وہ بہ اطاعت پیش آویں اُسوقت بہی جمعیت لشکر نواب کم نہ تہے۔ اوس زمانہ میں احمد شاہ ابدالی بادشاہ کابل سرہند تک بغرض وصول زر آئے تہے اور نواب وزیر نے دو کرور روپیہ کا وعدہ بغرض کمک خود کیا تہا مگر وہ تدبیر بن نہ آئی۔ جب نواب روانہ فرخ آباد ہوئے اور قریب شہر پہونچے تو نواب حافظ رحمت خاں اولاً نواب احمد خاں کے پاس گئے اور بخوبی سمجہا کر استقبال کو لائے اور بڑی تعظیم سے داخل شہر کر کے طریق ضیافت و مہمانداری کو بخوبی ادا کیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ اودہ کمال الدین حیدر

نواب وزیر اس وقت نازک میں بہ صلاح حافظ رحمت خاں و احمد خاں بنگش سرداران افاغنہ و غازی الدین خان عماد الملک کہ یہ بہی اتفاق سے موجود تہے عازم مدد از راؤ ملہار مرہٹہ ہوئے یہ راؤ قدیم سردار دکن و سپہ سالار باجی راؤ تہے اور اوس زمانہ میں صوبہ داری کے نام سے نواح کالپی و گوالیار میں بسر کر رہے تہے اگرچہ بعد جنگ ابدالی وہ قوت و شوکت اون کی نہ رہ گئی تہی مگر شجاع الدولہ نے بہ مقتضائے اَلْغَرِيقُ يَتَشَبَّثُ بِالْحَشِيشِ

ڈوبتے کو تنکا کا سہارا بس ہے اُس سے مدد چاہا اور چالیس ہزار کو فوج و بیس ہزار مقام کا
وعدہ اُس سے کیا چونکہ بوجہ شکستگی قوم خود اوسکو اوس زمانہ میں طمع بڑھی ہوئی تھی لہذا قبول
کرکے بینتالیس ہزار جمعیت فوج سے شامل لشکر شجاع الدولہ ہوئے وزیر نے افاغنہ
کو بھی مدد میں بلایا مگر اونہوں نے امروز فردا میں ٹالا چنانچہ یہہ معرکہ جنگ کوڑہ جہان آباد کے
میدان میں جواب ضلع فتح پور میں ہے ہوا۔

راقم مولف عرض پرداز ہے کہ اول میں بھی ذکر مرہٹہ آچکا ہے اور اس وقت بھی اُنکی شرکت
اس جنگ میں جسکا ذکر آ رہا ہے ہوگی۔ لہذا اس وقت کے اونکے حالات بنظر ربط و اطلاع
ناظرین تحریر ہو رہے ہیں۔

حالات مرہٹہ بعد بالاجی راؤ حاکم دکھن و جنگ کرنا رگھوناتھ راؤ برادر بالاجی راؤ کا مادھو راؤ پوتا بالاجی راؤ سے و تنبیہ کرنا آصف جاہ ثانی کا مرہٹہ کو آخر خرابی پونہ دار السلطنت

بالاجی راؤ پسر باجی راؤ حاکم دکھن کے ابتدائی حالات جنگ صفدر جنگ
با احمد خاں میں مذکور ہو چکے اونکے عہد حکومت کے واقعات تاریخ ہذا
میں اپنے اپنے مواقع پر مذکور ہوتے گئے تا اینکہ فرزند کلاں بسواس راؤ کہ شاہزادہ
مرہٹہ دولی عہد بالاجی راؤ تھا اور راوسی کے واسطے تخت نشینی دہلی کے خواہاں تھے اور سداشیو راؤ
عرف بھاؤ جو برادر چچا زاد بالاجی راؤ و بہت بڑا سپہ سالار لشکر اون کا تھا جنگ ابدالی میں
جو کہ آمد احمد شاہ ابدالی بار ششم از قندہار میں پانی پت کے میدان میں ۶ جمادی الثانی
روز چہار شنبہ ۱۱۷۴ھ میں ہوئی تھی مارے گئے تھے اوسی غم و غصہ شکست و موت
فرزند و برادر میں بعد پانچ ماہ تیرہ دن کے ۱۹ ذی قعدہ ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۰ء کو بالاجی راؤ

نے انتقال کیا اونکے بعد چھوٹے بیٹے نارائن راؤ پیشوا ہوئے۔ اور رگھناتھ بعد نزاع
مقید ہوا مگر قید سے نکل گیا اور نرائن راؤ کو رگھوناتھ راؤ عرف راگھو نے مارا اور خود
پیشوا بن بیٹھا لیکن جب اوس نے سنا کہ نارائن راؤ کے رانی کے لڑکا پیدا ہوا اور
سیندھیا اور ہلکر دونوں اوسکے مددگار ہیں ڈر کر گجرات کی طرف چلا گیا اور بمبئی میں
جاکر انگریزوں سے مدد کی التجا کی۔ گورنر بمبئی نے سالسٹ کا ٹاپو اور بسین کا بندر جو اسوقت
مرہٹوں کے قبضہ میں تہا کمپنی کے نام لکھواکر اوس کی مدد کسیقدر فوج سے کی۔ لیکن
کلکتہ کی کونسل والوں نے اس بات کو نامنظور کرکے اپنا ایجنٹ پونہ کو روانہ کیا تا اینکہ
سنہ ۱۷۷۶ء میں نارائن راؤ کے لڑکے مادہو راؤ نے جو رگھوناتھ کے بہاگ جانے پر
پیشوا اپنے حق پر ہوا تہا صرف سالسٹ کا ٹاپو دیکر انگریزوں سے صلح کر لی اور بسین کو
انگریزوں نے اپنے دعوے سے چھوڑ دیا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اوس زمانہ کے حالات آئندہ باب میں چونکہ بہ سلسلہ آرہے ہیں لہذا
اس باب میں واقعات مرہٹہ جو کہ بعد بالاجی راؤ اونکو در پیش ہوئے مذکور ہو رہے
ہیں۔ سنہ ۱۱۷۵ھ مطابق سنہ ۱۷۶۱ء میں آصف جاہ ثانی نظام علی خاں نے مع امیر الممالک
صلابت جنگ سید محمد خاں کے قلعہ بیدر سے کہ وہاں پر چھاؤنی ہو گئی تہی جانب اورنگ آباد
توجہ کی۔ جانب مرہٹہ سے مادہو راؤ بہی فوج سنگین سے پونہ سے چلے اور شاہ گڈہ کے
میدان میں مقابلہ ہوا اور اورنگ آباد تک زد و خورد ہوتی گئی آصف جاہ نے اورنگ آباد
میں تمام سامان لشکر چھوڑ کر ۲۳ ربیع الثانی سنہ مذکور میں بارادہ پونہ توجہ کی اور مرہٹہ
کو مارتے ہوئے جبکہ محض سات کوس پونہ رہ گیا تو توقف کیا اور راہ میں تونکہ شہر کو کہ
برلب دریائے گنگ دکھن تہا تباہ کیا۔

پونہ کی بہی یہی حالت ہونیوالی تہی مگر ناصر الملک میر مغل خاں چھٹویں لڑکے نظام الملک
آصف جاہ کے بوجہ غبار اپنے بہائی کے باغوا نے راجہ رام چندر سردار لشکر آصف جاہی

مرہٹے سے جا ملے اور اس واقعہ سے پلہ آصف جاہ امیر الممالک سبک ہوگیا۔ مرہٹے نے
لشکر آصف جاہ پر حملہ کیا مگر پھر بھی فتح آصف جاہ کو رہی۔ جب مرہٹہ کو معلوم ہوا کہ باوجود
کوشش بسیار محض سات کوس پونہ غنیم کو رہ گیا ہے اور اہالیان پونہ فریادی ہوئے
کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھ سے خراب ہو جاویں گے تو مادہو راؤ نے صلح کر لی اور ستائیس لاکھ
روپیہ کا ملک صوبہ خجستہ بنیاد و صوبہ بیدر سے آصف جاہ کو دیکر ۲ جمادی الثانی سنہ
مذکور میں صلح مستحکم کر لی اور سال گذشتہ اسی تاریخ میں شاہ ابدالی نے بہاؤ پر
فتح پائی تھی۔

آصف جاہ وہاں سے روانہ ہو کر جانب بیج منجملہ محالات راجہ رام چندر چلے اور یاداش
حرکت لغو میں کہ اوس سے اغوائے میر مغل خاں میں ہوئی تھی اوسکے ملک کو
پامال کر کے شروع موسم بارش ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں بارادہ جہانی
ہمراہ امیر الممالک داخل قلعہ بیدر ہوئے۔ اور اوسی روز امیر الممالک کو قلعہ مذکور میں
مقید کر دیا۔ تا اینکہ امیر الممالک صلابت جنگ پندرہ ماہ چند روز قید میں رہکر ۲۰
ربیع الاول روز پنجشنبہ ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء میں انتقال کر کے جوار مزار شیخ
محمد ملتانی میں مدفون ہوئے۔ آصفجاہ ثانی نے کہ قلعہ بیدر میں مقیم رہے تہے
فرمان شاہ عالم عالی گہر کو کہ اونکے نام صوبہ داری دکھن کی سپردگی میں بہ تغیر امیر الممالک
صلابت جنگ صادر ہوا تہا استقبال کیا اور ضابطہ مقررہ سے لیکر راجہ پرتاونت برہمن
بجر بیدی ساکن سنگر کو مختار معاملات کر کے تمام کام اوسکی ذمہ داری پر چھوڑا۔
مادہو راؤ بعد مصالحہ مذکورہ پونہ میں چھاؤنی کر کے ایام بارش ختم کر رہے تہے اوسی
درمیان میں ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء میں درمیان چچا و بھتیجا کے مخالفت ہوگئی۔
خلاصہ رگھناتھ راؤ جمعیت شایستہ کے ساتھ اورنگ آباد کی راہ سے احمد نگر کو
آئے اور مادہو راؤ بھی ہمراہی فوج پونہ سے چلے اور بارہ کوس احمد نگر کو تہا کہ ۲۵ ربیع الثانی

۱۱۷۶ھ کو درمیان چچا و بھتیجا جنگ ہوئی مادھو راؤ بھتیجا کو شکست ہوئی اور مادھو راؤ نے میدان سے پھر کر اپنے چچا سے عذر خواہی کی۔

آصف جاہ بھی مدد رگھناتھ کو آئے تھے اور نزدیک میدان جنگ پہونچے تھے کہ لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ جب موضع بندر کانور میں پہونچے تو رگھناتھ راؤ نے استقبال آصف جاہ کر کے باہمگر رسوم متعارفہ و ضیافت کو عمل میں لائے اور رگھناتھ راؤ نے بچاس لاکھ روپیہ اور قلعہ دولت آباد اس عنایت کے عوض میں دیا اور اسناد درست کر کے حوالہ وکلائے آصف جاہ کر دیا۔

چونکہ یہ امر تعجب خیز حسن تردد محمد مراد خاں سے ہوا تھا راجہ پرتاونت دیوان و مختار معاملات کو برا معلوم ہوا براہ حماقت قبل اسکے کہ عمل و دخل گماشتگان آصف جاہی ملک و قلعہ دولت آباد میں ہو صلح کو برہم کر کے آصف جاہ کو اس پہلو پر لائے کہ رگھناتھ راؤ کو معطل کرنا چاہیئے اور اسی بنا پر جانوجی پسر رگھوجی بھوسلہ مکاسد صوبہ برار کو (جو کہ اولاد خاندان مرہٹہ بھوسلہ سے تھے) اس لالچ پر ملازم رکاب آصف جاہ کیا کہ تم کو بجائے رگھناتھ قائم مقام کریں گے۔

اوس طرف سے ناصر الملک پسر ششم نظام الملک آصف جاہ کہ رفیق مرہٹہ ہو گئے تھے بے توجہی مرہٹہ سے کبیدہ خاطر ہو کر چلے آئے اور لشکر آصف جاہ میں آگئے۔

رایات آصف جاہی فوج سنگین سے متوجہ تادیب رگھناتھ راؤ ہوئے رگھناتھ نے اپنے میں طاقت مقابلہ نہ دیکھی اور آوارگی و تاراجی ملک کو کہ اصل شیوہ مرہٹہ ہے اختیار کر لیا اور تیس ہزار سوار سے اورنگ آباد پر آنکر ہجوم طرف شہر کے لشکرگاہ کیا اور بہت سا روپیہ اہل شہر سے چاہا۔

سو مؤتمن الملک ناظم اورنگ آباد باوجود قلت سپاہ و سامان حرب کے کمال حزم و ہوشیاری سے استحکام بروج و بارہ حصار شہر میں مشغول ہو کر انتظام ہمت خاں بہادر

کوتوال شہر برادر محمد مراد خاں مذکور وغیرہ پر تقسیم کرکے ۔ انتظار مدد آصف جاہ ثانی میں ہوکر بطائف الحیل میں ایام گذاری کر رہے تہے ۔ رگہناتھ راؤ نے یہ بات سمجھ کر تسخیر حصار کا قصد کر لیا اور ۲۰ شعبان سنہ ۱۱۷۶ھ مطابق سنہ ۱۷۶۳ء میں اوسکی ہمراہی آبادی خارج شہر پناہ میں آکر لوٹنے لگے اور رگہناتھ راؤ اپنی فوج خاصہ کے ساتھ جانب شمالی شہر کے آنکر ذریعہ سیڑھی وفیلاں کوہ پیکر چڑھکر چند شخص دیوار قلعہ پر آگئے اور تختہ دروازہ ہا کو دیوار پر رکھکر برجوں پر چڑھنا چاہا اور تختہ دروازہ دیوار کلاں باغ ارگ کو توڑکر اندر آنا چاہا کہ ہمت خاں و مرزا محمد باقر خاں و عام تماشائیوں جنگ جو نے تیر و بندوق و پتھر ملکہ جوتہ سے اوسکو سرکوب کیا اور اطراف میں اکثر لشکری رگہناتھ کے زخمی ہوئے اسی معرکہ کی گرمی میں ایک تیر و بندوق کی گولی رگہناتھ کے فیلبان کو لگی جس سے رگہناتھ کو افسوس کرتے ہوئے واپس ہونا پڑا اوسے زمانہ میں خبر ورود لشکر آصف جاہ سنکر تلکانہ کی طرف روانہ ہوگیا اور ۱۰ ماہ مذکور کو آصف جاہ وارد اورنگ آباد ہوئے۔

مرہٹہ جانتے تہے کہ ملک برار میں جاکر فساد کریں کہ آصف جاہ یکم رمضان کو منازل طولانی طے کرکے قریب بالاپور پہونچکر سد راہ ہوئے ۔ مرہٹہ وہاں سے پہرکر اورنگ آباد کے قریب گذر کر جانب حیدرآباد چلے ۔ آصف جاہ بہی واپس ہوکر دریائے گنگ تھن تک تعاقب میں رہے و بانیر رائے خراب کرنے دیار مرہٹہ کے تعاقب پر راجح ہوئے لہذا تعاقب کو چہوڑکر متوجہ پونہ ہوئے اور جبکہ کتل احمد نگر سے نکل آئے تو سرداراں کو سپاہ دیگر ہر طرف مقرر کیا کہ آبادی مرہٹہ واونکے مکانات کو تاراج و خراب کریں اور خود دس کوس پونہ رہجانے پر قیام کیا ۔ تمام اہالیان پونہ اسکے قبل بہاگ کر قلعہ و مکانات سخت گذار راہ میں چلے گئے تہے ۔ لشکریان آصف جاہ نے ایک قلم عمارت پونہ کو جلا کر خاک سیاہ کردیا اور لوٹ و خرابی اطراف پونہ و ممالک محروسہ مرہٹہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ۔

شان خدائے قہار جبار پر مورخین کو ناز ہے کہ ایک زمانہ وہ تہا کہ زمانہ بالاجی و بہاؤ میں دکہن

سے لاہور تک کسی کی مجال نہ تہی کہ ایک گہاس کا تنکا بہی تو مزاحمت کر کے اٹہا لے سکے اور اسی چند روز میں تمام مال و متاع سکان پونہ کا کہ دار الملک و دار السلطنت مرہٹہ تہا لٹ گیا اور جو عمارتیں کہ لاکہوں کے صرف سے تیار ہوئی تہیں وہ زمین کے برابر ہو گئیں۔

میر اولاد محمد ذکا برادر زادہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے کہ اپنی عمر اوس نواح پونہ وغیرہ میں خرچ کی اور اونکی حالات سے پورے طور سے واقف تہے یہ تاریخ لکہی ہے۔

آصف جاہِ دوم سلیمانِ اعلام — آبادی قوم برہمن سوخت تمام
تاریخ شنوز شعلۂ طبع ذکا — آتش زد پونہ را سپاہ اسلام

رگہوناتہ راؤ حیدرآباد پہونچے اور یکم ذی قعدہ ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ء مذکور کو کوشش حد سے زیادہ تسخیر حصار میں کیا مگر حسن اہتمام شیخ شجاع الدولہ بہادر دل خاں اونگ آبادی ناظم حیدرآبادی سے کہ جمعیت شائستہ سے بندوبست قلعہ داری بہ آئین شائستہ کیا تہا اور اونکے ہمراہیوں نے قدم جرأت جما کر ضرب توپ و بندوق سے صدمات حملہ جات مرہٹہ کو روکیا تہا اور بہت سے مرہٹہ خوراک توپ اژدہائے سیرت ہوئے تہے رگہناتہ راؤ خائب و خاسر واپس ہوئے۔

ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین دفتر سیوم ذکر برخی از سوانح دکہن

انتظامات انگریزی صوبہ اودہ میں ہونا اور تسخیر قلعہ الہ آباد کرنا

جرنل نے جب سنا کہ شجاع الدولہ نے مدد فوج مرہٹہ سے لی ہے اور قصد جنگ ہے تو فوج کو حصار چنار گڈہ وغیرہ سے بلوا کر آگے جانے کا قصد کیا۔ اسی عرصہ میں مرزا نجف خاں جو کہ بندیلکہنڈ میں تہے آئے اور رفیق و ملازم انگریزوں کے ہوئے۔ سرداران انگریزی نے بعض فوج کو بہ سرداری سیجر استبرت لکہنؤ بہیجا تا کہ وہاں اپنا قبضہ کر کے صوبہ اودہ

وحدود سے خبردار رہیں اور محمد اکبر خاں کو کوتوالی کے واسطے تجویز کیا۔ اور جرنل کرنک کو کل فوج کے ساتھ بہمراہی شتاب رائے و مرزا نجف خاں الہ آباد میں بغرض تسخیر قلعہ بھیجا۔ مرزا[1] نجف خاں چونکہ پورے طور سے حالات قلعہ سے واقف تھے لہذا اوس طرف کے حصار کو جس طرف پشتہ نہ تھا بتلا دیا۔ جرنل نے توپ ہائے قلعہ شکن کہ لوٹ زیر سے ملیں تھیں لگا دیں۔

علی بیگ خاں وغیرہ کہ جانب وزیر سے مامور بہ حراست تھے اپنی کمزوری محسوس کر کے طالب امان ہوئے۔ راؤ شتاب رائے ضامن آبرو و مال غیر مال وزیر ہوئے اور اون کو اختیار رہا کہ رفاقت انگریزوں کی کریں یا نہ کریں وہ لوگ قلعہ سے باہر آئے اور شجاع الدولہ کے پاس چلے گئے قلعہ پر قبضہ انگریزی ہو گیا۔

---

[1] مرزا نجف خاں خاندان نواب وزیر سے ہیں پہلے قلعہ الہ آباد میں منجانب محمد قلی خاں قلعہ دار تھے جب قلعہ محمد قلی خاں سے نکلکر شجاع الدولہ کے قبضہ میں ہوا تو یہ سلوکات شجاع الدولہ سے خوش نہ تھے تا اینکہ عالیجاہ کے پاس گئے اور بعض کار نمایاں کیا جو مذکور ہو چلے جب عالیجاہ نے مدد نواب وزیر سے چاہی تو یہ امر ناگوار مرزا نجف خاں ہوا وہ بندیلکھنڈ چلے گئے اور وہاں کے راجہ کے یہاں رہے جب عالیجاہ نے اوسکے قلعہ پر حسب فرمان نواب وزیر حملہ کیا تو بوجہ سلوکات عالیجاہ یہ خاموش ہو رہے تا اینکہ راجہ وہاں کا محکوم وزیر ہوا اور وزیر مع بادشاہ کے روانہ جنگ انگریزان ہوئے جب وہ جنگ ختم ہوئی اور شجاع الدولہ شکست کہا کر جانب بریلی گئے اور بہر مدد مرہٹہ سے لی اور انگریزوں نے بعد فتح بکسر وغیرہ بنارس میں قیام کر کے حملہ چنار پر کیا اور بہر الہ آباد کا قلعہ لینا چاہا تو مرزا نجف خاں شریک انگریزوں کے ہو گئے اور بوجہ واقفیت انکے قلعہ جلد فتح ہوا بہر بعد صلح بادشاہ کے ہمراہ انکا بہی وثیقہ مقرر رہا تا اینکہ ہمراہ بادشاہ دہلی گئے در وہاں پہونچکر بڑے اقتدار کو پہونچے نواب سعادت علی خاں اپنے بہائی آصف الدولہ سے ناراض

راجہ شتاب رائے نے باتفاق و اعانت راجہ بلونت سنگھ بندوبست ہر دو صوبہ خصوص اودہ کا جیسا کہ شایاں تہا کیا اور عمال اکثر محالات میں بہیجا اور اکثر سرداران میر قاسم خاں عالیجاہ کو مثل میر روشن علیخاں و شیخ فرحت علی وغیرہ برادران و شہسوار بیگ تورانی قاتل مسٹر امیٹ کو ملازم کرکے متعین صوبہ کیا۔

جب خبر نہضت وزیر جرنل کو معلوم ہوئی تو عمال نو ملازم کو جابجا چھوڑ کر خود مع شتاب رائے و مرزا نجف خاں کے عازم جنگ وزیر ہوئے۔

صاحب سیر تحریر کرتے ہیں کہ شتاب رائے نے اپنی قابلیت سے باوجود اسکے کہ پچاس برس یعنی عہد برہان الملک سعادت خاں سے انتظام خاندان وزیر تہا بہت اچہا انتظام صوبہ اودہ کا کیا اور نہایت کار نمایاں دکہلایا مگر بعض ملازمان و اکثر زمینداران قابو طلب سے مجبور رہتے راجہ بلونت سنگھ اونکی بہت مدد کرتے۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ذکر فرستادن فوج بہ تسخیر قلعہ چنار و محفوظ ماندن از صدمات تسخیر

ذکر جنگ وزیر باتفاق مرہٹہ با انگریزان

ملہار راؤ جب شجاع الدولہ کے پاس پہونچے اور جماعت افاغنہ نے حیلہ و حوالہ میں ٹالا اور عماد الملک چند معدودہ لوگوں کے ساتھ مثل تماشائیوں کے تہے نہ تو اوسوقت انکو کوئی مقدور تہا اور نہ کوئی کام کرسکنے کے قابل تہے۔

بہر طور نواح کوڑہ جہان آباد میں جو اب ضلع فتح پور میں ہے جسکو فتحپور ہسوہ کہتے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ہوکر انہیں کے پاس آگرہ میں گئے تہے اونکے علاوہ جو شخص سلطنت اودہ سے ناراض ہوتا وہ اونکے پاس پہونچتا اور یہ اوس کی خاطر کرتے۔ ان کا حال جلد دوم میں انشاءاللہ کسیقدر تفصیل سے مرقوم ہوگا۔

ہر دو لشکر کا مقابلہ ہوا اور بہت تہوڑی جنگ ہوئی تہی کہ مرہٹہ تاب برداشت توپخانہ نہ لاکر کچہہ ہاتہہ پیر ہلاکر منہ موڑ گئے اور اپنے مرکز دولت تک کہ نواح گوالیار تہا نہ رُکے شجاع الدولہ بہی نمک حرامی نوکران و عدم دل دہی فدویان سے اپنا مطلب نکلتے نہ دیکہکر دل تنگ ہوکر واپس ہوئے۔

وزیر پہر شکست کہاکر فرخ آباد کی طرف گئے اور افاغنہ سے شکوہ تعلل و مدد نہ کرنے کا کرکے پہر شورہ کرنا چاہا۔ ہر ایک اپنی جگہ پر کچہ کہتا مگر چونکہ دل سے نہ کہتا لہذا اوسکا اثر شجاع الدولہ کے دل پر نہ ہوتا۔ تا اینکہ احمد خان بنگش خلف محمد خان غضنفر جنگ نے باوجود عداوت ہائے قدیمہ بہ مقتضائے جوانمردی صاف طور سے شجاع الدولہ سے کہا کہ ان سے آپ امید نہ رکہیں اور جو کچہ روپیہ آپکے پاس ہے برباد نہ کریں میری صلاح یہ ہے۔ یا تو اپنے خاص لوگوں کے ساتہہ اونپر حملہ کیجئے اگر فتح نصیب ہے تو فہو المراد ورنہ مردانہ آبرو جان دیجئے اور یا بغیر وسیلہ دوسرے کے انگریزوں کے پاس چلے جائے جہانتک سنا جاتا ہے اُنکے برتاؤ عقل و جوانمردی کے ہیں امید ہے کہ تم سے دغا نہ کریں اور مہلکہ میں نہ ڈالیں۔ بلکہ گمان غالب ہے کہ نام و نشان خاندان کے لحاظ سے تم سے بہ خلوص پیش آویں اور احترام کریں۔

اسی اثنا میں بعد فتح قلعہ الہ آباد و شکست وزیر بار دوم بمقام کوڑہ بجہت وعدہ و وعید بادشاہ و سرداران انگریزی مستحفظان قلعہ چنار نے فتح و ظفر و غلبہ شجاع الدولہ سے ناامید ہوکر اور سامان قلعہ داری کمتر دیکہکر قلعہ کو حوالہ عملہ انگریزی کرکے بعض بادشاہ کے پاس اور بعض شجاع الدولہ کے پاس روانہ ہوگئے۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین گفتار در جنگ ثانی کہ شجاع الدولہ باتفاق مرہٹہ با انگریزاں نمود۔

ذکر صلح وزیر با انگریزان

شجاع الدولہ نے نصیحت احمد خاں بنگش پر عمل کیا اور صورت اصلاح و صلح یہ ہوئی کہ

مہدی گہاٹ پر کنار گنگ لشکر وزیر تہا اور اوس پار جانب شمال لشکر انگریزی تہا وزیر بسواری پالکی جہالردار مع چند خواص اردلی کشتی پر سوار ہوکر اوس پار تشریف فرما ہوئے۔ میجر انک کمان افسر کو جب وزیر کی آمد اس طور سے معلوم ہوئی تو پہلے صدق و کذب خبر کو دریافت کیا۔ بعد تحقیق خبر ہمراہ جماعت سرداران و راؤ شتاب رائے استقبال کیا۔ دوسری وجہ صورت صلح کی بعزت یہ ہوئی کہ کوڑہ جہان آباد کی لڑائی میں اتفاقاً دو افسر جلیل القدر لشکر انگریزی کے بدست سواران میر باقر خاں مقید ہوگئے۔ بعض نافہم نے قتل کرنا چاہا اور اون صاحبوں کو بہی یقین قتل ہوگیا مگر شجاع الدولہ نے از راہ جوانمردی اونکو عزت سے رکہا خیمہ علحدہ استادہ کرایا۔ شراب کہ لشکر اسلام میں مفقود تہی مہیا کرائی اور خود اون کی ملاقات کو گئے اور آٹھ گہوڑے خاصہ و چار ہاتہی و کشتی جواہر بیش قیمت و دو ہزار اشرفی دیا۔ ان لوگوں نے اپنی لشکر میں پہونچکر جوانمردی شجاع الدولہ کی تعریف کی اور محرک اصلاح ہوئے

تاریخ اودہ کمال الدین حیدر

وزیر جرنل کو دیکہکر پالکی سے اوترے اور معانقہ کیا۔ توپیں سلامی کی سر ہوئیں جرنل نے مع سرداران نذر دی اور پیادہ پا پالکی وزیر کے ساتھ روانہ ہوکر اوس خیمہ تک جو وزیر کے واسطے استادہ تہا اوتارا اور لوازم ضیافت کو بجا لائے اور انتہا درجہ کی تعظیم وزیر کی کیا۔

بروایت تحفۂ تازہ جسقدر اسباب کارخانجات کو شکست بنارس و کوڑہ میں ضبطی سرکار انگریزی میں تہا وہ بطور پیشکش واپس کیا۔ شجاع الدولہ نے وہیں کہانا کہایا اور خواب یعنے آرام کیا اور بعد خواب اپنے خیمہ گاہ میں کہ دو تین کوس کے فاصلہ پر تہا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کہ تین چار سو سے زیادہ نہ تہے منزل کیا۔ اور صلح کی صورتیں تین روز کے اندر بواسطہ شتاب رائے طے ہوکر دلجمعی حاصل کرکے حسب اذن سرداران

انگریز تمام ملازموں کو اپنے بلایا سفیران برابر آتے رہتے۔ اور کبھی کبھی جرنل و وزیر بھی باخود با آتے جاتے۔ راؤ شتاب رائے نے اس کام میں استرضاء خوشنودی طرفین کا لحاظ رکھا مگر بمقتضائے نمک خواری کہ قبل اسکے ملازم شجاع الدولہ بر فاقت بینی بہادر بعد اخراج میر قاسم خاں عظیم آباد سے تے عزت شجاع الدولہ کو پوری پوری طور سے لحاظ رکھتے اور کوشش جمیلہ کرکے مورد تحسین دوست و دشمن ہوئے۔ جسکے صلہ میں راؤ شتاب رائی کو پرگنہ ماہل جو نواح اعظم گڈہ و جونپور میں ہے جاگیر میں دیا جو ایک لاکہ کا تہا۔ بعد چندے بنگالہ میں انہیں راؤ شتاب رائی کو نہایت عروج ہوا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیرالدین حسین و سیرالمتاخرین۔

قرارداد مصالحہ درمیان شجاع الدولہ و انگریزان

یہ طے ہوا کہ پچاس لاکہ روپیہ خرچہ جنگ انگریزی شجاع الدولہ اس طور سے دیں کہ نصف نقد اور نصف صوبہ کے محاصل سے تنخواہ کے طور پر دیں اور جو کچھ انکے صوبہ سے تحصیل عاملان انگریزی میں آچکا ہو وہ مجرا دیا جاوے اور صوبہ الہ آباد مخصوص بادشاہ سے رہے اوسکی آمدنی خاطر خواہ وجہ معاش بادشاہ ہو اور مرزا نجف خاں کہ رفیق بادشاہ انگریزی ہوئے ملازم بادشاہ ہوکر ایک لاکہ روپیہ سالانہ خزانہ شاہی سے منجملہ مالگذاری بنگالہ کے پاتے رہیں اور فوج انگریزی بعہد بادشاہ الہ آباد میں رہے۔ اور ایک سردار فرقہ انگریزی سے خدمت شجاع الدولہ میں بطور وکالت کے رہے مگر کوئی دخل انکے معاملات میں نہ کرے۔ بعد اس عہد و پیمان کے دوست ہمدیگر کو دوست اور دشمن ہمدگر کو دشمن رکھیں اور جسکے سر پر کوئی دشمن حملہ کرے ایک دوسرے کی مدد کرے اور جو دوسرے سے فوج مدد کو مانگے وہ اوسکا خرچ دے۔

اور راجہ بلونت سنگہ زمیندار بنارس کو کہ بوجہ رفاقت بادشاہ و انگریزان خائن و مقصر

خدمت شجاع الدولہ رہا ہے۔ شجاع الدولہ قصور معاف کریں۔ اور راجہ بلونت سنگہ اطاعت وزیر و حمایت انگریز میں رہے۔

طرفین سے مہر و دستخط ثبت ہوئے اور شجاع الدولہ کو اب کوئی فکر بجز روپیہ ادا کرنے کے نہ رہی۔ چنانچہ ہر عزیز سے روپیہ مانگا سب نے بمشکل تہوڑا تہوڑا دیا۔ مگر اودہی بی بی نے کل مال دیدیا یہانتک کہ نتھ تک دیدی۔ اسیوجہ سے بعد تسلط جسقدر نواب کو بچتا وہ بی بی کو دیدیتے۔

سیرالمتاخرین ذکر گفتار در قرارداد شروط مصالحہ میان شجاع الدولہ و انگلسیان۔

اوسی روپیہ سے اونہوں نے وثیقہ اپنے عزیزوں کے واسطے مقرر کرایا اس خزانہ کا نام جوڑا بہورا مشہور تہا۔ بعد انتقال بیگم صاحبہ ۷۰ لاکہ رکابی اشرفی نکلی تہی۔

تاریخ اودہ کمال الدین حیدر

نقل عہدنامہ جناب عالی شجاع الدولہ

رائٹ آنریبل رابرٹ لارڈ کلایو برون آف پلیسی نائٹ کمانڈنگ آف دی موسٹ آنریبل اور لارڈ آف دی باتہہ میجر جنرل اور سپہ سالار فوج اور پریسیڈنٹ کونسل و گورنر فورٹ ولیم اور تمام آبادیہائے متعلق کمپنی مشتملہ سوداگران انگلستان جو تجارت ہندوستان کی اضلاع بنگالہ و بہار و اوڑیسہ میں کرتے ہیں اور جان کارنیک صاحب برگیڈیر جنرل کرنل ملازم کمپنی مذکور اور کمانڈنگ افسر افواج متعینہ بنگالہ کو کل اختیارات اور حکومت من جانب نواب نجم الدولہ صوبہ دار بنگالہ و بہار و اوڑیسہ اور نیز من جانب کمپنی مشتملہ سوداگران انگلستان جو ہندوستان میں تجارت کرتے ہیں عطا ہوئی ہے کہ صلح دوامی مستحکم ساتہہ نواب شجاع الدولہ وزیر الممالک کے بتجویز کر کے منعقد کریں۔ اُنلوگوں کو واضح ہو جس سے وہ متعلق ہے یا آیندہ متعلق ہوگی کہ مختاران کل مذکورۂ بالا نے شرائط

ذیل نواب بسطور سے قرار دیئے ہیں اور منظور کئے ہیں۔

شرط اول۔ ایک دوامی و عام صلح اور دوستی بے ریا و اتفاق مستحکم فیمابین نواب شجاع الدولہ اور اونکے وارثوں کے ایک فریق۔

اور نواب نجم الدولہ اور انگریزی الیسٹ انڈیا کمپنی فریق ثانی کے قایم ہوگی اور فریقین معاہدہ میں ہمہ تن معروف ہوکر اتحاد باہمی فیمابین میں اور اپنے اپنے ممالک میں اور رعایا میں قایم رکھیں گے اور آئندہ کسی حیلہ یا سبب سے اجازت برخلافی برعکسی کے نہ دیں گے کہ کوئی یہ امر کرے اور باحتیاط تمام امر مشتبہ اور مشکوک کا لحاظ رہے گا جس سے خلل بعد ازیں اس اتفاق میں واقع نہو۔

شرط دوم۔ درصورتیکہ ملک شجاع الدولہ پر بعد اسکے حملہ کسی دشمن کا ہوگا تو نواب نجم الدولہ (پسر محمد جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ وغیرہ) اور کمپنی انگریز بہادر اونکی مدد کل یا بعض فوج سے حسب ضرورت کرینگے یا جسقدر حفاظت ضروری اپنے ممالک سے بلا دقت ممکن ہوگی۔ اور اگر کوئی ملک نجم الدولہ یا کمپنی انگریزی کے ممالک پر حملہ آور ہوگا تو نواب اوسی طرح مدد جزو فوج یا کل فوج سے کریں گے و درصورت اعانت نواب فوج انگریزی سے جسقدر خرچ عظیم اوسکا ہوگا اوسکی کفالت ذمہ نواب ہوگی۔

شرط سوم۔ نواب بصدق دل وعدہ کرتے ہیں کہ اپنے یہاں قاسم علیخاں صوبہ دار بنگالہ وغیرہ و سمرو قاتلان انگریزی و دیگر انگریز مغرور کو اپنے یہاں نہ رکھینگے اور نہ آنے دینگے اور نہ کسی طرح کی مدد یا رعایت یا حفاظت اونکی کرینگے۔ اور جو انگریز فراری ہوکر اوسکے ملک میں آویگا اوسکو بھی حوالہ کردینگے۔

شرط چہارم شاہ عالم بادشاہ قابض کوڑہ و اضلاع الہ آباد کے اوسی جزو پر رہینگے جو اب اونکے قبضہ میں ہے اور جو اونکو بغرض قایم رکھنے حیثیت بادشاہی کے دیا گیا ہے۔

شرط پنجم۔ نواب شجاع الدولہ بہ صدق دل و نیت درست وعدہ کرتے ہیں کہ بلونت سنگہ کو زمینداری بنارس و غازی پور اور اُن اضلاع پر جو اونکے پاس تہے جبکہ وہ نواب جعفر علی خاں مرحوم اور انگریزوں کے پاس حاضر ہوئے تہے (باقی رکہیں) بشرطیکہ جسقدر وہ مالگذاری دیتے تہے اوسیقدر دیتے رہیں۔

شرط ششم بنظر اسکے کہ کمپنی انگریز کا جنگ گذشتہ میں صرف کثیر ہوا ہے نواب اقرار کرتے ہیں کہ پچاس لاکہہ روپیہ حسب تفصیل ذیل دینگے بارہ لاکہہ نقد آٹھ لاکہہ کے جواہرات وقت تصدیق و منظوری عہدنامہ و پانچ لاکہہ ایک ماہ کے بعد اور باقی ۲۵ لاکہہ بہ اقساط ادا ہوں کہ ۱۳ ماہ میں تاریخ عہدنامہ ہذا سے ادا ہو جاوے۔

شرط ہفتم۔ یہ تجویز قرار پائی کہ ملک بنارس اور جسقدر کہ بلونت سنگہ مالگذاری میں دیتے ہیں نواب وزیر کو دیا جاوے گو بادشاہ نے وہ ملک کمپنی انگریزی کو دیا ہے۔ لہذا یہہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ ملک مذکور حسب ذیل انگریزوں کے پاس اوسوقت تک رہیگا جب تک میعاد عہدنامہ جو بلونت سنگہ اور کمپنی کے ساتہ ہوی ہے منقضی نہ ہو جاوے۔ اور تاریخ انقضاء اوسکی ۲۷ ماہ نومبر ۱۷۶۵ء ہے بعد ازاں نواب کو دخل دیا جائے گا مگر قلعہ چنار گڈہ پر دخل اونکا اوسوقت تک نہو گا جب تک شرط ششم عہدنامہ کی بالکل تعمیل نہ ہو جاوے گی۔

شرط ہشتم۔ نواب کمپنی انگریزی کو اجازت دینگے کہ وہ تجارت بلا محصول تمام ملک میں کیا کریں۔

شرط نہم۔ تمام واسطہ داران درجہائے نواب جس نے کچہہ بہی مدد یا اعانت جنگ گذشتہ میں کی ہو گی اونکے قصور معاف ہوں گے اور کسی طرح کی مزاحمت اس بارہ میں نہو گی۔

شرط دہم۔ جسوقت سے عہدنامہ پر دستخط ہوگا اوسیوقت سے فوج انگریزی ملک نواب سے

روانہ ہوگی صرف فوج قلعہ چنار کی باقی رہے گی اور قلعہ الہ آباد میں اوسیقدر فوج رہیگی جسقدر کہ حفاظت بادشاہ کے واسطے ضرورت متصور ہوگی بشرطیکہ بادشاہ ضرورت بیان کریں۔

شرط یازدہم۔ نواب شجاع الدولہ نواب نجم الدولہ اور کمپنی انگریز یہہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ صدق نیت سے تمام شرائط مندرجہ و مقبولہ عہدنامہ ہذا کا لحاظ رکھیں گے اور رعایت کرکے خود حقیقتاً یا مراحتاً اپنی رعایا سے بھی شکستگی عہد روا و جائز نہ رکھیں گے اور فریقین معاہدہ ضامن ایک دوسرے کے ہوتے ہیں کہ تمام شرائط عہدنامہ حال کے تعمیل ہونگی۔ اسپر دستخط اور مہر اور قسم ہر ایک فریق معاہدہ نے بمقام الہ آباد بتاریخ ۱۶۔ ماہ اگست ۱۷۶۵ء اور و بر و ہمارے کیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ اودھ کمال الدین حیدر

بروایت سلطان الحکایات لالجی ولد سیتل پرشاد یہہ عہدنامہ مذکورہ اول عہد نامہ ہے جو فیمابین دولت انگلشیہ و دولت نواب وزیر شجاع الدولہ ہوا۔ دوسرا عہدنامہ ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء میں درمیان دولتیں مذکورہ یہہ ہوا کہ پینتیس ہزار سواروپیادہ و توپ انداز ان وبان برداران سے زیادہ سرکار نواب وزیر میں ملازم نہ ہونگے اور مہر نواب شجاع الدولہ بہادر و لارڈ کلایو صاحب بہادر (جن کا ذکر آ رہا ہے) و جرنل کارنیک صاحب بہادر و نواب قمرالدولہ مسٹر ہارڈ ویس صاحب بہادر باہتمام سوال وجواب مہام الدولہ مسٹر کسیر صاحب بہادر و افتخار الدولہ مسٹر زنیل اسمٹ صاحب بہادر و قوام الدولہ مسٹر کیلا ورسل صاحب بہادر صاحبان کونسل ہوا۔

اور تیسرا عہدنامہ وہ ہے جس میں بوجہ فتنہ انگیزی منیرالدولہ کے نواب وزیر اور لارڈ ہسٹنگز صاحب نے بمقام بنارس ۱۱۸۸ھ ہجری مطابق ۱۷۷۳ء کیا اور محالات کوڑہ والہ آباد بعد دست برداری سلطانی و تحریر و تفویض ہر دو صوبہ بہ مرہٹہ اور پھر قبضہ انگریزی

میں آنا۔ اور حسب تفویض کمپنی قبض و متصرف نواب میں آنا مذکور ہے جسکا ذکر حالات راجہ چیت سنگھ میں آویگا۔

بہر طور عہدنامہ اول جو مذکور ہو چکا بروایتے الہ آباد میں مکمل ہو گیا مگر بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عہدنامہ مذکور کا تکملہ بنارس میں ہوا۔ کیونکہ اونہیں ایام میں یعنی زمانہ جنگ کوڑہ میں لارڈ کلایو صاحب ہندوستان میں لارڈ ہو کر آگئے ہیں اور سرداران انگریزی نے اونکی شرکت اس عہدنامہ میں ہونا ضروری سمجھا ہے۔

روانگی وزیر جانب بنارس بغرض تکملہ عہدنامہ

خیرالدین جونپوری مصنف بلونت نامہ تحریر کرتے ہیں کہ جس روز عہدنامہ مذکورہ لکھا جا رہا تھا اوسی روز جرنل کرنک نے کہا کہ دریافت سے معلوم ہو چکا ہے کہ اب لارڈ کلایو صاحب ولایت سے مختار معاملات ہندوستان ہو کر وارد کلکتہ ہو چکے ہیں لہذا بلا استمزاج اُن کے عہدنامہ نہیں ہو سکتا۔ مناسب یہ ہے کہ خود نواب بغرض ملاقات اُنکے عازم دیار مشرق ہوں۔

نواب نے بھی اسکو پسند فرما کے روانگی کا حکم دیا اور سواد مانک پور میں شرف ملازمت بادشاہ حاصل کی اور وہاں سے ہمراہ بادشاہ الہ آباد آئے۔ اور الہ آباد سے بسواری بجرہ ہمراہی کرنل کرنک بنارس آئے۔ یہاں پر اوسی زمانہ میں تحریرات لارڈ کلایو بنام نواب وزیر و سرداران انگریزی پہونچیں کہ میں نے خود بہ تمنا ملاقات نواب کے کلکتہ سے کوچ کر دیا ہے۔ نواب وزیر بنارس سے آگے آنے کا قصد نہ کریں۔

خلاصہ ماہ ربیع الثانی ۱۱۷۹ھ مطابق اکتوبر ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلایو بنارس میں پہونچے۔ نواب وزیر نے تھوڑی مسافت سے استقبال کیا۔ لارڈ نے کمال مدارات سے ملاقات کی۔

راجہ بلونت سنگہ خوف نواب وزیر سے رام نگر سے لطیف پور میں چلے گئے تہے۔ اور اپنے وکیلوں کے ذریعہ سے لارڈ کلایو کی خدمت میں خواہاں صلح خود از نواب وزیر ہوئے۔ لہذا عہدنامہ کے مکمل ہوتے وقت یہ شرط بڑہی کہ ہر چہار سرکار کو راجہ بلونت سنگہ سے کبہی موقوف نہ کریں۔ نواب وزیر نے اِس شرط کے قبول کرنے میں انکار کیا اور کہا بلونت سنگہ میرے مالک کے زمیندار ہیں اوس کے رکہنے نہ رکہنے کا مجہے اختیار ہے اوسکی حمایت کا ذکر ہمارے آپ کے مصالحہ میں نہیں ہے۔ لارڈ کلایو نے کہا بلونت سنگہ دل وجان سے مصروف اطاعت انگریزان رہے ہیں۔ امسال ہماری خاطر سے اوسکو بحال رکہیں اگر اونہوں نے اظہار رسوخ و بندگی سے بندگان سرکار سے صفائی کرالی تو بہتر ورنہ سال آئندہ آپ مختار رہیں گے پہر ہم سے سفارش نہوگی۔ نواب وزیر نے بمقتضائے وقت قبول کر کے عہدنامہ پر دستخط کر دیا۔

کرنیل اسمتھ بغرض حاضر باشی حضور بادشاہ مع دو پلٹن کے اور میجر نوکل بغرض سفارت کے خدمت وزیر میں مع ایک پلٹن کے مقرر ہوئے۔ نواب وزیر نے پندرہ ہزار روپیہ تنخواہ مقرر کیا۔ ملاحظہ ہو بلونت نامہ قاضی خیر الدین حسین۔

منشی اعتصام الدین لندنی اپنے رسالہ میں لکہتے ہیں کہ جب کرنل کلایو ثابت جنگ ولایت سے لارڈ ہوکر صوبہ بنگالہ سے بندوبست کو تشریف لائے اور جناب عالی سے یعنی شجاع الدولہ سے ملاقات ہوئی۔ تو طرفین سے عہد و میثاق کی یہ صورت ہوئی کہ صوبہ الہ آباد جسکی آمدنی ۲۴ لاکہہ روپیہ ہے۔ اور صوبہ کوڑہ جہان آباد ۴۸ لاکہہ سال کا مجموع ۷۲ لاکہہ کا خرچ بادشاہ کے واسطے حوالہ کیا جاوے باقی صوبہ اودہ جو ایک کرور پچاس لاکہہ ہے اور پچاس لاکہہ کا بنارس اور پندرہ لاکہہ کا غازی پور۔ یہ نواب وزیر کے اختیار میں رہے اور پچاس لاکہہ خرچ جنگ نواب وزیر سے لیا جاوے۔ دو قطعہ صلحنامہ تحریر ہوئے طرفین سے دستخط و مہر ہوئے۔ لارڈ صاحب نے اپنے ہاتہہ سے انجیل جناب عالی کو دی اور جناب عالی

نے اسی طرح قرآن شریف دیا۔ بعد اسکے معانقہ ہوا۔ بعد ہفتہ عشرہ کے بادشاہ عالی گہر نے خلعت بحالی ملک جناب عالی کو دیکر رخصت کیا۔

نواب گورنر جنرل بہادر نے سند نظامت صوبہ بنگالہ نجم الدولہ بیٹے میر محمد جعفر خاں کو دیا۔ اور سند دیوانی بنام کمپنی انگریز بہادر اس اقرار پر لی کہ ۲۴ لاکھ سالانہ خزانہ شاہی میں ارسال ہوا کرے گا۔ اور محاصل صوبہ بنگالہ بطریق التمغا بنام کمپنی انگریز بہادر کی سند بادشاہ سے لکھوالی۔ جسکا ذکر تفصیل سے آرہا ہے۔ اور مقرر کیا کہ نواب نجم الدولہ ۶۰ لاکھ وبروایتے پچاس لاکھ سالانہ اپنی ذات کے واسطے لیا کریں اور سب معاملات ملکی ومالی ونگہداشت فوج وتحصیل مال متعلق صاحبان عملہ کمپنی رہے۔ تحریر تاریخ ۱۲ ماہ اگست ۱۷۶۵ء مطابق ۲۴ ماہ صفر ۱۱۷۹ھ

اسکے بعد نواب گورنر جنرل سمت کلکتہ تشریف فرما ہوئے۔ اور شاہ عالی گہر کئی برس تک الہ آباد میں رہے کیونکہ شاہ جہاں آباد سے اپنے ارکان دولت سے تنگ ہوکر نکلے تھے۔

تاریخ اودھ کمال الدین حیدر نقلاً از مفتاح التواریخ مسٹر ٹامس ولیم محررہ ۱۸۴۳ء

آنا لارڈ کلایو کا الہ آباد میں بغرض ملاقات شاہ عالم بادشاہ و وزیر الممالک شجاع الدولہ ولینا اسناد فرمان دیوانی خالصہ شریفہ ہر سہ صوبہ بنگالہ واڑیسہ وبہار کا بنام کمپنی انگریزان

لارڈ کلایو جب بعد عہدناجات کے کلکتہ پہونچے اور امور ضروری کو طے کرچکے تو بغرض تحصیل مقاصد خود کہ سوچ رکھا تھا الہ آباد ۱۱۷۹ھ ہجری

مطابق ۱۷۶۶ء میں روانہ ہوئے اور وزیر الممالک شجاع الدولہ کو بھی فیض آباد سے کہ مرکز دولت اونکا تھا بُلایا اور حسب اشعار لارڈ کلایو و بنابر التماس راو شتاب رائے کہ گویا واسطہ اصلاح جانبین تھی نواب وزیر قصد الہ آباد کا کر کے وارد ہوئے۔

جب سب یکجا ہوئے تو رسوم ضیافت و پیش کش تحائف ہر طرف سے ہو کر لارڈ موصوف نے اپنا مقصد ظاہر کیا کہ بادشاہ و وزیر سے ہم چاہتے ہیں کہ فرمان اسناد دیوانی ہر سہ صوبہ بنگالہ واوڑیسہ و بہار بنام کمپنی لکھدیں۔

چونکہ جرأت و بہادری و نیز فہم و فراست اس جماعت کی بادشاہ و وزیر نے دیکھی لی تھی لہذا چار و ناچار فرمان لکھکر دیدیا اور چوبیس لاکھ روپیہ و بروایت شیو پرشاد چھبیس لاکھ مالگذاری ہر سہ صوبہ مقرر ہوئے اوسکی مہر کمپنی سے کہ دست آویز نقد مالگذاری کے تھے داخل دفتر بادشاہی ہوئے۔ اور اس قدر ملک عظیم بغیر کسی زحمت و گفتگو کے قبضہ ہندیاں سے نکلکر قبضہ کمپنی میں آگیا۔

لارڈ مذکور کامیاب کلکتہ واپس گئے اور کرنل اسمت کو سردار فوج انگریزی کر کے الہ آباد میں خدمت بادشاہ میں رکھا۔ مگر فی الحقیقت حاکم سرکرنل تھے اور بادشاہ قلعہ میں محکوم تھے بادشاہ نے اپنی چھاؤنی باہر قلعہ بنالی تھی اور اوقات گذاری کرتے۔

جرنل آواز نقارہ نوبت خانہ شاہی کو کہ قلعہ میں تھا بجانے سے منع کرتے ملازمین نقارخانہ اپنا کام نہ کر سکتے۔ ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین ذکر رفتن کلایو جانب الہ آباد الخ

بقیہ حالات نظامت بنگالہ

شروع ۱۷۶۵ء میں میر محمد جعفر مر گئے تو اونکے بھائی نجم الدولہ کو انگریزوں نے بجائے انکے مسند نشین کیا اور اون سے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ نائب صوبہ انگریزوں کی صلاح سے

مقرر ہوا کرے اور بلا منظوری اُنکے موقوف نہ کیا جاوے۔

۳ مئی کو لارڈ کلایو گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف ہوکر پہر کلکتہ میں آئے اور درستی انتظام کیواسطے رائے دلبتہ اور خوشحال چند اور جگت سیٹھ کو محمد رضا خاں نائب صوبہ دار کا ممد و معاون مقرر کیا۔ جس روز لارڈ کلایو کلکتہ میں پہونچے تہے اسی روز شجاع الدولہ نے کوڑہ جہان آباد میں انگریزوں سے شکست کہائی تہی۔

پہر لارڈ کلایو نے کمپنی کیواسطے بادشاہ سے فرمان دیوانی بنگالہ و بہار و اڑیسہ باقرار ادائے چہبیس ۲۶ لاکہ روپیہ جسکا قول و قرار میر جعفر اور بادشاہ سے ہو چکا تہا لکہوا لیا۔ جیساکہ مذکور ہو چکا۔

اب نظامت نجم الدولہ کے حصہ میں رہی مگر اونسے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ بجز پچاس لاکہ روپیہ سالانہ کے لینے کے اور کچہ سروکار ملک سے نہ رکہیں اور ملک کا سب کام انگریزوں کے ہاتہ میں رہے۔ از آئینہ

لارڈ کلایو لکہتے ہیں کہ نجم الدولہ اس بات سے نہایت خوش ہوئے اور رخصت کیوقت کہنے لگے کہ خوب ہوا اب تو جسقدر چاہینگے محل بنا ئینگے۔

سنہ ۱۷۶۶ء میں نجم الدولہ مر گئے اور اونکے بہائی سیف الدولہ بجائے اونکے مسند نشین ہوئے اور سنہ ۱۷۶۷ء میں لارڈ کلایو انگلستان کو چلے گئے۔

بعد وفات سیف الدولہ سنہ ۱۷۷۰ء میں اونکے بہائی مبارک الدولہ کو کہ نابالغ تہے بنگالہ کی صوبہ داری ہوئی۔ کمپنی نے کہا کہ اونکو صرف سولہ لاکہ روپیہ سالانہ کافی ہے اور چونتیس ۳۴ لاکہ روپیہ توفیر میں رہا کرے۔ سیر المتاخرین۔

وارن ہیسٹنگز جو کہ ابتداء سنہ ۱۷۵۰ء میں آئے تہے اور اب گورنر جنرل تہے یعنی اُنکی حکومت اس وقت کے عہدہ گورنری بنگال کے برابر تہی جب اس گورنر نے دیکہا کہ حسب تجویز کلایو صاحب کے نواب اور کمپنی کے درمیان میں حکومت مشترکہ قایم رہنے سے

انتظام ناممکن ہے تو اُنہوں نے ضلع میں حکام انگریزی بہیجدیے۔ کلکتہ میں محکمہ بورڈ آف رونیو اور صدر نظامت اور صدر دیوانی مقرر کر دیئے مگر باوجود اسکے اہل کار ہندوستانی پہر بہی عہدہ داران انگریزی کے مددگار رہے گو سب نوکر کمپنی کہلانے لگے چنانچہ کلکٹری اور دیوانی میں ایک عہدہ ہندوستانیوں کے لئے مقرر رہوا۔ عدالت فوجداری میں وہاں کے حاکم کے ساتھ ضلع کا قاضی و مفتی بیٹھا کرتا تہا۔ بورڈ آف ریونیو میں ایک عہدہ دار ہندوستانی بلقب رائے رایان کے مقرر ہوا کرتا تہا۔

ملاحظہ ہو آئینہ تاریخ نما شیو پرشاد

ذکر انتقال بابو بجناتھ سنگہ و عطاء اختیار براجہ جیت سنگہ و ترقی اوسان سنگہ و تبدیلی سرداران بلونت سنگہ کی بوجہ انتقال قدیم سرداروں کے

۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۵ء میں بابو بجناتھ سنگہ ذکہ سردار ارکان دولت راجہ و فدائی و نیک اندیش تہے اور بجز اسکے کہ تہوڑے سے تندمزاج و عبوس خاطر و مالوف بہ صحبت کوہیان و دہاقین تہے اور تہوڑا سا پندار کہ اونکے شایان لیاقت تہا رکہتے تہے اور کوئی عیب نہ تہا اور بسبب تعلق حکومت محال کوہستان کے مقام بہبہٹہ میں رہتے تہے تب لرزہ میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ راجہ نے اشارہ علاج کا جانب اطبا ریونانی کیا مگر اُنہوں نے توجہ نکر کے ویدوں سے رجوع کیا۔ اُن لوگوں نے کشتہ جات کو استعمال کرایا جس سے مرض روز بروز شدت کرتا گیا اور آخر میں اسہال ہو گیا۔ راجہ اونکی بیماری کا حال سنکر اونکی بیمار پرسی کے واسطے مقام بہبہٹہ میں گئے اوس نا امید زندگی نے رو کر کہا کہ جو کچہ میرے پاس ہے وہ حضور کی ملکیت ہے۔ میں کوئی وارث نہیں رکہتا۔ راجہ

بہی بجیال مفارقت ایسے خیر خواہ کے اون کے رونے پر رودئے اور کہا مجہے یہ تمنا نہ تہی کہ تم مرجاؤ اور تمہارے مال پر میں تصرف کروں مجہے خدا سے امید ہے کہ تم کو صحت ہو ورنہ یہ تمام مال تمہارے پس ماندگان کے واسطے ہوگا یہہ کہکر رام نگر واپس ہوئے۔ ایک روز بابو ی مذکور نے براہ غمخواری و مہربانی ٹہکرائی امراؤ سنگہ و مہربان سنگہ و سجت سنگ سے کہ اُنکے عماید دولت تہے کہا کہ اوسان سنگہ کا تقرب ہوگیا ہے اور اون کی ترقی روز بروز ہوتی جاتی ہے اور تم سے وہ دشمنی رکہتے ہیں معلوم نہیں میرے بعد تمپر کیا گذرے۔ وہ لوگ غلاف سے گویا بالکل بڑے اور اپنے فساد باطن کو ظاہر کیا اور کہا اوسان سنگہ کس حساب میں ہیں خود راجہ صاحب کی یہ مجال نہیں ہے کہ گہوروانالہ سے اوتر کر مرزا پور خورد تک آسکیں۔ ہمتو آپ کی زندگی تک بندہ ہیں اور آپ کے بعد یہہ قلعہ و ملک متعلقہ آپکا ہم کب چہوڑتے ہیں۔ بابو نے چونکہ واقعی ملازم خیر اندیش و نمک حلال تہے فوراً اس گفتگو سے راجہ کو اطلاع دی اور التماس آنے اور اونکے قید کرنے کی کی۔ حسب التماس راجہ وہاں پہونچ گئے اور اونکو مع فرزندوں کے مقید کرکے قید خانہ لطیف پور میں بہیجدیا۔ یہہ تذکرہ محض بنظر یادداشت ملازمان صفا کیش و وفا اندیش کیا گیا۔ خلاصہ بعد اسکے بابو مذکور نے تین لاکہہ روپیہ برہمنوں اور محتاجوں ہم مذہب کو دیکر انتقال کیا۔ راجہ رفیق پرور متوسل نواز نے رام جیاون سنگہ متبنائے بابو کو کہ ابہی خورد سال تہے اوسی سامان امارت پر باقی رکہا اور مثل فرزندوں کے پالا تا اینکہ جوان ہوئے۔

بابو کے انتقال کے بعد دیوان مہر چند کہ مرجع مہمات کلیہ و خزانہ تہے اور لالہ نند کشور مسبوق الذکر و نعل خاں حاکم نواح جونپور نے بہی انتقال کیا بجائے دیوان مہر چند کے اُنکے چہوٹے بہائی ونداہلگت خدمت دیوانی پر مقرر ہوئے۔ مگر چونکہ کم عقل تہے اس وجہ سے دیپ رام کالیتہ دیوان دوم پیش پیش ہوگئے۔ اور ملک سپرد شدہ نعل خاں کا اُنکے متبنا یاں

مسمّٰی شہاب خاں و امانت خاں کو دیا گیا۔ اور چونکہ بنیاد عمل و حکمرانی مستحکم ہو چکی تھی لہذا ایسے تجربہ کار و کارکن و بوڑھے لوگوں کے مرنے سے بھی کچھ خلل ملک میں پیدا نہ ہوا بجائے لالہ نند کشور کے کا کا نامی پروردہ مقرر ہوا مگر چونکہ خفیف الحرکات و کم عقل تھا۔ لہذا عہدہ موروثی پر دخل نہ پایا۔ بھائی رام مرہٹہ کہ عاقل و نیک نہاد اور دولت خواہ تھا۔ امر مشورہ میں دخل کلی پاگئے اور اونکی دوستی کی وجہ سے راجہ بچھراج[لہ] و لالہ کشمیری مل مہاجنان نے بعض مقدمات دربار میں شرکت مشورہ میں پیدا کرلی اور فوطہ داری محالات اور مداخلت معاملات داد و ستد سرکار میں عزت و اعتبار ایسا پیدا کر لیا کہ اپنے اقران و ہم چشم میں ممتاز ہوگئے حالانکہ اسکے پہلے کسی حساب میں نہ شمار کئے جاتے تھے۔

چونکہ اس زمانہ میں مہاراجہ بلونت سنگھ کو استقلال کلی ہو گیا اور جاگیردار بھی سب مطیع و فرمانبردار ہوگئے تو اپنے فرزند بزرگ راجہ چیت سنگھ کو کہ چودہ برس کے تھے اور شش ماہ و ہفتہ جمال باکمال سے چراغ خاندان ہو رہے تھے۔ ملاحظہ شان فوج و تقسیم تنخواہ و برطرفی و بحالی سپاہ و مہمات مالی و ملکی بغرض تعلیم مہمات ریاست و تجربہ سیاست مدن مقرر کرکے صاحب دستخط کر دیا۔ اور اوسان سنگھ کو کہ صغر سنی صاحبزادہ بلند اقبال سے اونکی خدمت میں حاضر رہتے اور سایہ وار ایک لحظہ ان نور چشم سے جدا نہ ہوتے [تھے] نیابت پر مقرر کیا مگر وہ صاحبزادہ بہ مقتضائے عنفوان شباب لہو و لعب و سیر و تماشا میں مشغول رہتے اور مہمات ریاست میں کمتر توجہ فرماتے اور والد ماجد انکے کہ شیفتہ و شیدائی اوس نور نظر کے تھے کمتر توجہ کرتے اس وجہ سے اوسان سنگھ نے اجراء مہمات مملکت میں حاکمانہ مداخلت کرلی اور روز بروز اقتدار و اختیار بڑھتا جاتا تھا حالانکہ بالکل جاہل

لہ لالہ بچھراج مہاجن نے اودھ میں جاکر فروغ پایا اور مقرب و عمائد نواب وزیر ہوئے۔

اور محض ناخوانده تھے مگر امور ملک داری میں کاہل و سُست نہ تھے بلکہ نہایت چالاک و جیت تھے مگر چونکہ پستی و کمی مرتبہ سے بلندی مرتبہ و رفعت پر پہونچے تھے لہذا بابو منیار سنگھ سے کہ نسبت بھتیجا ہونے کے راجہ سے رکھتے تھے اور دیہارام دیوان قدیم الخدمت کو بہ نگاہ حقارت دیکھا کرتے اور اپنے اوپر تفوق نہ ہونے دیتے۔ یہ لوگ باطن میں ایک دوسرے سے صاف نہ تھے مگر رعب و داب مہاراجہ بلونت سنگھ سے کسی کو قدرت نہ تھی جو اپنی حد سے بڑھ سکے اور آپس میں لڑ جاوے وہ عاقل ارسطو فطرت عجب رعب و ہیبت رکھتے تھے! اقبال نے کمی کی ورنہ اس قابل تھے کہ ایک دو ملک اور قبضہ میں آجاتے۔ چھوٹی باتوں ملک پر ہی مثل بڑی بڑی باتوں ملک کے وقوف رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہر سال میں تمام محالات میں گشت فرماتے اور روش عمال و رعایا کو اپنی آنکھ سے دیکھتے اور جس کسی کو اُن اہل کاروں سے دیانت شعار پاتے اور رعایا کو اوس سے راضی پاتے اوسکا رتبہ بڑھاتے اور رعایا کے حالات کی تلاش اور اونکی دلجوئی اون کی عادات کریمہ سے تھی اور تحصیل وصول میں سختی و تنگ گیری کو نہایت مذموم سمجھتے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

تنبیہ راجپوتان سینگر ضلع غازی پور

سنہ ۱۱۸۱ھ مطابق سنہ ۱۷۶۷ء میں عرضیاں دیوان دیہارام و بلم داس مہتمان نظم و نسق اون حدود کی مشعر سرکشی راجپوت سینگران پے در پے حضور میں آئیں کہ عرصہ سے یہ اطاعت نہیں کرتے اور بھروسہ میں مدد راجپوتان قصبہ جیت کے عمال کی وقعت نہیں کرتے۔ مہاراجہ بلونت سنگھ نے مع فوج و توپ خانہ کے کوچ کیا اور چونکہ اوس زمانہ میں مقام بکسر میں چھاونی فوج انگریزی کی تھی لہذا اونکے افسر سے و کمپنی

تلنگہ کی مع ایک افسر کے طلب کر کے ہمراہ لیکر کوچ کرتے ہوئے مقام قاسم آباد میں کہ اُس جماعت کے مسکن سے چار کوس کے فاصلہ پر تہا پہونچکر کنار ندی کے مع فوج توقف کیا اور اول یہ فکر کی کہ اُن میں نفاق و پھوٹ پڑجاوے۔ راجپوتان قصبہ جبت کو کہ جماعت غفیر تہے بوعدہ عطاء علاقہ اونکو شرکت سے باز رکہا اور موافق کرلیا۔ ایک روز صبح کے وقت فوج کو لیکر عین غفلت میں اُن مغروروں کے سر پر پہونچکر اُنکے دیہات و مسکن کو جلا دیا اور اُن کا اسباب لوٹ لیا۔ فوج کو ایک نعمت غیر مترقبہ مل گئی کیونکہ بسبب خوف مہاراجہ کے ایک گہاس کا ٹکڑا کوئی نہ لے سکتا تہا جب ایسا حکم پایا تو مثل شیر گرسنہ کے کہ گلہ گوسفند میں پڑجاوے۔ خوب لوٹ مار کیا اُس جماعت مقہور نے جب یہ حال دیکہا تو پہر دن باقی رہنے پر بہیئت مجموعی جنگل سے کہ گرداگرد اون مواضع کے تہے نکلکر فوج مقدمتہ الجیش پر یکبارگی بندوقیں مارنا شروع کردیا جب اِس طرف سے بہی بہادروں نے جواب دینا شروع کیا تو وہ لوگ بہاگ نکلے اور حسب دستور ہندوستان چادر پہرانے لگے جو علامت امان چاہنے کی ہے دیوان دیہارام کہ اِس جنگ میں ہراول لشکر تہے حضور مہاراجہ میں آنکر عرض کرنے لگے کہ اب ان بدکرداروں نے امان مانگی ہے لہذا کیا حکم ہے۔ اوس راجہ ہوشیار نے ہنسکر کہا کہ کیا خوب تمہاری عقل ہے شام قریب ہے یہ فکر میں دہوکہ دیئے ہیں ہرگز انکو مہلت نہ دینا چاہئے اور جنگل میں انکو پوشیدہ نہ ہونے دینا چاہئے۔ ورنہ شام ہوجائے پر یہ بدبخت تاریکی شب میں ہنگامہ فساد برپا کریں گے اور قیام یہاں پر مشکل ہوجاویگا بلکہ عجب نہیں کہ فوج کو نقصان پہونچ جاوے۔ پہر فیلبان کو حکم دیا کہ جہاں پر توپ لگی ہوئی ہیں لیچلو فیلبان نے تعمیل کی۔ راجہ نے وہاں پہونچکر جنگل میں جانے کا ارادہ کیا جب فوج نے راجہ سپہ سالار فوج سے یہ جرأت دیکہی تو سب کے سب یورش کرکے اوس جنگل میں جا پہونچے اور جسقدر لوگ مخالف اوس جنگل میں پوشیدہ

تھے اونکو توپ و بندوق کے دہادہ سے باہر کردیا وہ لوگ بہاگ کر ایک اپنے گانوں میں جو کنارے جنگل کے تہا جا چھپے مہاراجہ نے آگ لگانے کا حکم دیدیا۔ جب آگ روشن ہوئی اور دہواں آسمان تک پہونچا تو وہ لوگ مجبور ہو کر حرکت مذبوحی سے چند سوار و پیادہ سے آنکر مقابل ہوئے اس طرف سے پھر بندوق چلی وہ لوگ مارے گئے بقیۃ ایک حویلی میں کہ پختہ تہی اور نہایت مضبوط مثل قلعہ تہے پوشیدہ ہوئے۔ جب گانوں سے وہ لوگ نکلنے لگے تہے تو تخمیناً چار سو آدمی مرد و عورت سے کہ اوس حویلی میں نہیں جا سکے تہے گرفتار ہو گئے۔

فوج نے اوس حویلی کو گھیر لیا اور صبح پر اوسکا فتح کرنا محول رکھا۔ مہاراجہ تدارک ہر اُن خیرہ سروں سے مطمئن ہو کر چند نفر سواروں کو لیکر اس خیال سے کہ اونکو کمک نہ پہونچنے پاوے گرداگرد گھومتے تہے کہ گمان راجہ صحیح ہو گیا۔ جسکی تفصیل یہہ ہے کہ ایک گروہ اُن سرکشوں کا ایک تالاب خشک میں کہ کنارہ اوسکے بلند تہے پوشیدہ تہا۔ اور بوجہ تاریکی شب و متفرق ہونے فوج کے ہر چہار طرف کوئی اونکے حال سے واقف نہ ہو سکا۔ جب راجہ کو جماعت قلیل سے دیکہا تو یکبارگی ہمراہیان پر ٹوٹ پڑے جسکی وجہ سے پانچ چھ سوار گر گئے اور غلام حسین خاں مصاحب مہاراجہ مصنف کتاب بلونت نامہ کے داہنے پیر میں گولی لگی اور قریب تہا کہ خود راجہ زخمی ہو جاویں مگر شتر سوار جانب فوج خود دوڑے اور اطلاع حال کیا۔ جو شخص جہاں تہا اوٹھ کہڑا ہوا اور فوراً خدمت راجہ میں پہونچ گئے اور تلوار چلی جب چالیس پچاس آدمی اُن لوگوں سے مارے گئے تو بقیہ بہاگ نکلے اور جنگل میں متفرق ہو گئے۔ جب حویلی کے محاصرہ شدہ لوگوں نے یہ حال دیکہا تو مجبوراً حاضر ہونے اور کوئی تدبیر نہ دیکہی۔ دیوان دیہارام و بلرام داس کے ذریعہ سے دست بستہ حاضر ہوئے۔ راجہ نے اُن سب کو اوسوقت قید میں رکہا اور صبح کو اپنے حضور میں بلوا کر بعد عتاب و خطاب کے جان بخشی فرمائی۔ اُن لوگوں سے تو بہ

کیا اور محلکہ اطاعت و فرمانبرداری و اداے مال واجب لکھکر حسب دستور حکام ہندوستان بارعایا پگڑی باندھکر اجازت آبادی پاکر روانہ ہوئے مگر تین شخص جو نہایت مفسد تے وہ مقید کر کے غازی پور بھیجدیے گئے اور دہ دیہات حسب عدہ زمینداران جُنت کو دیئے گئے اور صحیح وسلامت بامراد اپنے مسکن رام نگر کو واپس ہوئے۔

بلونت نامہ غلام حسین خاں

آنا وزیر الممالک کا چھپرہ میں برسم رخصت لارڈ کلایو بہادر و فیصلہ معاملہ راجہ بلونت سنگہ کا ہونا

شروع سال ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء میں تحریرات لارڈ کلایو ثابت جنگ بنام نواب شجاع الدولہ وزیر الممالک اس مضمون کی پہونچی کہ اینجانب بغرض انتظام امور ہندوستان حضور بادشاہ انگلستان سے مامور ہوا تہا۔ الحمد للہ کہ بوجہ احسن ختم ہوا اب چاہتا ہوں کہ آپ کی محبت مضبوط کرنیکی واسطے عظیم آباد تک آؤں اور بالمشافہ رسوم دوستی کی تجدید کرکے واپس ولایت ہوں۔

نواب وزیر کو چونکہ اجازت اخراج راجہ بلونت سنگہ لارڈ کلایو سے لینا منظور تہی لہذا اوس وقت فیض آباد سے کوچ کرکے راہ گورکہپور سے چہپرا آئے۔

لارڈ کلایو صاحب قبل ورود نواب چھپرہ میں آگئے تہے جب اونکو معلوم ہوا کہ نواب وزیر قریب پہونچ گئے تو اون کا استقبال کیا اور کوٹھی دلپذیر میں اونکو ٹھرایا اور لوازم ضیافت و مہمانداری ادا ہوئے و تحائف ہندوستان و فرنگ دونوں جانب آئے گئے۔

نواب وزیر نے لارڈ کلایو کو سرگرم صحبت پاکر اپنی کدورت کا حال بہ نسبت راجہ بلونت سنگہ بیان کرکے اجازت اخراج چاہی۔ چونکہ پاس خاطر راجہ بلونت سنگہ لارڈ کلایو کو منظور تہی لہذا لارڈ موصوف نے نواب وزیر کی جوانمردی سے تعریف کی مہر عفو تصور راجہ

کو بہ منت درخواست کی۔ نواب وزیر نے لارڈ کلایو کو متوجہ احوال راجہ دیکھکر ارادہ اخراج سے کنارہ کشی کیا مگر بحالی ملک راجہ بلونت سنگہ کی باضافہ دس لاکہ روپیہ کی شرط بڑہائی۔

راجہ بلونت سنگہ کہ لشکر لارڈ مذکور میں حاضر اور خدمتگذاری جرنل کرنک وغیرہ سرداران انگریزی میں سرگرم تہے لہذا انہیں سرداروں نے لارڈ کلایو کو حمایت راجہ پر مستعد کیا گفتگو ہوتے ہوتے تین لاکہ روپیہ کا اضافہ بیس لاکہ پچیس ہزار مالگذاری سابق پر ہوا اب تیئس ۲۳ لاکہ پچیس ۲۵ ہزار مالگذاری راجہ مذکور پر باختتی نواب وزیر ہوگئی۔

عہدنامہ مشتمل تسلی و عدم تعرض مال وآبرو راجہ نواب وزیر کی طرف سے لکہا گیا اور اسپر مہر و دستخط نواب وزیر ہوکر بطور گواہی دستخط لارڈ کلایو و جرنل کرنک وغیرہ صاحبان انگریز ہوا اور اس عہد کا توڑنا اوس عہد کے توڑنے کے برابر سمجہا گیا جو درمیان شجاع الدولہ و انگریزان ہے۔ راجہ کو حضور نواب میں لاکر خلعت سرفرازی دلایا اور ایک سردار انگریز بطریق سزاول بغرض لینے زر اقساط کے راجہ سے اور بہیجنے خدمت وزیر میں مقرر ہوا۔

بعد استحکام عہود لارڈ مذکور کلکتہ کو اور نواب فیض آباد کو روانہ ہوئے - راجہ بلونت سنگہ بنارس رام نگر میں انتظامات مالی و ملکی میں مصروف ہوئے۔

بلونت نامہ خیرالدین حسین وسیرۃ المتاخرین۔

ذکر تبدیلی گورنران و آنا گورنر کرنیٹر صاحب کا بنارس میں راجہ بلونت سنگہ کا گورنر سے بغرض صفائی شجاع الدولہ مدد چاہنا

لارڈ کلایو جب ولایت جانے لگے تو بوجہ سازش نندکمار دیوان میر جعفر علی خان ناظم

بنگالہ چاہا کہ قصور و لنسترت شمس الدولہ دربارہ انتظامات اور اپنی کارگذاری کو قلم بند کرکے ولایت لیجاویں۔

ناظرین پر واضح رہے کہ نند کمار سے عداوت شمس الدولہ کو ہو گئی تھی تا اینکہ شمس الدولہ نے ایک خاص کتاب اوسکی برائیوں کی لکھکر دی تھی کہ جب لارڈ کلایو وارد کلکتہ منصب گورنری پر ہوں تو یہ کتاب کونسل میں پیش کیجاوے غرض اونکی یہ تھی کہ نند کمار جونکہ زمانہ سابق میں میر منشی لارڈ کلایو کے رہ چکے ہیں اور اب وہ گورنر ہو کر تشریف لا رہے ہیں جسکی وجہ سے نند کمار امیدوار ترقیات ہیں۔ لہذا کردار نند کمار اہالیان کونسل پر ظاہر رہیں۔ چنانچہ جب لارڈ کلایو گورنر نے وہ کتاب کونسل میں سنی تو ترقی دینا کیا معنی اونکو منصب و اختیارات دیوانی سے علحدہ کر دینا پڑا۔ نند کمار نے بھی اوسکے جواب میں ایک کتاب برائیوں شمس الدولہ میں مرتب کی اور لارڈ کلایو کے حوالہ کیا اور وہ اوسکو ولایت لے گئے تا اینکہ وہ کتاب جب ولایت میں پیش ہوئی تو لنسترت شمس الدولہ نے ایسے جوابات شافی دے جو قابل انتظام و سیاست و جہانداری تھے اور واقع میں لارڈ مذکور اس انتظام کے اہل تھے جسکو کونسل ولایت نے بھی پسند کیا۔ بعض سوال و جواب مذکورہ کتاب سیر المتاخرین۔ ذکر ورود عماد الدولہ مسٹر ہسٹنگ میں مذکور ہیں جن کو بخوف طوالت ترک کرتا ہوں۔

کونسل ولایت نے لیاقت و تجربہ شمس الدولہ کو دیکھکر پھر ہندوستان کی عہدہ گورنری پر بھیجا مگر راہ میں جہاز اونکا ایسا غائب ہوا کہ پتہ نہ چلا۔ مجبوراً اونکے ہم پلہ بجز لارڈ ہسٹنگ کے دوسرا نظر نہ آیا جو اوس وقت میں مندراج میں صاحب کلاں کوٹھی ارکاٹ دکھن تھے تا اینکہ حکم تقرری کا اونکے پاس مندراج میں بھیجا گیا اور دوسرا حکم کلکتہ میں آیا کہ جو پاکٹ یعنی احکامات بغرض شمس الدولہ بھیجے گئے تھے وہ مسٹر ہسٹنگ بہادر کے آنے پر اون کو دیدیے جاویں اور اونکے پہونچنے تک مسٹر کارٹر کام گورنری کرتے رہیں۔

مسٹر گز یٹر کی تقرری و قایم مقامی کے زمانہ میں منظور نظر کونسل ملاحظہ احوال رعایا و حکام و عمال ان
ہوا تو گورنر نے جانب عظیم آباد قصد کیا اور ہر سہ صوبہ کو چھ ضلع پر تقسیم کیا ۔ ضلع کلکتہ ضلع بردوان
ضلع راج شاہی مرشد آباد ضلع جہانگیر ضلع دیناج پور ضلع عظیم آباد ۔
گورنر مذکور راہ میں تھے کہ عرضیاں[۱] راجہ بلونت سنگہ کی اونکو ملیں جن کا خلاصہ مضمون یہ
تہا کہ یہ فدوی لوازم دولت خواہی کمپنی انگریز بہادر میں بجان و دل سرگرم ہے ۔ سابق
میں نواب وزیر الممالک فکر اخراج فدوی میں تہے کہ لارڈ کلایو بہادر نے درمیانی ہوکر
اپنے مودت کے استحکام کو مشروط میری معافی قصور و بحالی ملک فدوی پر رکھا چنانچہ
بہ سرداری صاحبان عالی شان اب تک محفوظ رہا ۔ اس زمانہ میں پھر بندگان عالی
وزیر الممالک کو میرے اخراج کا خیال ہوا ہے اور عنقریب بنارس تشریف لایا چاہتے ہیں
چونکہ تیاری فوج نواب وزیر کی مشہور ہو چکی تہی حالانکہ وہ بوجہ ملاحظہ حالات بے وفائی
سواران مغلیہ و نیز تمرد و نافرمانی و عدم اطاعت افسران جنگ ہائے گذشتہ سے تہے
اور نواب وزیر نے اونکو برخاست کرکے پیادوں کی تعداد بڑہا دی تہی اور اونکو قواعد
وغیرہ سکہلا دئے تہے مگر صاحبان افسران انگریزی کو موقع بدگمانی کا پیدا ہو گیا تہا لہذا اس
تحریک راجہ سے ضرورت استمزاج و استصواب رائے وزیر الممالک انسب تدابیر سمجھکر
گورنر بہادر نے بعد فراغ امورات ضروری عظیم آباد کے توجہ جانب بنارس فرمائی ۔
نواب وزیر الممالک کو کہ اخراج راجہ بلونت سنگہ مرکوز خاطر ہو رہا تہا ورود گورنر کا اس ضلع میں
ہونا و خواہش ملاقات اونکی غنیمت معلوم کرکے جریدہ فیض آباد سے بنارس پہونچے اور

---

[۱] صاحب سیر نے اس کام کیواسطے ہوشیار جنگ بہادر و نسترت کا نام لکہا ہے مگر فخر الدین حسین گورنر کیر لکہتے ہیں
جنکا صحیح نام حسب تحریر سیر المتاخرین بجائے دیگر گورنر گڈ یٹر ہے جو کہ ۱۸۴ا ھ میں قائم مقام ہوئے ۔ بہر طور جو صاحب
انتظام مذکورہ کو عظیم آباد آئے ہوں ۔ راجہ بلونت سنگہ نے اُن سے رد جاہی ۔ مولف

بعد رسوم ضیافت و آمد و رفت تحفہ جات جب بناء مودت از سر نو مستحکم ہوئی تو نواب وزیر نے بوسیلہ معتمدان خود خدمت گورنر میں کہلا بھیجا کہ راجہ بلونت سنگھ ساٹھ لاکھ روپیہ کل آمدنی اس ملک میں رکھتے ہیں اور کمال سرکشی سے بسر کرتے ہیں اور بوجہ حمایت انگریزوں کے ہماری طرف رجوع نہیں لاتے۔ اگر آپ کو ہمارے خلوص کا خیال ہے تو اوسکے معاملہ بازیں کو ہم پر چھوڑ دیں۔

گورنر گوڈیرڑ نے بپاس دوستی نواب وزیر حمایت راجہ سے پہلو تہی کیا اور کہا کہ کارپردازان سرکار وزیر کو اختیار ہے۔

نواب وزیر کو جب اجازت مل گئی تو اوسی روز داروغہ دیوان خانہ کو حکم دیا کہ راجہ بلونت سنگھ بخیال حمایت انگریزان ہر روز بے اندیشہ آمد و رفت دربار کرتے ہیں۔ اب وقت مقررہ پر جب سلام کو حاضر ہو تو چوبداران سرکار اوسکے رفیقوں کو اندر نہ آنے دیں اور خود اوسکو حضور میں بلاحربہ لاویں اور کارد بھی کمر سے کھلوالیں۔

دوسرے روز راجہ بلونت سنگھ آخر دن میں مجرائے وزیر الممالک کیواسطے لشکر وزیر میں گئے تو طور دربار دگرگوں پایا۔ بنظر دوراندیشی لعل خاں و دلیل خاں وغیرہ رسالہ داروں کو بلا کر کہا کہ جب میں اپنی پالکی سے اوتر کر اندر جانے کا قصد کروں اور کارپردازان حضور اہتمام خلاف معمول کرنے لگیں تو تم یکبارگی اوس مجمع میں آنکر اپنی تنخواہ کا تقاضا کر کے مجھسے اظہار خصومت کرنا اور میری کمر میں ہاتھ دیکر اوٹھالیجانا اور اُس کی کوشش کرنا کہ مجھے اندر نہ لیجا سکیں پھر نظر بہ مدد اقبال خود کر کے پالکی سے اوترے۔ یساولان سرکار نے ضرب چوب و عصائے جب اہتمام خلاف معمول کیا اور داروغہ دیوان خانہ نے آگے آنکر استدعا کارد کے کمر سے علحدہ کرنے کی کی اور راجہ بلونت سنگھ نے ارادہ دیدینے کارد (خنجر) کا کیا تو اوسی اثنا میں رسالہ داروں نے شور و فریاد کرتے گالیاں دیتے انبوہ مردم پھاڑتے پہونچے اور بتقاضائے تنخواہ کمر راجہ پکڑ کر اپنی طرف اینچ لے گئے۔

دربانان در دولت باوجود کثرت حیران اس دار و گیر سے ہو کر کنارے ہوگئے اور راجہ بلونت سنگہ بوسیلہ زور بازوے بہادران لشکر اوس مہلکہ سے باہر نکل آئے اور پالکی پر سوار ہوکر راہ دولت خانہ گورنر کی لی۔ کہاران پالکی کہ بہت تیز تھے چشم زدن میں کوٹھی انگریزی میں آگئے۔

نواب وزیر کہ امیدوار قید راجہ اور گوہر مقصد بر آواز تھے جب نکل جانے سے مطلع ہوئے تو فوراً تیز ہاتھی پر سوار ہوکر روانہ ہوئے اور ذہن نشین کر لیا کہ اثنا راہ میں جہاں ملجاویں گرفتار کرکے سزائے عمل دوں مگر اتفاق سے اوس وقت ملاقات ہوئی کہ بلونت سنگہ داخل کوٹھے گورنر ہو چکے تھے۔

گورنر گزیٹر بہادر نے راجہ بلونت سنگہ کو لب خشک و رنگ رو پریدہ اور نواب وزیر کو ان کے بعد ہی پہونچتا دیکھکر میجر منرو کو کہ مصاحب ہمراز تھا بلاکر کہا کہ خلوت میں راجہ بلونت سنگہ کو لیجاکر تسلی دیں اور سبب رنجش خاطر نواب وزیر کو اوس سے دریافت کریں۔ یہ انتظام کرکے خود استقبال نواب وزیر کو نکلے۔

میجر منرو نے سبب ناخوشی نواب وزیر راجہ بلونت سنگہ سے پوچھا اونہوں نے جوابدیا کہ میں ایک مدت مدید سے خدمت صاحبان انگریز میں ارادت رکھتا ہوں میں نے راجہ بینی بہادر کو قالب دو لتخواہی میں فرمان پذیر کمپنی انگریز بہادر کیا اور اوسی سبب سے جنگ بکسر پہاڑی و بکسر میں تغافل سے بدنام ہوا اور شکست بندگان وزیر الممالک و ظفر و نصرت اولیاے دولت انگریز بہادر میں میرا نام مشہور ہوا۔ اوس روز سے وزیر الممالک ہمیشہ فکر انہدام بنیاد عمر و دولت میں میرے پڑگئے ہیں سابق میں بوجہ حمایت لارڈ کلایو بہادر محفوظ رہا اب امید امداد آپ کی ہے اسکے عوض میں دس لاکھ روپیہ پیشکش گورنر بہادر کو اور ایک لاکہ روپیہ آپکی تواضع کو قبول کرتا ہوں۔

میجر منرو خلوت سے برآمد ہوئے اور تمام معروضات راجہ بلونت سنگہ کو بخوبی گورنر بہادر کی

سمجھا دیا۔ گورنر بہادر نے وزیر الممالک کی جوانمردی کی تعریف کی اور کہا اِس زمیندار کے
بارہ میں جو رای عالی ہو نہایت مناسب ہے۔
مگر چونکہ لارڈ کلایو نے عہدنامہ سرکار بردرباب عفو تقصیر اوسکے مہر و دستخط بطور گواہی کردی ہے
اور اِس بات کی رپورٹ کونسل میں کرچکے اور نقل اوسکی ولایت میں اپنے ہمراہ لے گئے
اور گوشزد بادشاہ وارکان سلطنت وسرداران کمپنی ہوچکا۔ ابھی کچھہ عرصہ بھی نہیں گذرا
اگر بہانہ میری موجودگی میں اوسکے خلاف ظاہر ہوگا تو یہ حرکت میری نامردی پر محمول ہوگی اور
بازپرس ہونے پر اوسکے جواب سے کیونکر عہدہ برآ ہوں گا۔
نواب وزیر یہہ سنکر متاثر ہوئے اور غصہ اونکا کم ہوا اور بہ لحاظ خوشی گورنر خواہان
آشتی ہوئے۔ گورنر بہادر خلوت میں گئے اور راجہ بلونت سنگہ کو ہمراہ لاکر پیر پر نواب کے
گرایا اور معافی قصور کو چاہا۔ نواب وزیر نے پندرہ لاکہ روپیہ بطور قرض چاہا۔ راجہ بلونت سنگہ
نے دس لاکہہ روپیہ بطور قرض بشرط تجدید عہدنامہ بوساطت صاحبان انگریز قبول کیا۔
گورنر گزبیٹر نے مسٹر شامیر کو بطور سفارت بنارس میں چھوڑا اور کہا روز روانگی وزیر جانب
فیض آباد کو بنارس سے دس لاکہہ روپیہ راجہ بلونت سنگہ سے لیکر حضور وزیر الممالک میں
بھیجے اور اقساط مالگذاری اسی سال میں بوسیلہ ایلچ خاں[1] نائب صوبہ دار اودہ وغیرہ کے
مجرا دیوے۔

---

[1] بعد راجہ بینی بہادر کی خدمت نیابت صوبہ یعنی وزارت و مدار المہامی خود کو حوالہ ایلچ خاں نواب شجاع الدولہ
نے کی اوسکی صورت یہ ہوئی کہ نواب وزیر کو راجہ بینی بہادر نائب صوبہ خود سے روز معرکہ بجا پہاڑی و
بکسر سے خیالات باطنی اچھے نہ تھے گو ظاہر میں بوجہ دربیش ہونے بعض امور ضروری کے تلطف فرماتے
تا اینکہ جب اکیس[2] ماہ معرکہ بکسر کو ہوچکا تو شجاع الدولہ علاقہ محمدی سے سوار ہوکر دفعتاً علاقہ منڈیاہو میں
کہ راجہ بینی بہادر وہاں پر مقیم تھے وارد ہوگئے۔ راجہ نے حسب معمول نذر دی نواب نے فرمایا کہ

راجہ بلونت سنگھ نے دس لاکھ روپیہ نذرانہ گورنر بہادر کو اور ایک لاکھ روپیہ تواضع میجر منرو کو قبول کیا تہا مگر بعد روانگی گورنر و میجر منرو جانب کلکتہ تہوڑا زمانہ نہیں گذرا کہ اونکے قایم مقامی ختم ہوگئی اور وہ روانہ ولایت ہوگئے اور گورنر ہسٹنگز بہادر گورنری کلکتہ و مختاری مہمات محروسہ کمپنی انگریز بہادر پر سرفرازی پاکر مندراج سے کلکتہ میں پہونچے تو راجہ بلونت سنگھ

بقیہ حاشیہ

اس وقت گرمی کا وقت ہے میں تمہارے ہی خیمہ میں رہوں گا۔ پہر بنظر اظہار اطمینان راجہ کے خیمہ میں کہانا کہایا اور اپنے ساتھ ہاتہی پر خواصی میں بٹہاکر بغرض حیلہ شکار دکہلانے کے لے گئے راہ میں بہی مہربانی کا ازدیاد ہوتا گیا جب قریب اپنی لشکر کے پہونچے تو راجہ کو دوسری ہاتہی پر بٹہا دیا اور دوسرے شخص کو اپنی خواصی میں بلالیا اوس وقت راجہ سمجہے کہ یہ مہربانی میرے واسطے دام گرفتاری تہی۔ شجاع الدولہ پر وہ عماری چہڑواکر روانہ خیرآباد ہوئے اور ذریعہ چوبدار حکم دیدیا کہ ملازمان راجہ سے کہدو کہ راجہ اپنے سزائے اعمال کو پہونچا تم ملازم سرکار ہو اپنی نوکری پر حاضر رہو سب نے یہ سنکر اطاعت کی بعد اسکے ضبطی مال واسباب راجہ کا حکم ہوا۔ تیرہ سو گہوڑے ایک سو ہاتہی علاوہ توپ خانہ وخیمہ جات کے ضبط سرکار نواب وزیر میں آئے۔ کسی نے عرضی نواب گورنر جنرل کے یہاں بہیجی کہ آپکی حمایت کی وجہ سے راجہ کا یہ حال ہوا اونہوں نے جوابدیا کہ امورات خانگی میں ہمکو دخل نہیں ہے۔

محمد ایلچ خاں نے کہ پیش پیش تہے نواب سے تمام احوال عرضی وضبطی وغیرہ کو عرض کیا نواب نے کہا میں نے اس برہمن زادہ سے وقت نیابت قسم کہائی ہے کہ تجہے قتل نہ کرونگا مگر اب حیران ہوں کہ کیا سزا دوں اگر قتل نہیں کرتا تو بہت سے فساد متصور ہیں اور اگر کرتا ہوں تو خلاف عہد ہوتا ہے محمد ایلچ خاں نے عرض کیا ایسے کور نمک کے اندہا کردینا بدتر از قتل ہے نواب نے کہا اچہا تمکو اختیار ہے جاؤ اور اوسکو اندہا کردو خان مذکور حسب الحکم گئے اور دونوں آنکہوں میں نیل کی سلائیاں فی ذیقعدہ ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۶ء میں پہروادیں۔ بعد کور چشمی راجہ مذکور کاروبار نیابت محمد ایلچ خاں کے سپرد ہوا یہ اگرچہ جاہل محض اور علم سے بے بہرہ تہے مگر بہت ہی نمک حلال وخیرخواہ سرکار رہتے تہے (ملاحظہ ہو تاریخ اودہ کمال الدین حیدر) غرض راقم مصنف تاریخ اودہ نے سنہ میں اختلاف کیا ہے اور ۱۱۸۱ھ مطابق ۱۷۶۷ء لکہا ہے مگر اونکو دہوکہ ہوا ہے کیونکہ جنگ بکسر جبکہ ربیع الثانی ۱۱۷۸ھ واکتوبر ۱۷۶۴ء میں ہوئی ہے تو اکیس ۲۱ ماہ کے فاصلہ میں ۱۱۷۹ھ ہونا چاہئے نہ ۱۱۸۱ھ۔

نے بھی ایفاء وعدہ سے چشم پوشی کی۔ تا آنکہ ایک عرصہ کے بعد جرنل سرایر کوٹ ولایت سے مندراج او، وہاں سے کلکتہ آئے اور بہ استصواب گورنر ہسٹنگز، ملاحظہ سیاہ انگریزی ماموره ہندوستان پر مقرر ہو کر عازم لکھنؤ ہوئے۔ تو بوجہ محبت میجر مُنرو کے اونہوں نے بنارس میں پہونچکر لاکہ روپیہ بابت تو اضع میجر مُنرو کے، راجہ چیت سنگھ قایم مقام راجہ بلونت سنگھ سے وصول کیا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیرالدین حسین

بعض عادات وخصایل مہاراجہ بلونت سنگھ وذکر اہل دربار واز واج واولاد

راجہ بلونت سنگھ کا قد میانہ سحنہ متوسط رنگ بہت گورا تہا آنکہیں بڑی اور دونوں ہاتہہ بہت لانبے تہے مونچھ بلند وگچھے دار پیشانی بلند ناک اونچی ہوئی تہی۔ چہرہ نہایت خوبصورت معلوم ہوتا۔ گہوڑے کی سواری کا کمال شوق تہا اور فن وہنر اسلحہ میں اوس زمانہ کے ممتاز وفرد لوگوں میں شمار تہا اونکے دربار میں اوس زمانہ کے اچھے اچھے سپاہی جو بہادری میں اپنا نظیر نہ رکہتے حاضر باش رہتے اور راجہ مذکور اُن لوگوں کی خاص طور پر خاطرداری و دلجوئی کرتے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ لال خاں رسالہ دار نے کسی خفیف معاملہ میں ناراض ہو کر رام نگر سے چلے جانے کا قصد کیا راجہ بلونت سنگھ نے بہت روکا مگر وہ اپنے ارادہ سے نہ پہرے راجہ نے اصطبل وفیل خانہ وگاڑی خانہ وغیرہ کارخانجات سواری پر پہرہ مقرر کر دیا کہ کوئی سواری لال خاں کو نہ ملے رسالہ دار مشارٌالیہ نے جب کوئی سواری نہ پائی تو پیادہ پا منگرور کو جو رام نگر سے جو بیس میل کے قریب ہے روانہ ہو گئے۔ راجہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ جب لال خاں پیادہ چلے گئے تو میں بھی ویسی ہی جاؤنگا

اور اونکو راضی و خوشنود کرلاؤں گا تا اینکہ بلا سواری رام نگر سے منگرو رپہونچے اور لال خاں کو اپنے پیروں کے چھالے دکہلائے وہ راجہ کی یہ حالت دیکھکر اون کے پیروں پر گر پڑے اور عرض کیا اپنا سر تو میں نے پہلے ہی سے نثار کردیا ہے اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں یہ کہکر اوسیوقت ہمراہی راجہ گہوڑے پر سوار ہوئے اور رام نگر میں پہونچکر تا عمرہ خدمت راجہ سے جُدا نہ ہوئے۔

اسی طور سے مشہور ہے کہ بمقابلہ آغا قلی خاں جسوقت راجہ مسلح ہو رہے تہے تو بابو بچہیا تہ سنگہ ایک زرہ فولادی جسپر سونے کا کام تہا پہنے ہوئے آئے جو کہ قبل ازیں راجہ بلونت سنگہ نے اونکو دی تہی چونکہ بابو منیار سنگہ زرہ سادہ پہنے ہوئے تہے تو اونکو رشک ہوا اور کہا آج میں زرہ نہ پہنوں گا اور بلا زرہ کے لڑائی میں جاؤں گا۔ راجہ نے معلوم کرکے کہا جبکہ تم بلا زرہ چل رہے ہو تو میں بہی اوسی طور سے چلوں گا یہ کہکر محض انگرکہہ ململ کا پہنے ہوئے باہر آئے جب بابو بچہیا تہ سنگہ نے یہ حالت دیکہی تو خود بہی زرہ اوتار ڈالی اور ہر سہ صاحبان بلا زرہ جنگ میں شریک رہے۔

گو راجہ موصوف کو جنگ وجدل سے فرصت نہ ملتی معہذا اونکے دربار میں بڑے بڑے شاعر و علما و فضلا ہر زبان کے موجود رہتے۔ شیخ علی حزیں سے کہ اون کا ذکر ناظرین ملاحظہ کرینگے راجہ صاحب کمال خلوص رکہتے اور وہ بہی محبت رکہتے اور دونوں صاحبوں سے اکثر صحبت رہتی۔ مشہور و معروف پنڈت ناگوجی بہٹ جنکی بنائی ہوئی کتاب شیکر جو قواعد صرف و نحو سنسکرت یعنی بیاکرن میں آج تک پڑہائی جاتی ہے دربار بلونت سنگہ کے پنڈت تہے اسی طور پر لوزتن کتاب جو علم رمل کی مستند کتاب ہے اسی راجہ کے زمانہ میں تیار کی گئی ہے۔ کبیشروں پر بہی خاص توجہ راجہ صاحب کی رہتی اور بڑے بڑے نامی کبیشر دہلی و لکہنو سے آنکر یہاں ملازم ہوئے تہے اِن کبیشروں کی بنائی ہوئی مختلف کتابیں و فقرہ جات مختلف مواقع کی ابتک لوگ پڑھا کرتے ہیں۔

گوانکے مذہب کے بہت پابند تہے مگر جملہ دیگر مذاہب کے لوگوں سے اُن کا خلوص خاص قسم کا تہا اونکے مشیر وسپہ سالار زیادہ تر مسلمان رہے اور اون سے اون کا برتاو شیر وشکر کا رہا۔

اودہ اور بنگال کے بڑے بڑے صوبہ داروں (جن کو واقعی بادشاہ کہنا چاہیے) کے درمیان رہکر اپنا کام نکالنا آسان امر نہتا حکمت عملی وعقل درست خود سے حسب موقع اُن سے اظہار اطاعت کرنا اور کبہی اُن سے انحراف کرکے اعلان جنگ کرنا اور بڑھتی ہوئی فوج ظفر موج انگلستان سے خود کو بچانا اور اونکو دیکہکر اپنی حالت کو مضبوط کرنا اونکی عقل ودانائی و سیاست مدن وملکداری کا ثبوت بیّن ہے ہر دو طاقت یعنی اودہ وبنگال راجہ کی بیخ کنی کے خواہاں تہے اور یہ زمانہ ایسے انقلاب کا تہا کہ ذراسی لغزش ہوجانے سے نیست ونابود ہونا لازم تہا مگر باینہمہ آہستہ آہستہ اپنی حکمت وشجاعت وفراست وذکاوت سے ایک بڑی سلطنت اس راجہ نے اپنے اور اپنے خاندان کے واسطے قایم کی جسکی وسعت قریب قریب صوبہ اودہ کے برابر تہی اور جسکی زرخیزی ہندوستان میں مشہور ومعروف ہے برتابگڈہ سے لکیسر تک واعظم گڈہ سے ریواں وبندیل کہنڈ کی سرحد تک کا ملک اونکے قبضہ میں تہا۔
اونکا سکہ بہی سونے وچاندی کا مضروب ہوتا جسپر ایک طرف یہ کتبہ ہوتا۔ راجہ بلونت سنگہ فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی۔ دوسری طرف یہ عبارت ہوتی۔ شیو دین راج الکہنڈ مہاراج سری برتونتر۔

انتظام ملکی ومالی کا بہی نہایت عمدہ طور پر انجام پاتا تہا رعایا خوش وخورم تہے اور امن وامان کے ساتہ بسر کرتی۔ راجہ کے پاس تمام رعایا کی رسائی تہی اور وہ ہر ایک سے خود گفتگو کرکے اوس کی تشفی کردیتے۔ علاوہ قلعہ گنگا پور کے جو اونکے خاندان کا قلعہ تہا قلعہ رام نگر وقلعجات بہٹہ ولطیف پور وبجے گڈہ خاص قیام کی جگہ تصوّر کی جاتی اور ان میں اپنے واسطے محلات بنوا رکہے تہے۔ قلعہ بجے گڈہ کا خاص قلعہ ومقام محفوظ شمار

کیا جاتا تھا اور زیادہ حصّہ مال و اسباب و سامان جنگ و خزانہ اوسی قلعہ میں رہتا تھا۔
گو وہ زمانہ اس قسم کا تھا کہ اپنے دشمن کو دہوکہ دیکر قابو میں لانا یا قتل کرنا بُرا نہیں سمجھا
جاتا تھا بلکہ داخل ہنر تھا مگر راجہ بلونت سنگھ نے اپنی تمام عمر میں کوئی ایسا کام نہیں کیا۔
صرف شیخ قبول محمد کو جو مضافات بجبلی شہر گڑھی ساڑ میں حصار گزیں تھے اپنی لشکر میں بلاکر
قلعہ گنگاپور میں قید کرلینا ایسا کام ہے جو فی زماننا عام لوگ راجہ پر الزام لگا سکتے ہیں مگر
یہ کارروائی جیسا کہ مذکور ہوچکی بالکل راجہ کو دہوکہ دیکر اوسنکے ... وقوع میں برتی گئی جسکا
افسوس راجہ کو تمام عمر رہا۔ ورنہ عام طور پر جسبنی راجہ کے ساتھ برائی بہی کی اوسکے ساتھ
برابر اچھا سلوک کرتے رہے جس رئیس کا ملک فتح کیا اوسکو ہمیشہ عزت و وقعت کیساتھ
دیکھا اگر وہ لڑائی میں مارا گیا تو اوسکے خاندان کی پوری طور پر خبرگیری کی لطیف پور کی لڑائی
میں کہا جاتا ہے کہ سپہ سالار اوس جانب نے پیچھے سے تلوار کا وار کیا مگر وہ تلوار خود آہنی پر
پڑی اور سر بچ گیا راجہ نے لوٹ کر اوسی وقت ایک وار تلوار سے اوسکا کام تمام کرنا
چاہا مگر اونکی نظر جب اوسکے مُنہ پر پڑی تو دیکھا کہ تنکا موچھوں پر تنکا لگا ہوا ہے چونکہ مذہب
ہنود سے ایسے شخص پر تلوار نہیں چلانا چاہیے۔ لہذا راجہ نے فوراً تلوار اوٹھا لیا۔
ہر لڑائی کے بعد راجہ کا عام دستور تھا کہ تمام مقتولوں کو خود دیکھتے اور جن جن لوگوں میں
کچھہ جان باقی رہجاتی اونکو اوٹھا کر اپنے مسکن پر لاتے اور اونکا علاج کرکے صحیح و تندرست
کرانے کی کوشش کرتے۔ آغا قلی خاں کی لڑائی میں کہا جاتا ہے کہ جب راجہ مردوں
کے دیکھنے کو اوترے تو اوہنوں نے قریب تیس ۳۰ آدمیوں کے بسمل پایا اُنکے اُٹھوانے
کو حکم دیا ایک زخمی پٹھان نے جسکا نام دار خاں کہا جاتا ہے راجہ سے پانی مانگا راجہ

لہ منہ میں تنکار کہنے والے ہتھیار گرادینے والے بچہ جو ڑنے والے میں تمہارا ہوں کہنے والے زخمی وغیرہ پر باعتبار مذہب ہنود ہتھیار اوٹھانا منع ہے۔

خود مشکیزہ اپنی پیٹھ پر باندے ہوے تہے اوس سے پانی نکالکر اوسکے لبوں کے پاس لے گئے راجہ تو غفلت میں تہے مگر اوس پٹھان نے اپنا پیش قبض راجہ کے شکم میں مارنا چاہا پیٹ راجہ کا تو ضربت سے بچ گیا مگر زانو پر پوری ضرب آن پڑی راجہ زمین پر گر پڑی ساتھ کے لوگوں نے پٹھان کا کام ختم کرنا چاہا مگر راجہ نے بآواز بلند کہا کہ ہرگز اوسپر وار نہ کرو اگر اوس نے نامردی سے کام لیا تو ہم کو نامرد نہ بننا چاہیے زخمی پر ہتھیار چلانا سخت گناہ ہے۔

خلاصہ زخمی پٹھان کو اوٹھواکر اپنے مسکن پر لے گئے اور اوسکا علاج کرکے تندرست کیا پٹھان اس سلوک سے ایسا فریفتہ ہوا کہ بعد صحت اوس نے راجہ کی ملازمت کرلی اور نامدار خان مذکور افسر بند دقچیان ہوا اور بہت لڑائیوں میں بہت وفاداری کے ساتھ رہا۔

عزت و حرمت غیر کا خیال راجہ کو کمال درجہ رہتا۔ جہوار کے بڑھولیا چہتریوں نے راجہ کے مخالف کی طرف سے جنگ کی تہی اونکی سرکوبی کے واسطے راجہ بلونت سنگہ نے اوپر حملہ کیا تہا تین روز تک لڑائی ہونے کے بعد بڑھولیوں کے سردار بابو سرتاج سنگہ نے میدان نبرد میں مع اپنے خانداں کے لوگوں کے بڑی بہادری سے جان دی اور قلعہ فتح ہوا۔ جب راجہ قلعہ میں داخل ہوے تو دیکہا کہ سرتاج سنگہ کی زوجہ اور اونکے بہاوج نے سرتاج سنگہ کے مرنے کی خبر پاکر فوراً باروت بچھاکر اوسپر آگ دیکر اپنی جان دیدی مگر سرتاج سنگہ کی لڑکی پنا کنور نامی نہایت خوش جمال اپنے ماں کی جلی ہوئی نعش کے قریب رو رہی ہے۔ راجہ اوسکو دیکہتے ہی فریفتہ ہوگئے مگر پاس عزت و حرمت سے کوئی بات زبان پر نہ لائے۔ پنا کنور کے بقیۃ عزیزوں کو بلواکر اونکے سپرد کیا اور کئی ہزار روپیہ اوسکے اخراجات کو بہی دیا۔ دو سال اسکے بعد گذرے مگر راجہ کے دل سے پنا کنور کا عشق نہ گیا آخر اونہوں نے ایک خط پنا کنور کے نام سے بہیجا جسکا مضمون یہ تہا کہ تمہارے ملک کو میں نے فوج کثیر سے فتح کیا مگر تم نے مجہکو تنہا فتح کرکے اپنا مطیع کرلیا ہے اگر

تم پسند کرو تو میرے قلعہ میں آکر میرے تمام ملک و مال و نیز میری مالکہ بنو۔ پنا کنور بھی حال سے راجہ پر فریفتہ تھیں یہ خط اپنے بزرگوں کو دکھلایا اور اپنا خیال بھی اونپر ظاہر کر دیا۔ سب نے متفق ہوکر رضا مندی اس شرط پر ظاہر کی کہ راجہ صاحب بارات کے ساتھ مکان پر آویں اور مطابق رسم ہنود عقد کریں تو البتہ ہم لوگ لڑکی دیسکتے ہیں گو مذہب ہنود سے برہمن کو چھتری و بیش و شودر تینوں قوموں کی لڑکیوں سے شادی کرلینا جائز ہے مگر رواجًا مسدود ہے۔ راجہ صاحب کو قدرے پس و پیش ہوا مگر آخر کار پنڈتوں سے فتوے لیکر بارات سجکر مجھوار جا پہونچے اور پنا کنور سے شادی کی اور اون کو گھر میں لائے مگر چونکہ رواج اس قسم کی شادی کا نہیں تھا۔ لہذا اونکو محل خاص سے علحدہ رکھا اور مذہبی رسومات و خانگی امور میں انکا دخل یا انکی آمد و رفت جائز نہ رکھا حالانکہ راجہ اُن سے انتہا درجہ کی محبت رکھتے تھے انہیں پنا کنور سے راجہ چیت سنگھ و بابو سجان سنگھ تھے اور ایک لڑکی بھی ہوئی جو کہ صغر سنی میں مرگئی۔ راجہ بلونت سنگھ کو اونکی خاص رانی مسمی گلاب کنور سے محض ایک لڑکی مسمی پدم کنور تھیں جو قریب دربھنگہ مقام نرہن میں وہاں کے رئیس بابو درگ بجے سنگھ سے بیاہی گئیں جو اوسوقت پرگنہ سرسا سرکار حاجی پور کہا جاتا اونکے علاوہ کوئی دوسری اولاد رانی صاحبہ مذکور سے نہیں ہوئی۔

تیسری شادی پرگنہ کول اسلہ موضع بنڈرہ (اپنی سسرال سابق) میں بابو شیو سرن سنگھ کی بہن سے جنکا نام لشن کنور تھا کی بریار سنگھ[1] سابق سسر راجہ نے اطلاع پاکر شیو سرن سنگھ کو مع اہل و عیال بنڈرہ سے نکالدیا۔ راجہ بلونت سنگھ نے موضع [illegible] ہنظام رام نگر سے اونکے بود و باش کو دیا اور جاگیر میں تعلقہ ڈتورہ متصل مجھلی شہر بخشا۔ چوتھی شادی پرگنہ کسوار میں ہوئی۔ پانچویں جتی پور متعلق حویلی بنارس میں پرتاب رود زمیندار کی بہن سے کیا مگر لاولد ہونے سے اِن دونوں کا نام و نشان نہ رہگیا۔

[1] چونکہ بریار سنگھ کے کوئی اولاد نہ تھی لہذا بابو عجائب سنگھ اپنے بھانجے (خواہر زادہ) کو متبنی کیا اور تمام املاک اوسکو دیدیا اور اپنی زندگی میں قابض کرادیا۔ بابو عجائب سنگھ نے زمانہ حیات راجہ بلونت سنگھ و راجہ چیت سنگھ میں بعزت بسر کیا جب راجہ چیت سنگھ بنارس سے جانب ریوان گئے تو اونکے ہمراہ ملند پور تک گئے۔ جب راجہ مذکور

راجہ بلونت سنگہ نے بوجہ لاولدی بابو منیار سنگہ کو جوکہ چچا کے لڑکے تھے بطور ولی عہد کے پرورش کیا تہا۔ مگر بعد پیدا ہونے راجہ چیت سنگہ کے توجہ کم ہوگئی تاآنکہ راجہ چیت سنگہ کو ولیعہد کیا۔

پٹنہ کے راجہ شتاب رائے سے راجہ صاحب کا خاص اتحاد تہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ شتاب رائے نے ایک بہت بڑی توپ راجہ کو بطور تحفہ دیا تہا جس کا منہ ایسا بڑا تہا کہ ایک درزی اوسکے اندر بیٹھ کر کپڑے سی سکتا تہا۔ اِس توپ سے مختلف مواقع پر راجہ کی فوج کو بہت مدد ملی اور کئی لڑائیاں اوسکی مدد سے فتح ہوئیں۔ ایک روز راجہ شتاب رائے

بقیہ حاشیہ

نے دکہن کا قصد کیا تو اونکی رفاقت سے کنارہ کش ہوئے اور عرصہ تک چترکوٹ علاقہ بندیل کہنڈ کے معبد میں قیام رکہا۔ جب راجہ مہیپ نرائن مسند راج پر جلوہ گر ہوئے تو اونکے یہاں آئے راجہ نے عزت کی اور اپنی نیابت اونکو دیا ایک سال کئی ماہ تک نیابت کی تہی کہ بعض سبب سے کنارہ کش ہوئے اور اوسی زمانہ میں انتقال کیا۔ چار لڑکے اونکے تہے شیو پرسن سنگہ شیو رتن سنگہ شیو امر سنگہ کامتا پرشاد سنگہ۔

ئے شیو سرن سنگہ تیسرے خسر راجہ بلونت سنگہ نے بابو عجائب سنگہ کے انتقال کے بعد اپنی لڑکی (یعنی سالی راجہ بونت سنگہ کی شادی اوسان سنگہ مصاحب راجہ مذکور کے پسر سے کردی اور اپنے داماد کی حمایت (جو باعتبار اقتدار اوسان سنگہ کے کرانگیز ہو سکتا تہا) میں دعوے پٹی داری پرگنہ کول اسلہ کا شیو پرسن سنگہ وغیرہ پر کیا۔ ایک عرصہ تک یہ مقدمہ اجلاس مسٹر ڈنکین بہادر میں رہا۔ چونکہ اوسان سنگہ کی آمد ورفت اُنکے اجلاس میں تہی لہذا طے نہ ہونے پایا تاآنکہ قلعہ چونور میں مسٹر ابرہم ولنڈ آئے اُنکے اجلاس میں امیر وغریب یکساں تہا شیو سرن نے اپنا وکیل ذریعہ اوسان سنگہ اجلاس مذکور میں بہیجا مگر بوجہ نہ پیش کرسکنے سند دعوے کے خارج ہوا اور ہر چہار برادر مذکور بفراغت بسر کرنے لگے۔ عہد مہاراجہ اودت نارائن میں کہ فیاضی واقرباپروری میں اپنے اقران سے زیادہ تے کمال عشرت سے بسر کرتے یہانتک کہ وزیر علی خاں سے اتفاق کرنے پر نکالے گئے۔

راجہ بلونت سنگہ سے عند التذکرہ کہا کہ تم کو جسقدر رن فتح نصیب ہوئی وہ بدولت میری توپ
کے ہوئی اگر میری توپ نہ ہوتی تو تم کچہہ نہ کر سکتے۔ راجہ نے جواب دیا کہ فتح محض حکم خدا
اور میرے ہاتہوں کی مدد سے ملی ہے اگر اوسکی مرضی ہوگی اور میرے دونوں ہاتہہ
درست رہیں گے تو میری فتح پہر ویسی ہی ہوگی خواہ توپ رہے یا نہ رہے۔ راجہ
شتاب رائے نے کہا کہ میری توپ واپس کردو راجہ نے واپس کر دیا۔ شتاب رائے
جب توپ لیکر رام نگر سے دو تین میل آگے گئے تو راجہ بلونت سنگہ ایک تلوار ہاتہہ میں
لئے ہوئے گہوڑا خوب تیزی سے دوڑاتے ہوئے اونکے سر پر پہونچ گئے۔ اور
شتاب رائے کی گردن پر تلوار رکہکر کہا فوراً توپ و جملہ مال و اسباب چہوڑ دو ورنہ ابہی
تمہارا سر گردن سے جدا کر دیتا ہوں۔ شتاب رائے نے تمام مال و اسباب و توپ حوالہ
کر دیا۔ اوس وقت راجہ بلونت سنگہ نے پوچہا کہ تمہاری توپ کیا کام آئی میں نے تو اپنے
ہاتہہ کے زور سے پہر اسکو چہین لیا اب بتلاؤ کہ فتح توپ سے ہوئی یا میرے زور بازو
سے۔ راجہ شتاب رائے نے تسلیم کیا کہ فتح زور بازو سے نصیب ہوتی ہے نہ توپ سے
اور پہر توپ واپس کر دی راجہ بلونت سنگہ اوسکو قلعہ رام نگر میں لائے۔

راجہ بلونت سنگہ کی سخاوت مشہور تہی جسکو دیا اوسکو مالا مال کر دیا انکے دئے ہوئے پچاسوں
مواضعات معافی پرگنہ گنگاپور و بہدوہی میں اسوقت تک موجود ہیں۔ آخر زمانہ میں جبکہ
ملک میں تسلط پیدا ہو گیا اور جنگ سے فرصت ملی تو راجہ صاحب کا مزاج عیش و آرام کے
طرف راغب ہو گیا مشہور و معروف کلاوت و رقاص و رقاصہ دربار میں ملازم ہوئے اور
جشن و محفل کا بازار برابر گرم رہا کرتا۔ بدن بہی کچہ کچہ فربہ ہو چلا مگر افسران ملکی و فوجی پر خاص
طور سے اعتبار رہتا اور اونپر راجہ کی خاص شفقت و مرحمت رہا کرتی۔

چہبیس ۲۶ سال کی عمر میں سنہ ۱۷۴۰ء میں مسند نشین ہوئے تہے اور تیس ۳۰ برس حکمرانی کی آمدنی راجہ
بلونت سنگہ حسب تحریر مسٹر تامس ولیم صاحب مفتاح التواریخ جو سنہ ۱۸۴۸ء میں لکہی گئی وقت تحریر

عہدنامہ انگریزان باشجاع الدولہ جو ۲ اگست ۱۷۶۵ء مطابق ۴ صفر ۱۱۷۶ھ پینسٹھ ۶۵ لاکھ اوس تفصیل سے تہی کہ پچاس لاکھ کا بنارس وغیرہ و پندرہ لاکھ کا غازیپور تہا اس میں سے نواب شجاع الدولہ کو تئیس ۲۳ لاکھ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ حسب طے کرنے لارڈ کلائیو بمقام چہپرہ کے جو بذریعہ عہدنامہ تازہ ہوا دیا کرے اور اکتالیس لاکھ پچہتر ہزار بجبت راجہ کو ہوتی۔

ذکر مصاحبان و عمائدین دربار راجہ بلونت سنگہ

منجملہ اونکے بابو اوسان سنگہ ہیں۔ بابو مذکور موضع دریگہو پرگنہ کسوار متصل گنگاپور طرف ٹہٹرا کے رہنے والے قوم کے گوتم بہومہار برہمن تہے راجہ بلونت سنگہ سے بجز ہم قومی کوئی قرابت نہتی۔ خیرالدین حسین اپنی کتاب بلونت نامہ میں لکہتے ہیں کہ جس زمانہ میں راجہ بلونت سنگہ قلعہ گنگاپور بنوا رہے تہے تو اوسان سنگہ زمرہ مزدوران میں مٹی لایا کرتے اتفاقاً نظر راجہ بلونت سنگہ کی اونپر پڑی دریافت کیا کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں جب معلوم ہوا کہ شریف ہیں تو اونکا ہاتہہ پکڑ کر اپنی ماں کے پاس لے گئے اور عرض کیا یہ بہومہار کا لڑکا ہے چونکہ اونکی ماں نہایت رحیم و نرم دل تہیں لہذا بنظر محبت دیکہا اور مہربانی فرمائی اوس وقت سے برابر حاضرباشی و خدمت گذاری مادر راجہ میں سرفرازی پائی۔ گاؤسالہ سے دودہ لایا کرتے تا آنکہ مادر راجہ نے اوسان سنگہ کی عقلمندی دریافت کرکے خدمت گاؤسالہ دیدیا۔ جب راجہ بلونت سنگہ نے نواب وزیرالممالک کے خوف سے قیام رامنگر اختیار کیا تو اونکو تو ال رامنگر کیا اور جب پنا کنور زوجہ راجہ مذکور خدمت میں مشرف ہوئیں اور اونکی سرکار جدا ہوئی تو اوسان سنگہ اونکی سرکار کے مختار ہوئے۔ تا آنکہ راجہ چیت سنگہ پیدا ہوئے تو اوسان سنگہ کو خدمت اتالیقی راجہ چیت سنگہ علاوہ مختاری مذکورہ کے ملی جس زمانہ میں راجہ چیت سنگہ نے باغوائے اوسان سنگہ سب بہائیوں (برادری) سے درخواست کہانا کہانے کی کی وہی قصہ اونکے ساتھ ہوا اور ایک عرصہ تک

آوارہ دیار مغرب رہے۔ اور پھر پورب کی طرف گئے اور جب راجہ چیت سنگہ نکالے گئے تو حسب حکم گورنر جنرل بنارس میں آئے اور سید پور میں اونکو جاگیر ملی۔ چونکہ ابتدا خرابی ریاست راجہ چیت سنگ کی انکے ذریعہ سے ہوئی ہے لہذا بقیہ ذکر ان کا انکے بیان میں آویگا

بلونت نامہ خیرالدین حسین

منجملہ اُنکے بابو بیجناتھ سنگہ مختار ہیں

بابو بیجناتھ سنگہ ساکن موضع جو اسی تعلقہ مرزاپور ہیں قوم کے برہمن مصر ہیں علم نجوم میں کافی مہارت تہی اور اسی شیوہ سے راجہ منسارام صاحب کی خدمت میں سرافراز ہوئے۔ اور اون سے متصل گنگاپور موضع کرونا بطور کشنارپن پایا پہر تو عہد راجہ بلونت سنگہ میں اپنی فطانت و سلیقہ کاردانی سے اپنا مرتبہ امثال و اقران سے بڑہایا اور تمام انتظامات مالی و ملکی کرنے لگے۔ تمامی عمارات کے وہی منتظم تہے شیوالہ کی عمارت جو بنارس میں لب دریائے گنگ ہے (اور اوس میں واقعہ جنگ راجہ چیت سنگہ و کمپنی انگریز ہوا ہے جسکا ذکر انشاءاللہ عہد راجہ چیت سنگہ و بقیہ ذکر عہد راجہ پربہو نرائن میں آوے گا) انہیں کا بنوایا ہوا ہے۔ علاوہ اِسکے تمامی قلعہ جات و خزائن انہیں کی تحویل میں تہے اور اکثر پرگنات اپنے متوسلین کو دلا رکہا تہا بہت سی یادگار عمارات انکی مثل مکان شیوالہ و دروازہ و چار دیواری حصار بیجےگڈہ و مرمت مکان زنانہ و مردانہ قلعہ مذکور و مرمت قلعہ لطیف پور و بہٹنہ واکوڑھی وغیرہ اب تک موجود ہیں کوئی اولاد انکی نہیں ہوئی۔ ایک لڑکے متبنی رام جیاون تہے جو زمانہ راجہ چیت سنگہ میں مستاجر اکثر پرگنات تہے بعد اونکے اخراج کے مدتوں ضلع بنارس میں رہے پہر گوالیار میں راجہ چیت سنگہ کے پاس چلے گئے۔

منجملہ اونکے مہرچند دیوان و نندا بھگت ہیں

مہرچند و نندا بھگت ساکن بنارس قوم کے کہتری ہٹی ہیں زمانہ راجہ منسارام سنگہ میں چنداں

فروغ واعتبار تھا۔ زمانہ حکومت راجہ بلونت سنگہ میں مہر چند مرتبہ دیوانی پر پہونچے اور مختار مہمات مالی وملکی ہوئے۔ جب راجہ بلونت سنگہ بوجہ قرب ورود نواب شجاع الدولہ جانب کوہستان بجے گڈہ جارہے تہے تو مہر چند آب وہوا کی خرابی سے مرے اور نند اہگت اونکے چہوٹے بہائی نے عہدہ دیوانی پایا۔ اوسکے زمانہ دیوانی میں بوجہ اوسکی بخیلی کے رفیقان راجہ تنگ تہے اور آخر زمانہ راجہ چیت سنگہ تک اوسکا دور حکومت بڑہتا گیا۔ بعد اُنکے اخراج کے تھوڑے دنوں میں انتقال کیا ایک لڑکا للّو نامی چہوڑا جس نے اُنکی ریاست برباد کی۔

منجملہ اُنکے رسول خاں صاحب ہیں

یہ اول میں اتالیق راجہ بلونت سنگہ حالت صغر سنی میں تہی جب چودہ برس کی عمر میں انتظام فوج وزمینداری کول اسلہ کرنے لگے تو انکو بخشی فوج کیا۔ ان کا ذکر اکثر بڑی بڑی جنگ میں اپنی اپنی جگہہ پر آچکا ہے۔ نہایت اپنے آقا پر جاں نثار تہے اور رائے درست وصائب رکہتے انتہا کے شجاع تہے جو ناظرین تاریخ ہذا نے اپنے اپنے مقام پر اکثر تذکرہ اُنکا ملاحظہ کیا ہے اُنکی قرابت رستم خاں افغان کے یہاں ہوئی جو کہ ناظم بنگالہ کے یہاں رسالہ دار تہے اور وہاں سے بوجہ شکایت ہونے حاکم بہدوہی کے آئے اور بہدوہی کو فتح کرکے حوالہ راجہ بلونت سنگہ کیا۔ جو ناظرین پر واضح ہوچکا ہے۔ اُنکی اولاد دیسری میں رسالہ دار ظفر محمد خاں صاحب زندہ ہیں اور عزت تامہ کے ساتہہ مہاراجہ پربہو نارائن سنگہ صاحب کی سرکار میں پنشن پاتے ہیں اور دربار میں کرسی پاتے ہیں اُنکے دو فرزند لفٹنٹ حسن محمد خانصاحب وسلطان محمد خانصاحب فوج میں ملازم ہیں۔

منجملہ اُنکے بالکشن ہزاری ہیں

یہ نظامت بنگالہ سے آئے راجہ بلونت سنگہ صاحب نے کہ مردم صاحب حسب… کے خواہاں تہے

اونکو روک لیا اور اپنے یہاں ملازم کر لیا۔ کسی جنگ ہمراہ بلونت سنگہ میں انکا تذکرہ نہیں ہے مگر عہد راجہ چیت سنگہ میں جو جنگ رام نگر میں بمقابلہ فوج انگریزی ہوئے اُن میں اُنکی جرأت ضرب المثل ہے انکی اولاد دختری ہیں شیو شنکر پرشاد شوکل ہزاری و ہرشنکر پرشاد شوکل ہزاری اب تک بورے وقار سے موجود ہیں اور ایک لاکہ سے متجاوز کے ٹھیکہ دار ہیں۔

منجملہ اُنکے بابو گوپی سنگہ ہزاری و بابو نبت سنگہ ہزاری ہیں

یہ دونوں صاحب ہمراہ لشکر علی قلی خاں آئے جبکہ بعد تسخیر بھدوہی کے راجہ بلونت سنگہ پر حملہ کیا تہا جیسا کہ مذکور ہوا۔ راجہ بلونت سنگہ نے انہیں دونوں صاحبوں کے ذریعہ سے صلح چاہی مگر علی قلی خاں نے جب نہ مانا تو یہ دونوں حضرات جو عمدہ سرداران لشکر علی قلی خاں وافسر توپ خانہ تہے۔ راجہ بلونت سنگہ سے مل گئے اور اپنے توپ خانہ سے کچہ کام نہ لیا اور بطور تماشائیوں کے دیکہتے رہے بلکہ آخر میں لڑائی علی قلی خاں کے بگڑجانے پر اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ مدد راجہ میں لشکر علی قلی خاں پر حملہ آور ہوں۔ اُن کی اولاد زیادہ تر گوپی گنج وغیرہ میں آباد ہیں اور رام نگر میں بابو مہابیر پرشاد سنگہ ہیں اُنکے فرزند بابو پورن بہادر سنگہ مصاحب خاص حضور کنور آدتت نارائن سنگہ صاحب بالقابہ ہیں۔

منجملہ اُنکے دیہارام و بہوانی دیال و رگھبر دیال ہیں

دیہارام کایستھ دیوان دوم راجہ بلونت سنگہ ہیں۔ اُنکے سامنے چنداں فروغ نہ تہا اور چند ماہ قبل انتقال راجہ بلونت سنگہ دو لڑکے بہوانی دیال و رگھبر دیال چھوڑ کر انتقال کیا۔ بعد موت پدر بہوانی دیال دیوانی پر مقرر ہوئے۔ مگر تھوڑے ہی زمانہ کے بعد انتقال کیا چونکہ رگھبر دیال

اُنکے بھائی بہت کمسن تہے لہذا اسدا نند خواہر زادہ (بھانجے) اُنکے دیوان ہوئے اور آخر زمانہ راجہ
جیت سنگہ تک دیوانی و بخشی گری پر رہے۔ وقت اخراج راجہ جیت سنگہ سدانند ور گھبر
دیال بہی ساتہہ تہے چند سال کے بعد رگھبر دیال عین شباب میں صدمہ گولی سے کہ سر میں لگی
اوسیوقت مرگئے سدانند بوجہ ناموافقت سنئے رفیقوں کے جو راجہ جیت سنگہ کے پاس
ہو گئے تہے رفاقت راجہ چھوڑکر بنارس میں آئے اور سرکار راجہ مہیپ نراین سے پرگنہ بہیلی
شہر ٹھیکہ پر لیا اوسی زمانہ میں انتقال ہی کر گئے۔

منجملہ اُنکے لعل خاں صاحب ہیں

یہ بزرگوار قوم کے افغان اور مذہب کے مسلمان شیعہ ہیں بڑے بڑے کار نمایاں اِنکے
متعلق انتظامات مملکت و جنگ کے ہیں۔ ہمیشہ راجہ کے ساتھ بدل وجان مصروف رہے
اور جسقدر فتح نمایاں راجہ کو ہوئیں وہ انہیں کی سپہ سالاری میں ہوئیں علاوہ کام سپہ سالاری
کے سفارت کا کام بہی انکے متعلق تہا چنانچہ جب راجہ کو ضرورت سفارت کی پاس شجاع
الدولہ وغیرہ نواب وزیر صوبہ دار اودہ کے ہوتی تو یہ ہی بہیجے جاتے۔ اور چونکہ مادہ گویائی
اور طبیعت ذکار رکہتے تہے لہذا جہاں جاتے لوگ اِنکی حسن تقریر و برتاؤ آداب شاہی
سے اِن سے خوش رہتے[1]

اِس وقت بہی روضہ اِنکا کنار دریائے گنگ بنارس کے مشرقی حصہ میں جو قلعہ کے نام
سے موسوم ہے اور اوسی جا ریلوے اسٹیشن کاشی و پُل آہنی دریائے گنگ پر ہے
نہایت مستحکم بنا ہوا ہے۔

---

[1] اِن کو حکومت جون پور دی گئی تہی اِن کے بعد شہاب خاں و امانت خاں اِنکے متبنّٰی عہد
راجہ بلونت سنگہ میں وہاں کے حاکم رہے۔

سوانحات زمانہ بیماری راجہ بلونت سنگھ پھر انتقال اونکا

راجہ بلونت سنگھ کو پیرانہ سالی میں سخت مرض لاحق ہوا۔ اور ورم جسم پر نمودار ہو گیا اور بدپرہیزی سے استسقا تک نوبت پہونچ گئی اطبا نے بہت علاج کیا مگر مفید ہوا۔ اور ناامیدی کی صورتیں نمایاں ہو گئیں بیماری کی خبر نے جب شہرت پائی تو زمینداران اخراج شدہ کو موقع ملا فساد پر آمادہ ہوئے اور اکثر پرگنات سے عاملوں کو نکال دیا۔ چنانچہ فوجدار خاں ساکن مجھلی شہر نے سند جعلی نظامت کی مہر مرزا اکبر شاہ شاہزادہ سے بنا کر جس جمعیت کو فراہم کر سکا قصبہ میں آیا اور شہر میں اپنا بندوبست کر لیا اور بذریعہ رفیق خود یعنی میر ہدایت علی کے کہ دلاوران روزگار سے تھے معدودے چند رفقا کو لیکر دسونت سنگھ فوجدار راجہ بلونت سنگھ کو گرفتار کر لیا۔ دسونت سنگھ مذکور نے بہت سے حیلہ جوئی کی مگر فوجدار خاں نے نمانا اور نکال دینے کا قصد مصمم کر لیا دسونت سنگھ کے لوگوں نے دروازہ حصار کو بند کر لیا فوجدار خاں کے رفیقوں نے یہ حالت دیکھکر جھرے پریٹ میں دسونت سنگھ کے مارے اسی گیرو دار میں میر ہدایت علی بھی مارے گئے۔

بدہ سنگھ فوجدار پرگنہ مونگرہ و بشن سنگھ اونکے بھائی کہ بقصد بنارس وارد قصبہ مجھلی شہر تھے یہ خبر سنکر دسونت سنگھ کی مدد کو در حصار پر آئے مگر وہ بھی رفیقان فوجدار خاں سے مارے گئے غرض کسی طور سے رفیقوں نے دسونت سنگھ کو لیکر گڑھی ساگر میں پہونچا دیا۔ اور حصار فوجدار خاں کے قبضہ میں آگیا۔ فوجدار خاں اگر چاہتا تو دست بردکر کے کسی طرف نکل جاتا مگر چونکہ موت پہونچ گئی تھی لہذا باوجود فساد برپا کرنے کی کوئی تدبیر نہ کر سکا۔ یعنی دوسرے روز دہن سنگھ فوجدار کرواری یہ خبر سنکر مع پندرہ سوار و ساٹھ پیادہ کے مثل بلائے ناگہانی کے پہونچ گیا اور فوجدار خاں کو سراو ٹھانے کی مہلت نہ دی اور پکڑ کر سر کو تن سے جدا کر ڈالا اکثر رفیق اوسکے زخمی اور بعض مقتول ہوئے۔

راجہ بلونت سنگھ کو عین بیہوشی میں یہ خبر ملی۔ خودداری کرکے سوار ہوئے اور تھوڑی سافت طے کرکے ایک مکان میں اوترے اور بعض رسالہ داروں کو اس فساد کے مٹانے کو مقرر کیا۔ چونکہ وزیرالممالک کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا لہذا بذریعہ سید نورالحسن خاں بلگرامی کے محمد ایلچ خاں وزیر نواب کو کچھ روپیہ بھجکر اپنا مربی بنایا۔

جب راجہ نے آثار موت دیکھے تو جانشین کے مقرر کرنے کی فکر ہوئی اور پہلے ہی سے مرکوز خاطر تھا کہ بابو منیار سنگھ اپنے چچا زاد بھائی کو جن کو مثل فرزند کے پالا تھا مسند راج پر بٹھا دیں۔ رانی گلاب کنور صاحبہ نے آگاہ ہوکر بہت فریاد و فغاں کی کہ اگرچہ بابو مہیپ نرائن کم سن ہیں۔ مگر بجز اونکے دوسرا سزاوار ریاست نہیں ہے۔ جب تک وہ سن شعور پر پہونچیں اونکے باپ درگ بجے سنگھ اونکی نیابت میں عملداری کریں۔

چونکہ بابو اوسان سنگھ کو اوس زمانہ میں معاملات مالی و ملکی میں دخل تھا لہذا راجہ بلونت سنگھ کو اس پہلو پر لائے کہ جیت سنگھ آپ کا صلبی فرزند نہ اور بیٹا ہوتے ہوئے نواسہ و چچا زاد بھائی مستحق نہیں ہو سکتا۔ غرض ہر روز یہی قیل و قال رہتی اور مصاحبان و مشیران راجہ سے جسکو جس سے خلوص تھا اوس کی طرفداری کرتا تا اینکہ ۲۰ ماہ بھادوں سنہ ۱۱۷۸ف مطابق سنہ ۱۱۸۴ھ کو راجہ بلونت سنگھ پر حالت جاں کندنی طاری ہوئی لوگوں نے چاہا کہ رام نگر سے لیجا کر بنارس پہونچاویں کہ راہ میں انتقال کیا اُن کی نعش منڈر کی گھاٹ پر لائی گئی اور جلائی گئی۔

بابو منیار سنگھ و رانی گلاب کنور نے حکومت کی فکریں بہت کیں مگر تسلط اوسان سنگھ سے مجبور رہے۔

اور دوسرے مورخ زمانہ مہاراجہ کے یعنی غلام حسین خاں مصاحب مہاراجہ بلونت سنگھ تحریر کرتے ہیں کہ مہاراجہ مذکور جب مہم تنبیہ زمینداران ضلع غازی پور سے واپس آئے تو چندے عیش و عشرت میں بسر کی تا اینکہ ایک روز بخار آگیا اور اوس نے سلسلہ پکڑا۔ جیت سنگھ

ضعف معدہ ہوکر ضعف جگر ہوگیا۔ مہارت خاں طبیب ریاست کہ اسم بامسمی مہارت فن
میں بہی رکہتے ہے اپنے صاحبزادہ نظر علی خاں و دو اطبا دیگر یعنی میر اولاد علی و رعنا علی خاں کے
ملازم سرکار تھے علاج کیا۔ اسی اثنا میں حکیم شاکر ولد حکیم محمد جعفر دہلوی جو نواب حکیم علویخاں
کے مقابلہ کے طبیب تہے اور وہ طبیب وزیر الممالک تہے جن کی تنخواہ بنارس پر مقرر تہی
آئے اور باری باری علاج کیا۔ ٹھنڈی ادویہ سے بخار تو جاتا رہا مگر ضعف جگر پر ہوکر
استسقا ہوگیا۔ آخر میں اونٹ کا دودھ اور گوشت طیور دیا جانے لگا۔ حکیم شاکر نے آخر میں
علاج سے انکار کیا کیونکہ مہاراج کا مزاج دموی اور قوی تہا اور جب اوس نے اعتدال
سے انحراف کرکے استسقا پیدا کیا تو امید صحت نہیں ہے۔

آخر میں ویدوں کا علاج رہا خبیث الحدید دینے سے فی الجملہ نفع تو ہوا مگر غذا شکم سیر دیتے اور
شیر مادہ گاؤ و نان روغنی کہلانے سے سخت نقصان ہوا۔ راجہ چونکہ پرہیز کرتے کرتے تنگ
آگئے تہے لہذا اس پیٹ بہر کہانا ملنے سے اطبا ہند بہی خوش رہتے۔ گو ورم کم ہوگیا
مگر حرارت غریزی کم ہوکر تمام شکم پہول گیا۔ پہر ورم پانی شروع ہوا۔ مگر وقت از دست رفتہ
تہا۔ اس حالت میں بہی بخیال دفع شہرت اشتداد مرض ہر روز سوار ہوتے جیسا کہ سابق قاعدہ
ہوچکا۔ غلام حسین خاں لکھتے ہیں کہ چونکہ میں شریک غالب مریض و تیمارداری میں تہا
ایک روز صبح کو حاضر ہوا تو دیکہا کہ بائیں کو چہوڑ کر ایک تخت بستر سے پر بیٹھے ہوئے ہیں
میں نے کہا مہاراج خدا کا شکر ہے آج آپ اچھے معلوم ہوتے ہیں تمام نفخ شکم و ورم
جاتا رہا ہے صرف تہوڑا سا تشنج ہے حالانکہ میں نے نہ جانا کہ افاقۃ الموت ہے۔

آہ سرد بہر کر راجہ نے کہا غلام حسین خاں آج رات کو چند دست ہوئے ہیں جس سے آج یہ حالت
ہے اطبا نے اب دوا نہ بند کیا ہے۔ بجز اس کے کہ ہو کا مرجاؤں اور کوئی نفع نہیں ہے۔
یہ کہکر رو دئے اور تمام حاضرین رو اوٹھے پہر فرمایا کہ اگر شاید میں زندہ رہوں تو ایک
ٹکڑا روٹی میں پہلا حصہ تمہارا ہے اور اگر مرجاؤں اور لوگ میری وصیت کو بہول جاویں

تو میری اولاد سے سلوک نیک کرنا۔

یہ فرما کر حکم دیا کہ کشتی خاص سواری سور پنکھی کی لاویں حضار نے بہت منع کیا کہ ہوا سرد ہے اور کشتی میں سوار ہونیکا وقت نہیں ہے مگر نہ سُنا اور سوار ہو کر کنار دریا جا کر مچھلی کے شکار میں مشغول ہوئے وہاں نہنگ اجل منہ کہولے تہی اوسنے اپنا شکار کیا۔ اور اوسی ہوا نے سخت نقصان پہونچایا۔ پہر دن باقی رہے واپس ہوئے۔ شدّت بھوک میں دو انار ولایتی کہائے مگر تسکین نہ ہوئی۔ چہوٹی کشتی پر ایک آدمی حسب حکم پہلے سے روانہ ہوا کہ کہچڑی و شوربا جلد تیار کریں۔ مہاراج جب رام نگر پہونچکر داخل قلعہ ہوئے اور کہانا کہایا تو دن مانند عمر کے ختم ہو چکا تہا۔ جب ہاتھ منہ دہونے کا قصد کیا اور پانی کلّی کے واسطے ہاتھ میں لیا۔ مُنہ تک نہ پہونچ سکا تہا کہ غش آگیا آنکھیں بند ہوگئیں۔ تہوڑی سی جان باقی تہی کہ سن کر نکا گہاٹ پر لائے۔ باعتقاد مذہب ہندو یہ وہ مقام ہے کہ جسکی جان یہاں پر نکلی وہ بہشت میں جا پہونچے۔ یہاں پہونچنے پر جسقدر رمقی جان باقی تہی اُسنے بہی جدائی کی۔ اور اوسی جگہ نعش کو جلایا۔

انتقال اس راجہ کا روز پنجشنبہ یکم جمادی الاولی سنہ ۱۱۸۴ھ مطابق سمت ۱۸۲۷ اور سنہ ۱۱۷۷ف تہا۔ عمر شریف چھپن ۵۶ برس کی تہی دو فرزند ایک مہاراجہ چیت سنگھ ولیعہد اور دوسرے بابو سجان سنگھ و تین دختر عفت مآب تہیں سب کے سب مع تمام رعایا و ملازمین فرط غم و حزن و الم سے بیتاب تہے۔

قطعہ تاریخ وفات یہ ہیں

راجہ بلونت آنکہ با حسن عمل — داشت راضی خلق را دلشادمان

چون ازین دار فنا رحلت نمود — در قلمرو ماتمش گشتہ عیان

سال فوتش فکر گفتا از الم

رفتہ راجہ ہائے افسوس از جہان

۱۱۸۴ھ

دیگر صوری بحساب سمت ہندی

بلونت چو از قضا قضا کرد　　　در عین شباب جاہ و اقبال
پنجشنبہ و غرۂ جمادی　　　آخر شد ش اول شب آمال

تاریخ وفات اوز سمت

ہزدہ صد و بست ہفت چو سال

راجۂ بلونت جو نیکی کے ساتھ　　　راضی رکھتے خلق کو اور شادماں
عالم فانی سے جب رخصت ہوئے　　　ملک میں اونکا ہوا ماتم عیاں

فارسی مصرع ہوا تاریخ کا

رفتہ راجہ ہائے افسوس از جہاں
۱۱۸۴ھ

حالات شیخ علی حزیں مدفون بنارس (فاطمان) منجملہ کاملین زمانہ مہاراجہ بلونت سنگھ

شیخ نے اپنے سوانح عمری میں اپنا احوال قلم بند کیا ہے اوسکو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ آپکا نسب نامہ یہ ہے علی ابن ابی طالب عبداللہ بن علی بن عطاء اللہ بن اسمٰعیل بن اسحاق بن نورالدین محمد بن شہاب الدین علی بن علی یعقوب بن عبدالواحد بن شمس الدین محمد بن احمد بن محمد بن جمال الدین علی۔ بن شیخ الاجل قدوۃ العارفین تاج الدین ابراہیم معروف بہ زاہد گیلانی رحمہم اللہ۔

آپ کے اجداد میں سے شیخ شہاب الدین علی اپنے وطن شہر استارا سے دارالسلطنت لاہجان میں کہ عمدہ ترین شہر گیلان میں سے ہے آئے اوس وقت سے لاہجان میں آپکے باپ دادا قیام پذیر ہوئے۔ آپکے خاص دادا شیخ علی بن عطاء اللہ نہایت مشہور آدمی اپنے زمانہ میں سمجھے۔ بعض شعر انکے یہ ہیں ؎

خو رب است محبت اثر سے داشتہ باشد　　　معشوق ز عاشق خبرے داشتہ باشد

دل رفت بہ آتشکدہ وعشق بنا شد　　　　می آمد اگر بال و پرے داشتہ باشد

خان احمد خاں بادشاہ[۱] گیلان باعتبار آپکے قابلیت علمی کے تعظیم میں کمال درجہ اہتمام رکھتے اور خود بھی کچھ آپ سے پڑھتے۔ شیخ علی مذکور الصدر سے اور شیخ بہاء الدین آملی سے کہ شہر قزوین میں تھے کمال محبت تھی۔ اونکی تصنیف سے شرح فارسی بر کلیات قانون جو بوجہ فرمائش احمد خاں لکھے و رسالہ اثبات واجب و رسالہ حل شبہہ جذر اصم و حاشیہ مبحث فصوص فارابی پر ہیں۔

ان کے صاحبزادے محض شیخ عبداللہ تھے جنہوں نے اپنے والد سے کل فن کی کتابیں پڑھیں اور تقوے کی وجہ سے تارک دنیا ہوکر تھوڑی سی آمدنی پر بسر کرتے اور باقی کو صرف دوستان و محتاجان کرتے انکے تین فرزند ہوئے۔ شیخ عطاء اللہ شیخ ابو طالب۔ شیخ ابراہیم شیخ عطاء اللہ ولد اکبر تھے اور عالم تھے۔ لاولد مرے۔

شیخ ابراہیم جو سب میں چھوٹے تھے یہ مشہور زمانہ تھے۔ خوش نویسی میں ہفت قلم تھے۔ اور شعر و معما و انشاء میں سلیقہ کامل تھا اور نہایت محاسن صفات و حسن اخلاق رکھتے تھے شاعر بھی تھے یہ شعر اونکے بطور نمونہ ہیں ؎

در گلشن دہر نغمہ پرداز نبود　　　　در بزم زمانہ محرم راز نبود

---

[۱] ایران مختلف صوبوں میں تقسیم ہے اور ہر ایک صوبہ کا ایک پایۂ تخت جدا ہے چنانچہ شمال میں آذربایجان ہے جسکا پایۂ تخت تبریز ہے۔ دوسرا صوبہ مازندران ہے جسکا پایۂ تخت ساری ہے۔ تیسرا گیلان ہے جسکا پایۂ تخت رشت ہے چوتھا خراسان ہے جسکا پایۂ تخت مشہد ہے اسی طرح جنوب میں اصفہان ہے جو خود پایۂ تخت ہے اور فارس کا پایۂ تخت شیراز ہے۔ انکے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے اضلاع ہیں۔

ملاحظہ ہو افغان ایران مترجمہ اہلیہ سید محمد حسن بلگرامی

پنہاں نتواں زمزمہ پردازی کرد   بستیم زباں کسے ہم آواز نبود

شیخ ابوطالب (والد شیخ علی حزیں) بعد تحصیل علوم ضروری بیس برس کے سن میں ملا حسین شیخ الاسلام گیلانی کے پاس (بغرض ادراک صحبت فضلاء عراق آئے) اور درس استاذ العلما آقا حسین خوانساری میں شریک رہے اور فنون ریاضی کو بطلیموس زمانہ مولانا رفیع یزدی سے پڑھا۔ نہایت خوش خط بھی تھے قریب جلد کتاب کے انکی ہاتھ کی لکھی ہوئی انکے کتب خانہ سے ملیں۔ بعد حج بیت اللہ و زیارت مشاہد متبرکہ و قیام بعراق انکی شادی عنایت اللہ اصفہانی کی لڑکی سے ہوئے کہ وہ اپنے زمانہ میں مشہور رہے تھے اور اکابرین انکے کمال تعظیم کرتے اور نہایت عابد تھے ۱۱۲۷ھ میں جبکہ سن ۶۹ برس کا تھا انتقال کیا اور مزار بابا رکن الدین میں ہم پہلو مولانا حسن دانشمندی کے دفن ہوئے۔

شیخ علی حزیں روز دوشنبہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۰۳ھ میں شہر اصفہان میں پیدا ہوئے۔ جب چار برس کے ہوئے تو ملا شاہ محمد شیرازی سے کہ وارد اصفہان تھے اور مشہور زمانہ تھے بسم اللہ ہوئی۔ پہلے بہت فارسی کی کتابیں نظم و نثر کی پڑھیں پھر رسالہ صرف و نحو و فقہ کی پڑھکر حفظ کیا اور چند رسالہ منطق کے دیکھے اوستاد کو شوق و ذکاوت سے شیخ کے تعجب ہوتا اور چونکہ طبیعت موزوں تھی لہذا خفیہ شعر کہتے اور اوستاد منع کرتے انکے والد بھی منع کرتے مگر شیخ کا میلان طبیعت اوسکو چھوڑنے نہ دیتا لہذا پوشیدہ رکھتے جاتے۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن شریف کو ملا حسین قاری اصفہانی سے پڑھا یہ بزرگ نہایت صالح اور اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے دو برس تک قرآن شریف میں صرف ہوئے اور اسی کے ساتھ چند رسالہ قرأت کو بھی پڑھا۔ اسکے بعد انکے والد خود فرط محبت سے پڑھانے لگے اور شرح جامی بر کافیہ و شرح نظام بر شافیہ و تہذیب و شرح الیساغوجی و شرح شمسیہ و شرح مطالع منطق میں و شرح ہدایہ و حکمت العین مع حواشی و مختصر تلخیص و تمام مطول و مغنی اللبیب و جعفریہ و مختصر نافع و ارشاد و شرایع الاحکام فقہ

میں ومن لایحضرہ الفقیہ حدیث میں اور معالم اصول و دیگر نسخہ جات کو اپنے والد سے پڑھا۔
صغر سنی ہی میں اُنکے والد نے خلیل اللہ طالقانی کی خدمت میں کہ عزلت گزیں اُس دیار
کے تھے لیجاکر خواہش تربیت وارشاد کی کی۔ چنانچہ تین برس تک اُنکی خدمت میں
رہے۔ اگرچہ کوئی کتاب مخصوص اُنکی خدمت میں نہ پڑھی مگر ہر روز ایک مطلب و مسئلہ
کاغذ پر اپنے خط سے لکھدیتے اور شیخ کو تعلیم کرتے اور اصلاح و تزکیہ نفس میں
کمال درجہ اہتمام کرتے۔ یہ بزرگوار شعرگوئی سے شیخ کو مانع نہ ہوتے بلکہ کبھی حکم دیتے
کہ کہکر سناؤ اور تخلص حزیں اونہیں کا عطیہ ہے جب ان کا انتقال ہوا تو والد شیخ
نے شیخ کو بغرض تعلیم و تربیت فاضل عارف شیخ بہاء الدین گیلانی شاگرد میر
قوام الدین مرحوم کو کہ گوشہ نشین و جامع فضائل صوری و معنوی تھے دیا۔ چندے اونکی
خدمت میں رہکر کتاب احیاء العلوم و رسائل اصطرلاب و شرح چغمینی کو پڑھا والد شیخ
انکی ہدایت مطالعہ کتب اخلاق کی رہتی اور ہر روز مبتدیان اہل تحصیل شیخ علی حزیں کے
پاس آکر پڑھا کرتے اور بحث و مباحثہ ہوتا رہتا۔ تا اینکہ شوق مطالعہ سے مختلف فنون
و علوم کی کتابیں جن کو پڑھا نہ تھا مطالعہ کرتے اور مواضع مشکلہ کو اپنے والد سے پوچھتے تا اینکہ
بہت سی علوم و فنون کی کتابیں جو پڑھی نہ تھیں حل ہوتی جاتیں۔ اسی کے ساتھ طاعت
و عبادت کا شوق ایسا تھا کہ اوس میں بھی انہماک تام رہتا اوقات متبرکہ و شب ہائے جمعہ میں
ادعیہ ماثورہ و نوافل و سنن عملیہ پر مواظبت رہتے۔
اوسی زمانہ میں بہ برکت تقویٰ و ورع مسائل فرعیہ عملیہ میں کہ مواضع خلاف فقہاء تھے
شیخ کو اضطراب و حیرت کا سامنا ہوا اور طبیعت کو اطمینان فتاوائے فقہاء و معمول بین
الناس پر نہوکر خوض عظیم کو اختیار کرنا پڑا اور احادیث کو اصل و ماخذ جانکر بہت سی کتابیں
تہذیب الاحکام کو درس مجتہد اوان آقا ہادی خلف مولانا محمد صالح مازندرانی میں پڑھیں
اور احادیث کے اسناد کو دیکھا اور کتب استدلالیہ فقہاء و طریقہ استنباط کو دیکھا اور کتب

فروعیہ حدیث پر عبور حاصل کیا تا اینکہ اس کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ جن مسائل میں محتاج الیہ تقلید تھے رہائی ہوگی اور خود قوت اجتہادیہ سے اطمینان کرنے کی قوت ہوگئی اونہیں ایام میں کہ اینکے والد نصف شب سے اوٹھکر نوافل میں مشغول ہوتے تفسیر صافی مصنفہ مولانا محمد محسن کاشانی کو پڑھکر تمام کیا۔

باوجود کثرت مشاغل و وظائف کے شیخ کو صحبت موزوناں (شاعروں) سے دلچسپی تھی اور آمد و رفت جلسہ مشاعرہ میں رہا کرتی۔ ایک روز اینکے والد کے مکان پر صحبت شعر تھی شیخ کو بھی اینکے والد نے بلوایا ہر قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ شعر ملا محتشم کاشی کا پڑھا۔

اے قامتِ بلند قداں در کمندِ تو
رعنائے آفریدۂ قدِ بلند تو

بعض عطّار نے نہایت تعریف کی والد شیخ نے کہا دیوان محتشم کاشی میں نے دیکھا ہے باوجودیکہ اوستاد ہیں مگر کلام بے نمک ہے اور ایسی حلاوت کہ تدارک بے نمکی کرسکے نہیں رکھتے باوجودیکہ شاید کلام میں نمک حلاوت سے زیادہ گلوسوز ہو۔

دوسرے یہ کہ قامت کو کمند میں افتادہ کہنا خلاف سلیقہ ہے اگر لفظ قامت نہ ہوتی اور کہتے اے بلند قداں در کمند تو۔ تو یہ کلام پسندیدہ ہوتا۔ یہ سنکر حاضرین نے تصدیق کی اُسکے بعد شیخ حزیں کی طرف متوجہ ہوکر کہا مجھے علم ہے کہ تم کو شوق شاعری ہے اگر ہوسکے تو اس غزل میں چند بیت کہو۔ شیخ کے ذہن میں ایک مطلع آیا جب اینکے والد کے نظر اینپر پڑی اور سمجھے کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ مگر حجاب ادب مانع ہے تو فرمایا کہ کہو اور حجاب نہ کرو شیخ نے یہ مطلع پڑھا۔

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو
فریاد از تطاولِ مشکیں کمند تو

حاضرین سنکر اپنے اپنے مقام سے اوچھل پڑے اور آفریں و احسنت کی صدائیں بلند ہوئیں شیخ نے اسی اثنا میں دوسرا شعر موزوں کیا اور کہا ؎

شد رشک طور زآمدنت کوئے عاشقاں

بنشیں کہ باد خوردہ جا بہا سپند تو

اس مرتبہ اُنکے والد اپنی جگہ سے اوچھل پڑے اور تعریف کرکے کہا کہ میں کہتا نہ تھا کہ شعر ملا محتشم میں نمک نہیں ہے مگر اس میں ہے اسی اثنا میں پھر شیخ نے تیسرا شعر کہا ؎

مشکل شدہ است کار دل از عشق و خوش دلم

شاید رسد بخاطر مشکل پسند تو

اسی طور سے تھوڑے تھوڑے تامل و غور میں دوسرے ابیات کہتے جاتے تا اینکہ غزل پوری ہوئی۔ حضار نے کہا کہ اس طریقہ سے اشعار فی البدیہہ یہ کہنا کسی کا مقدور نہیں ہے۔ والد شیخ نے کہا اب میں نے تمکو اجازت شعر کہنے کی دی مگر نہ اوس مقدار پر کہ وقت ضایع کرو اور ایک قلمدان اپنی سرکار سے لکھنے کو عطا کیا۔

اوسی زمانہ جوش بہار و خرمی روزگار میں ہمراہ احباب میں گھوڑا دوڑانے سے گرے اور داہنے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی اور ایک سال تک اصلاح میں نہ آئے اوسی تکلیف میں بائیں ہاتھ سے لکھتے اور ایک مثنوی ساقی نامہ ہزار بیت کا لکھا کہ شروع یہ ہے۔

خدایا توئی آگہہ راز و بس	بہشت از تو دارند پاکاں ہوس
من و مستی و کنج میخانہ	بآزاریم خط بیمانہ

نہایت نفیس مثنوی ہے۔

شیخ کے زمانہ قیام اصفہان و صغر سنی میں بہت سے علما و شعرا تھے بعض کے نام لکھے جاتے ہیں۔

مولانا محمد باقر مجلسی اصفہانی شیخ الاسلام جو کہ ۷۰ برس کی عمر میں سنہ ۱۱۱۱ ہجری میں رحلت

فراہوئے۔

۲ مرزا علاء الدین محمد مشہور بہ گلستانہ یہ بہی اوسی زمانہ میں مرے اُنکی اولاد دیوان ہوئے۔

۳ شیخ جعفر قاضی فاضل کابل تہے شیخ الاسلام تہے بہر وزیر اعظم ہو گئے۔

۴ اخوند مسیحائی کاشانی شاعر

۵ مولانا مغفور حاجی ابو تراب جو متقی و مصاحب مولانا محمد باقر تہے۔

۶ آقا رضی الدین محمد بشیر آقا حسین خوانساری - ۷ مرزا باقر قاضی زادہ - ۸ مولانا شمس الدین محمد۔

۹ مولانا محمد سعید جو شاعر بہی تہے اوس زمانہ میں اصفہان ہر قسم کے اہل کمال و فضائل سے مملو تہا۔

شیخ کے والد کو شوق ملاقات اپنے بہائی کا ہوا جو لاہجان میں تہے راہ میں شرح تجرید وزبدۃ الاصول کو شیخ نے پڑہا وہاں ایک سال قیام رہا حسب اشارہ والد اپنے عم سے رسالہ خلاصۃ الحساب پڑہا یہ مقام نہایت فرح بخش و شاداب ہے ہر قطعہ زمین کا گلہا و اثمار کو اپنے دامن میں لئے ہوئے اپنے کو عروس بنائے ہوئے ہے آدمی یہاں کے باہنر و باذکا ہوتے ہیں۔ بعد انتظام جائداد ان کی والد اصفہان کو واپس ہوئے واپسی میں انہوں نے رسالہ تشریح الافلاک وچند وجیزہ ہیئت میں پڑہا اور اصفہان میں پہونچکر مدرسہ فاضل مرزا کمال الدین محمد فسوی میں استفادہ تفسیر بیضاوی و جامع الجوامع طوسی و امور عامہ شرح تجرید کیا اور حاجی محمد طاہر اصفہانی محدّث و فقیہ سے کتاب استبصار شیخ طوسی و شرح لمعہ دمشقیہ پڑہا اور شیخ عنایت گیلانی حکیم سے منطق تجرید کہ عمدہ ترین کتب منطق ہے مع کتاب نجات شیخ الرئیس پڑہی پہر سید المتبحرین امیر سید حسین طالقانی سے کتاب خصوص الحکم شیخ عربی و شرح ہیاکل النور پڑہی پہر علم طب میں کلیات قانون حکیم مسیحائے مشہور طبیب سے کہ معمر و مرجع کل اہل شہر تہے پڑہی۔ پہر بعد چندے فاضل محقق مرزا محمد طاہر سے رسالہ ہیئات و شرح تذکرہ و تحریر اقلیدس و تحریر مجسطی و قوانین حسابیہ پڑہا۔ پہر شوق تحقیق ادیان مختلفہ رہا اور علماء طبقہ نصاریٰ و پادریوں سے مباحثہ رہا کیا اور پادریوں میں خلیفہ

اونس سے کہ عربی و فارسی خوب جانتے تہے اور وہ شیخ کی صحبت کو بہت عزیز رکہتے تہے محبت ہوگئی اور اکثر تحقیقات مذہب ہوتی رہتی۔

اسی اثنار میں درس بہی دیتے جاتے اور حواشی و تعلیقات بہی لکہتے جاتے اور رسالہ منفرد ہ تحقیقات مختلفہ میں لکہتے اور اوس فن کے اہل کمال کو دکہلاتے تو وہ لوگ تعریفیں کرتے تا انیکہ کسی جگہ کسی مصنفہ شیخ میں سقم و عیب نہ ملا تو اونکو اطمینان ہوتا گیا۔

اوسی زمانہ میں جذبۂ حسن ایک دلربا میں گرفتار ہوئے اور چندے یہ سودا رہا اُس زمانہ کی طبیعت ان اشعار شیخ کے موافق تہی۔ ؎

فاش میگویم واز گفتۂ خود دل شادم　　بندۂ عشقم وازہر دو جہاں آزادم

نیست برلوح دلم جز الف قامت یار　　چکنم حرف دگر یاد نداد اوستادم

پہر شیخ کو وجع مفاصل ہوگیا۔ اطبائے حوب چینی تجویز کی اس تعطل کے زمانہ میں بہت اشعار کہی چونکہ لکہنے کی قدرت نہ تہی لہذا دوسروں سے لکہوایا کرتے تا انیکہ ایک دیوان مرتب ہوگیا جس میں قصاید و مثنویات و غزلیات و رباعیات سے تخمیناً سات ہزار بیت ہیں اور یہ اول دیوان شیخ ہے۔

اسکے بعد صحبت موزونان و سخنوران میں زیادہ مشغولی رہی منجملہ اُنکے کہ حق سخن سنجی کو جیسا کہ حق ہے سمجہنے کا ہے سمجہ سکیں۔ میر عبد الغنی تفرشی تہے کہ دوستان شیخ سے تہے۔ اور شاگرد مرزا ابراہیم ہمدانی تہے جو کہ زمانہ شاہ عباس ماضی میں نہایت مستعد اہل علم گذرے ہیں۔ اوصاف و کمالات سے آراستہ اور شعور و ذکا و ذوق و وجدان میں یکتا تہے اگرچہ اشعار کم کہتے اور مجموع اشعار اُنکے ایک سو بیت تہے مگر نکتہ پردازی و داد سخن رسی میں اون کا نظیر نہ تہا اونکی یہ رباعی ہے۔

عمرے بر ہ وفا نشستیم عبث　　دل جز تو بدیگرے نہ بستیم عبث

در کوئے تو قدر ہر سگے بیش از ماست　　ما این ہمہ استخواں شکستیم عبث

بعد اسکے باصرار بعض احباب شیخ کو دارالافاضل شیراز کے دیکھنے کا شوق ہوا بعد اجازت والدین روانہ ہوئے اور وہانپر پہونچکر انس و محبت اوس سرزمین سے ہوئی مجمع و مسکن افاضل پایا معابد و مدارس و بقاع خیر بہت سے پائے وہانپر اوستاد العلماء مولانا شاہ محمد شیرازی کے یہاں سننے میں کتاب اصول کافی کے مشغول ہوئے یہ بہت بڑے عالم و نوادر روزگار سے تھے تحقیق عظیم و حفظ قوی و عمر طویل رکھتے تھے اور بہت سے علماے فیضیاب ہوکر اکثر ممالک عالم کو دیکھا تھا دیگر حضرات اوس شہر میں صاحبان علم سے ذیل کے اصحاب تھے۔

اوّل اخوند مسیحائے فسوی شیخ الاسلام شاگرد آقا حسین خوانساری میں سے طبیعات شفاء الہیات شرح اشارات و حواشی وجدیدہ شیخ نے پڑھا۔

دوسرے مولانا لطف اللہ شیرازی شاگرد ملا محمد محسن کاشانی ان سے اجازہ مفصلہ شیخ کو ملا

تیسرے مولانا باقر صوفی ان سے کتاب تلویحات و قدرے قانون شیخ نے پڑھا۔

چوتھے مولانا محمد علی سکاکی مدرس مدارس شیراز۔

پانچویں سید السادات میرزا مہدی نسابہ شیخ الاسلام۔

چھٹویں۔ میرزا ابو طالب سولستانی شاعر تھے۔

ہواے شیراز دماغ سے موافق تر ہے کسیقدر محنت دماغی کیجاوے اور فکر دقیق کیجاوے تکان و ملال نہیں ہوتا۔ یہانپر شیخ نے اسمٰعیل عاشق کو دیکھا کہ بعد مرنے اپنے محبوبہ کے دونوں ہاتھ سے چھری اپنی بدن پر مارتا اور جو چھری مارتا اوس سے اوسکو لذت حاصل ہوتی اور عریاں و بیہوش گھوما کرتا۔ اگر شام تک زخم اول پر چھری نہ پڑتا تو عجب بات یہ ہے کہ وہ زخم مندمل ہو جایا کرتا۔ لوگوں نے چھری لینا چاہا مگر ممکن نہ ہوا۔ آخر تیسرے روز پیٹ پر چھری پڑجانے اور احشا باہر آجانے سے مرگیا شیخ شیراز سے محال بیضاوی فارس میں گئے اگرچہ بجز چند قریۂ معمورہ کے شہرت نہ رکھتی تھی مگر خوبی آب و ہوا سے ممتاز ہے

اور مکانات وشکارگاہ سے دلچسپ مقام پایا یہاں پر فاضل نحریر صدر الدین سید علی خاں سے کہ علوم ادبیہ میں یگانہ روزگار تہے اور شعر عربی خوب کہتے اور اونکی مصنفات سے شرح مبسوط صحیفہ کاملہ وکتاب بدیعیہ وغیرہ ہے ملے۔ شیخ نے وہاں پر حاشیہ امور عامہ پر شرح تجرید اور رسالہ تحقیق غنا ورسالہ منطق کو لکہا۔ وہاں سے اردکان فارس گئے اور مولانا عبدالکریم اردکانی سے کہ عابد وعالم تہے اور اعداد ونجوم میں دستگاہ کامل رکہتے تہے چندے صحبت شیخ سے رہی اور میر عبدالنبی اصفہانی سے ملے یہ سید صالح ادیب محدث فقیہ تہے اور تتبع بہت رکہتے تہے اونہوں نے رسالہ میراث میں نہایت منقح لکہا ہے۔ وہاں سے شیراز واپس ہوئے اور چونکہ کلمات نادرہ و تحقیقات شریفہ وفواید جلیلہ نفیسہ ایسے شیخ کو دریافت ہوئے تہے جن پر ہر وقت ظفر پانا میسر نہیں ہوتا اور کمتر کسی کو ملتے اونکا مجموعہ مرتب کرکے مدت العمر نام رکہا مگر افسوس کہ سانحہ اصفہان میں کہ ۱۱۳۵ھ میں ہوا مع کتب خانہ شیخ تلف ہوگیا۔

پہر شیراز سے گرم سیرات فارس اور وہاں سے شہر گازروں میں گئے وہاں پر حقیقت حال عارف ربانی شیخ سلام اللہ سولستانی کی معلوم ہوئی کہ خلق سے کنارہ کش ہوکر ایک مقام پہاڑ میں مسکن گزیں ہیں اونکی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے ایک قریہ میں شیخ رہنے لگے جب حاضر ہوئے تو بیان شیخ سے کہ جسقدر تصور حال مجہے اولیاء کرام کا ہوا کرتا تہا اور دنیا میں اونکا نشان نپاتا تہا اوس سے زیادہ میں نے اونکو پایا اور سلسلہ اونکے مشایخ کا معروف کرخی قدس اللہ روحہ سے ملتا ہے خلاصہ چند روز تک شیخ نے اونکی خدمت میں حاضر باشی کی باوجودیکہ کسی کو اپنے پاس آنے نہ دیتے مگر خلوص و صفائی قلب شیخ سے شفقت وعاطفت کریانہ فرمایا تمنا شیخ یہ تہی کہ اوسی مقام پر زندگی بسر کریں مگر اونہوں نے اجازت نہ دی اور نوازش بسیار سے رخصت کیا۔ شیخ علیہ الرحمہ لکہتے ہیں کہ اس وقت تک مجہہ میں توفیق سعادت کی اگر میسر ہوئی ہے تو اونکی برکات

ہمت ونظر اشفاق سے ہے اور زبان اس مضمون کی ناطق ہے ۔

ہر چند پیر خستہ دل وناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روے تو کردم جواں شدم
آں روز بر دلم در معنی کشادہ شد کز ساکنان درگہہ پیر مغاں شدم

شہر گازروں کے اعیان شہر سے خواجہ حسام الدین سے دوستی شیخ کو ہوگی۔ وہاں سے شہر شولستان وشہر جہرم کو گئے وہاں کے صلحا وعلما میر عبدالحی ومولانا محمد صالح کہ محدثین ثقہ و پرہیز گار تھے ملے پھر مقام ارات گئے وہاں پر رسالہ لوامع مشرقیہ تحقیق معنی واحد ووحدت میں و چند رسالہ دیگر غوامض مسایل الہیۃ میں لکھا۔

پھر خطہ لار گئے وہاں پر میرزا اشرف جہاں لاری و میر محمد تقی لاری سے کہ ہر دو امیر کبیر وصاحب علم تھے ملاقات ہوئی اور فاضل مولانا نصراللہ لاری سے ملے۔

وہاں سے بندر عباس گئے اور قصد مکہ معظمہ کیا مگر ہواے دریا واوضاع جہاز سے بیمار ہوئے کہ امید زندگی نہ رہی خدا نے اوس سے نجات بخشی تھی کہ صعوبت تمام سے جہاز سواحل عمان پر پہو نچا یہاں ڈاکوؤں نے جہاز کو لوٹا لوگ جنگل میں پڑے رہ گئے۔

بعد چند روز کے نہایت مشقت سے مسقط پہونچے اور ایک ماہ توقف کرکے چونکہ زمانہ حج جاتا رہا تھا۔ لہذا پھر جزیرہ بحرین میں آئے چونکہ یہاں کے لوگ اہل ایمان وصلحا سے تھے لہذا شیخ محمد شیخ الاسلام کے کہنے سے قریب ایک ماہ کے توقف کیا مقام اچھا ہے اور لوگ اچھے ہیں مگر ہوا گرم ہے اور بسبب قرب سمندر اکثر خراب ہو جاتی ہے۔ وہاں سے سواحل فارس میں بندر سمورۂ کنگ میں آئے اور پھر شیراز آئے۔ اس سفر میں شیخ نے تمام شہر فارس کے دیکھے۔

اب شیخ کے دل میں یہ بات جمی کہ ترک معاشرت خلق کرکے پہاڑ میں ایسے مقام پر کہ گوشہ اور پانی ہو گوشہ نشینی کروں اور خلق سے کنارہ کش ہوکر جو کچھ خدا دے اوسی پر قناعت کروں۔
مگر اونکے والد کا خط بڑے اصرار کا آیا کہ جس میں ایسے باتیں درج تھیں کہ شیخ کی طبیعت بے چین

ہوگئی لکہا تہا۔

در دل ز فراق خستگیہا دارم　　در کار ز چرخ بستگیہا دارم
با این ہمہ غم تو نیز پیمان وفا　　مشکن کہ جز این شکستگیہا دارم

تا آنکہ بہ قصد اصفہان دار العبادت یزد کو روانہ ہوئے یہاں پر حضرات افاضل و مستعدان و مردمان نیکو خصال و ستودہ اطوار بہت تہے اور عمدہ ترین شہر عراق ہے یہاں پر رستم مجوسی منجم مشہور تہے کہ کتب مجوسی و حکمی و اسلامی بہت رکہتے تہے اور ہیئت و نجوم و رمل و حساب و ضوابط رصد پر ماہر تہے اور اشمرت یہودی نے جو کتاب تین چار ہزار سال پہلے لکہی تہی اونکے پاس تہے۔ وہاں سے اصفہان میں اپنے والد اور بہائیوں سے ملے۔ اور برابر شوق مطالعہ و مباحثہ و تحریر مقاصد و مسائل علمیہ میں مستغرق رہا۔ والدین شیخ نے شادی کرنا چاہی اور ایک گروہ کفو و رئیس شہر نے خواہش نسبت چاہی مگر شیخ نے اپنے اشغال علمی و شوق مفرط کو عایق و مانع سمجہکر انکار کیا اور تجرد و فارغ البالی کو انسب سمجہا اُن لوگوں نے بہت کوشش کی مگر شیخ نے نامنظور کیا۔

پہر محمد صادق اردستانی کی خدمت میں حاضر ہونے لگے یہہ بزرگوار بجز اوکیا و افاضل کے کسی کو درس نہ دیتے اور واقع میں قرن کثیر ایسے شخص کے پیدا ہونے کو چاہئے اُنہوں نے شیخ سے مہربانی حد سے زیادہ کی اور کتب مشہور و غیر مشہور حکمیہ نظریہ و عملیہ اُنکے آخر عمر تک شیخ نے پڑہا تا آنکہ وقت محاصرہ اصفہان ۱۱۳۴ھ میں رحمت خدا سے جا ملے شیخ نے رسالہ موسومہ توفیق کہ توافق حکمت و شریعت میں ہے اور رسالہ توجیہ کلام قدماء حکماء مجوس مبدء عالم میں اور حواشی شرح حکمت و اشراق میں اور روائح الجنان و رسالہ ابطال تناسخ برای طبیعیین میں و شرح رسالہ کلمۃ التصوف شیخ اشراق و حاشیہ بر الہیات شفا و فوائد و حاشیہ ہیاکل النور و رسالہ مدارج معروفت میں لکہا ان سب کے علاوہ بہت سے تصانیف و جواب مسائل متفرقہ لکہے جو شیخ کو وقت تحریر سوانح عمری یاد سے جاتے رہے

اور دوسرا مجموعہ اشعار کا جس میں دس ہزار بیت ہیں مرتب ہوا۔ اور یہ دیوان دوم شیخ ہے اور مثنوی تذکرۃ العاشقین لکھی۔ اس میں ہزار بیت ہیں۔

تا آنکہ ۱۱۲۶ھ ہجری میں انکے والد کا انتقال ہو گیا جسکا رنج شیخ کو بہت ہوا تا آنکہ خلل حواس میں ہو گیا اور یہ اشعار مرثیہ میں کہے ؎

سپہرا از مرگت ای صاف حقیقت بے صفا گشتہ | نمی ماند بسر کیفیتے مینائے خالی را
کشیدی تا ز من دست نوازش ای چمن پیرا | مثل چون بید مجنون گشتہ ام آشفتہ حالی را
تو در پیرانہ سر رفتی و من ہم از غمت پیرم | بحسرت میکنم ہر لحظہ یاد خورد سالی را
گسستی تا ز ہم شیرازہ تالیف جسمانی | مثالے نیست در عالم ہویدا بیمثالی را
بدل آہ رسائے دارم از مجموعہ دانش | ز خاطر بردہ ام یکبارہ مصرعہائے حالی را

یہ شعر تاریخ انتقال والد خود میں کہے۔

علامہ دہر والد والا شان | چون کرد سفر بجنت جاویدان
در واقعہ رحلت او کلک حزین | تاریخ نوشت جائے او باغ جنان
۱۱۲۶ھ

بعد دو سال اونکے والدہ نے انتقال کیا اور گھر میں بجز جدہ مادری ضعیفہ کے اور دیگر اعزا و دو بہائیوں کے اور کوئی نہ رہگیا۔ اور دس سال قبل انکے چچا شیخ ابراہیم نے جو لاہجان میں انتظام جاگیر کرتے تھے اور انکے والد سے چھوٹے تھے اور نہایت محاسن صفات رکھتے تھے انتقال کر چکے تھے۔ ان غموم سے اصفہان میں رہنا شاق گذرا اور پھر شیراز آئے مگر یہاں اوضاع متغیر ہو چکے تھے اور اکثر دوست انکے مر چکے تھے مگر کسی صورت سے دل بہلایا رنج میں اکثر اشعار کہنے سے دفع وحشت و غم ہوا کرتی تا آنکہ تین ہزار بیت کا تیسرا دیوان مرتب ہو گیا۔

شیخ کے دل میں دنیا و لذات دنیا سے نفرت بڑھتی جاتی تھی اور باوجود جوانی کے کسی طرف دنیا کے توجہ نہ ہوتی اور گوشہ نشینی کے خواہاں تھے مگر بیکسی باقی ماندگان کے علاقہ سے مجبور تھے

جاگیر وعلاقہ شیخ کا صوبہ گیلان میں بہت زیادہ تہا اور اوس کا انتظام اُنکے چچا کے سپرد تہا نصف آمدنی اوسکی جو شیخ کو ملتی تہی اُس میں کل لازمہ امارت داد اولوالعزمی ومصاحبان وخدم وحشم سے بسر کیا کرتے علاوہ اوسکے جو کچھ کہ اندوختہ از قسم زر وجواہر تہا۔ تا انیکہ اُنکے چچا نے مقام لاہجان واقع صوبہ گیلان میں جسکا ذکر ہوچکا انتقال کیا اور اوس جاگیر کی آمدنی میں کہ دار ومدار خرچ تہا کمی ہونی شروع ہونے لگی بغیر کسی غمخوار منتظم ہونیکے آمدنی کے جو کچھ آمادہ چند ماہ کے خرچ کو کافی نہ ہوتا۔ آخر جماعت روس کے اوس نواح میں قبضہ ہوجانے پر وہ بہی منقطع ہوگیا اور اکثر املاک ومستغلات ویران بہی ہوگئے اور دوسروں کے قبضہ میں ہوگئے۔ چونکہ طبیعت شیخ میں قبول احسان اگرچہ سلاطین عالی شان سے ہو نہایت مستکرہ تہا لہذا اندوختہ خانہ پر صرف اوقات تہی۔

تا انیکہ گروہ افغان قلزہ کہ کمینہ رعایائے قندہار سے تہے فوج کی ملازمت کی وجہ سے میرویس نامی کو سردار بنا کر مکر سے شاہ نواز خاں امیر الامرا اصفہان کو قتل کرکے قلعہ پر قابض ہوکر مالک خزانہ بن بیٹھے اور سلطان حسین صفوی سے تدارک اس کا قرار واقعی نہ ہوسکا تا انیکہ میرویس کا انتقال ہوا اور اوس کا لڑکا محمود قایم مقام ہوا اور اُس سے نبرد افغانان قوت پکڑی چونکہ فوج سلطانی سو برس سے آرام طلبی میں رہی اور کہیں شمشیر کشی کی نوبت نہ آئی لہذا کچھ انتظام نہ بن پڑا تا انیکہ محمود ممالک کرمان ویزد میں پہونچکر قتل وغارت کثیر کرکے سنہ ۱۱۳۴ھ میں اصفہان میں آیا اعتماد الدولہ مع امرا وسپاہ نے پہر قصد دفع کیا مگر عدم اتفاق آرا سے کہ بحسب تقدیر تہا انتظام نہ ہوسکا اور افاغنہ کو غلبہ ہوا۔ اکثر رعایا اطراف کی شہر میں آگئے اور اپنے مکانات کو بلا حفاظت چھوڑ دیا محمود مع لشکر کے فرخ آباد میں کہ دو بجا سے خود قلعہ تہا ٹہرا اور اپنی ضرورت کی چیزوں کو دیہات معمورہ قریہ سے کہ بغیر مالک پڑے تہے منگوایا کرتا اور جسکو چاہتا جلادیتا۔

شیخ نے اوس وقت کہ راہ کہلی تہی اصفہان سے نکل جانا چاہا مگر دوستوں ونزدیکوں سے

کہ سخنان تلخ سے دل رنجیدہ کرنے نجاسکے۔ اوس وقت خود بادشاہ کو آنا چاہیے تہا۔ جسکی وجہ سے سرداران لشکر بہی آملتے مگر خلق خدا کو تنگ ہونا تہا یہ نہ ہوا اور افغانان نے تمام شہر کو لوٹا۔ ہر طبقہ کے لوگ ہنرور و مستعدان مع امیر و علماء و فضلا و اشراف جاگیردار۔ اس حادثہ میں گذر گئے۔

علاوہ مال و اسباب کے شیخ کا کتب خانہ کہ قریب ہزار جلد کے تہا لٹ گیا یہ اوسی زمانہ میں سخت بیمار ہوئے ان کے دونوں بہائی و جدہ مادری کا انتقال ہوگیا اور محض دو تین خادمہ عاجزہ رہگئیں تا انکہ بعد تین چار ماہ کے جبکہ لوگ ہر گوشہ شہر سے نکل رہے تہے یکم محرم ۱۱۳۵ھ کو دو شخص سادات کی مدد سے تغیر لباس اصفہان سے ایک قریہ میں آئے اور ۱۵ محرم سنہ مذکور کو امراء بادشاہ نے سلطان حسین کو محمود کے پاس مقید کر دیا۔ اوس زمانہ میں شاہزادہ طہماسپ ولی عہد دار السلطنت قزوین میں سے تہے۔ اس خبر کو سنکر اپنے تخت موروثی پر جلوس فرما ہوئے۔

شیخ اوس قریہ سے روانہ ہوکر نہایت مشقت و صعوبت سے خوانسار پہونچے اور بوجہ زمانہ برف چندے توقف کر کے بعد انقضاء زمانہ سرما بتدارک سامان سفر خرم آباد میں کہ دار الحکومت والی لرستان فیلی تہا پہونچے۔ یہ مقام نہایت آباد اور آب و ہوا نہایت خوش طول وسکا سولہ دن کی راہ اور عرض بہی اسیقدر تہا اور قدیم سے مسکن احشام فیلی کا تہا کہ لاکہ گہر سے زیادہ اس میں تہے وہاں کے حاکم علی مردان خان بن حسین خان فیلی خاندان قدیم و امراے بزرگ خاندان صفویہ سے تہے اور شیخ سے نہایت محبت تہی اور نہایت بہادر و اہل استطاعت تہے۔ واقعات افغانی کو سنکر چاہتے تہے کہ تدارک حادثہ کریں مگر بوجہ عایق و مانع ہو نہ سکا۔ شیخ وہاں مقیم ہوئے بوجہ صدمہ علالت و شدت فساد زمانہ پرشور و تباہی خانہ و مال و ہجوم رنج و غم و حادثات شیخ کے قوای دماغی بیکار ہوگئے تہے اور کوئی معلومات صفحہ خاطر پر نہ رہ گئے تہے۔

ایک سال تک یہی حال رہا جب صحت ہوئی تو کتاب شرح وافی کلام شیخ ابن عربی بفصوص الحکم پر لکھی۔

چونکہ خرم آباد مذکور میں کچھ لوگ اعزہ واتقیا وامرا باحشم مجتمع تھے اور وہ شیخ سے مانوس تھے اور محبت کرتے تھے لہذا بعافیت وامارت بسر ہونے لگی اور صحبت احباب و سیر مقامات میں گذرے اور مرور ایام میں تمام اوس مملکت کی سیر کی وہاں کے رہنے والوں سے یہ لوگ عظماء قوم سے شیخ سے ملے۔

میر سید علی موسوی و اونکے بھائی میر سید حسین جزائری کہ نہایت محترم و مرجع جمہور ولایت تھے اور اکثر فنون وعلوم پر مہارت بڑی ہوئی تھی۔ اور قاضی نظام الدین کہ نہایت صاحب علم تھے ان کی فرمائش سے طالبان علم نے جو کہ مستعد تھے۔ شیخ سے اصول کافی و تفسیر بیضاوی و شرح اشارات شروع کی اور دو سال سے زیادہ بن تین صاحبوں کے وجہ سے رہے۔ یہ حضرات نہایت باحشم شخص تھے۔ اوسی زمانہ میں سلطان روم نے عہد صد سالہ کی عہد شکنی کرکے عراق و آذربایجان و گرجستان پر تین ہزار ہزار کے ساتھ لشکر بھیجدیا اور حدود عراق پر حسن پاشا حاکم بغداد اور آذربایجان پر عبید اللہ پاشا وزیر نامزد ہوئے۔ حسن پاشا لاکہ فوج لیکر سرحد عراق پر آیا اور کرمانشاہان میں اوترا اور اوسی زمانہ میں مرگیا اون کا لڑکا احمد پاشا کہ شجاع تھا بجائے پدر بیٹھا اور تسخیر حدود میں کوشش کرنے لگا۔

شاہ طہماسپ بعد قید پدر نہایت محزون و مغموم مملکت آذربایجان میں بہ قصد تدارک افاغنہ تھے کہ خبر آمد لشکر روم عایق ارادہ ہوئی اور رومیان کے دفع میں شاہ طہماسپ مع لشکر قزلباش میں مشغول تھے کبھی غالب کبھی مغلوب ہوتے۔ رومیوں کو باوجود قتل بیشمار مدد پہونچنے سے پائداری رہتی چونکہ حادثہ اصفہان یکبارگی ہوا اور مرکز دولت و خزانہ ہائے سلطنت یکبارگی افاغنہ کے قبضہ میں آگئے اور بلوائیاں مفسد رہے بھی ہر جا بر شورش

شروع کردے۔ لہذا مردان کار و لشکر قزلباش و مدبران ہرجا پر اپنی فکر میں ہوکر حفاظت جان و ناموس کرتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد کو نہ پہونچ سکتے۔ خراسان پر بھی قبضہ افاغنہ ہوکر آشوب و فساد ہو رہا تھا اور سرداران روس نے بلاد معتبرہ گیلان کو لے رکھا تھا اوس زمانہ میں اٹھارہ شخص صاحب حبش و حشم ممالک ایران میں مدعی بادشاہی و سردار تھے۔ بادشاہ صفوی نژاد بقدر امکان دشمن قوی پر لشکر بھیجتے رہتے۔

محمود نے دو سال سلطنت اتفاقیہ کے بعد تمام شاہزادگان صفوی کو کہ مقید تھے قتل کر ڈالا اور لطف عجیب یہ کہ اوسی شب کو دیوانہ ہوکر اپنے ہاتھ چباتا اور سب کو گالیاں دیتا اور اپنی کثافت کو کہاتا آخر مرگیا تا انکہ اشرف نامی اوسکا قایم مقام ہوا اور اوس نے شاہ حسین کو قتل کیا آخر شاہ طہماسپ نے اوسکو مستاصل و منہزم کیا۔

جب خرم آباد پر رومیوں نے حملہ کرنا چاہا تو سید علی مردان خاں امیر الامرا حاکم خرم آباد کی یہ رائے ہوئی کہ جنگ رومیوں سے مشکل ہے لہذا انسب یہ کہ مع رعایا کسی پہاڑ پر چلے جانا چاہئے اور خرم آباد و اوسکی نواح کو کہ قریب لشکر رومیہ ہے خالی کر دینا چاہئے۔ امیر حسین بیگ سیلوزری کو کہ امرائے اوس قوم سے تھے شہر میں اس نیت سے چھوڑا کہ تمام رعایا کو وہاں سے ہٹا کر شہر اور قلعہ کو خراب کر کے اونسے آملے۔ ساکنین شہر کو یہہ سنکر اضطراب عظیم ہوا اور دہشت رومیوں سے شور قیامت اوٹھہ کھڑا ہوا امیر حسین بیگ شیخ کے مکان پر آئے اور رعایا شہر بھی جمع ہوئے۔ ہر قسم کی گفتگو کے بعد شیخ کی رائے ہوئی کہ اس شہر رشک ارم کو خراب کرنا اور خلق عظیم کو اپنے ہاتھہ سے خراب کر کے لوٹے والطفال و عورات کو سر بہلاک رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ خود اپنی حرمت کیجاوے اور سب کو تحریص و ترغیب سامان یراق و جنگ و پاس حزم و مردانگی کا دیکر خود بھی ان کی ساتھہ مستعد ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے عہد و پیمان کر کے ہتھیار اپنے

جسم پر لگائے اور کوشش کرکے راہ گذر دشمن کو بقدر طاقت بند کیا حصار اور شہر وقلعہ کو مضبوط کیا۔ شیخ کی تشجیع وتحریص سے اور پاسداری اور راتوں دن میں سوار ہوکر اونکو مشق جنگ کرانے سے بے وقوف لوگ تہوڑے ہی زمانہ میں ایسے ماہر جنگ ہوگئے کہ اگر سپاہی گران سے مقابلہ ہوتا تو لڑ سکتے۔ جماعت رومیہ نے جب یہ مستعدی دیکھی تو زیادتی اوس فیلی اور سختی راہ اور ہونے ایسے حاکم نام آور سے اوس طرف سے روگرداں ہوئے۔ امیرالامرا نے جب دیکھا کہ اب خوف نہیں رہا تو بعد چہہ ماہ کے واپس آئے۔

رومیوں نے بعد جنگ کثیر ومحاصرہ چار ماہ کے ہمدان لے لیا اگرچہ رعایا بہت لڑی اور تین روز تک باوجود شہر میں آجانے فوج رومیہ کے اہل شہر لڑتے رہے اور قتل ہوتے رہے اور سادات وافاضل ناس بہت سے قتل ہوئے۔ عالم واہل ہنر میں سے مرزا ہاشم ہمدانی ومولانا عارف ہمدانی ومولانا خطاط شہید ہوئے۔ مگر آخر مجبور ہوئے اور رومی غالب آئے اور رعایا کو مقید کرلیا چونکہ محبوسین ومقیدین میں کچھ احباب شیخ تھے لہذا اون کے چہوڑانے کی فکر میں شیخ روانہ ہوئے۔ اوس وقت سوار رفیق شیخ نشر عدد تھے دو چار منزل پر بوجہ مقابلہ لشکر رومی مقید ہوئے۔ اور سخت تلاشی میں مبتلا ہوئے۔ آخر بعد نجات بذریعہ بعض معززان کرمان شاہ کہ مجبوراً ہمراہ باشناد لشکر روم تھے اور شناخت سابق شیخ سے تھے اُن قیدیوں کو چہڑایا اور مقام پناہ میں پہونچا دیا۔ رومیوں نے شیخ کو عزت سے رکہنا چاہا مگر اونکو پسند نہ آیا اور شہر نہاوند میں کہ قبضہ رومیوں میں تہا آئے اور یہاں کے مشہور ومعروف اشخاص سے مثل فاضل ابراہیم قاضی شہر کے ملاقات رہی اور وہاں سے انکار بختیاری معروف بلر بزرگ میں آئے اور محمد حسین خاں حاکم شہر سے صحبت رہی۔ وہاں بہی رہنا شیخ کو پسند نہ آیا۔ بہ قصد توطن عراق عرب وختم بقیہ عمر مشاہد مقدسہ میں بہر خرم آباد سے گذر کیا۔ مگر اب اسکو خوف سپاہ روم سے خالی پایا کیونکہ

ہمدان فتح ہونے کے بعد اور شیخ کے چلے آنے پر ہراس بے حد رومیوں کی طرف سے اہل خرم آباد پر چھا گیا۔ وہاں سے شوستر وقصبہ درفول گئے وہاں کے حاکم ابو الفتح خاں غلام زادگان صفویہ سے جوان ہوشمند تھے اونہوں نے بڑی خاطر کی۔ وہاں سے بصرہ آئے پھر بغداد آئے۔ ایک جہاز بہ قصد حج کہل رہا تہا شیخ زاد راہ فراہم کرکے اوسپر سوار ہو کر بہ قصد حج روانہ ہوئے بعد چالیس روز کنارہ ساحل یمن پر پہونچے مگر بیمار سخت ہوگئے اور موسم حج گذر گیا کہ پھر بصرہ واپس آئے۔ پھر حویزہ و شوشتر گئے۔ شیخ کی پریشانی بڑھتی جاتی اور کسی گوشہ میں قرار نہ ہوتا۔ مگر لوگ ہر مقام کے جانبردار ہوتے اِن سے محبت کرتے اور اِس بات کے خواہاں ہوتے کہ عقد کرلیں مگر شیخ اپنی حالت اور اقتضار زمانہ پر آشوب و فرط عبرت کو خیال کرکے منظور نہ کرتے اوس زمانہ میں یہ رباعی حسب حال کہا ہے۔

آنم کہ ہلاک نیستی سلطانم	با سامانم اگرچہ بے سامانم
مانند آسیا درین ملک خراب	سرگردانم اگرچہ سرگردانم

وہاں سے رستان فیلی میں ہوتے ہوئے خرم آباد آئے۔ یہاں پر بیمار رہتے کہ آوازہ پہونچنے احمد پاشا سردار روم کا اوس شہر میں مشہور ہوا۔ لوگ بہاگ کر کوہستان صعب میں جاتے۔ شیخ مع چند خدمتگار رہ گئے کہ لشکر بے حساب رومیہ آگیا اونہوں نے تنہا رہنا مناسب نہ سمجھا لہذا لشکر روم میں چلے گئے۔ اُن لوگوں نے کسیکو حاکم کرکے وہاں سے واپسی کی شیخ اُنکے ہمراہ آئے اور کرمان شاہان میں رہنے لگے۔ یہانپر رسالہ مفرح القلوب مجربات میں اور فواید طبیہ و رسالہ تجرد نفس کو لکھا۔

رومیوں نے اوس وقت کل قلمرو علیشکر اور اوسکے لواحق وکردستان ولرستان پر قبضہ کیا مگر رعایا مطیع نہوتی۔ امرائے قزلباش سے سبحان وردی خاں نے کہ حاکم سابق ہمدان تہے مردم متفرق کو جمع کرکے رومیوں کو ہمیشہ بے آرام رکھا اور داد مردی دیتے رہے۔ اور مختلف اوقات تین سو مرتبہ لڑکر بائیس ہزار آدمی مارے۔

شیخ چندے کرمانشاہان میں رہے۔ پھر بغداد روانہ ہوئے اور کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں تین سال تک رہے۔ یہاں پر ایک قران اپنے ہاتھ سے لکھا جسکی تمنا مدت سے تہی اور روضۂ اقدس میں رکھا۔ اور کتب خانہ سرکاری سے ہر فن کی کتابیں دیکھتے رہے۔ اور مولانا ابوالحسن اصفہانی و مولانا نورالدہر گیلانی و شیخ یونس نجفی و شیخ احمد جزائری و شیخ مفید شیرازی و مولانا محمد فراہی و سید ہاشم نجفی سے کہ علما مشہورہ سے تہے صحبت رہی۔ تا آنکہ بہ قصد زیارت کاظمین علیہم السلام بغداد آئے اور بعد شرف زیارت بہ قصد سفر خراسان و زیارت مشہد روانہ ہوئے تہے کرمانشاہان میں بحسب تقدیر جا ہوپنچے کیونکہ بوجہ وقوع جنگ شورش راہ میں پہیلی ہوئی تہی وہاں سے ملک گردستان آئے وہاں سے آذربایجان آئے اور شہر تبریز کو خوف رومیوں سے خالی پایا وہاں سے اردبیل میں آئے وہاں سے گیلان آئے۔

شہر اشارا میں روسی فوج بہت تہی۔ یحییٰ خاں وہاں کے حاکم سے رسم قدیم سے تہی لہذا اونکے التماس سے چند روز توقف کیا۔ اگرچہ اشنایان سابق سے کوئی نہ رہگیا تہا یہاں پر چند اشخاص ہمراہیان شیخ سے طاعون میں ہلاک ہوئے شیخ نے بہ مشقت تمام طول اوس مملکت کو طے کیا اور ولایت مازندران میں آئے۔

شاہ طہماسپ نے آذربایجان میں اگرچہ کوشش مزید لشکر روم سے مقابلہ میں کیا مگر چونکہ لشکر روم برابر مدد کو آجاتا تہا اور لشکر قزلباش شاہ طہماسپ کا عاجز ہوکر دوسرے ممالک میں پراگندہ ہوگیا تہا لہذا آذربایجان اور ممالک شروان و گرجستان برقبضہ رومیوں کا ہوگیا تہا۔

شاہ طہماسپ مجبور ہوکر بچی لشکر موجودہ سے اشرف افغان کے مقابلہ کے واسطے شہر طہران رے میں آئے چونکہ اشرف افغان کو بوجہ اسکے کہ بادشاہ جنگ رومیہ میں مشغول تہے موقع قوت پانے کا مل گیا تہا اور مستعد جنگ ہو بیٹہا تہا لہذا نواحی طہران میں لشکر بادشاہی سے

جنگ ہوئے سردار لشکر قزلباش مقید ہوگئے مگر پھر چھوٹ گئے۔ بادشاہ میں قوت محاربہ نہ رہ گئی تھی۔ مازندراں میں اِس خیال سے آئے کہ کوئی فکر کیجاوے۔

اوس وقت افاغنہ سرحد خراسان تک مالک ہوگئے اور خراسان کے اوس وقت تین حصّے ہوگئے تھے قندہار و توابع بہ قبضہ افاغنہ غلزہ تہا اور دار السلطنت ہرات بہ قبضہ افاغنہ ابدالی تہا اور باقی خراسان بہ قبضہ ملک محمود خاں حاکم نیمروز تہا اور خود صاحب سکہ و خطبہ ہوکر مشہد طوس میں مقیم تہا۔ یہ اگرچہ ملازم خاندان صفویہ تہا مگر اوس نے بادشاہ کا مقابلہ چاہا۔ شاہ نے اگرچہ بعض امرا کو بدظنی میں نکال دیا تہا اور اونکے ہمراہی مازندران میں کثرت دبا سے ہلاک ہوچکے تہے مگر پھر بھی ارادہ اخراج افاغنہ تہا تا انیکہ جماعت قاجار استرآبادی آکر ملی جب بادشاہ روانہ ہوئے تو راہ میں ملک محمود تہا اوسکو براہ حق نمک ساتھ دینا چاہئے تہا مگر قلعہ اسفراین تک بہ قصد جنگ آیا بادشاہ نے اوس کی گوشمالی کی غرض سے حملہ کردیا۔ ملک محمود نادم ہوکر مشہد مقدس واپس گیا اور مضبوطی قلعہ وحصار شہر میں کوشش کی شاہ دروازہ شہر پر ٹہرے۔ ملک محمود روزانہ حصار سے نکلکر توپ خانہ وآراستگی لشکر سے بادشاہ سے جنگ کرتا تا انیکہ چند ماہ گذرے چونکہ تمام رعایائے بلاد نمک پروردہ خاندان صفویہ تہی لہذا گروہ گروہ لشکر شاہی میں آتے جاتے اور فتح شاہ کے واسطے کوشش کرتے رہتے تا انیکہ ملک محمود مقید ہوگیا اور قید میں سعی بعض امرا واطلاع بادشاہ سے ہلاک ہوگیا۔

منجملہ اُن لوگوں کے جو ساعی فتح شاہ میں ہوکر شہر سے لشکر شاہی میں آئے تہے۔ نذرقلی بیگ افشار ابیوردی (نادرشاہ) بہی تہے کہ لشکر شاہی میں آئے اور رفتہ رفتہ مورد الطاف شاہی ہوئے۔ اور مدد طالع سے منصب قورچی باشیگری پایا اور خطاب طہماسپ قلی خاں سے سرفراز ہوئے اوسوقت سے انکی یہ حالت تہی کہ امرا و ارباب مناصب سے صفائی نہ رکہتے تہے اور اونکو اپنا خار راہ سمجھتے تہے اور اونکے نکالنے کی فکر میں رہتے

بادشاہ کو شروع سے اونکی طرف توجہ تمام تھی تاآنکہ انتظام ملکی اونکے ہاتھ میں دیدیا اور اونکو استقلال پورا ہو گیا۔

شیخ حالت قیام بادشاہ مشہد مقدس میں مازندران سے روانہ ہوکر استرآباد ہوتے ہوئے مشہد مقدس میں آئے اور زیارت روضہ رضویہ علیہ السلام سے مشرف ہوئے اور وہیں رہنے لگے۔ بادشاہ قدردانی اور مہربانی سے کہ عادت حمیدہ اس خاندان صفویہ کی رہی ہے شیخ کے مکان پر آئے اور بہت مہربانی فرمائی۔ اوسی زمانہ میں بادشاہ کو افاغنہ ابدالی پر فتح ہوئی اور سرکشان نواحی مغلوب ہوئے۔

شیخ اوس بلدۂ مبارکہ میں باوجود کثرت آشنایاں لوگوں سے بہت کم ملتے اور اپنے کام تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے چنانچہ رموزات کشفیہ کو علاوہ چند رسالہ کے وہاں پر لکھا اور جو اشعار کہ اوس زمانہ میں لکھے اونکو جمع کیا چنانچہ یہہ چوتھا دیوان[۱] اونکا ہے۔
اعیان و مستعدان علم سے صحبت رہتی وہاں پر مشہور اہل علم حضرات تھے۔ میر تقی رضوی خراسانی مولانا محمد گیلانی وہاں پر شیخ نے بطرز بوستاں ایک مثنوی لکھا جسکا نام مثنوی خرابات ہے جسکا شعر ابتدائی یہ ہے۔

ثنا ہاست پیر خرابات را | کہ شستت از دلم لوث طامات را

بارہ سو بیت کہے تھے مگر ناتمام رہی۔

چونکہ اشرف افغان نے اقتدار و احتشام تمام پالیا تھا اور قیام شاہ سے مشہد میں خوف تھا کہ قوت پاجانے پر اوسکے دفع میں مشغول ہونگے لہذا قبل تعرض کرنے شاہ کے اشرف مذکور شوکت و لشکر موفور سے متوجہ خراسان ہوا۔ بادشاہ و طہماسپ قلی خاں و امرانے بہ تعجیل تمام فوج

[۱] یہہ چوتھا دیوان شیخ کا مع غزلیات متفرق و رباعیات و بعض مثنویات کتب خانہ مہاراجہ بنارس میں موجود ہے۔

موجودہ مشہد مقدس سے بقصد مقابلہ حرکت کیا اور ماہ صفر ۱۱۴۲ھ میں اُنکو منتشر کر دیا۔

اس سفر میں بادشاہ نے شیخ کی رفاقت میں رہنے کے واسطے چند مقربان کو شیخ کے پاس بہیجکر کوشش کرایا۔ مجبوراً منزل اول میں شیخ ہمراہ رکاب رہے مگر معذرت کرکے عقب لشکر سے باطمینان وخاطرخواہ روانہ ہوتے رہے چنانچہ شیخ اور شاہ کی لشکر میں تھوڑاہی فاصلہ رہا کرتا جب افاغنہ شکست کہاکر بہاگے تو اہالی شہر اصفہان نہایت خوشی میں استقبال سواری شاہی کو آئے اور غلغلہ نشاط وشکرگذاری آسمان تک بلند کیا۔

شیخ کو شہر سبزوار سے تپ آنے لگی تہی در مغان میں ٹہرے تا انکہ دس روز وہاں رہے جب بیماری کو طول ہوا اور فصل سرما آگئی تہی تو زر والکائی ہزار جریب سے شہر ساری مازندران میں آئے۔ اگرچہ امید زیست نہ رہی تہی مگر آخر میں صحت خدا نے بخشی۔ اس شہر کے فاضل طلاب نے خواہش مذاکرہ کیا اور کتاب اصول کافی ومن لایحضرہ الفقیہ والٰہیات وشرح تجرید کو پڑہنا شروع کیا۔ یہ آخر مباحثہ ومذاکرہ شیخ تہا اسکے بعد تارک ہوئے۔ ایام بہار کو شیخ نے مازندران میں گذرانا وہاں سے پہر طہران آئے۔

سرور افغانان بعد شکست عبقدرمال پاسکا لیکر مملکت فارس کو کہ اُنکے قبضہ میں تہا بہاگا خان معظم طہماسپ قلی خاں کہ لشکرکشی وسپہداری میں یگانہ روزگار تہا تعاقب میں مامور ہوا۔ افغان مذکور نے شیراز پہونچکر لشکر جمع کیا اور بیانہ خان معظم سے پہر شکست کہائی اور پندرہ دن کی راہ کے بعد خطہ ... ار میں پہونچکر خودداری کرنا چاہا مگر اوسکی فوج کو شکست ہوتی گئی آخر جانب قندہار بہاگا۔ راہ میں بوجہ گرم سیر ہونے کے اوسکی فوج علٰحدہ ہوتی جاتی۔ اور یہ خود بہی بیمار واطفال وعاجز کو کہ راہ چلنے سے عاجز ہوتے مار ڈالتا تا انکہ اسکے مقتولین زیادہ ہوتے جاتے۔ جب حدود بلوچستان میں پہونچا تو پہر چند بعد برومی بلوچ نے اوسکو دو شخص ہمراہی سے پایا اور قتل کرکے اوسکا سرمع ایک وزنی ہیرا کے

کراوسکے بازو پر تہاشاہ طہماسپ کے پاس بھیجدیا۔ ان حالات کے بعد طہماسپ قلی خاں
نے فارس سے روانہ ہوکر راہ عربستان و لرستان سے قلمرو علیشکر میں آکر پاشاے ہمدان
و لشکریان روم سے جنگ کرکے فتح پائی اور بہت بڑی خلعت کو اُن لوگوں کے مارکر
حدود عراق کو مسخر و مصفا کیا بقیۃ السیف رومی بغداد کو بھاگے۔ اوسوقت تمام امور جزئی
و کلی ممالک محروسہ پر مسلط ہوکر بادشاہ نے خان معظم کو اپنی مہر تک دیدی تہی اُن کی زیادہ
روی و غلبہ سے ملال میں بہی رہا کرتے۔

شیخ طہران سے اصفہان میں آئے اور ۶ ماہ تک رہے بادشاہ سے اونہوں نے چند
مفید باتیں کہیں اور بارہا ایسی رائے دی کہ باعث بقاء ملک و دولت تہی مگر موافق تقدیر
نہ پڑی خان معظم طہماسپ قلی خاں نے آذربایجان جاکر رومیوں سے سخت جنگ کے
بعد دار السلطنت تبریز کو چھڑایا۔ آب ارس کے ایک طرف تو قبضہ کرکے حکام مقرر کردئے
اور دوسری شط مذکور کے مزاحم نہ ہوکر امرائے روم سے صلح کرلی۔ اسکے بعد خود شاہ طہماسپ
نے کزین میں جنگ کرکے اور اونکے قلعہ و بقیۃ السیف کو مطیع کرکے متوجہ آذربایجان ہوکر
آب ارس سے عبور کرکے جماعت رومیہ سے شہر ایروان میں جنگ کرکے نو ہزار آدمی
رومیوں کے مارکر فتح نمایاں حاصل کی اور بہت غنیمت لشکر قزلباش کو ملی۔

رومی قلعہ ایروان میں پناہ گزیں ہوئے بادشاہ نے محاصرہ کرلیا رومیوں نے بادشاہ سے
خوف کہاکر عراق کو جو اوس وقت بلا حاکم تہا۔ ایک لشکر بسرداری احمد پاشا بھیجدیا تاکہ بادشاہ
اودہر متوجہ ہو جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بادشاہ نے اوسکو اہم سمجھکر اودہر توجہ کی پہلے
نواح ہمدان میں بہت بڑی جنگ ہوئی آخر صلح ہوگئی۔

پھر خان معظم نے جماعت ترکمان کو کہ ہرات خالی ہونے کی وجہ سے قابض ہوگئے تہے گوشمالی
بلیغ دی اور قلعہ ہرات پر جاکر افاغنہ کو محصور کیا چونکہ قصبہ درکریں توابع ہمدان میں کچھ لوگ
موافق افاغنہ سے ہوگئے تہے اور دعوائے خودسری رکھتے تہے اور قلعہ درست کرلیا تہا

تو بادشاہ بہ قصد دفع اُنکے وچھوڑ آئے بقیہ آذربایجان کے اصفہان سے روانہ ہوئے
اور شیخ کو ہمراہ لینا چاہا مگر اُنہوں نے بوجہ نہ درست ہونے اسباب سفر کے پہلو تہی کی اور
وہاں سے شیراز آئے شیراز میں غارت شدہ لوگ زیاد کو شیخ کے پاس آئے چونکہ نہایت
رحیم تھے لہذا دیکھا نہ گیا وہاں سے گرم سیراب فارس ہوتے لار میں آئے اور وہاں سے
بندر عباس ہو کر جہاز انگریزان پر کہ نہایت وسیع کرہ اُن میں تھے اور شیخ سے نہایت خلوص
سے پیش آئے تھے روانہ ہو کر جدہ پہونچے وہاں سے مدت کی تمنا بر آئی اور ادراک
حج بیت اللہ الحرام و مناسک کر کے مکہ معظمہ میں بسبب اشارت خواب کے کہ وہاں دیکھا
تہار رسالہ امامت کو لکھا اور ماہ محرم ۱۱۴۲ھ میں شدت گرما میں بیابان طے کرتے ہوئے
جزیرۂ بحرین میں اور وہاں سے بندر عباس میں آئے یہاں معلوم ہوا کہ ایران میں پھر تغیر ہوا
اور شروع سال سنہ ھ تغیر بادشاہ ہو گیا۔ یعنی نادر شاہ نے بادشاہ کو مقید کر لیا
اور خود متصرف ہو گیا۔

جسکی تفصیل یہ ہے کہ طہماسپ قلی خاں زمانہ جنگ ہمدان و مصالحہ رومیان میں محاصرہ
ہرات میں مصروف تھے بعد محاصرہ و جنگ ہشت ماہہ جب ہرات فتح ہوا اور افاغنہ ابدالی
مارے گئے اور بقیۃ السیف سپاہ میں ملازم ہوئے تو خان معظم واپس مشہد ہوئے اور
چند خاص مقربان سلطانی کو ملا لیا بادشاہ کو اُنکی حرکات سے ہمیشہ سے اطمینان نہ تھا
مگر ملک کے حالات اُنکو مجبور اُنکی سرفرازی پر کر رہے تھے ذریعہ مقربان و معتمدان سلطانی
اپنا رسوخ خدمت شاہ میں ظاہر کرایا اور خود بھی حاضر ہو کر اظہار ارادت و اخلاص کر کے
صلح ہمدان کو حمل نقص تدبیر پر کر کے رخصت بغداد کی حاصل کی کہ اسی درمیان میں بادشاہ کو
بغرض دعوت ایک باغ بادشاہی میں کہ منزل و فرودگاہ اُسکا تھا بلایا۔ اور شب کے رہنے
کی تمنا ظاہر کی اور اسباب عیش مہیا کیا اور چند سرداروں کو مجتمع کر کے در بارہ سلطنت گفتگو
کی اور کہا اب صلاح یہ ہے کہ اپنا عذر ضعف طالع بادشاہ ترک سلطنت کر کے گوشہ نشین ہو جاوے

اور اون کا فرزند قایم مقام ہو تو میں معاملہ روم کو یکسو کر دوں چونکہ پہلے ہی سے وہ لوگ راضی ہو چکے تہے لہذا بادشاہ کو اِس صلاح سے خبر دی اون بیچارہ کو مجبوراً راضی ہونا پڑا اونکی رہائی جو محض دو ماہ کے تہے بارگاہ شاہی میں لائے گئے اور خطبہ وسکہ اُنکے نام کا کیا گیا اور شاہ عباس سے موسوم ہوئے۔

شاہ طہماسپ کو ہمراہ جماعت محافظان خراسان بہیجدیا اور ایک عورت سے کہ خاندان سلطنت سے پہلے سے نکاح میں تہی دوسری عورت خاندان سلطنت کے ساتھ اپنے بڑے بیٹے کا نکاح کر دیا اور تمام خزانہ وکارخانجات بادشاہی قبضہ خان معظم میں آئے۔ اور شاہ عباس کو ہمراہ چند شخص قزوین بہیجدیا گروہ بختیاری نے اِس تغیر بادشاہ سے بلوہ کر دیا اور حاکم جدید کو مارا خان معظم نے بعد جنگ وجدال اونکو مطیع کیا۔

خان معظم بغداد میں آئے اور احمد پاشا حاکم دار السلام نے مع لشکر کثیرہ کنارہ شط بغداد جنگ کی مگر شکست کہا کر محصور قلعہ ہوئے تا آنکہ خان نے فتح کرکے توابع ولواحق بغداد کو فتح کر لیا۔

شیخ جب بندر عباس میں آئے تہے تو قرض زیادہ ہو نے اور اوسکے ادا کرنے کی وجہ سے دو ماہ تک مقیم رہے۔ وہاں سے اصفہان آئے مگر اوسکو باوجود موجودگی بادشاہ خراب وغیر آباد پایا تو شیراز آئے۔ غارت زدگان شیراز شیخ کے پاس آنکر اپنے مصائب بیان کرتے اور شیخ کو بوجہ رقیق القلب ہونے کے سخت رنج ہوتا وہاں سے روانہ ہو کر خطہ لار میں آئے۔

چونکہ انقلاب دولت ہو چکا تہا لہذا قوانین سلطنت بالکل بدل گئے تہے رعایا پر اقسام اقسام کے خراج وٹکس تہے اور تمام مخلوق پریشان تہی منجملہ اونکے یہ تہا کہ عمال اپنا اور اپنی فوج کا خرچ روزانہ رعایا سے لیتے تمام درختوں پر محصول لگایا گیا جو کبھی نہیں لگا تہا ایک سال قبل کا پیشگی خراج بہی وصول کرتے تہے ہر گہر سے ایک نفر سپاہی لیتے اور لطف یہ کہ

کل خرچ اپنا اور ہتہیار و گہوڑے و وردی کا اپنے پاس سے کرے ایک ہزار آدمی اس قسم سے جمع ہو گئے تہے مگر تین ہزار کے اور طالب تہے. غربا و رعایا تمام پریشان تہی کیونکہ غریب اپنے مکان میں بذریعہ مزدوری وغیرہ بسر کر لیتے تہے مخصوصا ایسی حالت میں کہ افاغنہ دردسیہ کے حوادثات سے الگد کوب ہو چکے تہے پہر باہر جانا اور اپنا خرچ کرنا مزید برآں خراجات زائد از مقررہ کا ادا کرنا سخت واویلا کا سامنا تہا اور لطف یہ کہ سب تعب رعایاے لار شیعہ پر تہا اور جو لوگ کہ مذہب شافعیہ پر تہے وہ زمان افاغنہ میں بہی آسودہ تہے اور اوس وقت تک اون سے کوئی باز پرس نہی اور رعایاے شیعہ کا کوئی دادرس نہتا۔

شیخ کی طبیعت میں اعانت مظلوم خلقی تہی و درصورت عاجزی زندگی حرام ہو جاتی عوام رعایا جب شیخ سے اپنے مصائب بیان کرتی تو حمایت عاجزین میں حاکموں اور عملداوں کے ساتہہ بہ ملایمت و سختی پیش آتے مگر مفید نہ ہوتا کیونکہ اونکو علاوہ حقوق شاہی کے اپنے واسطے خیانت کرنی بہی لازمی تہی- شیخ نے بخیال دادرسی رعایاے عاجز قصد اصفہان کیا تا انیکہ خطہ لار سے ہوتے ہوئے گذرے ہر جگہ پر چونکہ شیخ مشہور تہے لہذا لوگ جمع ہوتے جاتے شیخ اپنے کو پوشیدہ کرتے مگر ممکن نہ ہوتا. لار میں انہوں نے حاکم سابق کو جرمانہ کی ادائی میں گرفتار اور حاکم جدید کو مع چارسو سپاہ و خدم وحشم کے جوکہ روزانہ اپنا خرچ رعایا سے لیتے حاکم بابا رعایا کو پریشان دیکہا ان کو زیادہ تردد ہوا- چونکہ بحکم خان معظم محمد خان بلوچ کو سرداری مملکت فارس ملی تہی اور اونہوں نے باتفاق حاکم شیراز اوس طرف کا رخ کیا تہا اور اونکے ظلم سے رعایا بہاگ رہی تہی جب یہ لوگ شہر جہرم میں پہونچے تو عبد الغنی حاکم جہرم سے رجو دوست شیخ تہے اور اپنے شہر کو شرارت افاغنہ سے محفوظ رکہکر آباد کر رکہا تہا زیادہ روپیہ کے طالب ہوئے اونہوں نے پہلے حال رعایا کو اظہار کر کے تہوڑے روپیہ دینے سے ہلیح چاہی مگر ان لوگوں نے نہ مانا آخر جنگ ہو گئے جب یہ خبر لار کے لوگوں نے سنا کہ

سردار مذکور کا ارادہ بندر کے طرف کا سن تو اور زیادہ گھبرائے اور حاکم جدید نے بھی خوف
کھایا۔ سب نے مکان میں سپاہ و متعلقین کو جمع کر رکھا۔ چونکہ اوسی زمانہ میں حاکم شہر نے بڑے رئیس
سے ناراض ہو کر مع دیگر اعیان شہر کے بغرض ملاقات گئے تھے مقید کر لیا تھا۔ اس سبب سے
بلوہ ہو گیا اور شیخ سے فریادی ہوئے۔ شیخ نے حاکم سے رہائی رئیس کلاں کی چاہی
مگر نہ سنا پھر ایک روز حاکم مذکور ملاقات شیخ کو آیا اور سمجھانے سے اوس نے اوس وقت
تو چھوڑ دیا مگر پھر دو تین روز بعد قید کر لیا۔ بہر طور بلوہ ہو گیا اور چونکہ شیخ کے یہاں فریاد کو
آئے تھے لہذا شیخ نے اون کا ساتھ دیا جب بلوائیوں و اہل شہر نے ہجوم کیا تو اپنے
قیدیوں یعنی رئیس و اعیان کو چھڑا لائے۔ اب لوگوں نے حاکم جدید کے مارنے کا قصد
کیا مگر شیخ نے منع کر کے انکو سواری دیکر روانہ کر دیا۔ حالانکہ شیخ اس ہنگامہ میں صلح کے طریقہ
پر تھے مگر جانبداران حاکم نے اس بلوہ کو باشارہ شیخ سمجھا۔ شیخ نے بعد فرو ہونے
بلوہ کے نکل جانیکا قصد کیا مگر لوگوں نے نہ چھوڑا تا آنکہ حاکم سابق اور ہزار شخص جو فوج کیواسطے جمع تھے رہائی پا گئے
اب یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ واقعہ باشارہ شیخ تھا تا اینکہ سردار فارس نے کہ شہر جہرم کو محصور کر رکھا تھا اطلاع پائی
تو حاکم شیراز کو مع فوج وہاں کے محاصرہ پر چھوڑ کر خود لشکر گراں کے ساتھ خطہ لار میں
آیا۔ سردار نے شہر میں قتل و غارت شروع کر دی اہل محلہ نے جمع ہو کر اپنی محافظت
کی اور مدافعہ میں ایک ہفتہ تک جنگ رہی تا اینکہ بوجہ مہم جہرم یہ مدارا پیش آنکر حاکم نائب
کو چھوڑ کر واپس جانے لگا اعیان و اکثر خلق نے شہر کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے
ہاتھ میں دست عیال و اطفال لیکر ہیات مجموعی کے ساتھ مع ہتھیار نکل گئے اور شیخ
بھی انکے ہمراہ تھے پھر بندر عباس آئے اور فصل گرمی و عروض تپ ربع سے محال حرون
و اجق بندر عباس میں گئے جب کچھ افاقہ ہوا تو بتغیر وضع محض دو ایک خدمتگار کو لیکر
کرمان اس خیال سے گئے کہ کسی گوشہ میں زندگی بسر کریں مگر بوجہ بیماری و ناتوانی کنارہ
کشی بغرابادی میں ممکن نہ ہوا۔ تھوڑے تھوڑے لوگ واقف ہو کر جمع ہونے لگے

چونکہ اطراف وجوانب بوجہ شورش بلوچ خراب ہو گئے تھے لہذا مشہد مقدس کی طرف جانا چاہا مگر وہاں کی سختی سردی سے لوگوں نے منع کیا۔ کرمان میں خبر معلوم ہوئی کہ خان معظم طہماسپ قلی خاں نے محاصرہ بغداد میں احمد پاشا سے حسب صلح پر رضامندی نہ کی تو رومیوں نے توپال پاشا کو مع لشکر گراں بھیجا۔ خان نے تھوڑی فوج محاصرہ پر رکھی باقی سے تیس ۳۰ فرسخ راہ آگے جاکر مقابلہ کیا۔ چونکہ فوج رومی نے ہر پانی پر جو وہاں تھی قبضہ کرلیا تھا اس وجہ سے فوج خان کو شکست ہوئی مگر ایک ماہ بعد وسط سال سنہ ۱۱۴۰ھ میں پھر خان نے فوج جمع کرکے ہمدان سے بطور یلغار جاکر فتح حاصل کی اور توپال پاشا مارا گیا اور بغداد میں مقبرہ ابو حنیفہ میں دفن ہوا۔

محمد خاں سے اور خان معظم سے بگڑ گئی کیونکہ محمد خاں فارس پر قابض تھا اور آوازہ قصد تسخیر اصفہان وعراق ورہائی شاہ طہماسپ کا ارادہ مشہور کئے ہوئے تھے لہذا لشکر خان نے اوس سے جنگ کی اور کوہ کیلوتہ میں مقابلہ ہوا آثار غلبہ ظاہر ہو چکے تھے کہ خبر آمد خان کا عقب لشکر میں تھا لشکر محمد خاں پر ہراس طاری کرچکا تھا اور رات کے وقت سب چلے گئے اور محمد خاں تین ہزار آدمیوں کے ساتھ رہ جانے سے فکر درستگی فوج میں ہوئی۔

شیخ نے جب اوضاع ایران دیکھے اور مظلوموں کے فریاد کی تحمل نہ لاسکے تو دوسری ولایت جانے کا قصد کیا جہاز بلاد سندہ کو جارہا تھا اونہوں نے اوسی پر جانا چاہا یہ تاریخ دسویں رمضان سنہ ۱۱۴۰ھ تھی کپتان جماعت فرنگ نے جب انکے ارادہ پر اطلاع پائی تو ہندوستان جانے کو وہاں کی برائیاں کرکے مانع ہوئے اور فرنگ میں جانے کی صلاح دی مگر شیخ اوس وقت راضی نہ ہوئے بلکہ اوسی روز تمام چیزیں واسباب چھوڑ کر تنہا جہاز پر آ گئے اور روانہ حدود سندہ ہوئے غرۂ شوال سنہ ۱۱۴۰ھ کو سواحل ٹھٹہ میں پہونچے شیخ نے چاہا کہ کوئی مجھے یہاں نہ پہچانے مگر اوسی روز ایک گروہ تجار نے کہ فارس میں شیخ کو دیکھا تھا اور ایک جماعت ایرانی کہ اکثر اون میں دوست شیخ تھے شیخ کے پاس جمع ہوگئے۔

شیخ لکھتے ہیں کہ اگر میری خواہش کے موافق کوئی مجھے نہ جانتا تو بہت سی برائیاں و مصائب و رنج سے نجات ملتی کیونکہ سختی و غم روز ورود سندہ سے روز تحریر سوانح عمری (جس سے کہ مولف راقم اقتباس حالات شیخ کر رہا ہے) تک کہ آخر سال ۱۱۵۴ھ تھا بوجہ روشناسی اور گاہ گاہ ملاقات و صحبت اصناف خلق اس ملک نے کہ وارد منزل شیخ ہوتے تن و جان کو اس طور سے گھلا دیا تھا کہ اِن مملکت کے زمانہ قیام کو شیخ نے اپنی زندگی نہیں سمجھی بلکہ آغاز رسیدا اس ملک پر اپنی عمر و حیات کا خاتمہ سمجھا ہے۔ کیونکہ اوضاع مملکت ہند و اونکے ساکنین کے جیسا کہ سنا تھا اور دیکھا اور جو نہ سنا تھا اور ذہن میں واہمہ کے بھی نہ آئے تھے اون کو دیکھنا پڑا اور یہی حال گیارہ سال کی مدت میں کہ دہلی تک وارد ہوتے میں گذرے۔

خلاصہ شیخ دو ماہ ٹھٹہ میں رہے تھے کہ اپنی بے صبری اور جلد ایران سے چلدینے میں نہایت متاسف اور سفر ممالک فرنگ اختیار نہ کرنے سے ندامت اوٹھا رہے تھے۔ موسم سفر دریا کا گذر کر گرمی پہونچ گئی تھی واپسی ایران یا دوسری جگہ کے جانے میں دوسرے موسم کا انتظار تھا۔ لہذا منجملہ آبادی سندہ چند روزہ راہ طے کر کے ذریعہ کشتی خدا باد میں آئے مگر گرمی ہوا و خرابی فصل و ہجوم رنج و غم سے امراض مختلفہ میں گرفتار ہو کر سات ماہ تک بیمار وہاں رہے۔ پھر بحسب تقدیر بسواری کشتی شہر بھکر کہ کنار آب سندہ ہے پہونچے یہاں پر بھی اوضاع و اطوار اشخاص اِس دیار سے طبع شیخ ملایم نہ تھی اور بے سامانی و قصور مقدرت و بیکسی علاوہ وحشت و آلام تھی۔ ایک ماہ کے توقف کے بعد ملتان آئے یہاں بھی طبیعت پریشان رہی مگر اپنی تنہائی و ناکامی میں دو برس تک رہنا پڑا۔ اپنے حواس پریشان و ہوش رمیدہ کو یہہ ندا دیتے رہتے ؎

مطرب سماع بر کش و ساقی شراب دہ

ایام را بحال و فلک را جواب دہ

در رسالہ کہ التزام بیان قضا و قدر و خلق اعمال میں مع چند رسالہ دیگر وہاں پر لکھا۔

سنہ ۱۲۴۳ھ زمانہ قیام ملتان میں فصل گرما میں سندھ ندی میں سیلاب آیا اور تمام صحرا و عمارات و مکانات اوس دیار پر چڑھ گیا۔ ذریعہ کشتی آمد و رفت ہوتی بہت لوگ غرق ہوئے خریف میں طغیانی کم ہوئی اور بعض بلند مقام خشک ہوئے تو وبا نے آگھیرا تپ و لرزہ پہیلا خدمتگار عنقا ہو گئے۔ اگر کوئی کبھی مل جاتا تو بیمار ہو کر دوسرے خدمتگار کا طالب ہوتا۔ کم لوگ بچے بجز اسکے کہ جو لوگ وہاں سے نکل گئے۔ تا اینکہ یہ بلا وہاں پر پانچ ماہ تک رہی۔ شیخ کو بھی تپ لرزہ آنے لگا۔

شیخ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس نے تمام ممالک عالم کو دیکھا ہے وہ ہندوستان کی سختیوں کو سمجھ سکتا ہے کہ کیسی تلخی و مشقت معیشت میں ہے گو اہل ہندوستان اسکو تکلیف نہ سمجھیں۔ بلکہ اپنے کو متعیش اور مرفہ تر تمام دنیا سے سمجھکر ان سختیوں و منافرات کو ملایم و گوارا سمجھیں۔ حالانکہ اس ملک ہند میں معیشت بغیر تین چیزوں کے جمع ہوئے ممکن نہیں اول زر وافر دوم زور و حکومت موفور۔ سیوم واقفیت۔ اور بہر شرائط مذکورہ کے جمع ہونے پر بھی اوضاع نہایت مختل و بے رونق اور ادنے چیز بلا کوشش و سرگردانی و انتظار کے ملنا ناممکن ہے۔ جسقدر کام دیگر ممالک میں ایک آدمی سے نکل سکے یہاں پر دس آدمیوں سے ناممکن ہو۔ اور جسقدر خدم و حشم و اسباب بکثرت بڑھتا جاوے اوضاع ناہنجار بے انتظام زیادہ ہوتے جاویں۔

ملتان سے اوسی سختی میں روانہ لاہور ہوئے بعد مشقت تمام جب وارد لاہور ہوئے اور صحت ہوئی تو تین برس تک رہے تا اینکہ چند سبب سے اوس شہر سے سفر کرنے پر مضطر ہوئے مگر چونکہ راہ بلا امن تھی۔ لہٰذا دہلی میں سنہ ۱۲۴۵ھ باوجود عدم خواہش آنا پڑا اور ایک سال تک قیام رہا یہاں بہی رنج و غم نے بے چین کر دیا اور اس ملک سے سنہ ۱۲۴۶ھ میں واپس جانے کا قصد مصمم ہو گیا لاہور میں اس ارادہ سے واپس ہوئے کہ راہ کابل و قندہار سے

مملکت خراسان میں پہونچکر کسی گوشہ میں گوشہ نشین ہوجاویں۔ لاہور پہونچتے ہی خبر پہونچی لشکر قزلباش قندہار میں بہ قصد تسخیر وواپسی از افاغنہ ومحصوری قلعہ کی ۱۱۴۹ھ میں معلوم ہوئی۔ شیخ گرمی ہوا اور زمانہ بارش کی وجہ سے لاہور میں سخت بیمار تھے اور اس انتظار میں تھے کہ معاملہ قندہار طے ہوجاوے اور راہ میں امن ہوجاوے تو میں روانہ ہوں۔

بقیہ حالات ایران

خان معظم نے بعد شکست محمد خاں بلوچ رہائی دینے اپنے گماشتوں کے جو بحکم محمد خاں مقید تھے اون کو سرفراز کیا اور گماشتہ گان محمد خانی پر سیاست وباز خواست کرکے لشکر کو تعاقب محمد خاں میں روانہ کیا۔ محمد خاں کو لشکر قزلباش نے راہ بلوچستان وقندہار میں گرفتار کیا اور خان معظم کے پاس لائے اونہوں نے معاتبات درشت کے بعد آنکھیں نکلوادیں اور قید میں رکھا۔ محمد خاں چونکہ اپنا قتل بہت بُرے طریقہ سے جانتے تھے لہٰذا اوسی شب کو اپنے حربہ سے اپنے کو ہلاک کرڈالا۔

لشکر خان معظم نے طبقہ شافعیہ مسکونہ خطۂ لار کو جو برسر جنگ تھے مستاصل کرکے بقیۃ السیف کو اطراف میں منتشر کردیا اور دوسری جگہ سے رعایا کو لاکر آباد کیا۔

پھر اصفہان میں واپس ہوکر آذربایجان کی طرف جاکر لشکر ہائے روم سے حدود آذربایجان میں اور نیز اونکے حدود میں گھسکر مصاف ہائے سخت کیا اور ہر مرتبہ فتح پائی اور اور بہت لشکر رومیہ مقتول ہوئے قلعہ ایروان وگنجہ وقدرے مملکت گرجستان وغیرہ کہ تصرف رومیوں میں چلا گیا تہا کچھ بھی قبضہ رومیوں میں نہ رہا بلکہ اسی پر اکتفا نہ کرکے اونکے حدود پر قبضہ کرلیا۔ رومیوں نے پے درپے پیغام صلح دیا مگر خان نے نہ مانا۔ بعض مسافرین حجاز ناقل تھے کہ ملک روم کی رعایا وسپاہ پر ایسا خوف خان معظم کا سما گیا تہا کہ اکثر راتوں کو خوف سے نیند نہ آتی۔ خان حدود روم سے واپس ہوکر

داغستان میں آئے۔ گروہ لزگی کی طرف کہ زمانہ فترہ میں اطاعت بادشاہ ایران سے تارک ہوکر رومیوں سے موافقت کرلی تھی توجہ کی وہ لوگ بمقابلہ پیش آئے۔ اور بعد تنبیہ و ہزیمت ملتمس عفو و ملتزم اطاعت ہوئے۔

نادرشاہ کا تخت ایران پر جلوس اور روضہ رضویہ کی بنا و نہر جدید کا جاری کرنا بنا مقبرہ و جنگ با بختیاری و روانگی قندھار۔ و بنا نادرآباد

۱۱۴۸ھ میں جب آذربایجان سے واپس ہوئے۔ تو تمام شہر ممالک ایران سے بڑے بڑے رئیس مسن و معمر لوگوں کی حاضری کیواسطے نہایت سخت سخت تحصیلداروں کو مقرر کیا جب وہ لوگ حاضر ہوچکے تو ایک روز خان معظم نے دربار منعقد کیا جس میں سرداران سپاہ و ایلچی روم (کہ بغرض پیام صلح و دوستی آئے تھے) حاضر تھے دو ایک شخص کو مشاہیر سے کسی بہانہ سے قتل کرکے اسباب سیاست کو فراہم کرکے اوس مجمع مہیب میں گفتگو دربارہ امر سلطنت شروع کی اور تمام خلایق کو مخاطب کرکے کلام سپاہیانہ سے گفتگو کرائے اور چونکہ پہلے سے تمہید کرلی گئی تھی لہٰذا گروہ مخصوصان نے مخلصانہ معروضات پیش کرکے لوگوں سے مشورہ چاہا کہ آپ لوگ فرمادیں مناسب بادشاہی کون ہے اور مصلحت ملک و رعایا کس میں ہے سب کو بہ مقتضائے مقام زبان سے کہنا پڑا کہ مناسب بادشاہت یہی ہیں اوس وقت محلکہ متضمن اتفاق و اجماع خلایق لکھا گیا اور حاضرین نے اوس پر مہر کی اور نام سلطنت کا بھی جو شاہ عباس صغیر پر تھا منسوخ ہوکر خطبہ بادشاہی خان معظم کا جاری ہوا اور نادرشاہ نام قرار پایا عبارت الخیر فیما وقع تاریخ ہوئی جب حکم تغیر سکہ سابقہ ہوا ایک طرف نقود پر نام اوس شہر کا جس میں دارالضرب

تہا اور دوسری طرف تاریخ الخیر فیما وقع منقوش ہوئے ایک ظریف ایرانی نے اسکو مصرع بنایا اور یوں منظوم کیا۔

بریدیم از مال واز جاں طمع
بتاریخ الخیر فیما وقع

شاہ طہماسپ نے اپنے فرزند شاہزادہ عباس مرزا کو اپنے پاس بلالیا اور گاہے مشہد گاہے سبزوار گاہے مازندان میں بسر کرنے لگے اور برابر بہرہ والے ہمراہ رہتے نادر شاہ نے عمارات روضہ رضویہ علی ساکنہا التحیۃ کو بنوایا ۔ اور بعض بناہاے عالیہ اوس صحن مقدس کو سراپا خشت ہائے طلاسے مزین کیا اور ایک نہر اوسے جوار کے پہاڑوں سے لاکر نہر خیابان میں کہ صحن روضہ میں گذرتی تہی زیادہ کیا۔ اوس شہر میں مقبرہ عالیہ اپنے واسطے بنوایا جب عمارت پوری طور سے بن چکے تو اوس مکان کی دیوار پر یہ بیت لکہی ہوئی پایا ؎

در ہیچ پردہ نیست نباشد نوائے تو
عالم پر است از تو وخالی است جائے تو

بہت تحقیقات کی گئی کہ کون کاتب ہے مگر پتہ نہ چلا۔

ازاں بعد مملکت عراق کیطرف کوچ کیا اور گروہ بختیاری پر کہ پہر سر نافرمانی پر اوٹہایا تہا بعد محاربہ سخت قبضہ پایا۔ بہت سے اوس قوم سے مقتول بقیہ مطیع ہوئے۔

اونہیں حدود سے ۱۱۵۰ھ میں قصد قندہار کیا حسین کو جو بہائی محمود قلزہ کے تہے اور حاکم قندہار تہے اپنے آنے کی اطلاع نادر شاہ نے پہلے سے دی اور راہ مملکت کرمان سے قصد قندہار کیا۔

حسین مذکور جو کہ قوم افاغنہ سے تہے اونکے ارادہ پر اطلاع پاکر لشکر کثیر وسامان موفور کے ساتہ بعزم مقابلہ نکلے۔ نادر شاہ جب حدود سیستان میں پہونچے تو ایک فوج افاغنہ

کی بحکم حسین مذکور بہ خیال دست برد پہونچی مگر مغلوب و منکوب و شکست کہا کر قندہار واپس گئی نادشاہ جب قریب قندہار پہونچے تو پہر ایک لشکر آراستہ افاغنہ نے مقابلہ کیا اور بعد جنگ شکست کہا کر قلعہ میں محصور ہوئے۔ نادر شاہ نے محاصرہ قلعہ کر لیا اگرچہ مضبوطی میں وہ قلعہ شہرہ آفاق تہا اور افاغنہ نے لوازم حزم او احتیاط و مدافعہ میں بقدر حوصلہ خود بلکہ زیادہ اس سے کوشش کی مگر کچہہ مفید نہ ہوا اور لشکر قزلباش اوس شہر پر قابض ہوئے۔ اور جو افغان جہاں پر ملا۔ خورش شمشیر آبدار ہوا۔

نادر شاہ نے اپنی لشکر میں حکم دیا کہ جو شخص چاہے اپنے موافق حال مکان بنائے اور خود بہی حصار و بروج و مکانات بلند و وسیع کا حکم دیا۔ معماران و عملہ نے کہ ایک جمعیت کثیر ساتہ تہی تہوڑے زمانہ میں پہلوئے دمقابلہ قندہار میں شہر عظیم آراستہ کیا اور نادر آباد نام رکہا گیا۔

وجہ آمد نادر شاہ ہندوستان میں و بقیہ حال شیخ

شیخ علی حزیں علیہ الرحمہ اپنی سوانح عمری میں تحریر فرماتے ہیں کہ واقفان حقائق احوال و متتبعان اخبار و آثار پر پوشیدہ نہیں ہے کہ بابر میرزا ابن مرزا عمر شیخ جو کہ منجملہ مظفرین تاتاریہ تہے گوشہ سرگردانی و حیرت و پریشانی سے عروج رتبہ فرماں فرمائے پر اگر پہونچے تو بوسیلہ تمسک دامن دولت قاہرہ خاقان سلیمان شان ابو البقا شاہ اسمٰعیل صفوی کے پہونچے کیونکہ اولاد و احفاد امیر تیمور گورگاں کی حالت یہ تہی کہ ان کا خود اپنے گہر میں اعزا سے اور خلایق سے یہ سلوک تہا کہ کوئی دقیقہ جنگ و جدل با خود ہا ور قتل و ایذائے خلق کا اوٹہ نہیں رہا اور مخلوق خدا انکے طفیل تنازع و جنگ سے ہمیشہ اصناف رنج و بلا میں مبتلا رہے اور خود یہ طبقہ لوگوں کے دلوں پر گراں رہا اور لوگ ان کی فکر دفع میں رہے البتہ سلطان حسین میرزا ان سب میں سنجیدہ تہے مگر انکے بعد اونکی اولاد

پر بعد تسلط شیبک خاں کیا حال زبوں ہوگیا تھا۔

خلاصہ بہ طفیل خاندان صفویہ بابر میرزا بادشاہ ہند ہوگئے وہ جب تک زندہ رہے اظہار خلوص و محبت خاندان صفویہ سے کرتے رہے اور کبھی بعض مقام پر مثل سمرقند کے اون کا خطبہ و سکہ رکھا اور اکثر عریضہ نیاز و التماس مطالب سے خاقان سلیمان شان کو خوش کرتے رہے اور اون کی اولاد کو ہمیشہ توسل اس خاندان سے وقت عجز و اضطرار معمول رہا۔

مگر لطف یہ بھی رہا کہ جب کوئی قضیہ بابلد ایران میں ہوتا یا یہ کہ جب ان کی کوئی غرض بوجہ آسودگی و عدم منازع قوی کے گوشہ ہندوستان میں نہ ہوتی تو یہ شیوہ آثار نخوت و غرور موفور سے بدل جاتا اور راہ آشنائی مسدود ہو جاتی یہ طریقہ سلسلہ اولاد بابریہ میں مستقر ہو رہا تھا مگر سلاطین صفویہ کی طرف سے محض بہ لحاظ مردی و مردمی بغیر کسی غرض کے شفقت و عطوفت کا معمول رہا اور حق یہ ہے کہ خصایص سلسلہ علیہ صفویہ سے جوانمردی و وقار و لحاظ مروت و محبت ہے اور یہ محض اپنے متوسلوں سے نہیں بلکہ بیگانوں سے حتےٰ کہ دشمنان کینہ ور سے روز درماندگی و التجا میں احسان و امداد کا معمول تھا۔ اور اعانت درماندگی رہی و دلجوئی و مہماں نوازی و غمخواری مقرون بکمال عاجزی و رعایت آداب کا سلوک ہونا نوادر و غرایب روزگار سے تھا کہ کوئی سلف و خلف سے دعوے ہمسری ان سے نہیں کرسکتا۔

اور سلطان مغفور شاہ سلطان حسین نے بھی اپنی تیس برس کے زمانہ سلطنت میں یہی طریقہ آبائی سلسلہ بابریہ سے رکھا اور سوا کا تہنیت و تعزیت میں بھیجنا برابر معمول رہا جب اون کا زمانہ ختم ہوا اور اونکے صاحبزادے شاہ طہماسپ بادشاہ ہوئے اور تمام آشوب (جو مجملاً مذکور ہوا) ممالک ایران میں شایع ہوا تو بادشاہ ہند کے ذہن میں کبھی رسم پرسش کا بھی خیال نہ آیا بلکہ میرویس افغان (دشمن شاہ ایران) سے طریقہ دوستی کو برتا حتےٰ کہ حسین پسر ویس افغان سے

کہ آخر میں حاکم قندہار ہو گیا تہا۔ باوجودیکہ ملتان پر لشکرکشی کرکے کوئی دقیقہ خرابی اوس دیار کا اوٹہا نہ رکہکر واپس گیا تہا دو مرتبہ خط وکتابت کی گئی۔

مثلاً جب شاہ طہماسپ نے جبکہ اصفہان فتح کرکے استیصال افاغنہ کیا تہا تو ایک امیر دربار کو برسم رسالت ہندوستان میں بہیجکر اُن ایام کے وقایع کو محمد شاہ کو لکہکر اشعار کیا تہا کہ چونکہ مخذول شدہ افاغنہ خائن اس آستانہ کے اور جو اس ملک کے ہیں اور اب اپنی سزا کو پہونچکر بقیۃ السیف بہاگ نکلے اور ہمارے خوف لشکر سے مفر بجز ہندوستان نہیں ہے۔ لہذا وہ مدبر اونکو جگہہ نہ دیں اور اپنے حد میں نہ آنے دیں۔ محمد شاہ نے بعد چندے اوس خط کے جواب میں فضول باتیں لکہکر ایلچی کو واپس کردیا تہا۔ پہر جب شاہزادہ عباس مرزا بجائے پدر تخت نشین ہوئے تو ایک امیر سفارت ہند کے واسطے مقرر ہوا اور اسی قسم کی باتیں اوسکے خط میں بہی تہیں۔ محمد شاہ نے اوسکو بہی ایک مدت کے بعد واپس کیا اور خط میں ایسی باتیں لکہیں جو نفس الامر سے بہت دور تہیں۔ بعد چند مدت کے نادر شاہ نے ایک معتبر قزلباش کو برہان الملک سعادت خاں کے پاس کہ اعظم امراء ہندوستان سے تہے مع خط بنام محمد شاہ بہیجا۔ فرستادہ جب حدود محمد شاہ میں آیا تو چوروں نے اوسے لوٹ لیا اوس نے بڑی التماس سے خط اُن لوگوں سے بشقت تمام لیکر اداے سفارت کیا اور خود قدرت واپسی نہ رکہتا تہا لہذا ہندوستان ہی میں رہ گیا کہ نادرشاہ قندہار ۱۱۴۹ھ میں آ گئے۔

وہاں سے محمد خاں ترکمان کو کہ امراے صفویہ سے تہے پہر برسم سفارت بہیجا اور گذشتہ باتوں کا ذکر کرکے گلہ سابق کا کیا جب وہ شاہجہاں آباد میں آئے اور خط کو پہونچایا تو اونکو ٹہراکر جواب سے سکوت کیا جسقدر اونہوں نے اصرار رخصت ہونے میں کیا کچہ مفید نہ ہوا۔ کبہی تو اس جواب میں تردد خاطر تہا اور کبہی یہ کہ اگر جواب دیا جاوے تو نادر شاہ کو کیا القاب لکہے جاویں۔ اسی تحریر و سرگردانی میں بظاہر تہے اور باطن میں اسکو تدابیر ملکیہ سے سمجہ رکہا تہا کیونکہ اس امید میں تہے کہ شاید حسین افغان کو نادر شاہ پر فتح ہو اور وہ شکست کہاکر

جاویں تو ہم کو جواب نہ دینا پڑے۔

جب محاصرۂ قندہار کو طول ہوا اور ایک سال صرف ہوئے اور محمد خاں واپس نہ ہوئے تو نادر شاہ نے ۱۱۵۰ھ میں اونکو ایک فرمان دزریعہ چند نفر سواران سریع السیر کے بھیجکر اونکو اظہار حقیقت حال و کوشش حصول جواب و علم و اپسی بہ تعجیل کو لکھا۔ چونکہ دربار دہلی سے کوئی جواب نہ ملتا اور اجازت بھی نہ ملتی تو کچہ فائدہ اوس پر مترتب نہ ہوا۔

خلاصہ محاربہ قندہار میں جب ایک سال گذر گیا اور شہر نادر آباد اوسکے پہلو میں تیار ہو گیا تو نادر شاہ نے لشکر قزلباش کو اوس حصار پر ہجوم لانے اور بروج پر چڑہ جانے کو کہا افاغنہ بے دست و پا ہوئے اور وہ قلعہ ۱۱۵۰ھ میں فتح ہو گیا۔ قوم افغان مقتول ہوئے۔ حسین مذکور مقید ہو کر مازندران میں بہیجے گئے۔ نادر شاہ نے تخریب قلعہ قندہار کا حکم دیا اور بازار والی رعایا کو کو حکم سکونت نادر آباد میں دیا اور جانب غزنیں و کابل روانہ ہوئے۔

کوتوال قلعہ کابل کو پیام دیا کہ ہم کو بادشاہت محمد شاہ سے کوئی سروکار نہیں ہے مگر چونکہ یہہ حدود معدن افغان ہے اور چند بھاگے ہوئے لوگ بھی اُسنے آملے اور اون کی قوم کا استیصال منظور ہے۔ لہذا تم ہراس کو دخل نہ دیکر مراسم مہمانداری میں کوشش کرو۔ اور خود کنار شہر کابل فروکش ہوئے۔ کوتوال و کابلی مستعد جنگ و جدل ہوئے اور نصیحت و پیام کچہ بھی مفید نہ ہوئی آخر مجبوراً فوج قزلباش اُنکے قتل و تخریب قلعہ پر مامور ہوئی جو ہیں حملہ ہوا اور ایک برج اوس میں سے ٹوٹا تو فریاد کرنے لگے اوس وقت محصوران کو امان ملی۔ اُن حدود میں جہاں کہیں افاغنہ جمع ہو جاتے تو لشکر اُنکے سر پر پہونچ جاتا اور قتل ہوتے۔ نادر شاہ محمد خاں سفیر کے ٹہرائے جانے سے نہایت آزردہ ہوئے اور چند اشخاص معتبرین کابل کو زبانی پیغام دیکر شاہجہان آباد روانہ کیا کہ بادشاہ و امرا سے جواب حاصل کریں اور خود کابل میں مقیم رہے۔ فرستادگان لاہور ہوتے ہوئے شاہجہان آباد آئے کسی نے اُنکی بات نہ سنا اور اگر سنا تو نہ سمجھے۔ پہر کابل سے ایک فوجی شخص کے ساتھ دس سوار ہمراہ

کرکے بغرض سفارت بہیجا جب جلال آباد پہونچے تو ایک مکان میں اوترے۔ ایک گروہ وہاں کے بدمعاشوں کا ان پر ٹوٹ پڑا پہلے اُنکے ہتھیار لے لئے پہر اُنکے دس شخصوں کو مار ڈالا۔ ایک بہاگ کر کابل میں گیا اور حالات واقعہ کو کہہ سنایا مدت قیام نادر شاہ کابل میں جب سات ماہ ہو چکے تہے اور افاغنہ اُن عددوں کو مقہور و مقتول کرچکے تہے تو دس شخصوں کے قتل ہو جانے کو سنکر بیقرار ہو گئے۔

راقم مؤلف کہتاہے کہ اگر اس بدنظمی کو جو اطراف ملک میں بہ نسبت سفرا نادر شاہ ہوئی محمول عدم تسلط شاہ باغیان ملک پر کہکر تسکین کیجاوے تو جواب نہ دینے و سفیر کو واپس نہ کرنے کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے نیز امر عجیب یہ ہوا کہ رئیس قاتلان دہ نفر کیواسطے سرکار محمد شاہ سے خلعت نہ بہیجنے کا حکم ہو چکا تہا مگر قتل عام جلال آباد سے نہ ہوسکا اسکی کیا مصلحت سمجھی جاوے اور عقلاً اُس سمجھ کا کیا جواب دیسکتے ہیں۔

نادر شاہ واقعہ مذکورہ کو سنکر بیتاب ہوکر جانب جلال آباد چلے اور وہاں پہونچکر قتل عام کا حکم دیا مخلوق خدا قتل ہوئی۔

انتظام محمد شاہی یہ تہا کہ جس روز سے خبر ورود نادر شاہ بکابل معلوم ہوئی تہی خان دوراں اور امیر الامرا نظام الملک اُنکے مقابلہ کو مقرر ہو چکے تہے مگر وہ شاہ جہاں آباد ہی میں مقیم تہے اور مشہور کر رکہا تہا کہ عنقریب جانب کابل روانہ ہونگے یہ ہی اُنکے خیال میں تدبیر ملکی تہی۔

نادر شاہ نے جلال آباد میں ایران کی خبروں سے یہ سنا کہ اُنکے بہائی ابراہیم خاں جنکو کہ امیر الامرا آذربائجان کرکے دار السلطنت تبریز میں حاکم کیا تہا بوجہ جنگ جماعت لزگی ملکت شیروان میں مارے گئے مگر نادر شاہ نے توجہ اس قضیہ پر نہ کیا البتہ کچھ فوج حدود شیروان میں بہیجدیا اور خود جانب پشاور روانہ ہوئے۔

ناصر خاں حاکم صوبہ کابل پشاور میں رہاکرتے اپنی موجودہ فوج سے سرراہ پہونچکر گروہ افاغنہ

اون حدود کو فراہم کرکے راہ پہاڑ سخت وصحرائے تنگ وتاریک کو اپنے گمان میں محکم ومضبوط کرکے منتظر بیٹھے۔ نادر شاہ نے اونکو بپیغام بھیجا کہ میں فلاں روز پہونچوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ راہ سے علحدہ ہوجاؤ۔ مگر ناصر خاں نے نہ سنا۔ روز مقررہ پر نادر شاہ آن پہونچے اور خلق انبوہ افاغنہ وفوج ناصر خاں سے وادی ہلاکت میں جا پہونچے اور خان مذکور زندہ گرفتار ہوئے اور بعد چند روز کے اقرار پایا اور نادر شاہ شہر پشاور میں ٹہر کر آب اٹک سے ذریعہ کشتی اوترے۔

مملکت پنجاب خصوصاً لاہور میں شور فساد مچا ہوا تہا اور شیخ علی حزیں رحمۃ اللہ اوسی شہر میں بیماری سخت میں مبتلا تہے اور صاحب فراش ہو رہے تہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے خلقت ہندوستان کو پہچان لیا تہا اور اونکے اوضاع سے رنج ہوا کرتا اور انکے ادراک وتمیز سے یاس ہوکر حال عاجزوں وزیر دستوں سے دل کو کمال تعلق رہا کرتا اوس زمانہ میں واپسی خراسان کا جو ارادہ تہا اوس طرف ہی نہ جا سکا۔ اور یقیناً ان حرکات ہندوستان سے معلوم کر چکا تہا کہ نادر شاہ ہندوستان میں ضرور آویگا خصوصاً جبکہ صوبہ کابل میں آ چکا ہے۔ شیخ کے خراسان جانے کی وہی راہ تہی اور طبیعت وعقل اہل ہند سے اون کو یقین ہو چکا تہا کہ اوس طرف جانے کو بحرکت طلب نادر شاہ بہ ہندوستان سمجھیں گے اور یہ منظور نہ تہا۔ قطع نظر راہ کا شور وفساد مانع جانے کا جانب خراسان تہا۔ لہذا شیخ لاہور میں رہ گئے اوس زمانہ کے فتنہ وفساد سے نہ تو اسکی امید شیخ کو تہی کہ اوضاع اہل ہند اس طور سے بدل جائیں کہ نادر شاہ کو موقع غصہ نہ رہے اور نہ خود شیخ کو یہ موقع بوجہ اختلال حال تہا کہ لشکر قزلباش سے طرح حال معاشرت ہندوستان بیان کرکے اونکو روکے مجبوراً باوجود ضعف ونقاہت تمام لاہور سے جانب سلطان پور آئے وہاں پر بہی فساد تہا کئی ہزار قطاع الطریق سے راہ کو بند کر رکہا تہا۔ شیخ چند روز وہاں رہکر سرہند میں آئے۔ اور وہ تمام زمانہ گیر ودار اور کیا منزل کا جنگ وجدل وفساد میں

گذرا اور نادر شاہ کنار لاہور میں پہونچ گئے ۔

جب نادر شاہ حوالی لاہور میں پہونچے تو ذکریا خاں حاکم لاہور چودہ پندرہ ہزار سپاہ و استعداد حرب سے کنارہ اوس دریا کے جو متصل شہر جاری ہے ۔ بعد مضبوطی اطراف کے صف آرا ہوئے مگر عجب طریقہ صلح وجنگ کا اوس زمانہ ہند میں تھا۔

نادر شاہ نے کچھ فوج لیکر گھوڑے دریا میں ڈالدئے اور دریا کو طے کرکے چند سوار قزلباش کو سپاہ لاہور پر حملہ کا حکم دیا۔ شجاعان و بہادران جو کہ سواری میں ماہر تھے بھاگ نکلے اور بقیہ متفرق ہوگئے آخر حاکم شہر قلعہ میں جا چھپا اور نادر شاہ متصل شہر اوترے حاکم لاہور عریضہ نیاز و معذرت کا بھیجکر خواہان امان ہوا اور حضور نادر شاہ میں خلعت و عزت پائی اور بدستور سابق برقرار رہا ۔ نادر شاہ ایک جماعت کو قلعہ لاہور میں چھوڑکر جانب شاہ جہاں آباد ۱۱۵۱ھ روانہ ہوا اور محمد شاہ مع جمیع امراء لشکر کے شہر سے نکل کر نہایت آہستگی میں روانہ ہورہے تھے ۔

شیخ سرہند سے کہ چوروں کی وجہ سے خراب ہورہا تھا ہمراہ جماعت پیادگان بندوقچی کہ اپنے ساتھ رکھتے تھے جانب دہلی روانہ ہوئے اور درمیان لشکر محمد شاہ سے کہ دو ماہ میں چار منزل طے کی تھی اور نہایت اژدہام تھا ۔ عبور کرکے شہر میں آگئے اور بعد چند روز کے اوس شہر شوریدہ اوضاع سے دو تین خدمتگاروں کو لیکر گوشہ نشینی کی۔

نادر شاہ کا کرنال میں پہونچکر محمد شاہ سے جنگ کرنا و غالب ہوکر قلعہ شاہ جہاں آباد میں آنا ۔ بلوہ ساکنین دہلی پر قتل عام دہلی ہونا پھر سندھ و کابل کو اپنے قبضہ میں لیکر ۔ اور شادی اپنے فرزند کی کرکے محمد شاہ

کو تخت پر رکھنا

نادر شاہ نے لاہور سے بہی تا رسید بہ لشکر گاہ ہندوستان پیغام روانہ کرنے محمد خاں ایلچی اپنے کا محمد شاہ سے کیا مگر معلوم نہیں کس مصلحت سے ایلچی کو رخصت نہ کرتے بلکہ اپنے ہمراہ رکہتے تا اینکہ نادر شاہ کرنال میں کہ چار منزل دہلی سے ہے آن پہونچے اور دونوں لشکریں جنگ کی نوبت آگئی - ہندیوں نے توپ خانہ اپنے گرد رکہا تہا اور اوسی میں محصور ہو گئے تہے۔

فوج قزلباش نے اِنکے اطراف پر ترک و تاز (دوڑ دہوپ) کرکے راہ آمد و شد مردم و غلہ کو بند کر دیا تہا۔ جو حالت کہ عالم غرور میں گمان میں بہی نہ گذری تہی وہ دیکھنا پڑی۔ نادر شاہ نے فوج کے دو حصے کئے ایک اپنے خیمہ گاہ میں چہوڑا۔ اور ایک فوج سے حملہ کیا۔ برہان الملک زندہ گرفتار ہوئے خان دوراں امیر الامراء و مظفر خاں اُنکے بہائی و امرائے نامی لشکر کثیر کے ساتہ قتل ہوئے کہ شب حایل ہو گئی۔ محمد شاہ و بقیۃ السیف کو ابہی خلق بنیاد نہی چونکہ سواران قزلباش کو منتشر پا چکے تہے لہذا نہ مجال فرار دنہ طاقت قرار نہی اگر سواران قزلباش سے دو چار بہی نہ ہوئے تو رعایائے حدود سے زندہ بچکر جانا ناممکن تہا مگر یہ کپڑے تک اوتار کر دیدیں۔

خلاصہ نظام الملک و محمد شاہ ہمراہ بعض مقربان نادر شاہی بغرض معذرت لشکر نادر شاہ میں گئے اور امان پائی۔ نادر شاہ کو تسلی دیکر خوش خبری عدم تعرض جان و ملک و ناموس دیا۔ اور دونوں لشکر شہر میں آنکر قلعہ شاہ جہاں آباد میں اوترے اور محمد شاہ بہی اوسی قلعہ میں تہے۔ امراو لشکریان ہند بوضع معمول سابق اپنے مکانوں میں اوترے یہ واقعہ ۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوا جب گیارہ ذی الحجہ کو وقت عصر کا ہوا تو شہر والوں نے مشہور کر دیا کہ نادر شاہ مر گئے۔ بعض نے کہا کہ مر گئے اور بعض نے کہا کہ محمد شاہ نے

غدر سے ہلاک کیا۔ پھر شہرت اون کی موت کی خبر ایک گھنٹہ میں مشہور ہو گئی حالانکہ وہ صحیح وسالم جمع کثیر کے ساتھ قلعہ میں بیٹھے تھے اور شب و روز فیصلہ مہمات میں مشغول تھے اور تھوڑے سپاہی نادر شاہ کے گرد قلعہ و خانہ ہائے شہر میں ٹھہرے تھے اور تھوڑے کنار رود کہ متصل شہر ہے اوترے ہوئے تھے۔

مجملاً اس شہرت کاذبہ کے ہوتے ہی ہر کوچہ و بازار میں فوج احمقان ہتھیار لیکر ازدحام و شورش کر کے قتل و تاراج قزلباش میں معروف ہوئے اور یہ ہنگامہ تمام شہر میں ہو گیا قزلباش کہ زبان ہند سے ناواقف تھے اونکو خبر ہی نہ تھی متفرق طور سے ایک دو ہر کوچہ و بازار میں گھوم رہے تھے انکی غفلت میں ہندی پہونچتے اور مار ڈالتے اور باوجودیکہ رات ہو گئی تھی مگر بلوائیوں نے آرام نہ کیا اور برابر ہنگامہ بڑھتا گیا۔ جب مگر نادر شاہ سے حقیقت حال کا اظہار کیا تو سپاہ کو حکم دیا کہ جو جس مقام پر ہو آرام کرے اور بدلہ نہ لے اور اگر ہندی ان پر ہجوم کریں تو مدافعہ بھی نہ کریں۔

اوس شب میں کسی نے امرا ہند سے کہ واقف کار تھے ہرگز دفع فتنہ و غوغا پر توجہ نہ کی بلکہ چند نفر نادر شاہی جن کو اپنے اطمینان و محافظت مکان خود کے واسطے نادر شاہ سے لیا تھا ان کے مکانوں میں مقتول پائے گئے۔ حالانکہ جنگ کرنال میں قریب بیس قزلباش کے زخم تیر سے تھوڑے آدمی ہوئے تھے اور تین سو سے زیادہ مقتول نہ ہوئے مگر اس ہنگامہ میں سات سو کے قریب قزلباش مارے گئے۔ صبح ہوتے پر وہی ہنگامہ شدت شاید پر تھا۔

نادر شاہ صبح کو قلعہ سے سوار ہوئے اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ اور تھوڑی سی فوج د بیادہ اوس کام پر مامور ہوئے۔ اور حکم دیا گیا کہ جس مقام پر ایک قزلباش مارا گیا ہو کسی کو زندہ نہ چھوڑیں لشکر قزلباش قتل و غارت کرتے ہوئے منازل و مساکن شہر میں آئے اور بہت زیادہ قتل کیا اور مال کثیر اور عیال کو مقید کیا۔ اور بہت حصہ شہر کا جلا دیا۔ جب

دوپہر ہوئی اور تعداد مقتولین حساب سے متجاوز ہوئی۔ نادر شاہ نے ندائے امان بقیۃ السیف

میں دیا۔ لشکریوں نے ہاتھ کھینچا۔ بعد چند روز کے سڑکیں و گلی میں کہ نعش مقتولین سے پر تھیں

اور ہوا میں بھی عفونت آگئی تھی گذر کرنا مشکل ہوگیا تھا حکم صفائی ہوا کوتوال شہر نے

ہر راہ سے عمارات گری ہوئی کے خس و خاشاک کو جمع کرکے بغیر تمیز مسلم و کافر جلا دیا

نادر شاہ نے ذخائر بادشاہی کے علاوہ لوگوں سے روپیہ لیا اور چونکہ واپسی میں جلدی تھی

لہٰذا تمامی ملک سندھ و صوبہ کابل کو بعض محال پنجاب کے کہ تنخواہ صوبہ کابل میں تھا مملکت

ہندوستان و قبضہ محمد شاہ سے متغیر کرکے قبضہ ممالک ایران میں لائے۔

محمد شاہ و امرائے ہند کو طلب کرکے دربار آراستہ کرکے محمد شاہ کو جیغا و امرا کو خلعت دیگر

ضایع کرکے سلطنت کو حوالہ کرکے ایک لڑکی اولاد اورنگ زیب کی نکاح اپنے چھوٹے بیٹے

نصر اللہ میرزا سے کہ ہمراہ تھے کرکے، صفر ۱۱۵۲ھ کو شاہجہاں آباد سے واپس ہوئے۔

اوسی زمانہ مشہوری موت نادر شاہ میں جبکہ یہ خبر ایران تک پہونچ گئی تھی شاہ طہماسپ

صفوی کو کہ جوان تھے اور شہر سبزوار میں تھے نادر شاہ کے بڑے بیٹے رضا قلی مرزا نے کہ

ایران میں نائب تھا قتل کر ڈالا اور خاندان صفویہ کا خاتمہ ہوگیا۔

مدت سلطنت سلاطین صفویہ دو سو بیالیس ۲۴۲ سال تمام تھی جو ہم عہد صفویوں سے ہے۔ شیخ

علیہ الرحمہ روز ورود شاہجہاں آباد سے روز ختم تحریر سوانح عمری تک کہ آخر سال ۱۱۵۴ھ

ہے۔ تین سال کئی ماہ دہلی میں رہے۔ اور فکر واپسی میں تھے مگر ممکن نہ ہوا اس وقت

ان کی عمر ترپن برس کی تھی۔

ملاحظہ ہو سوانح عمری علی حزیں مطبوعہ مطبع ہند شہر بنارس

جو یکم جنوری ۱۸۵۱ء کو چھپی

بنارس میں بروش شاہزادگان بلباس فقیری رہا کرتے بہرہ در وزہ در دربار تھا ایک مرتبہ

اوسی حالت میں نواب وزیر اودھ تشریف فرمائے بنارس ہوئے منظر علو شان و فضل

وتعلق وعزت ایران کے نواب اُنکے مکان پر (فاطمان) خود گئے۔ پہرہ کو دیکھکر شیخ سے یہ مصرع سے کہا۔ در درویش را دربان نباید۔ شیخ نے فی البدیہہ جواب باعتبار اپنے استغنا کے دیا۔ بباید تا سگ دنیا نیاید۔

بنارس میں شعراء وکملاء فن ورئیسان اطراف وجوانب حاضر خدمت ہوا کرتے مگر چونکہ اون کو کسی سے طمع نہ تہی لہذا کسی کی تعظیم نہ کرتے اور ایک چاندی کے کھٹولے پر قریب شہ نشین ساختہ خود جواب تک موجود ہے بیٹھے رہتے۔ شیخ نے حسب حال خود بہت سے اشعار بنارس میں فرمائے ہیں میں انکو بطور انتخاب عرض کرتا ہوں۔

چشم کشودہ است در فیض نوبہار | از داغ ریختہ است دلم طرح لالہ زار
منت خدا را کہ بعون عنایتش | منت پذیر نیستم از خلق روزگار
بنجاہ سالہ ہستی پا در رکاب من | با ذلت سرائے سپنجی نشد دوچار
مستغنیانہ کام زدم چوں مجرداں | بودم اگر پیادہ وگر تاختم سوار
مرہون منتے نیم از فیض بحر و بر | ممنون قطرۂ نیم از ابر نوبہار
ہمت براں سر است کہ خرگہ بروں زند | از تنگنائے عرصۂ ایں نیلگوں حصار
در کو دکے کہ بود دلم مایل ہنر | جوشید ذوق شعر ز طبع گہر نثار
ہر مصرعم ز زلف رسا دلفریب تر | ہر لفظ ام بہ شوخی خال عذار یار
حسن بلاغت و نمک گفتگوے من | شورے فگند در دل عشاق بیقرار
صوفی بجا نقاہ سرائید گفتہ ام | مطرب بہ ساز بزم ز شعرم کشید تار
ہر صفحہ را ز سنبل و ریحاں چمن چمن | مرغولہ زیر خامۂ من ریخت یادگار
تا قرب صد ہزار ز اشعار دلفریب (نسخہ) | بر صفحۂ زمانہ نوشتیم یادگار
معنی بہ حشمتے کہ بود بحر پر شکوہ | لفظش بجودتے کہ بود موج جویبار
پیرایۂ قبول وصفائی نفس ہم | لطف اشارت ونمک عاشقی بکار

شرمندہ بمنت گہر ہائے آبگوں　　　　پروردہ منت سخنہائے آبدار

گاہے مگر بخاطر آیندگان رسم　　　　مادر گذرگہ سخن ماست پائدار

اکنوں نماندہ است بدل ذوق گفتگو　　　　کوتاہی از من و کرم از آفریدگار

خامش حزیں کہ نامہ بپایاں رسانده

وقت است خامہ را فگند دست رعشہ دار

حالت استغنار، شیخ و کسی کی تعظیم نہ کرنے سے بعض کملار فن کو ناگوار ہی ہوتا کیونکہ فن کے اعتبار سے ہر شخص کو رتبہ مساوات ہوتا ہے مگر فن کے ماہر اکثر حاضر ہوتے اور اپنے اشعار کو سناتے جن میں شیخ کو اکثر ضرورت اصلاح کی ہوتی۔ کسی شاعر نے آن کر اپنا یہہ شعر پڑھا ؎

سیہ چوڑی بدست آں نگار نازنیں دیدم

زشاخ صندلی پیچیدہ مارے عنبریں دیدم

سنکر فرمایا۔ در تمام ولایت بگردیدم شعر و مدار اکنوں شنیدم اس طوالت کی کیا ضرورت ہے صرف اسقدر کافی ہے ؎

سیہ چوڑی بدست آں نگارے

زشاخ صندلی پیچیدہ مارے

شیخ کی طبیعت فن شعر میں ایسے اعلیٰ تبحر و ملکہ پر تھی کہ جسکا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے بڑے بڑے اہل زبان و سخنور اپنے عمدہ مضامین کو بحیلہ اصلاح سناتے شیخ اون کی تعریف اپنی تہذیب و متانت سے فرماتے مگر جب اونکا اصرار ہوتا تو اس طور سے الفاظ کی تبدیل کرتے کہ اونکا حسن کلام اول سے بدرجہا بڑھ جاتا چنانچہ ایک شاعر نے اپنا یہ شعر پڑھا اگرچہ ظاہر میں اصلاح کو کہا مگر باطن میں اپنے نزدیک چوٹی کا شعر پڑھا تا کہ اظہار کمال ہو ؎

خجل از روے حبابم کہ دریں ظرف تنک
آنچہ در کیسۂ خود داشت بدریا بخشید

شیخ نے باعتبار مضمون آفرینی تعریف کی مگر جب اون شاعر کا اصرار ہوا تو محض دو لفظ بدلکر لطف شعر کو دو بالا کر دیا۔

خجل از چشم حبابم کہ دریں ظرف تنک
آنچہ در کاسۂ خود داشت بدریا بخشید

کیونکہ خجالت کا تعلق رو سے نہیں بلکہ چشم سے ہے۔ اور کیسہ والے کے دینے سے کاسہ والے کا دینا زیادہ ممدوح ہے۔

ایک شاعر شوریدہ حال ساکن جونپور شوق ملاقات میں آئے اور باعتبار دعوے ہمسری اوسی کھٹولا پر بیٹھ گئے جو شیخ کے واسطے مخصوص تہا۔ شیخ کو بڑا معلوم ہوا فرمایا:۔ دریں بزم رو نیست بیگانہ را۔ اونہوں نے جواب دیا کہ پروانگی داد پروانہ را۔ شیخ سنکر نہایت محظوظ ہوئے حالت دریافت کی تو اونہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

سرم از سنگ طفلاں لالہ زار است
جنوں گم کردہ ایام بہاری

سنا جاتا ہے کہ سودا کا کلام اونکو بہت پسند آیا۔ سودا نے جب دروازہ شیخ پر آنکر محض اپنے تخلص کے ساتھ اطلاع کرائی تو چونکہ سودا سے مرض مالیخولیا ہوکر آدمی دیوانہ ہوجاتا ہے۔ لہذا شیخ نے کہا کہ وہ بازار میں جاکر کلوخ طفلاں کہائے یہاں سودا کا کیا کام ہے۔ اوس وقت اونہوں نے کہلایا۔ مرزا رفیع الدین تخلص سودا حاضر ہے۔ شیخ نے یہ سنکر بلوالیا۔ اونکو بہی اول میں شیخ نے مثل احاد شعرا سمجھا اور کہا از پوچ گوئی خود ہیچ بگو سودا نے عرض کیا میں تو مشتاق کلام حضور ہوکر آیا ہوں۔ اوس وقت شیخ نے یہ شعر پڑھا ؎

تا تیر تو زہ کرد کمانے بہ کمینے

یک صید نیا سود زمانے بہ زمینے

سودا نے بعد تعریف فی البدیہہ سکوت کیا اور یہ شعر خود فی البدیہہ پڑھا۔

ناوک سے نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

شیخ اوس وقت تک محاورہ اردو تڑپنے سے واقف نہ تھے۔ پوچھا تڑپیدن چہ چیز سودا نے تبلایا۔ شیخ سنکر نہایت محظوظ ہوئے اور کہا اک مرغ قبلہ نما رہ گیا تھا اوسکو بھی تم نے نہ چھوڑا۔

راجہ بلونت سنگھ کو اون سے خلوص خاص تہا اور باعتبار قدر دانی کاملین و مسافرین اونکی نہایت قدر کرتے اور اونکے ضرورتوں کو پورا کرتے اور خود اونکے یہاں جایا کرتے وہ بھی نہایت خلوص سے راجہ سے پیش آتے اور دوام عمر و دولت راجہ میں کوشاں رہتے۔ چنانچہ شجاع الدولہ سے سفارش کرنا شاہد ہے جیساکہ حالات راجہ مذکور میں وقت ارادہ لینے حصار چنارگڈہ وتوجہ شجاع الدولہ میں مذکور ہوچکا۔

چیت سنگھ کو زمانہ صغرسنی میں راجہ بلونت سنگھ شیخ علی حزیں کی خدمت میں بھیجا کرتے اور شیخ اونکو اپنے خاص کھٹولا تقرئی پر (جسپر اپنے سوا کسی کو نہ بیٹھنے دیتے) بٹھلا لیتے اور اپنے دست مبارک سے پنکھا ہلاتے اور چلتے وقت کوئی چیز از قسم جواہر خواہ اشرفی دیتے بعد موت شیخ ریاست میں حسب حساب عطیہ جات شیخ کیا گیا تو چالیس ہزار کی اشیاء تہیں۔

شیخ مذکور اعلی اللہ مقامہ کے اخراجات سب پر روشن ہے کہ مثل شاہزادگان و امراء اس نقریب بسر کرتے اور تمام عمارت فاطمان اونہیں کی بنوائی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہاں کی زمین قبل ورود اونکے بالکل صحرا میں شمار ہوتی مگر آمدنی کا حال کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ اکثر

ذی فہم دست غیب کا گمان کرتے اور چونکہ اُنکے رسالہ عملیات خاص میں جو کتب خانہ حکیم محمد صادق صاحب مرحوم دوبی پور بنارس میں ہے ایک عمل دست غیب کا لکھا ہے جس میں چالیس روپیہ روزانہ کی آمدنی اور اونتالیس خرچ کرکے ایک کا باقی رکھنا اور برابر پورا ہونا تحریر ہے اوس میں یہ شرط لکھی ہے کہ ایسے مقام پر وہ شخص سکونت رکھے کہ آدمی کی آواز نہ سُن سکے اور یہ شرط مذکور شیخ میں تھی۔ لہذا اس خیال کے لوگوں کی تائید ہو سکتی ہے۔

شیخ مذکور ننہال کی طرف سے بادشاہ صفویہ کے خاندان سے تھے جنہوں نے ایران میں دو سو برس سے زائد سلطنت کی ہے اور علوم و فنون کا رواج اونکے زمانہ میں پوری طور سے ہوا ہے اور ذریعہ تصانیف و نیز خوبی اوصاف خود اپنا نام نیک چھوڑ گئے ہیں۔ مہماں نواز بھی انتہا درجہ کے تھے۔ شاہ ہمایوں کی مدد کرکے اُنکو پھر ملک ہندوستان پر قابض کرایا ہے۔ تا اینکہ نادر شاہ اونکے ملازم نے اُن سے تخت شاہی کو غضب کیا ہے جسکا ذکر ہو چکا۔

چنانچہ شیخ کے انتقال پر جب ریاست میں حساب ہوا تو چالیس ہزار کے مالیت کے تحفہ جات نکلے۔ شیخ نے راجہ طوبنت سنگھ سے زمین لی اور روضہ فاطمان کی تعمیر کی جو اب تک موجود ہے اور اوسی میں قبر شیخ بھی ہے۔ قریب مقام قبر خود ایوان و شہ نشین و مسجد بنائی یہ مسجد ۱۱۶۷ھ میں تیار ہوئی اوسوقت عمر شیخ ۶۶ برس کی تھی۔ شیخ نے یہ تاریخ اوس کی کہی ہے

جبہہ بر خاک نہ دریں مسجد ۔۔۔ کز برائے عبادت است ایں جا

بہر تاریخ ایں بنا ہاتف ۔۔۔ گفت درگاہ حاجت است اینجا

۱۱۶۷ھ

چنانچہ ابتک وہ احاطہ بنام درگاہ مشہور و معروف ہے۔

اگرچہ شیخ کی تمنا واپسی ملک خود و زیارت قبور ائمہ معصومین واقع کربلا معلی و نجف اشرف

ومشہد طوس وغیرہ علی ساکنیہم سلام اللہ وتحیتیاتہ تھی اور ہند سے نکل جانا چاہتے تھے
جیساکہ اپنی رباعیات میں فرماتے ہیں۔

از ہند نجس نجات می خواہم وبس　　　غسلے بہ شط فرات می خواہم وبس
مرگے کہ بود بکام دل در نجف است　　　از بہر ہمیں حیات مبخواہم وبس

پھر دوسری رباعی حسرت دوری حریم مکہ ونجف میں فرمایا ہے۔

ہجرت ز حریم مکہ دوری ز نجف　　　دل را باسف داد وبافسوسم کف
غافل کہ مکافات چنیں جرم مرا　　　آرد سوئے ہند وسازدم عمر تلف

گر ہند سے جانا اونکو ممکن ومیسر نہ ہوا اور بہت سے موانعات پیش آتے گئے لہذا بنارس ہی کو اپنا مسکن دائمی قرار دیا اور چونکہ طبیعت تجرد پسند اور اہل دنیا سے کنارہ کش تھی لہذا بیرون آبادی اپنا قیام رکھا جسکی تمنا اونکو زمانہ طفلی سے تھی۔ جبکہ ہر مقام پر کہ ایران میں پہونچتے اور گوشۂ عافیت دیکھتے وہاں قیام کرنا بہتر سمجھتے تا انکہ خاک ہند اس گوہر مراد کو کھینچ لائی۔

مشہور یہ ہے کہ بنارس میں اونہوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں۔ حزیں تم یہیں رہجاؤ لہذا یہ شعر کہا اور قبر برکندہ کرانے کو حکم دے گئے ؎

زباں دان محبت بودہ ام دیگر نمیدانم　　　ہمیدانم کہ گوش از دوست پیغامے شنید اینجا
حزیں از پائے رہ پیما بسے سرگشتگی دیدم　　　سر شوریدہ بر بالین آسایش رسید اینجا

چنانچہ یہ دونوں شعر سنگ قبر پر جیب وراست کندہ ہیں اور بائیں قبر پر یہ شعر لکھا ہے ؎

روشن شد از وصال تو شبہائے تار ما
صبح قیامت است چراغ مزار ما

اور سرلوح پر یا محسن قد اتاك المسیئ کے بعد نام شیخ بایں الفاظ ہے العبد الراجی رحمة ربہ محمد المدعو بعلی بن ابی طالب الجیلانی۔

شیخ نے وصف بنارس و اہل بنارس میں باعتبار مذاق شاعری یہ شعر کہے ہیں ؎

از بنارس نہ روم معبد عام است اینجا
ہر برہمن بچۂ لچھمن و رام است اینجا

پری رخان بنارس بہ صد کرشمہ و رنگ	پے پرستش مہدیو چون کنند آہنگ
بگنگ غسل کنند و بسنگ یا مالند	زہے شرافت سنگ و زہے لطافت گنگ

شیخ نے بظاہر زیادہ کلام اپنا غزل گوئی و تعریف حسن و عشق پر رکھا مگر یہ طریقہ اونکا بوجہ انس علم و مضمون آفرینی سے تہا ورنہ شان شیخ کی اس سے ارفع و اعلی تہی کیونکہ شیخ کا علم پایہ فضل و کمال کو پہونچا تہا اور نہایت محقق تہے جیساکہ اُنکے حالات سے ظاہر ہوچکا۔

شیخ نے قریب عمر ستر برس میں مثنوی ودیعة البدیعہ کہی ہے جو اصلی صفت کو ظاہر کرتی ہے جسکو اونہوں نے خواجہ سنائی کے کلام کے بحر میں لکہا ہے۔ اوس وقت تک پچاس ہزار شعر کہہ چکے تہے۔ شیخ نے اس مثنوی میں تفسیر کلام مجید مع مضامین حکمیہ و کلامیہ نظم فرمائے ہیں جو اونکے کمال تحقیق و اعلیٰ درجہ کے فاضل محقق ہونے کا نمونہ ہے۔ اشعار میں گویا کہ علم کلام کو نظم فرمایا ہے جسکو علماء اسلام نے اپنی تحقیقات و ثبوت عقاید میں بمقابلہ فلاسفہ اونہیں کی دلیل سے ثابت کرکے علحدہ علم مدوّن فرمایا ہے۔ یہاں ملخصًا اُنکے اشعار مثنوی مذکور سے لکہہ رہا ہوں۔ ؎

چوں زمن پیش خواجۂ عارف	آں بہ اسرار سالکان واقف
خواجہ غزنوی سنائی زاد	کہ بروحش تحیت حق باد
زد دریں بحر نقش گویائی	کہ کند کو ثرش جبیں سائی

عندلیب قلم ز طبع حزیں　　　طلبیدے حدیقۂ دومیں

نقش چندے بار تحال زدم　　　آہ از تنگی مجال زدم

بو کہ منظور اہل دید افتد　　　ویں سیہ نامہ رو سفید افتد

بعد پنجہ ہزار شعر گزیں　　　کہ درآمد بدفتر تدویں

عمر ہم در جوار ہفتاد است　　　مشت خاکے مرا براز باد است

رنجہ کلکم شد از شکر خائی　　　شاعری چیست بادہ پیمائی

عمر در مستی گذارہ گذشت　　　مستعارم بہ استعارہ گذشت

تا بکے وزن و قافیہ سنجم　　　حق بدست منست اگر رنجم

پیشہ متبذل نہ کار منست　　　شاعری عار اعتبار منست

خاصہ در روزگار بے نصفت　　　واندریں عصر بے تمیز صفت

کہ بجا ماندہ بشم بافے چند (مراد شاعر)　　　ژاژ خایاں ہرزہ لافے چند

ہم صفیران با وفا رفتند　　　سینہ صافاں با صفا رفتند

چوں قلم زیر تیغ بالیدم　　　زخم خوردم سخن سرائیدم

مزد و منت نداشتم خواہش　　　خاطر آسودہ بود با کاہش

سخنم بشنود سخندانے　　　ہدیہ سازد دعائے غفرانے

ہر کہ مارا بخیر یاد کند　　　غم و اندوہ خیرباد کند

شیخ نے اس مثنوی میں چونکہ اپنی قابلیت کا اظہار فرمایا ہے۔ لہٰذا حسب مذاق خواص صاحبان علم ہے اور واقع میں عجیب عجیب نکات علمیہ کو فرماتے ہیں۔ چنانچہ خاتمہ کتاب میں خود ہی فرما گئے ہے

ایں نہ گفتم کہ عامیاں خوانند　　　قدر ایں نامہ عارفاں دانند

در جہاں نکتہ رس نمی بینم　　　مرد ایں نامہ کس نمی بینم

جوئی شہدے کہ از قلم جاری است	نہ شراب عوام بازاری است
ببرد ہر کسے ز حلوا بہر	کہ بود در مزاج مرضی زہر
طفل شش روزہ را طعام ثرید	می فشارد گلو بعصر شدید
لقمۂ گردہی بکودک خورد	طمع از وے ہبر کہ کودک مرد
ہیر کودک مزاج بے حصر است	بالغ ارشد نادر العصر ست
تلخ اگر حرف ماست در کاست	عقل شیریں کناد در جاست
داروے تلخ رنج بزد آید	سخن تلخ سودمند آید
نسخ ایں خامہ موج تسنیم است	طعنہ بر خود مداں کہ تعلیم است
حکمتم جوں تو فرق نگذاری	سخن راست طعنہ پنداری

شیخ ایسے پرگو تھے کہ اس مثنوی کو جو اعلیٰ مضامین علیہ سے پُر ہے بہت کم زمانہ میں ہفتہ کے اندر کہا۔ جیسا کہ اپنے خاتمہ میں فرماتے ہیں ؎

فرصت گفتن و شنیدن کو	طاقت یک نفس کشیدن کو
رفتہ از جوشش رعشہ پیری	از کفم قدرت قلم گیری
گوہرے چند کز قلم سفتم	چند ساعت ز ہفتہ گفتم
داشتم گر مجال یکشبۂ	میرساندم سخن بمرتبۂ
کز بہائے نیاز یش خواندن	لیک وا ماندم از سخن راندن
نکلیے کہ آفریدہ سخن	کہ ندارم سر سخن گفتن
قلم اکنوں بدیدہ ام خار ست	صفحہ بر طبع نازکم بار ست
سرو برگ سخن سرائے کو	کُلُّ شَیْءٍ یَزُولُ اِلَّا ھُو
غفر اللہ ذُنُبنَا وَ عَفَا	حَسْبُنَا اللہ رَبُّنَا وَ کَفٰی

شیخ کا سن جب بہتر برس کا ہوا اوس وقت میں علاوہ دیگر کلام کے یہ رباعی

فرمائی ہے

از صرصر سیل ناشکیبا نشدیم | کاہیم ولے جو کوہ از جا نشدیم
این مردی ما بسکہ بہفتاد دو سال | یک جنبشِ زدن زبون دنیا نشدیم

رمضانی اُنکے خادم نہایت فاضل و قابل و شاعر تھے۔ شیخ کے کلام موزوں کا جواب موزوں دیتے۔ ایکمرتبہ شیخ نے فرمایا۔ رمضانی مگساں می آیند اونھوں نے جواب میں عرض کیا حضور۔ ناکساں پیش کساں می آیند۔ پھر ایک مرتبہ شب کے نسبت پوچھا۔ از شب چہ قدر گذشتہ باشد۔ جواب میں عرض کیا۔ زلفش بہ کمر رسیدہ باشد۔ رمضانی کو دیگر علوم میں بھی دخل تھا۔ ایکمرتبہ ایک شاہزادے حاضر خدمت شیخ ہوئے۔ شیخ نے اپنی باغ کا ترنج بطور تحفہ دیا۔ رمضانی کو حکم ہوا کہ پوست سے جُدا کرکے لاویں۔ رمضانی نے شاہزادہ سے پوچھا کہ حضور کو ترش پسند ہے یا شیریں۔ شاہزادہ نے کہا ایک ہی تو پھل ہے اُس میں ترش و شیریں کا فرق کیسا۔ جواب میں عرض کیا حصّہ جانب آفتاب کا شیریں ہے اور دوسری طرف کا ترش۔ شاہزادہ نے جب ہر دو حصّہ کو چکھا تو اوسکے کمال کی داد دی۔
شیخ کا مذہب اثنا عشری امامیہ تھا اونکے دیوان چہارم میں قصاید مدحیہ ہر امام کے اثنا عشر فاطمیہ کی شان میں مذکور ہیں۔ یہ رباعی مدح رسول الثقلین و اونکے وصی کی شان میں فرمایا ہے۔ جو بطور نمونہ عرض ہے۔

برلوح دلم نوشتہ بازینت وزین | نعت شہ کونین و امام ثقلین
آں ہر دو ز اتحاد چوں نورِ دو چشم | نگذاشتہ گنجائشِ غیرے در بین

سید غلام حسین خاں بن ہدایت علی خاں طبا طبائے مصنف سیر المتاخرین اُن ایام میں وارد بنارس بہ مصاحبت صاحب کلاں بوجہ سفارش ڈاکٹر فلرٹن صاحب تھے ہر روز خدمت شیخ میں حاضر ہوتے اور شیخ اونکے علم و فضل و ورع و تقوی سے اُن سے

خوش رہتے۔ سید مذکور نے ۳ جمادی الثانی ۱۱۷۹ھ کو وفات پدر خود کی خبر سنی تو اپنے وطن حسین آباد مونگیر کو بغرض انتظام جاگیر پدر خود دینے سند کے مہاراجہ شتاب رائے منتظم ریاست مرشد آباد سے جانا چاہا۔ شیخ حزیں نے کہ اُس وقت عمر انکی اٹھتر برس کی تھی۔ سید مذکور سے کہا کہ بہت تھوڑا زمانہ میرے ختم عمر کا رہگیا ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ تم اوس وقت تک موجود رہو مگر سید مذکور بوجہ ضرورت خود سند لینے اور سیر المتاخرین میں لکھتے ہیں کہ میں اپنی کم سعادتی سے نہ رہ سکا اور اسکا افسوس مجھکو فی عمرہ رہا۔ تا انکہ بعد لینے سند کے وہیں رہ گئے اور شیخ بنارس میں رہے۔

سیر المتاخرین۔

دیوان چارمیں شیخ میں یہ اشعار شیخ وقت آخر کے نقل کئے ہیں ؎

نہ بندی دل اے بخرد ہوشیار — بجادوے نیرنگی روزگار
فریبندہ دیولیست زریں پرند — سیہ دل نگارے است سیمیں عذار
فراغت نخسپی در ایوان او — کہ سیل است وارکانش نااستوار
چہ بالین و بستر گراں کردہ — کہ ابر است و بام تو سوراخ دار
بہ انس سرائے سپنجی مپیچ — کہ ناپائدار است و بے اعتبار
نبازی بہم سپہر دورنگ — نبازی بایں مہرۂ کم عیار
کمیں کش کمانے است پر کینہ توز — جگردوز تیرے است غافل شکار
گرفتہ است چالاک رخش از حریف — فگندہ است بر خاک سام سوار
دریدہ است درع نریماں بزور — بریدہ است شریان شیراں ہزار
زرہ کردہ بہم ہنر بہمان ز تیر — گرہ کردہ بازوے مردان کار
گراں گشتہ بردوش من زندگی — شکستہ است پشتم دریں زیر بار
بہ عہدے دریں ہفت خوانم اسیر — بہ عمرے دریں ششدرم سوگوار

درین سجن اندوہ گین بے قرین — درین کاخ سیماب گون بے قرار
چہ بویم رہ شکوہ بیکران — چہ گویم ز حرمان یار و دیار
کجا تاب و این سینۂ شعلہ خیز — کجا خواب و این چشم اختر شمار
حزین از نواے پریشان تو — دل غنچہ خون است و اشک ہزار

بیفگن کنون زخمۂ خامہ را
کہ نازک بود تار و کف رعشہ دار

شیخ نے سنہ ۱۱۸۰ھ میں انتقال کیا اور مابین ایوان و شہ نشین و مسجد و روضہ فاطمان (سیدہ) بناکردہ خود میں دفن ہوئے۔ قبر اون کی پختہ ہے۔ اور لوگ محرم و شب ہاے رمضان میں وہاں جمع ہوتے ہیں اور مجالس وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔ بنارس میں یہ مقام نہایت متبرک ہے۔ اون کی قبر کی وجہ سے بہت سی قبور اہل شہر کی وہاں بن گئیں ہیں اور ہر ایک کے وارثوں نے قبہ اپنے اپنے مورث کی قبر پر بنا رکھا ہے۔ اور چونکہ بیگم کمشنر الفنسٹ صاحب کی کہ ہندوستانی تھیں وہیں دفن ہوئیں بلکہ کچھ وقف بھی کیا۔ لہذا اونکے حکم سے پھاٹک اوس روضہ کا سنہ ۱۲۴۴ھ میں تیار ہوا جس پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

صاحب کلان بہادر میدان سروری — افراخت این بنا کہ باوج سما رسید
باب کرم کشاد کہ تاریخ سال او — دروازۂ عظیم ز ہر سو ندا رسید
سنہ ۱۲۴۴ھ

حصّہ سویم

ذکر راجہ جیت سنگہ مین ہے

ولادت سنہ ۱۱۶۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۵۶ عیسوی

جلوس جمادی الاوّل سنہ ۱۱۸۴ھ مطابق اگست سنہ ۱۷۷۰ء

اخراج شوال سنہ ۱۱۹۵ ہجری مطابق اکتوبر سنہ ۱۷۸۳ء

مدت حکومت گیارہ سال

مصاحبان

میر[1] غلام حسین داروغہ توپ خانہ بہائی[2] رام مہاجن

بال[3] کشن ہزاری یہ تینوں معتمد علیہ ریاست تھے

شیخ[1] ایزد بخش وکیل میر[2] عبد اللہ وکیل

گھورو[3] سنگہ

مسند نشینی راجہ جیت سنگہ اور شجاع الدّولہ کا بنارس میں آنا اور آصف الدولہ سے پگڑی بدلوانا۔ یعنی دونوں کو بھائی بنانا

۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء و ۱۴ بہادوں ۱۱۰۷ فصلی میں جب راجہ بلونت سنگہ کا انتقال ہوا اور اون کی لاش منکرنکا گھاٹ چرن پادکا پر کہ مقام مخصوص ان راجاؤں کے واسطے ہے جلائی گئی اور عزیز و رفیق بلونت سنگہ آنجہانی رام نگر واپس ہوئے تو ہر شخص اپنے کام کی فکر میں پڑ گیا۔ بلونت نامہ خیرالدین حسین

راجہ جیت سنگہ[1] کو چونکہ اونکے والد ماجد نے اپنی حیات میں ولیعہد کیا تھا۔ لہذا اونہوں نے بھائیوں اور یا بوان و افسران فوج و عمال وغیرہ کو طلب کر کے کہا کہ قضا سے کسی کو گریز نہیں ہے۔ میرے والد نے جامہ ہستی کو چھوڑا۔ اس درد کی دوا بجز صبر کے کوئی عاقل نہیں تبلاتا لہذا صبر کرتا ہوں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ آنجہانی نے تمہاری پرورش و پرداخت میں کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا اور مجھ سے بھی تم لوگوں کے بارہ میں وصیت کی ہے کہ میں اوس سے تجاوز نہ کروں گا۔ بلکہ حتی الامکان او سے زیادہ رعایت کروں گا اور آپ لوگ بھی میرے پدر کے حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے میری دولتخواہی کرتے رہیں گے۔

---

[1] راجہ جیت سنگہ اپنی صغر سنی میں نہایت خوبصورت تھے۔ اُن کی دل فریبی و جامہ زیبی کو جو ملاحظہ کرتا محو حیرت ہو جاتا۔ جب دربار میں اپنے باپ کے پاس حاضر ہوتے تو نظارہ کرنے والے محو جمال باکمال رہتے اونکے والد بخیال غیور ہونے و نیز بخوف چشم بد کے محفل میں نہ بٹھلاتے بلکہ مکتب میں کہ وہ غنچہ گلستان رعنائی کتاب گلستاں پڑہتے۔ بہیجدیا کرتے البتہ بحکم پدر، خدمت شیخ علی حزیں میں کہ شخص متبرک خاندان شاہ ایران سے و فقیر ذی علم و عمل تھے۔ بہیجدیا کرتے۔

اور چونکہ مسند نشینی بدون فرمان نواب شجاع الدولہ نہیں ہو سکتی تہی لہذا بیڑیاں دے کر رسم ہندوستان ہے ہر شخص کو اپنے اپنے کام پر رخصت کیا اور عرضداشت خدمت نواب وزیر میں متضمن ماتم ہونے اور تذکرہ حقوق خاندانی خود و استدعا بحالی بر منصب پدر بھیجا۔

بلونت نامہ غلام حسین خاں

چونکہ بابو اوسان سنگہ اُنکے زمانہ صغر سنی سے انکے کاروبار سپرد شدہ راجہ بلونت سنگہ منتظم ہو چکے تھے اور اُس وقت میں مسند نشینی کی فکر علاوہ راجہ چیت سنگہ کے راجہ مہیپ نرائن نواسہ فرزند خواندہ بابو منیار سنگہ کو بھی اور یہ دونوں اپنی اپنی جستجو میں تھے خصوصاً رانی گلاب کنور زوجہ آنجہانی اپنے نواسہ مہیپ نرائن سنگہ کیواسطے کوشاں تہیں۔ لہذا بابو موصوف نے خاص کوشش کیکے کارپردازان سرکار و رسالہ داران باقتدار کو موافق کرکے کارخانجات و خزانہ پر اپنا بندوبست کرلیا اور بذریعہ سید نور الحسن خاں بلگرامی کہ اُنکے دوست تھے ایلچی خاں مختار سرکار شجاع الدولہ کو بوعدہ بائیس لاکہ روپیہ و بروایت غلام حسین خاں بارہ لاکہ روپیہ نذر نواب وزیر و دو لاکہہ جمیع عمال۔ بشرط سرافرازی چیت سنگہ و بحالی ملک کی اونپر قرار دیگر موافق و معین خود کرلیا۔

اور شیخ علی نقی کو کلکتہ اسی غرض سے بھیجا کہ اہل کاران سرکار گورنر ہسٹنگ بہادر سے موافقت کرکے وہاں سے بھی اجازت لاویں۔

اور سیدنی راؤ بوتے راجہ پرتہی پت راجہ پرتاب گدہ کو کہ قدیم سے قشقہ راج یعنی راج تلک ان اطراف کی اُنکے گہر سے ہوتی آئی ہے۔ طمع اور امید پر رام نگر میں بلوا کے اونکے ہاتھ سے قشقہ راج کا پیشانی راجہ چیت سنگہ پر دلوایا۔

نواب وزیر نے جب خبر موت راجہ بلونت سنگہ سنی تو فیض آباد سے بقصد بنارس

اُس زمانہ میں دستور تہا کہ خاص خاص خاندان والے راج کا تلک لگاتے جیسا کہ اودہ میں رانا کجور گاؤں تہے اور بنارس کے اطراف میں خاندان پرتاب گدہ تہا۔

روانہ ہوئے۔

اثنائے راہ میں سید نور الحسن خاں سے ملے اور ایلچ خاں کو مربی و سرپرست جیت سنگھ بنایا۔ ایلچ خاں نے نواب وزیر کو اوس ارادہ سے پھیرا جو اونکو ملک لے لینے کا ہو گیا تھا کیونکہ زمانہ بلونت سنگھ میں جسقدر اونہوں نے سعی کی وہ مفید نہ ہوئیں تو اب بعد انتقال بلونت سنگھ پورا موقع اونکو حاصل تھا کہ اپنی آرزو کو پورا کریں۔ مگر ایلچ خاں کی معروضات پر نواب نے اپنا ارادہ فسخ کیا اور واپسی فیض آباد کا قصد کیا۔ تا اینکہ مدار المہام مذکور نے بہ لحاظ عزت افزائی راجہ جیت سنگھ عرض کیا کہ جب حضور نے فیض آباد سے کوچ فرمایا ہے تو اب بنارس کو زینت بخش کرکے اگر جیت سنگھ میں آثار سعادت و اطاعت دیکھیں تو اوسکو سرفراز فرما دیں ورنہ درصورت اظہار تمرد اونکے ملک کو جس بندہ کو چاہیں عطا کریں اور اوسکو مقید کرکے اپنے ہمراہ لاویں۔ نواب کو یہ صلاح پسند آئی۔

ایلچ خاں نے خفیہ راجہ جیت سنگھ کو لکھا کہ بلا اندیشہ تم جونپور میں حاضر ہو اور جسقدر کہ رسوخ و ارادت اپنا ظاہر کر سکو التماس کرو۔ چونکہ اوسوقت اقبال راجہ جیت سنگھ عروج پر تھا لہذا یہہ راے اونکو پسند آئی اور فوراً رام نگر سے سوار ہو جونپور میں پہونچے اور شرفیاب ملازمت نواب وزیر ہوئے اور بہ استصواب دولتخواہان خود عرض کیا کہ مجھکو تمنا حضوری میں حاضر رہنے کی ہے اور جو حکم ہو اوسکی بجا آوری میں خیال بلکہ یقین فخر ہے۔

لہذا یہ ملک و مال جو میرے باپ نے چھوڑا ہے جس فدوی کو حضور چاہیں عنایت کر دیں اور مجھکو ایک روٹی باورچی خانہ سرکاری سے ملا کرے۔ نواب وزیر نے جب یہہ گفتگو و رسوخ اطاعت کو معلوم کیا تو دل نرم ہوا اور مورد تفضلات کیا۔ راجہ جیت سنگھ نے بعاجزی تمام عرض کیا کہ اگر اس بلقدار کو سرفراز کیا ہے تو بنارس میں جلوہ افروز ہو کر خلعت سرفرازی عطا ہو۔ تاکہ موجب عزت و آبروے فدوی ہم چشموں میں ہو۔ نواب وزیر بیسویں ماہ جمادی الاول ۱۱۸۴ھ مطابق ۱۷۷۰ء کو داخل بنارس ہوئے۔ بابو اوسان سنگھ

نے لوازم تواضع و مراسم پیشکش بندگان عالی و تمام ارکان دولت کو جیسا کہ چاہیے ہیا
کیا اور سب کو اپنے حسن سلوک سے خوش کیا۔ پھر بذریعہ ایلچی خان جلوہ افروزی رام نگر
کو عرض کرایا۔ نواب وزیر نے فرط عنایات سے اس التماس کو بھی قبول کیا۔ کاربردازان
سرکار راجہ نے باستصواب اوسان سنگھ دوکانات تمامی رام نگر کو رنگارنگ کپڑوں سائبان
وشامیانہ سے آراستہ کر رکہا تہا۔ اور حویلی گنگا محل کی آئینہ بندی و پردہ ہائے نفیسہ و فرش
مخمل و مشجر سے آراستہ کر کے رشک ارم بنا رکہا تہا تا اینکہ ۲۵ ماہ مذکور سنہ مذکور کو نواب
وزیر مع صاحبزادہ و ارکان دولت کے بعد عبور دریا رام نگر میں مثل جان کے تن
میں آئے۔

راجہ چیت سنگھ و تمامی بابوان و اوسان سنگھ نے دریا کے کنارے تک آکر نذریں
دیں۔ نواب وزیر گنگا محل میں تشریف فرما ہوئے تو راجہ چیت سنگھ کو آصف الدولہ نے
بیٹے سے گلے ملایا اور اجازت پگڑی بدلنے کی (جو کہ طریقہ بھائی ہو جانے کا ہے) دی۔
چیت سنگھ نے عرض کیا کہ خداوند کی دستار تو میرے سر پر باعث عزت و افتخار ہے مگر میری
کیا مجال کہ اپنی دستار کو سر فرزند حضور پر رکہوں۔ نواب کو یہ حسن تقریر پسند آئی اور آصف الدولہ
نے حسب حکم اپنی پگڑی راجہ چیت سنگھ کے سر پر رکہی۔ اور بھائی[1] بنایا۔

راجہ چیت سنگھ نے یہ مہربانیاں دیکہکر فرد گوشوارہ تمامی مال و اسباب و نقد و جنس کو
لاکر زیر قدم نواب رکہا۔ نواب نے ایسا مطیع دیکہکر اپنی طرف سے اونہیں کو بخشدیا۔
راجہ چیت سنگھ نے سوا لاکہ روپیہ کا چبوترہ حضور نواب کے واسطے بنایا تہا اور پینتالیس[45]
کشتی پارچہائے بیش قیمتی اور دو کشتی جواہرات گراں بہا اور پندرہ گھوڑے و پانچ

[1] اوس زمانہ میں رواج تہا کہ جو شخص باخود یا انتہا کا برتاو محبت کرتا وہ بھائی بن جاتا اور علامت
اوسکی پگڑی بدل لینا ہوتی۔ مؤلف۔

ہاتھی نذر کیا۔ اور علی قدر مراتب نذر نواب آصف الدولہ و دیگر صاحبزادگان وارکان دولت لائے۔ نواب وزیر نے سب نذریں قبول فرماکے خلعت راج کی راجہ چیت سنگھ کو دیا اور اپنا فرزند بنایا۔ اور تمامی بابوان کو حضور میں طلب کرکے اطاعت و فرمانبرداری کی تاکید کی اور پھر کوچ کرکے داخل فیض آباد ہوئے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ از خیرالدین حسین۔

جشن مسند نشینی کے روز حسب ہدایت منجمان وقت مقررہ پر پہلے برہمنوں نے بید کی اچھا یعنی فقرات پڑھے پھر راجہ نے سنگھاسن پر کرسی مطلا و مرصع تھی مسند نشینی کی رسم ادا کی ہر طرف سے مبارکباد کی آواز بلند ہوئی۔ نذر کے روپیہ سے انبار کے انبار جمع ہوگئے۔ راجہ نے سوا اشرفی برہمنوں کو اور پانچہزار روپیہ اشعار پڑھنے والوں کو بخشا در باری زری پوش اس کثرت سے تھے کہ وہ مکان غیرت دہ انجم فلک ہو رہا تھا غلام حسین خاں نے یہ تاریخ کہی۔

ہرگاہ کہ چیت سنگھ آں صدر نشیں	برجائے پدر نشست فرخندہ جبیں
اندوہ نجل فگند رفت زدہر	ہرکس بہ دعائے خیر گویا آمین
تاریخ جلوس ہاتفی گفت چنیں	برمسند راج شد زصد مین مکیں

راجہ نے بعد مسند نشینی ایک ماہ تک بزم جشن ملوکانہ مرتب کرکے حظ وافر اوٹھایا اور انعام حسب مدارج طبقات ملازمین میں تقسیم کیا اور مدت مذکور تک ضیافت واقربا و بابوان کرتے رہے اور اسی کے ساتھ خلعت نیابت و مدار المہامی بابو اوسان سنگھ کو دیا۔ آخرانہ سے جو کچھ بابا بایا جسکا تذکرہ آرہا ہے۔ سب چھوٹے بڑے خوش و ناخوش اونکی اطاعت کرتے۔ بابو منیار سنگھ عم زادہ راجہ و لیسران دیوان دیہارام و ندا بھگت برادر دیوان مہر چند بوجہ اسکے کہ اوسان سنگھ کی ابتدا نہایت ذلیل تھی اوسان سنگھ کو بچشم حقارت دیکھتے اس وجہ سے دونوں طرف سے رنج و عداوت بڑھتی جاتی۔

ترجمہ پٹہ جو نوّاب شجاع الدولہ نے راجہ چیت سنگہ کو دیا۔ از کتاب عہدنامجات مترجمہ کنھیا لال۔ جلد دوم

سرکار بنارس و چنار و محالات سرکار جونپور وغیرہ مع مالگذاری و رقم سوای و سائرادرحویلی محمد آباد یعنی بنارس و ملبوس خاص و پرگنہ بودر وغیرہ و تعلقہ سکما حسو من متعلقات پرگنہ خاندیش و پرگنہ بھدوہی و سکتیس گڈہ و نجے پور و سرکار غازیپور و پرگنہ سکندرپور خرید شادی آباد و پتہ سرنج وغیرہ مع مالگذاری و سائر بعد مجرادینے رقم دستور دیوانی و نانکار و نصف جاگیر بھدوہی و دیگر جاگیرات مرفوع القلم کے وجو کچہ رقم منہائی سابق مجرا ملتی تہی میں اب کلیتہً دیتاہوں اور سپرد تمہارے کرتاہوں بعوض مبلغ ستائیس لاکہ اڑسٹھ ہزار چارسو او نچاس سکہ بنارس مع اصل و اضافہ کے حسب تفصیل ذیل اور کچہ خرچہ سہ بندی نہ لیا جاویگا مناسب ہے کہ تم مبلغان مذکورہ بالا سرکار کو بموجب اقساط مفصلہ ذیل کے سال بسال ادا کیا کرو اور بعون الہٰی اس پٹہ سے انحراف ہوگا۔

تفصیل اداے راجہ بلونت سنگہ

بابت بنارس	[illegible] لکہ
بھدوہی	ایک لکہ
سکتیش گڈہ	[illegible]
نجے پور	لکہان
غازی پور	[illegible]
شادی آباد	[illegible]
کل	[illegible] لکہ — پچیس لاکہ چہیاسی ہزار چہ سو سات روپیہ

منہائی نانکار و نصف جاگیر بہدوہی و التمغا ۔۔۔ اڑسٹھ ہزار ایک سو اٹھادن

اصل روپیہ ادائے راجہ بلونت سنگھ ۔۔۔ بجیس لاکھ اٹھارہ ہزار چار سو او نچاس

اضافہ مقبولہ راجہ جیت سنگھ ۔۔۔ لکمان ۔۔۔ دولاکھ پچاس ہزار

اصل روپیہ ادائی راجہ جیت سنگھ ۔۔۔ ستائیس لاکھ اڑسٹھ ہزار چار سو او نچاس

المرقوم ۲۷ ماہ رجب ۱۱۸۴ھ

ترجمہ صحیح ہے

دستخط ولیم ریڈفرن

مترجم فارسی

کتاب عہدنامہ صفحہ ۴۵۲ مطبع نول کشور جلد دوم

عرض راقم

چونکہ تاریخ ہذا میں جنگ شجاع الدولہ با خوانین رام پور کا ذکر ہے اور اس جنگ کی تفصیل و ایضاح میں ضرورت تحریر خاندان حکمرانان رام پور ہے۔ لہذا بطور اختصار مع عہدنامجات جن سے تعلق اس جنگ کو ہے۔ رام پور کے حالات کتاب عہدنامجات (مترجمہ کنہیالال جلد دوم یعنی ایجیسن ٹریٹیز سے لکھہ رہا ہوں جسکو اوسکے مصنف نے از روے رپورٹ صاحب کمشنر روہیلکھنڈ و دیگر کاغذات دفتر گورنری سے تحریر کیا ہے اور راقم مؤلف نے بعض مقام پر بنظر ایضاح مطالب دوسری کتابوں سے بھی مدد لیکر اونکے نام لکھدیا ہے۔

اول افغان روہیلہ جو روہیلکھنڈ میں باعث امارت وسروری ہوئے دو بہائی شاہ عالم اور حسین خاں نامی تہے۔ شاہ عالم کے فرزند داؤد خاں نے کچہ مرتبہ شروع اٹہارہ صدی میں حاصل کیا تہا اور ترقی اِس خاندان کی علی محمد خاں سے ہے جنکو داؤد خاں نے متبنّی کیا تہا۔ علی محمد خاں کو بعد وفات اپنے والد کے چونکہ زیادہ فتوحات نصیب ہوئیں۔ لہذا بہت سے افغان اُنکے شریک ہوگئے۔ اور چونکہ بمقابلہ سادات بارہہ یعنی نواب عبد اللہ خاں وزیر اور اونکے بہائی حسین علی خاں امیر الامرا کے اون سے خدمات شایستہ ظہور میں آئیں۔ لہذا دربار محمد شاہ سے خطاب نواب کا عطا ہوا اور زیادہ تر ملک روہیلکھنڈ کا اونکو دیا گیا۔ اتفاق زمانہ سے صوبہ دار اودہ (نواب صفدر جنگ) اون سے ناراض ہوئے اور اونہوں نے حسب اجازت محمد شاہ آخر زمانہ محمد شاہی میں فوج روہیلکھنڈ میں بھیجی کیونکہ اقتدار افاغنہ کہ اُنکے جوار صوبہ میں تہا اونکو پسند نہ تہا۔ علی محمد خاں بہ مجبوری حاضر ہوئے اونکو حکم ہوا کہ ملک چہوڑ دیں اور دو بیٹے اپنے بطور اول حوالہ کریں۔

تہوڑے زمانہ کے بعد اونکو علاقہ سرہند پر مقرر کیا مگر چونکہ آخر زمانہ محمد شاہ میں بدنظمی بوجہ حملہ احمد شاہ ابدالی بادشاہ کابل کے ہندوستان میں واقع ہوئی تہی۔ لہذا علی محمد خاں سرہند کو علاحدہ سمجہ کر اوسکو چہوڑ کر روہیلکھنڈ میں آئے اور یہاں اپنی سرداری قایم کی اور احمد شاہ پسر محمد شاہ کے عہد میں اِس ملک پر مالک مستقل ہوئے۔ اِنکے چہہ پسر تہے دو فرزند حضور شاہ میں حاضر رہتے اور چار بیٹے نابالغ تہے۔ قبل از وفات اونہوں نے انتظام اپنے چہہ فرزندوں کا کر دیا تہا اور حب تک دونوں بڑے فرزند رہا ہو کر آ دیں اور چاروں نابالغ لڑکے حد بلوغ کو پہونچیں اوس وقت تک اپنے علاقہ کو سپرد حافظ رحمت خاں برادر خورد دوند خاں برادر زادہ داؤد خاں کے کر دیا تہا۔ بعد وفات علی محمد خاں اُنکے

دونوں فرزند رہا ہوئے۔

ملاحظہ ہو کتاب عہدنامجات جلد دوم

روایت مذکورہ بالا سے مقصد صفدر جنگ دربارہ صوبہ روہیلکھنڈ و اقتدار افاغنہ کا بڑا معلوم ہوتا مجمل معلوم ہو چکا اُنکے نسبت صاحب ملخص التواریخ و سلطان الحکایات یوں تحریر کرتے ہیں کہ جب خبر موت محمد شاہ احمد شاہ نے جنگ مقابلہ احمد شاہ درانی میں سنی اور خود تخت نشین ہو کر صفدر جنگ کو اپنا وزیر کیا جیسا کہ مذکور ہو چکا تو صفدر جنگ نے نواب قائم خاں قایم جنگ بنگش حاکم فرخ آباد کو اشارہ بغرض نکالنے ملک اولاد علی محمد خاں سے کیا تا کہ ان دونوں میں سے جو مارا جاوے اوسپر مجھے دخل دہی کا موقع مل سکے اور میں اپنا قبضہ جمالوں۔

اولاد علی محمد خاں مذکور سے نواب سعد اللہ خاں بڑے بیٹے جو کہ داماد حافظ رحمت خاں تھے بجائے پدر مسند نشین تھے گو دوسرے داماد دوندے خاں بھی حکومت کرتے تھے مگر سرداری بنام سعد اللہ خاں تھی۔ سعد اللہ خاں نے نواب قایم خاں کے ارادہ حملہ پر عاجزی حد سے کیا۔ مگر قائم خاں نے نہ مانا تا اینکہ قائم خاں خود جنگ میں مارے گئے۔

صفدر جنگ اُنکے مرنے کی خبر پاکر ذریعہ دخل دہی خود سمجھ کر احمد شاہ بادشاہ کو ہمراہ لیکر ۳۰۔ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۳ھ مطابق سنہ ۱۷۵۰ء کو چلے اور محمد خاں برادر قائم خاں کو مع اُنکے سات غلاموں کے جن کی رای پر انتظام سلطنت تھا مار ڈالا اور مادر قایم خاں کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اونہوں نے ساٹھ لاکھ روپیہ نقد و جنس پر اوسوقت میں صفدر جنگ سے صلح کر لی تھی۔

نواب وزیر صفدر جنگ نے سعد اللہ خاں سے بھی تقاضا توپ خانہ قایم خاں دیا تھی و مال وغیرہ غارت شدہ کا کر کے سنہ ۱۱۶۳ھ میں قبضہ ملک مقبوضہ بنگش پر کر کے

دہلی واپسی کی مگر شہر فرخ آباد مع بارہ موضع کے کہ التمغا افاغنہ بنگش میں تہا مادر قایم خاں
پر باقی رہ گیا۔ نواب وزیر نے راجہ نول رائے کو وہاں کا منتظم کیا اور وہ قنوج میں کہ
جاگیر وزیر میں تہا قیام پذیر ہوئے۔

مادر قائم خاں نے احمد خاں کو کہ اونکے برادر علاتی و رفقائے وزیر سے تہے کلمات
غیرت سے برانگیختہ کیا اور اخراج نول رائے کو ترغیب دی تا اینکہ ۱۱۶۳ھ میں نول رائے
مارے گئے پہر صفدر جنگ نے ۲۲ شوال سنہ مذکور کو لشکر کشی کی مگر شکست
کہائی تا اینکہ بمدد مرہٹہ پہر حملہ کیا۔

روہیلہ نے نزاع باخودہا کو دور کر کے اتفاق کرلیا۔ اور حافظ رحمت خاں و سعد اللہ خاں
وغیرہ ملکر مقابلہ کو تیار ہوگئے مگر وقت آمد فوج مرہٹہ روہیلہ بہاگ نکلے تا اینکہ نواب
وزیر مسکن سعد اللہ خاں میں پہونچے اور اونکو تنگ کیا۔ احمد خاں مع جماعت افغانان
وہاں سے بہاگے نواب وزیر نے پہر اونکو محاصرہ میں کرلیا تا اینکہ تنگ و عاجز ہوکر
اونہوں نے بذریعہ ملہار راو مرہٹہ اس شرط سے صلح کرلیا کہ احمد خاں کے پاس سولہ محال
واقع دوآبہ رہیں اور ملک پٹہانوں علی محمد خاں کا بدستور اونکے رئیسوں کے قبضہ
میں رہے اور علاوہ سولہ محال دوآبہ کے کل ملک دوآب بقبضہ نواب وزیر میں
رہے تا اینکہ اسی صلحنامہ کے روسے روسا افاغنہ نے اپنے ملک پر اور احمد خاں نے
فرخ آباد پر قبضہ کرلیا جو مفصلاً قبل ازیں مذکور ہوئے۔

ملاحظہ ہو ملخص التواریخ و سلطان الحکایات

حسب روایت کتاب عہدنامجات آخر انتظام ہر دو محافظین علاقہ یعنی حافظ رحمت خاں
برادر علی محمد خاں و دوندے خاں برادر زادہ داود خاں یہ تہا کہ اونہوں نے
فیض اللہ خاں کو ملک جاگیر پر قایم کیا جس میں رام پور اور کیرا شامل ہے اور جسکی آمدنی
چھ لاکھ روپیہ سالانہ کی تہی۔

جب مرہٹہ نے ۱۷۷۱ء میں شاہ عالم کو تخت دہلی پر بٹھایا تو اونہوں نے شاہ کو مشورہ دیا کہ ملک روہیلکھنڈ کو فتح کریں۔ اس خبر سے اور فوج کے قریب آجانے سے روہیلوں نے متوحش ہوکر نواب شجاع الدولہ سے کہ بعد موت پدر خود صفدر جنگ کے صوبہ دار اودہ تھے سابقہ رنجش کا خیال نہ کرکے بضرورت خود اتفاق کیا اور ۱۷۷۲ء میں صلحنامہ اتفاق باہمی صلح و جنگ کا لکھا گیا۔ روہیلوں نے شجاع الدولہ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ مرہٹہ کو نکالدیں تو چالیس لاکھ روپیہ اونکو روہیلہ دیں گے اور وہ عہدنامہ یہ تھا۔

ترجمہ عہدنامہ جوکہ فیما بین وزیر سلطنت شجاع الدولہ وسرداران روہیلہ ہوا

اول یہ کہ دوستی درمیان ہمارے مقرر ہوئی اور ہم حافظ رحمت خاں اور ضابطہ خاں و دیگر سرداران روہیلہ خورد و کلاں نے وزیر شجاع الدولہ سے منظور کرکے وعدہ کیا ہے کہ ہم مضمون تحریر ہذا کے موافق عمل میں لادیں گے اور ہرگز متجاوز اس عہدنامہ سے نہ ہونگے اور ہم اوسکے دوستوں کو اپنا دوست تصور کریں گے اور اونکے دشمنوں کو اپنا دشمن اور ہم اور ہمارے وارث تمام عمر پابند اس قول و اقرار کے رہیں گے اور ہم شامل ہوکر وزیر سلطنت کے ملک کی حفاظت کریں گے اور اپنے ملک کی بھی اور اگر کوئی دشمن خدانخواستہ ہمارے ملک یا وزیر کے ملک پر حملہ آور ہوگا تو ہم سرداران روہیلہ اور وزیر متفق ہوکر کوشش اوسکے مقابلہ میں کریں گے اور جو صلاح وزیر سلطنت واسطے بہبودی نواب ضابطہ خاں کے دیگا اوسکے سرانجام میں بھی ہم سب سرداران روہیلہ متفق ہوکر سعی کریں گے۔

ہم دونوں فریق قسم خدا اور اوسکے پیغمبر کی اور قرآن شریف کی کہاتے ہیں کہ ہم

بدل مطابق اس قول و قرار کے عمل کریں گے اور کبھی اس عہد نامہ سے تجاوز نہ کریں گے
یہ عہد نامہ مستحکم قسم سے ہوکر روبرو جنرل سر رابرٹ مارکر کے مکمل ہوا۔

المرقوم ۱۱۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۳ جون سنہ ۱۷۷۲ء

دستخط ولیم ڈیوی مترجم فارسی

ترجمہ عہد نامہ جو حافظ رحمت خاں نے نواب وزیر سے کیا

چونکہ وزیر سلطنت شجاع الدولہ تمام سرداراں روہیلہ کو اُنکے ملک پر قابض کرادینگے اونکو اختیار ہے کہ صلح و جنگ سے اس امر کا سرانجام کریں۔ اب اگر مرہٹہ بارادہ جنگ و نہ دفع ہوئے صلح کے دریا کا عبور کریں گے اور بباعث موسم برشکال خاموش رہکر بعد لقدرے نے موسم مذکور کے ملک روہیلہ میں فساد برپا کریں گے تو دفع فساد کا تعلق وزیر سے ہوگا۔ سرداران روہیلہ بعد از امور مذکورۂ بالا اقرار کرتے ہیں کہ وہ چالیس لاکہ روپیہ حسب شرائط ذیل دینگے۔

یعنی چونکہ مرہٹوں نے فساد برپا رکہا ہے تو وزیر شاہ آباد سے روانہ ہوکر ایسے مقامات میں جاویں جو اونکے نزدیک ضروری ہوں تاکہ متوسلان روہیلہ جنگل سے آکر اپنے گہر میں آباد ہوں جب ایسا ہوگا تو دس لاکہ روپیہ نقد منجملہ رقم مشروط دیجائیگی اور باقی ۳۰ لاکہ روپیہ تین سال میں شروع سنہ ۱۱۹۶ فصلی سے دیا جاویگا۔

یہہ عہد نامہ روبروے گورنر جنرل سر رابرٹ مارکر کے مکمل ہوا

ملاحظہ ہو کتاب عہد نامجات جلد دوم

راقم مصنف عرض پرداز ہے کہ اس قول و قرار کے بعد شجاع الدولہ نے روہیلوں کی مدد کی اور مرہٹوں کو مار کر نکال دیا بہ بوجوہ اون سے صلح کر لی جیسا کہ مذکور ہو رہا ہے۔

ذکر تنگ کرنا مرہٹوں کا نجیب الدولہ کو بوجہ فتنہ انگیزی عماد الملک و مدد کرنا اونکی شجاع الدولہ کو پھر مکرر نجیب الدولہ شجاع الدولہ سے و آنا گورنر و شجاع الدولہ کا بنارس میں و حالات راجہ جیت سنگہ و صلح با گورنر و شجاع الدولہ

جب سے صفدر جنگ پدر شجاع الدولہ نے افاغنہ کے شکست دینے میں مرہٹوں کی مدد لی تہی اور سنہ ۱۱۶۳ھ مطابق سنہ ۱۷۴۹ء میں بیخ و بنیاد احمد خاں بنگش کو متزلزل کر دیا تہا (جیساکہ اپنے مقام پر گذرا) اوس زمانہ سے سرداران مرہٹہ نے ملک انتربید یعنی ملک دوآب میں رنشہ دوانی کرنے کر کے (بجز صوبہ الہ آباد و چکلہ کوڑہ) تمام ملک دوآبہ پر قبضہ کر لیا تہا مگر صوبہ اودہ و ملک افاغنہ پر قبضہ نہ پا سکنے سے ہمیشہ اونکو افسوس تہا جب عماد الملک کو (جنکا تذکرہ احوال اخراج و آوارگی عالی گہر شاہ عالم میں آچکا) نجیب[۱] الدولہ سے کینہ محکم ہو گیا اور عماد الملک نے نجیب الدولہ کا اخراج و احمد خاں بنگش کی تربیت و ترقی چاہی

---

[۱] نجیب الدولہ سرفراز کردہ عماد الملک میں مگر اپنی ہوشیاری سے مدمقابل عماد الملک ہو گئے جسکی تفصیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں صفدر جنگ وزیر سے لڑائیاں شاہ سے بوجہ فتنہ پردازی عماد الملک و مادر بادشاہ کے (جو بوجہ قتل کرنے خواجہ سرا رازدار مادر بادشاہ کی تہیں) زمانہ وزارت و قیام دہلی میں سنہ ۱۱۶۶ھ مطابق سنہ ۱۷۵۲ء میں ہو رہی تہیں اسی زمانہ میں عماد الملک نے نجیب خاں افغان روہیلہ کو طلب کیا اور وہ باعتبار لیاقت و استعداد ذاتی کے عماد الملک کے یہاں معتمد علیہ رہے یعنی اول میں بوجہ دلیری کے تعیدار فوج رہے۔ پہر اپنی قابلیت سے بادشاہ کے یہاں رسوخ پیدا کیا اور سہارنپور و چاندپور و دیگر منصب جات بارہہ کے محالات کو بادشاہ سے لیا۔ اور جبکہ چھٹویں مرتبہ شاہ درانی بنیاد مرہٹہ کی کہودنے کو

تو عماد الملک کا خیال تہا کہ بذریعہ مرہٹہ اول بیخ و بنیاد نجیب الدولہ کہودے (کہ وہ سہارنپور وغیرہ قصبہ بارہہ کے حاکم ہو رہے تہے) پہر شجاع الدولہ کا صوبہ لے۔ مگر خدا کی شان کے قربان جاے کہ اگرچہ افاغنہ کو شجاع الدولہ سے بوجہ لڑائیاں اُنکے پدر صفدر جنگ کے کینہ دیرینہ تہا مگر بوجہ عداوت عماد الملک کے کہ نجیب خاں سے تہی اور اتفاق عماد الملک کا مرہٹہ سے تہا نجیب الدولہ وکل اولاد و اتباع علی محمد خاں روہیلہ نے شجاع الدولہ سے رجوع کیا اور اپنا دوست بنایا بقولے۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ چنانچہ دتا سندہیہ چچا جنکوجی کا ماہ محرم ۱۱۷۱ھ میں دکہن سے ہندوستان میں آیا تہا اور اپنے بہتیجا کے اتفاق سے چاہا کہ تمام ہندوستان کو مسخر کرے اور ہندوبست تسخیر محالات میں رہا۔

آخر شروع سال ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں قصد نکالنے ملک روہیلہ و شجاع الدولہ کو مضبوط کرکے چاہا کہ کسی پایاب جگہ دریاے گنگ سے اوترکر پہلے ملک روہیلہ میں آدے۔ پہر صوبہ اودہ کو بہی مسخر کرے۔ اسی خیال سے پہلے عبور جمنا کرکے نجیب الدولہ کے

کہ ظاہر میں مددگار عماد الملک اور باطن میں اپنی قوم کے خواہان سلطنت نئے آئے تہے تو بوجہ مناسبت افغانی و ہوشیاری باعانت شاہ درانی امیر الامرا ہوکر طرف مقابل عماد الملک ہوگئے۔ یعنی جبکہ شاہ درانی کو ۲ جمادی الثانی روز چہارشنبہ ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۶۰ء کو بعد نو ماہ جنگ کے فتح مرہٹہ پر ہوئے تو نجیب الدولہ کو امیر الامرا کرکے دہلی میں قیام کو کہا اور نگہداشت مرزا جواں بخت پر کہ بہ نیابت پدر خود شاہ عالم جوکہ اوس وقت جنگ بنگالہ میں تہے۔ تخت نشین دہلی کیا تہا مقرر فرمایا تہا اور شاہ عالم کو بادشاہ اور شجاع الدولہ کو وزیر کرکے اعانت شاہ عالم کی تاکید کی اور صوبہ اودہ بدستور شجاع الدولہ کو دیا اور نجیب الدولہ و شجاع الدولہ کو باخود ہا اتفاق کی ہدایت کی اور ۱۷ شعبان ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۱ء کو واپس قندہار ہوئے۔ یہ نجیب الدولہ ایک زمانہ میں حکومت دہلی بطور بادشاہی کرچکے ہیں جبکہ شاہ عالم الہ آباد میں بعد شکست بکسر مقیم تہے۔ منتخب از سیر المتاخرین۔

اوپر حملہ کیا اور نجیب الدولہ تاب جنگ نہ لاکر مقام سکرتال میں کنارے دریاے گنگ کے کہ انتربید میں مکانات دشوار گذار مشہورہ سے ہے سُنکر باندہکر مستعد جنگ بیٹھے اور بوجہ زمانہ بارش دونوں شخص اپنی اپنی مستعدی میں رہے۔

سعد اللہ خاں و حافظ رحمت و دوندے خاں نے ارادہ مرہٹہ سے و محصور ہونے نجیب الدولہ سے دخود نجیب الدولہ نے اپنی محصوری سکرتال کی اطلاع شجاع الدولہ کو دی کہ مرہٹہ ملک انتربید میں پہونچ گئے ہیں اور اس ملک کے لے لینے کا قصد مصمم رکہتے ہیں محض انتظار برسات گذر جانے کا ہے۔ جوہیں گنگا کی طغیانی کم ہوئی تو عبور گنگا کرکے ہماری سلطنت پر قابض ہونگے اور جب اس دیار پر قابو پایا تو دست طمع آپ کے ملک پر بہی ہوگا لہذا علاج واقعہ قبل از وقوع کرنا چاہئے اور نہایت جلد آنا چاہئے شجاع الدولہ نے بعد درستگی عہد ناجات جنکا ذکر ہوا جنگ میں دیر کرنا باعث خرابی جانکر علین برسات میں باوصف کثرت کیچڑ وغیرہ کے ماہ شوال ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں لکہنؤ سے برآمد ہوئے اور راہ میں (بوجہ اسکے کہ طغیانی گنگا مانع پہونچنے سکرتال کے تہی۔ جہاں نجیب الدولہ پڑے رہے تہے) قیام کیا۔

دتا مرہٹہ نے جوہیں پانی کم ہوتا شروع ہوا۔ اپنے ایک سردار گوبند پنڈت کو بیس ہزار سوار و پیادہ دیکر حکم دیا کہ دریائے گنگا سے اوترکر ملک روہیلہ مرادآباد وغیرہ میں غبار فساد اوٹھاوے گوبند پنڈت نے ٹھاکردوارہ سے کہ مابین کوہ ہے دریائے گنگا کو پایاب پاکر جاندپور نگینہ و دیگر پرگنہ ہائے اوس طرف کو امروہہ تک جو کہ تیرہ سوگانوں تہے آگ لگاکر جلادیا اور قصد کیا کہ سعد اللہ خاں و حافظ رحمت و دوندے خاں پر کہ ارادہ مدد نجیب الدولہ رکہتے تہے حملہ کرے۔ افاغنہ مذکور تاب مقاومت اپنے میں نہ دیکہکر میدان سے دامن کوہ کمایوں میں چلے گئے۔

شجاع الدولہ نے جب یہ خبر سنی تو شروع ماہ ربیع الاول ۱۱۷۳ھ میں مثل برق و باد جاکر

چاند پور میں جو قریب سکرتال ہے جن میں نجیب الدولہ محصور تھے قیام کیا۔
بوجہ ترک وتاز و منع رسد گو بند پنڈت نجیب الدولہ نے مایوسی جان کا یقین سا کرلیا تھا کہ شجاع الدولہ مثل تائید غیبی پہونچے جو ہیں نواح چاند پور یعنی موضع ہلادہ سے چلے یعنے چاند پور سے پانچ کوس چلے تھے وہاں پر فوج مرہٹہ نے بعض اشخاص لشکر پر کہ راہ میں آئے تھے جسکو اصطلاح میں مردم گہی کہتے تھے ہاتھ ڈالا۔ جب یہ خبر شجاع الدولہ کو معلوم ہوئی تو اوسیوقت انوپ گرگسائیں وامراؤ گرگسائیں کو کہ سرداران ہمراہ رکاب تھے تنبیہ مرہٹہ کے واسطے مقرر کیا اور مرزا نجف خاں کو پانچہزار سوار سے اور میر باقر تیمی کو چار ہزار سوار مغلی سے فرودگاہ لشکر مرہٹہ پر مقرر کیا۔ سرداران مذکور اپنے اپنے کام پر روانہ ہوئے منجملہ اُنکے انوپ گرگسائیں نے جماعت کثیر کو مارا اور قریب سو آدمیوں کے زندہ قید کرلائے اور بہت سے گھوڑے ومال غنیمت لائے۔
گو بند پنڈت شکست فاش پاکر جس گھاٹ سے آئے تھے اوسی سے واپس ہوکر اُفتاں وخیزاں بہاگے۔ بہت سے آدمی وگھوڑے دریا میں ڈوبے۔
صبح کو شجاع الدولہ نے طبل فتح بجوایا اور سوار ہوئے جو افاغنہ کہ خوف مرہٹہ سے دامن کوہ کمایوں میں پوشیدہ تھے خبر فتح شجاع الدولہ سنکر آئے اور سب کے سب سکرتال میں جاکر نجیب الدولہ کو اُس ضغطہ سے نکال لائے۔
مگر نواب وزیر نے باوجود شکست دینے کے بخیال اقتدار سرداران دکھن یعنی دتا وجنکو کے صلح کرلی اور چونکہ خبر آمد شاہ درانی بار ششم ہندوستان میں مشہور تھی۔ لہٰذا دتا سیندھیہ جنکو نے بھی قول وقرار کرکے صلح کرلی۔ اور جانب لاہور گئے اور وہاں پر تیمور شاہ پسر شاہ ابدالی کو جو حاکم لاہور تھے نکالا جس سے دنیز طلب رئیسان ہند سے شاہ ابدالی پھر آئے۔
اور شجاع الدولہ ۲ جمادی الاولی ۱۱۷۳ھ میں بلگرام ادر تویں کو داخل لکھنؤ ہوئے۔

ازسیر المتاخرین

اس صلح میں چالیس لاکھ روپیہ شجاع الدولہ نے طرف افغانان سے اپنے ذمہ لیا۔ علاوہ اسکے جو خرچہ لشکر روز روانگی لکھنؤ سے تا واپسی طے ہو چکا تھا وہ بھی اُنکے ذمہ یافتنی نواب وزیر رہ گیا۔

اور نواب حافظ رحمت خاں وغیرہ کی گلوخلاصی فرمائی۔ مگر باوصف اس اتحاد کے حافظ رحمت خاں نے خط جناب عالی کا جو قبل از معرکہ بکسر تھا منیر الدولہ کو دے دیا تھا۔ حالانکہ جانتے تھے کہ وہ شجاع الدولہ کے دشمن ہیں اور اس خط سے صورت فساد ریاست ہے۔

تاریخ اودھ کمال الدین حیدر ص۹۴

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۱۱۷۳ھ مطابق سنہ ۱۷۵۹ء کا ہے۔ اسکے بعد سنہ ۱۱۷۴ھ میں ورود شاہ ابدالی و شکست عظیم مرہٹہ ہوئی پھر شجاع الدولہ نے ہمراہ بادشاہ کے فتح کالپی و جھانسی وغیرہ کی اور آمد عالی جاہ بنارس میں و جنگ بچا پہاڑی و جنگ بکسر سنہ ۱۱۷۸ھ مطابق سنہ ۱۷۶۴ء میں ہوئی پھر صلحنامہ مابین دولت انگلشیہ و شجاع الدولہ سنہ ۱۱۷۹ھ مطابق سنہ ۱۷۶۵ء میں ہوا اور سنہ ۱۱۸۰ھ مطابق سنہ ۱۷۶۶ء میں لارڈ کلایو آخری رخصت کو بغرض ملاقات شجاع الدولہ چھپرہ آئے اور صفائی بلونت سنگھ ہوئے

اور سنہ ۱۱۸۴ھ میں گورنر گرمیٹر کی قایم مقامی میں دوسری صفائی پھر ہوئی۔ اور اسی سال بلونت سنگھ نے انتقال کیا اور راجہ چیت سنگھ مسند نشین ہوئے۔ دو سال کے بعد یعنی سنہ ۱۱۸۶ھ مطابق سنہ ۱۷۷۲ء میں نیا گل کھلا جسکو صاحب تحفہ تازہ یوں تحریر کرتے ہیں۔ اس درمیان میں بروایت تحفہ تازہ خیرالدین حسین موافق عہد و پیمان کے درخواست مبلغ خرچ کے حافظ رحمت خاں وغیرہ سے شجاع الدولہ نے کیا۔ سرداران افاغنہ نے باخود ہا رای زنی کی کہ اس سفر میں جسکا خرچ مانگا جاتا ہے نواب وزیر کو کوئی لڑائی نہیں لڑنا پڑی بلکہ خدا کی طرف سے شر مرہٹہ ہم سے دور ہو گیا ہم کو روپیہ خرچ سپاہ کا شجاع الدولہ کو دینا کیا ضرورت ہے بلکہ یہی روپیہ فوج میں خرچ کر کے ادنسے مقابلہ کرنا چاہئے۔

اس راے قایم کرنے کے بعد غمازی وجعل خوری کی راہ سے تحریرات گورنر ہسٹنگ صاحب بہادر کی خدمت میں لکہا جسکا خلاصہ مضمون یہ تہا۔ نواب وزیر کو باطن میں آپ سے صفائی نہیں ہے ہم سے مدد آپ کے مقابلہ کے واسطے چاہتے ہیں لیکن ہمنے بلحاظ اخلاص آپ کے حیلہ وحوالہ میں رکہا ہے اور آپ کو اطلاع دیتے ہیں۔ آپ ہرگز شیریں زبانی نواب وزیر پر دہوکہ نہ کہاویں۔ اگر آپ ہم سے مضبوط دوستی کریں تو ہم لوگ اُنکے مقابل ہوکر لڑیں اور اونکو اونکے ملک سے نکالدیں اور بعد قبضہ نصف ملک سرکار کمپنی کو دیں۔ اور اس بات کی صداقت کے واسطے ایک خط جعلی تاریخ بدلکر جو اصل میں ۱۱۸۸ھ کا قبل از معرکہ ٹکسر تہا اور نواب وزیر نے اُن لوگوں کو لکہا تہا ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں کلکتہ بہیجا و بروایت تاریخ اودہ کمال الدین حیدر یہ خط بہ تبدیل سمہ منیر الدولہ بدر نواب عباس قلی خاں کو دیا جن کو دشمنی شجاع الدولہ سے تہی اور اونہوں نے وہ خط بہیجا۔

اور اوسی زمانہ میں اکثر خطوط نواب وزیر کو لکہے کہ ہمارے پاس اسقدر روپیہ نہاں ہے البتہ فوج ضرور آراستہ ہے اگر آپ کو انگریزوں سے لڑنے کا خیال ہو اونکے قبضے کا ممالک محروسہ سے ارادہ ہو تو ہم تمامی فوج کے ساتھ اُس جنگ میں شریک ہوں گے اور خرچ اس سفر کا آپ سے کچہہ بہی نہ لیں گے۔

گورنر موصوف چونکہ تیاری فوج و درستگی سامان حرب سرکار وزیر سے کہ ایک لاکہ بیس ہزار سوار و پیادہ و توپخانہ تیار کیا تہا سنکر متوہم و بدگمان ہو رہے تہے جب اس قسم کی تحریریں جو سرداران افاغنہ نے بہیجیں تو اور زیادہ واہمہ کو ترقی ہوئی۔ کپتان بارٹر کو جو اوس زمانہ میں برسم سفارت نواب وزیر کے سرکار میں تہے حضور میں طلب کرکے استفسار کیا اونہوں نے عذرات طرف وزیر الممالک سے بیان کئے اور فی الجملہ کدورت دور ہوئی مگر پورے طور پر اطمینان نہ ہوا۔ اسی وجہ سے شروع ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں گورنر بہادر نے باتفاق جارج ونسترت ہوشیار جنگ و دیگر صاحبان

بادشاہ وذوہنگ بغرض دریافت حال ارادہ نواب وزیر عین برسات میں کوچ کیا۔ اور سرداران فوج متعینہ مرشدآباد کو حکم تیاری فوج واسباب حرب کا دیا۔

کپتان ہاپڑ وغیرہ صاحبان نے جنکو دل سے خلوص نواب وزیر سے تہا اور اسی محبت کی وجہ سے نواب وزیر نے اپنی ایک لڑکے کا نام مرزا ہاپڑ رکہا تہا بوجہ خلوص خود تمام قصہ غمازی افغانان کا لکہکر یوں رائے دی کہ بلااندیشہ مع جمیع متعلقان واولاد بنارس میں آویں اور کلمات صدق وراستی سے گورنر سے صفائی کریں نواب وزیر دریافت اس خبر سے متردد ہوئے اور اپنے عیال واطفال کو لیکر ہاتہیوں کی سواری پر عین برسات میں طغیانی نالہ وندی کو طے کرتے ہوئے بنارس میں آئے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ مولوی خیرالدین حسین

بعد ملاقات ورسوم متعارفہ کے جو دستور امرا و والیان ملک میں تحفہ وہدیہ بہیجنے کا با خود ہا ہے نواب گورنر نے اوس خط کو جو ذریعہ فساد تہا نواب شجاع الدولہ کے پاس بہیجدیا نواب نے دیکہا تو اپنی مہر پارہے ہیں اور خط بہی اونکے منشی سرکار کا لکہا ہوا ہے۔ لہذا نہایت تردد میں پڑ گئے۔ محمد ایلچ خاں نائب ریاست نے ہرچند ناخواندہ محض تہے مگر عقل درست رکہتے تہے اوس خط کو لے لیا اور اپنے مقام پر آنکر پڑہوایا اور شکر نہایت خوش ہوکر اپنے کپڑوں میں نہ سمائے اور فوراً حضور نواب میں جاکر مبارکباد دیا اور اصلیت کو واضح کیا کہ اس میں لکہا ہے خاں صاحب بسیار مہربان دوندے خاں اور اون کا انتقال چند سال پہلے ہو چکا تہا۔ لہذا نواب بہی بہت خوش ہوئے کہ اس سے زیادہ کیا ثبوت جعلی ہوگا۔ لہذا اونہوں نے محمد ایلچ خاں کو مع جواب محبت نامہ کے بہیجا۔ بلونت نامہ غلام حسین خاں

جسکا مضمون یہ تہا کہ بعض مغوی وفتنہ پرداز بدنہاد نے عداوت دیرینہ وحسد وکینہ سے تاریخ خط مہر نامہ وسنہ ہجریہ کو بدل کر بغرض رسوخ خود آپ سے گذارش کی ہے مگر لوازم محبت ویکجہتی مقتضی اسکی ہے کہ اوسکا مقابلہ مضمون خط سے فرمائے اغلب کہ آپ پر حقیقت کہل جاوے

حاشا ثم حاشا کبھی میرے وہم وخیال میں بھی ایسے گمان فاسد نہیں آئے۔ بجز اسکے کہ ربط دوستی کا بڑھتا جاوے حیف ہے و مقام حیرت ہے کہ نواب محتشم الیہ باوجود ان سب فہم فراست وعقل وکیاست کے اہل غرض کی باتوں کو باور کریں اگر میری طرف سے ایسا مظنہ فاسد کریں۔ شرط انصاف ہے کہ اگر مجھے کسی طرح کا خیال ہوتا تو تنہا مع عیال اس شدت برسات میں چلا آتا۔ غرض نواب گورنر نے جب یہ خط دیکھا تو حسب روایت کتاب عہدنامجات جان کارتر صاحب اور کرنیل رچارڈ اسمتھ صاحب اور اکلا درسل صاحب کو کہ تینوں صاحب ممبر کونسل تھے بھیجا اور اونھوں نے تقریر نواب وزیر سے حسب اطمینان کرلیا اور اہل دفتر نے خوب جانچا تو گورنر نے کلمات عذرخواہی لکھ بھیجا۔ اور حال غلط کاری حافظ الملک وغلط فہمی خود سے نواب گورنر جنرل نہایت محجوب ہوئے۔ دوسرے دن نواب وزیر نے گورنر جنرل سے ملاقات کی اور صفائی دل سے رفع خدشہ کیا اور ارشاد کیا کہ جو کچھ گمان آپ کو بہ وجہ سرداران افاغنہ تھا اسکی حالت آپ پر کھل جاوے گی اور میں چاہتا ہوں کہ دو کنپنی فوج کے ایک فرخ آباد اور ایک کانپور میں قریب میرے ممالک محروسہ کے رہے اون کی تنخواہ محسوب ۱۶ اتنے ملک ہوتا کہ بروقت سرکشی متمردین دولتین عالیتین کام آوے گورنر نے بخوشی منظور کیا۔ بقول کمال الدین حیدر یہ بسم اللہ تقسیم ملک تھی جسکے انجام پر اودہ سے ملک الہ آباد وغیرہ نکلا بہرطور اوسوقت یہ عہدنامہ لکھا گیا۔ جو مذکور ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ اودہ کمال الدین حیدر۔

عہدنامہ فیمابین کمپنی اور شجاع الدولہ

چونکہ افواہ ناملایم مشہور ہوئی تھی جن سے خلل دوستی اور اتفاق واعتبار ہے تم عہدنامہ فیمابین نواب شجاع الدولہ وزیر الممالک ایک فریق اور رائٹ ہنوریبل رابرٹ کلایو اور جنرل کارنیگ منجانب نواب نجم الدولہ مرحوم سابق صوبہ دار بنگالہ وبہار واوڑیسہ اور منجانب

کمپنی انگریزی فریق ثانی قرار پایا تھا واقع ہوا ہے۔ لہذا ہنری درلسٹ پریسیڈنٹ گورنر فورٹ
ولیم اور کونسل نے بنظر رفع کرنے تمام شک و نااتفاقی کے اور قایم کرنے اتحاد فریقین کے
جان کارنر صاحب اور کرنیل رچارڈ اسمتھ صاحب اور اکلادرسل صاحب کو جو تینوں صاحب
ممبر کونسل کلکتہ ہیں بھیجا ہے کہ زبانی گفتگو نواب سے کریں اور چونکہ صاحبان موصوف کو بعد
گفتگو کرنے کے دریافت ہوا کہ نواب اتحاد انگریزان میں مستقل ہے لہذا وہ صاحبان
منجانب نواب سیف الدولہ صوبہ دار بنگالہ و بہار و اوڑیسہ اور منجانب کمپنی انگریزی عہد
سابق کو حرف حرف مجدداً تازہ اور مستحکم کرتے ہیں اور نواب شجاع الدولہ بھی اوسیطرح
عہدنامہ مذکور کو حرف بحرف تازہ اور مستحکم کرتے ہیں اور ماورا اسکے بنظر رفع کرنے تمام
شبہات اور شک کے اور قایم کرنے دوستی حال کی بنیاد مستحکم عہدنامہ سابق پر برضامندی
اقرار کرتے ہیں کہ عبارت ذیل واسطے وضاحت شرط عہدنامہ مذکور درج کیجاوے یعنی بصلاح
ومرضی پریسیڈنٹ اور کونسل ممدوح کے یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ نواب پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ فوج سے
زائد نہ رکھیں گے اس میں سپاہ اور سوار اور چپراسی اور توپ خانہ وغیرہ سب آگیا اس میں
دس ہزار سوار ہوں گے اور دس پلٹن سپاہ پیدل کی جن میں سب صوبہ دار اور جمعدار اور
حوالدار وغیرہ لیکر دس ہزار نفری ہوگی۔ اور رجمنٹ نجیب کے پانچ ہزار نفری سے زائد
نہ ہوگی اونکے پاس بندوق ہوگی اور پانچسو سپاہ توپخانہ میں رہے گی اس سے زیادہ
نہ ہوگی اور باقی نو ہزار پانچ سو کشادہ فوج ہوگی اونکی وردی اور اسلحہ مانند سپاہ انگریزی کے
یا نجیب پلٹن کے نہ ہونگے اور نواب یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ سوائے دس ہزار نفری
مذکورہ بالا کے اور کسی کے پاس اسلحہ مانند فوج انگریزی کے نہ ہونگے اور اونکے
قواعد مثل انگریزی ہوگی فقط

بنظر [illegible] کے جان کارنر صاحب اور کرنیل رچارڈ اسمتھ صاحب اور اکلادرسیل صاحب منجانب
نواب سیف الدولہ اور کمپنی انگریزی کے وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک نواب شجاع الدولہ

مسطور اور اوسکی ورثا مطابق شرائط اس عہدنامہ کے کاربند ہوں گے اوسوقت تک کونسل فورٹ ولیم حال اور نہ کونسل آیندہ بعد ازیں کوئی معاملہ جدید اس بارہ میں پیدا نکریں گے سوائے اونکے جو سابق مشروط ہو چکے ہیں اور اب منظور ہوئے اور فریقین اس عہدنامہ کو فرض اور واجب تصور کریں گے نواب ممدوح قرآن پر اور جان کارتر صاحب اور کرنیل رچارڈ اسمتھ صاحب اور کلایو رنسل صاحب انجیل پر قسم کھائیں گے کہ کوئی ایک حرف بھی اس عہدنامہ کا فروگذاشت نہوگا اور خود اوسکی تعمیل کریں گے اور اپنی اولاد پر اوسکو فرض کر جائیں گے۔

دستخط جان کارتر　　دستخط رچارڈ اسمتھ　　دستخط کلایو رنسل

واسپر دستخط اور مہر اور قسم ہر ایک فریق معاہدہ نے بمقام بنارس بتاریخ ۲۹ ماہ نومبر ۱۷۷۲ء عیسوی روبرو ہمارے کی۔

دستخط گبرئیل ہار پر　　دستخط سی ڈبلیو بھوگٹن　　دستخط ڈبلیو ایم کوکس

(مہر نواب) میں وعدہ کرتا ہوں کہ جسقدر فوج اب میرے پاس زائد ۳۵ ہزار سوار اور پیادہ سے ہے اوسکو برطرف کروں گا اور مابقی شرائط کی تعمیل تین مہینے کے عرصہ میں تمام وکمال کروں گا۔

المرقوم ۱۵۔ ماہ رجب ۱۱۸۶ھ مطابق ۲۹ ماہ نومبر ۱۷۷۲ء

(کتاب عہدنامجات)

خلاصہ نواب محتشم الیہ نے اس تجویز کو بخوشی دل منظور کیا اور بعد دو تین روز رسم ضیافت ہوکر گورنر بہادر کلکتہ کو اور نواب وزیر فیض آباد کو گئے۔ اور یا خود یا طے ہوگیا کہ اس دغابازی کے صلہ میں افاغنہ پر حملہ کیا جاوے جو آیندہ مذکور ہوگا۔

ملاحظہ ہو تاریخ اودہ۔ کمال الدین حیدر

صاحب تحفہ تازہ خیرالدین حسین جونپوری تحریر کرتے ہیں کہ جب گورنر بہادر و نواب وزیر نے

قصد بنارس کا کیا تو دو سرداروں کے آنے سے راجہ چیت سنگھ کو تحیر ہوا کہ پہلے پیشوائی کس کی کیجا دے آخر بعد گفتگو رائے پیشوائی گورنر پر قرار پائی تا اینکہ جب ہرکارہ راجہ نے خبر قرب ورود گورنر کی اطلاع دی اور اوسوقت تک خبر ورود نواب وزیر کی جونپور تک نہ پہونچی تھی۔

راجہ چیت سنگھ حسب رای دولتخواہان بغرض استقبال گورنر جنرل سید پور کو روانہ ہوئے اور اس طرف نواب وزیر جونپور میں پہونچ گئے وہاں پر راجہ چیت سنگھ کو بغرض استقبال نہ پایا تو علاوہ رنجش سابقہ کے بے سبب اور زیادہ رنجش کا ہوا اور ایلچ خاں سے شکایت کی۔

ایلچ خاں نائب وزیر چونکہ مربی چیت سنگھ تھے اور اس حرکت ناپسندیدہ سے انجام کار راجہ پر خوف کر چکے تھے لہذا چند شتر سواروں کو بغرض دریافت حال راجہ چیت سنگھ کے پاس بھیجا وہ لوگ بے در پے مقام سید پور میں پہونچے۔ اور بوجہ نہ کرنے استقبال کے ناخوشی نواب وزیر کو بیان کیا۔

راجہ چیت سنگھ نے گورنر بہادر کو اس بات کی اطلاع دیکر تیز گھوڑے پر عنان ریز سواد شیوپور میں پہونچے۔ جب ماہی سواری وزیر الممالک کو دیکھا گھوڑے پر سے اوتر کر اشرفیوں کی تھیلی رومال پر رکھکر امیدوار رہے کہ حضور نواب اس طرف ملاحظہ کریں اور نذر کو قبول کریں مگر نواب وزیر نے غصہ سے مطلقاً توجہ نہ کی۔ راجہ چیت سنگھ پیادہ دوڑتے ہوئے جاتے تھے آخر التماس محمد ایلچ خاں سے فیلبان نے خریطہ اشرفی نذر کا لے لیا اور ہودہ میں رکھدیا۔ نواب وزیر نے بنارس پہونچکر تالاب پشاچ موچن پر نزول اجلال فرمایا اور گورنر جنرل نے مع صاحبان عالیشان مادہو داس کے باغ میں قیام فرمایا۔

بلونت نامہ خیرالدین حسین

رنجش سابقہ جسکا اشارہ کیا گیا ہے نواب شجاع الدولہ کو راجہ سے یہ تھی کہ بعد جنگ بکسر کے مہاراجہ بلونت سنگھ نے صاحبان انگریز سے اپنا خلوص زیادہ تر کیا اور بعد صلح درمیان نواب دولت

انگلشیہ کے تعلق نواب وزیر سے محض زر قسط پہنچنے کا رکھا اور تمام ربط و ضبط و خلوص و
خیر خواہی دولت انگلشیہ سے رہی اور چونکہ معلوم تھا کہ عہد نامہ دوستی میں درمیان حراست انکی مندرج
ہے لہذا خدشہ نواب سے نہ رہگیا۔ بعد انتقال مہاراجہ ممدوح کے راجہ چیت سنگھ نے بھی
وہی سلوک نواب سے رکھا اور ارکان دولت انگلشیہ سے کمال درجہ خلوص تھا۔
اور وہ حضرات بھی اوسوقت تک بہ مقتضائے مصلحت راجہ سے بہت شفقت
سے پیش آتے۔ نواب گورنر جنرل ہسٹنگ صاحب بمنزلہ فرزند سمجھتے راجہ
لیڈی صاحبہ ہسٹنگ صاحب کو اپنی ماں کر کے خط لکھتے اور وہ بہ خطاب فرزند
جواب لکھتیں۔

چونکہ ابتدا تسلط جہانگیری تھی لہذا صاحبان انگریز بتالیف قلوب مردم ملک بنگالہ کو عمدہ اسباب تسخیر جانتے تھے اور اعزاز و
توقیر راجہ کو حکومت بنارس کے اعتبار سے بدرجہا بڑھا دیا تھا بلکہ اعزاز بلونت سنگھ پر
باوجودیکہ اونکا اعزاز کم نہ تھا۔ راجہ چیت سنگھ کے اعزاز کو ترقی دے رکھا تھا۔

ہر طور یہ توسل راجہ و انہماک و رضاجوئی امناء دولت انگلشیہ نواب وزیر شجاع الدولہ
کے دل پر نہایت گراں تھی وہ راجہ کا نکال دینا دل سے چاہتے تھے مگر حمایت سرکار انگریزی
سے اونکی پیش نہ جاتی۔ خلاصہ راجہ نے خاطر رنجیدہ سے تمام قصہ گذشتہ کو گورنر سے
نذرانہ نہ لینے اور اپنی ذلت سے دوڑنے کا بیان کیا۔ نواب ممدوح نے ہندی زبان
میں اپنے محاورہ انگریزی میں فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں ہے غمگین نہ ہونا چاہئے آقا ہے مہربان
ہو جاوے گا۔ اگر اب گھر میں بیٹھنا چاہئے اور جب تک ہم نہ کہیں دروازہ مکان نواب
وزیر پر حاضر نہ ہونا چاہئے۔ راجہ کو اس بات پر تسلی و اطمینان ہو گیا مع شکر بجا لا کر اپنا قیام
کہ باغ درگاکنڈ میں تھا بدلکر رام نگر میں قیام کرنا پسند ہوا۔

راجہ کی اس حرکت سے اور بھی شوخی و خیرگی کا خیال نواب کو ہوکر سبب زیادتی رنج نواب
جوا جامہ سے باہر ہو کر عند الملاقات گورنر سے کہا کہ چیت سنگھ اپنے باپ سے زیادہ

ناسپاس نکلا۔ باوجودیکہ از خاک برداشتہ سرکار ایں جانب ہے مگر پاس ظاہر کو بھی خیرباد کر رکھا ہے۔

مابدولت اوسکے شہر سپردشدہ میں مقیم ہیں اور وہ براہ شوخی رام نگر میں مقیم ہے اور بہت سی شکایات کہکر اپنا غصہ اس بات پر ختم کیا کہ جب میں مالک ملک ہوں تو میں جسکو چاہوں گا دوں گا۔ نواب گورنر جنرل نے جواب کلمات پر عتاب میں کہا کہ اگرچہ سچ بات کڑوی اور بُری معلوم ہوتی ہے مگر حق سے تجاوز بھی نہ چاہیئے۔ اس میں کوئی قصور راجہ کا نہیں ہے اور نہ وہ لائق عتاب ہے۔ زر اقساط سرکار عالی وقت پر بلا سُستی کے پہونچاتا رہتا ہے۔ فارغ خطی ہرسال لیتا جاتا ہے۔ فرمانبری و بجاآوری احکام میں کبھی کوئی امر ظاہر نہیں ہوا۔ رام نگر چلا جانا حضور کی بے التفاتی سے ہے ارباب عزت کو ذلت گوارا نہیں ہوتی۔ اور سرفراز کردہ کو نظر سے گرانا نہ چاہیئے۔ اسکے علاوہ ہر دو دولت کے معاہدہ میں اوسکی راج کا دوام و استمرار لکھا ہے۔ اوسکے خلاف کرنا عہد کا توڑنا ہے اوسکو آپ مہربانی سے بلاویں اور مہربانی و سرفرازی کی راہ سے خلعت سے سرفراز کریں۔ گورنر سے جبتک فقرات نواب نے سنے تو پھر اونکا غصہ جاتا رہا اور محکم سنگھ وکیل راجہ کو بلا کر کہا کہ اپنے آقا کو سمجھاؤ ہم سے گریز کرکے غیروں کی طرف دوا دوش کرتا ہے اور اپنے آل کار کو اپنی ناتجربہ کاری و بچپنے سے نہیں پہچانتا اوس سے کہدو کہ حاضر ہو۔ راجہ نے سنکر نواب گورنر جنرل سے مشورہ کرکے حسب تعلیم گورنر یہ الفاظ بذریعہ محکم سنگھ نواب کی خدمت میں عرض کرائے کہ خانزاد خود آرزو مند آستانہ بوسی ہے مگر خداوندان نعمت بخشیدہ کو پھر نہیں لیتے حرمت بخشیدہ حضور رہے۔ روز ملازمت خلعت نہ ملنے سے کس قدر ذلت میری ہوئی کہ اقران و امثال میں منہ دکھلانے کے قابل نہ رہ گیا امیدوار ہوں کہ وہی آبرو بخشی کہ دستور قدیم سے چلی آتی ہے ہونا چاہیئے۔ اور یہ دوہرا یعنی بیت ہندی کہا ہے

جل کا بٹہ بورے نہیں کہو کہاں کی پربت

آبہو سینچو جان کے یہی بڑوں کی ریت

جسکا مفصل ترجمہ فارسی میں یہ ہے ؎

چوب راآب فرومی نبرد دانی چیست

شرمش آید زفرو بردن پروردہ خویش

جب وکیل نے معروضات بالا حسب تفصیل خدمت نواب میں عرض کئے تو وزیر مذکور نے گورنر بہادر سے کہلا بھیجا کہ ہم کو تجاویز صواب دید سامی منظور ہیں ہمنے اونکی تقصیر معاف کردی اونسے کہدیجئے کہ حاضر ہوں مشمول عنایت ہونگے۔ نواب گورنر نے جب وہ پیام راجہ کے پاس کہلا بھیجا اور راجہ نے حسب مراد خود پایا تو اور بھی خواہش کو ترقی دی اور طالب عہدنامہ ہوئے۔ نواب گورنر بہادر کہ تہ دل سے خواہاں حراست راجہ تہے اس رائے کو پسند کرکے اجازت عرض بحضور نواب دیا۔ اور راجہ نے بشت گری گورنر سے عرض کیا۔ نواب وزیر کو اگرچہ ناگوار تہا مگر چونکہ جانتے تہے کہ یہ اشارہ گورنر ہے لہذا منظور کرنا پڑا اور سند متضمن انتقال راج علی الدوام والاستمرار اپنی مہر اور نواب گورنر کی مہر اور مسٹر ہنری ونسترٹ ہوشیار جنگ کی مہر سے لکہکر دیدیا اور پیشانی وثیقہ پر صورت پنجہ منسوب بحضرت یداللہی یعنی حلال مشکلات حضرت علی علیہ السلام کہ اوس زمانہ میں مرسوم اور بمنزلہ قسم شدید تہا نقش کرکے مرحمت کیا۔

اوسوقت راجہ بادل شاد وخاطر شگفتہ حاضر ہوئے اور مثل پدر خود عطائے خلعت گراں یعنی دستار سربستہ مع جیغہ مرصع وجامہ نیمہ آستین زرتار ودالائے مروارید وسپر وشمشیر وخنجر سے جسکا دستہ مکلل بجواہر تہا وگہوڑے وہاتہی سے سربلندی پائی اور خلوت میں زبان معجز بیان نواب وزیر سے جاری ہوا کہ راجہ تم ہماری مہربانیوں کی قدر نہیں کرتے ہمارے عہد و دیکہو گے کہ انہیں حامیوں کے ہاتہ سے تمپر کیا گذرے گی۔ فی الواقع یہ حرف گو یا کہ

انجام تھا جو مثل تیر کے کمان قضا سے نکلا اور نشانہ پر جا لگا اور ہوا جو کچھ ہوا۔
راجہ نے مزاج نواب وزیر متوجہ پاکر عرض کیا کہ خود بدولت و اقبال مع صاحبزادہ عالی تبار
یعنی محمد یحییٰ خاں بہادر معروف بہ مرزا امانی (جو اپنے عہد دولت میں مخاطب بہ آصف الدولہ
ہوئے) غریبخانہ پر تشریف ارزانی فرمادیں اور کھانا خاصہ کا وہیں نوش کریں تو
کمال عزت بخشی ہے۔ نواب وزیر نے قبول کرلیا۔ حالانکہ باورچی سرکار راجہ میں بہت
تھے مگر بنظر احتیاط کہ خاصہ وزرا و سلاطین کا بجز اونکے معتمدین کے خصوصًا مقام اشتباہ
میں دوسروں کے ہاتھ سے نہ ہونا چاہیئے۔ التماس مقرر ہوئے خاصہ پز و نان پز کی
سرکار دولتدار سے مع سامان مطبخ کیا۔ چونکہ نواب وزیر کو التفات راجہ پر اس خیال
سے منظور تھی کہ نواب گورنر سمجھ لیں کہ ہمارے کہنے کا لحاظ و پاس کیا۔ لہذا وہ بھی منظور
ہوگیا۔ دوسرے روز طباخ پہونچ گئے اور اجناس وغیرہ جسقدر چاہا کہ اوس کی نسبت
اذن عام ہوگیا تھا لیکر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ سنبت علی خاں خواجہ سرا
کہ سردار دو تین پلٹن تلنگہ و سوار کے تھے اور جنرل کا خطاب تھا اول اپنی پلٹن تلنگہ کو لیکر
قلعہ رام نگر میں آئے اور اپنا بندوبست کرکے جا بجا اپنا پہرہ کھڑا کیا بعدہ وزیر الممالک نے
فر و شکوہ تمام سے مع صاحبزادہ بلند اقبال محمد یحییٰ خاں بہادر قدوم میمنت لزوم سے
رام نگر کو زینت بخشی اور اوس مکان میں جو کنارہ دریائے گنگ مشہور بہ گنگا محل ہے جلوس
فرمایا۔ راجہ نے کنارہ دریا سے مقام مسند تک فرش زربفت و کمخواب و تاش و زری بادلہ
پارچہائے اقسام گراں قیمت کے بچھاکر غیرت چمن بنا رکھا تھا جب گذر نواب کا ہو جاتا
تو خدام اوسکو بطور لوٹ کے لے لیتے اور چونکہ بیش قیمت تھا لہذا مدح و ثنا راجہ کی کرتے۔
میزبان یعنی راجہ نے موافق رسم امرا ہندوستان لاکہ روپیہ کے توڑے بطور چبوترہ بچھائے
تاکہ مہمان اوسپر پیر رکھ کر لے لیوے۔ جب چبوترہ کی طرف نواب نے رُخ کیا تو چین جبیں
معلوم ہوئے راجہ نے از راہ عقلمندی دریافت کرکے لاکہ روپیہ اور بطور پیشکش نذر کیا

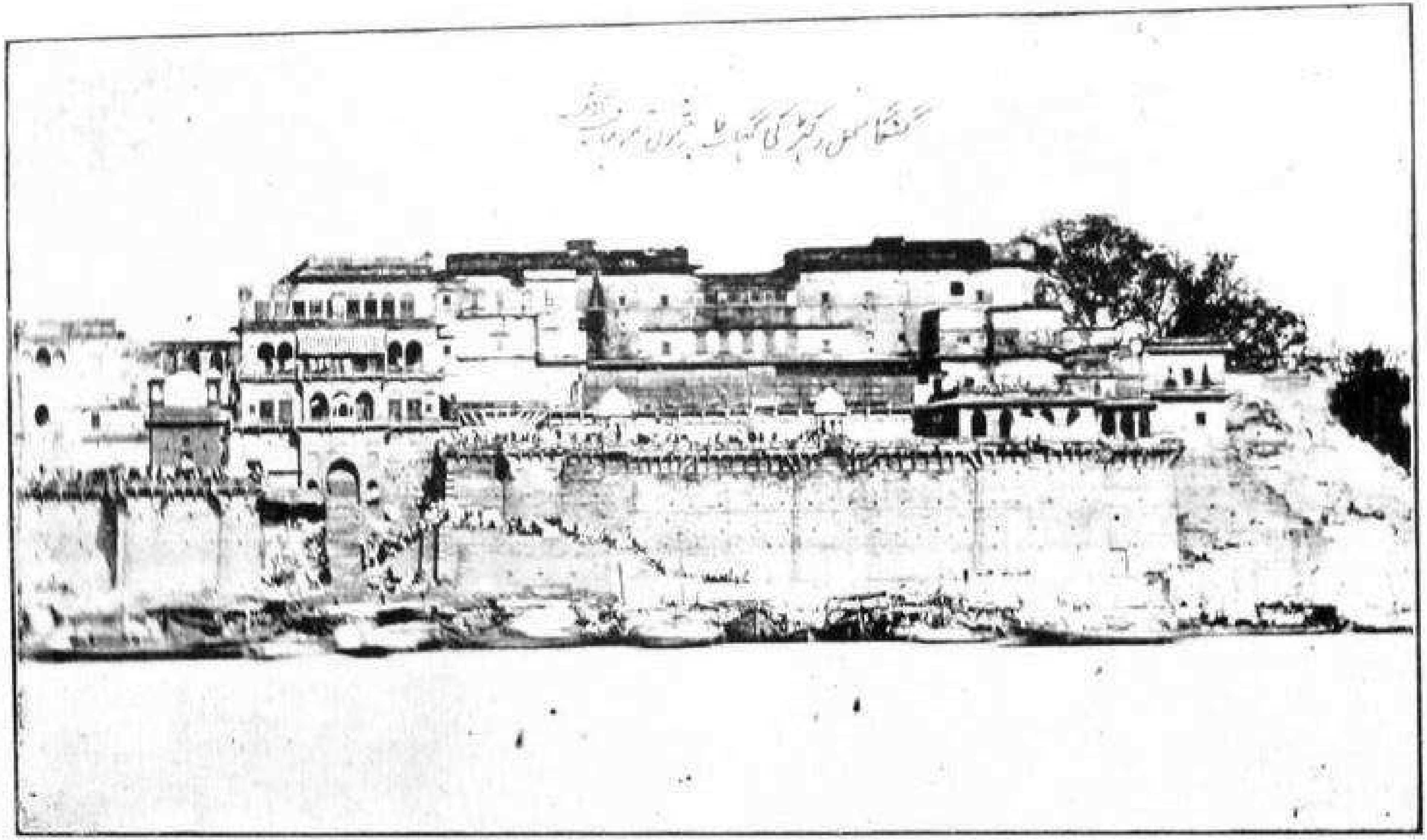

تا آنکہ نواب مستطاب شگفتہ پیشانی سے آکر مسند پر بیٹھے ۔ راجہ نے حسب دستور ایک سو ایک اشرفی بھر نذر دی نواب نے بلطف تمام قبول فرمایا اور اجازت پہلوئے صاحبزادہ میں بیٹھنے کی دی راجہ آداب بجالا کر بیٹھ گئے اور اونکا مقصود حاصل ہوگیا۔

ہمراہیان نواب وزیر میں محمد قاسم نامی ایک سردار قوم سائل نفر سے تھے مگر اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ رکھتے تھے اور شاہجہاں آباد کے لوگ کر باوضع شمار کئے جاتے عنوان مشارٌالیہ پر رشک کیا کرتے ۔ موصوف الذکر لطیفہ گو لطیف و ظریف طبع تھے لہذا ندیم وانیس نواب تھے ۔ ممدوح الذکر نے لطیفہ کہا کہ راجہ غلام حضور ہے (غلام کے دو معنی ہیں ایک بمعنی خادم اور دوسرے لڑکے یعنی فرزند کو بھی کہتے ہیں) حضور نے ہم پہلو صاحبزادہ بٹھایا تو گویا اوسکو رتبہ فرزندی بخشا اوسکے بعد ناچ دیکھنے لگے ۔ راجن نامی ایک گانے والی کہ نہایت خوش آواز تھی اُس نے یہ شعر فارسی کا گایا ؎

آمدی بنشیں زمانے بندۂ جانت شوم
آنقدر بنشیں کہ برخیزم و قربانت شوم

مضمون شعر سے نواب وحاضرین بہت خوش ہوئے اور پانسو روپیہ بطور انعام نواب نے عطا کیا بعد ختم صحبت رقص وسرود خاصہ تناول فرماکے خوابگاہ میں تشریف لیجاکر قیلولہ فرمایا۔ اور غذاہائے لذیذ تمام ہمراہیان نواب مستطاب کے گویا تماشا دیکھنے کو تمام لشکر آیا تھا تقسیم ہوا۔ کھانا تو سب کے واسطے کافی تھا مگر ظروف نے کمی کی فوج کے لوگ باسن اوٹھا اوٹھا لے گئے ۔ اور ہاتھ بڑھا بڑھا کر کھانا دیگ سے نکال نکال کر کھانے لگے نواب فلک رقاب جب خواب سے بیدار ہوئے تو راجہ کو منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار دیا پالکی جھالردار کہ اوس وقت تک کمتر اشخاص پاتے تھے اور ملبوس خاص مزید براں بخشا راجہ نے پچاس کشتی عمدہ کپڑوں کی اور ایک خوانچہ جواہر پیشکش نواب عالیجناب کو اور بیس کشتی و خوانچہ جواہر صاحبزادہ ولیعہد کو اور ایک ہاتھی مع عماری طلائی اور پانچ گھوڑے عربی مع زین

وساز طلا و نقره پیش کش کیا۔

اور گیارہ کشتی محمد ایلچ خاں مدار المہام کو اور سات کشتی محمد قاسم کی تواضع کی اور بہت سا روپیہ عملہ و فعلہ یعنے کارکنندگان سرکار نواب وزیر الممالک کو انعام دیا کہ وہ لوگ تعریف راجہ کرتے ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے گئے۔

جب تک نواب بنارس میں رہے راجہ ہر روز مجرائی دونوں حضرات یعنے نواب گورنر و نواب وزیر کو جاتے۔ اسکے بعد نواب وزیر فیض آباد کو اور نواب گورنر کلکتہ کو چلے گئے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

خیرالدین حسین بحوالہ شخص معتمد لکھتے ہیں کہ چونکہ اوس زمانہ میں گورنر بہادر کو بادشاہ کی طرف سے کدورت تھی۔ لہذا نواب وزیر سے کہا کہ نام سلطنت شاہ عالم پر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ سلطنت ہندوستان اپنے نام پر قرار دیکر سکہ و خطبہ اپنے نام جاری کریں اور فوج انگریزی تمام و کمال لیکر تمام ہندوستان کو قبضہ میں لاویں۔ نواب وزیر کو کہ جوان اولوالعزم تھے یہ بات پسند آگئی اور کہا اس شرط پر کہ وزارت ہندوستان کی کمپنی انگریز بہادر پر اور مدار المہامی اوسکی آپکے نام ہو۔

خلاصہ جب وزیر الممالک دولت خانہ میں آئے اور تیاری خیمہ ہائے سرخ و سراچہ ہائے سرخ و سرانجام کلاں بارود دیگر لوازم سلطنت کا فرمان دیا تو نواب سالار جنگ نے کہ دانشمند دور اندیش تھے نواب وزیر کو قالب دولت خواہی میں سمجھا کر اس خیال سے باز کہا اور کہا اس منصب کی خواہش کرنا آپ کے شایان حال نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نام سلطنت اولاد تیموریہ پر قایم رکھکر آپ ممالک محروسہ پر متصرف ہوں۔ نواب وزیر بھی اپنی عقل غور بیں سے اس عبارت کی برائیوں پر بہوچکر اس ارادہ سے باز رہکر گورنر کو بھی سمجھا کر باز رہے۔ گورنر بہادر نے جرنیل جانکلین کو سرداران انگریز و کمپنی انگریزی کے ساتھ اطاعت وزیر الممالک میں جنگ افاغنہ کیواسطے بپاداش حرکت نازیبا اونکی مقرر کیا۔

ناظرین پر واضح رہے کہ اوس زمانہ میں منیر الدولہ صوبہ الہ آباد و کوڑہ پر متمکن تہے اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ بعد صلح فیمابین دولت انگلشیہ و نواب وزیر ہر دو صوبہ مذکور خرچ بادشاہ واون کے قبضہ میں تہا۔ مگر شاہ عالم بادشاہ اپنے مزاج کی خوبی سے محکوم ملازمان خود رہتے۔ چنانچہ الہ آباد میں تابع فرمان منیر الدولہ و سرداران انگریزی تہے اگرچہ یہ تبعیت اونہیں کے رائے سے تہی مگر آخر میں دلتنگ ہوئے اور متمنی ہوئے کہ قلعہ شاہجہان آباد میں جاکر پیرایہ بادشاہی میں ظاہر ہوں۔ خصوصاً جبکہ نجیب الدولہ نے جنہوں نے چند روزہ حکومت شاہجہان آباد میں کیا تہا انتقال کر چکے تہے۔ لہذا اسی خیال سے بہ تلاش اعوان و انصار روانہ مقام شاہجہان آباد ہوئے اور سیف الدین محمد خاں برادر عاقبت محمود خاں کشمیری کو برسم سفارت دکہن میں سرداران مرہٹہ کے پاس بہیجکر اونکو از سرنو بلوا کر قوت دی۔ جب اون کی مدد کا یقین شاہ عالم کو ہوگیا تو الہ آباد سے جانب شاہجہان آباد چلے۔ شجاع الدولہ و سرداران انگریزی و نیز منیر الدولہ نے منع کیا مگر شاہ عالم نے نمانا۔ آخر مرزا نجف خاں ہمراہ بادشاہ گئے اور منیر الدولہ الہ آباد میں رہ گئے اور انگریزوں سے ہر دو صوبہ مذکورہ بطور ٹہیکہ لیا اور اسکے قبل لاکہ روپیہ کی جاگیر سرکار انگریزی سے اونکے نام پرگنہ بہیم پور شاہجہان پور میں ہتی اور کئی لاکہ دام پرگنہ از اول مضافات صوبہ بہار میں تنخواہ پارہے تہے۔

بعد ایک سال یا دو سال کے جب نواب گورنر جنرل عماد الدولہ مسٹر ہسٹنگ بہادر جلادت جنگ ملاقات شجاع الدولہ کو بنارس گئے اور وہاں پر سب سردار جمع ہوئے تو منیر الدولہ بہی آئے۔

بروایت خیر الدین حسین گورنر بہادر کو منیر الدولہ کے بعض حرکات سے رنج تہا اسیوجہ سے چاہا کہ صوبہ الہ آباد و چکلہ کوڑہ اون سے لیکر مسٹر نارن و مسٹر داویداندرسن کو ناظم مقرر کریں۔ نواب وزیر نے مافی الضمیر گورنر بہادر کو سمجہ کر بوسیلہ جارج ڈسٹرٹ بہادر ہوشیار جنگ

سے ہر دو مقامات کو خود ٹھیکہ میں لے لیا۔ اور گورنر بہادر نے بوجہ ضرورت روپیہ کہ بعض مہمات کے وجہ سے تھی چالیس لاکھ روپیہ پر معاملہ کر لیا۔ نواب وزیر نے منیر الدولہ کی اشتمالت کر کے چاہا کہ اپنی طرف سے حکومت الہ آباد پر مقرر کریں مگر چونکہ وہ مرد غیور تھے لہذا نیابت نواب کو قبول نہ کر کے خانہ نشین ہوئے اور اوسی زمانہ میں انتقال کیا۔

ترجمہ ذکر قولنامہ جدید جو نواب شجاع الدولہ نے راجہ چیت سنگھ کو دیا جسکا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا

امورات زمینداری و تعہد سرکار بنارس و سرکار چنار و محالات جونپور و منیجے پور و بہدوہی و سکتیشرگڈہ و ملبوس خاص و سرکار غازیپور و سکندرپور و خرید شادی آباد و تپہ سیرنج وغیرہ جو ماتحت راجہ بلونت سنگھ مرحوم کے تھے بہ ہیئت سابق ہیں اب تم کو دیتا ہوں۔ اب یہ ضرور ہے کہ بعد منہائی نانکار و نصف جاگیر بہدوہی تم ماہ بماہ و سال بسال خزانہ سرکار میں اقساط مقررہ و مذکورہ دیتے رہو بعنایت ایزدی جس سے ترقی عزت و توقیر تمہاری ہوگی وہ ظہور میں آوے گا اور جو جمع قبولیت سنہ ۱۱۸۱ فصلی میں قرار پائی ہے اوس سے زیادہ کبھی آیندہ طلب نہ ہوگی۔ اور اگر تم قایم اور ثابت قدم اپنی فرمانبرداری میں رہوگے اور مالگذاری دیتے رہوگے تو تمہارا املاک اور تمہاری رعیت آسیب سے بچی رہیگی بحکم خدا و قرآن شریف و امام پاک یہ عہدنامہ جو فیما بین میرے اور میرے وارثوں کے اور تمہارے اور تمہارے وارثوں کے ہوا ہے اوس سے کبھی انحراف نہ ہوگا۔

المرقوم ۱۸ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۱۸۷ھ مطابق ۶ ستمبر سنہ ۱۷۷۳ء

ترجمہ صحیح ہے — دستخط ولیم ریڈفرن

از کتاب عہدنامہ جلد دوم ترجمہ کنہیا لال

راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ سنہ ہجری میں اختلاف ہے کیونکہ ۱۱۸۴ھ میں انتقال راجہ بلونت سنگھ ہے اور یہہ عہدنامہ زمانہ چیت سنگھ کا ہے اور خط نواب وزیر کو جسکو افاغنہ نے گورنر کو بھیجا وہ باتفاق مورخین ۱۱۸۶ھ میں بھیجا اور اسی سال گورنر و نواب وزیر بنارس میں آئے لہذا بجائے ۱۱۷۷ھ کے ۱۱۸۷ھ ہو تو عجب نہیں اور ثبوت یہ بھی ہے کہ اس میں حوالہ ۱۱۷۹ف کا دیا ہے جو ایک سال بعد انتقال راجہ بلونت سنگھ ہے کیونکہ سال انتقال فصلی راجہ بلونت سنگھ کا ۱۱۷۷ف تھا اور ۱۱۸۴ ہجری میں جو پٹہ ہوا ہے اوس میں وہ رقوم درج ہیں جو ۱۱۷۹ف میں ہیں جنکا حوالہ ہے۔ علاوہ اِسکے باعتبار جنتری صد سالہ مسمی منہاج الحساب ۱۷۷۳ء مطابق ۱۱۸۰ف و ۱۱۸۷ھ ہے۔

تحریر منجانب گورنر بہادر بنام راجہ چیت سنگھ

اب جو وزیر الممالک نے ایک عہدنامہ مہری و دستخطی دیا ہے جسپر تم نے بھی دستخط کئے ہیں اور مہر لگائی ہے مناسب کہ بموجب اوسکے اور بموجب عہدنامہ کے جو بمقام الہ آباد لارڈ کلایو صاحب نے اور وزیر نے درباره راجہ بلونت سنگھ تمہارے والد مرحوم کے کیا تھا تم بخوشی تمام مالگذاری مقررہ وزیر کو ادا کرتے رہو اور کمپنی ہمیشہ تمہارے بہبود کی نگراں رہے گی اور تمہاری نسبت حفاظت اور حمایت مبذول رکھیگی اور عہدنامہ مذکورہ بالا میں ہرگز انحراف یا شکستگی عہد نہ ہوگی۔

ترجمہ صحیح ہے

مترجم فارسی

از کتاب عہدنامہ جلد دوم مترجمہ کنہیالال

عہدنامہ شجاع الدولہ و انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۷۶۳ء

وزیر الممالک آصف جاہ شجاع الملک نواب شجاع الدولہ ابن ابو المنصور خاں صفدر جنگ سپہ سالار

ایک فریق اور وارن ہسٹنگ صاحب پریسیڈنٹ۔ کونسل و گورنر فورٹ ولیم و سپہ سالار افواج کمپنی انگریزی بہ اضلاع بنگالہ و بہار و اوڑیسہ منجانب و بنام کمپنی انگریزی فریق ثانی شرائط ذیل کو منظور کرتے ہیں۔

شرط اول چونکہ عہدنامہ الہ آباد مرقومہ ۱۶ ماہ اگست ۱۷۶۵ء فیمابین وزیر اور کمپنی میں درج ہے کہ اضلاع کوڑہ والہ آباد بادشاہ کو واسطے اونکے صرف کے دئے گئے ہیں اور چونکہ بادشاہ نے قبضہ اضلاع مذکور کا چھوڑ دیا بلکہ سند کوڑا و کڑا کی بنام مرہٹہ لکھدی جس سے نقصان وزیر اور کمپنی انگریزی متصور اور خلاف منشاء عہدنامہ کے ہے اس سبب سے بادشاہ کا استحقاق بنسبت اضلاع مذکور کے معدوم ہوگیا اور وہ دوبارہ کمپنی کے قبضہ میں آئے جس سے اونکو دئے تھے لہذا یہ اقرار ہوتا ہے کہ اضلاع مذکور وزیر کے قبضہ میں بشرائط مفصلہ ذیل دئے جائیں گے اور یہ کہ جس طرح ملک اودہ اُنکے پاس ہے اوسی طرح یہ اضلاع کوڑہ وکڑا والہ آباد بھی اُنکے پاس ہمیشہ رہیں گے کسی طرح اور کسی حیلہ سے اُن سے مزاحمت ان اضلاع کے بارہ میں کمپنی اور اونکے افسران نہ کریں گے اور نیز جو روپیہ اب مشروط ہوتا ہے اوس سے زیادہ ہرگز کسی حیلہ یا سبب سے طلب نہ کیا جائیگا۔ اس عہدنامہ کی پابندی تمام افسران انگریزی و اہالیان کونسل اور کمپنی کریں گے اور ہرگز اس سے انحراف نہ کریں گے۔

تفصیل شرائط

وہ پچاس لاکھ روپیہ سکہ رائج الوقت ملک اودہ حسب تفصیل ذیل ادا کرے۔

نقد	عـہ لکھ	دو برس بعد تاریخ عہدنامہ سے
	اول سال	دعـہ لکھ
	دوم سال	دعـہ لکھ
	کل سکہ روپیہ	صـہ لکھ

شرط دوم۔ بنظر اسکے کہ تکرار در باب زر اداے نواب وزیر بابتہ اخراجات فوج کمپنی جو اونکی مدد کو آئیں یہ اقرار ہوتا ہے کہ ایک برگیڈیر کا خرچ دو لاکھ دس ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت ملک اودہ ہوگا اور تفصیل سپاہ برگیڈیر ذیل میں درج ہے۔

دو پلٹن ولایتی چھ پلٹن سپاہ ہندوستانی ایک کمپنی توپ خانہ۔

اس فوج کا خرچہ ذمہ وزیر کے اوس تاریخ سے ہوگا جس تاریخ سے وہ اوسکی حد میں پہونچیگی اور اوس تاریخ تک ہوگا جس تاریخ تک وہ واپس ضلع بہار میں آوے اور سوائے زر مذکورہ بالا اور کچھ مطالبہ بابت فوج مذکور کے کسی وجہ سے نہوگا اور اگر کمپنی یا افسران انگریزی فوج وزیر کو طلب کریں گے وہ کمپنی بہی اوسی طرح اوسکا خرچہ ادا کرے گی۔

مہر اور دستخط اور قسم فریقین معاہدہ نے بمقام بنارس بتاریخ ۷ ستمبر ۱۷۷۳ء ہمارے روبرو کیے۔

دستخط جان اسٹوارٹ دستخط ولیم ایڈفرن

تنبیہ زمینداران سرحد مرزا پور کلاں و ترک وطنی بابو ہنیار سنگہ و لکھنؤ جانا

چونکہ زمینداران محال سرحد مرزا پور کلاں راجہ چیت سنگہ سے از راہ تمرد و سرکشی پیش آتے اور مالگذاری واجب کے ادا کرنے میں بہی سستی و غفلت کو دخل دیتے لہذا راجہ مذکور نے اونکا تدارک ضروری سمجھکر مع فوج کوچ کیا جب اوس مقام نافرجام میں پہونچے تو اس قدر اولے پڑے کہ تمام زمین سفید ہوگئی اور خیمہ پارہ پارہ ہوگئے جن بیچاروں کے پاس پناہ و سایہ نہتھا اونپر جو مصیبت گذری اوسکا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ آسمان نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ تین روز تک برابر ترشح ہوتا رہا چوتہے روز جب مطلع صاف ہوا اور آفتاب نے اپنا جلوہ آرا دکہلایا تو راجہ موصوف نے الف سنگہ داروغہ اصطبل کو مع فوج حسب ضرورت بہیجا کہ قلعہ

کو محصور کریں اور وہاں کے حاکم کو بخوشی یا قہر حاضر کریں اور اگر مقابلہ پیش آوے تو قتل کریں
اشخاص مقرر شدہ جب وہاں پہونچے تو اوس زمیندار نے تاب مقابلہ نہ پاکر لال
اودیت سنگہ راجہ مانڈہ کے پاس کہ اوسکے حدود زمینداری سے متصل اور کیقدر توسل
بھی اُن سے رکھتا تھا پناہ لی مشار الیہ نے اوسکی سفارش کی اور راجہ چیت سنگہ نے
بلحاظ راجہ لال اودیت سنگہ عفو تقصیر کردیا۔ اور زمیندار مذکور بتوسط راجہ لال اودت سنگہ
حاضر ہوکر زر سرکار ادا کرکے مخلع ہوگیا۔ راجہ خوش خوش اپنے مقام رام نگر میں واپس ہوئے
اور اوسی شیوۂ عیاشی و خوش باشی و سننے گانا اور ملاحظہ ناچ میں مع ہمنشینوں و حواشی کے
گذرنے لگے اوس زمانہ میں اختلاف و نفاق درمیان بابو منیار سنگہ و بابو اوسان سنگہ کے ترقی
پر تہا کیونکہ پہلے ہی سے بوجہ ذلت ابتدائی اوسان سنگہ و ترقی موجودہ کے بابو منیار سنگہ
کو ناگوار خاطر تہا کیونکہ بابو مذکور پروردۂ ناز راجہ بلونت سنگہ تہے بلکہ ایک راہ سے امیدوار
راج تہے کیونکہ راجہ بلونت سنگہ کا خیال اونکو راج دینے کا تہا۔ آخر بعد مسند نشینی راجہ چیت سنگہ
کے دو پرگنہ سکندرپور و منگرور میں حکومت کرتے اور زر واجب سرکار راجہ میں نہ بہیجتے
رہتے۔ بابو اوسان سنگہ اپنے اقتدار ظاہری پر مغرور ہوکر درپئے ایذا رسانی بابو منیار سنگہ
ہوئے اور بروایت خیر الدین حسین بہ حیلہ شرکت طعام ہمراہ مہاراجہ دانکار کرنے بابوے
مذکور کے کہ بوجہ کمقومی راجہ چیت سنگہ کے بوجہ اونکی ماں بانا صاحبہ قوم راجپوت کے تہا۔
اس لئے حسب رواج شرفا ہنود قوم برہمن کے ایسے شخص کے ساتہہ کہانا کہانا جائز نہ تہا
اوسان سنگہ کو موقع اُنکے اخراج کا ملا۔ اور بروایت غلام حسین خاں اپنے نفاق کا اظہار
بابو اوسان سنگہ نے اس طور سے کیا کہ اونکو زر باقیات سرکار کے مطالبہ میں تنگ گیری کی.
کیونکہ مشار الیہ نہایت سخی با ہمت و مروت تہے اور اون کی آمدنی خرچ کو پوری نہ ہوتی لہذا
زر مقبولہ سرکار کے ادا ہونے میں غفلت و کاہلی ہوتی بابو اوسان سنگہ نے بانا صاحبہ مادر
راجہ کی خدمت میں دل نشین کیا کہ منیار سنگہ کو ہوا شرکت ریاست کی لگی ہے وہ اپنے محال متعلقہ

کو جاگیر سمجھتے ہیں۔ جب سرکاری ملازم تقاضا کو جاتے ہیں تو اونکو سختی سے واپس کرتے ہیں۔ درگذر کرنے کی بھی انتہا ہو گئی اگر یہی حال ہے تو دوسرے اقربا و بابو بھی زر سرکار نہ دیں گے۔ منیار سنگھ اگر زر واجب ادا کریں تو خیر ورنہ اچل سنگھ اونکے چھوٹے بھائی کو کہ راست گفتار و کردار ہے علاقہ اونکا دیدیا جاوے۔ پھر اونہیں باتوں کو بذریعہ پانا صاحب کے اور خود بھی جا گزین راجہ کیا۔ حالانکہ راجہ جیت سنگھ لطف خاص حال منیار سنگھ پر رکھتے تھے مگر افسوں دمی اوسان سنگھ اثر کر گئی۔ راجہ نے دیوان دوندا بھگت کو حکم دیا کہ سوال وجواب یعنی گفتگو اس معاملہ کی تمہارے متعلق ہے تم خود جاکر زر باقیات لاکر داخل کرو اور اگر وہ سہل انکاری مثل سابق کے کریں تو اونپر وصول کرنے والوں کو مقرر کرو کہ کھانا پانی چھوڑا دیں اور کہیں کہ علاقہ کو چھوڑ دیں۔ دیوان نے جاکر جب پیام کہا تو اُن غیور کو کہ کبھی عادی سننے اس کلام کے نہ تھے تحمل نہ ہو سکا جواب دیا کہ ہر دو محال کو آپ لیں خانہ آباد دولت زیادہ میں رخصت ہوتا ہوں یہ کہا اور رام نگر سے بنارس گئے اور تمام زیور واثاث البیت رہن و بیع کرکے باقی ادا کر دی۔ بروایت خیر الدین حسین اوسان سنگھ نے تمامی اسباب و کارخانجات بابو موصوف کو ضبط کر لیا۔ اور بابو مذکور ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ع میں بنارس سے بھی روانہ ہو گئے۔

بروایت غلام حسین خاں وقت روانگی اپنے مہاراج سے پیام کہلا بھیجا کہ اوسان سنگھ نے تسلط عام پیدا کر لیا ہے۔ ارکان دولت و فوج تمام اوسکے مطیع ہیں۔ طینت اوسکی بد ہے ہمتو جارہے ہیں مگر کہے جاتے ہیں کہ وہ بنیاد ریاست کو خراب کرے گا آپ کو خبردار رہنا چاہئے۔ راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ یہ باتیں واقعی تھیں اور قابل تنبیہ و خواب غفلت سے بیداری کی تھیں مگر راجہ دلدادہ اوسان سنگھ تھے اونکی نصیحت کو خیال میں نہ لائے۔ بہرطور بابو ی مذکور چونکہ نہایت مہذب اور حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی رکھتے تھے۔ لکھنؤ میں جاکر منظور نظر عنایت نواب و مشمول عنایت امناء دولت ہوئے نواب نے کئی مرتبہ فرمایا کہ

محال سکندر پور و منگر در بلونت سنگھ کا ہم تم کو دیدیں یہ تمہارا حصہ ہے اور ہم راجہ جیت سنگھ سے دلوا دیں گے مگر اوس پاکیزہ طبیعت وفا کیش صداقت اندیش نے قبول نہ کیا اور کہا بندہ راجہ چیت سنگھ کو جانشین عم بزرگوار و اپنا آقا جانتا ہے۔ جو بات اُنکے خلاف مزاج ہو کرنا پسند نہیں کرتا۔ وزیرالممالک کو اُن کی بلندی حوصلہ و صفائی طینت سے تعجب ہوا اور نہایت مسرور ہوئے۔

نیار سنگھ کے چلے جانے کے بعد نجل سنگھ کو جب علاقہ لینے کا پیام پہونچا تو علاقہ لینا کجا رام نگر آنا اور ملاقات راجہ کی قطعًا بندکردی مگر شیوام سنگھ تیسرے بھائی اور بابو نکو سنگھ فرزند بابو منیار سنگھ کبھی کبھی مجرا راجہ کو حاضر ہو جایا کرتے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

راقم مصنف عرض پرداز ہے کہ فتنہ پردازی افغانان روہیلہ سے جو عہد نامہ بنارس میں درمیان شجاع الدولہ و گورنر جنرل ہوا۔ اوسکے تتمہ کے حالات یعنی حالات جنگ شجاع الدولہ با روہیلان کا بیان ضرور ہے۔ لہٰذا وہ مذکور ہو رہے ہیں اور آخر میں خوانین رام پور کا تذکرہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ریاست بنارس کو ریاست رام پور سے قدیم سے تعلق ہے لہذا اوسکا تذکرہ اپنے موقع پر آتا ہے تاکہ ناظرین کو حالات معلوم رہیں اور وقت ذکر تعلقات ریاست بنارس با ریاست رام پور جو کہ جلد ثانی میں آ رہا ہے تحیر نہ ہو۔

جنگ شجاع الدولہ با روہیلہ و انتقال شجاع الدولہ

شجاع الدولہ بنارس سے بعد لینے صوبہ الہ آباد وچکلہ کوڑہ و صفائی گورنر کے فیض آباد واپس آئے اور اون کے ساتھ انگریزی فوج بھی بسرداری جنرل چامپین بغرض جنگ افغانان آئی۔ کیونکہ گورنر بہادر کو بھی فتنہ پردازی افاغنہ بہت بری معلوم ہوئی تھی۔

فیض آباد میں چند روز قیام کرکے مع لشکر ظفر پیکر روانہ فرخ آباد ہوئے۔ نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد نے شرف ملازمت حاصل کیا اور خطاب فرزندی سے سرفراز ہوئے وہاں سے اٹاوہ گئے اور قلعہ شہر مذکور جو کنارہ دریائے جمن تھا اور اوسکو سابق میں باجی راؤ پیشوا سے لیا تھا اور ہری پنڈت کے سپرد کیا تھا اور اونہوں نے روپیہ واجبی مالگذاری بھی نہ دیا تھا اوسکو فتح کرلیا۔ غرضکہ ملک دوآب جو عملداری مرہٹہ میں تھا اوسکو شجاع الدولہ نے بزور شمشیر لے لیا تھا جو افاغنہ کو بہت ناگوار تھا چنانچہ باوجود دوستی جدید کے جو رفع فساد مرہٹہ میں شجاع الدولہ سے ہوگئی تھی یہانتک کہ نواب شجاع الدولہ نے ۴۰ لاکھ روپیہ اپنے خزانہ سے دیکر گلو خلاصی افاغنہ کرادی تھی مگر افاغنہ نے اپنی طبیعت کینہ وری سے مجبور تھے۔ ہمیشہ اپنی حرکات نازیبا سے غبار فساد اوٹھاتے چنانچہ پہلے ایک خط جعلی گورنر کو بھیج ہی چکے تھے اب اوس طرف دائرہ دولت نواب وزیر جانب فرخ آباد و اٹاوہ آیا تو حافظ الملک نے ایک خط برادرانہ مشتمل

لہ قبول شمالی روہیلکھنڈ گورنمنٹ انگریزی علاقہ فرخ آباد بالکل محصور علاقہ وزیر اودھ تھا اور خراج ۴ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ کا نواب رئیس فرخ آباد وزیر کو دیتے تھے یہ خراج ازروی عہدنامہ وزیر جو بتاریخ ۱۰ ماہ نومبر ۱۸۰۱ء منعقد ہوا تھا گورنمنٹ انگریزی کو دیا گیا۔

۱۸۰۲ء میں نواب امداد حسین خاں نے (جو غالباً لڑکے مظفر جنگ کے تھے) نو ہزار ماہواری یعنی ایک لاکھ آٹھ ہزار روپیہ سالانہ نقدی پر ہمیشہ کے واسطے علاقہ گورنمنٹ کو سپرد کردیا اور لفٹنٹ گورنر ہنری ولیسلی سے عہدنامہ ہوکر منظور ہوگیا۔ اسی نواب کے عہدنامہ میں منجملہ دیگر اخراجات کے گذارہ محلات مظفر جنگ کی بابت تین ہزار چھ سو سالانہ اور دو ہزار سالانہ خرچ امام بارہ بھی تھا۔ آخری نواب تفضل حسین نامی سے پنشن جرم بغاوت بلوہ ۱۸۵۷ء میں ضبط ہوکر قدرے بطور گذارہ ملا۔ ملاحظہ ہو کتاب عہدنامجات جلد دوم حال فرخ آباد۔

شکایت نواب مظفر جنگ کے نام بھیجا کہ تم شجاع الدولہ سے ملگئے حالانکہ اونہوں نے ہماری قوم وقبیلہ کو برباد کیا ہے۔ نواب مظفر جنگ نے وہ خط ازراہ خلوص نواب وزیر کو دکھلا دیا۔ خط کے دیکھتے ہی تاب تحمل نہ رہی اور حکم دیا کہ اٹاوہ سے جانب ملک افاغنہ کوچ ہو۔

پہلے نواب وزیر نے اتمام محبت کی راہ سے ایک شقہ حافظ الملک کو لکھا کہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ۔ کیا نیکی کا بدلہ نیکی نہیں ہے۔ تم ایسے حافظ قرآن سے یہ بات ظاہر ہو۔ بہرحال اب میں اوس چالیس لاکھ روپیہ کا طالب ہوں جو میں نے تمہاری سب قوم کے بدلے مرہٹوں کو دیکر اونکے ہاتھوں سے تمہارے سب کی آبرو وجان بچائی۔ حافظ الملک نے وہ خط طلب زر اپنے اقربا و شرکاء ریاست کو دکھلا کر سمجھایا کہ یہ روپیہ واجب الادا ہے۔ لہذا ہر رئیس اپنے حصہ رسد سے ادا کریں ورنہ فوج انگریزی سے ہم سب کی مفت آبرو جائیگی پھر کسی سے کچھ نہ بن پڑے گا۔ سب نے جواب نا انصافی کا دیا کہ ہمارے پاس ڈھال اور تلوار کے سوا کیا ہے۔ ہم سپاہی ہیں ہمارے سر حاضر ہیں پھر ازراہ خودسری و نادہندی مستعد جنگ ہوئے۔ حافظ الملک نے جواب لکھا کہ میں نے سب کو سمجھایا مگر یہ نافہم نہیں سمجھتے میں مجبور ہوں اور اپنا حصہ رسدی دینے کو حاضر ہوں شجاع الدولہ کو تھوڑا روپیہ لینا منظور نہ تہا۔ لہذا سنہ ۱۱۸۸ھ مطابق سنہ ۱۷۷۴ء میں مابین کٹرہ کماں زئی خاں و فرید پور میدان لاکھی کہیڑی میں مقابلہ ہوا۔ حافظ الملک وغیرہ سرداران ستر ہزار کی جمعیت سے اور نواب وزیر کی طرف جنرل چمپئن صاحب کماں افسر کمپ انگریزی تہے اور فوج خاص بجد و حساب ہتی۔ پہلے توپ چلی۔ روہیلہ موافق عادت قدیم خود دفعتہً دیوار گرکے توپ پر آپڑے چہرے سے ہزاروں مثل دانہ بہن گئے۔ پھر تلوار خوب چلی۔ حافظ الملک نے براہ تہوری ایک نشان ہاتھ میں لیکر اپنی جمعیت کے ساتھ نواب وزیر تک پہونچنا چاہا گولہ کے صدمے سے جو سینہ پر لگا گرے۔

مرتضیٰ خاں بڑیچ رسالدار اونکا سر کاٹ کر نواب وزیر کے پاس لائے۔ وہ ہاتھی سے اوترے اور سر حافظ سے مخاطب ہو کر کہا خدا شاہد ہے میں ایسا روز بد تمہارے لئے نہ چاہتا تہا۔ کسی شاعر نے مادہ تاریخ کیا خوب کہا ہے ؎

جو از لفظ ظفر تاریخ جستند
۱۱۸۸
سپہ باقی سر حافظ بریدند
۱۱۸۸

اور فیض اللہ خاں کو دامن کوہ مقام لالڈانگ میں لے گئے روہیلہ مایوس ہو کر بہاگ گئے۔ پہر جب بوجہ کمی معاش تنگ ہوئے تو ذریعہ بائڑ صاحب معافی قصور کرائی۔ نواب وزیر نے رحم کرکے بعد معافی قصور لاکہ روپیہ سالانہ عیال حافظ الملک کو مقرر کر دیا۔ چونکہ بڑے بیٹے حافظ الملک یعنی نواب محبت خاں مقید ہو کر ہمراہ نواب وزیر آئے تہے اور قلعہ الہ آباد میں مقید تہے اور وہاں سے بعد انتقال شجاع الدولہ کو ماہ کے بعد ہو انکل بہاگے۔ نواب آصف الدولہ نے دس ہزار روپیہ ماہواری مقرر کرنا چاہا مگر اونہوں نے بوجہ عدم اطمینان بہاگ کر ذریعہ سفارش انگریزوں کے لینا چاہا یعنی خود نواب گورنر جنرل وہ تنخواہ نواب آصف الدولہ سے لیں اور اونکو دیں تا آنکہ جب سرکار انگریزی سے نصف ملک کا معاملہ ہوا تو وہی تنخواہ مجرا ہوئی اور نواب علی اکبر خاں بڑے بیٹے کے نام سے جو لکہنؤ میں رہتے سر قبض رہا۔

جب بعد فتح نواب وزیر نے مراجعت فرمائی تو نواب نجف خاں مع لشکر کے شاد آباد سے آکر بسولی میں ملے۔ بظاہر تہنیت و باطن میں حصہ برادرانہ ملک جدید سے کچھ مل جانے کے امیدوار تہے صفائی تو ہو گئی مگر ملک میں کچھ نہ ملا البتہ نواب وزیر کو خیال تہا کہ میں نواب نجف خاں کے ساتہ اپنے کسی بیٹے کی شادی کر دوں لیکن موت نے مہلت ندی اور نواب وزیر نے بعد نو ماہ کے انتقال کیا۔

غرض نواب وزیر نے وقت واپسی اپنے دوسرے بیٹے نواب یمین الدولہ سعادت علیخاں بہادر کو اپنا

قایم مقام صوبہ کٹیہر میں چھوڑا اور محمد بشیر خاں کو اون کا مہتمم کاروبار نیابت مقرر کیا اور محبوب علی خاں صاحب کنپ مرتضیٰ خاں بڑیچ وغیرہ کو رسالہ دار اور حاکم توپخانہ معین کیا۔ مگر یہ تقسیم بھی مثل تجویز شاہ عالمگیر تھی جو بہادر شاہ و اعظم شاہ اپنے دونوں بیٹے کے واسطے چاہتے تھے۔ نفعا نیست کب صلح رہنے دیتی ہے جسکے برہم کرنے والے نواب مختار الدولہ ہوئے۔ حالات مفصل تاریخ اودہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور اس تاریخ میں بھی بعض حالات آیندہ جلد میں حالات سعادت علی خاں میں آوینگے۔

بعد حصول اطمینان نواب وزیر عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اس عرصہ میں مادہ فاسد خیارک جو پہلے سے کثرت عیش و عشرت و کثرت خون شباب سے طبیعت میں جمع ہو رہا تھا بن ران میں بصورت دانہ نمودار ہوا اور بڑھتا گیا علاج سے کچھ فائدہ نہ کیا آخر وقت شب ۲۴ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۸ھ مطابق سنہ ۱۷۷۴ء ۲ بجے رات کو انتقال کیا اور گلاب باڑی فیض آباد میں دفن ہوئے۔ اور روز سیوم ۲۵ ذیقعدہ سنہ مذکور مرزا یحییٰ عرف مرزا اماني ملقب بہ نواب آصف الدولہ مسند نشین ہوئے اور سید مرتضیٰ خاں اپنے خانساماں کو خطاب مختار الدولہ سید مرتضیٰ خاں ہیبت جنگ دیکر خلعت نیابت دیا اور بعد قیام سات برس فیض آباد سے بصلاح ارکان دولت لکھنؤ میں رہنا اختیار کیا۔

تاریخ اودہ کمال الدین حیدر

بقیہ حالات خوانین رامپور

بروایت کتاب عہدنامجات فیض اللہ خاں سے پہر صلح کی اور ایک عہدنامہ ماہ رجب سنہ ۱۱۸۸ھ مطابق سنہ ۱۷۷۴ء میں بہ ضمانت کرنل چمپین لکھا جسکا ذکر کیا ہے اور مشہور بہ عہدنامہ لال ڈانگ ہے اوس عہدنامہ کے بموجب یہ قرار پایا کہ

فیض اللہ خاں ملک رامپور میں محفوظ رہینگے بشرطیکہ نواب کی خدمت اپنی فوج سے وقت ضرورت پر کریں گے۔ مگر سنہ ۱۷۸۳ء میں بعوض خدمت فوج بموجب عہد نامہ ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷ ماہ فروری سنہ ۱۷۸۳ء جسکا ذکر آرہا ہے بوساطت انگریزی گورنمنٹ پندرہ لاکھ روپیہ نقد دینا قرار پایا۔

بعد وفات فیض اللہ خاں کے بحسب روایت کمال الدین حیدر سنہ ۱۲۰۹ھ مطابق سنہ ۱۷۹۴ء میں خاندان میں تکرار ظہور میں آئی محمد علیخاں پسر کلاں کو اُنکے برادر خورد غلام محمد خاں نے قتل کیا اور جاگیر چھین لی۔ چونکہ علاقہ بوساطت اور ضمانت انگریزی گورنمنٹ کے تھا۔ نیز دوسری وجہ حسب روایت کمال الدین حیدر خصوصت بوجہ اختیار مذہب تشیع تھی اور جبکہ لکھنؤ میں نواب آصف الدولہ کے یہاں بتقریب شادی وزیر علی خاں آئے تھے اور نواب آصف الدولہ کی ترغیب سے اونہوں نے اِس مذہب کو اختیار کیا تھا۔ اور گورنر جنرل سرجان شور صاحب بھی اِس قتل سے بہت آشفتہ تھے۔ لہذا کمانڈر انچیف ابکرمبی صاحب کو حکم گرفتاری غلام محمد خاں ہوا اوس زمانہ میں چیری صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ تھے نواب آصف الدولہ بھی تشریف لے گئے اور کمپ انگریزی بھی تھا سنہ ۱۲۰۹ھ مطابق سنہ ۱۷۹۴ء میں فتح رہیڑ کی ہوئی نواب آصف الدولہ نے احمد علی خاں پسر نواب محمد علی خاں کو کہ صغیر السن تھے محل سے بلواکر مسند نشین کیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ اودھ کمال الدین حیدر

اور بروایت کتاب عہدنامجات اول عہدنامہ محررہ ۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۰۹ھ مطابق ۲۹ ماہ نومبر سنہ ۱۷۹۴ء اور دوسرا ۶ جمادی الثانی سنہ مذکورہ مطابق ۲۳ ماہ دسمبر سنہ ۱۷۹۴ء کو ہوا اور قبولیت منجملہ نواب احمد علی خاں لکھی گئی۔

نقل عہدنامجات فیمابین وزیر الممالک شجاع الدولہ

نواب فیض اللہ خاں

نقل عہدنامہ دستخطی و مہری نواب شجاع الدولہ بہادر اور کرنل چمپین ۱۷۷۴ء مطابق ۱۱۸۸ھ چونکہ دوستی فیمابین میرے اور فیض اللہ خاں کے قائم ہوئی ہے۔ لہذا میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں اوسکو ملک رام پور مع دیگر اضلاع متعلقہ کے کہ بجمع سالانہ چودہ لاکھ بچہتر ہزار روپیہ ہے دوں گا اور میں نے یہ بھی شرط کی ہے کہ فیض اللہ خاں پانچ ہزار فوج ملازم رکھیں اس سے زیادہ نہ رکھیں اس واسطے میں یہ عہدنامہ لکھدیتا ہوں کہ میں ہمیشہ اور ہر وقت فیض اللہ خاں کی حرمت اور عزت کی حفاظت کرتا رہوں گا اور اونکی بہبود اور بہتری میں کوشش بلیغ حتے الامکان کیا کروں گا بشرطیکہ فیض اللہ خاں سوا میرے اور کسی سے اتفاق پیدا نہ کریں اور سوائے سرداران انگریزی کے اور کسی سے تحریر کی رسم جاری نہ رکھیں اور وہ میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن متصور کریں اور اگر میں کسی سے لڑائی کرنے جاؤں تو وہ دو تین ہزار سپاہ یا جسقدر اوس سے ممکن ہو ہمراہ میری فوج کے دیں اور اگر میں خود ہمراہ فوج جاؤں تو وہ بھی خود ہمراہ میرے مع سپاہ خود رہیں اور اگر بسبب کمی فوج کے میرے ہمراہ نہ جاسکیں کیونکہ اونکے پاس تھوڑی فوج ملازم ہے تو میں چار ہزار سپاہ اور اونکے ساتھ مقرر کروں گا تاکہ وہ اس فوج کو بھی اپنے ساتھ رکھکر میری ہمراہی کریں اور میں اونکے خرچ کا متحمل ہوں گا ان شرائط پر میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں علاقہ جات مذکورہ بجمع تعداد مسطور فیض اللہ خاں کو دوں گا اور اوس کی بہتری اور بہبود میں کوشش بلیغ کروں گا۔

اگر فیض اللہ خاں شرائط عہدنامہ ہذا کی تعمیل بلا عذر واقعی کریں گے تو میں بھی انشاء اللہ تعالی پہلو تہی اونکی بہبودی میں نہ کروں گا۔ باقی روہیلوں کو وہ دوسری طرف دریا کے روانہ کریں گے۔ میں نے قسم قرآن کی کہائی ہے اور خدا و رسول کو گواہ دیا ہے کہ میں

بن شرائط کو سرانجام دوں گا۔

مہر وزیر	ماہ رجب ۱۱۸۸ھ	مہر کرنیل چمپین

نقل عہدنامہ دستخطی و مہری فیض اللہ خاں اور کرنیل چمپین ۱۷۷۴ء

چونکہ دوستی فیمابین نواب وزیر الممالک بہادر کے اور میرے قرار پائی اور نواب وزیر نے از راہ مہربانی ایک ملک مجھکو دیا میں قسم قرآن شریف کہاکر خدا و رسول کو گواہ اپنے کا دیتا ہوں کہ میں ہمیشہ جب تک زندہ ہوں تابعدار اور فرمانبردار نواب وزیر کا رہوں گا اور میں اپنے پاس پانچ ہزار سپاہ نوکر رکھوں گا اس سے ایک آدمی زیادہ نہ رکھوں گا۔ اور نواب وزیر جب کسی سے آمادہ جنگ ہونگے تو میں اونکی مدد کروں گا۔ اور اگر نواب وزیر کسی پر اپنی فوج بھیجیں گے تو میں بھی دو تین ہزار آدمی اپنے اُس فوج کے ہمراہ دوں گا۔ اور اگر وہ خود کسی دشمن پر جائینگے تو میں بھی خود اپنی فوج لیکر اُنکے ہمراہ جاؤں گا۔ اور میں کسی طرح سے اتفاق اور دوستی سوائے وزیر کے نہ کروں گا اور کسی سے رسم تحریرات جاری نہ رکھوں گا۔ اس سے سردار انگریزی مستثنے ہیں اور جو کچھ نواب وزیر مجھے حکم دیں گے میں اوسکی تعمیل کروں گا۔ اور میں ہمیشہ اور ہر وقت مصیبت اور بہبود میں اونکا شریک لاجنب رہونگا۔

میں نے قسم قرآن کی کھائی ہے اور خدا اور رسول کو گواہ دیا ہے کہ میں ان شرائط کی تعمیل کروں گا اور اگر میں خلاف اسکے کروں تو خدا اور رسول اسکی مجھے سزا دیں۔

مہر فیض اللہ خاں	ماہ رجب ۱۱۸۹ء	مہر کرنیل چمپین

ترجمہ تحریر جو میجر ولیم پالمر صاحب نے نواب فیض اللہ خان کو دی

مہر کمپنی

دستخط جی پی الریول
سکریٹری

چونکہ عہدنامجات اکثر شرائط کے سابق میں فیمابین وزیر مرحوم شجاع الدولہ اور وزیر حال آصف الدولہ کے اور نواب فیض اللہ خاں کے قرار پائے ہیں اور اوس میں ایک یہ بھی شرط ہے کہ جب کبھی نواب وزیر کہیں فوج کشی کریں تو دو تین ہزار فوج خود بھی ہمراہ اونکی فوج کے دیں گے۔ اس سے فریقین میں گاہ گاہ تکرار اور شبہ پیدا ہوا ہے لہذا نواب فیض اللہ خاں نے بوساطت میرے درخواست کی کہ نواب وزیر اس شرط کو جس سے اونپر فرض ہے کہ بروقت ضرورت فوج سے مدد کریں مسترد کریں اور وہ (نواب فیض اللہ خاں) وعدہ کرتے ہیں کہ بعوض اس خدمت یا مدد کے پندرہ لاکھ روپیہ دیں گے اس طرح کہ پانچ لاکھ فوراً۔ پانچ لاکھ خریف میں دو لاکھ ربیع ۱۱۹۱ف میں اور باقی تین لاکھ روپیہ شروع خریف ۱۱۹۲ فصلی میں ادا کریں گے اور نواب وزیر نے بھی ان شرائط پر منظور کیا کہ وہ شرط مذکورہ بالا عہدنامہ سابق سے مسترد کریں گے۔ آج کی تاریخ یعنی ۱۴۔ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ سے مگر باقی شرائط عہدنامہ کے بحال اور برقرار رہینگے۔ فقط

مجھے جو نواب وزیر اور ارباب کونسل نے بھیجا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ نواب وزیر توقع تمہاری فوج کے ملنے کی نہ رکھیں گے اور اگر وہ احیاناً طلب کریں تو جو صاحب اونکے پاس منجانب ارباب کونسل کے ہیں وہ اس بارہ میں تکرار اون سے کرینگے بشرطیکہ نواب فیض اللہ خاں تمام شرائط عہدنامہ کی تعمیل کریں جو فیمابین اونکے اور وزیر کے قرار پایا ہے بہ استثنا اوس شرط کے جسکی رو سے اونکو فوج دینا فرض ہے

اور نواب فیض اللہ خاں کسی مستاجر نواب وزیر کو ترغیب نہ دے اور اپنے علاقہ میں رہنے نہ دیں اور نواب وزیر بھی تعمیل شرائط عہدنامہ سابق کی کریں اور اون کی اہل کاران ریاست اسکے مطابق کسی مستاجر نواب فیض اللہ خاں کو ترغیب نہ دینگے اور نہ اپنے ملک میں پناہ دیں گے۔ میں اس عہدنامہ کو منجانب نواب وزیر منظور کرکے اقرار کرتا ہوں کہ نواب فیض اللہ خاں فرض مدد دہی سپاہ سے بری کیے گئے۔ اور تحریر ضمانت منجانب ارباب کونسل جو بنام میرے بنابر نواب فیض اللہ خاں بھی دیتا ہوں۔

المرقوم ۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۔ ماہ فروری ۱۷۸۳ء

منظور ہوا کونسل میں فورٹ ولیم بتاریخ ۳۰۔ جون ۱۷۸۳ء

دستخط وارین ہسٹنگ — دستخط ایڈ ورڈ ویلر

دستخط جان میکفرسن — دستخط جان اسٹیس

ترجمہ صحیح ہے

دستخط رابرٹ گریگری

اسسٹنٹ رزیڈنٹ بدربار وزیر

ترجمہ عہدنامہ تمہیدی فیمابین نواب وزیر الممالک آصف جاہ آصف الدولہ یحییٰ خاں بہادر ہزبر جنگ و انگریزی کمپنی وسرداران روہیلہ

۵۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۹ھ مطابق ۲۹۔ نومبر ۱۷۹۴ء جو کہ بعد فتح ریہڑ و مغلوب ہونے غلام محمد خاں قاتل محمد علی خاں ہوا اور اوسکے ساتھ احمد علی خاں پسر نواب محمد علی خاں کو نواب وزیر نے مسند نشین کیا اور بوجہ صغر سنی نصر اللہ خاں بہادر کو اون کا منتظم قرار دیا۔

شرط اول۔ جب یہ تمہیدی عہدنامہ منظور رہوگا دشمنی فیمابین نواب وزیر الممالک آصفجاہ

بہادر اور اوسکے دوست اور فوج روہیلہ کی موقوف ہوگی۔

شرط دوم۔ نواب وزیرالممالک آصف جاہ بہادر وعدہ کرتے ہیں کہ اونہوں نے خاندان نواب فیض اللہ خاں کا اور اونکی شر کا قصور معاف کیا۔

شرط سوم۔ فوج روہیلا وعدہ کرتے ہیں کہ جو کچھ باقی خزانہ خاندان فیض اللہ خاں مرحوم کا ہوگا وہ اوسکو اما نتا حوالہ کمپنی کر دیں گے۔ بموجب اِسکے غلام محمد خاں سے حساب خزانہ بیس ماہہ نواب فیض اللہ خاں مرحوم تا وقت اُسکے ذمہ داری کے داخل کیا۔ اِس حساب میں سے ایک لاکھ اور چار ہزار مہر طلائی صرف میں آئیں جب سے غلام محمد خاں فوج روہیلہ سے جدا ہوا تھا یہ منہا اور مجرا دیگر باقی روپیہ طلب ہوا۔

شرط چہارم۔ نواب وزیرالممالک آصف جاہ بہادر وعدہ کرتے ہیں کہ وہ احمد علی خاں کو جو پوتہ نواب فیض اللہ خاں مرحوم کے ہیں محالات جمعی دس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر دیں گے اور شہر رامپور بھی شامل جاگیر ہوگا۔ اور چونکہ احمد علی خاں ہنوز صغیر سن ہے لہذا وہ نصراللہ خاں بہادر پسر عبداللہ خاں مرحوم کو بطور منصرم ریاست اور محافظ احمد علی خاں مقرر کرینگے جب تک احمد علی خاں بسن تمیز ہیزدہ سالگی پہونچیں۔

شرط پنجم۔ جب فوج روہیلا خزانہ حوالہ کردے گی جیسا شرط سیوم میں درج ہے اوس وقت فوج نواب وزیرالممالک آصف جاہ بہادر اور فوج انگریزی کمپنی یہاں سے روانہ ہوگی اور فوج روہیلہ منتشر اور متفرق ہوکر جہاں چاہے گی چلی جائے گی۔

المرقوم مقام بتا گہاٹ کپوے انگریزی بتاریخ ۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ

(مہر) یہ مہر نواب وزیرالممالک آصف الدولہ آصف جاہ یحیے علی خاں بہادر ہزبر جنگ کی ہے۔

(مہر) یہ مہر مسٹر جارج فرورک چیری منجانب انگریزی کمپنی کے بطور ضامن تعمیل اِس شرط عہدنامہ کی ہے۔

(مہر) یہ مہر نصر اللہ خاں کی ہے۔

عہدنامہ بطور ضمانت جو ہنوربل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے فیمابین وزیر الممالک ہند نواب آصف الدولہ آصف جاہ یحییٰ علی خاں بہادر ہزبر جنگ اور نواب احمد علی خاں بہادر کے تحریر کیا

چونکہ از روے عہدنامہ تمہیدی مرقومہ پنجم جمادی الاولے ۱۲۰۹ھ مطابق ۲۹ ماہ نومبر ۱۷۹۴ء مہری نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر و جارج فررک چیری صاحب رزیڈنٹ مدربار نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر منجانب ہنوربل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب نصر اللہ خاں بہادر منجانب فوج روہیلا ایک نقل جسکی ملفوف ہے کمپنی مذکور نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضامن واسطے تعمیل شرائط مذکور کے منجانب نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر ایک فریق اور منجانب نواب نصر اللہ خاں بہادر فریق ثانی کے ہونگے بموجب اسکے جارج فررک چیری صاحب منجانب ہنوربل سرجان شور بارٹ گورنر جنرل امور کمپنی ہند شرائط مفصلہ ذیل کا وعدہ کرتے ہیں۔

شرط اول۔ نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر نے شرط دوم عہدنامہ تمہیدی میں ظاہر کیا ہے کہ اونہوں نے خاندان نواب فیض اللہ خاں مرحوم و سرکار کا قصور معاف کیا۔ بفحواے شرط دوم عہدنامہ مذکور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی وعدہ کرتے ہیں کہ نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کچھ تکلیف خاندان اور سرکار مذکور کو واسطے کسی قصور موقوعہ ماقبل تاریخ ۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ کے ندیں گے۔

شرط دوم۔ نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر نے شرط چہارم عہدنامہ مذکور میں وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک جاگیر نواب احمد علی خاں پوتہ نواب فیض اللہ خاں مرحوم کو دیں گے اور اُسکے

موافق اونہوں نے ایک سند نواب احمد علی خاں کو دی جسکے پشت پر نام محالات جاگیر مع جمع
محالات لکھی ہے اور جسکی تاریخ ، ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۲۰۹ھ ہے۔ لہذا کمپنی مذکور وعدہ کرتے
ہیں کہ وہ ضامن قبضہ احمد علی خاں بہادر کا بموجب سند مذکور کے بلا توفیر محالات مذکور
پر دلادیں گے۔

شرط سیوم۔ شرط چہارم عہدنامہ مذکور میں یہ وعدہ ہوا ہے کہ نواب نصراللہ خاں
بہادر پسر نواب عبداللہ خاں سرداران نواب احمد علی خاں بہادر اور منصرم جاگیر تا عمر بست
و یک سالگی نواب احمد علی خاں بہادر کے مقرر ہونگے کمپنی مذکور وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی
تقرری منظور کرتے ہیں اور مہر نواب نصراللہ خاں بہادر مذکور کو جب تک وہ محافظ نواب
احمد علی خاں بہادر موصوف اور منصرم جاگیر رہینگے۔ بطور مہر نواب احمد علی خاں بہادر مستند
کرادیں گے۔

شرط چہارم شرط سیوم عہدنامہ مذکور میں یہ وعدہ ہوا ہے کہ خزانہ خاندان نواب فیض اللہ
خاں مرحوم کا کمپنی کے پاس امانت رہیگا اور کمپنی مذکور نے بر طبق اوسکے تین لاکھ اکیس ہزار
مہر طلائی بائیس اور یہ تین لاکھ اکیس ہزار مہر نواب وزیرالممالک آصف جاہ بہادر کو بطور
نذرانہ بابت جاگیر کے اور بالعوض تمام حقوق ضبطی وغیرہ املاک نواب فیض اللہ خاں مرحوم
اور محمد علی خاں مرحوم کے دی گئیں۔ لہذا کمپنی وعدہ کرتے ہیں کہ کوئی اور رقم نقدی کی
فریقین میں طلب نہ ہوگی۔

شرط پنجم۔ جب نواب احمد علی خاں بہادر بہ عمر بست و یک سالگی بہم پہنچینگے تو کمپنی مذکور
وعدہ کرتے ہیں کہ عہدنامہ قائم اور جاری رہیگا اور کوئی اور عہدنامہ کی ضرورت نہ ہوگی
اور اگر خدا نخواستہ نواب نصراللہ خاں مرجائیں یا کسی سبب سے اپنے عہدہ محافظی
نواب احمد علی خاں بہادر سے اور منصرمی جاگیر سے برخاست ہوجاویں تو نواب وزیرالممالک
آصف جاہ بہادر بہ صلاح کمپنی مذکور کسی شخص کو روہیلوں میں سے پسند کرکے اس عہدہ

مامور کریں گے۔

شرط ششم چونکہ نواب نصراللہ خاں بہادر موصوف نے ایک قبولیت پاس نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کے محررہ ۷ جمادی الثانی ۱۲۰۹ھ منجانب نواب احمد علی خان بہادر مذکور داخل کی ہے کمپنی مذکور وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ضامن پاس وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کے ہوتے ہیں اگر تعمیل قبولیت مذکور کی نواب نصراللہ خاں بہادر منجانب نواب احمد علیخاں بہادر مذکور کریں گے اور انحراف شرائط عہدنامہ ہذا کو شکستی عہد دوستی منجانب نواب احمد علی خاں بہادر نسبت نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر موصوف کے تصور کرینگے۔

شرط ہفتم۔ اس عہدنامہ پر مہر اور دستخط جارج فردرک چیری صاحب کی منجانب کمپنی مذکور اور تصدیق بدستخط ہنوربل سر جان شور بارنٹ گورنر جنرل کی اور مہر کمپنی مذکور کی ہوکر دو نقول ہوئیں ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر موصوف کو اور دوسری نقل نواب نصراللہ خاں بہادر کو دی گئی۔ اسی طرح دو نقل قبولیت مذکورہ شرط ششم عہدنامہ ہذا کی بمہر نواب نصراللہ خاں بہادر کے ہوکر ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کو اور دوسری نقل جارج فردرک چیری صاحب کو دی گئی اور سند جسپر مہر نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کی ہے اور جسکا ذکر شرط دوم عہدنامہ ہذا میں درج ہے نواب احمد علی خاں بہادر کو دی گئی اور نقل اوسکی بمہر نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کے جارج فردرک چیری صاحب کو دی گئی۔

المرقوم بمقام بریلی بتاریخ ۷ ماہ جمادی الثانی ۱۲۰۹ھ مطابق ۱۳ ماہ دسمبر ۱۷۹۴ء

دستخط جی ایف چیری ریزیڈنٹ۔

تصدیق اسکی بمقام فورٹ ولیم بدستخط ہنوربل سر جان شور بارنٹ گورنر جنرل و مہر ہنوربل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے بتاریخ ۲ ماہ مارچ ۱۷۹۵ء ہوئی

دستخط جی شور

ترجمہ قبولیت منجانب نواب احمد علی خاں بہادر بنام نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر

چونکہ از روے عہدنامہ تمہیدی مرقومہ ۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۷۹۴ء روز جمعہ نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کی اور مسٹر جارج فرورک چیری صاحب رزیڈنٹ دربار نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر موصوف منجانب انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اور نواب نصراللہ خاں بہادر کے منجانب قوم روہیلا جسکی نقل ہمردیف اسکے ہے بعض شرائط نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر ایک فریق اور قوم روہیلا فریق ثانی نے منظور کئے ہیں۔ اس واسطے میں نصراللہ خاں بہادر جو از روے شرائط مذکور محافظ نواب احمد علی خاں بہادر اور منصرم جاگیر اور منجانب نواب احمد علی خاں بہادر جاگیردار کے شرائط ذیل منظور کرتا ہوں۔

شرط اول۔ نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر نے شرط دوم عہدنامہ تمہیدی مذکور میں ظاہر کیا ہے کہ اونہوں نے قصور خاندان نواب فیض اللہ خاں بہادر مرحوم اور اونکے شرکا کے معاف کئے ہیں مطابق شرط مذکور کے عہد کرتا ہوں کہ کچھ تکلیف بابتہ قصورات موقوعہ ماقبل پنجم ماہ جمادی الثانی ۱۲۰۹ھ کے کسی اوس خاندان کے آدمی کو یا اوسکی شرکا کو نہ دی جائیگی۔

شرط دوم۔ نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر نے شرط چہارم عہدنامہ مذکور میں بیان کیا ہے کہ وہ ایک جاگیر بنام نواب احمد علی خاں بہادر پوتہ نواب فیض اللہ خاں مرحوم کے دینگے اور بموجب اوسکے اونہوں نے نواب احمد علی خاں بہادر مذکور کے ہاتھہ میں ایک سند مہری دی ہے جسکی پشت پر نام محالات مع جاگیر مذکور درج ہے اور تاریخ جسکی ۷ ماہ جمادی الثانی ۱۲۰۹ھ ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں نواب احمد علی خاں بہادر کو عقائد فرمانبرداری

وفاداری درست بنسبت نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کے تلقین کروں گا اور مجموعہ شرائط مندرجہ سند کے میں انتظام جاگیر کا کروں گا۔ اور میں حتی المقدور تمام روہیلوں کو اور دیگر اشخاص کو جنکا گذارہ اس جاگیر سے ہوگا تفہیم کروں گا کہ وہ شکر گذار نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کے بابت اس عنایت کے رہیں اور وفاداری اور دوستی سے اُنکے ساتھ بذریعہ اپنی جاگیر دار نواب احمد علی خاں بہادر مذکور کے پیش آئیں۔

شرط سیوم شرط چہارم عہدنامہ مذکور میں مشروط ہے۔ کہ میں نصر اللہ خاں ولد نواب عبد اللہ خاں مرحوم محافظ نواب احمد علی خاں بہادر کا اور منصرم جاگیر کا تا بست و یکسالہ ہونے نواب احمد علی خاں بہادر کے مقرر ہوں گا میں اقرار کرتا ہوں کہ فائدہ نواب احمد علی خاں بہادر مد نظر رکھکر اس کام کو میں حتی المقدور بہ لیاقت سرانجام دوں گا۔

شرط چہارم۔ شرط سیوم عہدنامہ مذکور میں یہ وعدہ ہوا ہے کہ خزانہ خاندان نواب فیض اللہ خاں مرحوم کا پاس کمپنی مذکور کے امانت رہے گا اور کمپنی مذکور نے بر طبق اُسکے ۳ لاکھ اکیس ۲۱ ہزار مہر طلائی پائیں اور یہ تین لاکھ اکیس ۲۱ ہزار مہر نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کو بطور نذرانہ بابت جاگیر کے اور بالعوض تمام حقوق ضبطی وغیرہ املاک نواب فیض اللہ خاں مرحوم و محمد علی خاں مرحوم کے دیگئیں لہذا میں وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی اور رقم فیصدی فریقین میں طلب نہ ہوگی۔

شرط پنجم۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ غلام محمد خاں ہرگز اس جاگیر میں رہنے نہ پاویں گے اور نہ کسی طرح کی حکومت اس جاگیر میں کر سکیں گے۔ اور نہ امورات نواب احمد علی خاں بہادر میں مداخلت کرنے پائیں گے۔

شرط ششم میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ہزار پانصد روپیہ سکہ فی ماہ شروع یکم ماہ دسمبر ۱۷۹۴ء مطابق ۲ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲۰۹ھ سے واسطے گذارہ غلام محمد خاں مذکور کے کمپنی ممدوح کو بمقام لکھنؤ جاگیر کی آمدنی سے دیا جائے گا۔

شرط ہفتم ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ روپیہ مفصلہ ذیل بمقام رام پور پسران نواب فیض اللہ خاں مرحوم کو حسب تفصیل ذیل شروع ۱۲۰۲ سنہ ف سے دیا جائیگا ۔

حسین علی خاں کو	مبلغ اعہ سکہ	یعقوب علی خاں کو	مبلغ [illegible]
فتح علی خاں کو	مبلغ اعہ سکہ	قاسم علی خاں کو	مبلغ [illegible]
ناظم علی خاں کو	مبلغ اعہ سکہ	کریم علی خاں کو	مبلغ [illegible]

شرط ہشتم ۔ جب نواب احمد علی خاں بہادر سن تمیز کو پہونچینگے تو یہی قبولیت کافی متصور ہوگی اور دوسرے قبولیت جدید کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر خدانخواستہ میں مرجاؤں یا عہدہ محافظی نواب احمد علی خاں بہادر و منفری جاگیر سے برخاست ہوجاؤں تو نواب وزیر الممالک بہ استصلاح و استصواب کمپنی کسی شخص کو روہیلوں میں سے پسند کرکے عہدہ مذکورہ پر مامور کریں گے ۔

شرط نہم ۔ میں منظور کرتا ہوں کہ از روے عہدنامہ مرقومہ ۷ جمادی الثانی ۱۲۰۷ سنہ کے جسپر مہر و دستخط جارج فردرک چیری صاحب کی منجانب کمپنی مذکور ہیں اور تصدیق ہنورایبل سر جان شور بارنٹ گورنر جنرل کی ہے اور دونوں نقول پر بھی مہر اور دستخط ہیں جنکی ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کو اور دوسری مجھکو ملی ہے کمپنی مذکور ضامن ہے کہ نواب وزیر الممالک آصفجاہ بہادر تعمیل اس عہدنامہ کی کریں یا قبولیت کی کہ منجانب نواب احمد علی خاں بہادر کہ میں نے اپنی مہر اور دستخط کئے ہیں اور جنکی ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر ممدوح کو دی گئی ہے اور دوسری نقل پاس جارج فردرک چیری صاحب کے ہے کرائیں اور ضامن نواب احمد علی خاں بہادر کی بابت قبضہ جاگیر کے جو انکو نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر سے مطابق شرط مذکورہ شرط دوم عہدنامہ مذکور کی ملی ہے ہوں جنکی ایک نقل جارج فردرک چیری صاحب کو بمہر نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر کے دی گئی ہے ۔

الرقوم مقام بریلی بتاریخ ۱۰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۰۹ھ مطابق ۳۰ ماہ دسمبر ۱۷۹۴ء

ترجمہ صحیح ہے

دستخط جی الیف چیری ریزیڈنٹ

ناظرین پر واضح رہے کہ حسب روایت کتاب عہدنامجات احمد علیخاں بضمانت انگریزی ایک جزو علاقہ بر مغز ہوئے اور باقی شامل روہیلکھنڈ ہو گیا۔ اور جب سنہ ۱۸۰۱ء میں روہیلکھنڈ گورنمنٹ انگریزی کو ملا تو بھی یہ خاندان قابض رہے۔

لہذا باقی خواتین کا ذکر اسی ضمن میں محض اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ بقیہ حال اوس ریاست کا معلوم ہو جاوے۔ اگرچہ حالات متعلقہ جنگ مذکور سے زمانہ دراز کے حالات ہیں۔

احمد علی خاں سنہ ۱۸۳۹ء میں فوت ہوئے اونکی ایک دختر تھیں انکی جانشینی نامنظور ہوئی اور وارث ثانی محمد سعید خاں پسر کلاں غلام محمد خاں مالک ملک کئے گئے ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۹ء اون سے ایک عہدنامہ جو ذیل میں درج ہے لکھا گیا کہ وہ اپنے علاقہ کا انتظام از روی انصاف کیا کریں گے اور روہیلہ سرداران خود کا گذارہ مقرر کر دیں گے۔

ترجمہ عہدنامہ نواب محمد سعید خاں

برطبق حکم گورنر جنرل بہادر حکومت رامپور کی جو میرے سپرد ہوئی ہے میں اس واسطے بیان کرتا ہوں کہ جو کام میرے تعلق ہوگا وہ از روے انصاف سرانجام ہوگا اور تمام پٹھان اور متوسلین اوسی طور پر بسر کریں گے اور اونکی اوسیقدر پرورش ہوگی جیسے اب تک ہوتی تھی اور میں اس طرح اون سے پیش آونگا کہ وہ با امنیت اور خوشی سے بسر کریں گے اور دربارہ تنخواہ خاندان اور دیگر رشتہ داران کے وہی طریق اختیار کیا جاویگا جو اب تک ہوتا آیا اور میری محبت اور اتحاد سے کوئی امر نسبت دختر و بیوہ نواب احمد علی خاں مرحوم کے تبدیل نہ ہوگا اور حسب تفصیل ذیل انکو تنخواہ ملا کرے گی۔

دختر نواب مرحوم	الـ ؏ ماہواری	چاند رانی	؏ار ماہواری
صاحب محل	اما ماہواری	ڈیوڑھی بالاخانہ	؏ار ماہواری
ممتاز محل	اما ماہواری	دھاری خند	؏ار ماہواری
کلو خانم	؏ ماہواری	مادر سعید علی خاں پسر مرحوم	
ننھو خانم	؏ ماہواری	نواب مغفور	؏ا ماہواری
پدمنی	؏ ماہواری	مادر دختر نواب مرحوم	؏ار ماہواری
چار گانے والیاں	؏ ماہواری		

ترجمہ صحیح ہے

دستخط نواب محمد سعید خاں

دستخط فرانسس رابنس قایم مقام ایجنٹ

دفتر کمشنری قسمت روہیلکھنڈ

۳۱ - اگست ۱۸۴۰ع

بعد انتقال نواب محمد سعید خاں اونکے پسر کلاں محمد یوسف علی خاں ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۵ع میں جانشین ہوئے اون سے یہہ عہدنامہ لیا گیا۔

عہدنامہ نواب محمد یوسف علیخان

چونکہ میں بمنظوری ہنور یبل لفٹنٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی و مغربی جانشیں محمد سعید خاں جاگیر رام پور میں مقرر ہوا ہوں میں اقرار کرتا ہوں اور تصدیق بمہر کرتا ہوں کہ امورات جاگیر مذکور کو نصفت اور عدل سے سرانجام دوں گا اور پٹھانوں سے بمروت پیش آؤں گا اور تمام تنخواہ جو نواب احمد علیخاں کے وقت سے مقرر ہے اور شرائط سابق میں درج ہے قایم اور بحال رکھوں گا اور واسطے پسر خاندان اور وابستگان والد مغفور نواب محمد سعید

خاں کے بجویز مناسب عمل میں لاؤں گا۔

دستخط آر الکزینڈر — دفتر ایجنٹی متعلق دفتر کمشنری قسمت روہیل کھنڈ

ایجنٹ لفٹنٹ گورنر — مقام بریلی ۱۰ اپریل ۱۸۵۸ء

بہ جلدوے خدمات جو اونہوں نے بلوہ ۱۸۵۷ء میں کیں نواب مذکور کو علاقہ دیہات سرحدی مراد آباد دیے گئے اور حقوق زمینداران قایم رکھنے کا وعدہ نواب سے لیا گیا اس علاقہ کی جمع یک لک للعہ ایک لاکہ چالیس ہزار چار سو تہی۔ نواب مذکور کو خطاب نائٹ آف دی موسٹ اکسلینٹ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا یعنی سردار باوقار ستارہ ہند کا ملا۔ اور اس امر کا اطمینان کر دیا گیا کہ جو وارث اصلی ازروے شرع محمدی کے اونکا ہوگا اوسکی منظوری جانشینی حکومت علاقہ پر ہوگی۔

رقبہ علاقہ رام پور کا ایک ہزار ایک سو چالیس میل مربع ہے اور مردم شماری تین لاکہ نوے ہزار دو سو تیس آدمی ہیں (کتاب عہدنامجات)

اس علاقہ عطا شدہ بہ جلدوے خیرخواہی کی فہرست تفصیل وار تہی مگر بخوف طوالت ترک کی گئی۔ مولف

لینا مسٹر جان برسٹو کا ہر چہار سرکار کو نواب وزیر الممالک سے

ماہ شعبان ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں جنرل کلاورنگ و کرنل منسن و مسٹر فرانسیس جانب بادشاہ انگلستان سے مختار و مدار المہام مالی و ملکی ہندوستان ہوکر بطور کونسل کے کلکتہ میں آئے یہ تینوں صاحبان یکدل و ہمزبان تہے اور گورنر ہسٹینگ بہادر کی طرف سے بجز مسٹر بارول اور کوئی تنہا اسی وجہ سے جو لوگ کہ گورنر ہسٹنگ بہادر کے یہاں سے مردود تہے وہ اونکے حضور میں باریاب ہوئے اور گورنر کی مخالفت کرنے لگے۔ اس مخالفت سے بے انتظامی اکثر

مہمات مالی و ملکی میں نمایاں ہوئی۔

اوس زمانہ میں مسٹر مڈلٹن جانب گورنر سے بطور سفیر و رزیڈنٹ خدمت وزیر الممالک لکھنؤ میں تھے جب یہ اختلاف سنا تو لکھنؤ سے کلکتہ گئے۔ جنرل کلاورنگ نے حسب رائے مشیران اونکو اس خدمت سے معزول کیا اور مسٹر برسٹو کو کہ نوجوان و دانشمند تھے اس کام پر مقرر کیا۔ اوسی زمانہ میں سانحہ انتقال نواب شجاع الدولہ ہوا اور کارپردازان وزیر الممالک کے باہم اختلاف و بدگوئیاں مشہور ہوئیں جیسا کہ ہر نئے زمانہ میں ہوتا رہتا ہے۔ مسٹر برسٹو نے باستصواب رائے صاحبان ثلثہ مذکورہ انتظام مہمات مملکت وزیر الممالک پر اختیار کل پاکر توجہ جانب لکھنؤ کیا۔

اتفاق سے نواب وزیر آصف الدولہ[1] جو کہ بعد پدر صوبہ دار ہوئے اور نواب مختار الدولہ سید مرتضیٰ خاں اوس زمانہ میں سواد اٹاوہ میں تھے اور کرنل پہولیر اور کپتان کانورنے کارپرداز سرکار وزیر سے شیوہ چرب زبانی سے بازار فریب کو گرم کر رکھا تھا۔ وزیر الممالک آصف الدولہ و اونکے مختار سرکار مرتضیٰ خاں کو بالکل احوال تقرری مسٹر جان برسٹو کا معلوم نہ ہوسکا بلکہ جب کارپردازوں نے ان انگریزوں سے پوچھا تو محض معمولی بات پر اونکا آنا ظاہر کردیا کرتے۔ اسی وجہ سے جب مسٹر جان برسٹو وارد لکھنؤ ہوئے تو معمولی طور پر اونکی خاطر ہوئی اور یہی وجہ اونکی رنجش کی ہوئی۔ اور شدہ شدہ اوسکو طول ہوتا گیا۔ تھوڑے روز

---

[1] نواب آصف الدولہ کا نام نامی محمد یحییٰ عرف مرزا امانی تھا یہ فرزند کلاں نواب شجاع الدولہ ہیں کہ آخر سال سنہ ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کی حیات میں نواب شمس النساء بیگم دختر انتظام الدولہ خانخاناں بہادر خلف نواب اعتماد الدولہ وزیر الممالک خانخاناں سید قمرالدین خاں بہادر نصرت جنگ سے شادی ہوئی۔

اور بعد انتقال شجاع الدولہ بہادر ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۸ھ مطابق یکم فروری سنہ ۱۷۷۵ء کو مسند نشین ہوئے

نواب آصف الدوله

تو وہ خاموش رہے اور ہر ایک کا احوال دریافت کرتے رہے۔ پہر اجازت صاحبان
کلکتہ سے کرنیل پہویرو کا نور کو لشکر وزیر سے نکال دیا۔ اوسوقت وزیر الممالک واونکے
مختار سرکار خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور مسٹر جان برسٹو سے بمدارا پیش آئے
مگر چونکہ اونکو غبار ملال دل پر آچکا تہا لہذا چنداں التفات نہ کیا۔
مختار الدولہ سید مرتضی خاں کو کہ تازہ تازہ امور مملکت میں دخیل ہوئے تہے اور اپنا پیش
پیش ہونا خدمت انگریزان میں چاہتے تہے مسٹر جان برسٹو نے بلوا کر بغرض ڈرانے
وزیر الممالک مدانے رعب جمانے کے کہا کہ شاہ عالم بادشاہ نے ہر چہار سرکار کو
بطور التمغا کمپنی انگریز بہادر کو دیدیا ہے لاٹ کلایو نے مصلحت متعلقہ اوس وقت
سے اپنی طرف سے وزیر الممالک کو دیدیا تہا۔ اب مرضی صاحبان کونسل یہ ہے کہ نواب وزیر

بقیہ حاشیہ

اور خطاب وزیر الممالک آصف الدولہ نواب محمد یحیٰے خاں بہادر ہزبر جنگ بادشاہ شاہ عالم سے پایا
اس نواب نے بعد مسند نشینی کے فیض آباد سے شہر لکھنؤ کو کہ اوس وقت تک بنام سرکار دولی مشہور
تہا دار الخلافت بنایا اور عمارات عالیہ و باغات پر فضا جیل دریائے گومتی و دولتخانہ و دیوان خانہ
سنگی و ایوان ہفت منزلہ وغیرہ بنائے۔ یہ نواب ایسے نیک نام و سخی گذرے ہیں کہ بازار والے
صبح کیوقت انکا نام لیکر اوٹہتے ہیں اور نام خدا اور رسول کے بعد ان کا نام لیتے ہیں۔ واقعی اس نواب مرحوم
کی سخاوت سے ہر شخص اپنے حوصلہ سے زیادہ بہرہ یاب و مالامال ہو جاتا۔ دیگر ہاں فوج کی تعداد جو وزیر انکے
والد کی نام آوری کا تہا انکے زمانہ میں نہ رہی منجملہ یادگاری نواب مرحوم کے نہر آصفی نجف اشرف میں ہے کہ جیکے
وہاں ایک مشکیزہ پانی کا آٹھ آنے کو ملتا تہا یہ نہر آصفی بذریعہ حاجی محمد طہرانی تاجر کے بروایتے پانچ لاکہ و بروایتے ۲ لاکہ
میں تیار ہوئی۔ منجملہ عمارات نواب مرحوم امام باڑہ کلاں ہے جو امام باڑہ آصف الدولہ سے مشہور ہے۔ دوسرے
رومی دروازہ ہے۔ انہوں نے بنظر اتحاد سرکار انگریزی علاقہ جات بنارس و جونپور و غازیپور کو مع متعلقات
و مضافات سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کو سپرد کر دیا۔ شہر لکھنؤ کہ اس سے قبل ایک گاؤں معلوم ہوتا نواب ممدوح

ہماری خوشنودی کے واسطے ہر چہار سرکار کو ہم کو دیدیں اور باقی بادشاہت اپنے باپ پر قابض رہیں۔ مختار الدولہ نے یہ سنا تو اونکے ہوش جاتے رہے اور مہلت چاہی صاحب مذکور نے فرمایا شام تک کی مہلت ہے خواہ اقرار کیجئے یا انکار۔ بعض دولتخواہان وزیر الممالک نے مختار الدولہ کو بہت سمجھایا کہ ہرگز صاحب بہادر کونسل سے اس خدمت یعنے ہر چہار سرکار کے لینے پر مامور نہیں ہیں بلکہ محض آپکے ڈرانے کے کے واسطے یہ تمہید کیا ہے اگر آپ ذرا سا استقلال کو دخل دیں اور اپنا پیش خیمہ جانب کلکتہ بھیجیں اور کہیں کہ نواب وزیر خود جوابدہی کو کلکتہ جایا چاہتے ہیں تو یقین ہے کہ صاحب مذکور اس خواستگاری سے باز آویں۔

راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ فی الواقع رائے بہت صائب تھی مگر نئے شخص میں جس نے سابق سے امر عظیم کو نہ اوٹھایا ہو کہاں قدرت ہوسکتی ہے کہ نشیب و فراز معاملات کو سمجھے اسی وجہ سے اس رائے پر عامل نہ ہوئے۔ بلکہ خیر اندیشی صاحبان انگریز کو اپنی تقویت کا سبب جانکر نواب وزیر آصف الدولہ کو قالب دولتخواہی میں سمجھایا کہ اس قدر ملک عظیم کہ خدانے

بقیہ حاشیہ

کے آنے پر اور کثرت تعمیرات و درستگی راہ وورود تاجران ہر کے زینت آباد و بلکہ جنت آباد ہوگیا۔ انہیں کے زمانہ میں شاہزادہ مرزا جوان بخت جہاندار شاہ خلف حضرت شاہ عالم بادشاہ وارد لکھنؤ ہوئے پھر بنارس سے جنکا ذکر اپنی محل پر ہوگا۔ نواب موصوف الذکر نے اکیاونؔ برس کی عمر میں روز جمعہ ۲۸۔ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۷۹۷ء میں انتقال کیا اور اپنے امام باڑہ میں دفن ہوئے تاریخ وفات انقلاب غریب ۱۲۱۲ برآمد ہوتی ہے اور ملا محمد خطائی شوستری نے یہ شعر کہا ہے ؎

نقشبند کاف و نون بر تربت آصف نوشت   هٰذا روحٌ و ریحانٌ و جناتُ نعیمٌ

مدت ریاست ۲۳ برس و چند ماہ تھی۔ اراکین میں سے نواب حیدر بیگ خاں و سرفراز الدولہ حسن رضا خاں بہادر و مہاراجہ ٹکیت راے بہادر و خان علامہ تفضل حسین خاں تھے۔

ملاحظہ ہو ابنہا مہ امیر علیخاں ذکر نواب آصف الدولہ بہادر

آپ کو عطا کیا ہے کیا کم ہے کیا ضرورت ہے کہ تھوڑے ملک کیواسطے انگریزوں سے ناراضی پیدا
کیجاوے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مسٹر جان برسٹو کو اِس درخواست کے قبول کر لینے سے خوش کر دیا جاوے
اور اونکے ذریعہ سے عہد نامہ عدم مزاحمت اپنے ممالک محروسہ کا حاصل کیا جاوے۔

آخر روز مختار الدولہ حضور صاحب مذکور میں حاضر ہوئے اور اس درخواست کے قبول کرنے
کی خوشخبری دی۔ مسٹر جان برسٹو کہ مرد عاقل تھے مختار الدولہ کو اس پہلو پر لائے کہ درخواست
صاحبان کونسل کی اس سے نہ پائی جاوے۔ چونکہ کارپردازان سرکار وزیر اوس وقت
مغلوب الہراس ہو رہے تھے لہٰذا حسب مرضی صاحب بہادر بلا خوض و فکر کے سند لکھدیا۔
جب یہ خبر صاحبان کونسل کو پہونچی تو جرنل کلاورنگ و اونکے ہواخواہ اس حسن خدمت
سے محظوظ ہوئے اور اونپر نظر توجہ فرمایا اور چوتھی جمادی الاول ۱۱۸۹ھ مطابق ماہ جولائی
۱۷۷۵ء میں یہ چہار سرکار ماتحت دولت انگلشیہ ہو گئی

مسٹر جان برسٹو نے اپنے رفیق و متوسل حضرات انگریزان تلشہ مسٹر جان فوق کو سزاولی بنارس
پر مقرر کیا اور سند بحالی ہر چہار سرکار کی بائیس لاکھ چھاچھٹہ ہزار ایک سو اسی روپیہ کے ادا
کرنے پر بشرط امنیت ملک راجہ چیت سنگھ کو دیا اور اونکے ساتھ اختیار سکہ جاری کرنے
کا دیا۔ اس مقام پر پہلے عہد نامہ آصف الدولہ با کمپنی پھر سند بنام راجہ چیت سنگھ کتاب
عہدنامجات سے مذکور ہو رہی ہے۔

ترجمہ شرائط مجوزہ عہد نامہ آصف الدولہ و گورنمنٹ ایسٹ انڈیا ذریعہ جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ جو ۱۷۷۵ء میں ہوا

نواب آصف الدولہ یحییٰ خاں بہادر ہزبر جنگ ایک فریق اور ہنوریبل وارین ہسٹنگ
صاحب گورنر جنرل اور ممبران سوپریم کونسل فورٹ ولیم منجانب اور بنام انگریزی ایسٹ انڈیا
کمپنی فریق ثانی شرائط ذیل منظور کرتے ہیں۔

شرط اول ۔ صلح کل اور دوستی مستحکم اور اتفاق کامل واسطے ہمیشہ کے فیمابین نواب آصف الدولہ بہادر اور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم ہوا فریقین معاہدہ بنظر جاری رہنے واسطے ہمیشہ کے دوستی کے باہمی کسی حیلہ یا کسی سبب سے رعایا اور ساکنان ملک کو مخالفت اور فساد کرنے نہ دیں گے اور جس امر سے یہ امور مخالفت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اونکو واقع ہونے نہ دیں گے فریقین کے دوست اور دشمن جانبین کے متصور ہوں گے اور اگر کوئی ایک کے ملک سے فراری ہوکر دوسرے کے ملک میں آئے گا وہ فوراً حوالہ کردیا جائیگا اور اوسکو کسی طرح کی اعانت نہ ملیگی۔

شرط دوم ۔ نواب موصوف وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز قاسم علی خاں صوبہ دار سابق بنگالہ اور سمرو قاتل انگریزان کو اپنے ملک میں آنے نہ دیں گے اور نہ اپنے پاس رکھیں گے اور اگر وہ اسکی قابو میں آجائیں گے تو برعایت دوستی اونکو قید کرکے سپرد کمپنی انگریزی کے کردیں گے اور وہ یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ کسی اور قوم ولایت کو وہ اپنی ملازمت میں بغیر رضامندی کمپنی انگریزی کے نہ رکھیں گے اور جو کوئی بغیر پروانہ کمپنی انگریزی کے اوسکے ملک میں آئے گا یا اس میں گذر کرے گا یا معلوم ہوگا کہ ملک میں ہے اوسکو وہ نہ آنے دینگے بلکہ اوسکو آنے میں مانع ہونگی اور اگر آ بھی جائے گا تو اوسکو واپس بھیجدیں گے۔

تمام یورپ زا کسی قوم کے جو اب نواب مذکور کے ملازم ہیں اس عہد کے رو سے برخواست ہوئے اور اب اور آیندہ وہ وعدہ کرتے ہیں کہ اونکو ملازم نہ رکھیں گے اور جو کمپنی انگریزی سے مفرور ہو کر آیا ہے یا آیندہ آوے گا بشرط گرفتار ہونے کے حوالہ کمپنی انگریزی کے کردیا جاوے گا۔

شرط سیوم ۔ اگر بادشاہ کوئی امر نسبت امورات نواب آصف الدولہ کے سرداران انگریزی کو لکھیں گے وہ کارروائی حسب رضامندی و فائدہ و ارادہ نواب کریں گے اور کچھ بادشاہ کی تحریر و تقریر پر لحاظ نہ کریں گے اور اسی طرح اگر بادشاہ آصف الدولہ کو کوئی

امر نسبت امور سرداران انگریزی کے لکھیں گے تو وہ بہی حسب رضامندی و فائدہ و ارادہ
کمپنی کے کارروائی کریں گے اور کچھ خیال تحریر و تقریر بادشاہ پر نہ کرینگے۔
شرط چہارم۔ اضلاع کوڑہ والہ آباد ہمیشہ اور واسطے دوام کے قبضہ نواب آصف الدولہ
میں اوسی ہیئت سے رہیں گے جیسے ملک اودہ اونکے پاس ہے اور اوس میں انگریز
خلل اندازی نہ کریں گے اور نہ ایک دام یا درم اضلاع مذکور سے طلب کریں گے سرداران
انگریزی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ صوبہ اودہ اور کوڑہ اور الہ آباد کی حفاظت کریں گے جب تک
کہ مرضی کورٹ آف ڈائرکٹرز کی دریافت ہوگی۔
شرط پنجم۔ نواب مذکور بابت حفاظت اپنے ملک کے حسب شرائط مذکورہ بالا بیان
کرتے ہیں کہ اونہوں نے اپنی مرضی اور خواہش سے انگریزی کمپنی کو تمام اضلاع ماتحت راجہ
جیت سنگہ کے معہ محصول خشکی و دریا اور حکومت اضلاع مذکور کی واسطے ہمیشہ کے دیتے
ہیں اور انگریزی کمپنی بعد ڈیڑہ مہینے کے تاریخ عہدنامہ ہذا سے حکومت اور قبضہ اضلاع تحت
راجہ جیت سنگہ کی اپنے ذمہ گردانیں گے تفصیل اضلاع یہ ہے یعنی۔

۱ سرکار بنارس
۲ سرکار چنار
۳ سکندیش گڈہ
۴ اضلاع جونپور
۵ بیجے پور
۶ ملبوس خاص
۷ سرکار غازی پور
۸ پرگنہ سکندرپور
۹ خرید شادی آباد

۱۰- پتہ سرو نج وغیرہ مثل سابق

۱۱- اور ٹکسال

۱۲- اور کوتوالی بنارس

شرط ششم۔ نواب آصف الدولہ بالعوض مدد اور اعانت فوج انگریزی کے جو اونکے ہمراہ رہے گی تاریخ عہد نامہ ہذا سے ایک برگیڈ کے خرچ کے واسطے دو لاکھ ساٹھ ہزار سکہ اودہ رائج الوقت دیا کریں گے۔ اور اگر اس سنہ کے روپیہ کا رواج آیندہ موقوف ہو جاوے تو بٹہ یا باڑہ جو کچھ ہو گا حساب سے دیا جاوے گا اور لیا جاوے گا تفصیل برگیڈ کی یہ ہے۔ دو پلٹن یا ایک رجمنٹ ولایتی ایک کمپنی توپ خانہ اور چھ پلٹن سپاہیان ہندوستانی۔ نواب مذکور کو جب سے فوج انگریزی اضلاع کمپنی کی سرحد سے حسب درخواست اونکے باہر آئیگی اور جب تک وہ واپس سرحد ملک کمپنی میں نہ جائیگی اسوقت یہ روپیہ ماہواری دینا ہوگا۔

شرط ہفتم۔ اگر نواب مذکور کبھی درخواست مدد انگریزی کمپنی واسطے حفاظت کسی اور اپنے علاقہ کے سوائے اونکے جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے کریں گے تو وہ حسب موقع و وقت قرارداد کر لیں گے۔

انگریزی کمپنی اور سرداران انگریزی وعدہ کرتے ہیں کہ جو شرائط باہم قرار ہوئے ہیں اونکے تعمیل ہوگی اور آیندہ تا حین حیات نواب آصف الدولہ وہ ہرگز اسکو تبدیل نہ کریں گے اور نہ اس سے انحراف کریں گے اور وہ کسی طرح پر یا کسی سبب سے کوئی مطالبہ جدید یا خلاف منشاء عہد نامہ ہذا نہ کریں گے۔ فریقین باہم اپنی اپنی تحریر پر قسم کھاتے ہیں کہ مطابق اس عہد نامہ کے کاربند ہونگے۔

المرقوم ۱۵- ماہ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ مطابق ۲۱ ماہ مئی ۱۷۷۵ء

ترجمہ صحیح ہے — دستخط جان برسٹو رزیڈنٹ دربار نواب اودہ

مقابلہ اسکا ساتھ ایک نقل مصدقہ اور مرسلہ برسٹو صاحب سے ہوا اور دریافت ہوا کہ ترجمہ درست اور مطابق ہے صرف نام بھدوہی فہرست اضلاع میں فروگذاشت ہوا تھا وہ میں نے درج کر دیا۔

دستخط جی ایچ ڈی اویلی ایکٹنگ مترجم فارسی

ترجمہ سند جو راجہ جیت سنگھ کو بابت زمینداری غازیپور و بنارس وغیرہ کے گورنمنٹ کمپنی سے عطا ہوی

متصدیان حال و استقبال و قانون گویان و مقدمان و رعیت و مزارعین و جمیع ساکنان و آبادان و متعلقان سرکار بنارس و غازیپور و چنار واقع صوبہ الہ آباد کو معلوم ہو کہ چونکہ بموجب عہد نامہ نواب آصف الدولہ جو بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۷۷۵ء کے قرار پایا تھا حکومت اور انتظام سرکاران مذکورہ بالا کا چہارم جمادی الاول ۱۱۸۹ھ مطابق ۴ ماہ جولائی ۱۷۷۵ء سے ہنوربل ایسٹ انڈیا کمپنی کے سپرد ہوئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی مذکور اس واسطے بموجب حقوق جو اوسے حاصل ہوئے تھے اب بنام راجہ جیت سنگھ زمینداری و عاملی و فوجداری سرکاران مذکور مطابق ضمن کے اور کوتوالی جونپور اور بنارس کی اور ٹکسال بنارس تاریخ مذکورۃ الصدر سے دیتے ہیں جسقدر طلا و نقرہ ٹکسال بنارس میں ضرب ہوگا راجہ اوسکو بموجب اپنے مچلکہ کے ضرب لگوائیں گے۔ راجہ مذکور ذرا بھی غافل اپنے فہمید اور تعمیل امور مفوضہ میں نہیں اوسکو لازم ہے کہ رعایت اور مہربانی سے نسبت رعایا و مردمان کے پیش آئیں اور زراعت اور بہبود ساکنان و پیداوار زمین کے ترقی میں کوشش کریں گے و دزدان و ڈاکوان و گرہ برو وغیرہ کو خارج از ملک کرینگے اور مفسدان و بلوہ پردازان امنیت ملک کو ایسی سزاے قرار واقعی دینگے کہ اون کا سراغ بھی نظر نہ آئے گا۔

اور راجہ مذکور خراج تعدادی [illegible] (تیئس لاکھ بیتالیس ہزار دو سو انچاس روپیہ
مچھلی دار ضرب بنارس مطابق [illegible] (بائیس لاکھ اکہتر ہزار ایک سو اسی روپیہ
سکہ کلکتہ سالانہ خزانہ کمپنی مذکور میں داخل کیا کریں گے۔ اگر اوسکو حکم ہوگا کہ زر مالگذاری
بمقام بنارس ادا کرے تو وہ مبلغ [illegible] مچھلی دار ۲۳۴۵۲۴۹ بنارس کا
کا روپیہ جس میں دس ماشہ نقرہ اور دو رتی دو چاول ملان ہوگا اور اس سے زیادہ ملان
ہوگا ادا کرے اگر وزن اس سے کم ہوگا یا ملان زادہ ہوگا تو اوس قدر کمی کا معاوضہ اوسکو
اور دینا ہوگا اور جب زر مالگذاری کی ضرورت مقام بنارس میں ہوگی تو وہ زر مالگذاری
[illegible] ۲۲۷۱۱۸۰ روپیہ سکہ بلا تفاوت بموجب اقساط کے ماہ بماہ کلکتہ روانہ
کرے گا اس صورت میں اوسکو دو روپیہ فیصدی کے حساب سے مجرا ملیگا اور فیصدی تعدادی
[illegible] ۴۶۴۴۴-۴-۱۴ار ۵ پائی ہوتا ہے بس یہ مجرا دیکر اصل رقم روپیہ کی مبلغ
[illegible] ۲۲۲۶۷۴۵-ار ۷ پائی سکہ کلکتہ ہوتا ہے۔ اور یہ رقم وہ کلکتہ میں داخل
کیا کرے گا اور آخر سال میں بعد تصفیہ حساب حسب دستور اوسکو روپیہ مدخلہ مجرا ملیگا اور
وہ مجاز نہیں ہے کہ ابواب ممنوعہ داروغہ شاہی وغیرہ تحصیل کرے۔ یہ سند عطا ہوئی
اور اس بموجب عمل ہوگا۔ تم متصدیان و دیگر اشخاص مذکورۂ بالا راجہ ممدوح کو اصلی اور واجبی
قابض اور حق دار زمینداری و عاملی و فوجداری سرکاران مذکورۂ بالا تصور کرو اور اوسکی
حکومت کو امور متعلقہ صیغہ جات مذکور میں منظور اور قبول کرو۔ واضح ہو کہ اس حکم کو محکم اور مستحکم
سمجھکر بموجب اوسکی تعمیل کرو۔ المرقوم ۲۵ ماہ صفر ۱۸ سنہ جلوس مطابق ۱۵ اپریل ۱۷۷۶ء

دستخط گورنر جنرل بہادر اور اہالیان کونسل

ضمن

دفتر زمینداری سرکار بنارس وغازی پور وچنار و کوتوالی و کار ٹکسال واقع صوبہ الہ آباد در رئیس

کلاں راجہ جیت سنگھ بہادر کو دی گئی اور نیز عاملی و فوجداری۔

تفصیل محالات — لعـــم

سرکار بنارس	و چنار	سرکار غازی پور
محال جون پور مع مال وسوائی	حویلی محمد آباد بنارس	ملبوس خاص یعنی خرچ پوشاک بادشاہ
پرگنہ بھدوہی	تعلقہ سکرا مؤ واقع چنار	سکتیش گڈھ
نجے پور	سکندر پور	خرید شادی آباد
ٹپہ [4] سرکیا	کوتوالی و دیگر امور بنارس بلا ادائے	و کوتوالی و دیگر امور جونپور بلا ادائے۔
محال ٹکسال بنارس بلا ادائی	مقیمی بنارس	سنگ نیز دو یعنی وزن سنگی بنارس

پٹہ سرکینا [4]

دو دیگر محالات الٹ ساندلی یعنی دفتر ضبطیات بنارس

ملاحظہ ہو عہد نامہ جلد دوم ترجمہ کنہیا لال

نقل پٹہ عطیہ بہ جیت سنگھ از گورنمنٹ کمپنی

یہ پٹہ جس میں شرائط ذیل درج ہیں راجہ جیت سنگھ بہادر کو دیا جاتا ہے۔ سرکار بنارس غازی پور اور چنار اور محالات سرکار جونپور مع مال وسوائے حویلی محمد آباد بنارس خرچ پوشاک بادشاہ پرگنہ بھدوہی تعلقہ سکرا مؤ واقع پرگنہ چنار سکتیش گڈھ نجے پور سرکار غازی پور پرگنہ سکندر پور خرید شادی آباد ٹپہ سرکیا مع کوتوالی جونپور و بنارس ٹکسال بنارس مقیمی باعضاب وزن سنگی مال وسوائے اور دستور دیوانی بہ استثنائے تانکار ونصف جاگیر بھدوہی و جاگیر مستثنیٰ دایما جو رقوم مدت دراز سے حساب میں مجرا دئے جاتے ہیں اور تمام شرائط تعہد تمبر فرض ہیں۔ تاریخ ۴ جمادی الاول ۱۱۸۹ھ مطابق ۹ ماہ جولائی ۱۷۷۵ء سے برقم للعہ لعہ للعہ ۲۳۴۵۲۴۹ روپیہ بنارسی جسکا وزن دس ماشہ فی روپیہ سے کم ہوگا اور جس میں طلاں یعنی کھوٹ دہ ٹی زاوہ دو جانوں سے بموجب اعتبار

جلکہ اور قبولیت سے زیادہ نہ ہوگا یہ روپیہ تم اس بموجب ادا کرو اگر کمپنی کو بنارس میں لینا اس روپیہ کا مناسب معلوم نہ ہوگا تو تم بمقام کلکتہ سکہ کلکتہ میں [illegible] ۲۲۷۱۱۹۰ روپیہ ادا کروگے اور جو مبلغ دو روپیہ فیصدی بنام بٹاو زمینداروں کے تم کو ملیگا اوسکا روپیہ [illegible] ۳۴۴۴۴ - ۱۴ ار ۵ پائی ہوتا ہے یہ مجرا دیکر رقم دادنی مبلغ [illegible] ۵۴۷۶۲۲۲ - ۱۰ ار ۷ پائی - کلکتہ ہونگے یہ رقم تم بلا کسور و کمی کے ایک سال میں بموجب فرد قسط بندی ماہواری جو علیحدہ داخل کی ہے ادا کروگے اور یہ روپیہ تم بلا ادائے فرد سبندی ادا کروگے یہ روپیہ تم بمقام کلکتہ بلا عذر بموجب قسط بندی کے داخل کروگے۔

تفصیل رقم خراج

رقم قبولیت	[illegible]	۲۰۸۶۶۰۷
منہا بابت نانکار	[illegible]	۹۸۰۰
زمین مرفوع القلم	[illegible]	۳۰۰۰
معافی چہارم حصہ	[illegible]	۲۳۵۸
نصف جاگیر بعید وہی	[illegible]	۶۷۵۰۰
التمغا مسماۃ نردبانو	[illegible]	۵۰۰
کل جمیع منہا شدہ	[illegible]	۸۳۱۵۸
باقی دادنی بعد منہائی	[illegible]	۲۰۰۳۴۴۹
رقم ابزادی نذرانہ	[illegible]	۹۰۰۰۰
بٹہ	[illegible]	۳۴۲۰۷ - ۱۲ ار

بکمی وغیرہ	۱۸۰۰
جملہ	۱۲۶۰۰۷-۱۲/
اضافہ	۲۵۰۰۰
منہا	۳۳۲۰۷
سکہ بنارس بعد اضافہ مقبولہ ورقم	۲۳۳۵۲۴۹
ایزادی نذرانہ بعد مجرائی منہا	
بجہ سکہ کلکتہ	۷۴۰۶۹
باقی سکہ روپیہ	۲۲۷۱۱۸۰
منہا ہنڈیاون	۳۴۴۴۴-۱۴/۵ پائی
باقی زر اصل وادنی	۲۲۲۶۷۴۵-۱/۷ پائی

المرقوم ۲۶ ماہ صفر سنہ جلوس مطابق ۱۵- ماہ اپریل سنہ ۱۷۷۶ء

نقل قبولیت مدخلہ راجہ چیت سنگہ بنابر زمینداری بنارس وغیرہ

چونکہ ایک عہدنامہ فیمابین انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب آصف الدولہ جہاںکاں بہادر ہزبر جنگ ناظم صوبہ الہ آباد بتاریخ ۳۰ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۸۹ھ مطابق ۲۱ ماہ مئی سنہ ۱۷۷۵ع قرار پایا جسکے روسے حکومت سرکار بنارس وغازی پور وچنار وغیرہ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کو تاریخ چہارم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۸۹ھ مطابق ۴ ماہ جولائی سنہ ۱۷۷۵ء کو ملی اور کمپنی سے زمینداری وعاملی وفوجداری سرکاران مذکورہ بالا کی مع کوتوالی بنارس وجونپور وغیرہ و...

بنارس تاریخ مذکور سے مجھکو دی میں اب برضامندی اقرار کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ جسقدر سکہ ٹکسال مذکور میں ضرب کہاوے گا وہ بموجب اقرارنامہ علحدہ کے (جو میں نے بتاریخ ۲۵ ماہ ذیقعد سنہ جلوس کے لکھکر گورنمنٹ کمپنی کو دیا ہے) ہونگے۔ مجھے لازم ہوا کہ میں وہ امر کروں گا جو واسطے فائدے اور بہبود ملک کے ہوگا اور بہبودی خلائق میں کوشش کروں گا اور متوجہ ترقی زراعت وافزونی مالگذاری رہوں گا۔ اور درباب اخراج دزدان وقاتلان ودیگر مجرمان ایسی سخت سزا تجویز کروں گا کہ نشان بھی اونکا باقی نہ رہے گا اور میں سالانہ مالگذاری گورنمنٹ ادا کرتا رہوں گا جسکی تعداد مجملی وار دو بیہ بنارس کے [illegible] ہوتی ہے اور فی روپیہ وزن دس ماشہ سے کم نہ ہوگا اور اس میں دو چاول دورتی سے زیادہ کہوٹ نہ ملا ہوگا۔ اگر اس سے وزن میں کم نہ ہوگا یا کہوٹ زیادہ معلوم ہوگا تو جسقدر کمی زر ہوگی وہ میں اور دیکر پورا کردوں گا۔ اگر گورنمنٹ کو ضرورت لینے زر مالگذاری کی بمقام بمقام بنارس نہوگی تو میں سال بسال بموجب اقساط ماہواری کے یہ روپیہ حسب تفصیل ذیل کلکتہ ارسال کیا کروں گا۔ یہ سب روپیہ برابر سکہ کلکتہ [illegible] ۲۲۷۱۸۰ مع تعدادہ وغیرہ ہوگا مگر اس میں سے رقم ہنڈیاون فیصدی دو روپیہ جو [illegible] ہوتی ہے مجرا لیکر باقی روپیہ [illegible] ہر سال کے آخر میں بلاکسور وغیرہ خزانہ کلکتہ میں داخل کیا کروں گا۔ بعد ادا کرنے اس روپیہ کے رسید بیباقی حسب دستور بعد اختتام سال ملا کرے گی اس واسطے یہ اقرار تحریری لکھدیا کہ بموجب اسکے عمل درآمد ہو۔

حاشیہ قبولیت پر تفصیل اقساط ماہواری درج ہے

دستخط راجہ	مہر راجہ

المرقوم ۲۵ ماہ صفر سنہ جلوس

مطابق ۱۵ ماہ اپریل سنہ ۱۷۷۶ء

ترجمہ اقرارنامہ راجہ چیت سنگہ درباب محصول سائر

چونکہ محصول سائر جو متعلق میرے ہے بحضور گورنر بہادر حسب شرح ذیل مقرر ہو چکا ہے اور حکم اوسکی تعمیل کا صادر ہوا ہے اور محصول مقررہ انگریزی اور ہندوستانی سوداگروں سے بلا تفریق لیا جاویگا اس واسطے میں یہہ لکہدیتا ہوں کہ شرح مذکور سے سوا میں نہ لونگا اور نہ کسی شخص کے نسبت اس بارہ میں رعایت کرنی منظور رہو گی مگر بانات اور شیشہ اور تانبا جو کمپنی سے خرید کیا جائیگا اور اوسکے ساتھ ایک چٹھی گورنر بہادر کی ہوگی وہ محصول مقررہ سے بری تصور کیا جائیگا اور نہ اوسکی نسبت مزاحمت یا انسداد کسی طرح کی ہوگی۔

اشیاء	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
کرانہ مثل سونٹھ و سیاہ مرچ وغیرہ پر فی بڑہنگی وزنی چھہ من مرزاپوری	۸ر	۷ر۳ پائی	۷ر۳ پائی	۱۳ر۹ پائی	۱۵ر۹ پائی	۱۴ر۵ پائی	۲ر۶ر۲ پائی	۱ر۳	۶ پائی
پارچہ و ریشم و لونگ و جائفل پر	۳ھہ	۱۵ر	عہ ر	۳ھہ	۳ر۹	۳ر۱۰	۶ر۱۲	۳ھہ	عہ
ٹین وغیرہ پر	۳ر۸	۶ر۷	۶ر۷	۱۲ر	۱۳ر	۷ر	۹ر۶	ے ر	عہ
آہن پر	۳ر۴	۳ر۳	۹ر۳	۱۱ر	۳ر۱۵	۲ر	۲ر	۶ر۱۴	۸ر
تانبا پر	۳ر۸	۹ر۷	۸ر	۹ر۶	۱۵ر	۹ر۷	۶ر۶	۴ر	عہ
پارچہ فی چہہان کی گٹہری پر	۳ر۱۴	۳ر۱۴	۶ر۷	۶ر۴	۹ر	۵ر	۶ر	۶ر۳	عہ
بنبہ یعنی روئی کے کپاس پر	۶ر۶	۶ر	۶ر	۴ر	۴ر	۹ر۵	۹ر۳	۱۵ر	۸ر
چہاوغیرہ پارچہ کم قیمت پر	۶ر۳	۶ر۳	۶ر۳	۲ر	۵ر	۳ر۳	۳ر	۵ر۳	۱۳ر
چہالیہ یعنی سوپاری پر	۶ر	۶ر	۶ر	۹ر	۱ر	۹ر۳	۳ر۵	۲ر	عہ ر

بمقام بنارس دو روپیہ فیصدی قیمت فروخت پر حسب دستور قدیم لیا جائے گا۔

راقم مصنف عرض کرتا ہے کہ اصل کتاب جس سے نقل اسناد مذکور ہوئے نہایت مشکوک ملے اور میں نے بعینہ نقل کیا ہے۔

چونکہ فرقہ انگریزی کے جنگ دکہن کی بابت آیندہ مطالبہ خرچہ از راجہ جیت سنگہ مذکور ہوگا۔ اور اوسکی وجہ سے اختلاف عظیم راجہ مذکور پر عاید ہوگا لہذا باعتبار مطابقت زمانہ راجہ جو جنگ کہ انگریزوں نے کیا ہے اونکا حال مجمل بیان کردینا ضرور ہوا تاکہ تفہیم مطالب میں سہولت ہو۔

ذکر شروع محاربات از قوم انگریزان با مرہٹہ بغرض مدد رگھناتھ راؤ و غالب ہونا پیشوا کا مقابل رگھناتھ راؤ میں پھر صلح کرنا

یہ بات پہلے بیان کردی گئی ہے کہ رگہناتھ راؤ برادر بالاجی راؤ کو اوسکے بھتیجا نراین راؤ سے جو کہ پیشوا تہا نزاع ہوئی اور رگہناتھ راؤ مقید ہوا تو وہ مکر سے باہر نکل گیا۔ اور نارائن راؤ کو مار کر خود پیشوا ہوا اور سب سرداروں میں اختلاف ہوا اور عورت حاملہ نارائن راؤ سے لڑکا مسمی مادہو راؤ ہونے پر اور اوس لڑکے کے مددگار رسیدہیا وہلکر کے ہونے پر وہ بمبئی گیا اور طالب مدد انگریزوں سے ہوا اور اونہوں نے بکہہ فوج سے مدد کی اور کمپنی کے نام مثل ٹاپو سالسٹ و بتیس کے لکھوالیا۔ مگر رگہناتھ چونکہ خواہاں پورے ملک کا تہا اور اوسکی یہ امید نہ برآئی اور اسطرف انگریزوں نے ۱۷۷۶ء میں مادہو راؤ سے سالسٹ کا ٹاپو لیکر صلح کرلیا اور بتیس کا دعوے چھوڑدیا۔

تو ۱۷۷۸ء میں پیشوا کے سرداروں میں پھر نزاع ہوگئی ناتھا پھڑنویس یعنی فردنویس نے تو پیشوا کی طرف رہکر سیندہیا سے مدد لی اور بابو سکھا رام نے رگہوناتھ کی طرف ہوکر انگریزوں سے مدد ذریعہ گورنر بمبئی مانگا یہ زمانہ ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۸ء کا تھا چونکہ اکثر مقامات راہہائے مشکلہ ملکہ کل ہندوستان کا قبضہ انگریزی میں آنے کا یہی طریقہ ہوا ہے کہ دو سردار کو ایک ملک پر نزاع ہوئی ایک اون میں سے انگریزوں سے مل گیا اور اوس گروہ کو

اوس مقام کی راہ وروش کو بتلایا اور بعض سربرآوردہ اشخاص اوس مقام کو کہ اوس سے توسل رکھتے تہے اور اوس کے دوستوں میں سے تہے اپنے اور اپنے حامی جماعت انگریزوں کی مدد کو کھینچا اور انگریزوں نے چند قول وقرار خاطر خواہ اول اول اونسے کرکے تہوڑے زمانہ تک موافق قول مذکور بسر کرکے اطلاع تام اوضاع اوس ملک و ضوابط وقواعد پر بہم پہنچایا اور اس عرصہ میں تربیت فوج وتقویت اپنے ارکان میں کوشش کرتے رہے اور آہستہ آہستہ دخیل وقابض اوس ملک میں ہوتے گئے۔ اگر اوس نے ہوشیاری سے بسر کی تو چونکہ عقل وغور سے کام لینے والے ہیں اوس سے کاوش نہ کی اور بعد اوسکے مرنے کے اوسکے اولاد ناخلف کے طفیل سے ملک مذکور پر بدون بدنامی وکاوش قابض ہوگئے اور اس خوبی سے اس کام کو کرتے رہے کہ کوئی الزام ان پر عاید نہو اور خرابی خلق اوس مقام خصوصًا اقربا کے اوسی جگہ کے لوگوں کے ہاتھہ سے ہوگئے اور احمقان دست نشان اُنکے قباحت ان امور کو نہ سمجھکر اپنے امثال کی بیخکنی میں کوشاں رہے آخر تخم ظلم جوان کا بویا ہوا تھا جما اور اُنکے مکافات وانتقام کا سبب ہوا۔

جب واقعہ مذکورہ پیش آیا اور گورنر بمبئی نے گورنر ہسٹنگ کو لکھا تو اوسکے چند سال قبل یعنی سنہ ۱۱۷۳ھ مطابق سنہ ۱۷۶۰ء شروع جنگ فرانسیس با انگریزان ہوچکے تہی اور وہ ذریعہ مدد اہل امریکا تہی جسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل امریکا مقوم انگریز تین چار سو برس سے زمین امریکا میں کہ ارض جدید دنئی دنیا کہتے ہیں بطریقہ انگلینڈ رہتے اور اپنی اولاد کی تعلیم اور اوقات موت وزندگی مقرر کرکے تابع حکم بادشاہ انگلینڈ تہے اوس زمانہ میں پانچ چار برس سے زیادہ زمانہ نہ گذرا تہا کہ زیادہ طلبی معمول سابق کی وجہ سے رعایا نے مخالفت کی اور ارباب کونسل کو کہ جانب بادشاہ سے حاکم تہے نکال دیا اور اپنی طرف سے رئیس بطور کونسل مقرر کیا اور افواج بادشاہ خود بے رہا کر غالب آئے اور بادشاہ وکمپنی نے

بہت نقصان کروروں روپیہ کا اوٹھایا۔
فرانسیسیوں نے کینہ دیرینہ انگریز سے اہل امریکا کو بنظر تالیف قلوب گولہ بارود و توپ بندوق دیا جسپر انگریزوں نے فرانسیس سے ناراض ہوکر باوجودیکہ مدت صلح باقی تہی جنگ شروع کردی جماعت انگریزی کو ہندوستان میں اکثر فرقوں سے دل جمعی ہوچکی تہی صرف مرہٹہ اور حیدر نایک کی طرف سے خلش تہی کیونکہ حیدر نایک دس بارہ برس قبل اسکے انگریزوں سے لڑکر اپنا غلبہ دکہن میں ظاہر کرچکے تہے اور مرہٹہ کی عادت جنگ میں یہ تہی کہ ایک روز میں دس مرتبہ بہاگیں اور پہر لڑیں اور اوس فوج کو جو اونکے برابر دوڑ دہوپ نہ کرسکے سامان رسد وجمیع مایحتاج کی طرف سے عاجز و لاعلاج کریں اس وجہ سے اونکی جنگ کو انگریز مشکل سمجھتے تہے۔ نیز یہ بہی معلوم تہا کہ حیدر نایک کو فرانسیسیوں سے راہ و رسم ہے۔ لہذا گورنر ہسٹنگ بہادر نے کہ اعقل اس قوم کے و نہایت دانا و ہوشیار تہے رگہناتھ راؤ کی مدد اور اس سے ملنا انسب سمجہا اور چاہا کہ انگریزی فوج مدد رگہناتھ راؤ کو جاوے اور اونکو ہمراہ لیکر سرداران مرہٹہ سے جانب صلح و موافقت ہدایت کرے اگر مطیع ہوجاویں تو رگہناتھ راؤ اور اونکے فریق مخالف سے عہد و پیمان موافقت اپنی قوم کے واسطے اور مخالفت فرانسیس پر عہد نامہ و اقرار نامجات جس میں قسم ہائے سخت سخت ہوں مہر و دستخط سرداران سے لکہوالیں اور اگر اطاعت نہ کریں تو رگہناتھ راؤ کو اپنے ساتھ لیکر سرداران مخالف کو مقہور کرے۔ کیونکہ بوجہ سردارزادہ ہونے رگہناتھ راؤ کے یقین تہا کہ بعض اس سے موافق ضرور ہونگے اور بقیہ کا آسانی سے تدارک ممکن ہوگا۔ چونکہ اوس وقت تک جنگ ہائے عظیم ہندوستان دامن دارالسلطنت شاہجہان آباد تک بنابر فرمان قہرمان تقدیر و تنبیہ عت بدنہادان از خدا غافل بے تدبیر کو آسانی سے طے کرچکے تہے لہذا جنگ ہائے مرہٹہ کو اوسی پر قیاس کرلیا تہا اور سمجہے تہے کہ بعد متابعت افواج مرہٹہ حیدر نایک کا بہی مقہور کرنا سہل ہوگا اور بعد اتمام دونوں کاموں کے فرانسیس و دوسرے اہل ولایت کل ممالک فرنگ واقع پار ہند

تمام ہندوستان کو بموجب بعض سنین وشہور مسخر کریں گے۔ اور واقع میں یہ بات نہایت صائب تھی ورنہ فرانسیس کی فوج اگر بعض سواحل ہند پر آنکر حیدر نایک کو مدد دیتی تو پہر نہایت مشکل پڑجاتی۔

خلاصہ گورنر ہسٹنگ بہادر نے تمام مدارج کو نظر دوربین سے سمجھکر ارادہ روانہ کرنے لشکر کا جانب دکہن کے مشہور کردیا۔ مسٹر فرانسیس ومسٹر ہویلر کہ منجملہ اصحاب کونسل تھے اِس رائے کو ناپسند کرکے کہنے لگے کہ ہمارے پاس جسقدر ملک ہے اوسی پر قناعت کرنا چاہیے اور شاید حکم کونسل ولایت بہی ابہی سلامت روی کے قریب آچکا تہا مگر گورنر نے اپنی ذمہ داری پر اپنی رائے کو مقدم سمجھا اور شروع سال ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۸ء میں کرنل گوڈارڈ ہمراہ لشکر الہ آباد ولکہنؤ متعین جنگ دکہن ہوکر روانہ ہوئے کرنل مذکور کلکتہ سے الہ آباد آئے تاکہ راہ کالپی وبوندیل کہنڈ ونواح برار ہوکر اورنگ آباد دکہن میں جاویں اور بمبئی سے بہی ایک لشکر مہیا وآمادہ ہوکر ہمراہی رگہنا تہ راو موعدگاہ پر پہونچکر یکجا ہو اور اتفاق واعانت رگہنا تہ راو واطاعت سرداران دکہن میں کوشش کرکے حسب الحکم عمل میں لاوے۔

مسٹر الیٹ کہ انگریزوں وہندوستانیوں میں صدق مقال وحسن افعال میں اپنا ہمسر نہ رکہتے تہے سفارت ناگ پور کلاں پر مقرر ہوئے تاکہ مودہوجی وغیرہ اولاد رگہو بہوسلہ کو خوشنود کرکے اور باقیات زر موعود کے وعدہ پہونچانے کا کرکے عہد واقرار لیکر واپس ہوں۔

ناگ پور کلاں دار الملک رگہو بہوسلہ کا سے صوبہ برار نجم راجہ ساہو کا تہا جو مہابت جنگ صوبہ دار عظیم آباد وغیرہ سے اوس زمانہ میں جنگ کرچکا تہا اور آخر میں صلح ہوگئی تہی اور اوسی صلح کو انگریزوں نے بعد قبضہ صوبہ مذکورہ مستمر رکہکر اوسکی اولاد سے تا وقت نہ کی تہی مگر بنابر مشاہدہ غلبہ خود وہ زر نقد جو کہ مہابت جنگ نے مقرر ومعین کیا تہا کچ وارد مرہٹوں میں رکہ

چھوڑا تھا اور اگر دیتے تو تھوڑا سا دیگر باقی رکھ چھوڑتے اور آمد و رفت سفرا کی بہ لحاظ دوستی و تقاضائے بقایا کا بسہولت جانب اولاد رگھو بھوسلہ سے ہوتا رہتا۔ اس وقت غرض مسٹر اسیٹ کے بھیجنے اور اون سے عہد و میثاق کرنے کی یہ تھی کہ اولاد و اتباع رگھو مزاحمت اوس لشکر سے جو کہ جنگ دکھن کو جا رہا ہے نہ کریں۔ نیز کوئی فساد بنگالہ و عظیم آباد میں نہ کریں۔

چونکہ رگھو اور اون کی اولاد کہ چچازاد راجہ ساہو کے اور مدعی اوسکے مرتبہ و مقام کے تھے اور بالاجی راؤ نے بعد فوت راجہ مذکور بوجہ اقتدار سپہ سالاری قبضہ ملک پر کرکے انلوگوں کو جو مستحق راج تھے نہ بٹھلایا تھا۔ لہذا اولاد بالاجی راؤ اور وہاں کے سرداروں سے بیدل تھے اسی وجہ سے مودھو جی اور اونکے بھائی و تابعین نے راضی ہوکر تجدید عہد کر لیا اور مانع عبور لشکر مذکور نہو کر فتنہ انگیزی صوبہ جات بنگالہ میں نہ کیا مسٹر اسیٹ عین موسم بارش میں واپس ہوتے وقت مرگئے اور اونکے بھائی مسٹر اندرسن کہ ہمراہ گئے تھے اتمام سفارت و رسالت کرکے راہ عظیم آباد سے بنگالہ و کلکتہ کو واپس ہوئے۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین دفتر دویم ذکر شروع منازعات و مشاجرات جماعت انگلشیہ با سرداران دکھن

حالات جنگ افواج انگریزی با سرداران دکھن

جب کرنل گوڈارڈ الہ آباد میں آئے تو جس فوج کے ساتھ جانے کو مقرر ہوئے تھے وہ جانب کالپی روانہ ہو چکے تھے نہایت جلدی کرکے اوس لشکر سے جا ملے۔ سرداران انگریزی نے بعض زمینداران اوس نواح و مخالفان راجہ بندیل کھنڈ سے موافقت کرکے اون سے عہد و پیمان لیکر اوس طرف کی راہ کشادہ کرا کے اپنی مدد پر آمادہ کیا اور چند منزل کالپی سے آگے گئے تھے کہ کرنل لسلی کہ رئیس کل لشکر تھے اپنی موت سے مرگئے اور ریاست لشکر

کی من حیث الاستحقاق والاستقلال کرنل گوڈارڈ کو ملی۔ کرنل مذکور تالیف قلوب رفقا و زمینداران راہ و نظم و نسق لشکر میں کوشش کرتے ہوئے قدم بہادری کو بڑہاتے ہوئے آگے بڑہتے جاتے۔

بوندیل کھنڈ کی فوجیں دو مرتبہ مخالفت سے پیش آئیں مگر شکست فاش اوٹھا کر واپس گئیں سرداران انگریزی ملک بیگانہ راہ نادیدہ و ہجوم اعدا میں فقط پانچ چھ ہزار تلنگ و آٹھ عدد توپ و قیناره سے کمال مردی و استقلال سے دو تین ماہ کی راہ طے کرکے قریب موعدگاہ کے کہ اجتماع لشکر بمبئی کے واسطے مقرر ہوا تھا جا پہونچے۔

مگر جنرل ایجرٹن و کرنل کوبرن نبغرور سرداری و امید نام آوری اپنے اتباع کے ساتھ کہ جمعیت کرنل گوڈارڈ سے زیادہ تھے سبقت کرکے مرہٹوں کے تمام فوج سے مغلوب ہوکر شکست عظیم کھاکر صلح نہایت سستی سے کرکے اپنے قلعہ میں پہر چکے تھے۔ اور تو بہیں تالاب میں ڈالکر فوج انگریزی کو پیچھے ہٹا لائے اس ہٹنے پر دوسرے روز برگانویں میں پیشوا کی فوج نے آنکر اونکو گہیر لیا تھا اوس وقت اونہوں نے سالسٹ کا ٹاپو پیشوا کو اور بہڑوچ سیندہیا کو دیکر منجانب سرکار کمپنی عہدنامہ لکہدیا تھا۔ مگر کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اُن دونوں افسروں کو اِس قصور کے عوض میں موقوف کردیا۔

اور بمبئی کے گورنر نے اوس عہدنامہ کو جو برگانویں میں تحریر ہوا قبول نہ کیا اور گورنر جنرل نے بہی اِس رائے سے اتفاق کیا کیونکہ معلوم ہوا کہ اُن افسروں نے وقت تحریر عہدنامہ صاف لکہدیا تہا کہ ہم کو عہدنامہ لکہنے کا اختیار نہیں ہے آخر پھر لڑائی شروع ہوئی اور کرنل گوڈارڈ مستعد ہوگئے۔

کرنل گوڈارڈ نے جب یہ احوال دیکہا تو بوجہ زحمت مشقت سفر کہ اونکا لشکر اوٹھا چکا تھا از راہ ہوشیاری اوس وقت خاموش رہے اور بندر صورت میں جاکر حصار انگریزی میں کہ وہاں تہا چند سے آرام کیا اور تمام حالات صاحبان کونسل کلکتہ کو لکہہ بہیجا گورنر ہیسٹنگس بہادر

واہل کونسل بمبئی نے انکار صلح جنرل مذکور نہ کر کے کرنل گوڈارڈ کو حرب مرہٹہ پر مقرر کیا۔

زمانہ قیام کرنل گوڈارڈ مقام بندر صورت میں عماد الدولہ غازی الدین خاں فتنہ پرداز (جسکے حالات ابتداء آوارگی شاہ عالم عالی گہر میں مذکور ہوچکے) برباد کنندہ سلطنت ہندوستان وہاں پر موجود تہا اور غرض اوس بے ایمان کی یہ تہی کہ اپنے دادا نظام الملک کے خاندان کو برباد کرے اور اون کی بقیہ اولاد کا استیصال کرے جو کہ دکھن میں نام ونشان حکومت رکہتے ہیں مگر اوس ضلع کے مقتدروں نے کوئی توجہ اوسکی طرف نہ کی تہی بلکہ اپنے پاس سے نکال دیا تہا۔

جب تمام ہندوستان میں اوس نے رہنے کی جگہ نہ پائی تو قصد مکہ معظمہ کیا اور بندر صورت میں مخفی رہا تا انیکہ فروخت جواہرات کے وقت ظاہر ہوا۔ کرنل گوڈارڈ نے اوسکے بارہ میں گورنر ہسٹنگس بہادر سے دریافت کیا وہاں سے اول تو حکم امتناع رفاقت کا آیا مگر پہر بنظر فتنہ پردازی وتعارف با سرداران دکھن واطلاع نام ونسب بخاندان نظام الملک بنا بر بعض مصالح کہ شاید عند الحاجت کام میں آسکیں حکم رفیق کرنے کا دیا اور کرنل مذکور نے اپنے ہمراہ لیکر تنخواہ اوسکے مصارف کے واسطے مقرر کردی۔

اونہوں نے رگہناتہ راو نے فتح سنگہ گائکوار کو کہ سرداران عمدہ مرہٹہ سے تہے رفاقت فوج انگریزی پر مدعو کیا وہ جب آئے تو گجرات کے دینے کا اونسے وعدہ کرکے راضی براعانت وہمراہی کرنیل مذکور کیا اور کرنیل مذکور نے باتفاق گائکوار عازم تسخیر احمد آباد گجرات ہوکر آخر سنہ ۱۱۹۴ھ مطابق سنہ ۱۷۷۹ء میں گجرات پہونچکر چند زمانہ میں حصار گجرات کو توڑکر فتح کیا اور حسب وعدہ گجرات فتح سنگہ گائکوار کو دیکر اونکے تہانہ بٹہاکر خود جنگ اون مرہٹوں کیواسطے جو ہندوستان وگجرات میں آئے تہے گجرات کے باہر ہوگئے۔

سیندہیا نے جاہا کہ کرنل مذکور کو وہاں سے لیکر اپنے علاقہ میں ملالے۔ اونہیں ایام

میں وکلا رانا گوہد نے رجوع بہ گورنر کے امیدوار اعانت وخواہان تہوڑی فوج کے ہوئے تہے اور اوسکا سبب یہ تہا کہ رانا مذکور کو مدت سے جنگ مرہٹہ سے ہتی اُس زمانہ میں جب رانا نے انگریزوں کو بارادہ جنگ مرہٹہ دیکھا تو اپنا توسل اُنکے دامن دولت سے غنیمت سمجہکر چاہا کہ انکی مدد سے بعض قلعہ جات وممالک اپنے قبضہ مرہٹہ سے واپس لیں اور اپنے حق رفاقت وخدمت کو انگریزوں پر ثابت کریں۔

گورنر صاحب بہادر نے مدد ایسے عمدہ راجہ کی کہ صاحب زر وزور وملک وفوج ہے اور پوری اطلاع احوال مرہٹہ اور راہ ہائے حدود ممالک مرہٹہ پر رکہتا ہے اور فی الواقع اوسکا خود ملک بہی مسخر ہوا جاتا ہے لطائف غیبی سمجہکر کپتان پوفم صاحب کو تین پلٹن فوج دیکر اور تفضل حسین خاں اتالیق مرزا سعادت علی خاں پسر شجاع الدولہ کو بطور سفارت بغرض استمالت رانا گوہد کے پاس بہیجا۔

بروایت آئینہ تاریخ نما کپتان پوفم نے کہ مددکو جنرل گوڈارڈ کے جارہا تہا حکم گورنمنٹ پاتے ہی مرہٹوں کو گوہد سے نکال دیا۔

اور پہر اُنکے قلعہ لہار کو فتح کرکے گوالیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا یہ قلعہ کہڑی پہاڑی پر ایسی مضبوطی و استحکام سے بنا ہوا ہے کہ وہاں کے لوگ گمان کرتے ہیں کہ اگر دس آدمی بہی قلعہ میں بیٹہکر صرف پتہر ڈہلکایا کریں تو لاکہوں فوج کا منہ نہیں ہے کہ اوپر حملہ کرے لیکن اوسوقت قلعہ میں سیندھیا کے ایک ہزار جوان مع سب سامان حرب وضرب کے موجود تہے اور پوفم صاحب حیران تہا کہ کس طرح اس قلعہ پر حملہ کیا جاوے کہ اتفاقاً ایک چور قلعہ میں چوری کرنے جایا کرتا تہا پوفم صاحب سے آکر ملگیا اور اوس نے ایسا راستہ پوشیدہ بلندی کا پہاڑ پر چڑہ جانے کے واسطے پوفم صاحب کو بتادیا کہ جس راہ سے دوسرے دن صبح کو وہ مع اپنی فوج کے سیڑھیاں لگا رسیاں لٹکا کہونٹیاں گاڑ گہاس کی جڑیں پکڑ اوپر چڑہ گیا اوس وقت یہہ نہیں معلوم ہوتا تہا کہ یہ آدمی ہیں یا بندر۔ غرضکہ سب کے سب بات کی بات میں پہاڑوں پر چڑہ دیواریں

قلعہ کی کود اندر جا داخل ہوئے۔

مرہٹوں نے جو یکا یک اپنے بستروں سے اوٹھکر دشمنوں کو قلعہ میں دیکھا گھبرا کر اوسی دم قلعہ خالی کردیا۔ آئینہ

سرداران مرہٹہ پونا وستارہ نے کہ صاحب اختیار ممالک راجہ ساہو ورام راجہ داو سنکے آباء واجداد و بزرگوں کے تھے خواہش انگریزوں کی اپنے استیصال میں دیکھکر باہم اتفاق کو اختیار کیا اور فتح گاڈکواڑ کو رفیق کرنل گوڈارڈ ہو گئے تھے اور اولا درگھوجی کو کہ سفارت مسٹر الیٹ سے تازہ عہد با گورنر ہو گئے تھے مورد ملامت کرکے اپنی رفاقت میں چاہا اور نقصانات نفاق کو پوری طور پر سمجھا کر اپنا دوست بنالیا۔

کرنل گوڈارڈ نے فتح گاڈکواڑ کو اپنی طرف سے منافق پاکر وسط ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں بندر صورت کو واپس جانا مناسب سمجھکر پھرے اور چند روزہ راہ کو بہ مشکل تمام لڑتے ہوئے بیس روز کے عرصہ میں قطع کرکے بندر مذکور پر پہونچے اور فکر آسودگی لشکر و آراستگی اسباب جنگ وسفر میں مشغول ہوئے اور فتح گاڈکوار کو گجرات معنت میں مل گیا اور اوسی کے ساتھ حریف وبدخواہ کرنل موصوف ہوگیا اور اپنی فوجوں کو لیکر مقام مناسب میں قیام کیا چنانچہ پسر مادہوجی نبیرہ رگھو بھوسلہ بہ تہدید و ترغیب سرداران پونہ اپنی دار الملک ناگپور کلاں سے فوج لایق لیکر جگرناتھ و کٹک میں جا پہونچا اور برسات میں چھاؤنی کی اوسکے وکلاء گورنر کے سامنے حاضر رہکر اظہار اخلاصمندی کرتے تھے مگر گورنر مذکور نے باوجود اظہار مذکور احتیاط پر عمل کرکے فوجہائے انگریزی کو مقابل فوج مرہٹہ کٹک ورخنہ ہائے کوہستان میں کہ راہ درآمد اونکے مملکت بنگالہ وعظیم آباد میں ہے اپنی سرحد ملک پر ٹھہرایا اور حکم دیا کہ اگر فوج مرہٹہ بڑھے تو اونکو روکو۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین

خلاصہ گوڈارڈ نے بسین کو جا کر لے لیا اور بمبئی کی فوج نے کنکن میں پیشوا کی فوج کو شکست

دی اور اس طرف بنگالہ کی فوج نے سرونج میں سیندھیا کو ایک اور ہزیمت دی سر گورنر جنرل نے دکھن میں فساد بڑھتا ہوا دیکھ کر اور کونسل والوں کو اپنا مخالف پا کر سیندھیا سے اس شرط پر صلح کر لی کہ بجز اوس علاقہ کے جو گوہد کے رانا کو دیا گیا ہے باقی جو کچھ جمنا پار انگریزوں کے قبضہ میں آگیا ہے سب مہاراج سیندھیا کو پھر دیا جاوے اور پیشوا سے اس شرط پر صلح کر لیجاوے کہ جو کچھ انگریزوں نے پورندر میں صلحنامہ لکھے جانے کے بعد ملک فتح کیا ہے سب مع بسین پیشوا کو واپس کر دیا جاوے۔ اور پیشوا حیدر علی سے اون علاقوں کو جو اوس نے کرناٹک میں دبائے ہیں انگریزوں کو دلوادے اور سوائے انگریزوں کے اور کسی فرنگی کو اپنے ملک میں کچھ کاروبار نہ کرنے دے کیونکہ انگریزوں کو فرانسیسیوں کا ابھی تک دغدغہ تھا اور بھڑوچ سیندھیا کے قبضہ میں رہے۔ اور اگر رگھناتھ راؤ عملداری سیندھیا میں رہے تو تین لاکھ روپیہ سالانہ پیشوا کے یہاں سے مدد معاش پایا کرے۔

ملاحظہ ہو آئینہ تاریخ نما

ذکر صحبت عیش و عشرت راجہ جیت سنگھ و محفل ہولی و منگل

عقلا نے کہا ہے کہ طرز تعلیم رئیس زادگان عنوان تعلیم اوساط الناس سے علاحدہ ہونا چاہیے یعنی رئیس زادوں کو ہر قسم کی لذتوں سے آشنا و واقف کر دینا چاہیے تاکہ جب ریاست اون کی طرف منتقل ہو تو کوئی چیز اونکی نگاہ میں نئی نہ معلوم ہو تاکہ بحکم کل جدید لذیذ اوسی میں منہمک و مشغول نہ ہو جاویں۔

راجہ بلونت سنگھ کہ نہایت وضعدار و غیور تھے اور ہمیشہ صحبت شرفا سے رکھتے تھے لہذا فرزند دلبند کو مرتکب کسی حرکت جوانی سے نہ ہونے دیتے۔ جب راجہ جیت سنگھ بذات خود فرمانروا ہوئے اور کسی کے محکوم نہ رہے۔ تو پھر کھل نکلے اور تمام وقت اپنا خوشی و خورمی میں

کاٹنے لگے دن تو روز نوروز اور رات شبرات تھی اوسوقت عمر راجہ جیت سنگہ یعنے وقت انتقال راجہ ۱۹ برس کی تھی اوس سن شباب میں بمقتضاے اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ مہمات ریاست میں کبھی مشغول نہوئے اور ہمیشہ لہو ولعب وناچ ورنگ میں مصروف رہتے۔ مگر چونکہ انتظام ملک کا بوجہ مستعدی وجوانمردی وعقل وکیاست راجہ منسارام ومہاراجہ بلونت سنگہ مستحکم ہوچکا تہا لہذا کسی قسم کا تخلل انتظام مملکت میں نہوا اور چونکہ اوسوقت تک ایشت پناہ نواب گورنر جنرل ہسٹنگ صاحب بہادر تہے اور مددار باب شوری کونسل کی تہی۔ لہذا اور بہی اطمینان تہا اِس وجہ سے کسی مہم ریاست کی طرف متوجہ نہوسے اور چونکہ اونکے والد ماجد نے خزانہ معقول چہوڑ دیا تہا اور اِن کو ترکہ میں ملا تہا لہذا خوب ہی فضول خرچی کرتے۔

کارپردازوں میں سے کسی کو جرأت نہی کہ مانع حرکات ناز یبا ہوتا رہے لہذا جو کچھہ کہتے بجز آرے وبلے وہاں حضور وبجا ودرست کے اور کچھ کہہ نسکتے۔ اونکے والد کے زمانہ کے رفقا مثل لالہ نندکشور وبابو بیجنا تہہ سنگہ ولال خاں ومہرچند دیوان کے سب کے سب پہلے ہی راہی ملک عدم ہوچکے تہے ورنہ یہ لوگ ضرور حرکات نازیبا ولہو ولعب سے روکتے۔ بابو اوسان سنگہ مدار المہام نے کم توجہی صاحبزادہ کو مہمات مملکت میں غنیمت سمجہکر سامان غفلت وتنفر کو توجہ امور ریاست سے زیادہ تر مستعد وآمادہ کردیا۔ منجملہ اونکے سبہاؤ نامی ایک برہمن کو جو مسخرہ ومضحک وہزل گو وسخت بیہودہ اور اسپر طرہ یہ کہ دغاباز وفریبی تہا۔ جلیس وہمنشین خلوت وجلوت کرکے ہمدم ہمدم اور بظاہر مصاحب وبباطن جاسوس مقرر کیا وہ جو کچھ کہ راجہ کی صحبت ودربار میں گذرتا مثل وقایع نگار کے تمام اوسان سنگہ سے کہتا اور چند شخص جو خدمتگذار راجہ تہے اون کو بہی ہموار کرلیا تہا کہ جب وہ برہمن موجود نہ رہتا تو وہ لوگ قایم مقام اوسکے ہوتے۔ ملازموں میں سے جو خیرخواہ تہے وہ اونکے خوف سے ایک حرف بہی زبان پر نلاسکتے

طرفہ تر یہ کہ اگر کوئی نمک حلال کسی مہمات ملک و مال کے نسبت کبھی عرض کرتا تو وہ صاحبزادہ شیفتہ رعایت خویش اُن باتوں کو اوسان سنگہ سے کہدیتے اور مشارٌالیہ اوسیوقت اوس خیر اندیش دل ریش کو پشیمان کرتے اور جس تقریب وحیلہ سے ہو سکتا دربار سے نکلوا دیتے پھر کسکو جرأت تھی کہ اس قسم کی بات کہہ سکے۔ اوسی زمانہ میں مرزا فیض اللہ بیگ جانب عظیم آباد سے آئے اور بذریعہ لالہ کشمیری مل کے ملازم سرکار راجہ ہوئے اور تھوڑے زمانہ میں جوہر خوش طبعی و لطیفہ گوئی سے ایسا رسوخ پیدا کر لیا کہ اُن لوگوں کے سردار ہو گئے۔ راجہ کو طریقہ سخن آرائی و خوشامد گوئی اوسکا نہایت اچھا معلوم ہوا اور اونہوں نے راجہ صاحبزادہ سادہ دل کو مہمات ریاست سے غافل دیکھکر اوسان سنگہ سے موافقت کر لی اور وہ بھی ایک جاسوس اُنکے ہو گئے۔

چونکہ راجہ بلونت سنگہ نے دربارہ غلام حسین خاں (مصنف بلونت نامہ) راجہ چیت سنگہ سے یہ وصیت کی تھی کہ میں نے غلام حسین خاں کو دولت خواہ یکرنگ رازدار بے ریو و رنگ پایا ہے تم بھی اونکو اپنا ہمنشین رکھنا اور چونکہ منشی اندرجیت ہمیشہ بیمار رہتے ہیں اور رائے علیل علیل ہوا کرتی ہے اور خوش وقت رائے اُنکے لڑکی کو سلیقہ اس کام میں نہیں ہے اور غلام حسین خاں کو مہارت اس فن میں ہے لہذا کام تحریر و مسودہ مراسلات و نیز مشورہ معاملات بہ شرکت راؤ بھائی رام کے کہ خان مذکور سے موافق ہیں اور طریقہ اتحاد و یکجہتی رکھتے ہیں لیتے رہنا۔ اسی نصیحت کے موافق راجہ چیت سنگہ نے غلام حسین خاں کو مثل پدر خود ہمنشین کیا اور شریک شوری مہمات مملکت میں کیا۔ اور چونکہ علم موسیقی میں ان کو کمال بھی تھا اور راجہ کی طبیعت اس طرف بہمہ وجوہ مائل تھی لہذا اکثر شبانہ روز انسے صحبت رہتی۔

بھائی رام کو نہایت خیرخواہ ریاست تھے اونہوں نے شرکت غلام حسین خاں کی بہت خوشی سے منظور کر لی تھی اور مسودات مراسلات کو بہ صلاح یکدگر لکھتے اور چونکہ معقول پسند تھے

لہذا اگر کوئی بات اونکے خلاف رائے بہی غلام حسین خاں کہتے تو اوسکو خوش ہو کر مان لیتے۔

راجہ گلاب باغ میں فصل گلاب میں ہمراہ زنان خواص خود رہتے اور اوسی کے قریب ایک تالاب بنایا جو اب رام باغ کے تالاب سے موسوم ہے اس میں ایک حصہ میں مکان[1] پردہ دار رفیع الشان خوش قطع بنایا تہا جو محض رانی اور اونکے ہم جلیسوں و زنانہ ملازمونکے نہانے کا تہا کہ کوئی باہر کا شخص اونکی آزادی نہانے کو دیکھ نہ سکتا اور تین طرف سے مرد نہاتے۔ اسی تالاب کے جانب جنوب ایک باغ دل کش ہے جو اس وقت تک نظارہ گاہ مخلوق ہو رہا ہے۔

خلاصہ بعد مسند نشینی کے سنہ ۱۱۹۰ھ مطابق سنہ ۱۷۷۶ء تک راجہ نے نہایت عیاشی و خوشحالی سے بغیر کسی سانحہ موجب ملال کے بسر کیا ہر سال حسب دستور ہنود جشن ہولی مرتب کرتے اور بہت روپیہ داد دہش و پارچہائے نفیسہ گراں قیمت میں جو خود اپنے و حضرات بابو واقربا، وخادموں و ملازموں کیواسطے ہوتا صرف کرتے۔

ترتیب محفل عشرت و مجمع کرنے کلال وعبیر کے انبار ہوتے اور فصلی گلاب میں کو خرمن خرمن ہوتے اور قمقمہ جات میں کہ ہزاروں ہی ہوتے اور آراستگی دوکانات میں جو زرتار پارچے سے منڈھوائی جاتیں کثیر روپیہ صرف کیا جاتا۔ کلال و عبیر سرخ و سفید کا تو معمول عام طور سے ہے مگر مہتمان بزم ویرا بخیال جدّت سبز و زرد و گلابی و عباسی وغیرہ رنگ برنگ کے تیار کرتے اور دامن کے دامن ایک دوسرے پر چہڑکتے۔ زمین ایوان و صحن مکان بوقلمونی ہائے رنگا رنگ سے رشک گلزار ہو جاتے اور آسمان کے دل میں لمعات تاباں سے حسرت کے خار خار پیدا ہو جاتے۔ طلائی و نقرئی پچکاریوں سے کہ خود چمکتی ہوئی ہوتیں اور اونسے رنگ دوسروں پر مثل فوارہ پڑتا گمان برق و باراں کا کہ موسم بہار ہندوستان کا ہے نمایاں ہو جاتا اور مقیش کو کہ ریزہ ریزہ کرکے چہڑکتے زمین پر گمان ستارہائے خورد ہو جاتا۔ راجہ ہر روز نئے لباس میں اور اوسی کے مناسب جواہر کہ ہر رنگ لباس ہوتے از قسم الماس

[1] یہ حصہ مکان تالاب کا بحکم مہاراجہ پربھو نرائن سنگہ کہود کر گہاٹ بنا دیا گیا ہے۔ مولف

ولعل وگہر و زمرد وغیرہ پہنتے اور رونق بخشی اوس ماہ دو ہفتہ یعنی راجہ سے رونق محفل زیادہ ہوکر لوگ جمال باکمال راجہ سے محو و متحیر رہتے۔ راجہ پوشاک ہر روزہ کو کہ رنگین ہوجاتی خادموں کو بخشدیتے۔ اسی طور سے ایک ماہ تک رقص مہوشان دربا و نظارہ ادائے مہرویان حور لقا و سماع نغمات بہجت افزا و تقسیم نعمت ہا از قسم فواکہہ و شیرینی کے ملازموں بلکہ سکنائے بنارس کو خوش و مسرور رکھتے اور کسی قلم کا خیال دنیا و دین کا بجز عیش و عشرت کے گرد خاطر مبارک کے نہ آتا۔

موسم مستی و شروع ربیع | آمدہ در شور شریف و وضیع

جملہ دراں لہو و لعب بے حجاب | دادہ زن و مرد حیا را جواب

رسم عجیبے است دراں ارتباط | دادن دشنام بہم زاختلاط

اسی زمانہ میں معمولات راجہ میں سے تہا کہ ایک روز یہی جشن ہولی کشتی پر کرتے اور ایک بڑی کشتی پر جسکو چھوٹا جہاز کہہ سکتے ہیں فرش و پردہ ہائے مخمل منقش و ملون سے آراستہ کرکے خود مع ندما کے سوار ہوتے اور سو کشتی سے زیادہ جلو میں ہوتیں جنپر کہ لوگ مختلف قسم کے رنگین کپڑوں سے ملبس ہوتے اور ہر کشتی پر گلرخان پری چہرہ ناچتی رہتیں آگے آگے راجہ کی کشتی کی روشن چوکی بجتی ہوئی اپنی نغمات دلکش سے ہوش و خرد سامعین کے سلب کرتی رہتی اسی طور سے رام نگر سے بنارس تک رنگ گلال و عبیر مختلف رنگ کے چہڑکتے ہوئے اور گا بجاتے ہوئے جاتے تا اینکہ منکرنکا گہاٹ پر قیام کرتے وہاں پر عمائدین بنارس اپنی اپنی کشتیوں پر کہ نہایت تکلف سے آراستہ اور جہاڑ و فانوس و ہانڈی سے مثل مکان بنا رکہے آتے اور راجہ کی کشتیوں پر رنگ بازی کرتے اور ہر دو طرف سے بطرز جنگ کہ عین صلح تہی رنگ باشی سے ہنگامہ خوشدلی و خورسندی گرم رہتا تمام روز یہی حالت رہکر شام کو واپس ہوتے واپسی میں شب کو آتشبازی چہوٹتی ہوئی رہتی جو کہ کنار دریا و سامنے گہاٹ سے تا رام نگر لگائی جاتی۔

خلاصہ چھ برس تک سنہ ۱۱۹۰ھ مطابق سنہ ۱۷۷۶ء تک وہ عیاش دلباختہ عشرت و ہم آغوش عروس

شہوت و خمارنیت نے بلا دغدغہ زوال واختلال کے انتظام مستحکم اپنے والد ماجد میں بسر کیا۔ اور اُس زمانہ دراز میں کبھی بھی دریافت حالات مملکت کو اپنی جگہ سے نہ اوٹھے اور نہ کوئی ضرورت واقع ہوئی کہ کسی طرف کو فوج بھیجی جاوے اگرچہ حاصلات ملک معینہ بغیر کوشش کے وصول ہو جاتے مگر ملک میں دورہ نہ کرنے اور اون کے حالات نہ دیکھنے سے جو کہ کلیات معاملات میں تھے جزئیات کو کون پوچھے بے خبری و غفلت کی تمام اطراف وجوانب میں مشتہر ہو گئی راجہ کی نقل وحرکت اس میں منحصر ہو رہی تھی کہ رام نگر سے جانب کوہسار منگرور آتے اور وہاں کے صحرا و پہاڑوں میں شکار شیر و آہو و گوزن (بارہ سنگھ و چیتل و جھانک وغیرہ کا کرتے دن میں شکار جانور ہوتا اور رات کو ناچ ورنگ میں مشغول رہتے۔ اگرچہ راجہ بلونت سنگھ بھی عاشق شکار رہے تھے خصوصاً وہ شیر دل شکار شیر پر جان دیتے تھے مگر اوس وقت جبکہ اونکو مہمات مملکت سے کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جاتا۔

شیخ محمد علی حزیں کہ راجہ بلونت سنگھ کو اُنکے جناب میں اعتقاد کامل تھا جب کبھی حاضر ہوتے تو منع کرتے کہ حیوانات بیچارہ جو چند گھاس جنگل سے کھالیں اور اپنے ہم جنس سے ازدواج کریں اور کسی کو تکلیف نہ دیں اپنے ایک نفس امارہ کے خوش کرنے کو صدہا جان شیریں اُنکی ہلاک کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

بخلاف مہاراجہ چیت سنگھ کے کہ اون کا شغل منحصر اسی لہو ولعب میں تھا حالانکہ انصاف یہ ہے کہ فضائے دامن صحرا منگرور اس قابل ہے کہ دنیا سے علحدہ ہو کر اوس صحرا میں جا کر عبادت خدا میں مشغول ہو۔ خصوصاً اُس میں ایک مقام ہے جو لطیف شاہ کے نام سے موسوم ہے جو پانی گرنے اور فضائے دامن صحرا و تراکم اشجار سے عجب سماں پیدا کئے ہوئے ہے۔

ہمیشہ آبشار سے پانی کی چادر گرتی رہتی ہے اور وہ پانی جبکہ پتھر کے فرش پر جو نیچے قدرتی ہے گرتا ہے اور اوس سے ہزاروں قطرہ مثل گلہائے یاسمن و چنبیلی نظر آجاتے

ہیں وہیں پر ایک تالاب عمیق ہے جو قدرتی اوس پہاڑ میں بنا ہوا ہے اور اوسی پر سے
کرم ناسہ جاری رہتی ہے۔

بلونت نامہ غلام حسین خاں

بنیاد خرابی ریاست راجہ جیت سنگہ کی بوجہ شرکت کھانا کھانے کے پیدا ہونا اور اوسان سنگہ کا فکر قتل راجہ میں کامیاب نہ ہونا آخر خود بھاگنا اور تعاقب اونکا ذریعہ غلام حسین خاں ہونا

راجہ جیت سنگہ کو اول ہی سے اطمینان ورسوخ کمپنی انگریزی پر تہا اور اون کی حمایت وحفاظت کو سد سکندری سمجھے ہوئے تہے اور واقعی غیر کے مقابلہ میں پوری حمایت سرکار کمپنی سے ہوتی آئی۔ تاآنکہ سبہ چہار سرکار قبضہ سرکار کمپنی میں آئے اور عہد نامجات ہوئے اُس سے اور بہی اطمینان مہاراجہ مذکور کو ہوگیا۔ خدشہ از جانب نواب وزیر تو پہلے ہی حمایت کمپنی میں جاتا رہا تہا اب بالکل انکا ملک قبضہ انگریزی میں آجانے سے کمال درجہ اطمینان ہوگیا قاعدہ مقرر ہے کہ ایک کام کی اصلاح پاجانے کے بعد دوسرے کی درستگی کی خواہش انسان کو ہوتی ہے۔ راجہ جیت سنگہ کو اول فکر ملک تہی وہ یوں قابل اطمینان ہوئی۔ جیسکے نسبت گذشتہ صفحات تاریخ شاہد ہیں۔ دوسری فکر اپنی ہم قوم اور برادری سے تہی اوسکے اصلاح کی فکر راجہ کو ہوئی مگر وہ ایسا مسئلہ پیچیدہ ہوگیا کہ ہوتے ہوتے ریاست کی خرابی کا منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب یہ بہی ہوگیا۔ تفصیل یہ ہے کہ راجہ جیت سنگہ بطن عفیفہ قوم راجپوت یعنی پاناصاحب سے

اوسی مقام پر مہاراجہ حال یعنی مہاراجہ پربہو نارائن سنگہ بالقابہ نے ایک بہت بڑا باندھ بنوایا ہے جو علاوہ نفع سیرابی کل علاقہ کے عجب فرحت افزا مقام ہے۔

تھے اور مہاراجہ بلونت سنگہ برہمن تھے اور قاعدہ مذہب ہنود یہ ہے کہ جو شخص غیر قوم کی عورت سے پیدا ہو اوسکو ہم قوم نہیں سمجھتے۔

جب تک کہ ہم قوم لوگ کہانا اوسکے ساتھہ کہائیں۔ اس بات کی فکر راجہ صاحب کو ہمیشہ سے تھی اب اطمینان ملکی ہو جانے پر اور بہی اس خواہش کو ترقی ہوئی اور چاہا کہ قوم برہمن خصوصاً گوتم اگر کہانا ساتھہ میں کہالیں تو پہر کوئی اونکے نسب پر حرف گیر نہ ہوسکیگا اور ضرورت جائز یہ ہوئی کہ ایک صاحبزادی راجہ صاحب کی تہیں لہذا چاہتے تھے کہ اونکو کسی صحیح النسب لڑکے سے شادی کردیں۔ حالانکہ راجہ بلونت سنگہ نے بطریق تقدم بالحفظ راجہ چیت سنگہ کی شادی دختر ٹھاکر امراو سنگہ سے کی تہو کہ نہایت صحیح النسب تہے اور اس سلسلہ سے راجہ بلونت سنگہ نے چاہا تھا کہ لوگ اونکے لڑکے کو شریک قوم کرلیں مگر اس ترکیب سے کوئی نفع نہ ہوا۔ بلکہ تمام قوم نے کہانا پینا ٹھاکر امراو سنگہ سے چھوڑ دیا۔

خلاصہ۔ راجہ چیت سنگہ نے پہلے اپنی خواہش کو جناب عفت مآب رانی گلاب کنور صاحبہ زوجہ اولی پدر خود سے ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں ظاہر کرکے چاہا کہ اونکے نواسے راجہ مہیپ نراین و مہیشو بابو کہ دونوں بطن رانی پدم کنور بنت گلاب کنور مذکورہ سے تہے مع بابو درگ بجے سنگہ داماد کے اپنے ساتھ کہانے میں شریک کریں۔ رانی صاحبہ موصوفہ نے اپنے دین کی حمایت میں (کہ مذہب ہنود میں دوسرے کے ساتھ کھالینا باعث بے دینی ہوتا ہے) انکار کیا بلکہ جواب تلخ دیا جس سے راجہ ناخوش ہوئے اور کلمات خشونت آمیز کہکر اوٹھ کہڑے ہوئے اور بات طول ہوتی گئی۔

رانی صاحبہ ممدوحہ نے چاہا کہ ترک وطن کرکے کلکتہ میں نواب گورنر کے پاس چلی جاویں اور اگر ہوسکے تو کم نسبی راجہ چیت سنگہ کو کہ حسب مذہب ہنود یہ فرزند نہ سمجھے جاویں گے اور صحت نسبی اپنے نواسہ راجہ مہیپ نراین کی ثابت کرکے راج کو منتقل کرالیں چنانچہ اسی ارادہ سے کشتی پر سوار ہوئیں۔

راجہ صاحب اوسان سنگہ اپنے مدار المہام کو سمجھے ہوئے تہے کہ وہ سرکار راجہ کے ساتھ ہم طعام ہونے میں متفق اور ہمراز ہے۔ لہذا مشارٌالیہ سے کہا کہ تم جاکر رانی صاحبہ کو اِس ارادہ سے باز رکھکر گہر میں لے آؤ اور اگر قبول نہ کریں تو ملاحوں کو کشتی پر سے ہٹا دو۔ پہر اپنی جگہ پر راجہ نے کہا کہ اگر یہ چند شخص میرے ساتھ کہانا کہانے سے انکار رکہتے ہیں تو میرا کیا نقصان ہے جسکو میرے حق نمک کا خیال ہے وہ میرے ساتھ ضرور کہاویگا۔ اور جو انکار کریگا وہ میرے نعمت احسان سے محروم رہیگا۔ بابو اوسان سنگہ نے جاکر رانی صاحبہ ممدوحہ کو سمجہایا کہ راجہ حاکم ہے اوسکے خلاف مرضی جانا غیر ممکن ہے اب کہ وہ خود ہی جبر وقہر سے باز رہی تو دولت خانہ میں چلکر رہنا قرین مصلحت ہے۔ رانی صاحبہ حسب التماس اُنکے دولتخانہ میں واپس ہوئیں۔

اِسکے بعد راجہ نے اپنی شرکت رسوئیں کو اول اُن برہمنوں سے کہا جو کہ بمقوم برہمن کہانا پکانے پر مقرر تہے۔ رام بخش برہمن کہ اُن سب کے سردار تہے اونہوں نے جواب دیا کہ ہمارا گوشت و پوست نان و نمک مہاراجہ سے ہے اگر اوس یعنے منہ کا جوٹھا مرحمت ہو تو خوش خوش کہائیں چنانچہ روز مقررہ پر تمام برہمنان مذکور نے راجہ کے ساتھ رسوئیں کہائی اور راجہ نے اوسکے صلہ میں ایک گاؤں پانچہزار سالانہ کا بطور التمغا انعام میں دیا۔ اِسکے بعد اُن برہمنوں کی دعوت ہوئی جو فرق حضوریان میں تہے وہ لوگ بہی تین پشت سے نمک خوار تہے بلا اکراہ اونہوں نے بہی ساتھ راجہ کے رسوئیں کہایا۔ اسیطور سے دوسرے برہمن جس جس خدمت پر مقرر تہے باری باری کہاتے جاتے اور ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوتے جاتے اور راجہ سے انعام پاتے جاتے۔ مگر اوسان سنگہ اکثر لوگوں کو غیرت مذہب کی دیکر مانع ہوتے تا اینکہ اِن کے ورغلانے سے زیادہ لوگ اُن میں سے منحرف ہوتے گئے اور بعض اقربا راجہ مثل ظالم سنگہ چچا راجہ نے اور رجبیت سنگہ کے لڑکوں نے قسم کہائی کہ اگر راجہ ایک لاکہ اشرفی کا بہی ہم کو ندے تاہم اوسکے ساتھ رسوئیں نہ کہائیں بحکم مثل مشہور کہ ایکیا اور ایکیسے

دو نہیں بلکہ گیارہ ہوتے ہیں اَلْاَمْرُ اِذَا جَاوَزَ الْاِثْنَیْنِ نَقْلُ شَاعَ۔ دو سے بات بڑھی تو بھوٹی اوسان سنگہ کی مخالفت راجہ پر ظاہر ہو گئی چونکہ از خاک برداشتہ سے راجہ امید یکرنگی رکھتے تہے اور اب برخلاف اُسکے نفاق نمایاں ہوا تو بہت ہی غصہ ہوئے۔

بروایت خیر الدین حسین جس روز کہ تقریب انتقال زوجہ سبحان سنگہ میں کہانا برادری کا تہا اور راجہ کو تردد تہا کہ کون کون کہائے اور کون انکار کرے۔ اور اوسان سنگہ سے دریافت کیا تو اونہوں نے اپنی یہ مستعدی دکہلائی۔ کہ ہر ایک بابو عزیز و قریب کے سرپر ایک سپاہی مسلح رہے جو کہانا نہ کہاوے اوسکا سر اوتار اجاوے۔ یہ سنکر بابو جگر دیو سنگہ پسر بابو سرنام سنگہ و بابو جگت سنگہ و پسر بابو جے جیت سنگہ و بابو شیو ظالم سنگہ پسر دیارام و بابو پرتاب رو دے نے راجہ سے شرکت اوسان سنگہ کو بہی کہا۔ جبکو سنکر یہ اپنے مکان قلعہ میں آئے جب وہاں بہی چوبدار ہو بجنے کی خبر معلوم ہوئی تو اپنی حویلی بیرون قلعہ میں آئے بابوان نے سرزنش راجہ سے کی کہ آپ کا مدار المہام خود جو ہم قوم ہے وہ شریک نہیں تو ہم سے کیا چاہتے ہیں راجہ کو غصہ آگیا اور اپنے پروردہ و خاک برداشتہ سے یہ حرکت نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔

ایک خط بابو منیار سنگہ کو لکہا کہ ہم نے اوسان سنگہ کے معاملات میں فریب کہایا آپ کی بات تو بری و کڑوی معلوم ہوئی تہی مگر اب نتیجہ اوسکا دیکہا۔ اوسان سنگہ کی کورنمکی پورے طور پر ظاہر ہو گئی ہے لہذا آپ آئے اور وہاں ایک ساعت بہی نہ ٹہرئے گذشتہ رجھلوات دل آرزومند ملاقات ہے۔ مطرع

درمیان جان جاناں ماجرائے رفت رفت

والسلام۔

جب اوسان سنگہ کو خط طلب منیار سنگہ میں جانیکی اطلاع ہوئی تو انحراف مزاج راجہ کا یقین کرکے خیر خواہی پر ایک قلم خط کہیچ دیا اور ورق نیک اندیشی کو بالکل پلٹ دیا اور بدخواہی پر کمر باندہکر دشمن ریاست راجہ ہو گئے۔ تمام مخالفین راجہ اس فکر میں ہو گئے کہ مزاج گورنر جنرل

کو راجہ سے منحرف کریں اور راجہ مہیب نرائن نواسہ مہاراجہ بلونت سنگہ کو مسند حکومت پر بٹھادیں۔ اور مشیت ازلی بہی یہی جاری ہوچکی تہی۔

خلاصہ جب حال عداوت اوسان سنگہ راجہ سے مشہور ہوگیا تو خیرخواہان راجہ مثل بہائی رام مرہٹہ ومنشی اندرجیت وسدانند بخشی فوج وبہولاناتھ پنڈت اوستاد ومعلم نے عرض کیاکہ اوسان سنگہ کے دل کاحال معلوم ہوگیا۔ اوسکے تسلط سے ہم لوگوں کو موقع عرض کا نہ تہا ورنہ وہ حضور سے کبہی بہی صاف نہ تہا۔ حضور کی غفلت حد سے تجاوز کرگئی اب ہوشیار ہونا چاہیے۔ راجہ نے اعتراف کیا اور اونکی رائے سے حساب آمدنی وخرچ ملک کا اونسے طلب کیا۔ کاغذ حساب کا طلب ہونا گویا ایک مصیبت تازہ تہی مگر انکار نہ کیا جواب دیا کہ ابہی کاغذ درست نہیں ہے۔ بعد درستگی حاضر کروں گا راجہ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ درست ہے کہ درست نہیں۔ اوسان سنگہ یہ حرف پہلودار راجہ کو سنکر اپنی طرف سے برہمی کار پاکر قبل از وقت دربار سے اوٹہکر اپنے گہر میں جاکر درپے قتل راجہ ہوئے۔ شب کو سب بابوجو اوس سے موافق اور راجہ سے مخالف تہے اونسے اور بہیم سنگہ رسالہ دار سے جو مخصوصین اوسان سنگہ سے تہے مشورہ ہواکہ راجہ کو قبل اسکے کہ ہماری۔ واسطے کوئی فکر کرے ہم کو اوسکے پہلے فکر قتل اوسکی کردینا ضروری ہے خزانہ وقلعہ تو سب ہمارے پاس ہے اور تمام فوج باستثنار شاذونادر سب مطیع ومنقاد ہمارے ہیں۔ راجہ کہ محض وجود معطل ہے اوسکو اوسکے محل مرغوب میں قید کردیں اور راجہ مہیب نرائن کو مسند راج برظاہر میں بٹہادیں اور باطن میں خود راج کریں۔ رہا دغدغہ جانب نواب گورنر کا اوسکی صورت یہ ہے کہ باعتبار نجیب الطرفین ہونے راجہ مہیب نرائن کے اونکا استحقاق اور عدم استحقاق راجہ جیت سنگہ بوجہ اسکے کہ اونکی ماں غیرقوم کی ہیں بیان کرکے اپنا مطلب نکال لینگے اور جس عنوان پر ہوگا نواب گورنر ممدوح کو اس امر پر راضی کرلینگے۔

سوافقان ومشیران نے تعریف کی اور آپس میں قسم سخت سخت کہائیں۔ مگر دشمن کے پہلو

میں دوست - ایک شخص خدمتگار اوسان سنگھ کا جس کا نام چوبان کہلایا کرتا اور اوس سے
اندیشہ افشاء راز تھا - سُن رہا تھا اوس سے اور بسیاون خدمتگار پان کہلانے والے
راجہ سے محبت تھی آپس میں راز مخفیہ کی بابت گفتگو ہوئی اور بسیاون نے بلا مہلت
حضور راجہ میں بیان کردیا - چونکہ مواد فساد کا ہیجان میں تھا راجہ دفع ہونا اوسان سنگھ
کا نہایت مشکل سمجھتے تھے تمام شب متفکر و بیدار رہے اور برآمدہ قریب مکان بارہ میں جسکو
دربار کہو اسطے ۱۲۸۶ھ میں بنوایا تھا بیقراری سے گذاری صبح کو غلام حسین خاں حسب معمول
حاضر ہوئے تو راجہ کو پریشان خاطر بیٹھا ہوا دیکھا اور بجز مرزا فیض اللہ بیگ کے اور
کسی کو دربار میں نہ پاکر مجرا عرض کیا -
غلام حسین خاں کے سلام کرتے ہی راجہ نے کہا کہ تم نے سُنا کہ اوسان سنگھ میرے قید
کرنے کی فکر میں ہے اور میرے مخالفوں کے اتفاق سے میرا کام ختم کرنا چاہتے ہیں
غلام حسین خاں نے کہا خیر تو ہے ماجرا کیا ہے - راجہ نے تمام قصہ سنا ہوا کہہ سنایا - چونکہ فیض اللہ
خاں کو یہ دو طرفہ سمجھے ہوئے تھے لہذا دل کی بات نہ کہہ سکے بلکہ کہا کہ ایسے کارگذار
مزاج داں کی نسبت کہ بالکل بار ریاست اوٹھائے ہے ایسی بات کہنا نازیبا ہے اور
غمازوں کی بات نہ سننا چاہئے اور اپنے سرفراز کردہ کو کہ تسلط ملک و قلعہ و خزانہ و سپاہ
پر رکھتا ہے - غمازوں کے کہنے سے نظر انداز کرنا اور اوسکی وجہ سے فتنہ و فساد اوٹھا کر اپنے
عیش و راحت کو خراب کرنا ہے - راجہ غلام حسین خاں کی اس بات پر سرکہ نہیں ہوئے
اور اپنی غفلت کے اعتراف میں دیر تک سر جھکائے رہے پھر کہا واقعی جو کچھ دیکھتا ہوں وہ
خود کردہ ہے مگر میرے باپ کی وصیت کہ جسقدر نیک خواہی حسب مقتضائے حال ہو کرتے
رہنا اور اپنی طرف سے کمی نہ کرنا آپ بھول گئے - اگر خدا کی مرضی ہے تو اوس دشمن جان
کو نکالتا ہوں کسی کام میں اوسکا دخل پانا کیسا اور اگر قلم تقدیر میرے نکل جانے پر ہے تو
پھر راضی برضائے خدا ہوں - اور اس بات پر قسم کہائی -

غلام حسین نے جب راجہ کا قصد اس طور پر پایا تو چہت اور دیوار کی طرف دیکھنے لگے راجہ نے اس کج ادائی پر ابرو پر بل چڑہا کر کہا میں تم سے بات کر رہا ہوں اور تم در و دیوار کو دیکھہ رہے ہو۔ غلام حسین خاں نے عرض کیا کہ چونکہ اس وقت حضور نے کلام پُر غرض و سنجیدہ ارشاد فرمایا ہے تو میں روح بلونت سنگہ کو ڈہونڈہ رہا ہوں کہ اس مکان میں آئی ہے جسکی برکت سے آپکی زبان سے ایسے کلمات نکل رہے ہیں اسقدر حضور کیوں پریشان ہیں تدبیر اسکی بہت سہل ہے لیکن مجھے حضور سے البتہ خوف ہے کہ اگر حضور مدار المہام سے دوبارہ خوش ہوئے تو بندہ کو نقصان پہونچے گا۔

جواب میں فرمایا میری جان تمہاری جان سے وابستہ اور میری حرمت کے ساتھہ تمہاری حرمت و عزت ہے اور رہے گی مگر میری عقل میں نہیں آتا کہ کیونکر اوسان سنگہ کا نکالدینا سہل سمجھے ہو۔ عمال تمام اوسکے دستگیر سپاہ سب موافق و اقربار منافق سب اُس سے ملے ہوئے ہیں پہر بہی اگر کچہ کہنا چاہتے ہو تو کہو غلام حسین خاں نے کہا خلوت میں عرض کرونگا فرمایا یہاں پر کون ہے غلام حسین خاں نے کہا دیوار ہم گوش دارد۔

مرزا فیض اللہ بیگ نے دیکھا کہ بجز اونکے اور کوئی نہیں ہے اور یہ تعریض اونپر ہے تو بدمزاج ہوکر کہنے لگے ۔کیا میں کور نمک و منافق ہوں اور حق میں نمک حراموں کے ایسی ایسی فحش گالیاں دیں کہ قلم مہذب رقم اونکو لکھہ نہیں سکتا۔ اور سخت سخت قسمیں کہائیں اُسوقت غلام حسین خاں کو شرم آئی کہ مرزا مذکور کو اوٹہا دیں پہر عرض کرنے لگے یہ بدگمانی سپاہ کی نسبت سے کیونکر حضور کے مزاج میں آگئی ہے لوگوں نے بہ مجبوری اوسان سنگہ کی اطاعت کی ہے یا خوشی سے۔

نامزائے راکہ بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کردند اختیار

ورنہ وہ نامشخص جو کل ایک ٹکڑا روٹی کو محتاج اور پہٹے ہوئے کپڑے پہنے ہو اوسکی

افسری کسکو ابھی معلوم ہوگی بلکہ لوگ سر پیٹتے تھے مگر چونکہ حضور مسخر اونکے تھے لہذا مجبورا مطیع تھے۔ اب جب لوگوں کو یقین ہو جاوے گا کہ حضور اوسکو نکالنا چاہتے ہیں اور خود بذات خاص متوجہ امور ریاست ہیں اور دل جوئی ملازم و رعایا کے فرمانا چاہتے ہیں تو کوئی بھی اوسکے پاس و گرد نہ جاوے گا۔

خلاصہ یہ کہ اگر حضور حسب معروضات بندہ عمل فرماویں تو ایک ہفتہ کے اندر تو نائب مذکور مطیع ہو جاویگا یا کان دبا کے نکل جاویگا۔ ابھی میر غلام حسین میر آتش کو کہ دو ہزار بندوقچی علاوہ توپ خانہ آتش زمانہ رکھتا ہے اوسکو حضور میں لاتا ہوں حضور اسکا اطمینان فرمادیں اور اس سے عہد نامہ جاں بازی و جاں نثاری کا لیکر حضور میں پیش کرتا ہوں۔ راجہ نے اجازت دی غلام حسین خاں اُنکے فرودگاہ پر جو کہ اندر قلعہ تھی گئے اور کل ماجرا بیان کیا اُن آقا سگال نمک حلال نے کہا غلام حسین خاں میں نمک خوار تین پشت راجہ کا ہوں اوسان سنگھ کون ہے جو اوسکو راجہ پر ترجیح دوں مگر گفتگو استقلال مزاج راجہ میں ہے۔ غلام حسین خاں نے جواب دیا کہ اب غنچہ یعنی کلی کا پھول کھل گیا اور حال باطن اوسان سنگھ کا معلوم ہو گیا پس راجہ مجنون نہیں ہیں کہ وہ تو قید راجہ کی فکر میں ہو اور پھر راجہ اوس سے موافقت رکھیں اس خدشہ کو دل میں جگہ دینے کا وقت نہیں ہے۔ یہ بات غلام حسین خاں داروغہ میر آتش کے ذہن نشین ہوگئی اوٹھے اور حضور راجہ میں حاضر ہو کر اندیشہ و تردد کو خاطر راجہ سے تسلی دیکر دور کیا اور اوسیوقت اپنے ہمراہیوں کو دروازہ و برج و باڑہ قلعہ پر مقرر کر دیا کہ ہوشیار باخبر رہیں۔

پھر غلام حسین خاں نے مرزا فیض اللہ بیگ سے کہا کہ محمد امین مشہور رہمر کو کہ سردار پلٹن تلنگہ ہے لاویں اور راجہ نے بھی اشارہ کیا۔ مرزا مذکور نے عذر ہائے لنگ پیش کئے اور ان کا نفاق باطنی راجہ سے اور اتفاق مدار المہام سے راجہ پر ظاہر ہو گیا۔

غلام حسین خاں لکھتے ہیں کہ چونکہ میں نے بہت بڑا بار اوٹھایا تھا لہذا اٹالنا مناسب نہ سمجھکر بلکہ اوس میں منہمک ہو کر سرانجام دینا ضروری خیال کرکے خود ہی گیا اونکو میر آتش سے زیادہ

جانب مدار المہام سے افروختہ پایا بغیر اسکے کہ کوئی عذر یا حیلہ پیش کریں گو یا کہ آتش زیر پا رکھتے تھے اوٹھہ کھڑے ہوئے اور غلام حسین کے ساتھ روانہ ہوکر قلعہ میں آنکر اور اپنی فرودگاہ میں جو قلعہ میں تہا بیٹھکر پہرہ ملنگ جابجا قایم کرکے ایک تحریر قسم ہائے سخت سے متضمن عہد جانفشانی لکہکر حضور راجہ میں گذرانی اور دعا و ثنا بیان کرکے کہا خدا کا شکر ہے کہ صبح امید فدویان جان نثار طالع ہوئی اور شام ادبار بدخواہوں کی بیخ کنی ہوگئی۔

مہاراجہ چیت سنگہ کو ان دو سرداروں کی اطاعت ظاہر ہونے سے اطمینان ہو گیا تو سب کے سامنے باعلان تمام فرمان دیا کہ جو ملازم سرکار ہے وہ اوسان سنگہ سے اپنا تعلق قطع کرے ورنہ اپنی راہ لے اور باقر نامی چوبدار و نقیب کو حکم دیا کہ یہ حکم رسالہ داروں و جماعہ داروں کو پہونچا دو۔ اس نے حسب ارشاد تعمیل کیا سب نے سنکر حکم مان کر بالسمع والبصر و بالراس والعین بسر و چشم کہتے ہوئے حاضر ہوئے اور تازہ عہد ہوکر کمر اطاعت راجہ پر باندہ لی۔

بروایت خیر الدین حسین صرف میر کاظم علی خاں جونپوری و اکرام خاں و منعم خاں ساکن زمانیہ و فضل علی خاں پسر میر رستم علی خاں ناظم نے اوسوقت غیرت نجابت سے رفاقت اوسان سنگہ کو نہ چھوڑا۔

صبح ہونے پر اوسان سنگہ کہ باخبر ہونے راجہ سے بے خبر تہے انبوہ مردم جلو میں موافق معمول لئے ہوئے قلعہ میں آنے لگے پہرہ داروں نے کہا شخص پانچ چہ خدمتگار ساتھ جاویں اور انبوہ مردم باہر رہ جاوے۔ اس بات کو سنتے ہی ہوش اوسان سنگہ کے جاتے رہے اور متحیر و ششدر ہوکر واپس ہوئے۔ اور اوس مکان میں جو قلعہ کے نیچے تہا اور وہاں احکامات جاری کیا کرتے جا بیٹھے پہر وہاں سے آدہ کوس کے فاصلہ پر جو دار الحکومۃ تہے قریب اور اوسکے متعلقین کا قیام گاہ تہا چلے گئے۔

راجہ نے سبہا و پانڈے کو جسکا ذکر ہو چکا اور اوسکے ظلم سے لوگ تنگ آ گئے تہے اور

اعزاز راجہ پریشان تھے اپنے حضور سے نکال دیا اور قلعہ میں آنے کی ممانعت کردی۔ وہ اوسان سنگھ کے پاس گیا اور اس انقلاب کی وجہ پوچھی اوس نے کہا یہ سب غلام حسین خاں کا کیا ہوا ہے۔ مرزا فیض اللہ بیگ نے اپنی برات اور کوشش غلام حسین خاں اوسان سنگھ سے کہلا بھیجی چونکہ گالی بہت بکا کرتا تھا لہذا اپنی زبان کو آلودہ کرکے کہا کہ ایسا اور ایسا ہوں اگر بند بند غلام حسین خاں کا جدا نہ کروں لوگوں نے غلام حسین خاں سے کہا اونہوں نے کہا دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است۔

اسکے بعد جسقدر لوگ روشناس ہمقوم راجہ تھے وہ آتے جاتے اور بغیر بلائے ہوئے کھانا میں شریک ہوتے اور رسالہ دار و عمال اقرارنامہ جاں بازی و قطع تعلق نائب سے حضور میں پیش کرتے جاتے۔ راؤ بھائی رام مرہٹہ سردار منشیان و منشی اندرجیت سردار منشیان (میر منشی) اور دوندا بھگت دیوان کہ خودسری اوسان سنگھ سے دل میں جلا کرتے تھے اور اون کی نخوت وغرور کا خار دلوں میں اسکے چبھا کرتا تھا۔ حضور راجہ میں توصیف و مدح خیرخواہ ہونے کی بیان کرتے اور راجہ غلام حسین خاں کی طرف اشارہ کرکے کہا کرتے کہ یہ سب اس خیرخواہ کی تدبیروں سے ہوا خدانخواستہ اگر میں اوس نمناس کی قید میں ہوگیا ہوتا تو قید حیات سے آزاد ہوجاتا۔

غلام حسین خاں نے عرض کیا کہ یہ خوشی کا مقام نہیں ہے ایسے مدارالمہام کو جو ریاست کی ہر حالت سے واقف ہو جگہہ سے اُسکے ہٹا دینا اور پھر فکر نہ کرنا ایسا ہے کہ جیسے کسی سانپ کے سر کو نیم کوفتہ کرکے چھوڑ دینا ہے۔ عقلمندوں کا یہ فقرہ مسلمہ ہے کہ عَدُوُّ العَدُوِّ صَدِیقٌ دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہے۔ جناب عفت مآب رانی گلاب کنور اور شریک ہوئے اشت راجہ مہیپ نرائن اور اونکے والد بابو درگ بیجے سنگھ سب کے سب اوسان سنگھ سے ہوا فق ہیں ایک روز یہ آتش پوشیدہ ظاہر ہوجاوے گی اور پھر اوسکا بجھانا مشکل ہوگا اس وقت تو یہی مناسب ہے کہ اوسان سنگھ کی دلجوئی کیجاوے اور آبرو دے اوسکو

قید میں رکھا جاوے۔
بھائی رام مرہٹہ نے کہ عقل سلیم رکھتے تھے غلام حسین خاں کی رائے سے اتفاق کیا آخر یہ بات طے ہو گئی کہ راجہ کو لیکر اوسان سنگھ کے مکان پر گئے جب ہاتھی دروازہ پر پہونچا تو اوسان سنگھ کو بجز حاضری کے چارہ نہ تھا گھر سے نکلکر سلام کیا راجہ نے ہاتھی بیٹھلوایا اور اوسان سنگھ کو لیکر اپنے مکان یعنی قلعہ میں آئے پہلے اونکو مندر (گوتر دروازہ) میں لے گئے وہاں اونہوں نے قسم نیک اندیشی و خیر خواہی و پرہیز از بدخواہی پر کھائی اوسکے بعد دربار میں آنکر اپنے مقام معین پر بیٹھے۔ مگر کام میں سستی کرتے بلکہ ٹالتے رہتے اور ظاہر میں اظہار بندگی و اطاعت کرتے۔ غلام حسین خاں نے راجہ سے کہا کہ عنوان اوسان سنگھ سے ٹپک رہا ہے کہ وہ دل سے صاف نہیں ہے لہذا اوسکو آزاد اور مطلق العنان رکھنا قرین صواب نہیں ہے اُن صاحبزادہ سہل انگار ناآزمودہ کار نے جواب دیا کہ اوس بے بہرہ نے ہمارے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کیا تھا۔ اب چونکہ اونکو معلوم ہو گیا ہے کہ صورت انکار میں دولت و نعمت میرے پاس نہ رہے گی تو اب ایسا نہ کرے گا بلکہ اگر اپنا جوٹھا جوتہ پر رکھہ کر دوں گا تو بشوق تمام کھالے گا غلام حسین خاں نے بہ مقتضائے حق نمک عرض کیا کہ بات کھل چکی ہے اور حضور گو اونکے بدلہ لینے کا ارادہ نہ کریں مگر بمفاد الخائن خائف چور کو خود ڈر رہتا ہے اوسان سنگھ کو دغدغہ اوسکے اعمال کا مطمئن نہ رکھے گا وہ صبح شام میں بھاگا چاہتا ہے پھر معلوم نہیں کیا کیا رنگ لاوے۔

راجہ کے ذہن میں اس نصیحت نے عمل نہ کیا آخر دوسرے دن وہی پیش آیا کہ اوسان سنگھ رات کیوقت اپنی ماں دیکھنے کے حیلہ سے موضع درگو متصل گنگاپور کو جو بنارس سے جانب مغرب چار کوس پر واقع ہے سنہ ۱۱۹۰ھ مطابق سنہ ۱۷۷۶ء میں بھاگ گئے۔ اس اطلاع کے بعد بھی راجہ نے آدمیوں کو اوسکی گرفتاری کو نہ دوڑایا بلکہ بھولاناتھ پنڈت اپنے معلم کو کہ اوسان سنگھ اُن کے بحسب ظاہر معتقد تھے واپس لانے کو بھیجا۔ بھولاناتھ نے جاکر واپسی کے واسطے بہت سمجھایا مگر اُسنے جواب

خشونت و سختی کے دی ۔
پنڈت جی اگرچہ پڑھے لکھے تھے مگر چار پائے بر و کتابے چند عقل سے بہرہ نہ رکھتے تھے
اگر چاہتے تو آگے جانے سے روکتے مگر نہ روکا اور جواب صاف سنکر واپس ہوئے
اوسان سنگھ اوسی وقت مثل پرندے کے کہ قفس سے نکلے نہایت جلدی سے بہدوہی جا
پہونچے ۔ وہاں پر بابو منیار سنگھ کہ حسب طلب راجہ آرہے تھے خیمہ زن تھے ۔ اوسان
سنگھ نے بابو کے پاس حاضر ہو کر پیروں پر پڑکر عذر گذشتہ باتوں کا کیا اور جہانتک
زبان نے یاری دی تحریص اتفاق جناب رانی گلاب کنور صاحبہ و لینے راج کے راجہ
چیت سنگھ سے کیا ۔ ان صداقت پیشہ نے کہ شیفتہ و دلدادہ سلامتی راجہ تھے کہا تم
اپنے پیروں سے میرے پاس آئے ہو ورنہ گرفتار کرکے راجہ کے پاس بہجدیتا نمک
کہانا اور نمکدان توڑنا صحیح نسب والوں سے ناممکن ہے ۔ اب بہی یہی مناسب
ہے کہ اپنے آقا کے پاس جاؤ اگر تمہیں مار بہی ڈالیں تو تمہاری نجات ہو جاوے گی
اور اگر مورد عنایات کریں فبہا مگر وہ شکار دام گسستہ کب قابو میں آتا ہے وہاں سے
بہی روانہ ہو کر مرزا پور کلاں پہونچ گیا ۔ اوسکے مرکوز خاطر یہ تہا کہ ٹہکرائی مہربان سنگھ مجہسے
موافق ہے اور مدت دراز سے حاکم نواح مرزا پور ہے وہاں کی فوج متعین اوسکو
اپنا حاکم جانتی ہیں نہ راجہ کو اور زمینداران اطراف بہی طول مدت سے مطیع و فرمانبردار
اوسکے ہیں اور چونکہ سرحد مرزا پور علاقہ راجہ مانڈہ اودت سنگھ سے کہ زمیندار محالات
پانچ چہ لاکہ روپیہ کا ہے اور فوج و دستگاہ رکہتا ہے اور ٹہکرائی مہربان سنگھ کا
نہایت دوست ہے اگر بہ قاعدہ صَدِیقُ الصَّدِیقِ صَدِیقٌ دوست کا دوست ہوا کرتا
ہے راجہ مانڈہ مجہسے موافقت کرلے اور اطراف کے راجپوتوں کو کمک میں بلادی
اور تیس ہزار کے قریب جمعیت ہو جاوے تو ایک آفت تازہ ملک راجہ چیت سنگھ
پر ڈالوں اوسوقت راجہ کو بجز عاجزی و زبونی اور پہر میرے بلانے اور منصب سابق پر

قایم کرنے کے چارہ نہ ہوگا۔

راقم مصنف عرض کرتا ہے واقعی یہ گمان اوسکا صحیح تہا اور راجہ کو بجز اعانت فوج انگریزی دفع اس فتنہ کا ممکن نہ ہوتا۔

بہر طور مخبروں نے خبر جانے کی اوسکے بابو منیار سنگہ کے پاس اور اونکا جواب بہر مرزا پور میں جانا بیان کیا تو راجہ وقت از دست رفتہ پر مطلع ہوکر شرم بات نہ سننے سے خاموش رہے۔

راؤ بہائی رام مرہٹہ نے کہا مہربان سنگہ کو پہلے ہی سے کینہ ملازمان بارگاہ اور اتحاد اوس نمک حرام سے ہے گمان غالب ہے کہ اوس سے موافقت کرے اور لال اودت سنگہ بہی بوجہ محبت ٹہکرائی سے عجب نہیں کہ مدد پر راضی ہو جاوے۔ اوس وقت یکبارگی تمام اطراف واکناف ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو جاویں گے۔ لہذا بجز اسکے کوئی تدبیر نہیں ہے کہ ایک شخص اسیوقت فوج کو لیکر مرزا پور جاوے اور ٹہکرائی کو مہلت حرکت کی نہ دے تمام حاضرین نے یہ کلام سنکر سر جھکا لیا اور کچہ جواب نہ دیا۔ راجہ کو چونکہ پہلی بات پر عمل نکرنے اور اس حد تک معاملہ پہونچ جانے سے شرم تہی لہذا غلام حسین خاں سے کچہ نہ کہہ سکے۔ بہائی رام کہ رائے صائب رکہتے تہے اور غرض اون کی خیر خواہی آقا تہی وہ غلام حسین خاں کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ تمہاری تدبیر صائب سے حفظ آقا شر معاندین سے ہوا۔ آفریں صد آفریں نمک حلالی کرنے میں خوشنودی جہاں آفریں ہے اور مخلوق خدا سے نام نیک لیجاتا ہے۔ مگر افسوس کہ سست گیری مہاراجہ سے ہرن رسی توڑا کر نکل گیا اب اوسکے فساد کا بجہانا بجز تمہارے اور کسی سے ممکن نہیں۔

قبل اسکے کہ غلام حسین خاں کچہ جواب دیں منشی اندرجیت کہ غلام حسین خاں کے دوست تہے کہنے لگے کہ ایک غلام حسین خاں ہی مارے جانے کے قابل ہیں اور دوسرا کوئی سرکار میں

نہیں ہے کہ جاوے۔ بھائی رام نے چیں بجبیں ہوکر کہا سب حاضر ہیں مگر کام اسی شخص کا
ہے۔ اس گفتگو سے راجہ کو شرم بات نہ سننے سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے حیرانی ہوئی۔ آخر مجبور
ہوکر غلام حسین خاں سے کہا آپ جائے یا میں جاؤں اور دوسرے سے کچھہ نہ ہوگا۔ غلام حسین
خاں نے براہ حمیت مثل اہل دربار کے جان چھپانا مناسب نہ سمجھ کر راجہ سے عرض کیا خدا
نہ کرے کہ فدویان جاں نثار کے ہوتے ہوئے خود حضور تکلیف فرماویں۔ یہ سنکر فرمایا پھر
بسم اللہ دیر نہ کرنا چاہیے۔ میری سواری کا ہاتھی جو نہایت تیز ہے دروازہ پر تیار ہے اسی وقت
سوار ہوکر شباشب مرزاپور پہونچ جاویں تمام فوج کو تاکیدی حکم دے رہا ہوں کہ تمہارے
پاس پہونچ جاویں اور رام جیاون سنگھ متبنی بابو بیجناتھ سنگھ دو ہزار سندوقچی سے
وہاں پر ہے اوسکو حکم بھیجا ہوں کہ تمہارے امر و نہی حکم کی مخالفت سے بچا ورنہ کرے گا
اور پروانہ بنام مہربان سنگھ اور خط بنام راجہ باندہ لکھہ کر دیا کہ غلام حسین خاں کا کہنا عین میرا
کہنا سمجھیں پھر مخاطب ہوکر کہا اگر اوسان سنگھ گرفتار ہو جاوے تو میرا انتظار نہ کرنا اوسکے
بار سر کو تن پر سے سبکدوش کر دینا اور مہربان سنگھ کو جگہ سے ہلنے نہ دینا۔

غلام حسین خاں نے اوسی وقت محض پچاس ساٹھ سوار کو اور ایک نقارہ اپنی کو لیا اور
انتظار فوج کا نہ کرکے دو گھڑی دن باقی رہے روانہ ہوگئے دو کوس راہ نہیں طے کیا تھا کہ
آفتاب ڈوب گیا اندھیالی رات شروع بارش ابر سیاہ گھٹا ٹوپ چاروں طرف سے
گھیرے ہوئے تھا ہاتھ پر ہاتھ مارے نہ سوجھتا تھا کہ پانی برسنا شروع ہوگیا اور ایک
پہر کامل یہی حال رہا۔ پھر ابر ہٹا لوگ سب بھیگے ہوئے اور ہوا سے بوجہ سردی کے کل اجسام
لرزاں تھے مگر برابر قطع منزل کرتے جاتے تا اینکہ صبح ہوتے ہوتے محض سات سوار دو بجے
ساتھ مرزاپور پہونچ گئے۔ مہربان سنگھ کو اس سرعت کے تعاقب کا خیال اوسان سنگھ
کیواسطے نہ تھا وہ اپنے مکان میں مثل بخت خوابیدہ خواب شیریں میں تھے۔ غلام حسین
خاں کو پہرہ والوں نے بچانا منع نہ کرسکے یہ مثل بلائے ناگہانی اوسکے سرہانے جا پہونچے

بیدار ہونے پر حسب دیکھا تو متحیر ہو کر گرفتہ خاطر سے بغل گیر ہو کر آنے کا سبب پوچھا اونہوں نے جواب دیا کہ اوسان سنگھ کے لیجانے کے واسطے اور اوسکی بدگمانی دور کرنے کو جو طرف آقا سے پیدا ہو گئی ہے آیا ہوں سنکر جواب دیا وہ بیقرار عدا از خداوند و فرزند و زن با حال زار یہاں آ گئے تھے میں نے بہت دلدہی کی اور نصیحت کی مگر کچھ مفید نہ ہوئی آخر درماندہ و پریشان ہو کر مانڈہ چلے گئے۔

بنا بر حفظ ظاہر مراسم مہربانی وطریق ضیافت کو مہربان سنگھ نے مہیا کر کے غلام حسین خان کو دام میں لانا چاہا مگر یہ کب دھوکھا کھانے والے تھے اوسکے بھاگنے کے خیال سے دانو بزانو ہو کر بیٹھے اور گویا کہ نظر بند کر دیا مصرع او بفکرے عجبے من بخیال عجبے کا مصداق تھا۔ تا اینکہ فوج سرکار دو ہزار پیادہ و چار پانسو سوار و یک پلٹن تلنگہ یکے بعد دیگرے دوپہر سے لیکر شام تک پہونچے۔ غلام حسین خاں نے پہرہ دروازہائے راہ مرزاپور پر بٹھا دیا اور تاکید بلیغ کی کہ کوئی بلا اجازت باہر نہ جا سکے۔ بہت جستجو کی گئی مگر اوسان سنگھ گریز پا کا پتہ نہ چلا آخر معلوم ہو گیا کہ مہربان سنگھ کے آدمیوں نے اوسکو مانڈہ پہونچا دیا جب گمان اتفاق مہربان سنگھ با اوسان سنگھ پختہ ہو گیا تو پھر مہربان سنگھ کا مرزاپور میں مطلق العنان چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھکر دوسرے روز غلام حسین خاں نے کہا آقا تم سے بدگمان ہو گیا ہے اوسان سنگھ کا تمہارے پاس آنا اور اوسکا مانڈہ میں بحفاظت تمہارے آدمیوں کے پہونچ جانا ایسی بات نہیں ہے کہ پوشیدہ ہو سکے۔ اس بدگمانی کا دور ہونا بدون حاضری ولی نعم ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ ٹھکرائی مذکور آنا خدمت راجہ میں نہ چاہتے تھے مگر غلام حسین خاں کے قبضہ میں تھے عذر نہ کر سکے اور مثل مار سر کوفتہ کے پیچ و تاب کھاتے لیکن بجز اطاعت چارہ نہ دیکھتے غلام حسین خاں نے پالکی پر سوار کرا کے سوار و پیادہ میں محصور کر کے حضور راجہ میں بھیجا یہاں پہونچکر چندے مقید رہے پھر سفارش پہلی رام دو وندا بھگت سے رہا ہو گئے۔

غلام حسین خاں نے مرزاپور سے باہر خیمہ زن ہو کر راجہ لال ودت سنگھ کو در باب عدم اطاعت

وحال اوسان سنگھ کے خطوط بھیجے اور رام جیاون سنگھ و فتح خاں وجہاندار خاں رسالہ داران کو حاضری لشکر خود کو لکھہ بھیجا یہ لوگ نہایت جلدی سے آملے اور فوج کی تعداد کافی ہوگئی ۔

لال اودیت سنگھ راجہ مانڈہ کو مہاراج بلونت سنگھ سے خلوص تھا کیونکہ سرکار نواب وزیرالممالک میں ساعی ہوکر اونکا علاقہ اونپر بحال کرادیا تھا لہذا اوسان سنگھ کی موافقت میں خرابی اپنے ولی نعم و محسن کے صاحبزادہ کی گوارا نہ ہوئی مگر چاہا کہ چونکہ اوسان سنگھ مجھسے رجوع ہوچکے ہیں تو اپنے ذریعہ سے تصفیہ کرادوں ۔ اسی ارادہ پر چراغ علی نامی کو کہ چرب زبان و روشن بیان تھے بہ طریق سیانجی گری پاس غلام حسین خاں کے بھیجا اونہوں نے پیغام مصالحت اوسان سنگھ بار اجہ دیا غلام حسین خاں نے تمام ماجرا گذشتہ بیان کیا میر مذکور معترف ہوئے کہ بعد ایسے نفاق و شقاق کے وفاق مشکل ہے اور جاکر لال اودیت سنگھ سے تمام قصہ بیان کیا مشارٌ الیہ جب حالات سے واقف ہوئے تو انگشت حیرت کو دانتوں سے کاٹا اور حسب اتفاق جب اس معاملہ کو اوسان سنگھ سے بیان کیا تو اُنکے باطن کو راجہ سے صاف نہ پایا اور موافقت بیان غلام حسین خاں ظاہر ہوگئی اور بے وفائی آقا سے اونکو پسند نہ آئی ۔ مانڈہ میں رہنا خلاف اتحاد راجہ سمجھکر کہا کہ یہاں آپکے رہنے سے ہمارے اور راجہ چیت سنگھ میں اختلاف ہوگا ۔ لہذا جسقدر سامان سفر درکار ہو حاضر ہے ۔ اوسان سنگھ نے جب اپنے خلاف امید دیکھا تو رنجیدہ ہوکر براہ بگھیل کھنڈ حضور نواب وزیرالممالک میں گئے گو باریاب ہوئے مگر کوئی توجہ اُنکے حال پر نہ ہوئی وہاں سے کلکتہ گئے اور عریضہ متضمن مدعا نواب گورنر کو بھیجا اگرچہ انحراف اونکا راجہ سے بوجوہ کہ جو بیان ہونگے پسند و منظور نظر نواب گورنر ہوچکا تھا مگر بخیال پردہ داری حکام اشتہار راہ کو حکم توقف کسی مقام راہ میں دیا اور مشارٌ الیہ راج محل میں ٹھہرے اور فکر تباہی راج راجہ میں کوشش کرنے لگے ۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

بہ استثنا بعض تغرات فخرالدین حسین

حال بلوہ جونپور و جانا لشکر راجہ جیت سنگھ کا

سنہ ۱۱۹۵ھ مطابق سنہ ۱۷۸۱ء میں مسلمانان جونپور نے بلوہ کیا جیساکہ دستور عوام ہے کہ اُن باتوں پر جو محض نمائش کی ہوتی ہیں خواہ مخواہ لڑ جاتے ہیں حالانکہ اصول مذہب پر نگاہ و پابندی ہوا ہو۔ اسی قاعدہ سے ایک مندر نو تعمیر پر بلوہ ہو گیا۔

یہ مندر زمین موضع کنتھی پور میں جو درمیان آثار قدم شریف و پنجہ مبارک ساختہ سیون مہاجن ساکن جونپور تھا۔ زمانہ محرم میں بوجہ جمعیت محرم جبہ طالب علموں کی وجہ سے کھود گیا جسپر دوسرے دن تمام ہنود نے مجمع کیا۔ اور مسلمانوں نے بھی ہجوم کیا۔ ہرچند منتظموں نے رفع فساد و بلوہ چاہا مگر ممکن نہ ہوا قوم ہنود داد خواہ بنارس میں پہلے مسٹر فوق صاحب کے پاس اور اونکے بھیجنے سے راجہ جیت سنگھ کے پاس گئی۔ دربار راجہ صاحب سے جے کرن جوہری مصاحب راجہ بطور امین بغرض تحقیقات اس باب کے کہ مندر کس نے کھودا گیارہ محرم کو جونپور کی مسجد جامع میں آئے اور نامدار خاں فوجدار و نثار علی خاں کوتوال و تمامی رؤسا شہر و اطراف کو جمع کرکے دریافت کیا بجز بلوائے عام کے پیش دستی کسی کی ثابت نہ ہوئی۔

مگر جے کرن مذکور نے بذریعہ ایک محضر کے جس میں مہر گواہیان تھیں قاضی و مفتی و شاہ اجمیری و شیخ نظر محمد و عالم و حسام سرداران نورباف و روشن خاں بلوچ و رستم خاں دھوندھ خاں کو بانی فساد قرار دیکر راجہ سے پروانہ بنام نثار علی قلعدار بھجواکر بجز عالم و حسام کے کہ یہ لوگ قابو میں نہ آسکے سب کو بلوایا یہ لوگ تین ماہ تک نظر بند رہے۔ آخر سفارش بعض رسالہ داران سے ساڑھے تین سو روپیہ جرمانہ دیکر چھوٹے۔

اور ہر دو سردار نورباف نے بذریعہ شاہ قطب کے کہ نامدار خاں فوجدار اونکا معتقد تھا اپنی خطا معاف کرائی۔ مگر پھر نہیں شاہ قطب نے لوگوں کے کہنے سے علم محمدی برپا کرکے مسجد

اوسی جگہ بنوانا چاہا۔ عوام مسلمان ہزاروں جمع ہوگئے۔ شاہ قطب نے ہراولی فوج مسلمانوں کی قائم خان افغان و اسد یار خاں بلوچ کو کہ دونوں میں جہالت جبلی تہی دی۔ چونکہ فوج راجہ چیت سنگہ ہمراہ منگلی خاں و نامدار خاں جمعدار بہ سرداری بال کشن ہزاری تعدادی پانسو سوار و ہزار پیادہ و چار توپ کے رفع فساد زمیندار بدلاپور کو کہ اوس نے ہراو ٹھار کھا تھا جارہی تہی اور ان لوگوں نے اپنے مقابلہ میں آنا سمجہا تہا اور تیاری مسجد میں فکر کی کہ نا ورود فوج درست و تیار ہوجاوے۔ جب فوج مذکور راہ منڈیاہو سے جانب بدلاپور گئی تو عوام کی نخوت کو اور ترقی ہوگئی۔

راجہ چیت سنگہ نے بلوہ دور کرنے کے خیال سے جٹمل وکیل کو قطب شاہ کے پاس بہیجا اونہوں نے جاکر کچہہ روپیہ نقد پیش کیا۔ اور حکمت عملی سے جانب راجہ سے موضع کنٹی پور کی معافی بنام قطب شاہ خرچ فقرا کو دیا اور رفع بلوہ کی درخواست کی۔ قطب شاہ نے قائم خاں کو منع کرایا مگر اوس جاہل نے نہ مانا قطب شاہ کو غصہ آگیا۔ اور راجہ سے فوج تادیب کو مانگی۔ اوسوقت مسلمانوں کے دو فریق ہوگئے اسد یار خاں تہوڑے مسلمانوں کے ساتہ شریک قطب شاہ ہوگئے۔ اور شاہ مظہر علی گروہ فقرا کے ساتھ رفیق قائم خاں ہوگئے۔ اسی اثنار میں مرزا کلب علیخاں حضور راجہ سے قطب شاہ کے پاس پہونچ گئے اور اُن کی رائے سے وقت شب مسلمانوں پر حملہ چاہا۔ مگر دوہوندہ خاں جمعدار کے مطلع ہوجانے سے کہ شریک مسلمانان تہے راہ سے فوج واپس لانا پڑا اور اسد یار خاں نے دوسو آدمیوں کی جمعیت سے آٹھ روز کے عرصہ میں مسجد بنوائی کلب علی خاں واپس گئے اور راجہ صاحب سے حال بیان کرکے باغوائے شاہ قطب مذکور ہجوم زمینداران اطراف و بناء کہودنے مسجد کی رائے دی۔ راجہ صاحب کو بہی یہ رائے پسند آئی اور فوجدار جونپور و فوجدار سنڈیاہو و قصبہ مچھلی شہر کے نام حکم بہیجا کہ زمینداران اطراف کو برانگیختہ کرکے حسبطور سے ممکن ہو مسجد کہودوادیں۔

غلاصہ سہود شہر و زمینداران منڈیاہو و بدلاپور و سنکرامؤ و ظفرآباد و مچھلی شہر وچند دک

وبخارہ وکراکت جو ہزاروں سے متجاوز تھے مثل مور و ملخ جمع ہو گئے۔ اور نقارہ بجا کر مقابلہ میں آئے۔

اوس طرف سے شاہ مظہر علی و دہوندہ خاں و قائم خاں بارہ ہزار آدمیوں سے تھے پہلے بندوق چلی عباس علی جبلیہ شاہ مظہر علی مارے گئے مگر مسلمانوں کی کوشش سے زمیندار بہاگ گئے وقت فرار امراو سنگہ زمیندار منڈیا ہوئے پانچہزار آدمیوں سے کہ مسلح تھے فراریوں کی مدد کی مگر پہر بہی وہ لوگ بہاگے اور موضع برسرہ تک بہاگتے ہوئے گئے تھے کہ وہاں ہزار زمیندار پہر ملے اور حملہ مسلمانوں پر ہوا اس لڑائی میں دہوندہ خاں جمعدار مع چیند دیگر اشخاص کے زخمی ہوئے اور اوس طرف سے تیس چالیس آدمی مارے گئے اور دوسو سے زیادہ زخمی ہوئے۔ آخر زمینداروں کو شکست ہوئی اسی طور سے دو ایک لڑائی ہوئی آخر مسلمانوں کو فتح رہی

آخر میں نامدار خاں فوجدار نے شیخ نذر علی ساکن مچھلی شہر و نثار علی خاں قلعدار و چاند مردہ کو مسلمانوں کے پاس بہیجا کہ تم لوگوں نے مندر توڑا اور مسجد بنالیا اب کیا ارادہ ہے۔ ناحق زیر بار ہو رہے ہو اب حفاظت مسجد ہمارے ذمہ ہے۔ تم لوگ اپنے اپنے گہر جاؤ مسلمانوں کو اعتبار ہو گیا اور ایک فقیر کو متولی کر کے اپنے اپنے مکانات میں گئے۔

ہنودنے وقت شب یورش کر کے دیوار مسجد گرادی۔ نامدار خاں فوجدار اندیشہ بازپرس مسلمانوں سے بنارس بہاگے۔

راجہ چیت سنگہ نے پیچ و تاب کہا کر لعل اودت سنگہ راجہ مانڈہ کو کہ بنارس میں تھے تاراج جونپور پر مقرر کیا۔ اور اونکے بعد ہی جعفر خاں و غلام حسین خاں و فیض اللہ بیگ و منگلی خاں و نامدار خاں و میاں حیدر علی وغیرہ رسالہ داران کو تمامی فوج کے ساتھ بہیجکر رفع فساد کا حکم دیا۔ یہ لوگ جونپور پہونچے اور حقیقت حال سے اطلاع دی دوبارہ حکم گیا کہ قایم خاں و دہوندہ خاں وغیرہ سرداران جماعت کو شہر سے نکال دیں۔

چونکہ ان لوگوں کا کوئی مددگار نہ رہ گیا تہا لہذا مع اہل وعیال اوس ضلع سے نکل کر ملک وزیر الممالک میں چلے گئے۔

اختلاف صاحبان کونسل باگورنر جنرل واوّل موافقت گورنر آجے سے پھر اختلاف و درپے تخریب ہونا وجانا رزیڈنٹ فوق وآنا جان فوق پھر آنا طامس کرہام کا وتنگ گیری راجہ

بیدار دلان حقیقت شناس وہوشمندان خبریت اساس پر ظاہر ہے کہ اگر فلک کینہ ور کسی کو ایک زمانہ میں خوش دیکھتا ہے تو اوسکے بدلہ میں ایسا رنج دیتا ہے کہ سب عیش تلخ ہو جاتا ہے۔ اس بیان کی مصداق حال راجہ چیت سنگہ ہے کہ اگرچند سے عیش وعشرت میں گذری تو آخر میں ایسی پریشانی میں مبتلا ہوئے کہ مدت العمر راحت نہ دیکھی تفصیل اس داستان عبرت فزا عجیب ہے۔ کہ حالانکہ واقعی حالات معاملات سرکار دولتمدار انگریزی کمتر دریافت ہوتے ہیں۔ خصوصاً اوس زمانہ میں کہ اس ملک کے لوگوں کو معاشرت تازہ انگریزوں سے تہی۔ مگر زبان اہل ثقہ پر یہ جاری تہا کہ جب نواب گورنر جنرل ہسٹنگ صاحب بہادر کے خدام بارگاہ وبادشاہ خورشید کلاہ انگلستان میں پہونچے اور تحقیق حال ونیز اشتراک امور ریاست کی وجہ سے چند صاحبان حضور لامع النور بادشاہ مزبور سے متعین مملکت ہندوستان ہوئے اون سب کے سردار جنرل کلاورنگ اور مارول صاحب مرتبہ دوم میں اور کرنل منسن تیسرے مرتبہ میں اور مسٹر فرانسیس چوتہے مرتبہ میں تہے اور ایسا مشہور تہا کہ بادشاہت ہند کی عمال سرکار کمپنی انگریز بہادر سے نکال کر متعلق عملہ سلطانی ہوگی۔ واللہ اعلم عند اللہ

قاعدہ مقرر ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئاً ھَیَّاءَ اَسْبَابَہٗ جب خدا کسی کام کا قصد کرلیتا ہے

تو اوسکے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں چونکہ تباہی راجہ جیت سنگہ کی مقدر ہو چکی تہی شیخ علی نقی
بہی جو کہ رفیق و خیر خواہ قدیم اور وکالت دربار نواب گورنر میں طرف راجہ سے مقرر تہے
انتقال کر گئے مشار الیہ کو خصوصیت خاصہ نواب گورنر سے تہی اور دوسرے ارا کین دولت
بہی اون سے خوشنود تہے اور دستورات و آئین سرکار انگریزی کو بورسے طور سے
جانتے تہے۔

جگہ وکالت کی خالی ہونے پر کسی کو مقرر کرنا ضروری تہا حسب صلاح بہائی رام ۱۱۸۹ھ
مطابق ۱۷۷۵ء میں منہاج مصر نامی ایک شخص کو مقرر کیا۔ یہ شخص اس خدمت کے نشیب
و فراز سے واقف نہ ہونے کے علاوہ راے درست و عقل سلیم بہی نہ رکہتا تہا اور ناواقف
و نو وارد اوس دربار سے تہا لہذا جیسا چاہیئے یہ خدمت انجام نہ پائی۔

چونکہ شہرت معزولی گورنر و مقرری کلاورنگ مرتبہ یقین کو پہونچ گئی تہی اور وکلا و روساء
ہندوستان تمام تر حاضر حضور جرنل ہو چکے تہے اور منہاج مصر وکیل راجہ بہ لحاظ نواب گورنر
حسب ممانعت موکل حاضر نہ ہوے تہے۔ لہذا جرنل کو رنج تہا چونکہ تقرری رزیڈنٹ بنارس
یعنی فوق صاحب کی ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں بذریعہ مسٹر برسٹو بحکم جرنل کلاورنگ ہوئی
تہی اور اونسے و گورنر سے اختلاف تہا لہذا حسب ایماء جرنل مسٹر فوق نے راجہ سے دریافت
کرنا شروع کیا کہ تم نے بہ طریق نذر نواب گورنر بہادر کو جسقدر دیا ہو ظاہر کرو۔ راجہ نے جواب
دیا کہ محض ایکسو اشرفی نذر دیا ہے اور وہ بہی صاحب ممدوح نے بہت اصرار سے لیا ہے
حتے کہ جب بندہ کے گہر میں تشریف فرما ہوے اور موافق معمول کشتیاں پارچہ وغیرہ پیشکش
کی گئیں تو قبول نہیں فرمایا۔ بعد بہت التماس کے دو ایک پارچہ کم قیمت اوٹھا لیا اور کسی
خادم کو بخشدیا۔ فوق صاحب نے چرب زبانی سے بہت روغن قاز ملا مگر پتہر سے تیل
نہیں نکلتا راجہ نے بجز انکار کے اقرار نہ کیا۔ فوق صاحب نے ڈرانا شروع کیا کہ کیوں اپنا
راج برباد کرتے ہو کلکتہ میں جا کر حضرات کونسل کے سامنے قسم کہانا ہوگا۔ راجہ نے پہر انکار

کیا اور دل میں قصد کر لیا کہ کلکتہ جانا کس حساب میں ہے اگر جان جاوے تو پروا نہیں۔ نواب گورنر بہادر منہاج مصر سے خلوت میں کہا کرتے کہ ہماری عزت راجہ کے اختیار میں ہے اور نام بردہ تسکین دیدیتے۔

جب نوق صاحب کا مطلب نہ نکلا تو خلعت جو آخر ہر سال ملتی تہی اوسکو موقوف کردیا مہاراجہ نے منہاج مصر کو لکہا کہ نواب گورنر سے بنابر عنایت خلعت عرض کریں ارشاد ہوا کہ اختیار صاحبان انگریزوں کے ہاتہہ میں ہے۔ ہماری سفارش کا اثر برخلاف ہوگا تم خود حضور جنرل کلاورنگ ونسٹر کاریس اُنکے حاضر ہوکر درخواست خلعت کرو ہم راجہ کی بہبودی چاہتے ہیں اور برا نہ مانیں گے۔ نواب ممدوح نے جب اسی بات پر اصرار کیا تو منہاج مصر حاضر حضور صاحبان ممدوح ہوئے اور نذر گذرانی صاحبان موصوف اِس خیال سے کہ راجہ اب تنگ ہوچکا ہے وکیل کی عزت زیادہ از حد کی اور نذر راجہ کی طرف سے لیلی مگر خلعت نہ دیا اور اوسی طور سے امروز فردا پر ٹالا۔

مشیران راجہ نے یہ صلاح دی کہ زر اقساط تا حصول خلعت نہ دینا چاہیے اور عذر بدعملی کہ اوس وقت واقعی تہا پیش کرنا چاہیے۔ کیونکہ راجہ ریواں کے پوتے تنے کہ مستاجر جو علاقہ دامن کوہ تہا مالگزاری نہ دی تہی اور بدلاپور کے زمینداران نے بہی شر وفساد وہٹار کہا تہا جب دوسہ قسط کانہ پہونچا اور ہنگامہ کی خبر صاحبان ممدوح نے سنی تو خلعت راجہ کو بہیجدیا راجہ نے سرو پا پہنکر زر اقساط بہیجدیا اور شہاب خاں عامل جونپور کو بنا بر سرکوبی زمینداران بدلاپور بہیجا اور خود بنابر دفع شر پوتے راجہ ریواں کے سنہ ۱۱۹۰ھ مطابق سنہ ۱۷۷۶ء میں مرزاپور کلاں تک پہونچے وہ کم مایہ تاب قرار نہ لاکر پہاڑوں میں جاچہپا۔ راجہ فتح خاں وجہاندار خاں جماعہ داران رسالہ کو سرحد پر بغرض حفاظت چہوڑکر رام نگر واپس آئے اور شہاب خاں نے بدلاپور پہونچکر اونکی گڑہی کو کہ ماوا وملجا اونکی تہی مسخر ومسمار کیا بعض بہاگے اور بعض مقید ہوئے چند گاؤں اون سیہ بختوں کے آگ سے جلادیئے گئے تا اینکہ

آگ فساد کی بجھ گئی۔

چونکہ بوجہ آمد ہر چہار صاحبان کونسل یعنی جرنل کلاورنگ و کرنل منس و مارول صاحب و مسٹر فرانسیس کے اختلاف رائے گورنر سے ہوکر بے انتظامی اکثر امور میں ہو چکی تھی لہذا گورنر جرنل وارن ہسٹنگ بہادر نے اپنا قیام کلکتہ میں رکھنا مناسب نہ سمجھکر مشہور کردیا کہ میں ولایت جاتا ہوں اور نقل مکان کرکے باغ علی پور میں قیام کیا اسی اثنار میں کرنل منس اپنی موت سے مرگئے اور قوت بازو جنرل کلاورنگ کم ہوگئی۔ بعض کا بیان ہے کہ اہل ولایت نے جب ارادہ گورنر واپسی ولایت کا معلوم کیا تو تجویز کیا کہ جب گورنر قصد ولایت کریں جرنیل اونکی جگہہ پر کام گورنری کریں اسی وجہ سے دوستان جرنیل نے خوشخبری گورنری دی جرنیل مذکور کو چونکہ گورنر سے رنج تھا لہذا اس خبر کو معلوم کرکے بلا اندیشہ بجائے گورنر حکمرانی کرنے لگے گورنر یہ حال معلوم کرکے کونسل کے مکان میں آئے اور سبب اس حکمرانی کا پوچھا جرنل نے حکم ولایت دکھلایا گورنر نے کہا اس میں لکھا ہے کہ جب میں قصد ولایت کروں اوس وقت تم کو اپنی جگہ پر مقرر کروں اور ابھی میں قصد نہیں کرتا۔ چونکہ گورنر کو لارڈ امپی حاکم عدالت شاہی سے کہ سوپریم کورٹ کہتے ہیں نہایت دوستی تھی اونکی دوستی کے بھروسہ پر گورنر نے نالش کردی۔ لارڈ امپی نے جرنل سے جواب مانگا وہ کچھ جواب نہ دیسکے لارڈ نے حکم جرمانہ اور کرسی گورنری سے اوٹھنے کا دیا۔ جرنل مذکور نہایت نادم ہوئے اور اسی ندامت میں کلکتہ چھوڑکر قصبہ چچڑہ کے باغ کوٹھی میں ٹھہرے اور انتہا غم میں بیمار ہوئے۔

اوسی زمانہ یعنی سنہ ۱۱۹۰ھ مطابق سنہ ۱۷۷۶ء میں گورنر بہادر کی شادی درپیش تھی اونہوں نے تمام صاحبان انگریزی کی دعوت کی اور خود جرنل کے فرودگاہ پر جاکر اونکو لے آئے اتفاقاً اوسی مجلس میں مزاج جرنیل میں تغیر پیدا ہوا اور ڈاکٹر جرنیل نے غلطی کی اور جو تدبیر کی تھی وہ مخالف پڑی تا آنکہ اوسی روز مرگئے۔ اور کرنل منس نے بھی بعد چندے انتقال کیا۔

مسٹر بھویر کہ بجائے کرنل منس ولایت سے آئے تھے گو دوست مسٹر فرانسیس تھے مگر استعداد

گورنر کو دیکھ کر بظاہر مسٹر فرانسیس سے موافق نہ ہوسکے اور جنبہ گورنر کا قوی ہوگیا۔ گورنر نے متوسلان جرنیل کو موقوف کرنا شروع کیا بجائے مسٹر جان برسٹو کے حاضرباشی ورزیڈنٹی لکھنو کو مسٹر مڈلٹین کو مقرر کیا۔ مسٹر فوق فوت ہردومربی سے غمناک و آزردہ دل کلکتہ گئے اور اونکے جگہ پر جان فوق انکے لڑکے آئے یہ مرد خلیق و کم آزار و جوان شائستہ اطوار تھے انکے رہنے تک کوئی رنج و غم راجہ کو نہیں پہونچا۔ مگر نیرنگی فلک دوّار قابل ملاحظہ ہے کہ وہ تخریب راج راجہ کے واسطے کیا کیا سامان یکے بعد دیگرے پیدا کرنے کی کوشش میں تھا۔ تازہ واقعہ یہ ہوا کہ جب خبر روانگی گورنر مشہور ہو چکی تھی خصوصاً نواب ممدوح نے جبکہ نقل مکان کردیا تھا تو بھائی رام نے راجہ سے عرض کیا کہ نواب گورنر جنرل یقیناً جارہے ہیں ہم کو تعلق حکامان انگریزی سے صرف اس ملک میں رہنے تک ہے اور مارول صاحب و فرانسیس صاحب بجدے ناراض ہیں اور منہاج مصر وکیل علاوہ اسکے کہ لیاقت خدمت مفوضہ نہیں رکھتے انتہا درجہ کو مطیع و فرمانبردار گورنر ہے اور عظمت گورنر اوسکے دل میں مستقر ہے اور خصوصیت نواب ممدوح سے ہوتے ہوئے دوسرے صاحبوں کا راضی رکھنا ناممکن ہے لہذا میں نانہا پنڈت اپنے سالہ (برادر زن) کو کہ مورد اعتماد و باسلیقہ و عاقل ہے بجلدی درشن (زیارت) جگرناتھ بھیجتا ہوں اوسی کے ذریعہ سے خطوط بنام صاحبان مذکور دینا چاہیے اور رشتہ طلب منہاج مصر کا حضور میں بھی اوسی کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ اگر اثنار راہ میں سوار ہوجانا نواب کا جہاز پر سن لے تو کلکتہ پہونچکر صاحبان ممدوح کو خوش کرلے راجہ کر اوسکی صلاح کو اپنی فلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے اور جب تک کہ زمانہ کجروی نہیں کرتا اوسوقت تک مصلحت بھی موافق تقدیر ہوجاتی ہے اوسکے معروضات کو قبول کرلیا اور نانہا پنڈت مع خطوط روانہ ہوئے۔ خدا جانے یہ خبر کیونکر گورنر کو معلوم ہوئی نانہا پنڈت کا کلکتہ پہونچنا کیسا مرشدآباد بھی نہ پہونچے تھے کہ گورنر مسند نشین گورنری ہوگئے جیساکہ گذرا۔ گورنر نے اپنے خیالات سے بالکلیہ سلسلہ مہربانی و توجہ کا قطع کردیا۔ قبل ازیں منہاج مصر خلوت میں آتے جاتے اور مجلس شورے میں آمدورفت رکھتے اور جوکچھ عرض کرتے وہ

قبول ہوجاتا ۔مگر اب یہ حالت پہونچی کہ کمتر اجازت باریابی پاتے اور جو کچھ کہتے وہ قبول نہ ہوتا۔ راجہ اوسکی دریافت واثبات بے مقدوری ہیں کہ واقعی تہی بہت کوشش کرتے مگر نواب ممدوح بنے اتفاقی کو دخل دیتے اور دل میں گورنر نے ارادہ پختہ کرلیا تہا کہ ملک کو راجہ سے نکال لیں اور بہ عنوان زمینداران لبسر کرنے کو کچھ مقرر کردیں مگر چونکہ راجہ سے عہد استمرار ملک کا تہا لہذا حفظ ظاہر کے واسطے چاہتے تہے کہ ایسا راجہ کو تنگ کریں کہ وہ تنگ ہوکر خود مستعفی ہوجاوے تاکہ اہالیان سرکار دولتمدار پر الزام عہد شکنی کا نہو اور ولایت میں موقع استغاثہ کا نہو اسی نتیجہ کے واسطے مسٹر جان فوق کو تبدیل کرکے مسٹر طامس کرہام کو رزیڈنٹی بنارس پر ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں بہیجا۔

وبروایت خیر الدین حسین سبب ناراضی یہ ہوا کہ چونکہ شروع ورود جنرل کلاورنگ میں دورنگی نمایاں ہوگئی تہی اور انگریزان کلکتہ ورئیسان بنگالہ دو قسم کے ہوگئے تہے بعض گورنر سے روگردانی کرکے جرنل کی طرف رجوع لائے تہے اور بعض حمیت وجوانمروی سے فرماں پذیر گورنر رہے۔اوسی زمانہ میں وکیل راجہ چیت سنگہ نے بہی حزم واحتیاط کو دخل دیکر حضور جرنل میں جاکر نذر ومبارک باد دی تہی اور چونکہ اوس زمانہ میں حسن تردد مسٹر جان برسٹو سے ہر چہار سرکار ماتحتی ونگرانی نواب وزیر اودہ سے نگرانی اولیاء دولت کمپنی میں آگئی تہی ۔لہذا رجوع وکیل راجہ کا حضور جرنل میں بسبب رسوخ مزید ہوگیا تہا اور بلا لحاظ مصلحت بلا تکلف حضور جرنل میں آمد ورفت کا سلسلہ جاری رکہا تہا اور امور مرجوعہ راجہ کو بوساطت جرنیل کے کوشش کرکے کرتے رہتے۔گورنر اغماض وچشم پوشی کو دخل دیکر حسب خواہش جرنیل پورا کردیتے۔

اب کہ حریفان گورنر بعد ہلاکت جرنیل پسپا ہوئے اور دوست گورنر خدمات پر مقرر ہوئے اور جن لوگوں نے موافقت زمانہ سے متابعت جرنیل کی تہی اپنے سزا کو پہونچنے لگے تو گورنر جنرل نے منجملہ اوس جماعت کے راجہ چیت سنگہ سے بہی وہی برتاؤ شروع کیا اور بجائے

مسٹر جان فوق کے مسٹر طامس گراہام کو بھیجا اور وکیل راجہ کو کلکتہ سے نکال دیا۔ مسٹر طامس گراہام کو حکم بھیجا کہ بھائی رام مہاجن کو کہ مشیر راجہ ہے بنارس سے نکال دیں اور جس طریقہ پر ذلت راجہ چیت سنگھ ہوسکے عمل میں لاویں۔ پھر بعض دولت خواہوں کی رائے سے غرور راجہ چیت سنگھ کے توڑنے کو اوسان سنگھ کو (کہ اخراجی راجہ چیت سنگھ اور مرشد آباد میں آوارہ وحشت ادبار و بیکاری اور اوسکے متعلقان و اہل و عیال رام نگر میں گرفتار مذلت و خواری تھے) بغیر حاضری حضور کے خلعت و دوشالہ مرشد آباد میں عطا ہوکر حکم بھیجا گیا کہ چونکہ بے جرمی اونکی حضور میں ثابت ہوچکی ہے لہذا دلجمعی سے بنارس میں جاکر منتظر حکم ثانی رہیں۔ اور راجہ چیت سنگھ کو حکم بھیجا گیا کہ اوسان سنگھ دولت خواہ سرکار کمپنی ہے لہذا اوسکے متعلقین کو رخصت دیکر اونکے واسطے جاگیر مقرر کردیں تاکہ فراغت سے اوقات بسر کریں۔

مسٹر طامس گراہام کہ دانائے روزگار تھے مزاج گورنر کو سمجھکر راجہ چیت سنگھ سے سخت گوئی کرنے لگے اور ہر امر میں رنج دینا شروع کردیا اور احکام مختلف ہر روز بھیجتے رہتے کہ اوسکے ہول سے ہوش راجہ پراں رہتے۔ بلونت نامہ خیرالدین حسین۔

راجہ صاحب نے قلعہ کے باہر ایک احاطہ سنگین کی بنا ڈالکر برج اور لعل دروازہ بنوانا چاہا طامس گراہام صاحب نے دیکھکر کہا کہ راجہ صاحب ہم کو معلوم دیتا ہے کہ اس تیاری سے آپ کمپنی انگریز بہادر سے لڑا چاہتے ہیں۔ راجہ صاحب نے مجبور ہوکر قلعہ کا بنوانا چھوڑدیا اور پتھر و اسباب جو موجود تھا اوس سے رام باغ کا تالاب و سمیر مندر و ترپولیا رام نگر بازار بنوایا۔

ملاحظہ ہو تاریخ الیشری سید امیر علی

راجہ صاحب کو بجز اطاعت و فرمانبرداری گریز نہ تھا۔ مجبوراً بھائی رام کو قلمرو سے نکال دینا پڑا۔ اور اوسان سنگھ کے متعلقین کو رخصت کرنا پڑا۔ اور جو کچھ مرضی مسٹر طامس گراہام کی پاتے دل و جان سے قبول کرتے۔

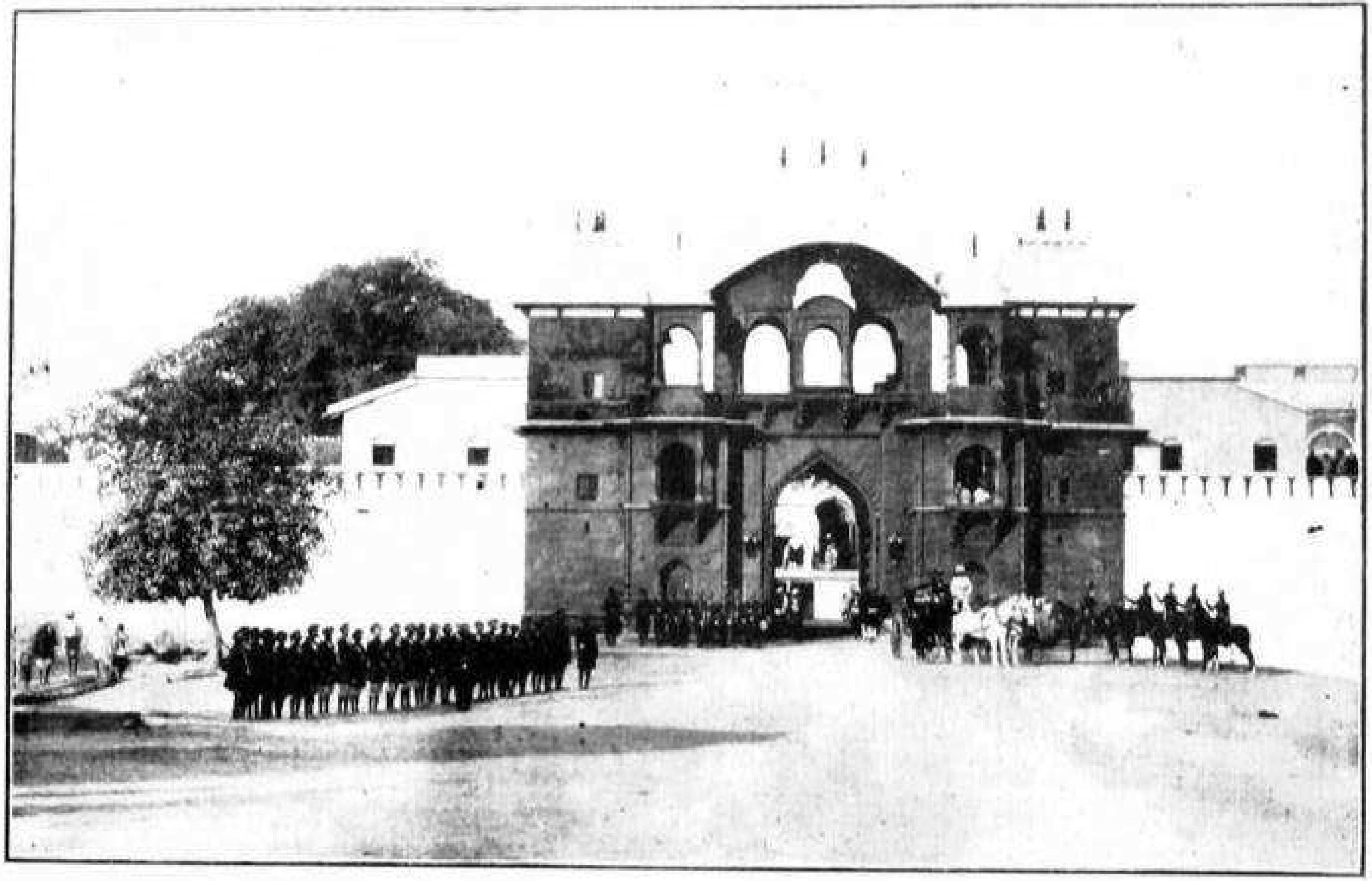

لال دروازہ شہر اجمیر

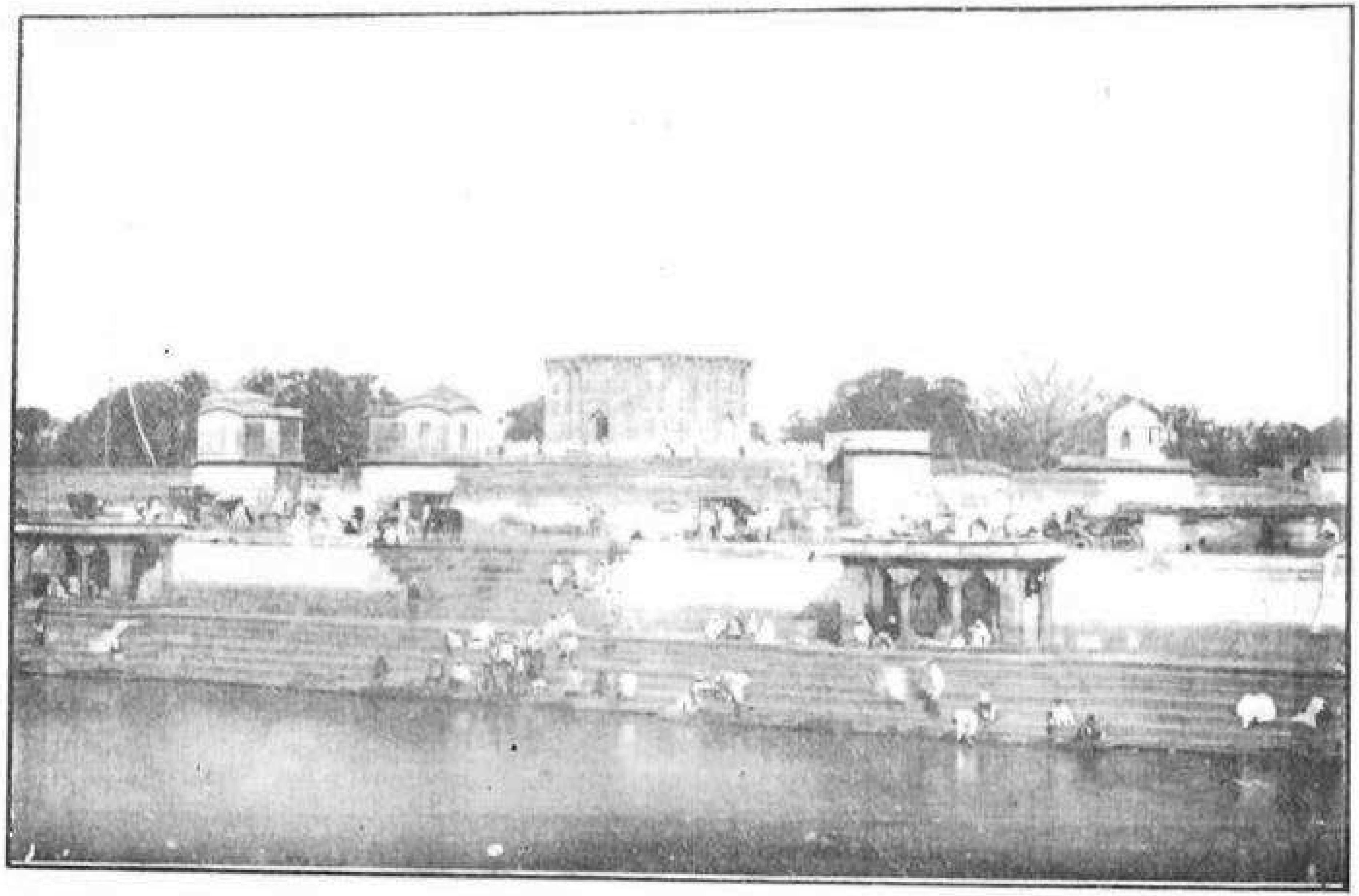

[illegible]

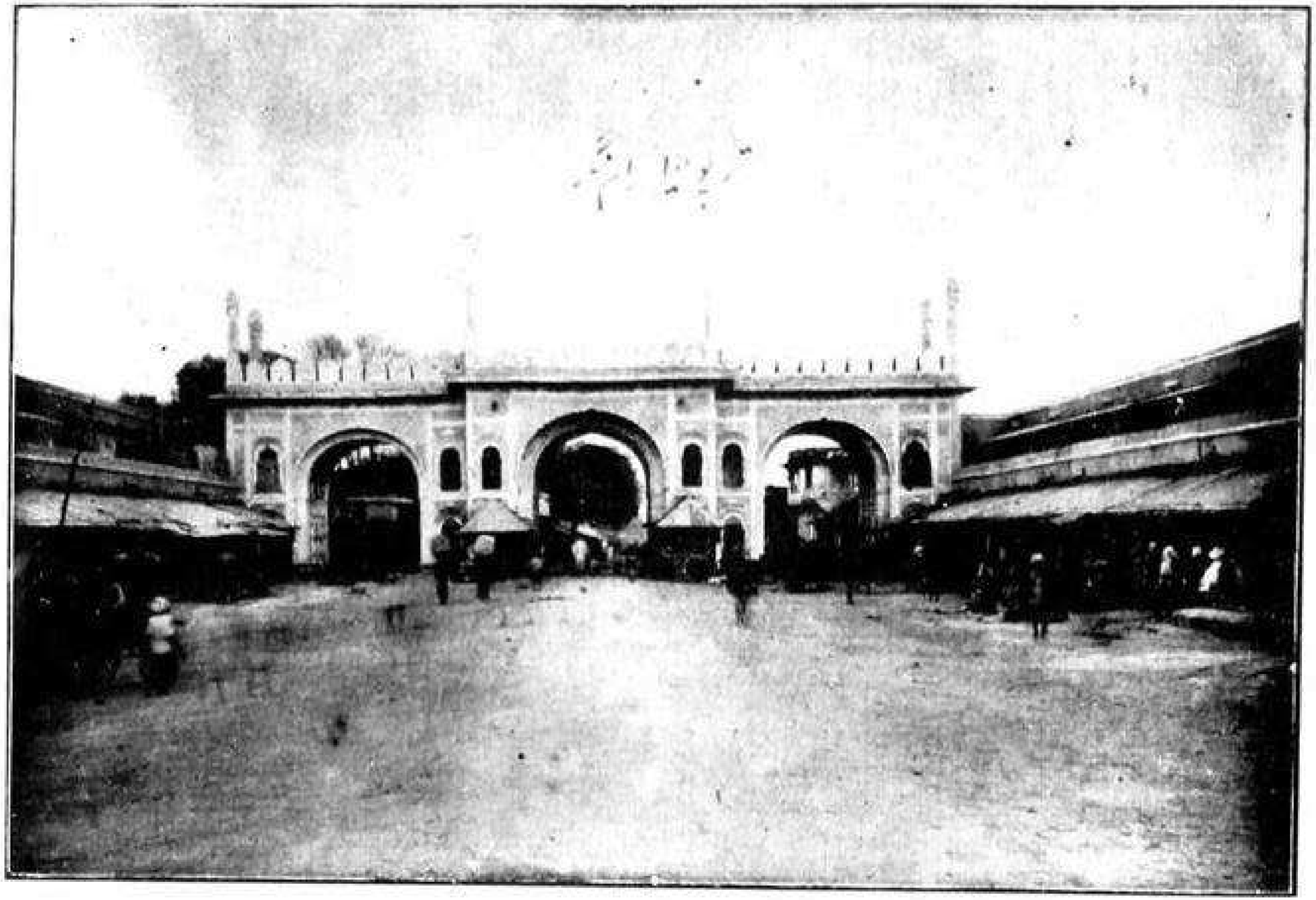

ترپولیا رام گنج

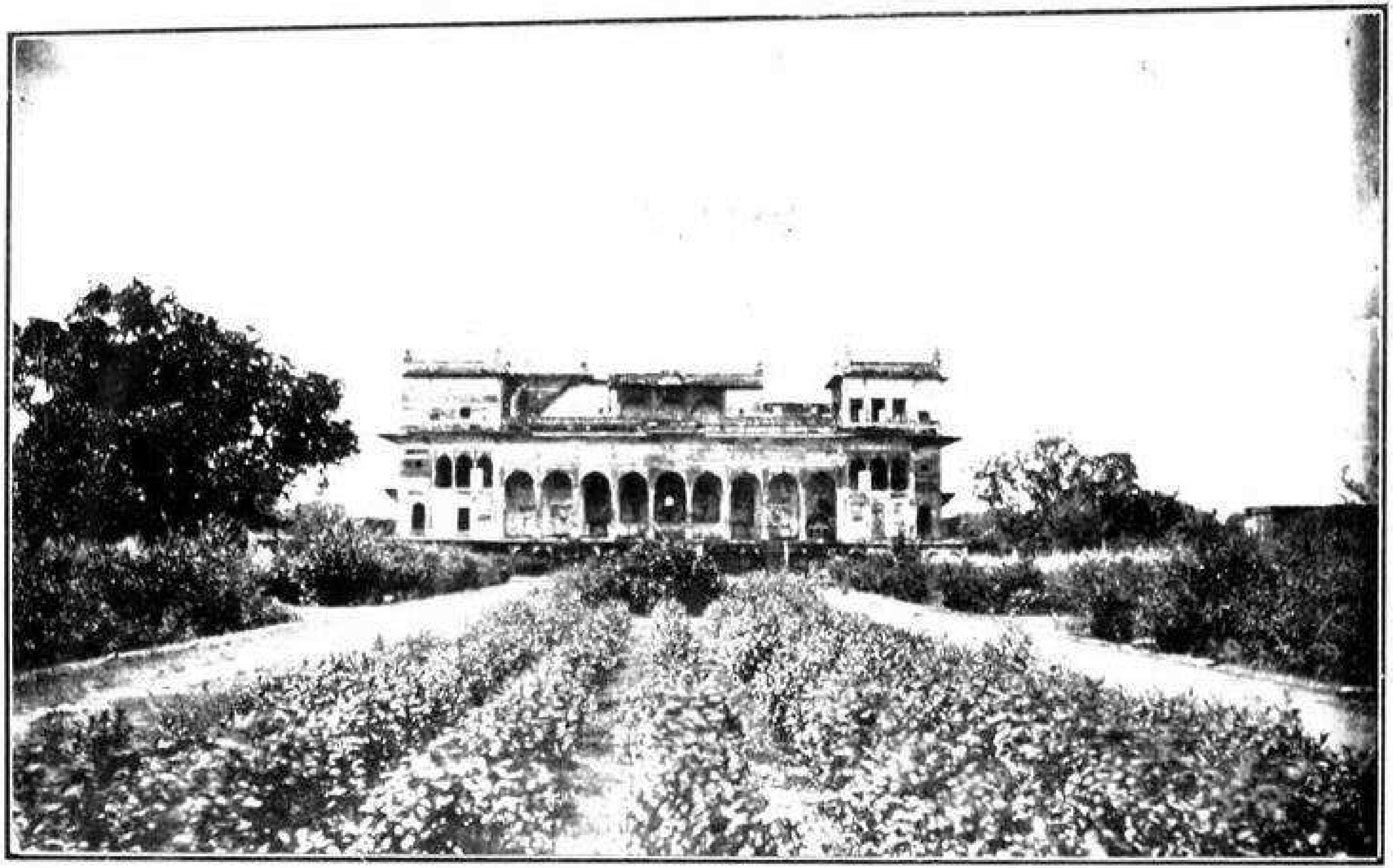

بارہ دری رام باغ

اسی زمانہ میں پروانہ بنام راجہ اس مضمون کا پہونچا کہ مہم جنوبیان در پیش ہے اور احبا و خیراندیشان کمپنی انگریز بہادر نے بذریعہ سپاہ اعانت کی ہے تم بہی دولت خواہان سرکار سے ہو لہذا شرکت لازم ہے یا تو پانچ لاکہ روپیہ زاید جمع مقررہ سے امسال دو ورنہ فوج سرکار کی ہر چہار طرف سے اس مہم کے واسطے جمع ہوگی لہذا تم پانسو سوار اور ہزار پیادہ سردار فوج کے پاس جو صاحب کمان ہے اور ملک میان دوآبہ میں بالفعل قیام اونکا ہے بہیجدو کہ اوسکے ساتہ حاضر رہکر اوسکے حکم کی تعمیل کریں۔

راجہ نے خیال کیا کہ روپیہ دینے سے خراج مقررہ شکست ہوجاویگا تو حاجی نجف علی صاحب اور کابلی مل رسالہ دار کو ہزار پیادہ و پانسو سوار کے ساتھ صاحب کمان کے پاس بہیجدیا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

اُس وقت بازار میانجی گری گرم تہی جسکو تہوڑا سا بہی توسل صاحبان انگریز سے ہوتا وہ حضور راجہ صاحب میں سخنان چرب و شیریں سے ہزاروں روپیہ لیتا۔

اسی اثنا میں راجہ امرت سنگہ دیوان نواب مظفر جنگ کہ بباعث رنج گورنر کے مرشدآباد سے اخراجی ہوچکے تہے بنارس آئے اور بسبب سابق ورخور کے سرکار مسٹر طامس کرہام میں بہ مدار المہام مقرر ہوگئے۔ کیونکہ اونہوں نے حشمت وجاہ و کثرت خزاین راجہ کو سن رکہا تھا۔ لہذا طمع اونکی مال پر کرکے ہرام میں ڈرانا شروع کردیا۔ کبہی تو حکم بہیجتے کہ رام نگر میں کوٹہی انگریزی بنانے کا حکم ہوا ہے اور کبہی مشہور کرتے کہ حکم گورنر کا نقشہ قلعہ لطیف پور و نبہے گڈہ کے کہینچنے واوتارنے کا ہوا ہے۔ چونکہ ناموس راجہ صاحب رام نگر میں اور مال و اسباب و خزانہ جمع کردہ اونکے والد بزرگوار کا ہر دو قلعہ مذکورہ میں تہا۔ یہ خبر سنکر رشوت کی طور سے بہت سا روپیہ دیتے کہ یہ نہ ہونے پاوے۔ اسی طور سے راجہ امرت سنگہ یا جو لوگ کہ اوس کام پر مقرر ہوتے ہزارہا روپیہ لیتے اور ہر روز نیا شگوفہ کہلتا رہتا۔

راجہ صاحب کے وکلاء حضور مسٹر طامس کرہام میں ہمیشہ عجز والحاح سے پیش آتے مگر انکے قول پاس

خاطر راجہ امرت سنگہ و دوسرے بوجہ رنجش مزاج گورنر مطلق توجہ اونکے معروضات پر نہ ہوتی تا اینکہ کسی طور سے خبر مداخلت راجہ امرت سنگہ گورنر بہادر کو معلوم ہوئی اور وہاں سے حکم فوری اخراج کا بنارس سے آیا۔ اوس وقت مسٹر طامس کرہام نے مجبور ہوکر بادل ناخواستہ رخصت کیا۔ مدتوں اطراف الہ آباد میں رہے اور پہر کسی طور سے کلکتہ چلے گئے۔

طامس کرہام صاحب چونکہ آزمودہ کار اور خانہ براندازی میں دست رسا رکہتے تہے اور گویا کہ اتمام کار راجہ پر مقرر ہی ہوکر آئے تہے۔ اوہنوں نے مخالفان راجہ سے اتفاق شروع کر رکہا تہا اور وہ لوگ اسکو لطیفہ غیبی سمجہکر گوشہ خموشی سے نکلکر شریک مشورہ خرابی راجہ ہو رہے تہے۔ جنابہ رانی گلاب کنور صاحبہ و بہوا درگ بجے سنگہ و راجہ مہیپ نرائن اپنے حقوق طلبی کے واسطے ایک نہ ایک عرضی بنام نواب گورنر بہیجتے تہے اور چونکہ طالع راجہ شوریدہ ہو رہا تہا لہذا ایک نہ ایک بلا اوٹہ کہڑی ہوتی۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

چنانچہ راجہ امرت سنگہ کے اخراج کے بعد حضور مسٹر طامس کرہام میں اقتدار علی الدین[1] کبری و مولوی زین العابدین ہوا۔

---

[1] علی الدین کبری ساکن شاہجہاں پور شروع میں نہایت مرد مفلس تہے اور معلمی کا پیشہ کرتے تہے۔ بریلی میں کسی کالستہ کے لڑکے کو کہ نہایت حسین و ملیح تہا پڑہانے پر مقرر ہوئے بجائے اوستادی اوس سے محبت ناجائز کرنے لگے۔ اوسکے والد نے خبر پاکر مولوی صاحب کو نکالنا چاہا علی الدین موقع پاکر اوس لڑکے کو لے بہاگے اور فیض آباد میں آکر قیام کیا اور اوس لڑکے کو مسلمان کرکے زین العابدین نام رکہا۔ چونکہ ذہین تہا لہذا جلد سے پایا تحصیل علم کرکے شاگردی سے اوستادی پر پہونچے۔ پہر زین العابدین علی الدین سے جدا ہوکر بنارس میں آئے اور حکیم مہارت خاں ملازم راجہ چیت سنگہ کے لڑکے کی تعلیم پر مقرر ہوئے اونہوں نے بہی حکیم مذکور کے لڑکے سے وہی محبت ناجائز کا برتاؤ کیا جسکو خود اپنے اوستاد سے دیکہ چکے تہے۔ جب یہ خبر

اور کام میانجی گری بحضور راجہ صاحب پر مقرر کئے گئے۔

مشہور ہوئی تو حکیم مہارت خاں نے بیچ و تاب کہایا مگر خوف رسوائی سے سکوت کیا۔ تا اینکہ سنہ ۱۲۰۹ھ مطابق سنہ ۱۷۹۴ء میں ہندو پت راجہ بندیل کھنڈ کے بیمار ہوئے اور راجہ جیت سنگھ سے درخواست ایک حکیم کی کی۔ راجہ صاحب نے حکیم مہارت خاں کو بھیجا وہ اپنے لڑکے کو لیکر اور مولوی صاحب کو بنارس میں چھوڑکر روانہ ہوئے۔ ابھی ایک منزل طے نہ ہوئی تھی کہ زین العابدین مثل دیوانہ کے جا پہونچے حکیم مذکور کو بجز استمالت و دلجوئی کے چارہ نتھا مجبوراً ساتھ لیلیا۔ جب بندیل کھنڈ میں پہونچے اور علاج کرنے لگے تو وہاں پر علی الدین بھی گئے اور رفیقان راجہ کو براہ دوستی سمجھایا کہ راجہ جیت سنگھ نے اس حکیم کو تمہارے مار ڈالنے کو بھیجا ہے خلاف عقل ہے کہ مخالف کے طبیب سے علاج کرایا جائے۔ دولت خواہان راجہ نے حکیم مہارت خاں کو رخصت کردیا۔ اور علی الدین خود علاج کرنے لگے تھوڑے ہی دن علاج کرنے پائے تھے کہ وہی خیال انکے نسبت بھی ہوا۔ راجہ ہندو پت نے بدگمان ہوکر کچھ روپیہ دیکر رخصت کردیا۔ علی الدین بنارس آئے اور باتفاق زین العابدین رشیم کڑہ میں یکمکان بکرایہ لیکر بطریق رمالی و تعویذ نویسی و طبابت بسر کرنے لگے۔ اور بقول شل مشہور بیش مشاعر طاو بیش طاشاعر ہورہے تھے اور تعویذات و نائش نیز نجات سے احمق فریفتہ ہوتے جاتے اور انکا نام مشہور ہوتا جاتا اور چونکہ باہم اتحاد تھا لہذا لوگ چھوٹے بڑے اونکو کہنے اور چونکہ استعداد فتنہ انگیزی و فتنہ آرائی کی پوری تھی اور حال انحراف مزاج طامس کر ہام صاحب راجہ سے معلوم کرچکے تھے لہذا وسائل تقرب رزیڈنٹ مذکور کے پیدا کرنے کی فکر میں ہوئے۔ تاکہ راجہ کے گھر کو تباہ کریں اور اوس سے روپیہ وصول کریں۔

خیرالدین لکھتے ہیں کہ میرا قیام بنارس میں تھا وہ لوگ میرے پاس آتے اور ہر علم میں اپنا وقوف بیان کرکے کہتے کہ مجھے علم رمل سے معلوم ہوا ہے کہ میری ترقی بہت جلد آپ کے ذریعہ سے ہوگی۔

ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ راجہ امرت سنگھ جنکا ذکر ہوچکا بیمار ہوئے اور متلاشی حکیم ہوئے لالہ کشمیری مل مہاجن نے تعریف تجربہ علی الدین کبری کی وہ بذریعہ چوبدار طلب ہوئے اور بوجہ علاج وسخنان چرب د

اور اسی تقرر کی وجہ سے راجہ جیت سنگھ نے بھی ہوائے زمانہ کی موافقت کرتے ہوئے اپنے یہاں سے بھی پانسو روپیہ تنخواہ علی الدین کو و تین سو روپیہ تنخواہ زین العابدین و اکیسو پیادہ بندوقچی خدمت کو مقرر کر دیا۔ مگر اسپر بھی اکتفا اونھوں نے نہیں کیا بلکہ شیوہ

شیر میں مصاحب دمساز ہوئے۔

اوسی زمانہ میں ایک معاملہ بعض رئیس جونپور کا صفدر مسٹر طامس کے ہاتھ میں پیش تھا۔ مسٹر طامس کے ہاتھ مدعی اور رئیس مذکور مدعا علیہ تھے اور راجہ مذکور طرف رئیس سے پیرو کار رہتے۔ چونکہ ہر دو طرف سے بازار طرفداری گرم تھی۔ لہذا مسٹر مذکور نے کہا معاملہ مسلمان کا ہے شرع سے طے کر لیا جاوے۔ راجہ کو اعتقاد حق بجانب رئیس تھا لہذا اس تجویز کو پسند کیا۔ راجہ جیت سنگھ بھی طرفدار اون رئیس کے تھے تاانکہ مسٹر طامس نے تمام علماء و رؤساء و ارباب شرع کو بلایا اور راجہ جیت سنگھ نے تمام سرداران لشکر و علماء جونپور کو بھیجا مگر صاحب بہادر نے کہا ایسا عالم چاہیے کہ بلا اندیشہ کسی روایت کتاب مسلمانوں کے میری خواہش کے موافق کہے۔ منشی امام بخش سے ذکر خیرالدین کیا جب چوبدار آیا تو خیرالدین صاحب نے منشار سمجھکر کہ خلاف شرع کہنا ہوگا اپنا جانا مناسب نہ سمجھکر علی الدین و زین العابدین کا نام لیا کہ یہ لوگ حسب خواہش صاحب بہادر کہینگے۔ تاانکہ راجہ امرت سنگھ نے سنکر بلوایا جب یہ محفل میں پہونچے تو شیوہ دانشمندی سے دونوں طرف کی بات سنکر اپنی طمع کو دخل دیکر خلاف امانت شرع و خلاف تقدس علمی اپنی رائے موافق خواہش صاحب بہادر بیان کی جس سے صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنے قول کو بہت رنگ و جلا دیکر تائید کی صاحب نے اوسکا فیصلہ اونہیں کی تجویز پر چھوڑا۔ راجہ جیت سنگھ کی طرف سے اوسی شب کو غلام حسین خاں و فیض اللہ بیگ و مرزا کلب علی خاں و بخشی سدانند وغیرہ رؤساء لشکر راجہ جیت سنگھ باتفاق مولوی ابوالخیر کہ سرآمد علماء زمانہ تھے آئے اور اوس روایت کو جو خوشنودی صاحب بہادر کیواسطے بیان کیا تھا دریافت کیا اور دس بارہ روایت اوسکے خلاف کتب معتبرہ سے نکالکر سامنے رکھدیں۔ اونھے اپنے غرور میں جواب دیا کہ میں تم سے زیادہ تجربہ کار و روایت داں ہوں میری زبان و بیان عین فقہ ہے مجھے کتاب کی ضرورت نہیں وہ لوگ کبیدہ خاطر ہوکر واپس آئے۔ ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیرالدین حسین

موشگ دوانی و دغا بازی سے ہزاروں روپیہ ایک روز میں لیتے۔ چنانچہ انفصال جاگیر اوسان سنگہ کے معاملہ میں ایک شب میں چالیس پچاس ہزار روپیہ لے لیا۔

مولوی خیر الدین لکھتے ہیں کہ میں ایک روز راجہ جیت سنگہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہرکارہ خبر لایا کہ دریا کے اوس طرف سے مولوی کا بجرہ کہل چکا۔ یہہ سنتے ہی رنگ چہرہ راجہ کا اوڑگیا اور جو بات کہہ رہے تہے بہول گئے۔ مولوی صاحب نے حال پوچھا تو جوابدیا کہ عجب بلا میں گرفتار ہوں نہ کہہ سکتا ہوں نہ پوشیدہ کرسکتا ہوں۔ یہ شخص جسکے آنے کی خبر دی ہے جب آتا ہے تو ایسے ایسے پیغام لاتا ہے کہ اوسکے سننے سے پیچ وتاب کہاتا ہوں اور ہوش وحواس بجا نہیں رہتے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تہیں کہ مولوی مذکور نمایاں ہوئے راجہ صاحب تعظیم کو اوٹہے اور اپنے مسند کے برابر جگہ دی۔ تہوڑی دیر تو ہر قسم کی باتیں ہوتی رہیں اور لطایف ہر دو طرف سے ہوتے رہے۔ تا اینکہ کہا آج کل مزاج دشمناں مسٹر طامس کریام ناساز ہے اور ڈاکٹر نے روغن مورچہ سرخ تجویز کیا ہے۔ لہذا آپ اپنے کاربردازوں کو حکم دیدیں کہ چار پانچ روز کے عرصہ میں سر مورچہ ہائے سرخ جو وزن میں ساڑہے تین سیر ہوں مہیا کرکے بہجدیں اور زیادہ عرصہ نہو ورنہ موجب رنجش خاطر صاحب بہادر ہوگا اس فرمائش کو سنتے ہی رنگ چہرہ راجہ صاحب کا نیلگوں ہو گیا اور جواب دیا کہ روغن عنقا کو کیوں تجویز نہ کیا۔ پاؤ سیر مورچہ سرخ ایک مرتبہ میں میسر آنا دشوار ہوتا ہے نہ کہ ساڑہے تین سیر مورچہ کرلاکہوں مورچہ (چیونٹی) مارتے پر بہی ممکن نہ ہوگا۔ معہذا میں برہمن ہوں کیا گوارا کرسکتا ہوں کہ اس قدر جانور بلا تصور میرے ملازموں کے ہاتہہ سے مارے جاویں۔ مولوی نے سنکر غصہ سے منہ بنایا اور کہا یہی باتیں تو تمہاری مکنت کی ہیں۔ میں نے ہزار مرتبہ کہا کہ جو کچہ حکم حضور لاؤں اوسکی بجا آوری میں سرمو انکار نہ کرو۔

راجہ صاحب نے مولوی خیر الدین کی طرف دیکہا اور آنکہہ سے اشارہ کیا۔ مولوی صاحب مذکور نے سمجہکر کہا جبکہ مولوی صاحب مزاج صاحب بہادر میں دخل کلی رکہتے ہیں اور تدبیر

مزاج اہنیں کی رای پر ہے تو ممکن ہے کہ دوسرا نسخہ تجویز کریں۔ مولوی نے جواب دیا کہ ہاں مجھے پورا اختیار ہے۔

خلاصہ راجہ صاحب نے سدانند بخشی کے کان میں کچھ کہا اور اونہوں نے مولوی کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لیجاکر کچھ باتیں کیں کہ مولوی وہاں سے خوش خوش واپس ہوئے دوسرے روز مولوی خیر الدین صاحب اور مولوی مذکور سے جب ملاقات ہوئی تو کہا ساڑھے تین ہزار روپیہ کی تواضع راجہ نے اوسدن میری کیا کہ اوس بلا کو میں نے دور کیا۔ خیر الدین صاحب نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے زیادہ عمر و تجربہ میں ہیں لیکن ایسے درخور کا اعتبار نہیں ہے اور اس قسم کے نفع کا نتیجہ اچھا نہیں۔ غصہ میں آکر جواب دیا کہ فقیری دوسری چیز ہے اور دنیا داری دوسری چیز تم کو اس جنگل کی خبر نہیں۔ خلاصہ تھوڑے ہی زمانہ میں اپنے کردار کے نتیجہ کو پالیا۔ جسکا ذکر آرہا ہے۔

از بلونت نامہ قاضی خیر الدین

علاوہ مولوی مذکور کے جیت رام نامی چوبدار کہ راجہ کے یہاں سے کسی قصور پر نکال دیا گیا تھا ملازم صاحب مذکور ہوا اور نامبردہ کو محض راجہ کے تنگ کرنے کے واسطے مقرر کیا۔ راجہ ان باتوں سے تنگ ہو کر پے درپے عرضیاں حضور گورنر جنرل میں بھیجتے مگر کسی کا جواب نہ آتا اور وکیل ہمیشہ حال غصہ گورنر لکھا کرتا یہاں تک کہ پانچ چیار ماہ اسی طور سے پریشانی میں گذرے بلونت نامہ غلام حسین خاں۔

راجہ چیت سنگہ کا بابو اوسان سنگہ کو جاگیر دینا اور پانچ لاکھ روپیہ سالانہ تنخواہ پلٹن قبول کرنا

۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں جبقلش و تنگ گیری مسٹر طامس گراہام کی راجہ چیت سنگہ سے حد سے گذر گئی یعنی اگر ایک روز بھی زر قسط کے پہونچنے میں دیر ہوتی تو موکلان سخت

مقرر کئے جاتے اور راجہ کو حوائج ضروری سے منع کرتے۔ اور حسب حکم گورنر جاگیر اوسان سنگہ کے مقرر کرنے کو علاوہ تنگ کرتے تاآنکہ راجہ نے مجبور ہو کر چون ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر پرگنہ سید پور میں اوسان سنگہ کو دیا۔

بلونت نامہ مولوی خیرالدین

(بوجہ اسکے کہ کثرت محاصل ملک و فضول خرچی راجہ و تیاری عمارات و مشغولی عیش و نشاط در اندازوں و غمازوں سے سن رکہی تہی) اور اصل مقصود تنگ کرنا راجہ کا تہا جس میں یہہ خود سے استعفا دیدیں اور اہالیان سرکار پر عہد شکنی کا الزام نہو اور پہر موقع ولایت میں اپیل کا نرہے لہذا دوبارہ پروانہ بحکم پہونچانے پانچ لاکہہ روپیہ کے آیا جسکے الفاظ تملق کے تہے مگر معنی کی راہ سے نہایت جانگزا تہے۔

غلام حسین

سفیران سرکار انگریزی کو وسیلہ تنگ گیری کا اچہا مل گیا اور علی الدین گبری موچہ پر ہاتہہ پہیر کر راجہ کے گلا دبانے پر مستعد ہو گئے۔
راجہ نے اس قدر روپیہ کا ادا کرنا اپنے امکان سے زیادہ سمجھ کر انکار کیا کہ مجھ سے نہو سکیگا اور ہو ہی سکتا تو بخیال اسکے کہ ہر سال دینا ہو گا اور جمع ملک استمراری نہ رہیگی لیت و لعل وام و زد و فرد ابر ٹال رہے تہے۔ ایک روز طامس گراہم راجہ کے گہر پر آئے اور کہا بدون جواب صریح و صاف اقبال یا انکار کے نہ اٹہوں گا۔ راجہ نے تملق سے صاحب کو اس بات پر راضی کیا کہ اول عریضہ میرا حضور گورنر صاحب میں بھیجیں پہر جو حکم ہو اوسپر عمل فرماویں اسی بنا پر ایک عرضی اس مضمون کی راجہ نے بہیجی کہ بندہ مطیع و فرمانبردار ارشاد سے امسال تو پانچ لاکہہ روپیہ داخل خزانہ عامرہ کرتا ہوں مگر آیندہ سے امیدوار فضل و کرم ہوں کہ بنام شرکت اعانت جنگ اب مجھسے کچہہ طلب نہ فرمایا جاوے۔ مجھ زمیندار بے مقدار میں یہ مقدور کہاں ہے کہ شریک مصارف مہم سلاطین ہو سکے جنکی انتہا معلوم نہیں ہو سکی۔

جواب میں اُسکے شقہ پہونچا کہ اس مقدار قلیل کے واسطے اس قسم کے خیالات پیش کرنا اور ریت ولعل کرنا نازیبا ہے اگر اب عذر کیا تو اسکے علاوہ حکم جرمانہ ہوگا اور مسٹر طامس کرہام کے نام ایک چٹھی آئی کہ تم راجہ سے مل گئے اور روپیہ بھیجنے میں دیر کی - ان تحریروں کے آنے پر راجہ کے ہوش جاتے رہے اور طامس کرہام نے حسب رنگ طبیعت گورنر اس طور سے دیکھا تو ایک کو ہزار کرکے تنگ کرنے لگے کیونکہ انتہا استغاثہ حضور گورنر تک ہے اور اونکا حال معلوم ہے۔

غلام حسین خاں

ناگہاں دو پلٹن کہ داناپور سے کانپور جارہی تھیں - قریب رام نگر وارد ہوئیں - مسٹر طامس کرہام نے بصلاح علی الدین کیری ہر دو پلٹن کو قیام رام نگر و تنگ گیری راجہ جیت سنگھ کی ترغیب دی - صاحبان پلٹن نے رام نگر کے قریب پہونچکر مبلغ پانچ لاکھ روپیہ تنخواہ پلٹن کا مطالبہ کیا - اور پلٹن کے سپاہیوں نے رنگ زمانہ دیکھکر مال رعایائے رام نگر بجبر لینا شروع کردیا - صاحبان پلٹن نے راجہ کو مغلوب الہراس دیکھکر ایک روز دو کمپنی کو دروازہ راجہ پر مقرر کردیا - تاکہ اوسکے کارپردازوں کو آمد و رفت سے روکیں - راجہ نے یہ حال دیکھکر اپنے قبائل کو مع عمدہ اسباب کے بجے گڈھ بھیجدیا اور خود باوجود بے جرائی کے آمادہ جنگ ہوئے -

رام جیاون و بال کشن ہزاری سواروں و پیادہ سے آمادہ ہوکر ہمراہ توپ خانہ کے مقابلہ کو چلے - ہر دو پلٹن کے صاحب نے چونکہ لڑائی کا حکم نہ پایا تھا لہذا متحیر ہوکر مسٹر طامس کرہام کو مطلع کیا صاحب بہادر بھی مشوش ہوئے - اور علی الدین کیری کی سرزنش کی وہ مکار راجہ کے پاس آیا اور اس آویزش سے ڈرایا -

چونکہ جرنل سرایر کوٹ کی روانگی کلکتہ سے جانب ملک پچھم کے مشہور تھی جسکا ذکر آئندہ آرہا ہے تو اس روانگی کو مسٹر طامس کرہام نے کہ دودہ میں پانی ملانا خوب جانتے تھے تخویف بے اصل راجہ سے کہا کہ وہ جرنل محض عتیار سے تادیب کو آرہی ہیں اور تم سے ملک نکالنا مقصود ہے -

راجہ نے مجبور ہو کر مبلغ مذکور کو قبول کر لیا اور شاید دس ہزار روپیہ بابت مقامی ہردو بلٹن بطور جرمانہ دیا۔

بلونت نامہ مولوی خیرالدین حسن

راجہ نے ہراساں ہو کر طامس ارنام سے بخوشامد چارہ جوئی چاہی اونھوں نے اول مشکل ہونا بیان کر کے بعد کو بیس لاکھ روپیہ کی درخواست سرکار دولتمدار کیواسطے چاہا راجہ نے خیال کیا کہ جب بنا، استمرار جاتی رہی تو آج بیس لاکھ روپیہ ہے تو کل اور زیادہ لینے کو کیا امر مانع ہے جو ہونا ہے ہو گا پھر اپنے مشیروں سے رائے لی اشخاص ناتجربہ کار نے رام نگر سے چلا جانا اور بجے گڈھ میں پناہ لینا بیان کیا۔ جنابہ پانہ صاحبہ نے محبت مادری وخوفناکی لازم طبع نسوانی پر عمل کر کے اسی رائے پر اصرار کیا تا آنکہ غلام حسین خاں سے رائے پوچھی گئی اُنہوں نے کہا آپ نادیدہ موزہ از پا کشیدہ کرنا کیا ضرور ہے اگرچہ سپہ سالار یعنی جرنل صاحب اول مرتبہ ارباب شوری (کونسل) پر ہیں مگر دستور سرکار نہیں ہے کہ سپہ سالار کلکتہ سے علحدہ ہو کر امور ملکی میں دخل دے اور پھر کوئی تصور حضور کا ثابت نہیں ہوا اور نہ کوئی ایسا انتزاع ملک کا پہونچا کیوں جرنل انتزاع ملک کرنے لگے۔ مناسب یہ ہے کہ کسیکو برسم سفارت راہ میں حضور جرنل کے روانہ فرمائے وہ آشنا، دفتر سے اُنکے ارادہ پر واقف ہو کر اطلاع دے۔ یہ رائے غلام حسین خاں کی پسند آئی اور میر عبداللہ نامی کو جو دوست غلام حسین خاں تھے اور سلیقہ بھی رکھتے تھے روانہ لشکر سپہ سالار ممدوح کیا اور چونکہ اونکا لشکر براہ دریا آرہا تھا لہذا براہ کشتی یہ بھی روانہ ہوئے اور ذریعہ مولوی خیرالدین صاحب ساکن جونپور جنکے والد کے سر پر بار احسان کا راجہ بلونت سنگھ نے کر رکھا تھا اور بخیال تلافی احسان پدر ونیز بامید بعض امور اونھوں نے ملاقات کرائی جسکا ذکر آرہا ہے۔ ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں

ظاہر ہونا سداشیو بھاؤ کا وانجام کار

سداشیو بھاؤ جو جنگ احمد شاہ درانی سے مفقود الخبر تھا اسی ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء

میں بنارس میں بصورت فقیری نمایاں ہوا۔ اوسکے ایک رفیق نے اوسے پہچانا۔ بروایت غلام حسین خاں دہوندو پنڈت دکہنی نے اوسکو شبیہ سداشیو بہاؤ پاکر اصل بہاؤ قرار دیا۔ یہ پنڈت رؤسار مرہٹہ کی طرف سے بنارس میں مقیم تہا تاکہ حسب مذہب خود جسقدر روپیہ خیرات و مبرات (دان پن) کا نہیں بہیجتے جادیں وہ بنارس مقام معبدگاہ ہنود میں جسکو کاشی کہتے ہیں مصرف برہمنان گنگا پتران جو مخصوص خدمت دریاے گنگ کو ہیں اور بید پڑہنے والوں و مصرف مندر میں خرچ کرے۔ غلام حسین خاں

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو دکہنی لوگ جوق جوق اوسکے پاس آنے لگے اور ایک بیوہ دکہنی کے مال سے جو مالدار و کاشی باش تہی اسباب جاہ و حشمت آراستہ کیا۔ سرداران مرہٹہ کہ سابق سے اوسکے متوسل تہے اور بنارس میں رہتے تہے اوسکے پاس آنے جانے لگے ہزاروں روپیہ کے کپڑے و جواہرات مہاجنوں سے اور گہوڑے ولایتی سوداگروں سے خرید کیا اور عام طور پر سوار و پیادہ ملازم رکہنا شروع کردیا۔ لعل محمد خاں کو کہ مرد سنجیدہ تہے ملازم رکہکر خدمت بخشی گری کی دی۔ اور اونکے ذریعہ سے اطراف کے سرداروں کو بلوا بہیجا خدا معلوم کیا اوسکے ذہن میں تہا جب کوئی سبب دریافت کرتا تو کہتا پچاس لاکہہ روپیہ میری امانت کا اس شہر میں مہاجنوں کے پاس ہے اور کبھی کہتا کہ ایک کرور سے زیادہ میرا روپیہ بندیل کہنڈ کے لوگوں کے پاس ہے وہ بلا زور کے نہ دینگے بہرطور ایک ماہ کے عرصہ میں قریب دو ہزار پیادہ و پچاس ساٹھ سوار اوسکے ملازم ہوگئے اور پانچ چھہ سو برہمن دکن کے اوسکے ساتھ کہانا کہانے لگے۔ خیرالدین حسین

بروایت غلام حسین خاں مقصود اوسکا یہ تہا کہ اس طلسم کو رنگ دیکر مقدار معتدبہ سرکار پیشوا فرمانرواے دکہن سے طلب کرے۔ مہاجنان شہر خصوصًا جن کی کوٹہیاں دکہن میں تہیں اوسکی خدمت میں آتے اور اکثر معتمدان راجہ چیت سنگہ اوسکی استمالت و دلجوئی کو آتے رہتے۔

لعل محمد خاں نے سمجھایا کہ اس طور سے انگریزوں کے ملک میں رہنا خوب نہیں ہے مبادا
مسٹر طامس گرہام اس نگہداشت سے بدگمان ہو اوس وقت بنارس میں رہنا مشکل ہوگا مگر
اپنی نخوت سے کہ خلقی رکھتا تھا توجہ نہ کی اور مسٹر بدکور امروز فردا کے چلے جانے سے
مزاحمت نہ کرتے۔
تا اینکہ ایک ہرکارہ صاحب بہادر و پیادہ بھاؤ سے مار پیٹ ہوگئی اور ہرکارہ باحال خستہ
صاحب بہادر کے پاس پہونچا۔ صاحب بہادر نے اپنا چوبدار بھاؤ کے پاس بھیجا کہ اس حالت
کو کہ تمہارے ملازم نے کیا ہے اوسکی تنبیہ کر دیجیے۔ چوبدار انگریزی نے چونکہ مزاج بھاؤ سے
ناواقف تھا اس پیام کو تحکمانہ کہا۔ بھاؤ نے کان پکڑکر نکلوا دیا۔ اوس نے آکر بہت
رنگ دیگر بیان کیا تاہم صاحب بہادر نے اوسکو اعتبار نہ کرکے دوسرا چوبدار بھیجا کہ اگر
دیگر سرداران مرہٹہ کی طرح قیام شہر منظور ہے تو دس بیس آدمیوں کے ساتھ قیام کیجیے
اور اپنے ملازموں سے تاکید کیجیے کہ کسی سے نہ لڑیں ورنہ اس شہر سے نکل جائیے۔
بھاؤ نے جب چوبدار سے یہ بات سنی نافہمی سے جواب نادرست دیا۔ جسکو سنکر مسٹر طامس
صاحب غصہ ہوئے اور اوسی وقت چٹھی بنام کرنل جنار گڈھ لکھہ بھیجی کہ چار کمپنی سپاہی
بھیجیں اور پروانہ بنام راجہ جیت سنگہ بغرض مقرر کرنے فوج کے لکھا۔ پھر بھاؤ سے
بغرض اتمام حجت پیغام بھیجا کہ اگر آبرو اپنی چاہتے ہوں تو شام تک شہر سے نکل جاویں
ورنہ ذلت اپنی گوارا کریں۔ دولت خواہوں نے سمجھایا کہ ابھی اختیار باقی ہے انہیں
رفیقوں کے ساتھ کہ مہیائے جنگ ہیں گھوڑوں پر سوار ہو کر منڈواڈیہہ کے میدان
میں قیام کرنا چاہیے اور بذریعہ معتمدین مسٹر طامس گرہام سے صفائی کر لینا چاہیے اگر خدا نے
صفائی کر دی تو بہتر ورنہ اُن سرداران مرہٹہ کو کہ دعوے روپیہ کا اونپر ہے مقید کرکے
جمنا ندی کے پار اوتر جائیے۔ بھاؤ نے جواب دیا مجھکو خبر ملی ہے کہ کل تک دو تین ہزار
چار پانچ ہزار سوار و پیادہ سے حسب طلب میرے داخل شہر ہو جاویں گے۔ ایک مرتبہ

میں سوار ہوکر مسٹر طامس اور راجہ جیت سنگھ و چند سردار مہاجن کو قید کرکے بندیل کھنڈ کو روانہ ہو جاویں گے۔

لعل محمد خاں نے جب یہ یاوہ گوئی سنا تو کہا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ اصل بہاؤ نہیں ہیں کیونکہ وہ بہت دانشمند تھے اور یہ بات خلاف عقل ہے یہ بات کہکر ملازمت کو چھوڑکر چلے گئے۔

یہ حالت دیکھکر بہاؤ نے اپنا وکیل صاحب بہادر کے پاس بھیجا مگر وہ کہا تا پرتھے کہ وکیل نے وہیں توقف کیا۔ اور اس طرف فوج راجہ نے آکر محاصرہ کرلیا۔

بروایت غلام حسین خاں مصاحب راجہ جیت سنگھ جب خبر ظاہر ہونے بہاؤ (بنے ہوئے) اور نگہداشت سوار و پیادہ کے کلکتہ میں پہونچی تو وہاں سے بنام مسٹر طامس کرہام حکم پہونچا کہ اوسکو گرفتار کرکے قلعہ چنار میں قید کردو اور اگر لڑنے پر تیار ہو تو اسکے قتل کرنے میں پرواہ نہ کرو۔

طامس کرہام صاحب نے کہ الزام دہی راجہ سے حیلہ جو رہتے تھے راجہ کے پاس حکم بھیجا کہ اس بہاؤ (مجعول) کو میرے پاس زندہ بھیجدو۔ مقصود اصلی صاحب بہادر یہ تھا کہ اگر مارا جاوے تو قصور راجہ کا ثابت کریں اور اسکو خوب رنگ و تاب دیکر اہالیان صدر کو لکھیں کہ اس شخص کا مارا جانا قرین مصلحت نہ تھا اگر یہ زندہ پیشوا کے پاس بھیجا جاتا تو اونکے ممنون احسان ہونے کا سبب امداد دولت انگریزی سے ہوتا۔

بہرطور راجہ نے اس حکم کو پاکر غلام حسین خاں و بخشی سدانند کو مقرر کیا کہ حسب ایماء صاحب مذکور عمل کریں اور فوج کو ہمراہ دیکر تاکید بلیغ کی کہ نامبردہ قتل نہ ہونے پاوے۔ غلام حسین خاں و بخشی سدانند دونوں سمجھ رہے تھے کہ جس کے پاس کم و بیش چار سو شخص مسلح ہوں اسکا گرفتار ہو جانا اختیاری نہیں ہے۔ بہرطور یہہ دونوں صاحب مع فوج کے دریا اوس پار اوترے حسن اتفاق سے جو لوگ کہ بخیال نفع اوسکے پاس جمع ہو گئے تھے جب

اُن لوگوں نے دور سے فوج راجہ کو آتے دیکھا متاعِ جان کو برباد دینا مناسب سمجھکر
اوس مہلکہ سے نکل گئے اور اپنے اپنے مکانات میں جا پہونچے مگر ستر یا اسّی آدمیوں نے
اوس حویلی کے دروازہ کو بند کرکے بندوق لیکر دیوار و نپر چڑھکر مستعدی ظاہر کی۔
غلام حسین خاں و بخشی سدانند نے ایک ایک طرف سے اوس حویلی کا محاصرہ کر لیا تہا کہ
وکیل بہاؤ واپس آیا۔ مگر بوجہ محاصرہ اندر نہ جا سکا۔ پہلے اُن آدمیوں دیوار پر والوں نے بندوقیں
مارنا شروع کر دیں پانچ چہ آدمی لشکر راجہ سے مارے گئے مگر اسکے بعد وہ لوگ بندوقیں نیچے
پھینککر دوسری طرف سے اوتر کر چلدئے۔ اب اوس حویلی میں صرف وہ بہاؤ اور دہونڈو
پنڈت اور پانچ شخص ملازم پنڈت کے رہگئے۔ جب غلام حسین خاں وغیرہ نے دروازہ
کہودنے کا ارادہ کیا تو دہوندو پنڈت دروازہ پر آنکر فریاد کرنے لگا کہ کیا برعنوں کا
مارنا راجہ کے نزدیک ثواب ہے جو تم کو ہمارے مارنے کو بہیجا ہے۔ اوسکا جواب
یہ دیا گیا کہ تم سے کوئی تعرض نہیں ہے تم چلے آؤ۔ اور صحیح و سلامت اپنے گہر چلے جاؤ۔
اور اوس شخص کو ہمیں چہوڑ دو۔ پنڈت نے کہا وہ شخص میری پناہ میں آیا ہے میری جان
اوسکی جان ہے مگر یہ کہ تم ذمہ دار اوسکی جان و آبرو کے ہو جاؤ۔ غلام حسین خاں و بخشی
سدانند نے کہا حتی الوسع حفظ جان و آبرو کریں گے۔ پنڈت نے یہ سنکر دروازہ کہولدیا
جب وہ لوگ اندر آئے تو اوس شخص کو مرد غیور پایا۔ ہتہیار سب درست کئے ہوئے
آمادہ مرجانے پر تہا۔ پنڈت نے اوسکو سمجہایا اوس وقت کہا۔ یہ دونوں شخص میری
مدد کا ذمہ لیں بشرطیکہ میں ہتہیار بہی ندوں گا تو کیا مضائقہ۔
غرض غلام حسین خاں و بخشی سدانند اوسکو ہمراہ لیکر باغ درگاکنڈ میں آئے اور مزاج
درست ہونے کے واسطے مصری کا شربت پلایا جب حواس اُنکے مجتمع ہوئے تو پالکی پر سوار
کرکے مادہوداس کی باغ میں مسٹر طامس گراہام کے پاس پگڑی ہاتھ پر باندہکر کہ علامت
اقرار قصور کی ہندوستان میں ہے لے گئے۔ صاحب بہادر نے غلام حسین خاں و بخشی

سدانند کی بہت تعریف کی کہ یہ کام تمہاری وجہ سے ہوا کہ اوسکو زندہ گرفتار کر لائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ حکم گرفتاری کے ساتھ اوسکے نہ مارے جانے کا حکم ہم لوگوں کو مار ڈالتا تھا مگر حضور کے اقبال سے امر دشوار آسان ہوگیا لیکن بھروسہ پر رحم خلقی حضور کے وعدہ بقا، جان و عزت مشارٌ الیہ کا کر چکے ہیں صاحب ممدوح نے دستار اوسکے ہاتھ سے کھولی اور کرسی پر بٹھایا اور کلمات مہربانی سے جو مشتمل بقا، جان و آبرو تھے اوسکے دل رمیدہ کو تسکین دیکر ضروری اخراجات کیواسطے سرکار کمپنی سے پانچ روپیہ یومیہ تنخواہ اوسکی مقرر کراکے چنار گڈہ کے قلعہ میں بھیجدیا تاکہ اوسکے بنسبت جو حکم اہالیان صدر آوے وہ تعمیل کیا جاوے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خان

حالات تنگ گیری مسٹر طامس کرہام بہ نسبت ملازمین راجہ بعد گرفتاری بھاؤ

غلام حسین خاں و بخشی سدانند خوشنودی صاحب موصوف پر خوشنود تھے کہ طرفہ معاملہ پیش آگیا۔ یعنی مولوی علی الدین ملقب بہ کبری نے صاحب ممدوح سے کہا کہ یہ لوگ اپنے اس کام کے انصرام پر نازاں ہیں اور سرکار راجہ میں یہی غلام حسین خاں ایک شخص ہے جو ہر امر میں ملازمان عالی کے منہ آتا ہے میں نے ایک بات سوچی ہے کہ اپنے حال میں مبتلا ہو جاوے اور پھر تدارکات راجہ کو بھول جاوے اور وہ یہ ہے کہ انسے کہا جاوے کہ لاکھ روپیہ کا نقد و جنس و جواہر بھاؤ کا لوٹا گیا ہے اوسکو تلاش کرکے حاضر کرو ورنہ کلکتہ جاکر جواب دینا ہوگا۔

صاحب موصوف تو اسی فکر میں صبح سے شام کیا کرتے تھے اور رات اسی غوض میں تمام کیا کرتے تھے کہنے کی دیر تھی کہ پسند کرلیا اول پیام دونوں صاحبوں کے پاس آیا

اونھوں نے جواب دیا کہ وہ مرد مفلوک اسقدر مال کہاں رکھتا تھا اور اتمام حجت کیواسطے
اون فرستادگان صاحب ممدوح کے سامنے اپنے ہمراہیوں سے قسمیں کھلا کر ظاہر کر دیا
گیا کہ چند قبضہ شمشیر اور سات آٹھ بندوق اور دو تین ٹوٹے ہوئے نیزہ کہ اُسکے
ہمراہی بھاگتے ہوئے چھوڑ گئے تھے اور تھوڑا اسباب فرش البتہ ملا ہے وہ صاحب بہادر
کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے چونکہ مطلب سعدی دیگر بود مطلق یہ باتیں نہ سنی گئیں اور سزاول
دونوں شخصوں پر متعین کر دئے گئے اور تاکید کی گئی کہ تنگ گیری میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ کریں۔ مامورین نے جیسا کہ طریقہ رذیل لوگوں کا ہوتا ہے بمفاد
دیوانہ را ہوئے بس است۔ کلمات دلخراش سے دل و جگر زخمی کرنا شروع کیا صاحب
مذکور نے اسی پر قناعت نہیں کیا بلکہ سزاولوں کو حکم دیا کہ غلام حسین خاں کو سوار
ہونے اور راجہ کے پاس جانے نہ دیں جب یہاں تک رسوائی ہو چکی تو پھر غلام
حسین خاں کو تاب صبر نہ رہی اور عقل کی آنکھ پر فور غیظ و غضب سے چکا چوند
آ گئی خیال کر لیا ہرچہ بادا باد سزاولوں سے کہا بس اب اپنی زبان بند کر لو اور کان
دبائے ہوئے سیدھے یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے آقا سے کہو کہ غلام حسین خاں
نے کہا ہے کہ یہ بات پیام و سلام سے طے ہونے والی نہیں ہے خود خدمت میں حاضر
ہو کر مواجہ میں اپنی برات ذمہ کو عرض کر لوں گا۔ سزاول رنگ کلام سے سرتابی
و خیرگی پا کر وہاں قیام رکھنا مناسب نہ سمجھکر واپس گئے۔ اور صاحب موصوف سے
قصہ بیان کیا۔ غلام حسین خاں مثل خنگاری کے کہ آگ سے علحدہ ہو وہاں سے روانہ
ہوئے۔ اور عبور دریا کے واسطے کشتی پر سوار ہوئے۔ سواران رسالہ غلام حسین خاں
و پیادہ ملازم نے اُنکے جب چلے آنے کا حال سُنا تو کشتیوں پر جو بیس و بیش نہیں سوار
ہو کر غلام حسین خاں سے ملے اور جعفر خاں و دلیر خاں جماعہ داران بھدیتی سے کہ مخلص نثار
ہے اور او نیز بہی ظلم صاحب موصوف سے ہو چکا تھا بغیر بلائے ہوئے غلام حسین خاں

کے پاس آئے اور سیاہ راجہ سے کہ رام نگر میں تھی جس نے سنا وہ دوڑ کر غلام حسین خاں سے آملے اور باشندگان شہر سے اکثر اشخاص جو گرفتاری مولوی صاحب سے تنگ آ گئے تھے وہ بھی آملے۔

غلام حسین خاں جبکہ صاحب کے پاس جانے لگے تو لوگوں کو بہت ممانعت ساتھ میں آنے کی کرتے مگر کچھ مفید نہ ہوتا اور لوگ ساتھ نہ چھوڑتے۔ مخبروں نے یہ خبر صاحب ممدوح کو پہونچا دیا۔ اونہوں نے بلوہ کی صورت سمجھکر جیت رام چوبدار کو بھیجا وہ دوڑا ہوا آیا اور کہا صاحب بہادر فرماتے ہیں۔ ہم کو آج کام ہے ملاقات نہ ہوگی۔ لہذا واپس جاویں اور جب ہم بلاویں اوس وقت آویں اگر وہ واقعی پاک ہیں اور مال مطلوبہ نہیں لیا تو اون سے مواخذہ نہ ہوگا اُسکے واسطے یہ ہنگامہ آرائی خوب نہیں ہے۔ غلام حسین خاں نے جواب میں کہلایا کہ جناب کو فرصت بعض اشغال سے نہیں ہے اور میں کمر ہمت بہ ارادہ ترک وطن و ملازمت ہوں اور ایک ساعت میرا اس شہر میں قیام رکھنا روز قیامت کے قیام سے زیادہ ہے اگرچہ باقیات سرکار سے میرے ذمہ ثابت ہو تو جس عنوان سے لینا منظور ہو لیلیا جاوے اس میں مانع کیا ہے ورنہ سند بری الذمہ ہونے کی مرحمت ہو کیونکہ شرفا کو بعد منسوب ہونے خیانت کے پھر منہ کسی کو دکھانا ناجائز ہے اسکے بعد پھر صحرانشینی خوب ہے۔ یہ جواب دیکر مرزا کلب علی صاحب کے مکان میں جو کہ متصل قیام صاحب موصوف کہ باغ مادھو داس میں تھا غلام حسین خاں جا بیٹھے اور مردم عوام کو نہ خیال کو کہ شور وغل میں تھے خاموش کیا۔

لالہ جیٹھ مل کہ راجہ کی طرف سے بغرض سفارش غلام حسین خاں صاحب ممدوح کے پاس آمد ورفت میں تھے اونکو غلام حسین خاں سے بھی محبت تھی خدمت صاحب ممدوح میں جاکر عرض پرداز ہوئے کہ غلام حسین خاں کا کوئی قصور نہیں ہے نہ بھاؤ کے پاس کچھ مال تھا اور نہ مشارالیہ نے تصرف کیا۔ اور سزاولان سرکار نے کوئی دقیقہ بے اعتدالی کا نچھوڑا

چونکہ ارباب عزت اس قسم کا تحمل نہیں کر سکتے لہذا اوس نے صبح سے آب و دانہ حرام کر دیا ہے
اور ترک رفاقت راجہ اور اس شہر سے نکل جانے پر کمر کو مستعد کر لیا ہے۔ یہ بات سنکر
صاحب ممدوح نے وکیل مذکور سے کہا کہ تم جا کر غلام حسین خاں کو سمجھاؤ کہ ہم کسی کی ہتک
حرمت نہیں چاہتے۔ سزاولوں نے اگر حرکات ناسزا کیا ہے تو ہم سزا دیں گے اور جبکا
حساب پاک ہے اوسکو محاسبہ سے کیا خوف ہے اور جبکہ وہ ملوث نہ ہونگے تو ہماری
طرف سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ بالفعل مکان پر جاویں۔ ہم نے سزاول موقوف کر دئے ہیں
دو تین روز کے بعد آویں بالمشافہ یہ معاملہ طے ہو جاویگا۔
جٹمل مع جیت رام چوبدار کے آئے اور پیام کو بیان کیا۔ اونہوں نے جواب دیا
کہ گھر کہاں ہے وہ تو قید خانہ سے بدتر ہو رہا ہے یہ سب تمہیدات فتنار راجہ کے
واسطے ہیں ہم غرباء کے کاوش کرنا پسندیدہ نہیں ہے میں جس بات کا مستحق ہوں خواہ
سزا یا برارت ذمہ اُسکے اجراء کے قبل اس مقام سے نہ ہٹوں گا۔ جب فرستادوں نے
یہ گفتگو جا کر سنائی تو صاحب ممدوح کو یقین ہو گیا کہ لوگ بر سر فساد ہیں مبادا فساد ہو کر
صورت بلوہ کی نمایاں ہو جاوے۔ کہا بشرط قسم کہلانے غلام حسین خاں کے میں سند برات
ذمہ دیدوں گا۔ یہ کلام سنکر غلام حسین خاں نے جٹمل و جیت رام کے سامنے کہا باللہ
واللہ کفی باللہ شہیدا۔ و بحق بے انتہا صاحب والا جاہ کوئی چیز اوس برہمن ناچیز سے
نہیں لیا۔ جٹمل و چوبدار نے جا کر حال قسم کہانے کا بیان کیا اوسیوقت سند برارت
ذریعہ جٹمل غلام حسین خاں پاس آ گئے۔ اور خدا کا شکر بجالا کے رام نگر واپس ہوئے
اور سند راجہ کو دکہلا کر تمام ماجرا بیان کیا۔ تیسرے روز اس معرکے کے طامس گراہم صاحب
نے غلام حسین خاں کو بلوا بھیجا اور بعد تملق و تلطف بسیار کے فرمایا کہ تم ہم سے سازش کر لو
اور ہمارے خلاف نہ رہو تم جانتے ہو کہ ریاست راجہ کی جیسا کہ تہی بحال رکھو بحال
ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ شجاع الدولہ باوجود وسعت ملک و زیادتی لشکر کے کس طور سے

تابع حکم رہتے ہیں اگر تمہارے حیات نے وفا کیا تو دیکھو گی کہ یہ سب مملکت ہندوستان قبضہ اقتدار دولت انگریزی میں آجاوے گی تمہارا راجہ کس حساب میں ہے اور اوسکی تاب وطاقت کتنی ہے غلام حسین خاں نے جواب دیا گستاخی معاف ہو انصاف شرط ہے راجہ سے کونسا قصور ظاہر ہوا جسکے وجہ سے ریاست کا نکالنا ضروری سمجھا جاچکا ہے مگر یہ حکایت شنیدہ گوسفند و شیر کی موافق ہے کہ دونوں ایک کشتی پر سوار ہے شیر نے بکری سے کہا کہ تو اس طور سے لوٹتی ہے کہ میری آنکھ میں گرد پڑگئی ہے اوس نے جواب دیا کہ گرد تو دریا میں ہوتی نہیں ہاں اگر میرے کہانے کا یہ حیلہ ہے تو میں حاضر ہوں مانع کون ہے پھر غلام حسین خاں نے کہا۔ شرفا نمک حلال سے یہ بداندیشی اپنے ولی النعم و مالک کی نہیں ہو سکتی۔ بغرض میں اگر کروں تو جناب سامی کو مجھ ایسے کور نمک سے پھر کیا امید ہوگی۔ یہ جواب سنکر صاحب ممدوح سرکہ جبیں ہوئے اور پھر اس قسم کی گفتگو نہ کی اور تھوڑی دیر کے بعد رخصت کیا۔ غلام حسین خاں وہاں سے روانہ ہوکر راجہ کے پاس آئے اور عرض کیا حال مالکان اہل حل وعقد کا اب پوشیدہ نہ رہا لہذا علاج واقعہ قبل از وقوع کرلینا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ مہاراج خود بلا توقف کلکتہ تشریف لیجاویں اور نواب گورنر بہادر سے بالمشافہ گفتگو کریں اگر قبول اضافہ سے یہ ملک حضور پر بحال رہ جاوے تو بہت ہی خوب ہے۔ اور اگر دریافت سے یہ معلوم ہو کہ ارادہ انکا ملک نکالنے پر منحصر ہو رہا ہے اور انحراف مالک الملک سے ناممکن ہے تو استعفا دیدیں اور حقوق زمینداری نام و نان کار مقرر کرالیں اور خوشحال و فارغ البال بسر کریں۔ مگر راجہ کہ نازپروردہ تھے ہوائے گرم و سرد اس سفر کو خطرناک دیکھتے تھے اور نگاہ گرم مالکان حل وعقد کی اونکی آنکھ کے سامنے مثل بجلی چمکتے ہوئے کے معلوم دیتے تھے اس رائے عمدہ غلام حسین خاں کو کہ عین صلاح و فلاح اونکے واسطے تھی پسند نہ کرسکے اور اگر کبھی مشورہ عقل صواب اندیش سے یہ ارادہ اونکے ذہن میں آتا تو اونکے ماں

اصرار بلیغ سے مانع ہوتیں اور کہتیں کہ ہم کو دنیا میں یہی دولڑکے دولت ہیں ہم جسطور سے ہوگا بسر کرلیں گے ۔

بقیہ حالات بھاؤ

مولوی خیرالدین صاحب لکھتے ہیں کہ ہنگامہ جیت سنگھ کی وجہ سے جس زمانہ میں گورنر ہستنگ بہادر قلعہ چنار گڈھ میں تھے تو احوال بھاؤ کو سنکر متوجہ تحقیق حال ہوئے اور مقصود یہ تہا کہ اگر وہ سچا ہو تو اوسکو سردار لشکر کے مہم جنوبیان پر مقرر کرے ۔ جسطور سے کہ رگھناتھ راؤ کرنل گوڈارڈ کے ساتھ نواحی گجرات میں سرگرم جنگ ہے یہ باتفاق کرنل کمک و کرنل میور نواح گوالیار میں مہیا جنگ ہو ۔ ایک روز مع چند صاحبوں کے اوسکے دیکھنے کو گئے مگر اوس خود فراموش نے مطلق تعظیم و تکریم نہ کیا گورنر بہادر نے باوجود بے التفاتی اوسکے کمال مہربانی سے پوچھا کہ کس سنہ و تاریخ و سنہ میں آپنے فوج شاہ درانی سے شکست کہائی اونہوں نے جواب دیا کہ تم کل ہی ایک بہت ہی چھوٹے زمیندار سے شکست کہاکر بھاگے ہو ہرگز تمہارے خیال میں ہوگا کہ کس وقت بنارس سے نکلے اور کس وقت چنار گڈھ پہونچے ۔ میں نے کہ بادشاہ ایران و توران سے شکست کہائی اور ایک مدت اسپر گذر گئی اگر نہ یاد ہو تو کوئی تعجب نہیں ۔ معہذا کیا ضرور ہے کہ کسی کو اپنے سرگذشت کی خبر دوں گورنر اس کی ترش روئی سے آشفتہ خاطر اوٹھے اور خیرالدین سے کہ ہمراہ تہے فرمایا تم بیٹھکر حالات دریافت کرو اگر واقع میں بھاؤ اصلی ہو تو مجھے خبر دو ۔ خیرالدین تہین اوسکے قریب گئے اور تہوڑی دیر تک ہر قسم کی باتیں کیں اور اوسکے مقید ہونے پر افسوس کرتے رہے ۔

اسکے بعد کہا کہ آپ کے دن بہرنے کا وقت آگیا تہا مگر آپ نے قدر نہ کی آپ کا حال اس وجہ سے پوچھا کہ اس سے پہلے اطراف گوالیار و جہانسی میں چند شوریدہ سر

نام بہاؤ ظاہر ہوئے اور اپنے سزا کو پہونچے۔ اگر آپکے بیان سے واقعی حال صحیح معلوم ہو جاتا تو کہاں سے کہاں پہونچتے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رگھناتھ راؤ در بدر پھر رہا تھا جب وہ گورنر کے پاس رجوع لایا تو اوس سے کیسا سلوک کیا اور اوسکو ریاست پر سرفراز کیا۔ نام بردہ ان باتوں سے نہایت شرمندہ ہوا اور کہا اب مجھکو بجز سکونت کاشی اور کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں واقع میں وہی اصلی بہاؤ برادر زادہ بالاجی راؤ پیشوا ہوں اور اپنی سرگذشت بھی جانتا ہوں خیرالدین حسین نے پوچھا سبب نکلنے بہواس راؤ بہاؤ کا پونا سے کیا تہا اور دیوان نظام علی خاں بہادر نے کیونکر زخمی کیا اور باوجود اس قدر فوج و توپخانہ کے کیونکر شکست کہاکر بہاگے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جب بالاجی راؤ نے رگہو بہونسلہ کو تسخیر بنگالہ پر اور ملہار راؤ کو تسخیر ملک دوآب پر اور دتا سیندھیہ کو تسخیر اکبرآباد و شاہجہاں آباد پر مقرر کیا۔ اور بہاسکر پنڈت نے جوکہ سرداران ناگپور سے تہا دیار بنگالہ کو لوٹ مار کرتا راج کرکے برباد کر دیا۔ اور ملہار راؤ ملک دوآب کو سرحد الہ آباد تک اپنے قبضہ میں لائے۔ اور دتا سیندھیہ اکبرآباد سے لاہور تک سرکشوں کو عاجز کرکے قابض ہو گئے تو بالاجی راؤ نے چاہا کہ نام سلطنت کا اولاد بابر شاہ سے اوٹھاکر سلطنت ہندوستان کی اپنے کسی فرزند کو بخشیں اس خیال سے بہواس راؤ کو سلطنت ہندوستان پر اور مجھکو مدار المہامی پر منتخب کرکے پہلے اخراج نظام علی خاں حاکم دکہن پسر آصف جاہ نظام الملک پر مقرر کیا تا اینکہ اوسکو بہت لڑائیوں کے بعد میں نے عاجز کیا اور چند قلعہ جات و ملک کو اوس سے لے لیا اوسی زمانہ میں اوسکے دیوان نے کہ سفارت پر آیا تہا مجھکو غافل پاکر کٹار میرے شکم پر مارا میں بعد زخمی ہونے کے اوسکو قابو میں لایا مگر فرط جوانمردی سے اوسکو میں نے چھوڑ دیا اور یہ نشان زخم جو میرے ناف پر ہے اوسیکا ہے۔ جب وہاں کے انتظام مہمات سے پیچھے فراغت ہوئی اور خبر کوچ شاہ درانی کی لاہور سے بغرض مقابلہ

دتا سیندھیہ جانب ہندوستان میں ہے سنا تو میں نے وہاں سے کوچ کیا اور اثناء
راہ میں خبر قتل دتا سیندھیہ میں نے سنا مگر اوسکی پرواہ نہ کرکے شاہ جہان آباد پہونچا
اور وہاں کے قلعہ کو محاصرہ سے فتح کرکے نام سلطنت کو محی السنہ سے موقوف کرکے
جواں بخت شاہزادہ برقرار دیا۔ لبواس راو بجہالت نوجوانی سے تخت نشینی اوسوقت
چاہتے تہے کہ میں نے فرط دور اندیشی سے اوسکو فتح شاہ درانی پر چہوڑا افغانوں نے
اوسکے مزاج کو مجہہ سے منحرف کردیا اوسوقت سرداران دکہن میں نفاق پیدا ہوگیا کچہ
لوگ لبواس راو کی طرف ہوئے اور کچہ میرے فرمان بر ہوگئے۔ ابراہیم خاں کاردی
کہ عمدہ سردار ہمارا تہا نفاق باخود با دیگر شجاع الدولہ سے مل گیا اور لبواس راو کو ورغلا کر
سنکر میں ڈالدیا۔ سورج مل جاٹ عین معرکہ میں میری رفاقت کو چہوڑکر اپنے ملک کو
چلاگیا باوجود ان بے اتفاقیوں کے ہمیشہ وبرابر سنکر سے نکل کر درانیان سے لڑتا تہا
جب لبواس راو نے اپنی خرابی دیکہی تو میری طرف رجوع کیا اوسوقت اوسکو لیکر
حریفوں کا میں نے مقابلہ کیا۔ جب میں نے اپنی لشکر کا حال نوع دیگر دیکہا تو اپنی اپنی ہاتہی
سواری کو بہرے سے بند ہوا دیا کہ جس میں بہاگنے کا احتمال نہ رہے۔ ناگاہ لبواس راو ضرب
گولہ سے اوڑگیا اور تمام فوج بہاگنے لگی میں سپر و تلوار لیکر ہاتہی پر سے کودا اور حریفوں
سے لڑتا رہا کئی زخم میری بدن پر لگے اور بیہوش ہوکر گرا۔ یہہ واقعہ ۶ یا ۷ جمادی الاول
۱۱۷۴ھ کا ہے میرے ایک رفیق نے مجہکو نیم جاں پاکر ایک غار میں چہپا دیا اور
پہر وقت شب اوٹہاکر میرے زخموں کا علاج کیا زندگی باقی تہی اچہا ہوگیا۔ غیرت نے
تقاضا نہ کیا کہ دکہن میں جاؤں اور اپنے چچا کو منہ دکہلاؤں تا اینکہ میرے چچا نے اسی
غم میں انتقال کیا۔ مادہو راو اوسکا رہ کا پیشوا ہوا میں بیراگیوں کے لباس میں معبدگاہ
کی زیارت کرتا ہوا پہرتا تہا کہ ۱۱۹۵ھ میں مجہکو جہانسی کے قریب میرے رفیقوں نے
پہچانا اور قلعہ کرہرہ میں لیجا کر مجہپر ہجوم لائے۔ رگہناتہ راو میرا چچا کہ مختار سرکار مادہو راو

ہوا تھا مرا زندہ رہنا نہ چاہتا تھا۔ ملہار راؤ کو جھیز بھیجا۔ چونکہ میرے رفیقوں نے بال و پر درست نہ کر پایا تھا۔ لہذا میں اُنکے قابو میں آگیا۔ اوس نے مجھے پہچانا اور نہایت عزت سے پونا بھیجا رگھناتھ راؤ نے پاربتی بائی سے جس نے مادھوراؤ پیشوا کو فرزندی میں پالا تھا۔ میرا حال دوسرے طور پر ظاہر کیا وہ طعنہ زنی دیگر عورات کے خیال سے خاموش رہے اور رگھناتھ راؤ نے مجھے دولت آباد کے قلعہ میں بھیجدیا دو سال وہاں پر رہا چونکہ قلعہ دار میرے متوسلین سے تھا لہذا ایک حیلہ سے مجھے قلعہ کے باہر نکال دیا۔

ضلع مالوہ میں پھر میرے رفیق میرے گرد جمع ہوئے مادھوراؤ سیندھیہ کہ خاک بردا شتہ مرا تھا نمک حرامی سے میرے جنگ پر تیار ہوا بعد جنگ بسیار پھر شکست میری لشکر پر پڑی ایک خدمتگار جو میرے ہم صورت تھا اور میرے پاس تھا مجھ سے کہنے لگا اپنی جان آپ پر سے نثار کرتا ہوں میرے کپڑے پہن لیجیے میں نے تبدیل وضع کر کے وہاں سے روانگی کی میں نے سنا کہ سیندھیہ نے اوسکو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ میں فقیروں کے لباس میں ملک ملہار میں گیا اور سراندیپ کی سیر کی اور مدتوں دوارکا و سیت بند رامیشر وغیرہ معابد پر مجاور رہا اور ملک آسام گیا جب دیکھا کہ ایام زندگی کم ہیں تو کاشی باش ہوا یہاں پر بھی یار لوگ میرے پیچھے پڑے اور یہاں تک لائے۔ یہ کہا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے خیر الدین حسین نے کہا کہ اگر گورنر تم کو ریاست و سرداری دے تو تم مہاجی سیندھیہ سے لڑ سکتے ہو کہا اگر فوج آراستہ سے اوسکا مقابلہ کروں تو سیندھیہ کو طاقت نہیں کہ میرا مقابلہ کر سکے اور اگر ایک سال فراغ بال ہو کر نگہداشت سوار و پیادہ کروں تو پھر تسخیر تمام ملک مالوہ و خاندیش دشوار نہیں۔ خیر الدین حسین نے تمام حالات اونکے گورنر سے کہا۔ وہ خوش ہو کر خیال کرنے لگے کہ اوسکو قید سے رہا کر کے بعزت تمام کرنیل میور کے پاس جو مدد کرنیل کمک میں فرخ آباد سے گوالیار جا رہی ہیں بھیجیں تقاضے

اوسی روز نواب آصف الدولہ بہادر سے جو بلوہ جیت سنگہ میں بغرض مدد آئے تہے حال بہاؤ کا پوچہا اونہوں نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ بہاؤ جنگ ابدالی میں مارا گیا اور اوسکا سر حضور شاہ درانی میں لائے یہ سنکر گورنر افسردہ خاطر ہوگئے۔ آخر حسب کوشش خیرالدین حسین جو ذریعہ مسٹر گلبرگ تہی گورنر نے رہائی دی اور پالکی سواری کو اور پانچ ہزار زادراہ کو دیا۔ بہاؤ نے دروازہ قلعہ پر پہونچکر تمام روپیہ ملازمان انگریزی کو جو ہمراہ آئے تہے اور غربا کو جو دروازہ پر ہجوم رکہتے تہے بخشدیا اور ایک روپیہ اپنے ساتہہ نہ لیا اور جب بنارس آئے تو پہر مرہٹہ اوسکی طرف متوجہ ہوئے۔

گورنر کے بنارس پہونچنے پر مہاجی سیندہیہ سے گفتگو صلح ہونا اور تجویز بہیجنے مسٹر داوید اندرسن کے بطریق سفارت بغرض صلح پیشوا بہادر بذریعہ مہاجی سیندہیہ قرار پاگئی جسکا مجمل قصہ بیان حالات راجہ جیت سنگہ مقام لشکر مہاجی سیندہیہ میں آوے گا۔ لہذا خیال گورنر بہ نسبت بہاؤ کے جاتا رہا۔

ملاحظہ ہو بلوغت نامہ خیرالدین حسین

روانگی جرنل سر ایر کوٹ کلکتہ سے بہ قصد تماشائے فوج ماموره و ملاقات سرداروں سے اثنا راہ میں

سنہ ۱۱۹۳ھ مطابق سنہ ۱۷۷۹ء کے شروع میں جرنل سر ایر کوٹ کہ ولایت سے سرداری تمام افواج ماموره ہندوستان اور انتظام مہمات مالی و ملکی میں باتحتی مسٹر فرانسیس مقرر ہوکر وارد کلکتہ ہوئے تو مسٹر فرانسیس و مسٹر ہویلر بذریعہ وسائط کے اپنی موافقت میں چاہتے اور گورنر ہسٹنگ لطائف الحیل میں اپنی جانب کہینچتے

دوستوں نے اونکے یہ صلاح دی کہ اس سفر میں آپکا خرچ بڑا ہے اور نقصان ہوگیا ہے لہذا مناسب ہوگا کہ بارادہ ملاحظہ قواعد افواج خود کہ برہم پور سے فتح گڈہ تک متعین ہیں

سفر کرنا چاہیئے اِس سفر میں سرداران بنگالہ وعظیم آباد و وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر وارکان دولت اونکی ضیافت اور تحفہ جات سے رفع غبار ان نقصانات کا کودینگے۔ جرنل کہ مشاہدہ دورنگی سے قیام کلکتہ میں متردد تھے اِس رائے کو پسند کرکے آمادہ سفر ہوئے اور چونکہ جرنل مذکور زبان ہندی وفارسی سے واقف نہ تھے لہذا گورنر ہسٹنگ بہادر نے مسٹر ہنری ونسٹرٹ پسر شمس الدولہ گورنر کو کہ دونوں زبانوں سے واقف تھے بہ تجویز کونسل مترجم اونکا قرار دیا اور حل وعقد یعنی منظوری ونامنظوری مہمات سرکار جرنل اونکے اختیار سے اور ملاقات صاحبان دولت وسرداران بادشاہت انکے ذریعہ سے منحصر کی۔

مسٹر جان سین کہ رفیق جرنل کلاورنگ ہونے کے سبب سے معتوبان گورنر میں سے تھے اِس عرصہ میں بتوسل لیڈی جرنل کے مصاحب دمساز جرنل ہوئے اور چونکہ نہایت دانشمند تھے لہذا رفیقان واقفکار سے شمار ہونے لگے۔ بذریعہ مسٹر بوکل مصاحب گورنر کہ باطن میں دوست جان سین تھے مولوی خیر الدین مصنف تحفہ تازہ یعنی بلونت نامہ پانسو روپیہ ماہوار پر رفاقت مسٹر جان سین میں ملازم ہوئے مگر وہیں پر اونکو یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر جان سین کا ہمراہ جرنل جانا خلاف مرضی گورنر ہوا ہے لہذا مولوی صاحب کو تحیر تہا کہ کیا کریں۔

مسٹر ہنری ونسٹرٹ سے سابق سے مولوی صاحب مذکور سے دوستی تہی اور غائبانہ ذکر مولوی صاحب گورنر سے کرکے اپنے نام کے نیچے اونکا نام لکھا دیا تہا۔ جب اُنکے ملنے کا حال مسٹر جان سے معلوم کیا تو نہایت مکدر ہوئے اونہوں نے حالات کو سمجھکر عذر بے خبری مخالفت گورنر با جان سین بیان کیا۔ اور حسب رائے داد وبیداد حسن ترک رفاقت مسٹر جان سین کرکے خدمت مسٹر ہنری ونسٹرٹ میں گئے وہ مولوی صاحب کو حضور گورنر میں لے گئے اور بخوبی ملاقات کراکے اِس سفر کی رفاقت کے واسطے مقرر لائے۔

مسٹر جان سین نے اُسوقت مرتضیٰ قلی خاں کشمیری کو کہ شیوہ فطانت میں اپنے برابر والوں سے سبقت لیگیا تھا اپنی رفاقت میں مقرر کیا۔ مگر شجاع قلی خاں پسر نواب منیر الدولہ کو مرتضیٰ قلی سے عداوت دیرینہ تھی گورنر جنرل سے کہا کہ مرتضیٰ قلی خاں برادر مہدی قلی خاں ہے جس نے بادشاہ عالمگیر ثانی کو شہید کیا اوس روز سے دربار شاہی میں انکو دخل نہیں ہے اگر یہ ہمراہ جرنیل گئے تو موجب رنجش وزیر الممالک ہوگا چونکہ گورنر کو رفاقت مسٹر جان سین پہلے سے ناگوار تھی یہ حال سنکر زیادتی کدورت کا موجب ہوا اور جرنیل سے کہا جرنیل نے مسٹر جان سین کو اس معاملہ میں بہت کچھ ملامت کی اور اوسیوقت مرتضیٰ قلی خاں کو کلکتہ سے نکال دیا۔

جرنیل سر ایر کوٹ نے مسٹر پرلنگ بڑے صاحب رنگ پور کو بجاے مسٹر سلین مقرر کرا کے وہیں سے لکھنؤ کی رزیڈنسی پر بھیجدیا۔

اور خود ہمراہی کرنل دین و مسٹر جان سین و چند صاحبان دیگر انگریز اور ایک سو کئی فرانسیس ملازم سرکار کمپنی کو لیکر کلکتہ سے برم پور میں آئے وہاں پر چند روز تماشاے قواعد بلٹن دیکھکر دو پلٹن اوس فوج سے ہمراہ لیکر خود مع صاحبان بسواری فلنس وبجرہ کے و سپاہیان پلٹن کنارے دریا کے طے منازل کرتے ہوئے مرشدآباد میں پہونچے مرشدآباد میں نواب مبارک الدولہ[1] نے اسباب تواضع از قسم لباس نفیسہ و جواہر

[1] نواب مبارک الدولہ تیسرے بیٹے میر محمد جعفر خاں ہیں یہ میر محمد جعفر خاں وہی ہیں جنہوں نے سراج الدولہ سے بمدد انگریزان مسند ریاست لیا تھا اور ان سے انکے داماد میر محمد قاسم خاں عالیجاہ نے بمدد انگریزان لیا۔ اور میر محمد جعفر خاں مال و اسباب لیکر کلکتہ میں قیام پذیر ہوئے۔ مگر جبکہ جنگ فوج عالیجاہ و انگریزوں سے بمقام نواح گنوہ ہوئے اور فتح انگریزوں کو ہوئی اور میر محمد جعفر خاں بعد لکھنے عہدنامہ کے بغرض تخت نشینی بنگالہ ہمراہ تھے تو روز یکشنبہ ۱۲ محرم سنہ ۱۱۷۷ھ مطابق سنہ ۱۷۶۳ء کو میر محمد جعفر خاں بہر

بیش بہا و گھوڑے باور فتار و ماہی و خیمہ و سراچہ و دیگر لوازم حشمت و امارت کو بطور تحفہ حضور جنرل میں و نیز دیگر صاحبان انگریز کو بقدر شان اُنکے پیش کش کیا۔

مرتضیٰ قلی خاں بعد اخراج از کلکتہ مرشد آباد میں تھے مولوی خیر الدین حسین خاں اسد اللہ خاں صاحب سید الملک کے یہاں کہ اُنکے ممنون احسان ہونے کے علاوہ باخود محبت بہی تہی گئے اونہوں نے مرتضیٰ قلی خاں کی سفارش کی اور کہا یہ محض صفائی جنرل سے اور آپ

دوبارہ داخل دارالامارت مرشد آباد بعد و انگریزان ہوئے اور شنبہ ۱۸ محرم کو ہمراہ فوج انگریزی مرشد آباد سے بارادہ جنگ بقیہ عالیجاہ نکلے اور اودہ و عظیم آباد میں بمقابلہ شجاع الدولہ و شاہ عالم بادشاہ ہمراہ انگریزان رہے۔ سیر المتاخرین۔

(ملاحظہ ہو ذکر جنگ عالیجاہ با انگریزان در نواح کٹوہ و جنگ بکسر وغیرہ) بعد انتقال میر محمد جعفر خاں نجم الدولہ اونکے فرزند کلاں جو بطن منی بیگم سے تہے اور عرف میں بلہوری کہتے ۱۴ ماہ شعبان ۱۱۷۸ھ کو مسند نشین ہوئے۔

ملاحظہ ہو ذکر جلوس نجم الدولہ بر مسند ریاست۔

نجم الدولہ نے بعارضہ ہیضہ محتبسہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۶ء جبکہ لارڈ کلایو الہ آباد جارہے تھے اور مرشد آباد پہونچکر صادق باغ میں قیام کرکے آگے چلے اور نجم الدولہ مع مظفر جنگ کے نہ بہیجنے کو گئے تہے اور واپس ہوکر بیمار ہوئے تہے انتقال کیا تو سیف الدولہ اُنکے چہوٹے بہائی مسند حکومت پر بیٹھے اگرچہ حیات مستعجل کی وجہ سے چند روزہ حکومت کی مگر نیک نام زندہ رہے۔

اور دسویں ماہ ذیقعدہ ۱۱۸۳ھ میں مطابق ۱۷۷۰ء سیف الدولہ کا انتقال بعارضہ چیچک ہوا اور یہ وبا محرم ۱۱۸۴ھ تک رہی اور خلق کثیر ہلاک ہوئے۔ اور مبارک الدولہ خلف سیومی میر محمد جعفر خاں برادر خورد سیف الدولہ مرحوم ماہ ذی الحجہ ۱۱۸۳ھ میں نظامت بنگالہ پر نامزد ہوئے اور راجہ شتاب رائے و مظفر جنگ منتظم رہے اور علی بن ابراہیم خاں دیوان ہوئے۔ اُنکے زمانہ میں انگریزوں نے معلومات ملکی حاصل کرکے خود ہی انتظام کرنا شروع کیا تہا اور نظامت برائے نام رہ گئی تہی

سفر میں ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ بوجہ کشمیریت مرتضیٰ قلی خاں کے خیر الدین حسین خاں کو تردد تھا مگر اونہوں نے قسم کھائی کہ کسی معاملہ سرکار جرنیل میں اور کسی تمہارے معاملہ میں دخل نہ دوں گا۔

خیر الدین حسین خاں نے باوجود اونکی عادت نفاق کے محض نواب اسد اللہ خاں کی بجاآوری حکم سے لے لیا اور صفائی مسٹر ہنری ونسترٹ سے کرا دیا مگر اوس نے پھر اپنا شیوہ نہ چھوڑا جسکی تفصیل حالات آئندہ سے معلوم ہوگی۔

دوسرے روز مسٹر ہنری ونسترٹ نے جرنیل سے اجازت لیکر میر محمد سے کہدیا کہ وہ انکو ساتھ میں چلنے سے نہ روکیں۔ مرتضیٰ قلی خاں نے کشادہ پیشانی سے اپنی کشتی کو مسٹر جان سمین کی کشتیوں کے پاس لاکر آمد و شد کو اُسکے حضور میں گرم کیا اور چونکہ پہرا ندیدہ تھا لہذا رسوم وضوابط ہندوستان وراہ و رسم عمدہ ہائے ضلع اور درخور سرداران ہندوستان سے اونکو آگاہ کیا۔ اور اپنی طرف سے سرداران عظیم آباد و بنارس و لکھنؤ کو خطوط مشتمل اسبات کے کہ حضور جرنل میں مختار مسٹر جانسمین ہیں لہذا اُنکے یہاں رجوع لانا چاہئے لکھا۔ چونکہ اتنا بڑا سردار عظیم الشان انگریزی اس وضع سے اوسوقت تک عازم ان اضلاع کا ہوا تھا تو اوسکے ہول سے تمامی سرداران عظیم آباد و راجہ چیت سنگھ زمیندار بنارس وارکان دولت وزیر الممالک کو تشویش واندیشہ اُنکی طرف سے تہا۔ جب اِن لوگوں نے مختاری مسٹر جان سمین و درخور د مرتضیٰ قلی خاں اُنکے سرکار میں سنا تو اپنی معتمد وکلا کے ذریعہ سے تحفہ و ہدیہ و عرضیاں بھیجکر محرک سلسلہ دوستی ہوئے۔

نیز مرتضیٰ قلی خاں نے بوجہ اسکے کہ تکلفات ظاہری سرداران اُن اضلاع سے اطلاع تہی یہ تدبیر کی کہ مسٹر جان سمین کے واسطے اسباب تجمل و شکوہ از قسم خیمہ و شامیانہ و ہاتہی و گھوڑے باساز طلا و نقرہ و خدم و حشم و دیگر اسباب کہ موجب زیادتی شان و شوکت تہے ہر سردار سے جس قسم پر ممکن ہوا مہیا کیا۔ مولوی خیر الدین حسین نے یہ بزرگی دیکھکر لنزش

مہیا کرنے اسباب امارت و دخل دینے امور ریاست میں مسٹر ہنری ونسٹرت کو ترغیب و تحریک کی مگر منشی طاہر بنگالی کہ رفیق قدیم صاحب موصوف تھے اُنکے خلاف سمجھاتے کہ آپ کی عمدگی اسباب ظاہری کی عمدگی پر موقوف نہیں ہے تمام عالم جانتا ہے کہ آپ شمش الدولہ گورنر کے لڑکے اور تحت جگر مسٹر ہیسٹنگ ہیں اور کونسل سے مختار معاملات ہوکر آئے ہیں تمام ارکان دولت و سرداران مملکت تمہاری طرف خود سے رجوع کریں گے۔ مسٹر ہنری و نسٹرت باوجود فہم و فراست کے اوس منشی کی باتوں پر دہوکا کہا گئے۔ اور خیرالدین صاحب کی رای کو نہ سنا حالانکہ عمدہ رائے تھی تا انکہ عظیم آباد پہونچے سرداران اوس ضلع نے کہ وفر ظاہری مسٹر جان سین و فضول بیانی مرتضی قلی خاں سے مسٹر ہنری و نسٹرت کی طرف رجوع نہ کیا اور در دولت مسٹر جان سین پر ہجوم لاکر اونہیں کے ذریعہ سے ملازمت جرنیل کرنے لگے اور وکیلان سرداران بنارس و لکہنو تجوار خیمہ مرتضی قلی خاں میں ٹہرے۔ جب مرتضی قلی خاں نے مسٹر جان سین کے مزاج میں قابو پالیا اور انتظام معاملات سرداران ان اضلاع کا اوسکی تجویز پر ہونے لگا تو ظاہر داری خیرالدین صاحب سے بھی منہ پھیر لیا اور مسٹر ہنری ونسٹرت باوجود مختاری کے معطل محض رہ گئے۔ صرف ہمزبانی و ترجمہ کے وقت بلائے جاتے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیرالدین حسین

ملاقات راجہ چیت سنگہ کی جرنیل سے بذریعہ مسٹر ہنری ونسٹرت

راجہ چیت سنگہ آمد آمد جرنیل کو اس دبدبہ سے بوجہ ڈرانے علی الدین کبرائے کے بعض اپنی تادیب کو خیال کرکے حیران تھے تمامی اسباب قبائل کو لطیف پور دنبجے گڑھ بہیجکر تنہا منتظر ورود جرنیل رہتے تھے۔ جب خبر کوچ جرنیل کی عظیم آباد سے سنی تو بابو بیجان سنگہ اپنے چہوٹے بہائی کو بہمراہی بخشی سدانند و رای برج لعل و میر عبداللہ وغیرہ رفقائے معتمد

وہ ہوشیار کے استقبال و استمزاج جرنیل کو آگے سے ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں بہیجا تاکہ معرفت مرتضی قلی خاں کے مسٹر جانسنین سے ملکر انکو اپنا مربی بنادیں اور اونکے ذریعہ سے مزاج جرنیل سے آگاہ ہوں۔

مسٹر طامس گراہام نے اِن لوگوں کے پہونچنے کے قبل جرنل سے بداطواری راجہ چیت سنگہ کی خبر دی تہی جب یہہ لوگ بکسر کے مقام پر مرتضی قلی خاں کے پاس پہونچے اور اونکو مربی کرکے مسٹر جانسنین کے یہاں حاضر ہوئے تاکہ ملاقات بابو سبحان سنگہ کی جرنیل سے کرادیں اور وہ تسلّی دیدیں تو صاحب بہادر نے بلحاظ مسٹر طامس گراہام یا استمزاج جرنل اسوقت التفات نہ کیا پہر بابو سبحان سنگہ اور اُسکے بعد حضوری سنگہ و بابو دیاچند مختار ان مسٹر جانسین کے پاس گئے گو اونہوں نے جرنل سے کہا مگر جرنل نے اِس معاملہ میں اونکی بات بہی نہ سنی بلکہ حکم اخراج سبحان سنگہ کا دیا۔ کپتان سے کہ میر بحر تہا جب یہ حکم سنا تو اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ رسن کشتی سبحان سنگہ و بخشی سدانند کی کاٹ دیں۔ چونکہ دریا کمال جوش پر تہا اور اوس وقت ملاح بہی نہ تہے تو کشتی عجب تلاطم میں پڑی اور نہایت دقّت و پریشانی سے دریا کے کنارے اوس پار پہونچی۔

بابو سبحان سنگہ مع ہمراہی عجب ذلت میں گرفتار تہے اور کوئی پرساں حال نہ ہوتا ہر طرف پریشانی میں گہومتے پہرتے۔ قاضی خیرالدین صاحب تیسرے پہر کو دریا کے کنارے کرسی پر بیٹہے ہوئے وضو کر رہے تہے کہ ایک شخص بوچہ پر سوار اور اونکے پیچہے چند آدمی گہوڑے پر سوار نظر آئے اور ایک نے خیرالدین صاحب کو دیکہکر سرد آہ کہینچی اور رو کر ہائے افسوس کہکر چلدیا خیرالدین صاحب کو چونکہ حال پریشانی مذکورہ معلوم نہ تہا لہٰذا اپنے لوگوں کو دریافت حال کے واسطے بہیجا وہ لوگ واپس آئے تو پوچہا کون ہو اور کیوں آئے ہو اور کس مصیبت میں ہو اور مجہے دیکہکر کیوں آہ کی اونہوں نے جواب دیا کہ میں میر عبداللہ وکیل راجہ چیت سنگہ ہوں۔ دو تین برس قبل اِسکے ایک مولوی بنارس میں تہے جلوگ

اونکے یہاں آتے جاتے آپ کو اونکی ہم صورت دیکھکر دہ یاد پڑ گئے اگر وہ ہوتے تو اپنا درد دل اونسے کہتے۔ خیرالدین صاحب نے فحوائے کلام سے پہچانا اور کہا کیا مصیبت ہے بیان کرو۔ جب میر عبداللہ نے مولوی خیرالدین صاحب کو پہچانا تو سواری سے اوترکر اپنا سر پیر مولوی صاحب مذکور پر رکھدیا اور برج لعل وغیرہ کو آواز دیا سب کے سب حاضر ہوئے اور تمام قصہ ذلت وخواری چیت سنگہ و سبحان سنگہ کا بہ تفصیل بیان کیا۔

خیرالدین صاحب نے کہا تمہارا وکیل عظیم آباد سے ہمراہ مرتضیٰ قلی خاں سے ہے اور ہر منزل پر تحفہ بھیجاتے رہتے ہیں اب مدد کیوں نہیں کرتے اونہوں نے جواب دیا کہ گرم بازاری مرتضیٰ قلی خاں و مختاری مسٹر جان سین سے اب تک تو کوئی کام نہ نکلا۔ لہذا خود کردہ سے پشیمان ہوکر بکمال رسوائی واپس جا رہے ہیں۔ سبحان سنگہ کو جو کچھ خفت ہوئی ہے اوس سے قسم کہائی ہے کہ دریا میں ڈوب کر مرجاؤں اور چیت سنگہ کو منہ نہ دکھلاؤں۔

خیرالدین صاحب کا دل ان حالات کو سنکر کمال درجہ نرم ہوگیا اور کہا اگرچہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا اور دشمنوں کے کہنے سے مزاج جرنل کا تمہاری طرف سے منحرف ہوگیا ہے مگر میں اپنی طرف سے کوشش کرتا ہوں آئندہ تمہاری قسمت ہے۔ مولوی صاحب یہ کہکر حضور مسٹر ہنری ونسترٹ میں گئے اور یہ ماجرا بیان کیا اونہوں نے کہا کہ جرنل کا مزاج بوجہ کہنے مسٹر طامس لرہام کے راجہ چیت سنگہ سے رنجیدہ ہے اس کدورت کا دور کرنا مشکل ہے خیرالدین صاحب نے کہا اب تک کوئی سرکشی راجہ چیت سنگہ کی ظاہر نہیں ہوئی اور بجز اطاعت کونسل کے کوئی بات سنی نہیں گئی تو پھر رنجش خاطر جرنل کی وجہ کیا ہوگی۔ صاحب بہادر نے فرمایا آشفتگی مزاج گورنر کا سبب رجوع اوسکے وکیل کا جرنل کلاورنگ سے ہے جو بہت مشہور ہے مگر با دامن اوسکی جیسا کہ چاہئے راجہ پاچکے اور کونسل سے جرنل نے مذلت

دخواری راجہ کا حکم نہیں پایا اور اوسکی تنبیہ وتادیب کا اختیار جرنل کو نہیں ہے اور احکام کونسل سب ہمارے اختیار میں ہیں اور تقریب سرداران اس ضلع کی کرنا اور ہر ایک کو بقدر مرتبہ اوسکی ملاقات کرانا ہمارے ذمہ ہے مگر کیا ضرورت ہے کہ بخلاف دیگر انگریزوں کے اوسکی سفارش ہم کریں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ گورنمنٹ نے آپکو اس سفر میں جو ہمراہ جرنل بھیجا اوس میں دو غرض ہیں اول تو تعلیم وتجربہ امور ریاست میں دوسری نیکنامی حاصل کرنا اور اوس وقت میں حمایت ایسے درماندہ کی کرنا ذریعہ نیکنامی ہے۔ یہہ سنکر حکم دیا کہ اچھا اوسکے وکیلوں کو بلاؤ جب میر عبد اللہ و برج لعل حاضر ہوئے تو اونکے بیٹھنے کا حکم دیا اور تسلی دی جب اُن لوگوں نے صاحب بہادر کو متوجہ احوال پایا تو بیدلی و پریشانی سجان سنگہ کی بیان کی صاحب بہادر نے مولوی خیر الدین حسین سے کہا کہ تم انکے ہمراہ جاکر سجان سنگہ کو تسلی دو اور کہو کل صبح کو اطمینان سے میرے پاس آویں میں اچھی طور سے ملاقات جرنل سے کرا دونگا۔ اور اپنا بجرا جو سبک رفتار تھا مولوی صاحب کو سواری کے واسطے دیا اور منشی طاہر کو مع چند سپاہیوں کے ہمراہ قاضی صاحب کیا۔ باوجودیکہ رات تاریک تھی اور دریا طغیانی پر تھا مگر حسب حکم صاحب بہادر وپاس خاطر اُن پریشانی کشیدہ کے مولوی صاحب جسطور سے ہوسکا دریا کے اُس پار فرودگاہ سجان سنگہ پر پہونچے۔ سجان سنگہ پہلے تو بجرہ کو دیکھکر اور سپاہیوں کی آواز پاکر آمادہ بھاگ جانے پر تھے مگر جب حقیقت حال سمجھے تو خوشی سے کپڑوں میں پھولے نہ سمائے باوجود نخوت کے جو لوگ اون سے نقل کرتے ہیں دوڑکر باہر آئے اور پیر پر سر مولوی صاحب کے رکھکر کہا آپ بجائے باپ و دادا کے ہیں آپ نے وہ کام کیا ہے کہ زندگی بھر ادا ے شکر نہیں ہوسکتا مولوی صاحب نے جواب دیا دنیا کا یہی دستور ہے کہ شرفا شرفا کے کام آتے ہیں۔ پھر مولوی صاحب نے پیغام صاحب بہادر کہا اور رنج کو اُنکے دل سے دور کیا۔ سجان سنگہ نے چند کشتیاں پارچہ و زرنقد کی پیش کیں

مگر مولوی صاحب ممدوح نے نہ لیا اور کہا میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ اِس معاملہ میں کچھ نہ لوں اور اپنی نیت خالص کو طمع سے آلودہ نہ کروں۔ پہر اونھوں نے منشی طاہر کی تواضع کی اور مولوی صاحب نے اون کو لینے کی اجازت دیدی۔ تھوڑی دیر تک ہر قسم کی باتیں ہو کر رخصت ہوئے۔

صبح کو سبحان سنگھ و بخشی سدانند بجرہ مولوی صاحب پر آئے وہ اونکو صاحب بہادر کے یہاں لے گئے صاحب نے کمال مدارا سے معانقہ کیا اور چونکہ رات کو جرنل بہادر سے تقریب کر چکے تھے لہذا خود سوار ہوکر گئے اور مولوی صاحب کو حکم دیا کہ سبحان سنگھ کو ہمراہ لاویں۔ چونکہ جرنل کو صوابدید مسٹر ہنری ونسترٹ صاحب بہادر سے چارہ نتھا لہذا باوجود بدگمانی کے حضور میں طلب کرکے مہربانیاں کیں اور حکم دیا کہ جیت سنگھ غازی پور میں آنکر ملاقات کریں اور صاحب بہادر سے کہا آپ غازی پور میں پہونچکر جیت سنگھ کو دلاسا و اطمینان دیکر اپنے ہمراہ لائے گا۔ سبحان سنگھ خوش خوش واپس ہوئے اور اپنی بھائی جیت سنگھ کو کہ خوف و امید میں تھے خوشخبری پہنچکر خوش کیا۔ دوسرے روز راجہ جیت سنگھ مع تمامی رفیقوں کے حوالی غازی پور میں منتظر ورود صاحب بہادر رہے۔

مولوی علی الدین وغیرہ حریفان راجہ نے جب یہ درخورد سبحان سنگھ دیکھا تو دغا بازی سے اونکو بہکایا اور کہا جرنل غازی پور میں کبھی نہ آویں گے بلکہ زمانیہ کی طرف سے جاوینگے لہذا بہتر یہ ہے کہ دریا کے پار ہوکر زمانیہ میں قیام کریں اور اپنے دوستوں کو آگاہ کریں تاکہ ملاقات جرنل آسانی سے ہو جائے۔

راجہ جیت سنگھ نے عقل کو دخل ندیا اور حکم جرنل و ہدایت مسٹر ونسترٹ کو حساب میں نہ لاکر بے ایمانوں کے اغوا سے تمامی رفیقوں کو لیکر عبور دریا کرکے زمانیہ جا پہونچے۔ خیر الدین صاحب نے جب یہ حال مسٹر ونسترٹ سے کہا تو اونہوں نے کہا جرنل نے

اونکی ملاقات کو غازی پور میں قرار دیا ہے اور کل کا مقام غازی پور ہے لہذا راجہ کو غازی پور پہونچکر منتظر ورود ایں جانب رہنا چاہیے کہ قبل پہونچنے جرنل کے میں راجہ کے فرودگاہ پر جاکر اپنے ساتھ حضور جرنل میں لیجاؤں ۔ خیر الدین صاحب نے وکیل راجہ کو جو حاضر تہا سمجہا دیا ۔ مگر حسب قاعدہ مقررہ کہ جب ادبار آتا ہے پہلے عقل سلب ہو جاتی ہے پیغام خیر الدین صاحب کو راجہ نے فرط نادانی سے اعتماد نہ کیا ۔

ناگہاں بعض صاحبان جنکو ملاقات جرنل راجہ سے ناگوار تہی بگہی پر سوار بطور سیر کے جارہے تہے اون کا گذر راجہ جیت سنگہ کی طرف ہوا راجہ چونکہ مغلوب الہراس و متوحش تہے ان صاحبوں کے آنے کو اپنی یاوری اقبال کا سبب سمجہے اور استقبال کو دوڑے یہ لوگ ظاہر داری سے پیش آئے اور قیام زنانیہ کو بہت بہتر کہا ۔ راجہ نے کہا میری ملاقات کل پر مقرر ہوئی ہے اور کل شام کو چاندگرہن ہے اور تمام دن نحس ہے ۔ اگر آج میری ملاقات ہو جاتی تو صبح کو کوچ کر کے اشنان کیواسطے چاندگرہن کے وقت بنارس پہونچ جاتا ۔ ان صاحبوں کو چونکہ ذلت راجہ منظور رہی تہی کہنے لگے ہم لوگ تو جارہے ہیں مگر پہر رات گذرنے پر کہ وقت فرصت ہے آپ تمامی رفیقوں سے کمال فروشکوہ و اسباب حشمت وجاہ کے ساتھ بجرہ وکشتیوں کی سواریوں پر فرودگاہ جرنل میں آئے کہ ہم تمہاری تقریب ملاقات بخوبی کرادیں گے اور عذر اشنان چاندگرہن سے رخصت دلادیں گے ۔

راجہ جیت سنگہ مفتون ابلہ فریبی ہوکر حکم مستر دنسترت کو دل میں نہ لائے اور وہ ذات شریف راجہ کو آمادہ کر کے خود نہایت جلد واپس ہو کر جرنل کے ساتھ کھانا کہانا میں شریک ہوئے ۔

مستر دنسترت بعد کہانے کہانا کے اپنی پینس پر آئے اور داروغہ کو حکم دیا کہ اونکی پینس مجمع کشتی سے علحدہ کیجائے اور غازی پور کی طرف روانہ ہوا اور خود کتاب دیکہنے میں

مشغول ہوئے۔

جونہیں پہر رات گئی چالیس پچاس کشتیاں جن میں سپاہی برق انداز اور سیکڑوں سوار مسلح تھے دور سے دکھلائی دئے۔ ہمراہیان جرنل اس نیرنگی سے غافل تھے اس فوج کا تاریکی شب میں آنا شبخون کا خیال کرنے لگے اور اتفاق سے اوسدن اردلی کی دو پلٹن پیچھے رہ گئی تھیں۔ جرنل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو فریب سمجھکر بہت غصہ میں آئے اور چند سپاہیوں کو جو اردلی میں کشتی کارخانجات پر تھے اور فرنگیاں فرانسیس کو کہ دو سو سے زیادہ اردلی میں تھے حکم تیاری کا دیا۔ اور ایک چوبدار کو طلب مسٹر ہنری ونسٹرت کو بھیجا۔ اس عرصہ میں سپاہی بندوق لیکر دستہ دستہ اپنے اپنے مقام پر مہیائے جنگ ہو بیٹھے۔ اور مسٹر ہنری ونسٹرت مع خیرالدین صاحب کے حضور جرنل میں پہونچ گئے۔ جرنل نے حرکت راجہ سے بہت کچھ ملامت مسٹر ہنری ونسٹرت کی کیا اور اُنہوں نے خیرالدین صاحب کی طرف دیکھا اور کہا یہ کیا بات ہے۔ خیرالدین صاحب نے کہا حال نامردی و بزدلی راجہ کا مشہور ہے کہ اپنے سایہ سے بھاگتا ہے اُسمیں یہ جرات کہاں اور جو شخص کہ ادنے ملازم انگریزی سے بات درست نہیں کرسکتا۔ اُس سے گمان مخالفت و پلداری کہاں۔ معلوم ہوتا ہے کسی حریف نے فریب سے اوسکو یہ تعلیم دی ہے۔ یہی جیت سنگھ ہے کہ کل غلغلہ آمد آمد فوج انگریزی سے اپنی جان کے خوف سے ڈر کر مہیا بھاگنے پر تھا آج کیونکر اوسکو حوصلہ جنگ و شوق شبخون کا ہوگیا۔ میں ضمانت کرتا ہوں کہ وہ بہ ارادہ جنگ نہیں آتا۔ خدا معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ وہ بغیر بلائے ہوئے اس جرأت و جسارت سے آرہا ہے۔

جب شور پکڑو اور مارو کا بلند ہوکر کان میں رفیقان راجہ کے پہونچا تو حیران و پریشان ہوکر اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہوگئے اور راجہ جیت سنگھ غضب و غصہ جرنیل سے واقف ہوئے تو بخشی سدانند کو اطلاع ان وارداتِ مذکورہ کی غرض سے خیرالدین صاحب کے

پاس بھیجا چونکہ خیر الدین صاحب جرنل کے پاس تھے لہٰذا سدا نندو ہیں پہونچے۔ انتہا رخوف سے لرزہ بدن پر تھا زبان سے بات نہ نکلتی تھی بے حواسی کی وجہ سے گر پڑے۔ جب حال پوچھا گیا تو سنبھل کر تمام قصہ شفقت اُن صاحبوں کا جو اِس کام کے بانی ہوئے تھے خبر دیا۔ اوس وقت صدق کلام خیر الدین صاحب ہو کر شور موقوف ہوا اور وغدغہ جنگ کا جاتا رہا۔ جنرل نے عوض اِس بے راہ روی میں یہی تجویز کیا کہ راجہ آج کی رات واپس ہو کر اپنے مقام پر جاویں اور کل کہ غازی پور میں مقام ہے تنہا دو خواص کو لیکر بغیر ہتھیار کے حاضر ہوں۔

خلاصہ راجہ چیت سنگھ اپنے کو نفریں کرتے ہوئے کمال خفت و خواری سے واپس ہوئے اور صبح کو مسٹر ونسترٹ نے انتہا رجوانمردی سے حرکات راجہ کو ناکردہ خیال کرکے اپنا ایک معتمد بھیجکر بلوایا۔ راجہ دو خواص کو لیکر حاضر ہوئے صاحب مذکور اونکو حضور جرنیل میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ جرنیل نے بپاس خاطر صاحب ممدوح اوٹھکر راجہ سے معانقہ کیا اور اپنے برابر بٹھایا۔ اور حسب التماس صاحب بہادر راجہ کو اجازت بنارس جانے کی دی۔

جرنیل کا غازی پور میں قیام کرنا اور چہل ستون کا دیکھنا اور روانگی جانب بنارس

جسدن دائرہ دولت جرنل مع صاحبان انگریز رونق بخش غازی پور تھا اور کار پردازان راجہ چیت سنگھ نے رسم ضیافت صاحبان انگریز کو نہایت اچھی طور سے ادا کیا اوسدن بلحاظ سیر و تفرج چہل ستون شیخ عبد اللہ[له] غازی پوری کا کہ صنعت نادرہ عمارات سے ہے ملاحظہ ہوا اون مکانات شاہانہ کو جب بے مرمت دیکھا اور معلوم کیا کہ راجہ بلونت سنگھ

[له] شیخ عبد اللہ محمد آباد کے اصل میں رہنے والے تھے اور مدتوں سرکار ناظمان عظیم آباد میں بعزت

بدر راجہ چیت سنگہ کی وجہ سے خراب ہوئے ہیں تو نہایت افسوس کیا اور عامل غازی پور و عملہ راجہ چیت سنگہ کو تعمیر و درست مکانات شکستہ کی تاکید بلیغ کی اور قصد روانگی بنارس کیا۔

چونکہ غازی پور سے بنارس تک دریا کی راہ ٹیڑھی اور بیجدار ہے اور بہاؤ دریا کا تیزی سے ہے لہذا جرنیل اور اوسکے مصاحبوں کو خشکی کی راہ پسند آئی۔ چونکہ کسی انگریز کے ساتھ

وآبرو بسر کیا اور اوسی جوار میں ایک قصبہ بنام قاسم آباد اپنے دادا شیخ قاسم کے نام پر آباد کیا اور مکانات پختہ و سنگین وہاں بنائے۔ جب چند وجوہ سے رفاقت ناظم عظیم آباد چھوڑے تو حضور نواب سعادت خاں میں حاضر ہوئے اور منظور نظر نواب صفدر جنگ ہوئے اور سرکار غازی پور بطور تعہد اونکو ملی۔ جسکا تذکرہ حالات راجہ منسارام میں ہوچکا ہے اور سنہ ۱۱۴۶ھ میں تیس ہزار روپیہ شیخ شمس الحق کے پاس کہ اونکی طرف سے مختار معاملات غازی پور تھے بھیجا تاکہ شہر مذکور میں ایک مکان لب دریا بناویں۔

شیخ شمس الحق ارسطو فطرت تھے دس ہزار روپیہ اس میں سے انتظام مصالحہ عمارت کو رکھکر ۲۰ ہزار روپیہ بنگالہ میں بھیجکر ریشم منگاکر بنارس میں دوچند منافع پر فروخت کیا اور چند بار کی تجارت سے تین لاکہ تیس ہزار کئی روپیہ ہوگیا۔ ان روپیوں سے یہ چہل ستون تین برس میں بنایا۔ جب شیخ عبداللہ غازی پور میں آئے تو شیخ شمس الحق نے تیس ہزار روپیہ کہ منافع تجارت سے بعد تیاری مکانات باقی رہگیا تہا اونکو واپس دیا۔

بعد انتقال شیخ عبداللہ کے نواب فضل علیخاں اونکے لڑکے رئے جن کا ذکر راجہ بلونت سنگہ میں آیا از سر نو اکثر مکانات کو بنایا اور اونکے اخراج پر راجہ بلونت سنگہ نے اون مکانات کو توڑا اور لکڑی دہتیرا و ٹہاکر رام نگر لے گئے اور وہ مکانات ویران ہوگئے۔

تحفہ تازہ خیرالدین حسین۔

سامان باربرداری نتہا۔ لہذا رفیقان انگریزی نے اونہیں حریفوں سے کے بہکانے سے کارپردازان راجہ سے سامان باربرداری کا زیادہ بیان وشمار سے چاہا وہ لوگ بدحواس ہوکر مولوی خیرالدین صاحب کے پاس آئے اور اونہوں نے اوسیوقت جرنل صاحب کی خدمت میں جاکر حقیقت حال کی اطلاع دی۔ فرمایا تمام اسباب صاحبان انگریز کا کشتی پر جاوے گا۔ ہاں بقدر ضرورت جو اپنا اسباب خشکی سے لیجاوے۔ اوسکو باربرداری ضرور کارپردازان راجہ کو دینا چاہیئے۔ مگر اوسکی مزدوری اونکو سرکار انگریزی سے ملیگی لہذا وہ لوگ بیل لادنے والے برضامندی لیکر حاضر کریں یہ حال سنکر آتش فساد بجھ گئی اور کارپردازان راجہ نے بقدر ضرورت بیل وبیگار مزدوران فراہم کیا۔ اور جرنل تمامی رفیقوں کے ساتھ سیر کرتے شکار کھیلتے ہوئے بنارس پہونچے اور مقابل رام نگر درگاکنڈ میں دایرہ دولت اونکا برپا کیا گیا۔ راجہ جیت سنگہ نے بطرح پیشوائی کی اور فرودگاہ تک پہونچاکر رام نگر گئے اور انواع انواع کے تحفہ واقسام فواکہ بہیجا۔ دوسرے روز حاضر ہوکر تمنائے رونق افروزی جرنل بمقام رام نگر عرض کیا اور جرنل نے قبول کرکے وعدہ آنے کا کیا۔

اختلاف رائے صاحبان انگریز درباب آنے جرنل کے رام نگر میں وحالات متعلقہ

دوسرے روز جب کارپردازان راجہ حسب رسم جرنل کے لیجانے کو حاضر ہوئے توجن صاحبان انگریز کو جرنل کا جانا رام نگر میں پسندیدہ نہ تہا اونہوں نے لیڈی جرنل کے مزاج کو منحرف کیا تاکہ مزاج جرنل میں دخیل ہوکر روکیں۔

راجہ جیت سنگہ نے جب یہ خبر سنی تو متوحش ہوئے اور خیرالدین صاحب کے خیمہ میں آئے اور اونکو لیکر حضور مسٹر ولنترمش میں گئے اور اس خفت وخواری کی اطلاع دی۔ مسٹر مذکور

سنکر جرنل سے نہایت مکدر ہوئے اور سبب ناخوشی دریافت کیا۔ جرنل نے بخیال صاحب مذکور بہر قبول کیا۔ مسٹر ولنسرت نے خیرالدین صاحب سے کہا کہ تم جرنل صاحب کی طرف سے راجہ کو خوشخبری تشریف آوری دو اور کہدینا کہ جو مکان وسیع وکشادہ ہو اوس میں نشست کا سامان رکھیں اور ایسا بندوبست کریں کہ رفیقان راجہ اوس وقت انبوہ و ہجوم نہ کرنے پاویں۔ کل صبح کو جرنل صاحب مع لیڈی صاحبہ و سرداران انگریزی اونکے مکان پر آویں گے۔

پہر رات گئے خیرالدین صاحب قلعہ رام نگر میں پہونچے راجہ جیت سنگہ خبر سنکر استقبال کو دوڑے اور نہایت اعزاز سے لے گئے اور کسی طرح کی عجز والحاح و خاطرداری کو نہ چھوڑا اور غلام حسین خاں کو اُنکی ضیافت کیواسطے مقرر کیا۔ اور پندرہ ہزار روپیہ نقد اور دس کشتی پارچہ ہر قسم کے تواضع میں پیش کیا۔ خیرالدین صاحب نے کہا میں نے عہد کیا ہے کہ ایسے معاملات میں کسی سے کچھ نہ لوں جو کچھ کہ سرکار گورنر سے مجھے مقرر ہے اور جو کچھ مسٹر ولنسرت مجھے دیتے ہیں وہ کیا کم ہے کہ حق السعی دوسروں سے لوں۔ مولوی امیراللہ صاحب مولوی خیرالدین صاحب کے بھائی نے سمجھایا کہ یہ زمیندار و آشناء غرض ہیں جب تک غرض انکی آپ سے متعلق ہے یہ تمام خوشآمد بھی ہے و بعد رفع ضرورت یا کام دوسرے سے متعلق ہوجانے میں انکو پہچاننے میں تردد ہوگا۔ خیرالدین صاحب نے انکو جواب دیا یہ بات گو سچ ہے مگر میں اپنے مزاج کو طمع سے آلودہ کرنا نہیں چاہتا۔

خلاصہ اصرار و مبالغہ جب حد سے گذرا تو خیرالدین صاحب نے کہا کہ اگر خواہ مخواہ آپ احسان خدمت کا معاوضہ دینا ہی چاہتے ہیں تو دو بھائی میرے بیکار ہیں اُنکو آپ رفاقت میں رکھیں اور چند مواضع میرے آبائی مدد خرچ کے ہیں جو اب سرکار میں ہیں اور اونکی جمع آپکی سند سے خارج و مرفوع القلم ہے۔ پہلے وہ معافی تہی اور ہم لوگ اپنا انتظام

کرتے تھے مگر آپ کے والد نے اونکو اپنے انتظام میں لے لیا اور دو ہزار روپیہ نقد دیا کرتے اور آپ نے بھی ایک مدت تک طریقہ پدر خود بر عمل کرکے دو ہزار روپیہ دیا ہے۔ جب تک کہ تعلق سرکار وزیر الممالک سے رہا۔ اور جبکہ جہار سرکار داخل ممالک محروسہ انگریز بہادر ہوگئی آپ نے اوس روپیہ کے دینے سے بھی ہاتھ کھینچا حالانکہ حضور گورنر سے مجرائے تعہد خود میں وہ رقم لے لیتے ہیں لہذا وہ مواضع التمغائی میرے کہ آپکے تعہد سے باہر ہیں مجھے چھوڑ دئے جاویں۔

راجہ صاحب نے جواب دیا یہ کیا چیز ہے وہ بھی دیتا ہوں اور یہ بھی نذر پیش کرتا ہوں خیر الدین صاحب نے کہا وہی معاش میری مجھے کافی ہے۔ شب کو خیر الدین صاحب وہیں رہے۔

چونکہ اختلاف ہوچکا تھا لہذا مسٹر جان سین وطامس کرہام اس فکر میں تھے کہ جنرل صاحب رام نگر نہ جاویں۔ اور مسٹر ونسٹرٹ کو اصرار تھا اوسی شب کو مسٹر برلنگ و میجر ہک صاحب لکہنؤ سے بنارس میں آئے اور شریک مسٹر جانسین ہوئے بااین ہمہ جنرل کا آنا قرار پاگیا اور لیڈی جرنل نے عذر بیماری پیش کرکے انکار کیا۔

چونکہ حریفان راجہ نے جرنیل کو سمجھا دیا تھا کہ کشیدگی کی صورت میں راجہ سے امید وصولیابی زیادہ ہے اور یہ بات مسٹر ونسٹرٹ کو ناگوار تھی۔ تاہم اُنکے سمجھانے سے جرنیل نے یا از خود میجر منرو کے ایک لاکہ روپیہ کا تقاضا (جو وعدہ کہ بلونت سنگہ نے وقت تنگ گیری وزیر الممالک کے کیا تھا اور بوجہ جلد چلے جانے گورنر کے ولایت کو میجر منرو کے مندراج کو وہ روپیہ اون تک نہیں پہونچ سکا تھا) کیا اور بذریعہ مولوی علی الدین کہرے کہلا بھیجا کہ میجر منرو نے مندراج میں چلتے وقت وہ روپیہ مانگا ہے پہلے اس روپیہ کے ادا کرنے کا وعدہ کرلو تو جرنل صاحب تمہارے گہر میں آویں۔ خیر الدین صاحب کہتے ہیں میں رام نگر میں تھا اور سامان ضیافت صاحبان انگریز کر رہا تھا جبکہ مولوی مذکور نے یہ پیام کہا تو راجہ کو انتشار

ہوگیا اور کہا میرے باپ نے یا مختار سرکار نے کبھی اس بات کو نہیں کہا۔ اگر کوئی سند میرے باپ کی ہو تو دکھلائے یا کوئی خط میجر مذکور کا میرے نام ہو تو دکھلائے اور بغیر کسی دست آویز کے کیونکر میں قبول کروں۔

مولوی علی الدین اوس صحبت سے اوٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد جرنیل صاحب بہادر و مسٹر طامس کرہام ایک مور پنکھی پر اور مسٹر ونسترت مع دیگر صاحبان دوسرے مور پنکھی پر عبور دریا کر کے قلعہ رام نگر میں پہونچے۔ راجہ نے اون کا استقبال کیا۔ خیر الدین صاحب نے اس خواہش علی الدین کو مسٹر ونسترت سے کہا اونہوں نے جواب دیا کہ یہ تمہید صرف رنجش خاطر راجہ و اوسکے خذلان کے بنائی گئی ہے۔ ہرگز میجر منرو نے استدعا نہیں کیا ہوگا۔ راجہ ہرگز قبول نہ کرے حضور گورنر جنرل سے کوئی الزام اوسپر نہ ہوگا۔ اسی درمیان میں جرنیل و طامس کرہام و مسٹر ونسترت وغیرہ چند انگریز گنگا محل میں کہ عمدہ ترین مکان راجہ تہا تشریف لائے اور ناچ شروع ہوا۔ اوسی مجلس میں مولوی علی الدین کبرائے نے انکار راجہ کو مسٹر طامس کرہام سے کہا اور اونہوں نے انگریزی زبان میں جرنیل بہادر کو سمجھا دیا۔ جرنیل تہوڑی دیر بیٹھکر بیدماغ و آشفتہ خاطر اوٹھے۔

راجہ چیت سنگہ نے اکیس ۲۱ کشتیاں پارچہ کی اور ایک کشتی جواہرات کی اور دس گھوڑے اور ایک ہاتھی تواضع میں پیش کیا۔ کارپردازان جرنیل نے سب کو لیلیا اور چار چار کشتیاں پارچہ کی اور ہزار ہزار روپیہ تواضع دوسرے صاحبوں کا کہ دیا تہا ہر ایک کی فرودگاہ پر پہونچا دیا۔

مولوی علی الدین کبرائے و بابو دیا چند دیوان جرنیل و مرتضیٰ قلی خاں مختار مسٹر جانسین و منشی سکہ بت منشی مسٹر برلنگ نے اپنے مالکوں کی مرضی پاکر باخود باتفاق کیا اور ناخوش جانا جرنیل کا اوسکی مجلس سے باعث ادبار راجہ کہکر راجہ و ارکان راجہ کو قابو میں لائے۔ راجہ چیت سنگہ صاحب اوسوقت مغلوب و متوحش ہوکر عنایات مسٹر ونسترت

سے اغماض کرکے حریفوں کے قبضہ میں آگئے۔ اور اُن لوگوں نے اس وعدہ پر کہ جرنیل
سے خواستگاری لاکھ روپیہ مذکورہ نہ ہوگی۔ مبلغ نذرانہ اپنے آقاؤں کیواسطے قبول کرالیا
اور جس حیثیت سے ممکن ہوا نقدے لیا چنانچہ بابو دیا چند نے دس ہزار روپیہ نقد لیا
اور مرتضی قلی خاں نے پانچہزار روپیہ لیا اور پچیس ہزار روپیہ منشی سکھ بٹ نے نقد
لیا اور تیس ہزار روپیہ کی فرد بنام صاحب خود اس شرط پر لکھوائی کہ جرنیل درخواست
لاکھ روپیہ بابت میجر منرو سے دست برداری کرے اور لاکھ روپیہ خود لیویں
اور اس کوشش کی جلدوی میں (علاوہ فرد نوشتہ کے) تیس ہزار مسٹر برلنگ لیویں۔
راجہ اُن دغا بازان چرب زبان کو سچا سمجھکر فریفتہ ہو گئے۔ اور خیر الدین صاحب کیطرف
سے توجہ اوٹھالی۔ اور جس معافی دینے کا وعدہ تھا اوسکو بھی نہ دیا مولوی امیر اللہ
اونکے بھائی نے یہ حالات دیکھکر اپنے بھائی کی سرزنش کی اور کہا میں جو کچھ گمان بعد
دوروز کے کرتا تھا وہ آج ہی ہو گیا۔ خیر الدین صاحب کو بھی غصہ آگیا۔ اور راجہ صاحب
کے پاس کہ بالا خانہ پر تھے بلا اطلاع چلے گئے راجہ صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے
خیر الدین صاحب بیہوا نگراون کی پلنگ پر بیٹھ گئے۔ راجہ محجوب ہو کر اوٹھے اور شکایت مسٹر
ولنسترٹ بہادر کو پیش کیا۔ خیر الدین صاحب نے کہا صاحب بہادر نے کچھ تم سے نقد لیا یا
کوئی تحریر لکھوائی جواب دیا کہ اونہوں نے کوئی تواضع نہیں لیا خیر الدین صاحب نے کہا میں
آپکی دوستی میں بدنام و مجمع صاحبان انگریز میں انگشت نما ہوا اور کچھ سلوک آپنے کیا۔ جواب
دیا آپنے خود نہ لیا کاش آپ لیتے اور کام کرتے۔ اب تو کام دوسروں کے اختیار میں
ہو گیا اور آپ سے قطع تعلق ہو گیا۔ بخشی سدانند نے کہا جرنیل مسٹر ونسترٹ کو لڑکا سمجھکر
اُنکے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ خیر الدین صاحب نے جواب دیا وہ ایسے لڑکے ہیں کہ کہنہ سالان
اُنکے حضور میں کان پکڑتے ہیں اور کوئی کام بغیر وسیلہ اُنکے کونسل سے انجام نہیں پاتا
تمہاری حماقت و نادانی ہے کہ حریفوں کے کہنے سے یہ بات تمہارے دل میں سما گئی ہے۔

لہذا اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تمہاری کفالت سے دست بردار ہوتا ہوں دیکھا چاہئے کہ یہ جماعت آپ کے کام کو کیونکر درست کرتی ہے۔

اُن دغابازوں نے اپنے مالکوں کے ذریعہ سے جرنیل سے عرض کرایا کہ وہ خواہش ایک لاکھ روپیہ میجر منرو کی بابت سے باز آویں لیکن جرنیل تلون مزاج نہ تھے۔ لہذا اپنے ارادہ پر باقی رہے۔ اور دوسرے روز بنارس سے کوچ کر کے چنار گڈھ گئے۔

خیرالدین صاحب نے اپنا حال مسٹر ونسترت سے کہا وہ چشم پوشی راجہ سے برہم ہوئے اور کہا ممکن نہیں ہے کہ بغیر وسیلہ میرے کوئی کام راجہ کا نکلے۔ اب راجہ کا بھائی اگر حضور جرنیل میں آوے تو میں چشم نمائی کروں گا اور تا وقتیکہ تم کو راضی نہ کریگا اوسکو میرے سامنے آنے کا موقع نہ ہوگا۔

سجان سنگھ وبخشی سدانند کہ امید دلانے حریفان چرب زبان سے بامید واگذاشت از میجر منرو چنار گڈھ تک گئے تھے جواب صاف اُن لوگوں سے سنکر شرمندہ ہو کر پھر مسٹر ونسترت کے پاس آئے۔ صاحب بہادر نے اپنے یہاں نہ آنے دیا۔ اوسوقت بذریعہ بابو دیا چند حضور جرنیل میں جانا چاہا وہاں بھی حاضری کا موقع نہ پایا۔ راجہ چیت سنگھ براہ دریا چنار گڈھ پہونچے تھے یہ خبر سنکر بہت پیچ و تاب کھایا مگر کوئی تدبیر دوسری نہ دیکھی مجبور ہو کر ہوکر سجان سنگھ کو خیرالدین صاحب کے پاس بھیجا اور تنخواہ نقدی دو ہزار روپیہ بدستور سابق مرزا پور پر لکھکر دیدیا وہ کاغذ جب خیرالدین صاحب کے پاس آیا تو چونکہ وہ معافی مواضعات جاگیرات خود جو پہلے سے معاف تھی چاہتے تھے اور راجہ صاحب نے محض نقدی کی سند لکھی۔ لہذا غصہ میں اوسکو پھاڑ ڈالا اور کہا یہ میرے کام کا نہیں ہے اب تدبیر اصلاح اس کام کی مجھسے نہیں ہوسکتی۔

راجہ چیت سنگھ نے سوء مزاجی جرنیل کی پاکر ادا کرنے روپیہ میجر منرو پر راضی ہو کر روپیہ منگادیا اور جرنیل سے سند چاہی مگر سند بھی اونہوں نے ندیا۔

خلاصہ راجہ نے اپنی نادانی سے ایک لاکھ کے عوض میں دو لاکھ خرچ کیا اور جرنل سے
رسید بھی نہ پائی علاوہ اسکے کہ ناخوشی جرنل باقی رہ گئی۔
دوسرے روز چونکہ جرنل نے خبر ورود نواب وزیر آصف الدولہ الہ آباد میں سُنا
تو اوسی طرف کوچ کیا اور راجہ خود کردہ سے پشیمان ہو کر پھرے۔ مسٹر برلنگ نے راجہ
جیت سنگھ سے چلتے وقت کہا کہ اپنا وکیل ہمارے ساتھ کر دیجیے۔ ہم لکھنؤ پہونچکر رسید
روپیہ کی اور پروانہ خوشنودی ور اضی نامہ کا جرنل سے لیکر بھجدیں گے۔
راجہ جیت سنگھ نے شیخ ایزد بخش کو ہمراہی رفیقان بامید سعی مسٹر برلنگ لکھنؤ میں بھیجا۔
مسٹر برلنگ لکھنؤ پہونچکر امور مالی و ملکی اوس ضلع میں ایسے پھنسے کہ اونکو خیال ایفاء وعدہ
جیت سنگھ کا نہ رہا۔ چار پانچ مہینہ تک وکیلان راجہ جیت سنگھ بذریعہ منشی سکھ بت کے
اُنکے حضور میں آمد و رفت کرتے رہے اور اکثر حالات عرض کراتے رہے مگر صاحب موصوف
کو متوجہ نہ پایا۔ مجبور ہو کر پھر خیرالدین صاحب سے رجوع کیا اور نادانی و قباحت فہمی اپنے
موکل یعنی راجہ جیت سنگھ کے دفتر کے بیان کیا۔ اور ایک خط راجہ کی طرف سے میرے نام
اور ایک عرضی صاحب بہادر کے نام اس مضمون کی للائے کہ میں نے آپکی بات کے قدر کو اب
پہچانا اور ناحق میں نے روپیہ برباد کیا اور اپنی مدعا کو نہ پہونچا۔
خیرالدین صاحب نے اُسوقت زیادہ شرمسار کرنا بعید از مروت دیکھکر مسٹر ولنسرٹ صاحب بہادر
سے حقیقت حال کہا چونکہ صاحب موصوف دریائے فتوت و جوانمردی تھے۔ پچھلی بیوفائی
کا خیال نہ کرکے فرمایا راجہ نے اس قدر روپیہ فضول خرچ کیا اور جرنل کو بھی خوش نہ کرسکے
پھر جرنل صاحب کے حضور میں گئے اور جو عرضیاں راجہ کی کہ حضور جرنل میں پہونچ چکی تھیں
اور بغیر دیکھے ہوئے میز پر پڑی تھیں نکالا اور اونکے مضامین کو پورے طور سے ذہن نشین
کرایا۔ اور پروانہ جرنل بہادر سے بغرض تسلی اُنکے لکھوا کر حوالہ خیرالدین صاحب کے کیا۔
اور اونہوں نے شیخ ایزد بخش کو بلوا کر پروانہ جرنیل و خط صاحب بہادر کا دیکر کہا بہ مقتضائے

نجابت کے عوض بدسلوکی میں یہ سلوک کرتا ہوں اگر آپ سے سلوک دیکھتا تو اوسکی جلد وے میں کیا کچھ جانفشانی نہ کرتا

تبدیلی مسٹر گراہام و آنا مسٹر فرانسیس فوق کا بنارس میں

سنہ ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں درمیان مسٹر فرانسیس و گورنر ہسٹنگ کے ایک قسم کی صلح ہو گئی اور گورنر جنرل نے اون کی خاطر سے مسٹر طامس گراہام کو سزاولی بنارس سے موقوف کر کے اونکی جگہ پر مسٹر فرانسیس فوق کو مقرر کیا چونکہ اونسے اور راجہ سے راہ رسم سابق سے تھی لہذا اونکے پہونچنے پر بازار سیانی گری کی سرد ہو گئی اور مفتری لوگوں کو طرفین سے کوئی موقع نہ ملا۔ علی الدین کبرے ہمراہ مسٹر طامس گراہام کلکتہ چلے گئے۔ راجہ نے زمانہ موافق پاکر نخوت کی لینا شروع کیا۔ اور زین العابدین و دیگر متوسلان انگریز کو کہ اپنے مالکوں کی سفارش سے کچھ بطور تنخواہ پاتے تھے اور کسی کام پر مقرر تھے نظر سے گرادیا مولوی زین العابدین ان ذلتوں کو اگر ایک ہوتی تو ہزار کر کے مسٹر طامس گراہام کو لکھتے۔

بروایت غلام حسین خاں وجہ تبدیلی مسٹر گراہام و آنے مسٹر فوق کی بنارس میں بعہدہ رزیڈنٹی یہ ہوئی کہ منہاج معز وکیل راجہ نے خصوصیت مارول صاحب و فرانسیس صاحب صاحبان کونسل سے پیدا کر کے ہر دو صاحب کو آمادہ سرپرستی راجہ پر کر رکھا تھا اور چونکہ درمیان ہر دو مشارالیہ اور نواب گورنر بہادر انتہا کا اختلاف بہت دنوں سے چلا آتا تھا اور بحکم (عدو العدو صدیق) قاعدہ مقرر کہ دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہے راجہ کو وہ دونوں سردار اپنا دوست سمجھتے اور منہاج معز دفتر کے دفتر حالات زیادتی طامس گراہام صاحب حضور ہر دو صاحب مذکور میں عرض کرتے رہتے تاآنکہ ہر دو صاحب کو تبدیلی طامس گراہام پر آمادہ کیا اور دونوں حضرات نے دلیل قوی سے صاحب مذکور

کو حکومت بنارس سے معزول کر کے مسٹر جان فوق کو بھیجا جن کو راجہ ہزار جان سے چاہتے
اِن کے آنے سے راجہ کو اطمینان ہو گیا اور بازار میانجی گری و مفسدہ پردازی
فرو ہو گئی۔

مسٹر جان فوق صاحب نہایت نیک نہاد اور راجہ کے دوست تھے اونہوں نے
راجہ سے کہا کہ گورنر آپ سے مکدر ہے اور دلی غبار اون کا روز بروز بڑھتا جاتا ہے
میرے آنے سے مطمئن نہ ہونا چاہئے اور اپنی فکر میں رہنا چاہئے۔ خود کلکتہ جا کر اپنے
معاملہ کو کونسل میں دیکھ بے پردہ ہو کر گفتگو کرنا چاہئے کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا
اور عہد سرکار انگریزی سد سکندری سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ پھر یہ کاوش میری
ساتھ کیوں ہے اور اگر امنار دولت کو عہد شکنی ہی منظور رہو تو اوسوقت بھی مجھکو بجز در
دولت سرکار کے پناہ نہیں ہے ملک سرکار حاضر ہے جسکو چاہیں سپرد کریں۔ اور اگر
راجہ صاحب آپ خود تشریف نہ لیجا سکیں تو پھر ایسے شخص کو روانہ فرماویں جو قایم مقام
ذات آپ کے ہو اور اوسپر آپکو پورا بھروسہ ہو اختیار نیک و بد دیکر بھیجدیں صاحب
ممدوح کے اس بات پر پھر غلام حسین خاں ضبط نہ کر سکے اور راجہ سے عرض کیا کہ سو اجہ
مالکان حل و عقد سے منہ چھپانا کیوں ہے کیا خدا نخواستہ کوئی امر واقع ہوا ہے۔
جس میں خوف جان و حرمت ہے اور ہرگز دستور صاحبان عالیشان انگریز نہیں ہے کہ
بدون ثبوت جرم کے عنواں ملاقات میں تفرقہ کریں اور حرف معقول نہ سنیں لہذا بہتر یہی
ہے کہ خود حضور تشریف لیجاویں۔ جواب میں فرمایا میرا دل نہیں چاہتا تم خود جاؤ اور رکھنے
و چھوڑنے راج میں تم کو میں مختار کرتا ہوں اور اپنی مہر تمہارے حوالہ کرتا ہوں جو کچھ
بہ مقتضائے حال تمہارے نظر میں مناسب معلوم ہو لکھکر دیدینا غلام حسین خاں نے
جواب میں عرض کیا بسر و چشم کلکتہ بنارس سے مثل ایوان مکان و صحن مکان ہے اگر لندن
جانے کا حکم ہو تو جانے کو حاضر ہوں مگر مقصود درستی کار سرکار ہے وہ میرے جانے سے

ہوگا بلکہ خوف خرابی کا ہے ۔ طامس کرہام صاحب کلکتہ میں موجود ہیں ۔ مجھکو دیکھکر تمہیدین مختلف جاگزین خاطر مالکان کونسل وارباب حل وعقد کریں گے اور عقلمندوں نے کہا ہے کہ ایسے شخص کو سفارت میں بھیجنا چاہیے کہ دل مرسل الیہم (یعنی جسکے پاس بھیجا جاوے) کے قابو میں لاسکے اور جب قبل از گفتگو فرستادہ سے کراہت ہو جاوے تو اوسکی بات کیسی ہی معقول و درست ہو مگر سننے والوں کے دل میں اثر نہیں کرتی اور مجھ سے رنج ہے لہذا وہی بات کا خیال اُنکو ہوگا ۔

راجہ نے غلام حسین خاں کے کلام کی تصدیق کی اور کہا واقعی جسکی طرف سے رنج ہو کب اُس سے صحبت موافق ہوگی پھر فرمایا کہ بخشی سدانند کو جسکی نیک نہادی و نیک اندیشی میں تم کو اتفاق ہے بھیجتا ہوں غلام حسین خاں لکھتے ہیں کہ جیسا کہ راجہ اونکو خیال کرتے تھے اوس میں شک نہ تھا مگر حق یہ ہے کہ وہ اس خدمت کے قابل نہ تھے اونکا تجربہ امور ملکی و فوج میں مسلم تھا مگر بوجہ زیادہ موٹے ہونے کے نقل و حرکت کے زبان میں بھی ایک قسم کا جمود تھا یعنی جواب دیر میں دیتے اور سفارت میں ایسا شخص ہونا چاہیے کہ آتش زبان حاضر جواب ہو کہ فوراً کلام طرف ثانی کا سنکر جواب دنداں شکن اوسکے دل سے پیدا ہو اور جری و جسارت کنندہ بھی ہو ۔ مگر مصاحبوں میں کوئی دوسرا خیال میں نہ آیا لہذا خاموش ہو رہے ۔

الغرض بخشی بلوائے گئے اور حسب طور سے غلام حسین خاں سے دربارہ رکھنے راج وچھوڑ دینے کے اور مہر حوالہ کردینے کے کہا تھا اُن سے بھی اونھوں نے اوسی جگہ پر کہا کہ حتی الوسع کوشش قیام و نبار ریاست میں کرتا ہوں اور حرف استعفا کا کہ مقصود دشمن ہے میری زبان سے نہ نکلیگا ۔ خلاصہ جب کلکتہ پہونچے اور رنگ مزاج گورنر کا دیکھا ہاتھ پیر بھول گئے بہت کوشش کی کہ مزاج گورنر درست ہو مگر مطلب برآری نہ ہوئی ۔ آخر اجازت واپسی چاہی ۔ گورنر نے کلام پہلو دار سے کہ ظاہر میں تسلی اور باطن میں پیام تخریب تھا

گفتگو فرمائی۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میں عنقریب بنارس آتا ہوں جو کچھہ معاملہ راجہ میں منظور ہے کروں گا۔ خاطر جمع رکھیں اور تردد کو دخل نہ دیں اور شقہ بنام راجہ لکھکر دیا جسکا مضمون قریب ارشاد زبانی کے تہا کہ ابتدائے پیدائش سے خاصہ ہماری طبیعت کا ہے کہ جو کچھہ ذہن نشین ہو گیا متغیر نہیں ہوتا جو کچھہ متعلق اون اعتضاد دوستوں کے ہے وہ عمل میں آتا ہے اس میرے نوشتہ کو سند سمجھیں اور مجھکو اپنا متوجہ احوال جانیں۔ بخشی کو کہ وہاں سے نکلنا مشکل معلوم ہوتا تہا۔ رخصت واپسی کیا ملی گویا جان بخشی ملی۔ اوسی کلام پہلو دار کو لیکر تین لاکہ روپیہ آمد و رفت میں خرچ کر کے شقہ کو راجہ کو دیا اور زبانی پیام ادا کیا۔ راجہ کے ہوش جاتی رہے اور جانا کہ گورنر کا آنا استیصال بنیاد ریاست کے واسطے ہے مگر چونکہ کثیر المروت تہے لہذا بخشی سے کچھہ نہ کہا کہ تم نے کیا کیا اور کیا لے گئے اور کیا لے آئے۔ چند ماہ اسی غم و غصہ میں ختم ہوئے کہ داغ بالائے داغ یعنی خبر روانگی مارول صاحب ولایت کو ذریعہ منہاج مصر معلوم ہوئے اور گورنر نے جان فوق کو معزول کر کے سنہ ۱۱۹۳ھ مطابق سنہ ۱۷۸۰ء میں مسٹر مارکم صاحب کو مقرر کیا۔ یہ طامس کرہام سے سخت نکلے کیونکہ طامس کرہام تنگ گیری کرتے تہے مگر بعد نفع اوٹھانے کے دست بردار ہو جاتے اور یہ سریع الغضب و عدیم اللوث تہے اور اونکی نظر تخریب راجہ پر تہی۔ ارباب کونسل میں فقط فرانسیس صاحب باقی رہ گئے تہے۔ جنکا وجود و عدم گورنر کے نزدیک برابر تہا اسی وجہ سے اختلاف باخود ہا ترقی پر تہا۔ منجملہ دیگر وجوہ اختلاف معاملہ راجہ چیت سنگہ بہی تہا کہ مسٹر فرانسیس صاحب حفاظت و نگہداشت راجہ کے خواہاں تہے اور گورنر صاحب بالعکس۔ جیسا کہ بالتفصیل تذکرہ آرہا ہے۔

بالآخر بہت سی باتیں جمع ہو جانے پر ایک زمانہ میں نوبت نتیجہ بازی کی آگئی جیسا کہ قوم انگریزوں میں سے عجب طریقہ نادر ہے جو کمال جرأت پر دلیل ہے کہ جب دو شخصوں کے

درمیان مجادلہ کسی بات پر ہو جاوے یا کوئی کلمہ توہین کا دوسرے کے حق میں بکے اور ایک اُن دو شخصوں سے سوال جنگ کرے تو دوسرا انکار نہیں کرسکتا اور دل چرانے کی صورت میں نظر امثال واقران سے گر جاویگا۔

دستور ہے کہ بعد قبول کرنے جانبین کے ایک روز قرار دیکر مکان مقرر میں دونوں شخص جاتے ہیں اور فاصلہ تعداد قدم سے آپس میں مقرر کر کے ایک دوسرے کے جانب پشت کر کے تپنچہ چھوڑتے ہیں۔ اس قدر ذریعہ حفظ نفوس ہر دو جنگ کنندہ کا رہتا ہے کہ جنگ مقررہ میں ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے مقدار قدم مقررہ سے تپنچہ چھوڑتے ہیں کہ شاید سامنا ہونے سے کسی کا نشانہ خطا کرے اور دونوں خواہ ایک بچ جاویں اور دو شخص بزرگان قوم سے بطور گواہ دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی اُن میں سے قاعدہ مقررہ سے تجاوز نہ کرسکے۔ اسکو انگریزی میں ڈوئل کہتے ہیں۔ چنانچہ دونوں صاحبوں میں نوبت آئی اور گورنر بچ گئے۔

عرض راقم۔

چونکہ آیندہ ذکر واپسی جنرل سرایر کوٹ بوجہ شورش حیدر علی خاں و جمناجی مرہٹہ ہوگا۔ لہذا حالات اجمالی حیدر علی نایک و جنگ مرہٹہ و حال جمناجی مرہٹہ بنظر سلسلہ و ربط حالات مذکور ہونا ضروری سمجھ کر مختصر حالات مرقوم ہوتے ہیں پہلے حیدر علی نایک کا حال ازاں بعد جنگ قوم مرہٹہ و حال جمناجی کا مرقوم ہوگا۔

ابتدائی حالات حیدر علی نایک پھر اونکا ترقی کرنا اور انگریزوں سے جنگ کر کے شکست دینا اور انگریزوں کی مجبوری

بروایت آئینہ تاریخ نما حیدر علی حاکم میسور کے والد نواب سری کے ریاست میں رتبہ پیادگی سے منصب فوجداری پر پہونچ گئے تھے۔ اور خود حیدر علی اپنی شجاعت

و مردانگی ذاتی سے ریاست میسور میں دیوان ننجی راج کی فوج میں رہتے تھے تا اینکہ
ایسی ترقی کی کہ تمام ملک کے مالک بن گئے اور بدنوز میں دفینہ پاکر چاروں
طرف اپنی عملداری کو بڑھانے لگے ۔ و بروایت سیر المتاخرین حیدر علی نائک اول نیں
میں اوسنے جمعدار ملازم سرکار جماعت فرانسیسیہ دکھن تھے ۔ یعنی محض دس پندرہ
آدمی کے افسر تھے ۔ پھر بتدریج جماعدار و صوبہ دار و کمیدان ہوئے جو بڑے بڑے
عہدے ہیں مگر لقب نائکی کا اونکے نام کے ساتھ رہ گیا بعد اوسکے راجہائے دکھن کے
ملازم ہوکر اقتدار پیدا کیا اور آہستہ آہستہ بلند آوازہ ہوئے یہانتک کہ ملازم
راجہ ملیبار ہوئے تھوڑے دنوں کے بعد دیوان راجہ مذکور کو کہ موافق ضابطہ
اوس ملک کے مدار المہام و مختار آمدنی و اخراجات ہوتا ہے ایک روز علانیہ طور
سے مار ڈالا اور خود دیوان راجہ ہوکر انتظام مہمات ملیبار کرنے لگے اور راجہ کو
بدستور زندہ اور اونکی جگہہ پر چھوڑا اور بعض اوقات مثل تبرکات کے
نکالکر تعظیم و توقیر کرتے ۔

زمانہ تسلط حیدر علی نائک میں ملیبار پر ایک مرتبہ نظام علیخاں پسر آصف جاہ نظام الملک
حاکم دکھن سے اور انگریزوں و محمد علی خاں صوبہ دار ارکاٹ سے جنگ ہوئی حیدر
علی خاں نائک نظام علی خاں کی مدد کو آئے ۔ مگر اوس لڑائی میں انگریز غالب ہوئے
اور نظام علی خاں کو شکست دیا ۔ نظام علی خاں بہ مقتضائے جہالت خودکشی پر مستعد
ہوکر میدان جنگ سے پھرنا چاہتے تھے کہ حیدر علی خاں نائک دوڑ سے آئے
اور سختی سے ہاتھی سواری نظام علی خاں کو پھیرا اوسوقت نظام علی خاں نے وعدہ
لیا کہ میں اس شرط پر پھرتا ہوں کہ تم اس کا عوض لو حیدر علی خاں نائک
نے قبول کیا ۔

چند روز کے بعد حیدر علی خاں نائک نے انگریزوں کا مقابلہ کیا و عمدہ تر ضرورت وقت

باخطار حمت قسمت شکست کہاکر اپنے ملک کی طرف چلے گئے اور انگریز اونکے تعاقب میں جاکر اونکے ملک میں داخل ہوئے اور جہانتک پہونچتے گئے اونکے قلعہ لیتے گئے و تھانہ اپنے بٹھلانے گئے اِس وجہ سے راہ طے کرنے میں دیر ہوتی گئی۔

اور حیدر نایک نے جلد تر ایک قلعہ مضبوط میں پہونچکر اسباب زائد کو وہاں پر چھوڑکر اور چند روز کا زادراہ لیکر برسم یلغار لشکر انگریزی پر حالت بےخبری میں پہونچکر شکست عظیم دیا۔ جب انگریزوں نے اپنی جماعت کو یکجا کرکے پہر لڑنے کا قصد کیا تو حیدر نایک اونکی نگاہوں سے مفقود ہوکر یکبارگی اِس طور سے کہ احتمال بہی نہ ہوسکتا تہا قلعہ مندرج میں جا پہونچے۔ چونکہ وہاں پر فوج سے قلعہ خالی تہا اور لوگ وہاں کے بےخبر تہے لہذا پہونچتے ہی گہیر لیا۔ بڑے صاحب وہاں کے اور نیز ارباب حل و عقد نے دوستی کا برتاؤ برتا اور ملاقات کو آئے اور عہد و پیمان کرکے صلح کرلی بعد اوسکے حیدر نایک اپنے ملک کو واپس ہوکر اسباب ملک گیری و آراستگی فوج کی افزائش میں مشغول ہوئے۔ تہوڑے زمانہ کے بعد مرہٹہ سے جنگ کی اور اونسے شکست فاش کہاکر اپنے ملک کو واپس ہوئے اور پہر اپنے کو درست کیا۔ مرہٹہ اقتدار نایک سے خوف کہاکر نظام علی خاں سے ملے اور اونکی مدد سے حیدر نایک کا استیصال و ملک سے نکالدینے کی فکر کی۔ نظام علی خاں کے کئی ہزار سوار بسرداری کالے خاں وہونسا دیا وہ سب مع پچیس ہزار سوار مرہٹہ اِس کام پر مقرر ہوکر ملک حیدر نایک میں آئے۔ حیدر نایک نے اونسے لڑنا اپنی قوت سے زائد سمجہکر ایک سال تک فوج مرہٹہ و نظام علی خاں سے مقابلہ نہ کیا۔ کبہی چند میل کے فاصلہ سے راہ سے گذرتے اور جب لڑنا مقصود ہوتا تو اوسکو خوب مضبوط کرلیتے کیونکہ بیلدار اونکے پاس بہت زیادہ رہتے اور توپخانہ بہی زیادہ رہتا۔ لہذا مناسب جگہ میں مورچال و سنگر مضبوط کرکے اور توپخانہ گرد لگاکے رہتے کہ اوسکی وجہ سے مخالف کو حملہ کا موقع اوس حصار پر نہ ملتا۔ آخر کو صلاح اِسی امر میں دیکہا کہ بہت سا روپیہ

مرہٹہ و نظام علی خاں و کالے خاں رئیس لشکر کو دیکر اس بلا کو اپنے سر سے دور کیا۔

اور دس بارہ سال بہ امن و آرام رہکر اپنے ایلچی و سفیران واقف ہوشیار کو کریم خاں زند فرماں روائے ایران کے پاس مع تحفہ و ہدیہ بھیجکر اور بہت سا روپیہ دیکر سواران چالاک و چست مغلیہ کو مع سرداراں کے وہاں سے طلب کیا۔

اور جزیرہ موریشس کے فرانسیسوں سے کہ اُنکے ملک کے مقابل تہے اخلاص پیدا کرکے اُنکے ذریعہ سے بڑے بڑے لوگوں فرانسیسوں سے تحفہ جات و خطوط بھیجکر راہ و رسم پیدا کرلی۔ اور اپنے ملک میں یہ انتظام کیا کہ عمدہ گھوڑے خرید کرکے سواران بارگیر کو ملازم رکھا اور کئی ہزار سوار اس قسم کے تعلیم دئیے۔ کہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر صف آرا ہوکر ایک مرتبہ میں کئی ہزار بان چھوڑیں اور دوسرے سواران ولایتی و ہندی ملازم خود کو ہمیشہ پہر دن چڑھے تک مشق و عادت آداب فنون جنگ کی تعلیم کرتے رہتے یہانتک کہ وہ سب ماہر فنون جنگ ہوگئے۔ اور ساٹھ ستر ہزار بندوق چقماقی درست کرکے برق اندازان مودب آداب زنگ کئے اور سات سو ضرب توپ بطریقہ انگریزی و فرانسیسی درست کرکے اپنے ساتھ رکھا اور تین چار کرور کا ملک ملیبار و ممالک محروسہ سے مسخر کرکے اور فوج کو تمام مایحتاج سے فارغ البال رکھکے کمال انتظام میں بسر کرتے اور اپنے حکم کے نہایت مضبوط تہے چنانچہ اونکے بڑے بڑے جو سپہ سالار فوج تہے مجال نہ رکھتے تہے کہ سرمو اونکے حکم سے تجاوز کرسکیں تا بدیگراں چہ رسد۔ ایک روز فرمایا تہا کہ جب رات کو سات بجیں تو سوار ہوکر فلاں مقام پر جانا۔ اتفاق سے دیر ہوگئی اور اونکے صاحبزادے مذکور نو بجے سوار ہوئے اسوقت عین سواری سے کہینچکر بلاکر خوب کوڑے سے پٹوایا۔

سرداران مغلیہ تازہ وارد سے اول ہی نہایت مدارات سے کہا کہ تم لوگ مسافر ہو میں نے تم کو ایک کام کیواسطے بلایا ہے۔ لہذا آپس میں میل جول رکھو اور یہاں کے

آدمیوں کے ساتھ برتاو دوستی کا رکھو۔ اُن لوگوں نے اپنی جماعت پر مغرور ہوکر ہندیوں کو ذہن میں نہ لاکر کبھی باہم اور کبھی دوسروں کے ساتھ خانہ جنگیاں کرنا شروع کیا جیسا کہ اون کی عادت قدیمہ تھی۔

راقم کہتا ہے اِس بُری عادت کی وجہ سے سرداران دسواران مغلیہ صفدر جنگ و شجاع الدولہ کے ساتھ بڑی خرابی کا سبب ہوئے جو تاریخ اودہ کے دیکھنے والے پر آشکارا ہے تا اینکہ شجاع الدولہ نے اونکو نکال دیا اور مرزا نجف خاں کے پاس چلے گئے اور وہاں بھی خانہ جنگی کرتے کرتے ختم ہو گئے۔

بہرطور حیدر علی خاں نایک نے دو تین مرتبہ اونکو نرمی و مہربانی سے نصیحت کی جب نہ مانا تو تصور کرنیوالوں کو بلوا کر اور دو تین سرداروں کو جو شریک تھے ہاتھی کے پیر سے کچلوا دیا اوسکے بعد وہ سب کے سب راہ پر آ گئے اور پھر ایسے مستعد رہے کہ ذرا بھی حکم کے خلاف نہ کرتے۔ حیدر علی خاں کو کئی خزانہ پرانے راجاؤں کے مل گئے تھے اوسکے ذریعہ سے اِس قدر شوکت و فوج کی کثرت و بطش و سطوت اونکی ہو گئی کہ کسی مقتدر کو سرداران ہندوستان سے اوس زمانہ ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں میسر نہ تھی۔

خلاصہ چونکہ حیدر علی خاں نایک کو مرہٹہ کی طرف سے کہ بعض ممالک کو اونکے مسخر مسخر کر لیا تھا اطمینان نہ تھا اوسوقت کہ مرہٹہ اور انگریزوں سے جنگ ہو رہی تھی راہ صلح پا کر بپیام دیا کہ اگر ہمارے ساتھ صلح رکھیں اور تعرض ممالک مسخرہ نہ فرماویں تو ہم بھی مدد کو حاضر ہیں مرہٹہ کو ایسے وقت میں ایسے رفیق کا ملنا غنیمت معلوم ہوا مصالحہ دائمی دو شرطوں میں سے ایک شرط کے قبول کرنے میں کی۔ اول یہ کہ ہمارے پاس آنکر شریک جنگ ہوں دوم یہ کہ اگر صورت اول ناممکن ہو تو ارکاٹ کو جا کر مسخر کریں۔ اور استیصال جماعت انگریزی کریں۔ حیدر نایک نے ہمراہی مرہٹہ کو مشکل دیکھکر دوسری صورت کو اختیار کیا۔

لشکر کشی حیدر علی خاں نایک صوبہ ارکاٹ پر و مقابلہ انگریزی فوج کا

حیدر علی خاں نایک نے وسط سال ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں مرہٹہ سے دوستی کر کے سامان بے پایاں و افواج بحر مواج سے قصد صوبہ آرکاٹ کا کیا جب آبادی مندراج سے چالیس پچاس کوس رہ گئی تو ایک مرتبہ اپنی فوج کو بہ سپہ سالاری پسر خود برسم یلغار بھیجکر آبادی مندراج و مکانات محمد علیخاں صوبہ دار پر جو سامان کے جسقدر پایا قبضہ کر لیا اور رعایاء شہر و بیرونجات سے کچھ تعرض و ظلم نہ کیا ہاں جو لوگ کہ اعانت انگریزی میں تھے اونکو صرف قید کر لیا اور عمارات انگریزی کو خوب مسمار کر دیا۔

جرنل منرو جو جنگ بکسر مقابلہ شجاع الدولہ میں میجر تھے اور اب جرنل ہو گئے اور کوٹھی مندراج میں متعین تھے قلعہ سے سولہ ضرب توپ مع ساز و سامان گولہ و باروت کے اور دس پلٹن تلنگہ کی لیکر بارادہ جنگ نکلے۔ حیدر نایک نے اپنی بیٹے کو لکھا کہ آبادی سے اوٹھکر میدان میں آجاویں اور اپنے کو انگریزی لشکر سے قریب کر دیں۔ انکے لڑکے نے حسب حکم اُنکے تعمیل کی۔

جرنل منرو نے فوج کو آراستہ کر کے ایک پلٹن کو مع کپتان و چند لفٹنٹ علاوہ سارجن و دو ضرب توپ مع سامان کے بھیجا کہ حسب ضابطہ خود دو تین کوس آگے چلا کریں اور خود مع کل فوج کے پیچھے پیچھے جاتے۔

جب دس بارہ کوس قلعہ سے دور نکل گئے تو حیدر نایک نے اپنے لڑکے کو لکھا کہ فوج لائق سے برسم منقلا اول پلٹن پر جو آگے جا رہی ہے حملہ کرے اور بعد اوسکے منتظر حکم رہکر متواتر عرض احوال کرتا رہے۔ لڑکے نے حسب حکم پلٹن سے جنگ کی۔

کپتان پلٹن نے فوج غنیم بہت دیکھکر اگرچہ جنگ توپ کو شروع کر دیا مگر جنرل منرو کو اطلاع

دی کہ جنگ شروع ہوگئی اور ہماری جمعیت بہت کم اور فوج دشمن زیادہ ہے لہذا
ہماری مدد کیجئے۔ چونکہ پہر دن چڑھنے پر جنگ شروع ہوئی تھی اور سوار عجز کے جاتے
جاتے دوپہر ہوگئی اور رائے قرار پانے میں بھی کچھ دیر ہوئی یہانتک کہ تیسرے
پہر کے بعد جرنل نے چار پلٹن کو مدد میں بھیجا منجملہ اُنکے دو پلٹن سواران سفید ولایتی تازہ
وارد کی تھی اور دو پلٹن تلنگہ ہندی تھے ان پلٹنوں کے پہونچتے پہونچتے شام ہوگئی
اور پانچو پلٹنوں نے یکجا جمع ہوکر رات بسر کی۔

حیدر نایک نے اطلاع پہونچنے مدد کی پاکر اپنے داماد کو مع فوج بھیجا اول صبح سے
لڑائی شروع ہوگئی۔ انگریزی فوج نے غلبہ دشمن کا اور تغافل جرنیل کا کہ تمام فوج سے
مدد نہ کی دیکھکر اپنا واپس جانا اور جرنل سے ملجانا صلاح سمجھا۔ اسی خیال سے لڑتے ہوئے
اور پیچھے ہٹتے ہوئے چلے۔ حیدر نایک کی فوج جس طرف سے قابو پاتے حملہ کرتے جاتے
اور بان وقنبارہ وگولہ توپ سے انگریزوں کے جان کے لالے ڈال رکھے تھے ناگہاں
حیدر نایک کے فوج والے گولہ وبان وقنبارہ کی آگ صندوق ہائے باروت انگریزی
میں پڑ گئی اور ایک مرتبہ سب میں آگ لگ گئی اور تمام باروت خانہ جلکر خلق کثیر کو جو آس
پاس تھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اب تو فوج انگریزی میں سامان بالکل نہ رہگیا۔ اور
فوج حیدر نایک نے اونکو گھیر لیا اور امان دینے کو کہا مگر انگریزوں نے کہ کمال دلاوری
وغیرت وصلابت قلبی رکھتے ہیں قبول نہ کیا اوسوقت حکم قتل ہوا سب کے سب مارے
گئے بعض تین چار آدمی بھاگ کر جرنیل کے پاس گئے اور خبر جرنل منرو کو دیا۔ اگرچہ بہادری
جنرل منرو بہت زبان زد تھی مگر کمال خوف سے وہ رات جنگل میں بسر کی۔ اول صبح تیز
گھوڑے پر سوار ہوکر داخل ہوئے قلعہ مندراج تک کسی جا آرام نہ کیا۔ فوج بھاگی
ہوئی اُنکے پیچھے پیچھے کمال پریشانی وخلاکت سے داخل قلعہ ہوئے۔ افواج قاہرہ
حیدر نایک نے بھاگنے والوں کے پیچھے سرعت سے آتی ہوئی شہر کو اپنے اختیار میں

ے لیا محض قلعہ مندراج کا انگریزوں کے قبضہ میں رہ گیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد قلعہ محمد علی خاں صوبہ دار آرکاٹ کا اور قلعہ بیلچہری کا جسکو انگریزوں نے فرانسیسیوں سے تازہ تازہ لیا تھا مفتوح و مسخر فوج حیدر نایک ہوگیا۔

اسحاق پٹن میں کہ مسکن انگریزوں کا تھا وہاں کے انگریزوں و تلنگوں میں کہ ملازم انگریزی تھے مخالفت و جنگ ہوگئی چونکہ انگریز بہت کم تھے لہذا بعضے قتل و بعض مقید اپنے ملازموں کے ہوگئے اور وہ سب حیدر نایک کے ہاتھ میں آگئے اور وہ جگہ مفت میں مسخر و مفتوح ہوئی۔ سیر المتاخرین

جنگ جنرل منرو دوسرے و تیسرے و شکست کھانا

جنرل منرو جب اس طور سے جیسا کہ مذکور ہوا میدان سے پھرے تو نہایت شرمساری او شائی اور دوست و دشمن کے مطعون ہوئے اور یہ خبر جب تک کلکتہ تک نہ پہونچے تھے نفاق باخودہا در میان گورنر جنرل بہادر وارن ہسٹنگ صاحب و مسٹر فرانسیس بڑھا ہوا تھا بلکہ تپنچہ چلانے کی باری اپنے ضابطہ سے آخر رجب یا شروع شعبان میں تنہا ہوکر ایک باغ میں آچکی تھی اور گورنر جنرل یاوری بخت سے محفوظ رہے تھے اور مسٹر فرانسیس زخمی ہوئے مگر چونکہ زندگی باقی تھی لہذا گولی تپنچہ کے پہلو پر اس طور سے لگی کہ محض جلد کو چھیلتی ہوئی نکل گئی اور تھوڑے دنوں میں اچھے ہوگئے اور جنرل برابر کوٹ رئیس کل فوج طرف لکھنوے اور مسٹر ڈوکریل جانب بردوان سے پھر آئے اور واسطہ اصلاح ہوگئی اور کونسل خانہ میں دونوں کو لائے اور خبر شکست فوج انگریزی و غلبہ حیدر نایک و گریز جنرل منرو۔ و صلح جنرل کرنک بعد شکست عظیم از مرہٹہ وعہد وپیمان یکبال دہن کرتا اور پھر خبر برآمدگی جرنیل گوڈارڈ واوسکا بہت سے مرہٹہ کے قلعہ کا محاصرہ کرنا کلکتہ میں پہونچے اور تمام انگریزوں میں عجب تشویش پیدا ہوگئی۔ گورنر

صاحب نے جمع کرنے روپیہ اور فوج کے درستگی کی فکر شروع کر دے اور جرنل کوٹ کو مندراج بھیجا اور بنگالیان مالدار سے قریب ایک کرور کے سودی قرض لیا۔

بہر طور جرنل کوٹ سردار کل افواج ملازم کمپنی موجودہ ہندوستان جن کی ذمہ داری پر تمامی جنگ کے امور تھے۔ تین چار پلٹن کہ اطراف سے جمع ہو گئی تھیں لیکر وسط ماہ مبارک رمضان ۱۱۹۴ھ مطابق اکتوبر ۱۷۸۰ء بسواری جہاز مندراج کو چلے کیونکہ اونکی امید میں چھہ سات پلٹن قلعہ مندراج والے ملکر مجموعی دس بارہ پلٹن ہوکر حیدر نایک کی جنگ کیواسطے کافی تھیں۔

بہر طور جرنل منرو غریق بحر ندامت و مطعون دوست دوشمن ہو رہے تھے اور فوج حیدر نایک نزدیک قلعہ اوتری ہوئی آبادی خارج قلعہ کو اپنے قابو میں کئے ہوئے تھی میجر منرو نے یہ مناسب سمجھا کہ بے خبری کی حالت میں فوج متصل قلعہ پر ٹوٹ پڑیں شاید کوئی کام نکل جاوے۔ چند سرداروں کو دو پلٹن گرانڈیل جنکو چیدہ چیدہ جوان کہتے ہیں دیکر اول صبح بلکہ آخر شب کو باہر بھیجدیا۔

چونکہ حیدر نایک اس فرقہ کے جنگ سے آگاہ اور خود بھی جفاکش ہوشیار اور اپنی فوج کی حالت سے بھی خبردار تھے۔ اپنے ملازموں کو بھی بیکار و غافل نہ رہنے دیتے لہذا اونکی بھی فوج تیار تھی۔ لڑائی شروع ہوئی اور طرفین سے مدد پہونچتی رہتی تا اینکہ ہر دو پلٹن گھر گئی اور باہر نہ جاسکی اور پاس مردی و مردانگی سے میدان میں کٹ مرے اور فوج حیدر نایک کو فتح نصیب ہوئی۔

جب جرنل منرو نے خبر متعین ہونے جرنل کوٹ کی مدد مندراج پر سنی تو اپنی جان و آبرو کے خوف سے کہ مبادا جرنل کوٹ مندراج میں پہونچکر اونکے ساتھ کیا سلوک کریں اپنی فوج کو جو کچھ وہاں ہی جمع کیا اور تھوڑی سی فوج حفاظت دروازہ قلعہ و خزانہ جات و ذخایر کمپنی پر چھوڑکر باقی کو ہمراہ لیکر توپ و قنبارہ وغیرہ جو کچھ کہ حرب عظیمہ کیواسطے

شایاں ہو لیکر جنگ کے واسطے نکلے۔ اوس طرف سے بہر حیدر نایک نے بھی فوج شائستہ واسباب لائق سے مقابلہ کیا۔ اور جنگ عظیم ہوئی بہر بحکم قضا و قدر بہر حیدر نایک مظفر و منصور ہوئے اور جرنل منرو شکست کہا کر داخل قلعہ ہوئے۔

حیدر نایک قلعہ پر کبھی حملہ کرنا مناسب نہ سمجھتے اور کہتے کہ فوج کو تین چار ہزار گز زمین کے واسطے ضایع و برباد کرنا میرے نزدیک مناسب نہیں ہے اگر خدا نے مجھے ملک بخشا اور انگریز مغلوب ہوئے تو کتنے قلعہ بنا ویں گے۔

قلعہ والوں کو کہ حصار شہر تہا اور بہت سے تاجر و خلق بے شمار اوس میں رہتی تہی میٹھا پانی مشکل سے ملتا کیونکہ وہ شہر سمندر کے کنارے جو کہ شور پانی ہے واقع ہے اور میٹھا پانی جسکا انتظام انگریزوں نے باہر شہر سے کیا تہا وہ دشمن کے قابو میں تہا۔ سیر المتاخرین

آنا جرنل کوٹ کا مندراج میں وبعد جنگ مثل منرو کے شکست کھانا وروانگی مسٹر فرانسیس جانب ولایت کو عین زمانہ جنگ میں

۵ ذی الحجہ ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۷۸۰ء کو جرنل کوٹ فوج ہمراہی کے ساتھ مندراج میں پہونچے اور بہت سامان جو اپنے ساتھ لے گئے تھے لیکر قلعہ مندراج سے بقصد جنگ نکلے اور فوج حیدر نایک سے مقابلہ کیا مگر جیسا کہ منرو نے شکست کہائی تہی ویسا ہی جرنل کوٹ بہی شکست کہا کر کمال ندامت سے اندر قلعہ کے واپس ہوئے اور فوج حیدر نایک نے تمام صوبہ ارکاٹ پر قبضہ کر لیا۔

اسی جنگ کے زمانہ میں مسٹر فرانسیس ولایت کو آخر ذیقعدہ ۱۱۹۴ھ میں واپس لندن ہوئے تفصیل

اوسکی یہ ہے کہ ابتدار ورود جنرل کلاورن و کرنل منس و مسٹر فرانسیس میں گورنر کو تینوں صاحبوں سے صحبت ناچاق ہوئی اگرچہ طرفین سے بذریعہ مصلحان کبھی اتفاق کی صورت نمایاں ہوئی - مگر مخالفت مزاج و تخالف آرا و حب جاہ و لذت حکومت سے اتفاق کلی نہ ہوتا - اس زمانہ جنگ میں بھی بعد خانہ جنگی کے کوشش جرنل کوٹ و مسٹر ڈوکریل سے صورت صلح گورنر جنرل و مسٹر فرانسیس سے ہوگئی - جب جرنل کوٹ مدراج چلے گئے تو گورنر نے خواہشات مسٹر فرانسیس کو جن کو وہ مدت سے خواہاں تھے ایک کو بھی قبول نہ کیا - منجملہ اوسکے مسٹر برسٹو کیواسطے حکومت لکھنؤ بانفرادہ چاہتے تھے اور جیساکہ اختیار سابق میں تھا اوسکو خواہاں تھے اور اس معاملہ میں حکم ولایت سے بھی آگیا تھا اور رام چندر رائے کیواسطے دیوانی ضلع کلکتہ کی چاہتے جو بنام گنگا گوبند مقرر تھے ایسا ہی نند کمار کے لڑکے کو دیوانی خالصہ چاہتے - مگر گورنر نے قبول نہ کیا کیونکہ پہلے سے بھی کدورتیں تھیں اور مخالفت مرہٹہ کو منع بھی کرتے تھے جب یہ فسادات دکھن وارکاٹ میں ظاہر ہوئے اور نہایت نقصان انگریزی فوج کو پہونچا اور دو تین فوج معتمد مع سرداران نامور تلف ہوئے اور خزانہ کمپنی کا خرچ ہوکر نوبت قرض لینے کی بنگالیوں سے پہونچی اور دوسری ولایت کے لینے کو ولایت سے ممنوع ہوے - تو مسٹر فرانسیس نے اپنی گمان سے تصورات گورنر کو بطور دفتر یادداشت بناکر ہمراہ اکثر اصحاب کہ گورنر سے کشیدہ خاطر تھے آخر ذیقعدہ ۱۱۹۴ھ مطابق نومبر ۱۷۸۰ء میں روانہ لندن ہوے -

گورنر بہادر اول ہی سے باعتبار عقل و اقتدار اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اب صاحبان کمیٹی میں بجز مسٹر ہویلر کے کوئی شریک ملکداری نہ تھا لہذا صاحب اختیار حل و عقد و عزل و نصب تمام امور میں عماد الدولہ جلادت جنگ گورنر ہیسٹنگ بہادر رہے -

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین - ذکر مجملی از احوال حیدر نایک - ذکر لشکرکشیدن حیدر نایک

ذکر ورود جرنل کوٹ برصوبہ ارکاٹ - ذکر جنگ میجر منزو با فوج حیدر نایک بمسند راج -

حیدر علی نے اُسّی برس کی عمر میں جب ماہ دسمبر کو انتقال کیا تو اونکے فرزند ٹیپو بجای اونکے مسند نشین ہوئے - اونکے زمانہ میں بھی اگرچہ بازار قتال کچھہ روز گرم رہا مگر اخیر ۱۷۸۴ء کو صلح ہو گئی اور جس نے جو کچھ لیا تہا واپس کر دیا اور آیندہ کے واسطے عہدنامہ تحریر ہو گیا -

ملاحظہ ہو آئینۂ تاریخ نما جلد دوم

جنگ انگریزان با مرہٹہ و شکست کھانا پھر گائکوار کو ملاکر گجرات فتح کرنا اور اونکو دیدینا حال مسخر ہونے رانا رگوہد قریب گوالیار کا پھر اتفاق مرہٹہ با خود ہا گائکوار کا باوجود گجرات مل جانے کے انگریزوں سے انحراف کرنا جمنا جی کا اپنی فوج سے مستعد ہونا

اگرچہ درمیان مرہٹہ و انگریزان بہت سی جنگ ہوئیں اور ہر ایک نے اپنی قوت بازو کو آزمایا - مگر اندکے از بسیارے مختصراً بغرض ربط اس مقام کے تحریر ہوتا ہے -

کرنل گوڈارڈ جبکہ الہ آباد پہونچے تو کرنل نسلی اسکے قبل کالپی کی طرف روانہ ہو گئے تھے اونکے ملجانے کو کرنل گوڈارڈ کہ ماتحت کرنل نسلی مگر اونسے منزجر تھے روانہ ہوئے راہ میں کرنل نسلی بوجہ راہ بھول جانے کے کہ عین گرمی کا زمانہ تہا بلکہ جیٹھ و اساڑہ کا مہینہ تہا جس میں ہند میں آخر کی گرمی اور شروع بارش کا زمانہ ہے اور ہوائے گرم جسکو لو

کہتے ہیں چلتی ہے اور راہ کے چلنے والے جو بلا پناہ مکان کے ہوتے ہیں اوس شدت میں اکثر ہلاک ہوتے ہیں۔ ایسے جنگل میں پہونچے کہ چند فرسخ چاروں طرف پانی تہا و آبادی بہی نہ تہی پیاس کی تکلیف سے تین چار سردار انگریزی اور ایک سو کئی نفر تلنگہ اور دس بارہ سولڈر انگریزی ولایتی ہلاک ہوئے۔ لوگوں نے اس غفلت کرنل لسلی کی شکایت صاحبان کمیٹی کلکتہ کو لکہا اور کرنل گوڈارڈ نے کہا یا تو مجہکو اس سفر سے معاف رکہیں یا اوسکی جگہہ پر دوسرے کو مقرر کریں اور اکثر لوگوں نے باتفاق لکہا کہ اگر فتح دشمن پر منظور ہے تو کرنل گوڈارڈ کو سردار لشکر کریں تا اینکہ کلکتہ سے معزولی کرنل لسلی و مقرری کرنل گوڈارڈ ہوئی مگر حسن اتفاق سے قبل ورود تحریر مذکورہ از کلکتہ کرنل لسلی نے انتقال کیا اور کرنل گوڈارڈ مسلم سردار ہوئے کہ حسن خلق وجود و کرم و سلیقہ سپہداری و لشکر کشی میں نظیر نہ رکہتے تہے اونہوں نے افواج بندیل کہنڈ کو جو دوبارہ مخالفت کو پیش آئی انہیں شکست فاش دوبار دیا اور بیگانہ ملک میں باوجود راہ نادیدہ و ہجوم اعدا محض پانچ چہہ ہزار برق انداز اور آٹھ دس توپ مع سامان ضرب پکمال مردی و استقلال دو تین ماہ کی راہ قطع کر کے مقام موعودہ پر پہونچے۔ مگر جرنل کرنک نے جو وہاں پر پہلے سے متعین تہے بغرور سرداری و نام آوری ہمراہ تابعین خود کہ تعداد میں جمعیت کرنل گوڈارڈ سے زیادہ تہے جنگ مرہٹہ میں سبقت کر کے تمام فوج کو مغلوب بلکہ مفقود کر دیا تہا اور شکست عظیم فوج انگریزی پر پڑ چکی تہی اور باقی ماندگان لشکر نے مثل جرنل کرنک وغیرہ کے عہد و صلح کمال وہن و ذلت سے لکہکر اپنے قلعہ و مساکن کو پہر گئے تہے۔

جرنل گوڈارڈ نے جب یہ حال سنا تو چونکہ راہ دور دراز سے آنے میں تعب اوٹہایا تہا اور مرہٹہ بہت تہے لہذا اوسوقت لڑنا مناسب نہ سمجہکر راہ حزم و ہوشیاری سے بندر سورت کے قلعہ میں کہ باختیار انگریزی تہا تہوڑا سا آرام کیا اور حال صلح کرنل کرنک

کا صاحبان کمیٹی کلکتہ کو لکھہ بھیجا - گورنر جنرل ہسٹنگ بہادر و اصحاب کونسل نے انکار صلح کرنیکے کرنل گوڈارڈ کو جنگ مرہٹہ پر مقرر کیا -

جب کرنل گوڈارڈ بندر سورت میں تہے تو عماد الملک فتنہ پرداز جس نے سلطنت ہندوستان کو برباد کیا - اوس زمانہ میں بہ قصد خرابی خاندان اپنے دادا نظام الملک و استیصال بقیہ اولاد کے کہ دکہن میں تہے اوس طرف گیا تہا مگر وہاں کے زمینداراں کہ پاس ایران و سپاہگری رکہتے تہے اوسکی طرف متوجہ نہ ہوئے آخر جب کہیں ہندوستان میں جگہ نہ پائی تو مکہ معظمہ جانے کے قصد میں تہا اور بعض جواہرات کو فروخت کے لئے نکالا تہا کرنل گوڈارڈ نے گورنر سے اوسکے ملنے کے بارہ میں پوچہا اول تو حکم منع رفاقت بہیجا بعد کو باعتبار فتنہ پردازی و تعارف بہ سرداران دکہن و تعارف نسب بخاندان نظام الملک ساتہہ رہنے کی اجازت دی کہ شاید کوئی کام نکل آوے کرنل نے اوسکی تنخواہ مقرر کردی -

رگہناتہ راؤ فتح گاؤ کوار کو کہ سرداران عمدہ مرہٹہ سے تہے فوج انگریزی نے دعوت دی جب وہ آئے تو گجرات دینے کا وعدہ اونسے کیا اور اعانت کے طالب ہوئے اونہوں نے قبول کیا اور ہمراہی میں امیر الدولہ کرنل گوڈارڈ بہادر فتح جنگ کے ہوکر تسخیر احمد آباد گجرات کیواسطے آخر ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں بندر سورت سے نکلکر گجرات آئے اور تہوڑے جنگ کے بعد گجرات فتح ہوگیا اور کرنل گوڈارڈ نے حسب وعدہ گجرات کو فتح گاؤکوار کو دیدیا اور اُس میں تہانہ بٹہاکر جنگ دوسرے مرہٹہ کو جو کہ مدد نگہبانان گجرات کو آئے تہے روانہ ہوئے

اسی درمیان میں راناہ گوہد جو کہ گوالیار سے تیرہ کوس کے فاصلہ پر تہے اور سابق زمانہ میں قلعہ گوالیار انکا تہا اور پہر شاہی قبضہ میں بوجہ قدرت و سطوت اُنکے آگیا آخر ضعف سلطنت میں آجانے سے زمانہ احمد شاہ پسر محمد شاہ بابری میں جب خانہ جنگی

قلعہ نے بنا بر بیخبری امرا و ارکان سلطنت تنخواہ نہ پائے اور مرہٹہ نے اونکو زر کثیر کی طمع دی
تو وہ قلعہ مرہٹہ کے قبضہ میں آگیا تھا۔
اس قلعہ کے لینے و دیگر قریب قریب کے ملک کے واپسی کی تمنا رانائے گوہد کو تھی
اور چونکہ اون سے و مرہٹہ سے جنگ چلی آتی تھی اب انگریزوں کو اونکے مقابلہ
میں جاتے ہوئے دیکھکر بذریعہ وکلاء گورنر ہسٹنگ سے چاہا کہ بمدد انکے بعض قلعہ
و ملک اپنا مرہٹہ سے لیں اور اپنی خدمت انگریزوں پر ثابت کرائیں۔
گورنر نے ایسے راجہ عمدہ کی رفاقت کہ صاحب زر و ملک تھا ایسے وقت میں گویا کہ
مفت میں وہ ملک مسخر ہوجائے گا لطائف غیبی سے سمجھکر کپتان پوفم کو تین پلٹن
فوج سے اور تفضل حسین خاں اتالیق مرزا سعادت علیخاں پسر شجاع الدولہ کی سفارت
میں رانائے گوہد کے پاس بھیجا اور اُن لوگوں نے اپنے اطمینان کے واسطے
قلعہ گوہد کو کہ مکان رانا صاحب تھا۔ اپنے قابو میں کرکے دوستی کی صورت میں
مسخر کرلیا۔
اوسی زمانہ میں سرداران مرہٹہ پونا و ستارہ نے کہ راجہ ساہو رام تھے خیالات
انگریزی اپنے استیصال میں دیکھکر باہم اتفاق کرلیا اور فتح گاؤکوار کو کہ رفیق کرنل گوڈارڈ
ہوگیا تھا۔ اور اولا رگھوجی بہوسلہ کو کہ زمانہ ہیاہت جنگ سے صلح حکام بنگالہ سے
رکھتے تھے اور اس وقت بذریعہ تازہ سفارت مسٹر الیٹ و برادر مسٹر اندرسن کے
گورنر سے عہد دوبارہ مصالحہ کرلیا تھا مورد ملامت کرکے اپنی رفاقت میں بلایا اور
نفاق کی خرابیاں خوب سمجھا کر اپنا رفیق کیا۔
کرنل گوڈارڈ نے ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں فتح گاؤکوار کو موافق نہ دیکھا۔ یعنے
بوئے نفاق پائی اور زمانہ برسات کا بھی آگیا تھا اور جنگ مرہٹہ کی وجہ سے کہ اتبک
فیصلہ نہ ہوا تھا محتاج لشکر و چارہ کم ہوگیا تھا۔ لہذا بندر سورت کو جو چندروز کی راہ تھی

بینتالیس روز میں رہتے ہوئے بصعوبت تمام طے کی اور یہاں پہونچکر آرام کیا اور فتح گاؤگوار کو مفت میں گجرات مل گیا اور حریف و بدخواہ کرنل گوڈارڈ ہوگیا اور اپنی فوج کے ساتھ مناسب مقام پر قیام کیا اور جمناجی بسر مودہوجی و پونا رگھو بھوسلہ نے تہدید و ترغیب سرداران پونا سے اپنے دارالملک ناگپور سے فوج لائق کے ساتھ جگرناتھ و کٹک میں پہونچکر برسات میں چھاؤنی اپنی بنائی۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ذکر محاربات انگلشیہ با مرہٹہ۔ ذکر درخواست راناگوہد اعانت انگلستان۔ ذکر آمدن فقیر بہ کلکتہ و بنگالہ دآگاہی یافتن بر بعضے اخبار دکن۔

واپس ہونا سرایرکوٹ کا خبر یورش حیدر علی نایک وجمناجی مرہٹہ پاکر براہ گومتی وحالات راجہ چیت سنگھ

جرنل سرایرکوٹ نے تحریرات کلکتہ سے اطلاع پائی کہ حیدر علی خاں نایک نے باغوائے جنبو بیان اپنے ممالک سے نکلکر مندراج پر حملہ کیا ہے اور کرنل منرو متعین فوج ماموره مندراج نے اُنکے مقابلہ میں دو تین مرتبہ شکست کھائی اور نہایت ذلت سے بھاگ بھاگ کر قلعہ میں جا چھپے اور دو تین سرداران نامی و دو فوجیں معتمد ایک روز میں تلف ہو گئیں۔

حیدر علی نایک کے علاوہ جمناجی بسر راگھوجی والی ناگ پور بہت سی فوج لیکر کنار دریائے کٹک کے اپنی سرحد ملک پر پہونچکر باستصواب سرداران پونا خیال فاسد سر میں رکھتا ہے کیونکہ اوسکو اوسکے بھائیوں نے جو سرداران مرہٹہ پونا وغیرہ کے ہیں بہکا دیا ہے کہ انگریز استیصال مرہٹہ کی فکر میں ہیں لہذا اتفاق باخود ہا درمیان مرہٹہ و حاکمان و والیان اطراف و جوانب ضروری ہے ورنہ نفاق باخود ہا سے سلطنت قومی زائل ہو جاوے گی

اسیوجہ سے باوجود زمانہ بارش ہونے کے اوس نے کنار دریاے کٹک وجگر ناتھ میں اپنی چہاونی بنائی ہے۔

جرنل موصوف چونکہ کل فوج کے افسر تھے اور یہ فرض منصبی اونکا تھا کہ انتظام فوج وسامان جنگ کریں لہذا اس خبر کو سنکر از حد مشوش ہوئے اور دوسرے صاحبوں کی اتفاق راے سے عین موسم بارش میں بسواری پینس[1] وبجرہ وغیرہ براہ دریاے گومتی عازم کلکتہ ہوئے۔

خیرالدین صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلطانپور کے مقام میں مسٹر ونسترت نے فرمایا کہ اگر تم کو منظور ہو کہ جرنل راجہ سے خوشنود ہوجاوے تو اوسیوقت میری مور پنکھی پر سوار ہوکر نہایت جلد جہاں پر راجہ ہو جاؤ اور اوس سے کہ آمد مسٹر فوق پر نازاں ہے لہو کہ کلکتہ میں پھر درمیان مسٹر فرانسیس وگورنر جنرل سو رفراجی ہو گئی اور بجاے مسٹر فوق کے سزاولی بنارس پر مسٹر مارکم تجویز ہو چکے۔ یقین ہے کہ وہ راجہ سے مسٹر طامس کہ بام سے زیادہ سخت گیری کریں۔ چونکہ ہزاروں آدمیوں کی پرورش اوسکی وجہ سے ہوتی ہے لہذا مجھکو اوسکے حال پر رحم آتا ہے۔ ممکن ہے کہ کونسل کلکتہ میں اوسکی کفالت کروں اور کسی تدبیر سے راجہ کو ضغطہ سزاول سے نجات دلواؤں خیرالدین صاحب نے سنکر صاحب بہادر کی جوانمردی سے جو کہ واقعی بیان اوصاف تہا تعریف کی اور کہا یہ تو ارشاد ہو کہ کیا تدبیر راجہ کریں جو اسکے ضغطہ سے بچ سکیں فرمایا سزاول مواخذہ چند چیزوں سے اسکتا ہے اول تو یہ ہے کہ قسط دیر میں پہونچے اور اوس سے سزاول تنگ گیری کرے

---

[1] پینس انگریزی الفاظ میں اس معنی میں مستعمل ہے کہ جو کشتی جہاز سے چھوٹی اور معمولی بجرہ سے بڑی ہو یہ پینس اسوقت تک جہازوں کے غرق ہوجانے پر مثل لیس بھوٹ وغیرہ کے جاندار ومال کے بچانے کیواسطے کام میں لائی جاتی ہیں - ۱۲

اسکی صورت یہ ہے کہ کلکتہ میں میعاد مقررہ پر اپنے خزانہ سے پہونچا نا رہوں مگر بشرطیکہ مجھے اطمینان
ہو جاوے کہ روپیہ مذکورہ دس بیس روز کے بعد مجھے ملجاویگا۔
دوسرے یہہ کہ پانچ لاکہ روپیہ بابت تنخواہ دو پلٹن کے راجہ کے ذمہ ہو گیا ہے۔ اور
راجا اوسکے ادا کرنے میں غفلت و سستی کرتے ہیں اور اس سے گورنر جنرل کو رنج ہوتا
ہے لہذا راجہ کو چاہئے کہ تا انفصال معاملہ دکہن یہ روپیہ پہونچاتے رہیں اور عمال
پرگنات پر اس روپیہ کو بڑھا دیں اس میں کسی کو عذر کا موقع نہ ہوگا۔ میرا ذمہ ہے کہ جب
رفع مناقشہ دکہنیوں سے ہو جاوے گا تو کونسل سے زر مذکور معاف کرا دونگا۔
تیسرے یہ کہ راجہ بہت سا روپیہ تعمیر مکانات و عیش و نشاط میں فضول خرچ کرتے ہیں اور
اکثر صاحبان انگریز کہ ولایت سے بتلاش روپیہ آتے ہیں دیکھکر رشک کرتے ہیں اور حسد کی
راہ سے ایک کو ہزار کرکے حضور گورنر میں کہتے ہیں اس خرچ کو راجہ تہوڑے دنوں کیواسطے
کم کر دیں۔
چوتہے یہہ کہ کوئی وکیل اونکی طرف سے صاحب شخصیت حضور گورنر جنرل میں بغرض سوال
و جواب رہاکرے تاکہ گورنر کو کہ صاحب مروت ہے پاسداری اوسکی ملحوظ رہے اور اس کام
کے واسطے سجان سنگہ سے بہتر دوسرا نہیں ہے راجہ کو چاہئے کہ چند شخص معتمد و فہمیدہ کے
ساتھ مقرر کرے تاکہ میں اوسکو حضور گورنر میں لیجا کر سعی مطالب کردیا کروں۔ اور یہ سب
تمہاری خوشنودی کے خیال سے ہے تاکہ جب راجہ اپنی حاجت براری تمہارے ذریعہ
سے سمجھیگا تو تمہارا احسان مانیگا اور تمہارے وقعت اپنی ہم چشموں میں ہوگی۔
خلاصہ خیرالدین صاحب سور بنگلی پر سوار ہوکر شبانہ روز قطع مسافت کرکے جونپور پہونچے
جب راجہ جیت سنگہ کو خبر ورود مولوی خیرالدین معلوم ہوئی تو راجہ بجھراج[1] کو انکی

[1] راجہ بجھراج ایک مہاجن بنارس کے تہے گو اول میں بچشموں میں ایسے معزز نہ تہے مگر راجہ جیت سنگہ کے دربار کی آمد و رفت میں معزز ہوئے
اور بعد اخراج راجہ جیت سنگہ یہ نواب وزیر کے یہاں لکہنؤ گئے اور وہاں انکا تقرب بڑہا اور ارکین دولت ہوئے اور راجہ کا خطاب
وہاں سے پایا۔

استقبال کو بھیجا اور وہ مع تین سو روپیہ نقد و دیگر لوازم ضیافت کے سوا و جو بنور میں ملے اور سرانجام ضیافت کو پیش کیا۔

خیرالدین صاحب اونکے ساتھ شام کے وقت راجہ صاحب کے پاس گئے اور کلکتہ کی خبر اونسے کہا سنکر کنسپ گئے اور مشکور احسانات صاحب بہادر ہوئے۔ پھر اوسیوقت راجہ بچھراج کو مولوی خیرالدین کے ساتھ کیا تاکہ حضور صاحب بہادر میں جاکر اول اداے شکر نعمت کریں اور پھر تمام ارشادات کے قبول کرنے کو آگاہ کریں۔

راجہ بچھراج و مولوی خیرالدین پھر موربنکھی پر سوار ہوکر چلے اور سات کوس مسافت طے کی تھی کہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی خیرالدین صاحب نے راجہ بچھراج کی ملاقات صاحب بہادر سے کرائی اونھوں نے بہت کچھ شکریہ صاحب بہادر کا از طرف راجہ صاحب ادا کیا۔

جب جنرل جو بنور میں پہونچے تو اوسی شب کو مسٹر ونسٹرت جنرل صاحب کو فرودگاہ راجہ صاحب پر لائے اور جنرل بہ لحاظ خوشی صاحب بہادر راجہ سے خوش ہوئے اور رسید لاکھ روپیہ کی بابت میجر منرو کے دستخط کرکے دیدی۔ دوسرے دن خیرالدین صاحب نے مسٹر ونسٹرت صاحب بہادر کو فرودگاہ راجہ پر لاکر بالمشافہ اُنکے مطالب کو بیان کردیا۔ چلتے وقت راجہ نے سات کشتی پارچہ و پندرہ ہزار روپیہ نقد و ایک گھوڑا ولایتی پیشکش کیا۔ اور فرد ڈھائی لاکھ روپیہ سال کی بشرط پورا ہونے مطالب کے لکھکر پیش کی صاحب بہادر نے کچھ نہ لیا اور فرمایا میرے باپ نے بہت سا روپیہ میرے واسطے چھوڑا ہے مجھے کسی سے روپیہ کی طمع نہیں۔ مگر یہ سب جو کرتا ہوں مولوی صاحب کی خوشی سے کرتا ہوں کیونکہ اُنکے قبایل و خاندان تمہارے قلمرو میں ہیں جسقدر اُنکی پاسداری تم کروگے میری خوشی کا موجب ہوگا اور تمہارے مطلب نکلتے رہیں گے یہ فرمایا اور اوٹھ کھڑے ہوئے۔

مولوی خیرالدین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ باوجود ان سب مدارج کے حوصلہ وہمت راجہ کو دیکھنا چاہیے کہ باوجود اس قدر حقوق خدمت کے پھر بھی جب تذکرہ واگذاشت مواضعات کا آتا تو جواب دیتے کہ تینتیس ہزار روپیہ نقد دیسکتا ہوں مگر تیس روپیہ کی زمین دینا مشکل ہے۔

خلاصہ دوسرے روز جونپور سے کوچ ہوا اور راجہ حوالی سید پور تک پہونچانے کو آئے اور بوجہ خوش جاے جرنیل کے خوشنود واپس گئے اور خیرالدین صاحب ہمراہ صاحب بہادر کلکتہ کو روانہ ہوئے۔ مرشدآباد پہونچتے پہونچتے معلوم ہوا کہ گورنر اور مسٹر فرانسیس میں بوجہ ناچاقی ونااتفاقی کے حسب قاعدہ قوم کے تپنچہ چلا۔ تپنچہ فرانسیس سے گورنر بچ گئے اور مسٹر فرانسیس تپنچہ گورنر سے زخمی ہوئے۔

جرنل یہ خبر سنکر نہایت اضطراب میں ڈاک پر روانہ کلکتہ ہوئے اور پھر بذریعہ اصلاح جرنل صاحب و میجر ڈوکریل صفائی ہوکر مسٹر فرانسیس کو کونسل میں لائے امور معاملات جنگ حیدر علی خاں میں باخود ہا مشورہ ہوا۔ سب کی رائی قرار پائی کہ جرنل کوٹ مع فوج حاضر براہ جہاز روانہ مندراج ہوں اور جس طور سے اونکی رای ہو اوس جنگ کو انجام دیں اور اسباب حرب جسقدر چاہیں لیجادیں تا اینکہ شروع ماہ رمضان ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں براہ جہاز روانہ مندراج ہوئے۔ اور دینی لیڈی کو کرہٹی باغ میں چھوڑ گئے۔ گورنر جرنل بہادر نے مسٹر ولنسرت کو ہمراہی جرنیل میں نہ بھیجا بلکہ کام ترجمہ وزبان دانی کا متعلق مسٹر طامس کرہام کیا اور اونکے ساتھ منشی اطہر علی خاں گئے مسٹر ولنسرت کو خدمت نمک محال کی ملی اور اونہوں نے خیرالدین صاحب کو داروغہ اوس محال کا تجویز کیا مگر بسبب نہ موافق ہونے ہوائے کلکتہ کے خیرالدین صاحب نے انکار کیا مسٹر موصوف نے جب خیرالدین صاحب کے بنیت جانب دیار مغرب پائے تو احکام گونسل بغرض واگذاشت کرنے علاقہ خیرالدین صاحب کے بنام راجہ چیت سنگھ لکھاکر بھیجدیا مگر اوسی زمانہ میں

روانگی مسٹر مٹلین بہ تغیری مسٹر برلنگ بعہدہ رزیڈنسی جانب لکھنؤ ہوئے۔ مسٹر ونسترت نے بغیر درخواست خیرالدین صاحب کے مسٹر مٹلین سے تعرب صاحب ممدوح کیا اور اونکو لیجا کر سپرد کر دیا۔ اور درباره عزت واحترام بحضور ارکان دولت وزیر الممالک بہت کوشش کی خیرالدین صاحب ماه ذالحجہ ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں کلکتہ سے بنارس آئے چونکہ راجہ چیت سنگہ کو شفقت گورنر جنرل کی کیفیت خیرالدین صاحب کے نسبت بذریعہ وکیل خود معلوم ہو چکے تہے اور احکامات کونسل درباره واگذاشت علاقہ پہونچ گئے تہے لہذا بہت شرمسار تہے۔

جب خیرالدین صاحب کا آنا ہمراه مسٹر مٹلین معلوم ہوا تو کمال مدارا سے پیش آئے۔ اور اونسے اُنکے بہائی مولوی امیر الله کی خواہش اپنے رفاقت کے واسطے کی تاکہ ہمراه بابو سجان سنگہ کلکتہ بہیجیں اور علاقہ جات خیرالدین صاحب کے جو اونکی والده کے جاگیر میں تہے کمال منت سے مانگ کر حوالہ ملازمان صاحب مذکور کیا۔ اونہوں نے اپنے بہائی مولوی امیر الله کو راجہ چیت سنگہ کے پاس چہوڑا اور خود ہمراه مسٹر مٹلین روانہ لکھنؤ ہوئے اور حسب حکم اُنکے دفترخانہ میں نشست کرکے کاغذات دفتر دیکہنے لگے۔ یعنی خدمت مختار سرکار دی۔ چونکہ اس مرتبہ مسٹر جان سین ہمراه مسٹر مٹلین کلکتہ سے لکھنؤ آئے تہے اور کمال دانشمندی سے انتظام کرتے تہے۔ بوجہ ترک کرنے رفاقت سابقہ کے جو ہمراه جنرل کوٹ بوجہ ہمراہی مسٹر ونسترت ہوئی تھی۔ خیرالدین صاحب سے مسٹر جانسین کشیده خاطر تہے معلوم نہیں کس طور سے مسٹر مٹلین کو سمجہایا کہ ایک روز اونہوں نے خلوت میں لیجاکر خیرالدین صاحب کو سمجہایا کہ یہاں کا رسم ہے کہ مختار سرکار حضور میں کہڑا رہتا ہے لہذا تم کو بہی چاہیئے کہ جب کسی معاملہ کیواسطے حضور میں آؤ تو کہڑے ہوکر عرض کیا کرو خیرالدین صاحب نے جواب دیا قدر کام کی انسان سے ہے نہ کہ قدر انسان کی کام سے ہو۔ میں اگرچہ فقیر زاده ہوں لیکن بادشاه و وزیر میرے جد و پدر کے مکان پر آئے ہیں اور اُنکی بجدے

توقیر کی ہے اور میں بھی عالم ہوں میری تعظیم سب پر فرض ہے معہذا جب سے کہ رفاقت صاحبان عالیشان بمجھے سپرد ہوئی کسی سردار انگریزی سے نے میری ذلت نہیں چاہی۔ خود آنج سلوک گورنر ملاحظہ فرمایا ہے۔ سالگذشتہ اسی شہر لکھنؤ میں انہیں سرداروں کے حضور میں بہمراہی جرنل سر ایر کوٹ بہ کمال عزت ہم نشین رہا اور خدمت نواب وزیر الممالک میں آمد و شد میری تہی حالانکہ کسی ملازم نواب یا ملازمان انگریزی کو اجازت نشست نہ تہی مگر میں اُنکے ہمزانو بیٹھتا رہا۔ اب اوسی لکھنؤ میں اونہیں سردارو کے سامنے کیونکر یہہ ذلت گوارا کروں گا۔ بہر طور خیر الدین صاحب نے سمجھ لیا کہ میرا رہنا بوجہ ناموافقت مزاج مسٹر جان سین ناممکن ہے۔ لہذا خود ہی رخصت لے لی۔ اوسی زمانہ میں مسٹر جان برسٹو ولایت سے بہ کار سفارت حضور نواب وزیر میں بدستور قدیم مقرر ہو کر کلکتہ سے آئے اور وہاں سے خلاف مرضی گورنر وارد لکھنؤ ہوئے۔ اور خیر الدین صاحب کا حال سنکر اپنے پاس بلوا کر مورد عنایات کیا۔

اوسی زمانہ میں اکثر خطوط مسٹر ونسترٹ کے بنام خیر الدین صاحب آئے کہ راجہ چیت سنگھ نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے بہائی کو کلکتہ میں نہ بہیجا اور ہر روز حالات سرکشی و دشمنی راجہ کی تحریرات بنارس سے حضور گورنر جنرل میں پہونچتے رہتے ہیں۔ اب کام راجہ کا تدبیر سے گذر گیا اون کو آپ اطلاع دیدیں گے۔ خیر الدین صاحب نے وہ خطوط راجہ کے پاس بہیجدئے۔

چونکہ راجہ اپنے بہائی بابو سجان سنگھ سے اطمینان نہ رکہتے تہے لہذا اول غلام حسین خاں کو بہیجنا چاہا اور اُنکے عذر واقعی سے سدانند بخشی کو بہیجا اور اونہوں نے بجائے درستگی کام کے اوسکو اور خراب کیا جیساکہ مذکور ہوا۔

غلام حسین خاں

خیر الدین صاحب دو ماہ تک لکھنؤ میں مقیم رہے چونکہ اوسوقت تک مسٹر جان برسٹو سے

کام میں ترقی ایسی نہ ہوئی تھی جو خیر الدین صاحب کو موقع دخل ہوتا۔ لہذا بہ قصد کلکتہ رخصت ہوئے۔

بلونت نامہ خیر الدین حسین و غلام حسین خاں

عرض راقم

چونکہ مطالبہ خرچہ جنگ بہ اعانت راجہ جیت سنگھ سے ذکر آیندہ میں ہوگا اور وہی بناء خرابی مع بعض اسباب دیگر ہے لہذا حالت جنگ مجملاً جو انگریزوں کو اوسوقت درپیش تھیں مذکور ہو رہی ہے۔

انگریزوں کا مدد رانا رگوہد میں مہاجی سیندہیہ سے جنگ کرنا پھر اُس سے بوجہ نفاق پانے پروست بردار ہونا مہاجی کا رانا کو تنگ کرنا مندرج میں براہ خشکی فوج بھیجنے کیواسطے جمناجی اور اُنکے باپ سے راہ گذر چاہنا پہلے اونکا انکار پھر منظور کر لینا

اوس زمانہ میں انگریزی فوج کئی طرف لڑ رہی تھی ایک فوج بہ سرداری کپتان پاپر صاحب بہ اعانت رانا رگوہد کو جو قریب گوالیار تہا گئی تہی اور بعد آرام چند روزہ قلعہ گوالیار کو جو اوسوقت بہ قبضہ مرہٹہ تہا لے لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا اسکی خبر جب کلکتہ میں پہونچی تو توپیں سلامی کی چھوٹیں اوس وقت مہاجی سیندہیہ جو بالاجی پیشوا کی طرف سے سپہ سالار تہے فوراً گوالیار میں لڑ رہے تھے بند و صورت

میں جاکر برسات ختم کرنا چاہتے تہے کیونکہ بہا پر انگریزی فوج کو گرانی غلہ سے تکلیف تہی اِس لئے کہ تاراجی وا فواج کثی مرہٹہ سے قحط وگرانی غلہ ہو رہی تہی اور دستورات مرہٹہ سے تہا کہ اپنا ملک ہو یا غیر کا تاراج کردیتے اور انبار غلہ کو جلا دیتے تاکہ مخالف کو بامحتاج نہ مل سکے۔ انگریزوں نے رانائے گوہد سے بہی بُرے نفاق پایا اور اون کی اعانت سے دست بردار ہوکر قلعہ گوہد وگوالیار کو اونہیں کے قبضہ میں چھوڑ کر مرہٹہ سے صلح کی بنیاد ڈالی اور سرداران انگریزی نے پیر کا پنوڑ وکوڑہ میں سرحد صوبہ الہ آباد پر چہاؤنی ڈالی۔ اور بنا برامید صلح طرفین سے جنگ موقوف رہی ہاں مہاجی سندھیہ نے رانائے گوہد کو البتہ تنگ کر رکہا تہا۔ (یہ مہاجی سیندھیہ وہی ہیں جن کی پناہ میں راجہ چیت سنگھ جاکر رہے جسکا بیان آرہا ہے) مہاجی سیندھیہ نے وابسی انگریزوں کو اور مدد سے روگردانی کو لطیفہ غیبی سمجہا اور بہر عین برسات میں سنہ ۱۱۹۴ھ میں اپنے ملک میں واپس ہوکر رانائے مذکور کو تنگ کرنا شروع کیا اور اوسکے ممالک مسخرہ کے لینے میں سرگرم تہے اور تمام قلعہ ہائے معتمدہ کو رانا سے لے لیا صرف قلعہ گوہد وگوالیار رانا کے قبضہ میں رہ گیا تہا اوسکو محاصرہ کئے ہوئے تہے۔

اب صوبہ بہار کے مرہٹہ کا حال سنئے کہ حسب دستور خود اپنی سرحد پر جو سرحد عظیم آباد واڑیسہ وبہار سے ملحق تہی چہاؤنی ڈالے ہوئے تہے اور اونکے وکلاء حاضر حضور گورنر رہتے تہے جس سے اعتماد گورنر کو اونکی صلح پر تہا بلکہ عہد نامہ تازہ بہی اونسے بذریعہ سفارت تازہ ہوگیا تہا۔

جب جنرل سرایر کوٹ براہ جہاز بہ قصد جنگ حیدر نائک چار پلٹن لیکر مع اسباب از جنگ جارہے تہے تو گورنر سے یہ معاہدہ تہا کہ دوسری فوج سنگین طرف کٹک وجگرناتہ دگنجام وسیکاکول سے بہ سرداری کرنل پارس کہ سردار عمدہ وافاضل مہندسین وقلعہ دار

کلکتہ سے بنا بر رفاقت و اعانت جرنل مذکورہ براہ خشکی جاوینگے کیونکہ بذریعہ عہد و پیمان
تازہ وحاضر رہنے وکلاء مرہٹہ متعینہ کٹک کے اطمینان گورنر کو تھا کہ فوج انگریزی کے
اونکے ملک سے گذر جانے میں مزاحمت نہ ہوگی۔ تا اینکہ جب برسات گذر گئی اور
فوج وسرداران انگریزی کو گورنر نے ہر طرف سے بلاکر ارادہ روانگی فوج مضبوط کرلیا
تو ایک سردار انگریز کو تیس لاکھ روپیہ کا تحفہ و نقد و بعض زیور و جواہر و پارچہ فاخرہ دیکر
بہمراہی اونکے وکیل کے جمناجی کے پاس کہ وہ پوتے رگھوجی بھوسلہ کے اور سردار لشکر وارد کٹک
تھے مع دستاویز عہدنامجات کے بھیجا تاکہ اجازت یا امتناع لشکر
میں امتزاج جمناجی لیں۔ جب یہ سفیران انگریزی جمناجی کے پاس پہونچے تو ظاہر میں
مہربانی کرکے تحفجات تو لے لیا مگر گفتگو اور جواب کو اپنے باپ مودہوجی پر کہ بڑے
ناگپور اپنے دار الملک میں تھے منحصر رکھا۔ وکیل ناگپور میں گئے۔ اور اپنے مطالب کو عرض
کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ قول وقرار اس جماعت کا بوجہ اون سلوکات کے جو حکام
بنگالہ و اولاد شجاع الدولہ سے کیا ہے اور نہایت مشہور ہے۔ قابل اعتماد نہیں ہے
اور قطع نظر اسکے ہم لوگ تابع مرضی سرداران دکھن ہیں خصوص صلح و جنگ میں جیسا کہ
اونکی رائے ہوگی ہم قبول کریں گے اور دربارہ راہ دینے فوج کے کہ ہمارے
حدود ملک سے گذریں اوس میں ہم کو اختیار نہیں ہے ہم لوگ تو تابع سرداران دکھن
ہیں اور حسب حکم اونکے راہ کے بند رکھنے پر مامور ہیں بلکہ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ آگ
جنگ وقتل کو قلمرو بنگالہ وعظیم آباد میں روشن کریں مگر اگلے عہدنامجات سے ہمنے
سکوت وعفو کیا ہے۔ یعنی خاموش بیٹھے ہیں اسیقدر بہت ہے کہ ہمنے ابتدا
جنگ کی نہیں کی

سید غلام حسین خاں مصنف سیر المتاخرین شنیدہ روایت لکھتے ہیں کہ گورنر نے یہ خبر سنکر پیغام
بھیجا کہ آپ تو ہم سے پہلے سے صلح رکھتے ہیں تو اب ہمارے رفاقت کرنے میں

کیا امر مانع ہے تین لاکہ روپیہ مدد خرچ ماہ بماہ علاوہ چوتہیہ کے کہ پہلے سے مقرر ہے لیکر ہماری فوج کے ساتہہ رہیئے جو دکہن کو جارہی ہے۔ جمناجی داونکے باپ مودہوجی نے قبول کر کے جواب دیدیا کہ کیا مضائقہ ہے بشرطیکہ قریب ساٹہہ لاکہ روپیہ کے کہ تمہر حساب سے باقی ہے اور لازم الادا ہے ہم کو دو اور آیندہ کے واسطے کسی مہاجن کو ضامن کرو تاکہ ماہ بماہ اوس سے لیکر تمہاری رفاقت میں رہیں۔ گورنر جنرل نے اس استدعا کو بقدر برداشت خود نہ دیکہکر بوے نفاق سمجہکر قبول نہ کیا اور کرنل پیارس کا جانا ملتوی ہوگیا اور فوج انگریزی جیسا کہ سابق سے اپنے حدود پر بغرض رخنہ بندی و ممانعت چلے آنے فوج مرہٹہ کے قلمرو صوبہ بنگالہ و عظیم آباد میں تہی رہ گئی اور فوج جمناجی اپنے ملک کی سرحد کٹک پر رہی اور طرفین سے کمین میں رہے اور منتظر فرصت رہے بعد تہوڑے دنوں کے گورنر نے کل روپیہ بقایائے چوتہیہ مع دیگر تحفہ جات کے دیا اور اونکے وکیلوں کو بہی جاگیریں دیں چونکہ عداوت دیرینہ سابقہ خاندان جمناجی و سرداران دکہن سے پہلے سے تہیں اوکو مرہٹہ ناگپورکلاں نے اس حیلہ سے اپنے مطالب نکال لئے لہذا جمناجی اپنے باپ کے پاس چلے گئے اور کرنل پیارس فوج شائستہ کے ساتہہ گنجام و سیکاکول کی راہ سے جانب مندراج گئے اور قلعہ مندراج میں پہونچکر باتفاق جرنل کوٹ مکرر لڑائیاں حیدر نائک سے کیا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا اور بجز نگہبانی قلعہ کے اور کچہ واپس نہ لاسکے۔ اور برابر تسلط حیدر نائک عملہ مرکاٹ پر رہا۔

ایک بار کرنل پیارس براہ جہاز ڈاک کلکتہ آئے اور روپیہ جو کہ گورنر جنرل نے رؤسا قوم سے بطور جرمانہ لیا تہا لیکر واپس گئے۔ کیونکہ قلعہ مذکور میں گرانی غلہ و تمام ضروری چیزوں کی بحدے تہی مگر حضرات انگریزی اپنے حسن سلیقہ و تدابیر اور وفورسانی گورنر جنرل سے تین سال تک دیئے سال ختم تحریر سیر المتاخرین) برابر پامرداری کئے ہوئے تہے

اور جنرل کوٹ بیمار ہوکر واپس کلکتہ ہوئے۔ اور کرنل پیارس و دیگر سرداران بدستور مندراج میں رہے۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین ذکر تعویق روانہ شدن کرنل پیارس قلعدار کلکتہ۔

مقرر ہونا مسٹر مارکم صاحب کا سزاولی یعنی رزیڈنسی بنارس پر بجائے مسٹر فوق صاحب کے و تنگ گیری راجہ چیت سنگھ کی

مسٹر مارکم صاحب زمانہ سزاولی مسٹر طامس گراہام میں نائب یعنی چھوٹے صاحب تھے اور اوسوقت سے راجہ چیت سنگھ سے رنجش تھی۔ شروع ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں بتجویز گورنر جنرل بہادر سے سزاولی بنارس پر سرفرازی پاکر وارد بنارس ہوئے۔ مولوی علی الدین مخاطب بہ گبری کہ طامس گراہام کے ساتھ کلکتہ چلے آئے تھے اور وہاں اونکے صحبت میں رہا کرتے تھے۔ رفیق مسٹر مارکم ہوکر بنارس آئے۔ چونکہ راجہ نے بدسلوکی زین العابدین سے کی تھی لہذا بر سر پرخاش ہوکر ذلت و خواری راجہ کے در پے ہوئے اور مزاج مسٹر مارکم کو بجانب راجہ کی طرف سے منحرف کردیا۔ یہ صاحب نہایت سریع الغضب اور کینہ ور تھے اور تحفہ تحایف بھی نہ لیتے اسی وجہ سے اور زیادہ سخت تھے تا اینکہ راجہ چیت سنگھ سے صاحب مذکور نے پیام کہلایا۔ کہ اس زمانہ میں ترک سواران مامورہ فتحگڈہ ہمراہ کرنل پیارس مندراج کو جارہے ہیں تم دو ہزار ہندوستانی سوار کو ہمراہ سردار معتمد کے مقرر کرو کہ تا واپسی ترک سواروں کے تمہارے سوار حوالی فتح گڈہ واتوپ شہر میں رہیں۔ یا ہزار سوار ترک سواروں کی تنخواہ اپنے ذمہ قبول کرکے ماہ بماہ کرنل فتحگڈہ کے پاس پہنچتے رہو کہ وہ نئے ترک سواروں کو ملازم رکھکر آمادہ اپنے کام کے رہیں۔

راجہ سے ادا ہونا پانچ لاکہ روپیہ تنخواہ دو پلٹن کا اونکی قدرت سے باہر تھا اس حکم کو اپنی

موت کے برابر سمجھکر جو اس گم کر دیا۔ اور بہت سا روپیہ نذرانہ صاحب بہادر کا اور رشوت مولوی کی قبول کیا اور اوسی ذریعہ سے اجازت کلکتہ بھیجنے کی بخشی سدانندکیواسطے حاصل کی۔

بخشی سدانند تحفہ و ہدیہ لیکر روانہ کلکتہ ہوئے اور اپنی بے وقوفی سے ابلہ فریبی مسٹر فوق سے وہو کا کہاکر اونہیں کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے اپنے مطالب کو پیش کیا۔ چونکہ مسٹر فوق دوستان فرانسیس سے تہے لہذا گورنر اون سے صاف نہ تہے اور یہ خواہش بخشی سدانند بذریعہ مسٹر فوق باعث مزید رنج ہوئی کاش بذریعہ مسٹر ونسترت رجوع کرتے تو تمام کام بخوبی نکل جاتے کیونکہ اونکو دخل کلی مزاج گورنر میں تہا۔

بہر طور بہزار کوشش ایک روز بخشی نے ملازمت گورنر حاصل کی اور دوسرے روز جب بخرائیان کے زمرہ میں گئے تو حکم گورنر ہوا کہ بخشی وکیل راجہ کو رخصت کردو۔ وقت فرصت احوال راجہ جیت سنگہ معلوم کرکے جو کچھ اوسکے بارہ میں مقتضائے وقت ہوگا۔ مسٹر مارکم کو لکہہ یا جاوے گا۔ جب سفارت جانب راجہ کا نتیجہ اچہا نہ ہوا۔ تو مسٹر مارکم اور زیادہ مکدر ہوئے اور بہ اغوائے مولوی علی الدین کبری مکرر حضور گورنر میں لکہا کہ اس زمانہ میں بسبب اخراجات مہم دکہنیان وحیدر علی خاں ودینے روپیہ سرداران ناگ پور کے بہت خسارہ سرکار کمپنی کو ہوچکا ہے۔ راجہ جیت سنگہ کے باپ نے کرور ہا روپیہ حصار لطیف پور وبجے گڈہ میں چہوڑکر انتقال کیا ہے اور اپنی بے شعوری سے عیش ونشاط ولہو ولعب میں خرچ کرتا ہے اور جسقدر روپیہ مالگذاری دیتا ہے اوس سے تین حصہ زائد اوسکی آمدنی ملک کی ہے اگر تہوڑی سی تحریک حضور سے اس باب میں ظاہر ہو تو جو روپیہ ان مہمات میں خرچ ہوچکا ہے وہ داخل خزانہ سرکار ہوجاوے۔ گورنر چونکہ اخراجات سے مشوش تہے لہذا اس رائے کو پسند کیا۔

بلونت نامہ خیرالدین حسین

آنا گورنر جنرل کا کلکتہ سے جانب دیار مغرب بارادہ انتظام مہمات دکن و تادیب راجہ چیت سنگھ

۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں نواب گورنر جنرل وارن ہسٹنگز بہادر نے بغرض انتظامات مالی و ملکی قصد جانب بنارس و لکھنؤ فرمایا۔ کیونکہ راجہ چیت سنگھ کی شکایات کونسل میں بذریعہ مرزا ابو الحسن جو کہ باغواے فتنہ پرداز ان تہیں پہونچتی رہتیں اور انہیں ایام میں حیدر[1] بیگ خاں نائب وزیر الممالک سے گورنر کے دل میں (بوجہ سکریٹری اعظم کے جنکو خاص

---

[1] حیدر بیگ قوم کے مغل تھے بعض کابلی کہتے ہیں ان کے بزرگ نواب صفدر جنگ کے زمانہ میں ولایت فارس سے آکر قریب کابل مقام فرخ آباد میں رہے بعد اسکے متوسل و مقرب خاص راجہ بینی بہادر نائب نواب شجاع الدولہ ہوئے۔ اور چونکہ اپنے ہمراہ پورا خاندان رکھتے تھے یعنی چار بھائی مرزا انور بیگ۔ حیدر بیگ امیر بیگ۔ ایک اور چھوٹا بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اور فی شخص تین سو روپیہ ماہوار پر نوکر ہوئے لیکن اپنی حسن رسائی و سفارش راجہ سے اکثر علاقہ بھی لیکر انتظام بخوبی کرتے اور مالگذاری پوری بہ امانت ادا کرتے تھے۔ چنانچہ کبھی علاقہ اکبر پور دوست پور اعظم گڈھ کبھی گورکھپور وغیرہ میں مامور ہوئے اور وقت جنگ بکسر اسی گورکھپور کے عامل تھے۔ جب کار سرکار بخوبی انجام ہونے لگا تو رجب ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء میں سرکار سے انکو اور انکے بھائی مرزا انور بیگ کو خطاب خانی ملا۔ ان کی چھوٹی بہن کی خواستگاری نواب شجاع الدولہ عرف منزل سے کی اور انہوں نے بوجہ ہندوستانی ناہونے کے انکار کیا لہذا بحیلہ زرباقیات عتاب ہوا اور مقید ہوئے۔ قید میں نمک بھوزن طعام ملنے لگا۔ مرزا انور بیگ تو اسی سختی میں مر گئے اور اور نواب عالیہ مادر شجاع الدولہ نے حیدر بیگ کو قید سے نجات دلوائی۔

بعد رہائی کے مسٹر جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کے سلام کو جانے لگے اگرچہ اول میں کوئی کے

وجہ سے خلاف نواب امیر الدولہ سے ہو گیا تھا) رنج پیدا ہو گیا تھا تو اوسکے تدارک کے واسطے باطن میں اور ظاہر میں بغرض کارہاے ضروری خود قصد دیار مغرب کیا

باہر زیر درخت پیپل سلام ان کا ہوتا مگر آخر میں بعد اطلاع حالات کوٹھی میں سلام کی اجازت ہوئی ہے۔

ہر طور بعد انتقال ایلچ خاں جب نیابت کیواسطے لوگ منتخب ہونے لگے اور امراے اراکین دولت وصلاح وصوابدید صاحب رزیڈنٹ بہادر سے مرکوز خاطر جناب عالی نیابت مرزا حسن رضا خاں ہوئے تو چونکہ وہ جاہل محض تھے کہ ب اور ش میں فرق نہ کر سکتے تھے چنانچہ یہ نقل مشہور خاص وعام ہے کہ کسی خوشنویس سے قطعہ لکھکر دیا تو بڑی ش کو فرمایا خوب ب لکھی ہے تو ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں خلعت نیابت مرزا حسن رضا خاں کی ان کو ملی۔ یعنی مرزا حسن رضا خاں منیب ہوئے۔ اور حیدر بیگ خاں بہ خطاب نواب امیر الدولہ مرزا حیدر بیگ خاں بہادر انتظام الملک نائب ہوئے اور مہاراجہ ٹکیت راے دیوان مرزا حسن رضا خاں ہوئے۔

ہر صبح نواب امیر الدولہ مرزا حسن رضا خاں کے پاس جاتے اور ہر دربار میں حاضر ہوتے تمام امور ریاست سیاہ وسفید ودربار صاحب رزیڈنٹ سب امیر الدولہ متعلق تھا۔ گو بوجہ صاحب رزیڈنٹ ان کا تقرر تھا مگر بوجہ عدم رسی اقساط گورنمنٹ ودیگر وجوہات سے کمال بے لطفی رزیڈنٹ سے ہو گئی جب صاحب رزیڈنٹ ہر امر میں مداخلت اور سخت گیری کرنے لگے تو انکو خوف اپنے عہدہ سے موقوفی کا ہوا۔ اوس زمانہ میں جرنل مارٹن صاحب اپنی سرکار سے پنشن پاتے مگر اسباب تجارت لاکھوں روپیہ کا ولایت سے منگا کر آصف الدولہ کے ہاتھہ بیچتے اور اون کا روپیہ بذریعہ امیر الدولہ پاتے۔ لہذا کمال اتحاد جرنل مارٹن وامیر الدولہ میں تھا اور چونکہ جرنل موصوف اور اصحاب کونسل سے ملاقات تھی لہذا امیر الدولہ نے درباب موقوفی صاحب رزیڈنٹ مسٹر بسٹو کے عرضی گورنر جنرل کو بھیجی اور اونھوں نے بخیال ناراضی جناب عالی آصف الدولہ بہادر

اور ماہ رجب ۱۱۹۵ھ مطابق جولائی ۱۷۸۱ء میں کلکتہ سے چند اصحاب خاص کیساتھ
جن میں مسٹر داوید انڈرسن اور اونکے بھائی مسٹر جمس انڈرسن و مسٹر ٹامسن و مسٹر

وبرخلافی مدار المہام امیر الدولہ موقوف کر کے بلوا بھیجا اور اپنا سکریٹری اعظم مقرر کیا جب عہدہ جلیلہ سکریٹری پر منصوب ہوئے تو بسبب خصومت امیر الدولہ ہرامر میں نواب وزیر کے تعویق اور جواب باصواب میں تامل ہونے لگا۔ ادہر آصف الدولہ کو افزونی ملال ہوا۔ کیونکہ جب اُنکے سالانہ روپیہ کے دینے میں کہ ذاتی خرچ ساٹھ لاکہ روپیہ سالانہ سے کم نہ تہا۔ اہل کاروں سے کچھ تامل ہوتا تو فوراً غصہ آجاتا نائب ہی اُنکے حکم ناطق سے اپنے خوف آبرو سے ڈرجاتے۔ علاوہ اسکے کہ چہپن لاکہ ستہتر ہزار بابت اقساط کمپنی تہا اور تنخواہ اقربا و امرا و فوج و اخراجات ہر اہل کار کا علی قدر مراتب تہا۔ چونکہ بوجہ مذکورہ رنج ہوگیا تہا لہذا گورنر نے اس طرف کا قصد کیا۔

نواب مرزا حسن رضا خاں اگرچہ جاہل محض تہے مگر مرد مومن پاک طینت تہے انکے لڑکے کی تعلیم کو جناب غفرانمآب مولوی سید دلدار علی صاحب اول میں تشریف رکہتے تہے چونکہ لوگ پوری طور پر مذہب تشیع سے نابلد تہے اور اپنے اعمال و فرائض واجبی سے ناواقف تہے۔ لہذا مولانا موصوف روانہ عتبات عالیات ہوئے اور وہاں سے اجازت اجتہاد و جہاد کا لائے جب وہ رونق بخش لکہنؤ ہوتے تو پہلی نماز جمعہ و جماعت میں جناب عالی آصف الدولہ بہی شریک ہوئے۔

جناب غفرانمآب کو اجازہ جناب میر سید علی صاحب طباطبائی سے تہا۔ ان کی تشریف آوری پر بہت سے شیعہ ہوئے اور بہت شاگرد رشید ان کے نکلے جن سے اکثر جاہل ناواقف نے ہدایت پائی و رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئی۔ بعد غفرانمآب مولوی سید دلدار علی صاحب کے بڑے بیٹے جناب رضوانمآب سید محمد صاحب اقامت جمعہ و جماعات کرنے لگے۔ اور تیسرے فرزند جناب سید العلماء سید حسین عرف سید میرن صاحب

سلمان و مسٹر گلبرک وغیرہ تھے بسواری بجرہ و بنس براہ دریا روانہ ہوئے۔ ان صاحبوں کے علاوہ لارڈ امپی حاکم عدالت بادشاہی کلکتہ مع اپنی لیڈی کے اور لیڈی صاحبہ گورنر بہادر کے و چند میم و صدہا صاحبان کے کہ بغرض سیر و تماشا آتے تھے شریک سفر ہو کر روانہ ہوئے۔

اگرچہ قبل سے مقرر ہو چکا تھا کہ مسٹر ونسٹرٹ ہمراہ جاویں گے مگر چونکہ بندوبست نمک محال کا اوس وقت تک بخوبی نہ ہوا تھا جو اونکے متعلق تھا لہذا وہ کلکتہ میں چھوڑ دیے گئے۔

مرحوم درس و تدریس و تصنیف کتب میں سب سے زیادہ نامور ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے جناب میر سید علی مرحوم مصنف تفسیر اردو قرآن عتبات عالیات میں مقیم ہو کر وہیں دفن ہوئے۔ سید مہدی مرحوم چوتھے بیٹے نے عین شباب میں انتقال فرمایا۔ صاحبزادگان جناب سید محمد صاحب مرحوم سے سید بندہ حسین صاحب ہوئے اُنکے دو فرزند ایک تو سید بچھن صاحب قبلہ مرحوم جن کا نام ابو الحسن صاحب تھا اور دوسرے مولوی علی صاحب یعنی سید محمد حسین صاحب قبلہ مرحوم جو استاد راقم تاریخ ہذا ہیں راقم نے تمام درسیات معقول و منقول کی کتابیں اونہیں سے پڑہیں۔ خدا اونکو جنت میں درجات عالیہ پر فائز کرے۔ اور جوار اہل بیت طاہرین میں درجہ بلند فرمائے۔

اسی نواب آصف الدولہ نے اپنی یادگار میں نہر آصفی نجف اشرف میں و امام باڑہ کلاں و رومی دروازہ وغیرہ چھوڑا ہے۔ تعمیر امام باڑہ دس برس میں کفایت اللہ معمار شاہجہان آباد کی تجویز سے بنی اور مکان باولی وغیرہ بطریق تعمیر ہندوستان بنا جس میں ۵۰ لاکھ روپیہ صرف ہوا ان عمارت عالیشان کے لحاظ کو صاحبان عالی شان خصوصاً مہندسین مشتاق رہتے ہیں یہ تعمیر سنہ ۱۱۹۹ھ مطابق سنہ ۱۷۸۵ء میں ہوئی۔ اور نہر آصفی نجف اشرف میں بتحریک مرزا حسن رضا خاں و باہتمام حاجی محمد طہرانی تاجر مشہور حاجی کربلائی تاجر کلکتہ کے بنائے گئے یہ نہر ۱۶ فرسخ دریائے فرات سے جسکی ۲۰ کوس ہوتے ہیں کبھی قبل نہر کے زائرین کو پانی کی بہت تکلیف تھی یعنی ایک مشک آٹھ آنہ کو آتی تھی اب یہ لطف ہے کہ بذریعہ کشتی نجف سے کربلا تک

اور چونکہ بعض ارادہ مرکوز خاطر گورنر بہادر رہتے تھے - لہذا امیر سلیمان خان و میر کاظم خاں کو کلکتہ سے و علی بن ابراہیم خاں کو مرشدآباد سے کہ بوجہ بداندیشی دشمنی نواب مظفر جنگ کے گوشہ نشین تھے بلاکر ہمراہ رکھا۔

اوسی زمانہ میں مسٹر ونسٹرت نے ایک خط خیرالدین صاحب مصنف تحفہ تازہ کو لکھا کہ اوس میں مافی الضمیر گورنر درباب راجہ اشارتاً تحریر تھا اور لکھا تھا کہ (خیرالدین صاحب) قبل پہونچنے گورنر کے بنارس میں ضرور پہونچ جاؤ۔ موصوف لکھنؤ سے بغرض شرف یابی حضور گورنر بنارس رام نگر میں پہونچے اور راجہ سے ملاقات کر کے اونکی سستی وتساہلی کی سرزنش کی۔ مگر بعض مشیران راجہ نے کہا کہ ہمکو رنجش خاطر گورنر کا کچھ خوف نہیں ہے وہ ہم کو اس راج سے نہیں نکال سکتے کیونکہ ہمارے مضبوطی ولایت سے ہے اور ہمارے پاس خط بطور دستاویز مسٹر فرانسیس کا ہے۔ خیرالدین صاحب نے جواب دیا کجا مسٹر فرانسیس اور کجا گورنر بہادر۔ گورنر بہادر جبکہ مالک انتظام صوبہ جات بنگالہ وغیرہ ومختار مہمات ملک وزیر الممالک باالاستقلال ہیں تو اونکی نزدیک تم ایسے کے زیروزبر کرنے میں کیا تامل ہوگا۔

راجہ نے جواب دیا کہ اس زمانہ میں ہم نے مسٹر مارکم سے موافقت کر لی ہے۔ اور اوسکی وجہ سے امسال تقاضا پچیس لاکھ روپیہ سے رہائی و فارغ خطی سال تمام پائی ہے۔ وخلعت سرفرازی بخوبی حاصل کیا ہے۔ اب ہم جگر دیو سنگہ کو ہمراہ جماعت معتمدان ہمراہی مسٹر مارکم صاحب استقبال گورنر کے واسطے بھیجتے ہیں اور حتی الامکان بجاآوری حکم حضور میں قصور نہ کریں گے۔ باایں ہمہ اگر خوشی گورنر کی اس ملک لے لینے کی ہے تو میں خود

آمد ورفت ہوتی ہے اس نہر کے واسطے پانچ لاکھ تحفہ بادشاہ بغداد کو بھی گئے تھے۔

تاریخ اودھ کمال الدین حیدر

اس حکومت سے تنگ آگیا ہوں جو کچھ کرنا ہو وہ آج کر لیں - خیرالدین صاحب اس خام خیالی سے اوبار کے نشان پاکر اونکے یہاں سے واپس ہوئے - اور مولوی امیر اللہ اپنے بہائی کو لیکر قصد عظیم آباد بغرض سلام گورنر کیا -

خلاصہ مسٹر مارکم صاحب مونگیر میں اور جگر دیو سنگھ عظیم آباد میں شرف اندوز حضور گورنر ہوئے اور گورنر نے تین روز تک عظیم آباد میں قیام کیا اور چونکہ فیما بین راجہ کلیان سنگھ[1] و راجہ خیالی رام مناقشہ نے طول کھینچا تہا لہذا گورنر نے مسٹر داوید اندرسن کو بطرز ثالث بغرض فیصلہ چھوڑا اور خود بنارس کی طرف چلے اور مولوی خیرالدین بہی بوجہ شفقت مسٹر داوید اندرسن عظیم آباد میں رہ گئے -

تحفہ تازہ مولوی خیرالدین حسین

---

[1] گو اوس زمانہ میں انگریزی انتظام باعتبار کونسل کے عظیم آباد میں تہا مگر اتفاقات حسنہ سے حکومت عظیم آباد بہر اہل ملک کے قبضہ میں یعنی مہاراج کلیان سنگھ پسر راجہ شتاب رائے میں بکوشش راجہ خیالی رام آگئی تہی جسکی تفصیل یہ ہے کہ وسط سال ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں مسٹر ایون لا جو صاحب کلاں کونسل عظیم آباد تہے اپنے مرتبہ سے معزول ہوکر مندراج گئے اور وہاں سے ولایت چلے گئے اور مسٹر مکسول جو اونکے نیچے کام کرتے تہے وہ عظیم آباد کے تمام کام باتفاق کونسل دیگر کرنے لگے منجملہ کونسل کے مسٹر ینگ نہایت ہوشیار اور طرفداری وحمایت میں نہایت سخت تہے مگر اونکے دیوان رام لوچن کی طبیعت میں نہایت اعوجاج و تنگ ظرفی تہی اور مسٹر ینگ اپنے دیوان کی راے کو ہر امر میں پسند کرتے - راجہ خیالی رام جو شریک انتظام تہے ان سے موافقت مسٹر لا سے زیادہ تہی اور اسی وجہ سے مسٹر ینگ اور اونکی دیوان سے رجوع کمتر کرتے اور کشیدہ خاطر تہے اور مسٹر ینگ کو چونکہ توسل مسٹر مارول سے تہا - اور گورنر جنرل بہادر پاس خاطر مسٹر مارول بہت کرتے لہذا اقتدار مسٹر ینگ کا کونسل عظیم آباد میں بڑہ گیا تہا - راجہ خیالی رام نے بعد جانے مسٹر ایوان لا کے

چونکہ ہوای مشرقی موافق تہے لہذا گورنر بہادر تمامی صاحبان کے ساتھ چار روز کے عرصہ میں حوالی بکسر میں پہونچگئے۔ یہاں پر راجہ چیت سنگہ مع خدم وحشم منتظر ورود گورنر جنرل تہے۔

بحسب ضرورت مسٹر ینگ سے موافقت کی اور بہت سا روپیہ بطور تعہد (ٹھیکہ) متعلق پرگنات خود دیگر صاحب علاملات پرگنہ چین پور وشہسرام وسرس کینہ ہوگئے اور اپنے پرگنہ پر جاکر انتظام کرنے لگے۔

مگر پہر روپیہ وقت پر نہ پہونچا جس سے ینگ صاحب ناخوش ہوے اور رام لوچن کو کینہ دیرینہ نکالنے کا موقع ملا راجہ کو تنگ کرنے لگے یہانتک نوبت پہونچی کہ راجہ اپنی جان وآبرو کے خوف سے کلکتہ کو تیار ہوئے مگر بوجہ کینہ خواہی مذکور عظیم آباد سے نکلنا مشکل تہا لہذا اجازت حاضری گورنر سے بذریعہ عرائض چاہی اور مہاراجہ کلیان سنگہ پسر مہاراجہ شتاب رائے اوس زمانہ میں کونسل کلکتہ میں وجود معطل اور کونسلی لوگوں سے ناخوش تہے۔ اس امر میں اعانت راجہ خیالی رام کی کیا۔ اور عرضیاں بتصدیق تحریر راجہ مذکور بہیجیں تا انیکہ گورنر نے راجہ خیالی رام کو طلب کیا۔ راجہ کو موقع رہائی کا ملا فوراً روانہ ہوکر کلکتہ پہونچے اور تمام حالات عظیم آباد وخیانت ہائے رام لوچن واقسام ظلم کو جو کہ اوسکے متوسلین وعملہ فوجداری سے رعایا کو پہونچتے ظاہر کیا۔ اگرچہ قیاس کام نکرتا تہا کہ گورنر اپنے ہم قوم سے اس قسم کا انحراف کریں گے اور کونسل کو موقوف کردیں گے مگر ہوشیاری راجہ خیالی رام وطلاقت بیانی سے اُسکے باوجودیکہ روپیہ بہی نذر کرتے تہے جو اپنے حصول مقصود میں صرف کرسکتے۔ گورنر نے اوسکی معروضات کو قبول کرکے بنائے معاملات اس ضلع کی اونہیں راجہ خیالی رام کی رای وصلاح پر چھوڑ دیا۔

راجہ مذکور نے باعتبار حقوق سابقہ مہاراجہ شتاب رائے واشفاق لاحقہ راجہ کلیان سنگہ سند مدار المہامی ضلع مذکور کو بنام مہاراجہ کلیان سنگہ لکہوایا۔ اور تعہد بعض پرگنہ ہائے ضلع مسطور کا بہی اونکے نام پر اور بعض پرگنات کا اپنے نام پر لکہواکر معزز ومکرم واپس ہوئے۔

اور ابتدائے سنہ ۱۱۹۵ھ مطابق سنہ ۱۷۸۱ء سے کونسلہائے عظیم آباد معزول اور ہر دو راجہ انتظام ضلع

راقم عرض کرتا ہے کہ یہانتک حالات جو کچھہ تحریر ہوئے وہ حسب روایت مولوی خیرالدین
صاحب تہے مگر سید غلام حسین خاں یوں تحریر کرتے ہیں۔
کہ جب سنہ ۱۱۹۴ھ مطابق سنہ ۱۷۸۰ء میں پیمانہ حکومت راجہ جیت سنگھ لبریز ہو کر قریب
چھلکنے کے ہوا اور خبر روانگی گورنر صاحب جانب دیار غربی واول رونق افروزی بنارس میں
راجہ جیت سنگھ نے سنا اور عرضیاں منہاج مصرے جو کہ بطور وکیل کلکتہ میں رہتے تہے
بورا ارادہ خرابی راج راجہ جیت سنگھ کا مزاج گورنر سے معلوم ہو چکا تو اضطراب راجہ حد سے
بڑھ گیا خصوصاً اوس وقت سے کہ اوسان سنگھ کا عقب گورنر میں آنا سن لیا تہا منہاج
مصرے حسب استعداد لیاقت خود لکھہ بہیجا تہا کہ مہاراج اپنے عیال و اطفال کو مع جناب
عفت مآب رانی گلاب کنور صاحبہ واونکے صاحبزادی رانی پدم کنور صاحبہ و راجہ

ضلع میں مامور ہوئے اور خلق اوس دیار کو بوجہ مناسبت ہم قومی و انکے حلم ہونے کے امید رفاہ کی
ہوئی۔ مگر گردش فلک کب ایک طور سے رہنے دیتی ہے۔ باوجودیکہ راجہ خیالی رام نے اس قدر
محنت وجانفشانی مہاراجہ کلیان سنگھ کے واسطے کیا۔
مگر باغوائے بعض سفلہ منشان وغرور جوانی راجہ کلیان سنگھ راجہ
خیالی رام سے منحرف ہوئی اور مسٹر مکسول نے بہی دربردہ بذریعہ صاحب کلاں کوٹہی عظیم آباد کوشش
تخریب میں کی مگر گورنر کہ دانائے روزگار و مرتبہ دان ہر صغار و کبار بشرط دیکھنے و پہچاننے کے
تہے ہوشیاری و کارگذاری راجہ خیالی رام کو پہچانتے تہے۔ اور مہاراجہ کلیان سنگھ کو بہی پہچانتے تہے
لہذا کچہ خیال نکیا اور خلعت نیابت مہاراجہ کلیان سنگھ و مدارالمہامی تمام کاموں کے بنام راجہ خیالی رام
بہیجا۔

ملاحظہ ہو سیر المتاخرین۔ ذکر موقوف شدن کونسل از ضلع عظیم آباد و دور آمدن
بہ تعہد راجہ کلیان سنگھ و راجہ خیالی رام۔

مہیب نرائن کے قلعہ نجے گڈہ یاکسی دوسرے مضبوط قلعہ میں بہیجدیں کیونکہ اُن لوگوں کے وہاں پہونچ جانے سے ددولی نرہے گی اور سلسلہ تحریر رانی صاحبہ ممدوحہ کا نواب گورنر سے بالکل قطع ہوجاوے گا۔

موافق تحریر اپنے وکیل کے راجہ جیت سنگہ نے اپنی ماں بانا صاحبہ سے کہا میں حضور رانی گلاب کنور میں کوئی امر جو اونکے خلاف مزاج ہو نہیں کرسکتا آپ جاکر اُنکو اپنے ساتھ پہاڑ پر لیجانے کو راضی کریں یا اگر جواب دیں تو مجھ سے تنہائی میں کہدیجئے تاکہ دوسرا آگاہ نہو۔ بانا صاحب نے کہا وہ نہ مانیں گی کہنا فضول ہے۔ راجہ نے کہا واقع میں اُنکو ہماری بربادی کی آرزو ہے مگر اتمام حجت کرلینا چاہئے۔ بانا صاحب اصرار بیسر سے گئیں اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ موصوف ایسا نے جواب دیا میں پہاڑ پر زندہ تو نہیں جاسکتی ہاں بعد موت البتہ میرے جسم کو لیجاسکتے ہیں یہہ خبر راجہ نے سنا تو اور بہی عداوت مستحکم ہوئی اسی عرصہ میں خبر آمد گورنر عظیم آباد میں معلوم ہوئی اور سنا گیا کہ بابو درگ نجے سنگہ والد راجہ مہیب نرائن سنگہ اپنی جاگیردانا پور بخشیدہ راجہ بلونت سنگہ سے بغرض استقبال نواب گورنر گئے تو اور بہی فکر و تشویش راجہ کو زیادہ ہوگئی۔ بہر طور راجہ بہی استقبال کی غرض سے اپنی سرحد عمل یعنی بکسر تک براہ دریا اس طور سے گئے کہ خود تو کشتی پر جارہے تہے اور سوار و پیادہ دریا کے کنارے کنارے جاتے شام ہونے پر جہاں پر کشتی کا لنگر پڑتا فوج بہی اوسی کے مقابل ٹہر جاتی جب قریب بکسر پہونچے تو ایک روز دریافت وقت ملاقات کیواسطے قیام کیا دوسرے روز ملاقات کیا گورنر نے اوس روز مہربانی تمام سے معانقہ کیا راجہ نے ایک سو ایک اشرفی نذر دی گورنر نے بیٹہنے کی اجازت دی اور تپاک سے استفسار احوال کرتے رہے اور کہا اس مرتبہ میں نے راجہ کو بہت لاغر پایا۔ چونکہ یہ ظاہرداری گورنر کی راجہ نے پائی تو عرض کیا ان مکروہات زمانہ میں زندگی بہی محض حضور کی مہربانیوں پر ہے گورنر نے براہ ظاہرداری کہدیا کہ

اندیشہ نہ کرنا چاہیے خدا سب اچھا کرے گا۔

بروایت غلام حسین خاں چونکہ اول روز ملاقات تھا لہذا اور کوئی بات تو نہیں ہوئی مگر گورنر نے بہو اور گ نبجے سنگہ کی طرف کہ گوشہ میں بیٹھے تھے دیکھکر آنکھہ ماری جسکو راجہ نے دیکھہ لیا اور امید جو کچہ کہ راجہ کو تھی جاتی رہی گو گورنر نے وقت رخصت کے عطر و پان دیا مگر راجہ باچشم پُرآب وہاں سے اوٹھے۔

بروایت خیر الدین صاحب بعد چلے آنے راجہ صاحب کے مولوی علی الدین و مسٹر مارکم نے بہت کچہ خلاف راجہ کہا جس سے گورنر نے آخر روز میں ملازمان راجہ کو کہ تحفہ و ہدیہ لیکر حاضر حضور گورنر ہوئے تھے واپس کر کے بکسر سے کوچ کیا راجہ اپنی کشتی تیز رفتاری سے چلاکر قریب بجرہ گورنر پہونچکر اوسکو اغیار سے خالی دیکھکر خود اوسپر آئے اتفاق سے کنتو بابو دیوان وہاں پر موجود تھے جو راجہ سے صفائی رکھتے تھے راجہ کے آتے پر وہ باہر نکل آئے اور دروازہ کو بند کر لیا۔ راجہ نے موقع پاکر اپنی پگڑی پیر پر گورنر کے رکھدی اور شاید کہ آج گورنر جو صندوق پر تھے سامنے گورنر کہہ کر کہا اگر میں قابل مار ڈالنے کے ہوں تو آج سے بہتر کوئی موقع نہیں ہے اپنے ہاتھہ سے حضور مار ڈالیں اور اگر قابل قید ہوں تو اسیوقت قید فرمالیں اور میرے پیر میں بیڑی ڈالدیں اور اگر آبرو بخشنا ہے تو یہ پگڑی اپنے ہاتھہ سے میرے سر پر رکھدیں اور جسقدر مال و ملک میرے قبضہ میں ہے وہ سب سرکار کا ہے اگر مال چاہتے ہوں تو وہ حاضر ہے اور اگر ملک مطلوب ہے تو اوس میں بھی عذر نہیں ہے مگر امیدوار ہوں کہ میرے بارہ میں دشمنوں کی باتیں نہ سنی جاویں مگر چونکہ اوسی زمانہ میں حریفوں نے مزاج گورنر کو منحرف کر دیا تھا لہذا کچہ توجہ نہ کی راجہ تھوڑی دیر تک سر برہنہ کھڑے رہے اور گورنر منہ پھیرے رہے اور کہا میں نے ایک مرتبہ تم سے وعدہ کا کہا ہے اب تمہارے قول کا اعتماد نہیں رہ گیا۔ اور تمہارے قصور کمپنی میں ظاہر ہو چکے۔ بنارس میں

پہونچکر تدبیر اوس کی کیجاوے گی۔ راجہ نے با دل پر حسرت و چشم پر آب اپنی دستار کو زیر قدم گورنر سے اوٹھا لیا اور فنس گورنر سے باہر ہوکر اپنے حجرہ میں جاکر بادل غمگیں کروٹ بدلنے لگے۔ بلونت نامہ غلام حسین خاں

داخل ہونا گورنر کا بنارس میں وبار یاب نہ ہونا راجہ چیت سنگہ کا وخرابیاں جو اوسکی وجہ سے ہوئیں

گورنر نے قریب بنارس پہونچکر حکم جارہانی کا باغ مادہوداس میں دیا اور ۲۶ ماہ شعبان ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں گورنر بہادر نے مع تمامی سرداران انگریزی کے بنارس میں پہونچکر باغ مادہوداس میں نزول اجلال فرمایا اور حسب رائے مسٹر مارکم دیا بو اوسان سنگہ وغیرہ حریفان راجہ کو اپنی صحبت میں حکم حاضری کا مخصوص طور سے فرمایا۔
راجہ چیت سنگہ بہ قصد شرف ملازمت گورنر متصل باغ پہونچے تھے کہ اغوائے اوسان سنگہ وعلی الدین کبری سے گورنر بہادر نے چوبدار کو اونکے پاس بہیجا کہ اس وقت میں اونکو دیکھنا نہیں چاہتا لہذا اونکو رام نگر واپس جانا چاہئے کل عند الطلب حاضر ہونگے۔ راجہ چیت سنگہ نے اپنا اسقدر نزدیک پہونچکر بغیر سلام واپس ہونا۔ اور مخالفوں کا موجود رہنا باعث خفت وخواری سمجھکر مولوی علی الدین کو بلاکر بمنت تمام کہا کہ اس وقت میں مجرا کرنا دور سے چاہتا ہوں اور بغیر اس سعادت کے حاصل کئے ہوئے پھرنا عین برگشتگی طالع سمجھتا ہوں اوس مکار نے امیدوار قبول التماس مذکورہ تو کیا مگر حضور گورنر میں جاکر مغلوب الہراس ہونا راجہ کا بیان کرکے گورنر کو اوسے ارادہ پر سرگرم رکھا اور بذریعہ دکیں کہلا بہیجا کہ اس وقت دریائے غصہ گورنر جوش پر ہے کس کو طاقت ہے کہ اس بلا میں اپنے کو ڈالے لہذا بہتر یہی ہے کہ آپ بخیر وسلامت پہر کر اپنے گہر جاویں۔ راجہ یہ سنکر روتے ہوئے پہرے مشیروں نے سمجہایا کہ رام نگر جلکر اسباب وقبایل کو لطیف پور

بہیجدینا چاہیئے اور امید وار مرضی خدا رہنا چاہیے۔ راجہ اپنی صاحبزادگی سے اِس راے صواب پر عامل نہ ہوئے۔ بعد ازیں اور شیوالہ میں (جو دریا کے کنارے اور اور قریب بنارس میں من محلات بنارس ہے) جو مکان کہ بابو بیجا جیہ سنگہ نے بنوایا تھا اوسمیں جاکر مقیم ہوئے۔

بلونت نامہ خیر الدین

جلو کی سواری سے لوگ اپنے اپنے مکانات کو چلے گئے صرف پچاس ساٹھ حضوری جنکا تعلق خاص ذات مہاراج سے تہا اور دو تین سو بندوقچی از قسم بہیلیہ و تلنگہ بیروں مکان زیر سایہ اشجار ٹہر گئے۔

بازار فتنہ پردازی گرم تہا جسکو تھوڑا سا طلال راجہ سے تہا وہ حضور گورنر میں حاضر ہوکر مورد بخشایش ہوتا مولوی علی الدین نے خفیہ خطوط بنام بابوان و عاملان لکہے کہ جسکو راجہ سے کچہ بہی عناد و موخذہ ہو وہ بلا تکلف آوے اور رانی گلاب کنور کو پیغام بہیجا کہ اگر تمکو دعوے راج کا ہے تو حضور میں حاضر ہوکر راجہ چیت سنگہ پر نالش کرو کہ اوس کی باداش بخوبی ہو گی۔ اُن ایام میں راجہ کی طرف سے عجز و الحاح اور طرف گورنر سے خشونت کی زیادتی تہی یہانتک کہ راجہ نے علی الدین کبری کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ پچاس لاکہ اِس وقت میں نے مہیا کیا ہے اگر کسی طور سے مزاج گورنر کا میری طرف سے صاف ہو جاوے تو بینتالیس لاکہ روپیہ گورنر بہادر کو نذر دوں گا اور دو لاکہ روپیہ مسٹر مارکم کو اور دو لاکہ روپیہ دوسرے صاحبوں کو اور لاکہ روپیہ تمہا آپ کو دوں گا بشرطیکہ گورنر بدستور سابق مہربانی فرمادیں اور میرے حریفوں کو اپنے حضور سے نکال دیں۔ مولوی علی الدین اِس قدر روپیہ اپنے قابو میں ہوجانے کی امید میں بہت خوش ہوکر خیالی پلاؤ پکانے لگے اور کہا اگر کرور روپیہ نذرانہ گورنر بہادر اور دس لاکہ روپیہ ضیافت صاحبان و پانچ لاکہ روپیہ تواضع مسٹر مارکم صاحب دیجئے اور حصار بیجے گڈہ و لطیف پور و ٹہٹہ و سکتیش گڈہ وغیرہ کو کاربردازان انگریزی پر چھوڑ دیجئے تو میں اپنی طرف سے کوشش

کرسکتا ہوں اور بغیر اسکے حضور میں عرض کرنا گویا سر ولوہے کو پیٹنا ہے۔ راجہ نے سنکر سر جھکا لیا اور کہا کروڑ روپیہ کو قبول کرتا ہوں۔ پچاس لاکہ نقد اور باقی میعاد وقسط پر ہمراہ اقساط مالگذاری دوں گا مگر یہ قلعہ نہیں دے سکتا۔ ان قلعہ جات کی درخواست کرنا گویا باشاہ میرے اخراج کا ہے۔ جسقدر فائدہ آپ کو وآپ کے مالک کو میرے اخراج میں اسوقت معلوم ہورہا ہے اوس میں بجز ندامت کے کچھ حاصل نہو گا۔ مولوی علی الدین یہ کلمات سنکر سخت وسست کہتے ہوئے اوٹھ کہڑے ہوئے۔

اعدا راجہ نے روز بروز گورنر کو مخالفت راجہ کے اصرار پر قوی کیا تا اینکہ اول ایک خط آیا جسکو فتل کا خط کہنا چاہیے۔ مضمون اوسکا ثبوت تقصیرات راجہ تھا۔ اوس میں کئی دفعات تہیں۔

اوّل یہ کہ پانچ لاکہ روپیہ کے پہونچانے میں جو جنگ دکھنیوں میں اونکے ذمہ قرار پایا تہا اس قدر سستی کیا کہ فوج جنرل گوڈارڈ صاحب کی بی زری کی وجہ سے بوجہ بہوک مرگئے لڑائی کیوقت اس قدر دیر کرنا دلیل دشمنی بہ سرکار کمپنی انگریز بہادر ہے۔

دوسرے روپیہ دیتے دقت سونے چاندی کی ظرف از قسم ہودہ وعماری وظروف کے فروخت کیا تاکہ لوگ جانیں کہ راجہ بدونت سنگہ بے مایہ ہے اور سرکار دولتمدار انگریزی سے جبر ہوتا ہے۔

تیسرے مثل دسان سنگہ نیک اندیش کو کہ نظم ونسق امور ملک اور رضا جوئی وخوشنودی حکام انگریزی میں پورے طور پر سرگرم تہا بلا سبب معزول واخراج کیا۔

چوتہے اپنے باپ کے اندوختہ کو فضول خرچی ومصارف ناز یبا میں خرچ کیا اور برباد کیا

پانچویں یہ کہ شہر بنارس میں ایسی چوری ہوتی ہے کہ شام سے صبح تک لوگوں کو سونا حرام ہوجاتا ہے اور تم سے کوئی حفاظت نہیں ہوسکتی۔

جب یہ تحریر عتاب آمیز پہونچی تو یقین خرابی کا ہوگیا مگر بجزیہی جوابات دینی فروری تہے لہذا

جواب میں یہ عبارت تحریر ہوئی۔
ورود حکم کے ایک ہفتہ بعد پانچ لاکہ روپیہ کوٹہی ساد گوپال داس میں پہونچاکر صاحب ریذیڈنٹ بہادر کو اطلاع دی گئی پہر اگر زر نقد کے بھیجنے یا وصول ہنڈوی میں تاخیر ہو تو مجھ فرمان پذیر کی کیا خطا ہے۔

اور رہن و بیع مال میں جو ضرورت سے زائد ہو یا نہ بہی ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی دوسرا حاکم میرے سر پر نہیں ہے کہ اظہار جبر سرکاری و ناداری خود کو اس طور سے ظاہر کروں۔

اوسان کے ماجرا کا جواب یہ ہے کہ نامبردہ برہمن زادہ بے مادر و پدر اور صغر سن میں محتاج کہانے پہننے کے تہے کسی نے اونکا حال میری دادی سے کہا اونہوں نے دو پیسہ روزانہ علاوہ روٹی و کپڑے کے دیگر گاو چرانے اور دودہ دہونے کی خدمت سپرد کی اور چونکہ میرے لڑکپن کے زمانہ میں اکثر لڑکے ہم عمر ملازم ہوئے مشار الیہ بہی اوس خدمت سے ترقی کر کے میری خدمت کیواسطے مقرر ہوئے اور رفتہ رفتہ مجھ سے خصوصیت پیدا کر کے ترقی کرتے گئے تا آنکہ تخیف سن شعور کو پہونچا اور والد نے مہمات ریاست سپرد کئے میں نے اپنی طرف سے اختیار تمامی معاملات کا اوسکو دیا کہ وہ محسود جملہ ارکان و اعیان دربار ہو گیا۔ اور جب مستقلاً زمام حکومت مجھے ملی تو میں نے اوسکو مدار المہام اور اپنا قائم مقام کر دیا اوس وقت اس نے لوٹنا شروع کر دیا۔ جسقدر اوس کا دل چاہتا خرچ کرتا اور جو کچھ چاہتا سرکار میں دیتا۔ چونکہ اوسکا تسلط بڑھ گیا تہا لہذا کسی میں یہ طاقت نتہی کہ اوسکے کردار کو کوئی مجھ سے کہہ سکے اور اگر کوئی جرأت کر کے کہتا تو مفسد قرار دیکر اوسکو نکلوا دیتا تا آنکہ برادری کے ساتھ کہانا کہانے کے معاملہ میں مجھ سے سوء مزاجی کر لی اور میرے قید کرنیکے فکر میں ہوا۔ جب یہ بات معتمدین و موثقین سے میں نے سُنا تو اوس وقت بہی خودداری کر کے میں نے حکم دیا کہ جب وہ میرے یہاں آویں تو بہجوم

آدمی ہمراہیان کا نہ رہا کرے۔ اس وجہ سے بدماغ ہوکر اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور ترک آمد و رفت پیش تحیف کر دیا میں خود اوسکے یہاں گیا اور اپنے مطلب کے قسم کہا کر اوسکو لے آیا پھر بھی وہ بھاگ کر گنگا پور گیا۔ ان حرکات پر بھی میں نے اونکو گرفتار نہیں کرایا بلکہ بھولا ناتھ پنڈت کو جو منجملہ میرے مرشد و گرو کے تھے بھیجنا اکتفا کیا اور اونہوں نے پہونچکر انتہا درجہ سے تفہیم و افہام کیا مگر کچھ بھی اثر پذیر نہ ہوا۔ بلکہ اور آگے چلا گیا اور بعد وہیں میں پہونچکر میرے عم زاد بابو منیار سنگھ کو ملا اور درخواست ہنگامہ آرائی کی مگر اُن مرد مروت و کمال محبت نے کہنا نہ مانا بلکہ چونکہ خود سے گیا تھا لہذا قید بھی نہ کیا۔ اور اپنے پاس سے نکال دیا وہاں سے مرزا پور گیا اور ٹھاکر مہربان سنگھ حاکم اُن اطراف کو کہ اوسکی دوستی پر اعتماد رکھتا تھا شریک کر کے ہنگامہ آرائی چاہی جب فوج اوسکے پیچھے مرزا پور پہونچی تو بھاگ کر لال اودیت سنگھ کے پاس جا کر امیدوار مدد ہوا۔ مومی الیہ نے حقوق نمک کی یاد دہانی کرائی اور چاہا کہ تصفیہ ہو جاوے اوسکو قبول نہ کر کے وہاں سے بھی چلا گیا اور پھر اب ایسی جگہ پہونچا کہ جہاں پر ہے اس صورت میں گناہ گار امیدوار انصاف ہے کہ اس معاملہ میں میری کیا خطا ہے۔

اور الزام فضول خرچی بالکل بنایا ہوا میرے حریفوں کا ہے ہاں افراد بنی نوع کے دینے میں (کہ وہ بھی مستحق ہیں) دریغ نہیں کیا جاتا۔

اور چوری کا الزام جو اس گنہگار پر لگایا جاتا ہے تو روئداد ہر روزہ کو توالی کی منگوا کر اگر خیال تضییع اوقات نہو تو دیکھ لیجاوے اور پھر کسی دوسرے شہر کی روئداد جو کہ سرکار معدلت پناہ کے قبضہ میں ہے منگوا کر مقابلہ کیا جاوے اگر اس شہر میں زیادہ امن و امان پایا جاوے تو کمترین قابل تحسین ہے ورنہ قابل سزا ہے۔

جب یہہ جواب گیا تو اس کا جواب کچھ نہ آیا بلکہ بذریعہ مخبروں کے خبر معلوم ہوئی کہ نواب گورنر صاحب کے یہاں سے مارکم صاحب کو حکم ہوا ہے کہ صبح کے وقت کمپنی تلنگہ کے ہمراہ

بجاکر راجہ کو قید کریں۔ لوگوں نے رائے دی کہ اب یہی بہتر ہے کہ عبور دریا کرکے رام نگر پہونچ جاویں۔ اور اپنی فوج میں جاکر با اطمینان بیٹھیں مگر عقلمند راجہ نے یہی جواب دیا کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا مجھے گمان نہیں ہے کہ نواب گورنر بلا قصور مقید کریں۔ اور بھاگنے میں تمام قصور کردہ وناکردہ میرے ذمہ ثابت ہوجاوینگے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں و خیر الدین حسین

مقرر کرنا گورنر کا مارکم صاحب کو بغرض مقید کرنے راجہ کے

رات کو بابو اوسان سنگھ و علی الدین کبری نے باہم اتفاق کرکے گورنر سے کہا کہ چیت سنگھ اب قابو میں آگئے ہیں اگر تھوڑی سی چشم نمائی کیجاوے تو ایک کرور روپیہ سے زائد بلا تردد ملجاوے۔ گورنر بہادر نے باوجود فطانت وحلم مفتون سخن سازان ہوکر مسٹر مارکم کو مقرر کیا کہ صبح کو ایک کمپنی تلنگہ کے ساتھ جاکر انکو ڈراوے۔

صبح ۲۸ شعبان ۱۱۹۵ھ مطابق ۲۰۔ اگست ۱۷۸۱ء کو دو ساعت دن چڑھا تھا کہ راجہ اپنی پلنگ پر تھے کہ چوبدار نے خبر ورود مسٹر مارکم بیان کی۔

مسٹر مارکم کے ساتھ علاوہ کمپنی تلنگہ کے تین انگریز اور تھے اور زین العابدین صغری برادر علی الدین مخاطب کبری بھی تھے۔ راجہ نے جوں ہی سنا بغیر منہ دھوئے ہوئے بال بکھرے ہوئے تعظیم کو اُٹھے اور کرسی رکھنے کا حکم دیا۔ دروازہ تک تعظیم کو گئے صاحب ممدوح نے ظاہر میں شگفتگی کو دخل دیا اگرچہ باطن کا حال تو ناظرین کتاب پر پہلے ہی سے واضح ہے اور بظاہر گلے ملکر خیر و عافیت پوچھی اور ہنستے ہوئے اندر آئے اور تمام پہرہ والوں و خادموں کو نکال دیا۔ وہاں پر بجز راجہ و بخشی سدانند و مرزا فیض اللہ بیگ و غلام حسین خاں مصنف بلونت نامہ کوئی دوسرا نہ رہ گیا۔ مگر سات آٹھ آدمی حضوری وفا شعار شجاعت وثار نے عجب کارروائی کی کہ ہتھیار باورچیخانہ میں رکھدئے اور

خود بطور (رسوئیں بڑاروں) باورچی کے اہتمام کہانا میں مشغول ہوئے کوئی چاول دہونے لگا اور کوئی دال چہننے لگا چونکہ حکم کہانا پانی بند کرنے کا نہ تہا۔ لہذا کسی نے تعرض نہ کیا۔

پہر طور راجہ و مارکم صاحب ایوان دکہن رویہ میں کرسی پر بیٹھے اور سرداران کمپنی نے جن کو کپتان کہتے ہیں چاروں طرف جاکر رخنہ آمدورفت کا بند کیا اور جابجا پہرہ کہڑا کر دیا۔ اُن تین انگریزوں میں سے دو نے کرچ اپنے نیام سے نکالی اور بطور پہرہ والوں کے ٹہلنے لگے ایک تو پورب سے پچہم کو اور دوسرا پچہم سے پورب کو جاتا جب کپتانوں نے انتظام پہرہ سے فراغت پالیا تو مارکم صاحب نے کہا کہ گورنر صاحب نے آپ کو قید کرلیا۔ اوس گرفتار بلا امید وار ہلاکت نے آنکھوں میں آنسو بہر کر جواب دیا کہ نواب گورنر بہادر مالک ہیں جو کچہہ کیا اچھا کیا مگر مجہے میرا جرم معلوم نہ ہوا کہ میں نے کس حکم سے سرتابی کی تہی جسکی سزا قید تجویز ہوئی۔ مسٹر مارکم نے کچہ جواب نہ دیا۔ بخشی سدانند و غلام حسین خاں سے بہی کہا کہ تم دونوں بہی قید کئے گئے دونوں شخصوں نے جواب دیا کہ جب ہمارا آقا مقید ہے تو ہم اگر قید نہ ہوتے تو خود قید زندگی سے رہا ہو جاتے ایک پیش قبض کمر میں غلام حسین خاں کے تہا۔ مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس کو خادم کے سپرد کردیں غلام حسین خاں نے کہا کہ ہم لوگوں کا کام جان سے پڑگیا ہے اس پیش قبض سے کیا ہوتا ہے مگر ذلت اوسکے کہولنے کی قبض روح سے ناگوار زیادہ ہے لہذا مجہے معاف رکہئے۔ راجہ نے فرمایا میں تو قید میں بیٹھا ہوں اور تم ایستادگی کرتے ہو مجبور ہو کر پیش قبض کمر سے کہول کر خادم کو دیدیا مولوی نے اوسکو باہر نکال دیا۔ جب متعینان یعنی مسٹر مارکم و کپتان و مولوی نے تمام احتیاط کی راہیں پختہ کرلیں اور اونکے خیال میں لوہے کے نام سے سوئی بہی نہ رہ گئے تو مارکم صاحب نے راجہ سے کہا میں تو جاتا ہوں اور جو کچہ حکم گورنر تمہارے بارہ میں آئندہ عمل میں آوے گا۔ مولوی کو بحسب ظاہر مرزا فیض اللہ

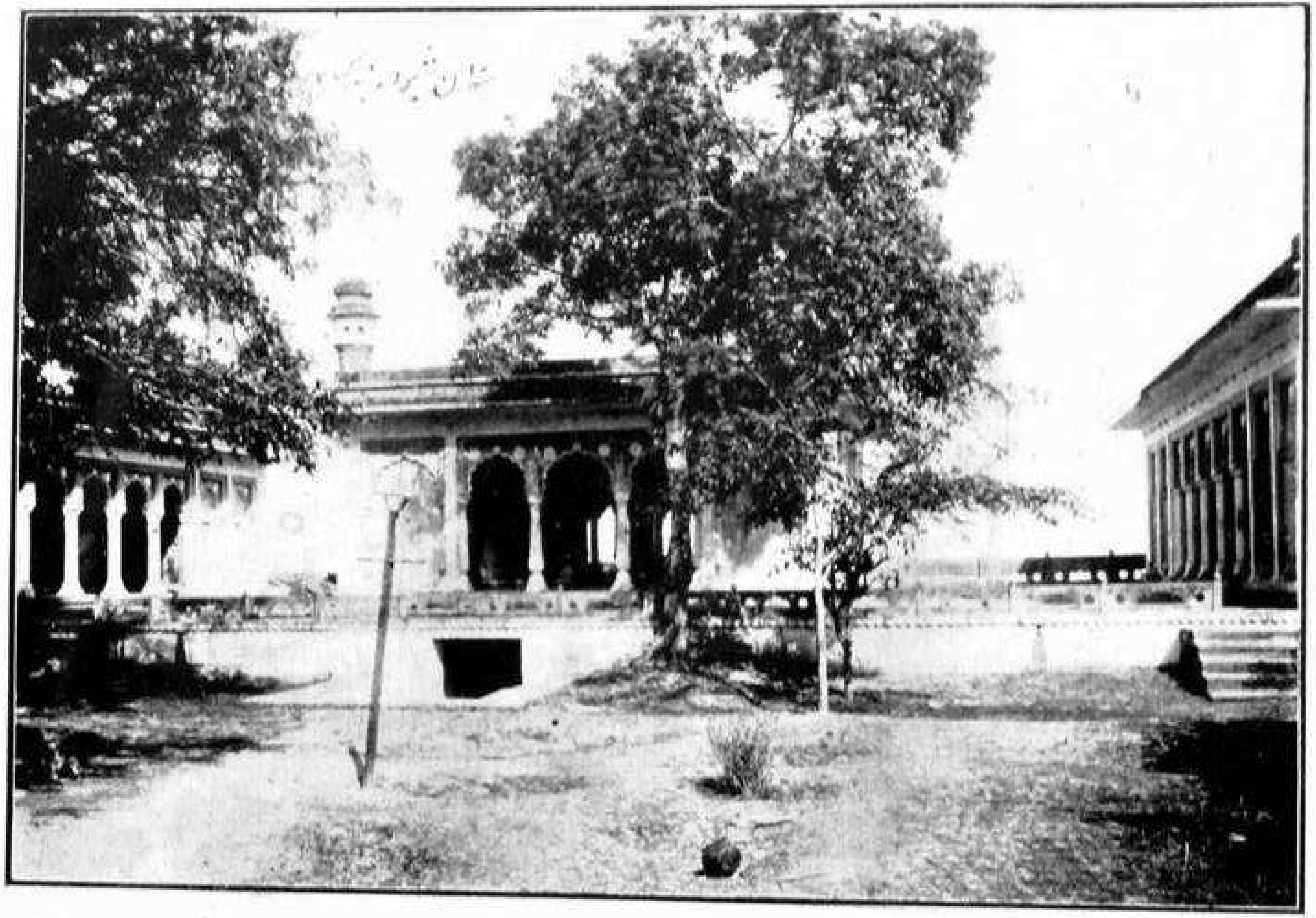

مکان شیرو زنانیس

جاتے ہیں۔

راجہ نے سنکر مسٹر مارکم صاحب سے دست بستہ عرض کیا کہ جب ایسے ایسے اعتراض خداوند سے ہوئے ہیں تو ہزاروں تقصیریں شمار کر سکتے ہیں۔ میں تو بال بال قصوروار ہوں اگر مرضی ہو تو اپنا سر کاٹ کر حضور میں بھیجدوں۔ اگر نظر حضور کی میرے قلعہ جات ومال پر ہے تو وہ بھی حاضر ہے میں کارپردازوں کو سپرد کردوں اور ایک ٹکڑا روٹی کا میرے واسطے مقرر کردیا جاوے اور اگر میرا رکھنا منظور ہے تو پچاس لاکھ روپیہ نقد نذر سرکار کرتا ہوں اور پانچ لاکھ روپیہ آپ کو دیتا ہوں اور دو لاکھ سالانہ ہر سال آپ کو بلا عذر دوں گا۔ مسٹر مارکم یہ باتیں سنکر ملایم ہوئے اور کہا مجھے بہت افسوس ہے کہ میری سزا دلی میں تمہارا کام ابتر ہوا اگر مرضی خداوند سے مجبوری ہے۔ اب بھی مناسب ہے کہ عرضی اپنے احوال کی کہ مشتمل معذرت ہو مجھے دیجئے میں حضور میں جاکر بمقدور خود کوشش کروں گا۔ ابھی عرضی نہ لکھی گئی تھی کہ کپتان ارشاکر صاحب مع ایک اجیٹن دو کمپنی سپاہیان کے شیوالہ میں آگئے اور انگریزی زبان میں مسٹر مارکم سے کچھ کہا اور دونوں اوٹھے اور پہرہ لگا دیا اور سپاہیوں نے حسب حکم ہتھیار ہمراہیان راجہ سے لے لیا۔

مولوی خیرالدین حسین

جب خبر قید ہو جانے راجہ کی ملازمین راجہ نے سنا تو شہر و نیز رام نگر سے لوگ سراسیمہ ومضطر دوڑے اور اپنے آقا کو قید میں دیکھکر اوس مکان کے گرد بیٹھے راجہ اونکو قسم دے دیکر روکتے کہ اگر میری جان وآبرو چاہتے ہو تو کسی سپاہی انگریزی کو گزند نہ پہونچنے پاوے۔ اس آفت میں تیسرا پہر ہوگیا۔ غلام حسین خاں نے کپتان سے جو سامنے راجہ صاحب کے کرسی پر بیٹھا تہا اور تلنگہ پہرہ دے رہے تہے کہا کہ راجہ نے اب تک حقہ تک نہیں پیا اور پان نہیں کہایا اور ان دونوں چیز کی عادت ہے اور بغیر غسل کے اونکے مذہب میں کسی چیز کا کہانا جائز نہیں ہے۔ کپتان نے کہا کہ ہم کو حکم ممانعت ان باتوں کا نہیں ہے۔ راجہ نے

کہو کہ اوٹھے اور دل جمعی سے غسل کرے۔ راجہ نے دل تنگی سے انکار کیا مگر کپتان نے اصرار کیا اور دکہن کے برج میں جس میں پہرہ بہی تہا اشنان و بوجہ کو خالی کیا جو ہیں راجہ اوٹھکر اوس برج میں آئے تو ایک تحریر نواب گورنر کی اس مضمون کی پہونچی، کہ

رفعت و عوالی پناہ معتضد دوستان سلمۂ۔ اس وقت فرصت نہیں ہے بعد کہانا کہانے کے مارکم صاحب کو بہیجوں گا۔ اور یہ مجہلہ رفع ہو جاوے گا۔ مطمئن رہیں اور مشوش نہوں اگرچہ اس تحریر سے اطمینان کے آثار نمایاں ہے تے مگر جس شخص نے روز پیدائش سے کسی کے نگاہ تندکی برداشت نہ کی ہو اور خلق کثیر نے اوسکے حکم و ممانعت کو بجرمان لینے کے جواب نہ دیا ہو اور وہ دفعتہً چشم زدن میں مقید ہو جاوے تو اوسکی تسلی کا کون سا سامان ہے۔ خصوص مسٹر مارکم صاحب سے کہ کوئی امید خیر نہ تہی۔

غلام حسین خاں

تاہم حسب تحریر مولوی خیرالدین مسٹر مارکم جب واپس ہوئے تو حالت عجز و زاری راجہ کو گورنر سے کہا تو جواب میں فرمایا کہ ستر لاکہ نقد روپے اور سات لاکہ کا اضافہ جمع مقرر پر قبول کرے اور مہاجنان معتمد کو ضامن کرے کہ ہمیشہ قسط کا روپیہ۔ وقت پر بلا عذر پہونچاؤں گا تو اس طرف سے بہی اقرار ہے کہ پہر اوس پر ضغطہ نہ ہوگا اور جپقلش کسی معاملہ میں اوس پر نہوگی۔ اور مسٹر مارکم نے رقعہ بنام راجہ لکہا تہا کہ میں نے سوال و جواب پختہ کر رکہا ہے تم خاطر جمع رکہو۔ میں کہانا کہانے کے بعد آتا ہوں۔ اس خط کے پہونچنے پر کپتان استاکر تے راجہ سے کہا کہ اوب کوئی اندیشہ نہیں ہے آپ غسل کرکے کچہہ کہالیں۔ راجہ نے دو ہزار روپیہ کپتان استاکر کو اور پانچ سو روپیہ اجیٹن کو اور ہزار روپیہ سپاہیوں کو دیا۔ اور غسل (اشنان) کرنے لگے۔

لوگوں نے درمیان غسل میں خبر دیا کہ بابو منیار سنگہ دو سو آدمی لیکر مکان سنگت یعنی مکان سادہوں میں جو دیوار مشرقی شیوالہ سے ملا ہے آنکر بیٹہے ہیں اور راجہ صاحب کے قید ہو جانے سے نہایت

غمگین ہیں اور قصد کر رہے ہیں کہ لڑ جاویں۔ راجہ نے بذریعہ غلام حسین خاں کہلا بھیجا
کہ میں تو انگریزی قید میں ہوں اور زندگی سے بیزار ہو رہا ہوں اگر آپ لڑے تو مجھے
کو ہلاک کیا لہذا بہتر یہ ہے کہ اپنے ہمراہیوں کو سمجھا دیں کہ وہ سانس نہ لیں اور اگر کوئی
تلنگہ نخوت و غرور ملازمت سرکار انگریزی سے کہ اونکے عوارض ذاتی میں سے ہے کوئی
حرف ناشائستہ زبان پر لاوے تو اوسکو برداشت کریں۔ غلام حسین خاں باجازت
کپتان گئے اور اوس جان بر کف کو روتا ہوا پایا۔ تسلی دی اور خط گورنر دکھلایا پر بھی تسلی
نہ ہوئی کہا مجھکو راجہ کے پاس لیچلو۔ غلام حسین خاں نے واپس ہو کر اجازت اونکے آنے
کی کپتان سے چاہی اوس نے دیکھا کہ اپنے پیروں قید میں آ رہا ہے خوشی سے اجازت
دی۔ غلام حسین خاں گئے اور اونکو مع اونکے لڑکے ننکو سنگہ اور بھائی شیو امر سنگہ کے
لائے۔ جب دروازہ پر پہونچے تو پہرہ والے نے ہتھیار لیجانے کو روکا پر کپتان سے
کہا گیا اوس نے تینوں شخصوں کو مع ہتھیار آنے کی اجازت دی۔ راجہ کے سامنے
آنکر زار زار رونے لگے اور بیٹھ گئے۔

آنا جیت رام چوبدار کا حضور مسٹر مارکم سے اور اوسکی بے ادبی سے آفت فساد دوبالا ہونا

۲۸۔ شعبان ۱۱۹۵ھ مطابق ۲۰۔ اگست ۱۷۸۱ء کو اگرچہ پہلی مرتبہ گورنر نے حالت راجہ
کو سنکر قصد نرمی کیا تھا مگر فتنہ پردازان موجودہ حضور گورنر نے مارکم صاحب کو خبر دی
کہ بابو سبحان سنگہ مع فوج دریا سے عبور کر کے آ رہے ہیں حالانکہ اس خبر کی کوئی اصلیت
نہ تھی مگر صاحب نے از راہ احتیاط باور کر کے پیام تہدید آمیز زبانی جیت رام چوبدار کے
بھیجا۔ یہ جیت رام پہلے سرکار راجہ میں ملازم تھا اور کسی خطا پر نکالا گیا جبکہ معاندین راجہ
تلاش کر کے حضور صاحب میں ملازم ہو رہے تھے تو یہ بھی ملازم ہوا۔ اور کام پیام رسانی کا

دیا گیا اس نے حق نمک سابقہ کی پرواہ نہ کیا اور اپنے آقاء سابقہ کے یہاں آنکر بہت بڑے لہجہ میں پیام بہو نچایا کرتا ـ جبکہ یہ زمانہ عروج میں سخت کلامی سے پیش آتا تہا تو اب راجہ کو قید میں دیکہہ کر کیا کچہ نکہا ہو ـ اگرچہ مارکم صاحب نے کسی الفاظ میں ادا کیا جسکا خلاصہ یہ تہا کہ مزاج گورنر کسی نہ کسی طور سے درست ہوا ہے ـ اگر اس وقت کوئی حرکت تمہارے ملازموں سے نمایاں ہوئی تو پہر کچہ نہ ہو سکیگا مگر جیت رام اجل گرفتہ حضور راجہ میں آیا اور کہنے لگا ایک سپاہی کمپنی کا بمنزلہ گورنر ہے اگر آپ کے ملازموں سے کوئی حرکت ناملائم در ماں حضور گورنر سے ہوگی تو تمہارا پیر اور تمہاری عورتوں کا پیر رسن سے باندہکر سر بازار کہینچتا ہوا حضور گورنر میں لیجاؤں گا ـ راجہ نے پیر پہیلا دیا اور کہا رسن لاؤ اور باندہ کر لیچلو ـ

بابو منیار سنگہ نے کہا کس کی مجال ہے کہ جو حضور کے ملازموں سے ایسی بے ادائی کرے اوس بدذات نے کہا جیت رام جیت سنگہ سے باتیں کہہ رہا ہے دوسرا کون مسخرہ ہے جو دونوں میں دخل دے جو کوئی میرے اور جیت سنگہ کے درمیان میں دخل دے گا اوسکے سر کو اس عصا سے توڑ ڈالوں گا ـ بابو منیار سنگہ مرد غیور تہے اس بے ادائی کو سنکر غصہ سے کانپ اٹہے اور ہونٹہ چابنے لگے اور راجہ کی طرف دیکہا ـ راجہ نے اونکو تسلی دی اور کہا شرط قرابت یہ ہے کہ سخت و سست باتیں ملازمان حضور کو سن لو اور دم نہ مارو ـ اس اثنا میں عجیب سانحہ پیش آگیا جو سبب رہائی راجہ کا ہو گیا مگر اوسکے ساتہ ہی بنیاد ریاست راجہ میں خرابی بہی پڑ گئی ـ

اسی درمیان میں مولوی علی الدین نے حضور گورنر میں یہ فتنہ پردازی کی کہ کپتان اشٹاکر راجہ سے مل گیا اور عنقریب وہ فوج جمع کر کے نکل جانا چاہتا ہے اور شکار ہاتہہ میں آیا ہوا کہیں نکل نہ جاوے گورنر کو پہر غصہ آگیا اور کرنل بایم کو حکم دیا کہ ایجیٹن اور دو کمپنی کو مع دو ضرب توپ کے لیجا کر رفیقان راجہ کو خو[illegible] دلادے ـ اور ابنوہ واژدہام سے روکے

کرنل جب شیوالہ میں آئے تو برق اندازان راجہ مورچال باندہے ہوئے بیٹھے تھے اُن لوگوں نے روکا۔ ہمراہیان کرنل بے محابا بڑہے۔ سردار برق اندازنے اجیٹن سے کہا کہ تین کمپنی سپاہیوں کے شیوالہ میں ہیں اور راجہ قید میں ہیں اب اندر گنجائش نہیں ہے مگر اجیٹن نے جہالت سے نہ سنا سردار نے بآواز بلند کہا اب اگر قدم بڑہایا تو تم جاوٴگے اجیٹن سنکر غصہ میں آگیا اور توپ والوں کو گولہ مارنے کا حکم دیا وہ گولہ ہوائی ہوگیا۔ اور برق اندازوں کی باڑہ بندوق کی یکبارگی سپاہیوں کی طرف چلی گئی جس سے اجیٹن و چند سپاہی کام آئے اوس وقت برق اندازوں نے بندوق پہینک اور تلوار لیکر فوج انگریزی پر حملہ کیا اور مہلت بندوق سیدہی کرنے کی نہ دی اور بہت لوگ زمین پر گرے جب آواز پکڑو دہرو و شور وغل جنگ کی بیرون شیوالہ سے آئی تو کپتان نے پوچہا یہ کیا ہے۔ بخشی سدانند نے ایک بات کہی کہ وہ انسوں کا کام کر گئی کہا کہ کمپنی انگریزی دوسری اور آئی ہے اور اندر آنا چاہتے ہیں اور ہمارے آدمیوں کو مار رہے ہیں۔ کپتانوں نے جواب دیا ہم کو حکم جنگ کا نہیں ہے تو پہر دوسری کمپنی کی کیا ضرورت ہے۔ ہم منع کئے دیتے ہیں اور تم بہی اپنے آدمیوں کو منع کرو۔ یہہ کہکر کپتان استادہ کرنے تین جمعدار اور چہ جمعدار کو زینہ چبوترے بارہ دری پر کہڑا کرکے کہا کہ راجہ سے خبردار رہنا اور مولوی اجل رسیدہ و جیت رام بہی رہ گیا اور خود صحن شیوالہ میں جاکر شامل صفوف انگریزی ہوکر چاہتے تھے کہ یہ فساد بجہ جاوے ناگاہ وس بارہ حضوری جن کے ہتہیار باورچی خانہ میں تھے اور بابوان جو راجہ کے پاس تھے ہتہیاروں کو بہرہ سپاہیاں سے لیکر متصل راجہ کہڑے ہوگئے۔

بروایت غلام حسین خاں دو سو آدمی جو مکان ساہو والے سنگت میں بیٹھے تھے اور شاخ درختان سنگت کی کہڑکیوں سے مکان شیوالہ کی ملی تہیں اونپر سے دیکھ رہے تھے جب انگریزوں کو باہر جاتے دیکہا تو ہنومان ہنومان کہتے ہوئے مثل بندروں کے بذریعہ شاخ

کے کہڑکی کے راہ سے گہس آئے اور صحن مکان میں ڈیڑہ سو سے زیادہ سر فروش راجہ کے جمع ہوگئے۔

غلام حسین خاں و بخشی سدانند نے بہت داد فریاد کی کہ کیا غضب کرتے ہو اور کیوں راجہ کی ریاست کو برباد کرتے ہو مگر ہندوستانی فوج ایسے وقت میں کب کسی کا کہنا مانتی ہے راجہ یہ شور سنکر پوجا چہوڑکر اوٹہے اور دل میں تہا کہ جسطور سے ہوسکے اس فساد سے علحدہ ہوجاویں۔ جیت رام دوڑکر راجہ سے لپٹ گیا اور صوبہ داروں کو جو بارہ دری میں تہے آواز دیا۔ وہ لوگ تلوار لیکر راجہ کے سر پر آئے۔ حضوریان و باہوان نے جب دیکہا کہ راجہ کا کام تمام ہو رہا ہے۔ تلواریں لیکر مقابل ہوگئے بروایتے ننکو سنگہ و بروایتے شنکر دت برہمن نے پہلی تلوار جیت رام کو ماری کہ وہ مرگیا اور دوسروں نے پارہ پارہ کیا۔ پہر اوسی تلوار خوں چکاں سے جانب مودی بڑہے وہ انتہائے نامردی سے مثل روباہ کے ہر ستون کے پیچہے پوشیدہ ہوتا اور کبہی پلنگ راجہ کے نیچے جاتا مگر لوگوں نے امان ندیا اور مثل گوسفند ذبح کرڈالا۔ حضوریوں نے صوبہ داروں و حولداروں پر حملہ کیا اور جاں نثاروں نے دونوں ہاتہہ سے تلوار چلانا شروع کیا جس سے اکثر لوگ مارے گئے اور بعض بچے کپتانوں نے جب دیکہا کہ معرکہ پیکار گرم ہوگیا تو بخیال قید کرنے راجہ کے پہر اندر آنا چاہا مگر یہاں ہجوم مردم تیغ بکف سے ہوا کے آنے کا گذر نتہا کپتان کی کیا مجال تہی لوگ انکے پیچہے پڑگئے غلام حسین خاں نے بہت منع کیا کہ انکو نہ مارو مگر کون سنتا تہا۔

سپاہیان انگریزی کے پاس کارتوس نہ تہے وہ سنگین لیکر بڑہے مگر بہادروں نے انکو سپر پر روکا۔ اور بندوقوں کو پہینک کر تلوار سے کام لینے لگے یہانتک کہ دو کمپنی اندر والی اور دو کمپنی باہر کی مع کپتان اسٹاکر کے مارے گئے تہوڑے سے جو بچے وہ افتاں و خیزاں حضور گورنر پہونچکر اس بیرنگی سے خبر دینے لگے چونکہ گورنر کے پاس جمعیت نہ تہی لہذا عجب

تزلزل پڑگیا اور رنگ چہرہ فضول گویوں کا اوڑنے لگا مگر گورنر نے کمال استقلال و دلیری سے تسلی ہرایک کو دی اور کہا سب سپاہی بندوقیں لیکر تیار رہیں اور تھوڑے سے سپاہی کمپنی کے جو کشتیوں پر محافظت اسباب کو تھے اونکو بلاکر کارتوس دے کر دروازہ پر مستعد جنگ رکھا۔

راجہ نے غلام حسین خاں سے کہا یہ کیا ہوا اونہوں نے جواب دیا جو کچھ ہوا اچھا ہوا راجہ نے کہا اب کیا کرنا چاہیے۔ اوھوں نے عرض کیا اس وقت تو یہی مناسب ہے کہ ہیئت مجموعی سے باغ مادہو داس محل قیام نواب گورنر میں جانا چاہیے۔ اول تو وہاں جمعیت نہیں ہے اور اگر کوئی مانع ہو تو اونکو مار کر نواب ممدوح کو اپنے قابو میں لاکر دست بستہ سر کو اونکے پیر پر رکھکر تمام ماجرا عرض کرنا چاہیے کہ جو کچھ ہوا سو اتفاق سے ہوا میں نے عمداً نہیں کیا۔ اور نہ میرا ارادہ تہا میں وہی غلام قدیم ہوں جیسا کہ تہا مگر میری جان حضور کے ساتھ ہے اگر زندہ رہے تو دونوں اور اگر مرے تو دونوں۔ پھر نواب ممدوح کو باعزاز واحترام وکمال آرام سے رکھنا چاہیے اور فوج کے جمع کرنے کی فکر کرنا چاہیے اور ایک وکیل کو کلکتہ میں ارباب شوریٰ وقائم مقام نواب کے پاس بہیجنا چاہیے۔ پہر جو کچھ ہو منتظر رہنا چاہیے اور حسب وقت عمل درآمد کرنا چاہیے۔ اور یہی رائے بابو منیار سنگہ کی بہی تہی چونکہ مقتضائے امانت مورخ یہ ہے کہ بیان حال واقعی میں لحاظ کسی امر کا نہ کرے۔ لہذا حقیقت امر لکہی جاتی ہے۔ کہ راجہ اس قدر مضطرب تہے کہ یہ بہی نہ معلوم ہوا کہ بات سنی یا نہیں اور سمجھے یا نہ سمجھے نہایت ہراس میں باوجودیکہ میدان اعدا سے خالی تہا دروازہ سے بہی نہ نکلے بلکہ دالان طرف شمال شیوالہ کے ایک کہڑکی سے بیراگی کے چہت پر آئے یا بروایتے کرسی پر بیٹھے اور لوگوں نے پگڑیاں وکمر بند باندہ باندہ کر نیچے اوتارا اور ایک چھوٹی سی کشتی پر کہ اونکی سواری کو موجود تہی سوار ہوئے اور بوجہ طغیانی دریا کے چشم زدن میں رام نگر آ گئے۔

جب راجہ چیت سنگھ سر و پا برہنہ ایک خدمتگار کے ساتھ رام نگر میں آئے تو اونکے رفیق ہجوم کئے ہوئے منتظر تھے گھوڑا سواری کا لائے وہ سوار ہوکر غان ریز قلعہ رام نگر میں داخل ہوئے اور اوسی روز دوشنبہ ۲۸ شعبان و ۲۰ اگست سنہ مذکور کو ہاتھی پر سوار ہوکر سواری زنانہ کو لیکر اور ہمراہ زنانہ سواری کے اسباب گرانبہا لیکر لطیف پور کو روانہ ہوئے۔

رفیقان راجہ جو شیوالہ میں تھے باوجود بھاگ جانے اُنکے آقا کی اس نامردی کے ساتھ جملہ نقد و جنس اور چھبیس لاکھ روپیہ نقد جو کہ رشوت میں دینے کو منگایا تھا کشتی پر لیکر سوار ہوئے اس کشمکش میں مرزا ابدہ علی بیگ کہ نہایت بہادر تھے کشتی میں سوار ہوتے وقت دریا میں ڈوب گئے اور سب بچے رفیقان راجہ سے ایک شخص بھی زخمی ہوا مگر راجہ کی ران پر کھڑکی سے اوترتے وقت ایک پتھر لگا تھا جسکو کرچ کا زخم مشہور کرکے علاج کرایا۔

غلام حسین خاں لکھتے ہیں کہ جب راجہ چلے گئے اور دروازہ مکان شیوالا کا کھلا تو لوگ ایسے بھاگے جیسے طائر قفس چھوڑکر بھاگے اور ایک دوسرے کے آگے سبقت کرتا ہوا دریا کے کنارہ پر پہونچے اور جو کشتی پائی اوسپر بیٹھے اور چلدئے۔ چھوٹی کشتی کیا معنی تختہ شکستہ بھی گھاٹ پر نہ رہگیا۔ چونکہ غلام حسین خاں آہستہ چلتے ہوئے باوجودیکہ زخمی تھے مگر اور لوگوں کے خون سے سر سے پیر تک سرخ ہورہے تھے دسا سمیدہ تک گئے یہاں بھی لوگ بھاگے ہوئے آئے اور جو کشتی پائی باوجود ممانعت ملاح سوار ہوکر چلدئے وہ کشتی تھوڑی دور تک جاکر ڈوب گئی اور غلام حسین خاں متحیر کھڑے تھے کہ رحیم علی سوار اونکے رسالہ کا اور انکا خدمتگار جسکو بیش بعض دیا تھا آگیا اور یہ رحیم علی کے مکان میں چلے گئے اور وہاں مخفی رہے مولوی علی الدین اُنکی تلاش میں تھا مگر پتہ نہیں پا سکا آخر بذریعہ ڈولی بہرہ سرکاری راجہ تک آئے اور بہر راجہ کے پاس جا ملے۔

پھر بات گئے جب گورنر کو خبر فرار راجہ معلوم ہوئی تو مسٹر جمیس انڈرسن کو حکم دیا کہ تیس یا
چالیس سپاہی لیکر شیوالہ میں جاکر لاش کپتان واجیٹن مع دیگر مقتولان و مجروحان کو
لاکر باغ میں دفن کریں اور زخمی کو حوالہ ڈاکٹر کریں۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں و خیر الدین حسین

فرار کرنا راجہ چیت سنگھ کا جانب لطیف پور و حالات متعلقہ و حملہ رام نگر پر و ہزیمت انگریزی فوج کی

جب راجہ سراسیمہ حواس محض ایک خدمت گار کو ساتھ لئے ہوئے قلعہ میں آئے تو اُسیدن زنانہ سواری کے ہمراہ مال و اسباب پسندیدہ بہمراہی معتمدان برگزیدہ روانہ لطیف پور کیا اور چلتے وقت میر نذر اشرف داروغہ توپ خانہ کو جمیعت تین سو سوار و پانچہزار پیادہ کے وبال کشن ہزاری و جھجو خاں و زبردست خاں رسالہ داران کو حفاظت قلعہ رام نگر کے واسطے چھاؤنی بر جھوڑا اور سردار سنگھ چیلہ بابو بجناتھ سنگھ متوفی کو گھروانالہ پر کہ گویا خندق آبادی رام نگر تہا مع توپوں کے مقرر کیا اور خود تمامی سپاہ کے ساتھ دریا بر بر کہڑے ہوکر تماشا دیکھنے لگے اور چند کشتی انگریزان کی جو اس طرف دریا کے تہیں حکم تاراجی دیا اور جسوقت قلعہ رام نگر سے بہ قصد لطیف پور روانہ ہونے لگے تو ایک معتمد کو رانی گلاب کنور صاحبہ و مہیپ نرائن صاحب و بابو درگ بجے سنگھ کے پاس بہیجا کہ آپ حضرات بہی میرے ساتھ لطیف پور چلیں۔ چونکہ رانی گلاب کنور صاحبہ راجہ سے صاف نہ تہیں اور دل سے اُنکے خرابی کی خواہاں تہیں اور بذریعہ مولوی علی الدین کبری و بابو اوسان سنگھ کے تھوڑے ہی دنوں سے گورنر کو رضامند کر لیا تہا اور اوسان سنگھ کو طمع مختاری راج کی دیکر طرفدار مہیپ نرائن بنالیا تہا اور لینے کا ہیرداز دن کو آمادہ تیاری کر رکہا تہا۔ جواب میں کہلا بہیجا کہ اس وقت ہماری باربرداری ہم سے دور ہے

کل صبح مع اسباب کے آنکر شریک ہونگے۔ راجہ نے نادانی سے اِس بات کا یقین
کرلیا۔ اور خود روز دوشنبہ ۲۰ اگست ۱۷۸۱ء مطابق ۲۸ شعبان ۱۱۹۵ہجری
روانہ لطیف پور ہوئے۔ رانی موصوفہ نے عرضداشت حضور گورنر میں بھیجی کہ جیت سنگھ
تمامی لواحقین کے ساتھ بھاگ گئے اور میں نے بامید توقع الطاف خداوندی
اوننے علحدگی اختیار کی ہے اور اپنی بے قصوری کے سبب سے بامید عہود حضور در
دولت پر پناہ لائی ہوں ہمارے معاملہ میں جو کچھ حکم ہو۔ گورنر بہادر نے ایسے وقت
میں اِس گروہ کا ملجا غنیمت سمجھا اور فوراً حضور میں طلب کر کے مورد تفضلات کیا۔
اور اوسی روز پروانہ بنام عمال جیت سنگھ بھیجا کہ راجہ جیت سنگھ نے حکم حضور سے
سرتابی کی اور خون سپاہیوں کا گراکر پہاڑ میں جا چھپا اوسکو اخراجی سمجھکر جب تک
کوئی وراثت بلونت سنگھ پر مقرر نہو بابو اوسان سنگھ کو نائب راج سمجھکر
اوسکی طرف رجوع لادیں اور مالگذاری ملک متعلقہ خود کو اوسکے ذریعہ سے بدستور
سابق بھیجیں اور اگر خلاف اِس حکمنامہ کے کریں گے تو سزاوار تادیب و تعذیر افواج
سرکار ہونگے۔ اِس حکمنامہ پہونچنے سے تمامی عامل حیران ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے۔
بعض مثل جیت رائے امین و کلب علی خاں مستاجر جونپور کہ شہر میں رہتے تھے اور
راجہ کے شریک نہو سکتے تھے ملازمت حضور گورنر میں پہونچکر مطیع فرمان ہوئے
اور جو لوگ شہر بنارس سے دور تھے اُن لوگوں نے حکمنامہ بجنسہ راجہ کے پاس
بھیجدیا اور اوسکے حکم کے طالب ہوئے۔
رانی گلاب کنور نے عرضداشت مذکورہ بھیجکر تاریک رات میں جانب بنارس توجہ کیا
یعنے جسدن کہ راجہ جیت سنگھ بھاگے تھے اوسی شب کو رانی صاحبہ بھی روانہ ہوگئیں
اِس طور سے راجہ کا بھاگنا اور رانی صاحبہ کا مکان قلعہ خالی کردینا شرفا و ملازم ساکنان
رام نگر وچھاونی پر عجب اضطراب و پریشانی کا سامنا تھا لوگ راجہ کے پیچھے پیچھے

روانہ ہوے جسکو سواری ملی وہ سواری پر ورنہ پیادہ پا روانہ ہوئے اسباب لیجانے
کا کسکو موقع تہا راہ میں شور وغل سے عجب ہنگامہ قیامت بپا تہا شرفا کا اسباب
لچہ ہائے بازاری نے خوب لوٹا۔

اوسان سنگہ نے یہ حالات سنکر زمانہ اپنے موافق پاکر جانا کہ قلعہ رام نگر خالی ہے
اور محافظان قلعہ بعد اپنے مالک کے چلے جانے کے کب پائداری کرسکتے ہیں توچاہا کہ
قلعہ مذکور کو اپنے قبضہ میں کریں اور اس وجہ سے نواب گورنر کے حضور میں تقرب زیادہ
کریں اس ارادہ پر ایک جماعت کو جمع کرکے اور بابو ان سے جو اُن سے موافق تہے
ہمراہ لیکر مع جیت رائے کے کہ نامزد بعہدہ امانت شہر تہے اور مرزا کلب علی بیگ
داماد مرزا فیض اللہ بیگ کے عبور دریا کرکے روانہ ہوئے ابہی کشتیاں اُس پار
نہ پہونچی تہیں کہ محافظان قلعہ رام نگر کو اطلاع ہوگئی۔ زبردست خاں و جہجو خاں رسالہ
داران نے بندوقچی بہیلیہ کو لیکر مقابلہ کیا۔ محض سات آٹہ آدمی اوس جماعت کے
گرے تہے کہ تمام جمعیت جو بطور تماشائیوں کے تہی بہاگ نکلی۔ اوسان سنگہ کو اول تو
شجاعت سے بہرہ نہ تہا اور انصاف یہ ہے کہ بعد اسکے کہ فوج کا بیرا اوکہڑے پائداری کرنے
میں بجز جان دینے کے اور کیا حاصل ہے بہاگنے والوں کے ساتہہ ہوکر اونہیں کشتیوں پر
جو آئے تہے واپس گئے۔

اس خبر کو سنکر ضرب المثل امانت المولی ملازم کا مارا جانا توہین مالک ہے نواب گورنر
کو بہت ہی صدمہ ہوا۔ اور غصہ کی آگ بہڑک گئی۔

سرداران حضور سے استفسار تعداد افواج مامورہ اس ضلع کا کیا۔ کرنل ملور قلعہ دار
قلعہ چنار نے عرض کیا میرے اختیار میں ایک کمپنی نئی اور دو کمپنی پرانی حراست قلعہ
میں ہیں اور کرنل پابم نے کہا میرے اہتمام میں سہ ریز سپاہیان و دو کمپنی گورہ فرانسیس
مرزا پور میں ہیں اُن میں سے ایک ریز کو ہمراہ لایا تہا جس میں سے دو کمپنی شیوالہ میں کام

آئیں اور تین کمپنی سپاہیوں کی اس وقت تالاب منڈواڈیہہ پر ہیں اور دو ریزہ مرے ایک بہ سرداری کپتان بلور اور دوسرے بہ سرداری کپتان بامر اور دو کمپنی گورہ بہ سرداری کپتان ڈاکی سین ابھی مرزاپور میں ہیں۔

گورنر نے یہ سنکر حکم دیا کہ افواج مرزاپور وچنارگڈہ سے آکر کار حضور میں رہیں۔ پھر طور حسب حکم گورنر ۲۰ شعبان ۱۱۹۵ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۷۸۱ء روز چہارشنبہ کو تینوں کپتان تمامی سپاہیان وسولداران فرانسیس وچار ضرب توپ کے مرزاپور کلاں سے کوچ کرکے راہ چنار سے آکر مرزاپور میں خیمہ زن ہوئے۔ رات کو تیاری اسباب جنگ کرکے اول رمضان کو فوج کے دو حصہ کرکے ایک حصہ باہتمام کپتان بلور طرف جنوب رام نگر سے اور دوسرے باختیار کپتان بامر وڈاکی سین کے مع سولداران فرانسیس وسپاہیان پلٹن کے مع توپوں کے چھاؤنی بال کشن ہزاری تک پہونچے حکم گورنر دربارہ مسماری رام نگر واخراجی سپاکنان تہا۔ مگر زمانہ عجب رنگ دکھاتا ہے۔ یہ لوگ غرور کو دماغ میں بہرے ہوئے بے خبر اس سے کہ پیمانہ زندگی بہر چکا ہے۔ پہر رات باقی رہنے سے سوار ہوکر دو گہڑی دن چڑہنے پر گہرواںالہ پر پہونچے یہاں پر سردار سنگہ متعین تہے سدراہ ہوئے اور لڑائی شروع ہوگئی پہر دن چڑہنے تک تو طرفین سے بندوق وتوپ چلتی رہی۔ ایک بیٹی باروت کی توپخانہ راجہ سے سپاہیان انگریزی کو مل گئی تہی سردار سنگہ جمعدار نے تنہا حملہ کرکے دلاوران انگریزی سے چہین کرانے لوگونکو دیدیا مگر واپسی میں گولی کہائی۔ مگر پہر انگریزی فوج نے توپ کو موقوف کرکے یورش تلوار سے کیا۔ سردار سنگہ نے بہی داد مردمی دی اور خوب لڑے یہانتک کہ زمین خشک جنگل کی خون کشتگان سے لالہ زار ہوگئی تاآنکہ وہ مارے گئے۔ اُنکے مارے جانے کے بعد فوج مذکور قلعہ رام نگر کے لینے کو جو وہاں سے ایک میل ہے روانہ ہوئے اوس زمانہ میں درخت گھنے بہت تہے اور بغیر اُنکے نیچے گئے ہوئے راہ نہ تہی۔ بہیلیہ

قابو جوئے باڑہ بندوق کی چلائی اور تیس چالیس گورے مارے گئے۔ اسپر بھی دلیران لشکر انگریزی نے داہنے بائیں نہ دیکھکر نظر بہ تسخیر قلعہ جلد جلد آگے بڑھے تا اینکہ مورچال میر نذر اشرف داروغہ توپ خانہ راجہ پرکہ شنکر باندھکر آمادہ حرب تھے پہونچے۔

اور دوسری طرف سے چھاونی بالکشن ہزاری تھے اور مشارٌالیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مسلح ومہیائے خونریزی انتظار حریف میں تھے۔

چونکہ فوج غنیم بیخبر عافیت حال خود سے جارہی تھی اور برقندازان توپ خانہ کہ بناہ دیوار چھاؤنی میں گئے ہوئے تھے حریفوں کو غافل دیکھکر بندوق کی گولیاں مثل اولہ کے برسانے لگے اور بازار والے اپنی دوکانوں پر سے پتھر وا اینٹ ولکڑی سے خبر لینے لگے سرداران انگریزی کو گمان اس آفت ناگہانی کا نتھا ہوش وحواس باختہ ہوکر نہ توصف آرا ہو سکے اور نہ بندوق ہی چلا سکے۔ بجز اسکے کہ خاک وخون میں لوٹتے جاویں بے انتظامی کی وجہ سے صدہا سپاہی بغیر ہاتھ پیر چلائے مارے گئے۔ بالکشن ہزاری کہ بہادر تھے عین جنگ میں مثل شیر کے کہ گلہ گوسفند پر گرے بیس سواروں کے ساتھ مجمع سولداران فرانسیس میں آئے اور بقیۃ السیف کو ضرب شمشیر ونیزہ سے مارنا شروع کردیا۔ کپتان بامر وکپتان ڈاکی سین کہ مجمع مجروحان مدہوش میں پڑے تھے ہوش آنیپر حمیت جوانمردی سے اوٹھے اور دونوں طرف سے باگ ہزاری مذکور کے گھوڑے کی پکڑکر زخم کرچ سے زخمی کیا۔ بالکشن ہزاری نے گھوڑے سے اترکر تلوار سے دونوں کو مقتول کیا اسی گرمی میں صوبہ دار تلنگان نے کہ وہ بھی زخمی پڑا تھا تپنچہ ہزاری کی طرف مارا جس سے وہ زمین پر گرگئے۔ جناب بہادر خواہرزادہ ہزاری نے ایک ضرب ہتہ میں کام صوبہ دار کا تمام کیا۔

دوسری طرف سے میر نذر اشرف نے کہ بھیلہ کی فوج لئے ہوئے یورش مردانہ کر رہے تھے میدان میں ثابت قدم ہوکر مدد بالکشن ہزاری کے کیا یہانتک کہ گورہ بے سروپا

ہوکر بہاگے اور گہروا نالہ میں جاکر دم لیا۔

اس جنگ میں پانچ سردار انگریز و بچاسی فرانسیسی سولڈر و ڈیڑھ سو سپاہی مارے گئے اور سیکڑوں زخمی ہوکر بھاگے اور دو ضرب توپ بر قبضہ از ان راجہ کو ملی اور فوج راجہ سے دو شخص مارے گئے اور بال کشن ہزاری زخمی ہوکر مع خواہر زادہ خود مظفر و منصور واپس ہوئے۔ ملندی حضوری بندوق سے زخمی ہوکر گرے۔

سپاہ انگریزی پسپا ہوکر بہاگی اور قصد مرزا پور خورد کا کیا۔ جب کپتان بلور نے جو دوسرے جانب سے آرہے تھے خبر مارے جانے کپتان بامروڈا کی سین اور اونکے رفیقوں کے بہاگنے کی سنا اور زمانہ کو اپنے مخالف دیکھا تو جہاں تک پہونچے تھے وہیں ٹہر گئے ناگاہ گولہ توپ طرف راجہ سے اجیٹن فوج اوڑ گیا اس وجہ سے اوسکے ہمراہیوں پر ہراس طاری ہو گیا مجبور ہوکر پیچھے پہرے اور قصد مرزا پور خورد کا کیا اثنا راہ سے فراریان و مجروحان بلٹن کو کپتان بلور لیکر دو توپ اور سپاہیان باقی ماندہ کے ساتھ تمام روز مرزا پور میں رہے اور رات کو کوچ کرکے داخل چنارگڈہ ہوئے۔

آخر دن یکم رمضان و ۲۳ اگست روز پنجشنبہ میں بابو سجان سنگہ چہوٹے بہائی راجہ کے ورگہبر دیال دیوان و غلام حسین خاں رسالہ دار و تین سو سوار و تین ہزار پیادہ برقنداز و تین چار کمپنی سپاہیان کی مدد بالکشن ہزاری کے واسطے رام نگر میں پہونچ گئیں اور لاشوں کی ڈہیرا ور مردگان کے پشتہ دیکہکر اور ایسی فتح نمایاں کی خبر سنکر نہایت خوش ہوئے۔ خیال تعاقب فوج انگریزی تہا مگر دن ختم ہوجانیکے وجہ سے فائدہ ندیکہا۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں و خیرالدین حسین

جانا گورنر کا تمامی صاحبان کے ساتھ قلعہ چنارگڈھ میں بخوف

شبخون بابو سجان سنگھ

جب کہ یکم رمضان و ۲۳ اگست روز پنجشنبہ کو بابو سجان سنگھ برادر چیت سنگھ وارد رام نگر ہوئے تو رام سنگھ نامی جاسوس ملازم بابو مذکور نے کہ نہایت چالاک و عیار اور اپنے فن میں یکتائے روزگار اور مدت تک شجاع الدولہ کے سرکار میں ملازم رہ چکا تہا اور کسی جرم میں اوسکی ناک کاٹی گئی اور بذریعہ جراحان مقام کوٹ کانگر کہ اوس زمانہ میں مقام مذکورہ میں پوری دستگاہ و شہرت فن جراحی خصوص درستگی بینی بریدہ میں رکہتے تہے جلد رخسارہ لیکر ایسی ناک اوسکی درست کردی گئی ہی کہ بجز خط کے اور کوئی نشان بریدگی بینی معلوم نہوتا تہا) بنارس سے آنکر بابو کو خبر دی کہ آج رات کو تمام صاحبان انگریز بہاگ جانے کے قصد میں ہیں اور شکست کہا جانے فوج وآنے سے آپ کے نہایت ہراس اونپر غالب ہے۔ اگر آپ کو کچہ کرنا ہے تو آج رات کو کر لیجئے ورنہ دست تاسف ملنا ہوگا کیونکہ جب نواب گورنر کسی پناہ کی جگہہ میں پہونچ جاوینگے تو پہر ہر طرف سے فوج منگا کر استیصال راجہ کردیں گے پہر کسکو تاب مقابلہ رہجاویگی۔ بابو صاحب نے یہ خبر سنکر میر نذر اشرف داروغہ کو اور فوج بہیلیہ کو حکم دیا کہ دریا کے پار اوتریں اور جب رسالہ دار اوتر جاویں گے اوس وقت میں بہی آجاؤں گا۔ چونکہ اوس وقت طالع راجہ سست تہا لہذا میر نذر اشرف نے بہی کاہلی کی اور بہیلیوں نے بہی کہا کہ صبح سے اس وقت تک پانی گلے میں نہیں پہونچا ہمکو قوت پیر اوٹھانے کی نہیں ہے۔ جعفر خاں وغیرہ رسالہ داران نے عذر کیا کہ دریا چڑہا ہوا ہے اور رات تاریک ہے کیونکر جاویں۔ بعض شوخ چشم کہنے لگے کہ عجب لطیفہ ہے کہ راجہ لطیف پور میں بیٹہے ہیں فوج انگریزی کیخیال اونکی آنکہہ کے سامنے بجلی کوند جاتی ہے اور ہم سے لڑنے کو اور اونپر غالب آنے کو کہا جاتا ہے۔ غلام حسین خاں کہتے ہیں اگرچہ ہندوستان کی فوج جیسا کہ

چاہیے فرماں پذیر نہیں ہوتی خصوصاً ایسے وقت میں کہ یقین تباہی راجہ کا ہر شخص کو ہو چکا تہا مگر اصل میں بے جگری وسستی بابو سجان سنگہ کی تہی اگر وہ خود سوار ہو جاتے تو لوگ اُنکے پیچہے کیسے نہ جاتے۔

واقع میں خبر مخبر صحیح تہی اور تازہ خبر و گفت و شنید بابو سجان سنگہ و سرداران فوج سمع مبارک گورنر میں جب پہونچی تو پہر بنارس کا رہنا یقینی طور سے مناسب نہ سمجھکر اسی تجویز میں ہوئے کہ بنارس سے نکل جانا چاہیے۔ سر شام سے بابو اوسان سنگہ و درگ بجے سنگہ کو رخصت کر دیا کہ اپنی فرودگاہ پر جاکر مستعد جنگ رہیں۔ خیرالدین حسین کہ اس وقت حاضر حضور گورنر تہے گورنر نے مسٹر داوید اندرسن سے خیرالدین حسین کے رخصت کرنے کو اشارہ کیا۔ مولوی خیرالدین نے جواب دیا اس وقت میں کہ خبر پہنچوں آنے دشمنوں کی مشہور ہو رہی ہے۔ بندگان عالی سے جدا ہونا شہرت نامردی کا سبب ہے۔

مسٹر ڈاوید اندرسن نے ہاتہہ خیرالدین کا پکڑکر اپنے فرودگاہ میں لاکر کہا خوشی گورنر کی ہے کہ کوئی ہندوستانی اس وقت اُنکے سامنے نہ رہے۔ اسی وجہ سے علی بن ابراہیم خان و اوسان سنگہ و بینی رام و منشی شریعت اللہ خاں وغیرہ اسنے معتمدوں کو جس حیلہ سے ممکن ہوا علحدہ کیا ہے۔ خیرالدین نے کہا تو کیا کسی طرف جانے کا قصد ہے مسٹر مذکور نے مسکرا کر فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ رفیقان راجہ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں کہاں جا سکتے ہیں راہیں بند ہیں زمینداروں نے فساد پر کمر باندہ رکھی ہے خیرالدین نے کہا اول تو میری عقل ہی کیا مگر بجز قلعہ چنار گڈہ کے اور تو کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اگرچہ شہاب خاں سو سوار اور ہزار پیادہ سے سرراہ پڑا ہے مگر بے جرائتی و بد دلی اوسکی مشہور ہے مطلق سرکاری دس سپاہیوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ بات واقعی تہی لہذا مسٹر مذکور نے خیرالدین حسین سے کہا خاموش رہو یہ خیال گورنر کے

دل میں نہیں ہے مگر ہاں سعادت علیخاں[1] کے یہاں کہانا یعنے دعوت ہے وہاں شریک ہوں گے ۔

---

[1] نواب سعادت علی خاں جن کا لقب یمین الدولہ ہو گیا تہا دوسرے فرزند نواب شجاع الدولہ بہادر ہیں سنہ ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے اور عین شباب میں دختر وکیل السلطنت مدار الدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علی خاں بہادر صمصام جنگ سے شادی ہوئی ۔ نواب سعادت علی خاں نے چندے اپنے باپ کی نیابت میں بحضور شاہ عالم بادشاہ حاضر باشی بعہدہ نائب وزارت کی ہے پہر ناظم اطراف بریلی رہے ۔ جب انکے بڑے بہائی نواب آصف الدولہ بہادر مسند نشین ہوئے تو بعض وجوہ سے جن کی تفصیل فضول ہے تین لاکہ روپیہ سالانہ مصارف کے واسطے مقرر ہوا اور مقامات اکبرآباد و عظیم آباد و کلکتہ و بنارس میں زمانہ مختلف میں قیام اختیار فرمایا ۔ تا اینکہ بعد انتقال آصف الدولہ بہادر و معزولی وزیر علی خاں آصف جاہ حسب خواہش نواب بہو بیگم صاحبہ واہتمام گورنمنٹ عالیہ ۲۰ شعبان ۱۲۱۲ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء میں بعہد گورنری لارڈ جان شور صاحب بینتالیس برس کے سن میں مسند نشین ہوئے اور شاہ عالم بادشاہ کے یہاں سے خطاب وزیر الممالک یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خاں بہادر مبارز جنگ ملا ۔ اگرچہ اس نواب نے بنابر توثیق مودت خود سال چہارم جلوس خود میں عہد مارکوئس ولزلی بہادر میں حصہ ملک دوآب کو یعنی صوبہ الہ آباد مع قلعہ کے اور فتح گڈہ و چکلہ کوڑہ ۔ و اٹاوہ و فتح پور و اعظم گڈہ و بٹول و کہیراگڈہ و فرخ آباد و تمامی حدود روہیلکھنڈ جو پیلی بہیت و بریلی و رام پور و شاہ جہاں پور وغیرہ موسوم بہ کٹہر تہے و تمامی محالات مذکور مع اخراجات تحصیلی و تنخواہ شاہزادگان مقیم بنارس و سالانہ معمولات نواب ناصر جنگ و احمد خاں بنگش و اولاد حافظ رحمت خاں و معافیہا و جاگیرات وغیرہ کہ سب کا سب خزانہ وزارت سے دیا جاتا تہا کارپردازان گورنمنٹ انگریزی کو سپرد کر دیا ۔ اور بقیہ ممالک یعنی تمامی صوبہ اودہ خاص گونڈہ و بیسواڑہ و خیرآباد

جو اوس زمانہ میں بعد مسند نشینی اپنے بڑے بہائی نواب آصف الدولہ بہادر کے مقامات مختلف میں رہکر جن کا ذکر حاشیہ کتاب میں ہے بنارس محلہ درگا کنڈ میں رونق بخش

وجبگدلیس پور وسلطان پور وچکلہ محمدی وسندیلہ مع رسول آباد وغیرہ ودریاباد ورام نگر وبانگر مؤ وگشائیں گنج وغیرہ متعلقات اوسکے واملاک شاہ جہاں آباد موروثی قدیم واملاک بنارس خریدکردہ ذات خاص ودیگر چند تعلقات تحصیل حضور بعلاقہ وزارت رکہے اور یہ تقسیم ہردو حصہ برابر کی بخوشنودی خاطر ہردو سرکار تاریخ ۲ ماہ رجب ۱۲۱۶ھ موافق ۱۰ نومبر ۱۸۰۱ء میں ہوکر عہدنامہ لکہا گیا۔ اور بعد اس تقسیم کے کہ لا محالہ آمدنی میں کمی لازمی ہوگئی تہی اپنے علاقہ کا انتظام کرکے اور رعایا کو خوش رکہکر اور آبادی میں وسعت دیکر اور جمع میں انتظام کرکے باوجود ہر قسم کے مصارف فوجی وخانگی فراخور حال وخیرات ومبرات کے سالانہ ایک کرور روپیہ بکروشیں جمع کرتے جاتے تاکہ ممالک وسیعہ ہندوستان کو حسبطورسے کہ متاجری آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی میں ہے حضور بادشاہ انگلستان اپنے قبضہ میں لاویں۔ تا اینکہ تحریک بہی ہوچکی اور تیس کرور بیشگی پاجانے پر اقرار بہی ہوچکا تہا۔ اٹہارہ کرور کے قریب فراہم بہی ہو چکا تہا۔ مگر پندرہ یا سولہ سال جلوس کے بعد خدا کا ارادہ بندہ کے ارادہ پر غالب ہوکر ترسٹھ سال کی عمر میں شروع ماہ رجب ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء روز چہارشنبہ کو انتقال کیا۔ اور جنت آرامگاہ لقب پایا۔ اور دارالشفا شاہی جس میں علاج بطریقہ یونانی اب تک (یعنے تحریر تاریخ ہذا) ہوتا ہے اور بارہ دری وجلوخانہ ودیگر عمارات وگنج وبازار علاوہ بارگاہ عرش اشتباہ حضرت عباس علمبردار کی یادگار اپنا چہوڑگئے۔ مدت حکومت قریب ۱۶ سال تہی ارکین میں سے اول میں سرفراز الدولہ حسن رضا خاں بہادر و مہاراجہ ٹکیٹ رائے تہے۔ اور بہر مرشد زادگان والاشان شمس الدولہ نجم الملک میرزا احمد علی خاں بہادر ونصیر الدولہ فارس الملک میرزا محمد علی خاں بہادر ونیز رائے بے سنگہ رائے وراجہ دیاکرشن گذرے ہیں۔

ملاحظہ ہو امیرنامہ مصنفہ سید محمد امیر علی خاں وزیر۔

تھے اور اپنی عزت خاندانی کے ساتھ نہایت عقلمندی و بلند فطرتی کے ساتھ کہ مقتضای طبع والا تھا نشیب و فراز زمانہ کو اچھی طور سے آزما رہے تھے۔

بہر طور ایک گھنٹہ بھی نہ گذرا تھا کہ ہرکارہ بہ طلب صاحب موصوف آیا اور ملازموں میں آوازیں بلند ہونے لگیں کہ ٹوپی صاحب کی کہاں ہے کرچ کہاں ہے تمنچہ کہاں ہے۔

مسٹر ڈاوید اندرسن حضور گورنر سے پھر دوڑے ہوئے آئے اور صندوقچہ جو کہ مقفل تھا اور کنجی اوسکی جلدی میں نہ ملی کھولنا بلکہ توڑنا چاہا مگر ممکن نہ ہوا۔

مسٹر مذکور نے خیرالدین حسین سے کہا کہ اگر تمہارے متعلقین اس شہر میں نہ ہوتے تو میرے ساتھ رہنا بہتر ہوتا۔ اب تو جو ہم پر گذرنے والی ہے گذرے گی تم اپنے متعلقین کی حفاظت کرو۔ منشی غلام رسول نے کہا مجھے کیا حکم ہوتا ہے میں تو اس شہر میں بیگانہ شخص ہوں فرمایا تم ہمراہ رہو۔ اونھوں نے چاہا کہ چند جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید و تھوڑی اشرفیاں کہ مال سرکار کا اونکی سپردگی میں تھا کمر میں باندھ لیں صاحب ممدوح نے منع کیا اور کہا یہ وقت اسکے اوٹھانے اور لیجانے کا نہیں ہے اگر لیجانا ہی منظور ہے تو بندوق و تمنچے لے چلو کہ تمہارے کام آوے گا۔ منشی مذکور اُن چیزوں کو جو کچھ لیجا سکے اپنے ساتھ لے گئے باقی ایک صندوق میں رکھکر ایک بندوق ہاتھ میں لیکر ساتھ ہوئے۔

یکم رمضان و ۲۳ اگست روز پنجشنبہ چار گھڑی رات گذر جانے پر گورنر بہادر نے بشہرت جانے خانہ نواب سعادت علی خاں کے تمامی انگریزوں کو مثل مسٹر داوید اندرسن و مسٹر جمیس اندرسن و مسٹر کلبرک و مسٹر مارکم و مسٹر چالکمان و مسٹر جارج گرانٹ و مسٹر ٹامسین و مسٹر شاملر و کرنیل ملور و میجر پالم و میجر پامر و کپتان ہوکن و کپتان ملیکن و مسٹر اسکاٹ و مسٹر سلمان و دیگر سرداران کے ہمراہ لیکر بندوقیں ہاتھ میں لئے تمنچہ کمر میں سے گئے ہوئے باغ مادہو داس سے نکلے اور دو ضرب توپ و تین کمپنی سپاہیان ملیکن میجر پالم و دو کمپنی چنار گڈھ والی

اور ایک کمپنی کو نگہداشت کپتان اسٹاکروالی کہ اوس وقت حسب حکم آمادہ جنگ کھڑی تھیں آگے آگے چلنے کو کہا اور گو سواری پالکی و گھوڑوں کی تیار تھی اور سامان روشنی بھی موجود تھا لیکن بہ صلاح وقت نہ تو سوار ہوئے اور نہ روشنی کافی لی گئی بلکہ ہمراہ سپاہیان مع سامان کافی روشنی کے بفاصلہ تیر ہو پہنچنے کے آگے آگے کر دیا سب کے سب صاحب پیادہ ایک دو مشعل دستی کے روشنی میں پیچھے رہکر اول جانب الہ آباد متوجہ ہوئے پھر ہرکارہ واقف کار کے بتلانے سے قلعہ چنار کی طرف پھر پڑے تمامی مال و اسباب کہ بازع ماہود اس میں تھا بغیر محافظ و نگہبان کے چھوڑ دیا گیا تھا اور حسب حکم گورنر کسی نے اسباب ضروری میں سے بھی نہ لیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ یہ خبر روانگی گورنر اوسان سنگھ کو معلوم ہوئی وہ فوراً بابو درگ نبجے سنگھ و بابو مہیپ نرائن کو خبر کرکے اپنی جمعیت موجودہ سے گورنر صاحب کے پیچھے ہو پہنچے۔ گورنر صاحب نے انبوہ خلق اپنے پاس گوارا نہ کرکے تینوں شخصوں کو مع رفیقان اُنکے ساتھ لے لیا باقی کو ہمراہ سپاہ کردیا۔

غلاصہ رات تاریک راہ میں کیچڑ و پانی نالوں کے پانی بہنے سے راہیں کٹی ہوئی تھیں اس وجہ سے راہ نہ پہچانی جاتی۔ حالانکہ چنار گڈہ محض سات کوس تھا مگر سات منزل معلوم ہو رہا تھا۔

خیرالدین صاحب زبانی مسٹر جیمس اندرسن تحریر کرتے ہیں کہ اوس اندھیالی رات میں اگر جگنو چمکتا ہوا نظر آتا تو خیال فتیلہ بندوق مخالفین دلوں میں گذر کر خوف پیدا کراتا اور اگر چراغ کی روشنی کہیں نمایاں ہوجاتی تو اہل قافلہ اوسکو مشعل شبخوں مارنے والوں کا خیال کرکے ہاتھ پیر سست کرکے درختوں کے آڑ یا نالہ میں پوشیدہ ہوجاتے۔ مسٹر جیمس اندرسن ایک گھوڑے پر سوار بطور جاسوس بفاصلہ پرتاب تیر کے آگے آگے جارہے تھے تاکہ اگر فوج مخالف کی آواز پاویں تو فوراً اطلاع کردیں۔ کاشتکار روح کے

کھیتوں میں جو کاٹے گھڑے ورانے جانوروں کے واسطے لکڑیوں پر نصب کرتے ہیں جب دور سے دکھلائی دیتے تو کم لوگ ایسے تھے جو کھڑے رہ سکتے ہیں۔ جب مشر مذکور حقیقت حال سے اطلاع دیتے تو بعض نوجوان ہنس پڑتے اور وہ سبب رنجش صاحبان تجربہ کار ہوتا۔

خلاصہ آہستہ آہستہ قلعہ رام نگر کے برابر پہونچے دور سے بالاخانہ رام نگر پر اہل قافلہ کی نگاہ پڑی اور روشنی چراغوں کی دیکھی تو جاسوس ناتجربہ کار نے دوڑ کر خبر دی کہ لشکر رام نگر سے آرہا ہے جو دو مشعلیں کہ گورنر کے ساتھ تھیں وہ بھی بجھادی گئیں اُسوقت حالت اہل قافلہ کی قابل دیکھنے کے نہ تھی ہر شخص پر ہراس طاری تھا اور گورنر ہر ایک کو دلاسا و دلداری سے آمادہ جنگ کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب جاسوس جرأت کر کے آگے گیا تو خبر لایا کہ وہ بالاخانہ رام نگر کے چراغوں کی روشنی ہے۔

المختصر بہزار سختی و تردد کوسوں کا چکر اوٹھاکے اور شہاب خاں و اوسکے رفیقوں کو کسد راہ تھے کنارہ کرتے ہوئے جبکہ صبح کا سفیدہ نکل رہا تھا کنار گنگ جہاں پر کشتیاں حسب حکم کرنیل لگی تھیں پہونچے اور تمامی صاحبان و ہمراہیان کے ساتھ سوار ہو کر قلعہ چنارگڈہ میں اس طور سے آئے کہ جیسے کسی کی جان نکل جانے پر پھر اپنے جسم میں آوے۔ توپیں سلامی کی سر ہوئیں دوست خوش و دشمن غمگین ہوئے۔ چونکہ ہمراہ کسی صاحب و ملازم کے بجز لباس بدن کوئی کپڑا نہ تھا۔ لہذا تین روز تک اکثر صاحبان و اونکے رفیقان وہی کپڑا مٹی بھرا ہوا پہنے رہے۔ تیسرے روز مہاجنوں کو حکم کپڑے باریک و موٹے لانے کا ہوا کہ خاطر خواہ قیمت پر بیچیں۔ اور صاحب لوگ قیمت کی کمی زیادتی کا لحاظ نہ کر کے خرید کریں کہ قیمت اوسکی خرچ سرکار میں محسوب ہوگی۔

ملاحظہ ہو طوبنت نامہ غلام حسین خاں
وخیر الدین حسین

آگاہ ہونا بابو سجان سنگہ کا روانگی گورنر سے و غارت اسباب انگریزی و گرفتاری متوسلان انگریزی

یکم رمضان ۱۱۹۵ھ مطابق اگست ۱۷۸۱ء روز پنجشنبہ صبح کو جب خبر روانگی گورنر مشہور ہوئی تو بروایت غلام حسین خان بہیلیہ و رسالہ داران اپنی رفع خجالت کے واسطے کہ رات کو شب خوں مارنے میں سستی کی تہی۔ بلا اجازت بابو سجان سنگہ باغ مادہوداس میں گئے۔ مگر وہاں بجز میز و کرسی کے اور کچھ نہ پایا۔ ہاں مولوی علی الدین البتہ گرفتار ہو گئے۔

مولوی خیر الدین لکھتے ہیں کہ سجان سنگہ نے خبر روانگی پاکر مقابلہ کرنا چاہا تہا مگر فہمایش غلام حسین خاں سے نہ جاسکے انہوں نے کہا کہ تا وقتیکہ خبر روانگی واقعی طور سے صحیح ہو جانا مناسب نہیں کیونکہ زمیندار اطراف آپ کے مطیع اور فوج ہر طرف سے لا محالہ گورنر گرفتار ہو کر آوینگے۔ اور جب توپ کی آواز سے بہ سلامت قلعہ چنار میں پہونچ جانا معلوم ہوا۔ تو بابو مذکور نے نہایت سرزنش غلام حسین خاں کی کی۔

بہر طور صبح کو بابو سجان سنگہ نے رام بخش کوتوال رام نگر کو ایک کمپنی سپاہیوں کی دیکر ضبطی اسباب انگریزی کو جو کہ باغ مادہوداس میں تہا مقرر کیا۔ اور دیارام کو کہ مخالفین جیت رائے امین سے تہے عہدہ امانت پر سرفراز کیا اور رفیقان انگریزوں کی گرفتاری پر مقرر کیا۔ رفیقان راجہ آئے اور بغیر مزاحمت کسی کے انگریزوں کے مال پر جو کہ مکانات باغ مادہوداس اور خیمہ ہائے بیرونی میں تہا قابض ہو گئے۔ بلکہ تمام کتابیں انگریزی و فردی کاغذات میں آگ لگا دی۔ پہر جیت رائے امین کو مع رفیقان و کلب علی بیگ کو مع ملازمان گرفتار کر کے بصد ذلت و خواری سر و پا برہنہ لطیف پور میں بہیجا۔ ملازمان انگریزی سے جو شخص کسی کے گہر میں پوشیدہ ہوتا اوسکو وہاں سے نکال کر

پابزنجیر دہاتہہ بازو پر بندہے ہوئے حضور راجہ میں بہیجتے اور اوسکا گہر تباہ کردیتے۔
کنتو بابو دیوان مختار گورنر بہادر کو کہ مربی ومحسن راجہ تہا بنارس سے رام نگرلے گئے
اور بابو سجان سنگہ نے اونکو برہنہ پشت ہاتہی پر سوار کرکے لطیف پور بہیجدیا۔ راجہ
چونکہ اُنکے ممنون احسان تہے استقبال کو گئے اور بعزت تمام خیمہ میں لائے۔
برنٹ فرنگی کہ اعلیٰ درجہ کا سوداگر بنارس میں تہا اور اِس واردات کے خوف سے
گوپال داس ساؤکی کوٹہی میں پوشیدہ ہوا تہا۔ حریفوں نے اُسکا پتہ پالیا۔ اور
ساؤ مذکور کی کوٹہی پر ہجوم کرکے لکڑی وغیرہ فراہم کرکے مستعد جلانے کے ہوئے۔
گوپال داس نے بغرور موافقت راجہ دروازہ کہولدیا۔ اُن لوگوں نے برنٹ
فرنگی کو وہاں سے نکالا۔ اور گوپال داس کو بجرم پوشیدہ کرنے انگریز کے گرفتار کرکے
حضور راجہ میں لے گئے۔
منشی گریرشاد ملازم مارکم صاحب بہادر اِن حالات کو دیکھکر چار ابرو کا صفایا کرکے گوشائیوں
کی طور سے لنگ باندہکر کسی مندر میں جا بیٹھے۔ متلاشیان وہاں سے گرفتار کرکے پیر میں
بیڑیاں ڈالکر حضور راجہ میں لے گئے۔ علی بن ابراہیم خاں ومیر سلیمان خاں وشریعت اللہ
خاں بذریعہ راجہ گوبند رام وکیل نواب وزیر کے شہر سے نکلکر چہاؤنی نواب سعادت
علی خاں میں پہونچے اور حمایت نواب کی وجہ سے دست برد اعداسے محفوظ رہے

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیرالدین حسین

گرفتاری علی الدین اپنی نادانی سے اور پاداش عمل پانا ومحفوظ رہنا خیرالدین کا وتاراجی کشتی انگریزان

جب سے ہنگامہ شیوالہ میں زین العابدین مارے گئے اُس وقت سے علی الدین اپنے
مزاج کے موافق بہت ہی لن ترانی کیا کرتے اور راجہ کے قید کرنے کو گورنر سے فوج

مانگا کرتے۔ اور گورنر سمجھا کر ٹالدیا کرتے۔ دوسرے روز جب خبر شکست رام نگر ہوئی تو اونکے رفیقوں نے عاقبت اندیشی سے کہا کہ لاکھوں کا مال اور لاکھوں نقد آپکے پاس ہے اوسکو یا تو بذریعہ کشتی عظیم آباد بھیجدیجئے یا اونٹ چھکڑہ پر لدوا کر جانب الہ آباد بھیجدیجئے اور جس رفیق پر اعتماد ہو اوسکو ساتھہ کردیجئے تاکہ اس مہلکہ سے نکل جاویں منشی کہا اجی میں راجہ کو لطیف پور سے گرفتار کر لاؤں گا اور میرے ایک ایک رفیق کے پاس ہزار ہا روپیہ کا نقد وجنس ہوگا جب خبر روانگی گورنر سنا تو پہر رفیقوں نے سمجھایا کہ ابہی موقع باقی ہے اور پانسوے زیادہ آپکے رفیق میں اوس روز آپ نے کہنا نہ مانا اب آج ہاتھی یا گھوڑے پر سوار ہوکر اسباب نقد وجنس جسقدر لے سکیں لیکر روانہ ہوجائے ہم لوگوں نے موت پر کمر باندہ لی ہے آپکو یا تو کسی مقام محفوظ یا حضور گورنر میں پہونچا دیں۔ چونکہ موت دامنگیر تہی لہذا پہر بہی غصہ ہوکر کہا میرا کوئی کیا کرسکتا ہے میں تو ملازم مہاراج بہادر ہوں نہ انگریزوں سے مجھے کیا سروکار رفیقوں نے جواب دیا یہہ خیال خام ہے۔ راجہ اپنی خرابی آپکی ذات سے جانتا ہے رفیقان راجہ نے زین العابدین کے ساتھہ کیا سلوک کیا جو تمہارے ساتھہ کرینگے۔ اب بہی بہتر ہے کہ فضل خدا پر تکیہ کرکے اوٹہیں اور شب تار میں ہم لوگ نکل جاویں۔ یہ شکر علی الدین چہڑی لیکر اوٹہے اور اونکو گالی دی اور دروازہ بند کرلیا وہ لوگ چونکہ شریف تہے اور اس کی بداطواری سے تنگ آگئے تہے لہذا کنارہ کش ہوگئے۔

پہر رات باقی تہی کہ نشہ خود فراموشی اونکا اوترا اور اپنے انجام سے خوف کہا کر بے عقلی سے مونچھ داڑہی بنوا قشقہ پیشانی پر لگا زنار گلے میں ڈال ایک برہمن کے یہاں کہ اونکا دوست تہا جا چھپے اور ایک پوتہی نکال کر پڑہنے لگے۔ تمام اسباب کارخانجات وتمام نقد وجنس کہ بغیر مالک تہا لوگوں کے قبضہ میں آیا۔ صبح کو دیارام کے ملازم اوسکے تلاش میں اوسکے مکان پر پہونچے جب نہ پایا تو بلا مزاحمت احدے اسباب باقی ماندہ لوٹ لیا اور گلی بہ گلی

اوسکو تلاش کرنے لگے۔ ایک ملازم مولوی کو پایا اوسپر جب سختی کی تو خوف جان سے اوس نے پتہ بتلا دیا۔ لوگوں نے اس برہمن کا مکان گھیر لیا مولوی اس خبر کو پاکر ایک دیوار پر آئے۔ کہ کسی طرف نکل جاویں مگر پیر پھسلا اور ڈہلکتے ہوئے مجمع حریفان میں آ پہونچے موکلان عذاب اس سے لپٹ گئے اور مشکیں باندہکر لات جوتہ گھونسہ سے خوب زد و کوب کی پہر رسن گلے میں ڈالکر کھیچا اور تہوڑی دور کھیچتے گئے جب نیم جاں ہو گیا تو منہ کالا کرکے ایک چھکڑا میں گاڑی پر ڈال دیا اور لطیف پور بھیجدیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ بیرون قلعہ رکھیں اور جو آوے یا جاوے اوسکی لات و جوتہ سے خبر لے۔ اور بہت نمک اوسکے کہانے میں دیں تاکہ قدر نعمت بعد زوال جانے۔ اور کلب علی بیگ کو مقید کیا۔ اور ساؤ گوپال داس کو حوالہ نندا بھگت کیا کہ آرام سے رکھیں اور برنٹ صاحب کو تالیف قلب کرکے اطمینان دیگر مقام پسندیدہ میں رکھا اور نگہبانوں کو کہانے پینے کی راحت کی تاکید کی۔

از غلام حسین خاں

صرف خیرالدین صاحب البتہ رفیقان راجہ سے بعزت بچے گو ان کے واسطے بہی لوگوں نے فکریں کیں تہیں مگر بذریعہ ایک چوبدار راجہ کے کہ انسے تعارف تہا انکا مال وغیرہ محفوظ رہا۔

دوسرے روز رام بخش کو توال نے کشتی ہائے بجرہ گورنر بہادر کو کہ ہزاروں کشتی و صدہا بجرہ و فینس تہیں اور لاکہوں کا مال از قسم اجناس و اموال اونپر تہا مع فینس و فیل و بجرہ سواری گورنر کے کہ نو اور روز کار سے تہیں ضبط کیا۔ اور دست برد قرار واقعی کرکے اول ملازمان انگریزی و زنان ہندوستانی کو کہ بجرہ و کشتی میں تہے لوٹ لیا اور کپڑے تک چہین کر نکال دیا پہر زیر قلعہ کہنہ جانب بنارس سے رام نگر بہیجدیا۔ بابو سجان سنگہ نے ناعاقبت اندیشی سے اپنے لشکریوں کو لوٹنے کا حکم دیا۔ اراذل شہر و افواج لشکر

ایک مرتبہ دوڑ پڑے اور جو جسکے ہاتھ لگا لے بہا گا پھر حکم دیا کہ بجرہ و فینس کے تختہ توڑ کر دریا میں ڈبو دیں اور کشتیوں میں آگ دیگر دریا میں چھوڑ دیں۔ صد ہا کشتی آگ لگی ہوئی دریا میں چکر کھاتی ہوئی اور بھنور میں پڑکر ناچتی ہوئی دکھلا رہی تھیں اکثر تو ڈوب گئیں اور بعض کو ملاحان بنارس تیر کر نکال لائے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ خیر الدین حسین

شکست کھانا فوج انگریزی کا قلعہ پتھٹہ میں اور دست برد رعایا سے مسافرین کا ہلاک ہونا

جب نواب گورنر بہادر قلعہ چنار گڈہ میں باطمینان تمام رہنے لگے تو ۱۱ رمضان مذکور مطابق ۲ ستمبر ۱۷۸۱ء روز یکشنبہ کو ہمراہی کپتان بلور جنہوں نے رام نگر میں شکست کھائی تھی ایک رات کو کشتی ہائے تلنگہ و گورہ کو مع چند ضرب توپ کے بغرض شبخون مورچال پتھٹہ پر کہ وہاں بر راجہ رام جیاون سنگہ و بلم داس و میر شرف علی مستاجر محالات غازی پور و ٹھکرائی بخت سنگہ مع فوج و توپوں کے مامور سد راہ افواج انگریزی تھے بھیجا۔ اوس شب تاریک میں کمپنی ہائے مذکور نزدیک مورچال پہونچ گئی اور توپیں مارنا شروع کر دیا۔ مورچال نشین ہوشیار تھے جواب توپ کا توپ سے دیتے انگریزی گولا اوپر اوپر نکل جاتا اور راجہ کی فوج کا گولہ سر و سینہ تلنگہ و گورہ کو توڑتا ایک پہر تک لڑائی رہی۔ جب سپیدہ صبح نمایاں ہوا انگریزی فوج ناکام واپس ہوئی بلکہ اپنے مردگان و زخمی شدہ کو بھی نہ اوٹھا سکی۔ غلام حسین خاں۔

و بروایت خیر الدین حسین صبح کو کپتان بلور نے توپ کی زد درست کرکے خود گولہ مارا کہ ایک توپ راجہ کی ٹوٹ گئی اور گولہ انداز بھاگ نکلے۔ اس جنگ میں ایک کمپنی سپاہیوں کی ماری گئی اور راجہ کی طرف حکومت سنگہ صوبہ دار مارے گئے مگر میدان

انگریزوں کے ہاتھ رہا۔ راجہ بھی لطیف پور سے مدد کو آئے اور فراریان کی دلدہی کی چونکہ اوس وقت ڈہائی ہزار سوار و پچاس ہزار سے زیادہ پیادہ و ہندرہ ضرب توپ تھی لہذا لوگوں نے حصار چنار پر حملہ کرنے کو راجہ سے کہا مگر راجہ نے مصلحت نہ سمجھا۔ اور مورچال بلم داس کو قائم رکھ کے پھر لطیف پور چلے گئے۔

چونکہ خبر فرار فوج انگریزی دو تین بار کی اور جانا نواب گورنر وارن صاحب کا بہ اضطرار بنارس سے جانب چنار گڈہ مشہور ہو گیا تھا لہذا منافقین کوتہ اندیش حسب عادت جبلّی خود ہر جا بر ہنگامہ آرا ہو گئے جس جگہ جس تلنگہ کو پاتے مار ڈالتے اور جس کسی ملازم انگریزی کا گہر پاتے لوٹ لیتے۔ زمینداران ضلع عظیم آباد کا بھی یہی حال تھا اور عظیم آباد سے الہ آباد تک راہ بند تھی اور دریا کی طرف سے جو بجرہ و کشتی مرزا پور و رام نگر سے گذر کر جاتا وہ بلا تامل لٹ جاتا۔

تلنگہ اپنی مونچھ داڑھی منڈواکر جلاہوں میں چھپتے اور تبدیل لباس کر کے بھاگتے پھرتے۔ بھدوہی کے عامل نے چالیس گورہ کو مقید کر کے راجہ کے پاس بھیجا (ایسا ہی رضا قلی خاں عامل مرزا پور نے پندرہ نفر فرانسیس سولڈر کو بھیجا) راجہ نے ان سب گوروں کو بھی کو اکھوہ میں بشنبتی رام صوبہ دار کی حراست میں رکھا۔

بلونت نامہ خیرالدین حسین و غلام حسین خاں

بوجہ گھیرنے فوج راجہ کے گورنر کو غلّہ و مایحتاج کی تکلیف پھر کوشش کپتان پالی سے رسد آنا

راجہ کے یہاں پچیس ہزار فوج تجربہ کردہ تھی اور لاکھ آدمیوں دہقانی سے کہ بنارس میں ہتھیار بند تھے فوج راجہ میں ملازم ہو چکے تھے۔ تا آنکہ بروایت خیرالدین صاحب ساڑھے تین ہزار سوار اور لاکھ سے زیادہ پیادہ ہو گئے۔ کارپردازان راجہ نے

ہزار سوار و پچاس ہزار برقنداز کو لطیف پور میں چھوڑا۔ اور گرد صحرائے دشوار گذار
میں کہ تراکم اشجار تہا اون کو ٹہرایا اور لطیف پور کے گرد خندق کہود کر توپ خانہ لگاکر
اوسکی پناہ میں بیٹھے۔ اور شہاب خاں فوجدار جونپور کو حوالی سیکھنڈ محاذی رام نگر
میں سابق سے بغرض مزاحمت فوج انگریزی ماسور تہا اور اوس کی غفلت سے صاحبان
انگریز اوسی راہ سے اچھی طور سے نکل گئے اس وجہ سے شہاب خاں مذکور نظر سے گراکر
ٹہاکر امراؤ سنگہ خسر راجہ کو دو سو سوار و ہزار برقنداز و دو کمپنی سپاہیان دیگر اوسی طرف
کو مقرر کیا تاکہ باتفاق شہاب خاں رات دن خبرداری میں رہیں کہ پہر فوج انگریزی
انکی طرف سے عبور دریا نہ کرسکے اور رسد غلہ چنار کی طرف نہ جاسکے۔

اور رام جیاون کو دو سو سوار و تین ہزار پیادہ دیگر قلعہ بٹھنہ کی خبرداری کو بہیجا
اور بلم داس عامل غازی پور کو سات سو سوار و دو ہزار برقنداز و دو ضرب توپ
دیگر مدد رام جیاون کو بہیجا تاکہ زیر حصار قیام کرکے سبب پشت گرمی حصاریان ہو
اور ٹہکرائی بخت سنگہ کو تین سو سوار و تین ہزار پیادہ دیگر دست راست بلم داس بہیجا تاکہ
راہ اوس ضلع کو آمد و شد رفیقان انگریز سے محفوظ رکہے۔

خلاصہ بلوہ و ہجوم سپاہیان راجہ و شور و غوغائے زمینداران راہ و قرق ہونے گہاٹ
چنار گڈھ سے قلعہ میں غلہ نہ رہ گیا ایک روپیہ کو دو سیر جنس ملنے لگی روغن و گوشت تو
ملتا ہی نہ تہا لوگ فاقہ سے مرنے لگے۔

کپتان بالی کہ برق پلٹن سرکار نواب وزیر آصف الدولہ میں ہمراہی تین کمپنی سپاہیوں
کے متعین الہ آباد تہا خبر تنگ گیری زمینداران اطراف کی سنکر دو کمپنی سپاہی و دو ضرب
توپ کو لیکر عبور دریا کرکے قصد چنار گڈہ کا کرکے روانہ ہوا۔ جب عمل الہ آباد سے باہر
نکلے تو زمینداروں نے ہر کوچہ و گلی سے نکلکر لشکر پر حملہ کرنا شروع کیا۔ کپتان بالی
نے ہر اس کو دخل ندیکر مثل زاغ و زغن کے اپنے سامنے سے اوڑا دیا اور دلداری

رفیقوں کی کرکے راہ دور و دراز کو جلد طے کی - قصبہ گوپی گنج میں زمینداروں نے دروازہ قصبہ بند کرکے سدراہ ہونا چاہا ہذا رفیقان کپتان بالی سے خوب جنگ ہوئی چنانچہ ایک سارجین اور دو گورہ و پندرہ سپاہی زخمی ہوئے - کپتان بالی نے کاوش اُن سے کرنا مناسب سمجھا اور حسبطور سے ہوسکا نکلکر چار پہر کے عرصہ میں قریب چنار گڈہ پہونچے - راجہ کی فوج بسرداری امراؤ سنگہ و شہاب خاں اُس ضلع میں تہی مگر مغلوب الہراس ہوکر کسی نے اوسکا مقابلہ نہ کیا - کپتان بالی نے اندرون لشکر حریفوں سے دست برد کرتے ہوئے گہاٹ چنار گڈہ پر پہونچکر اپنے آنے کی خبر گورنر کو دی - حضور گورنر نے مورد تحسین فرماکے رسد رسانی کے کام پر مقرر کیا اونہوں نے واقفان اوس ضلع سے کثرت غلہ قلعہ سیکہنڈ میں سنکر اوسی طرف پہر کر قلعہ کو محاصرہ کرلیا - چند ساعت حصاریوں سے لڑائی بان و بندوق کی رہی - آخر امان خواہ ہوکر نکل گئے اور قلعہ انگریزی قبضہ میں آگیا - کپتان بالی نے صدہا بیل باربردار و مزدور بہت سے فراہم کرکے ہر قسم کا غلہ اوس قلعہ سے روانہ قلعہ چنار گڈہ کیا - اس حسن خدمت سے سرداری بلیٹن اردلی و نوکری کمپنی سے سرفرازی پائی - اوسکی صبح کو کشتیان غلہ مرسلہ کرنل کان پور بہراہی دو کمپنی سپاہی داخل چنار گڈہ ہوئیں سرکاری فوج ملکہ کل اہالی شہر کو غلہ کی طرف سے فراغ بالی ہوگئی -

بلونت نامہ غلام حسین خاں و خیرالدین حسین

مدد مانگنا نواب گورنر کا آصف الدولہ سے و آنا اُنکی فوج کا بسرداری حیدر بیگ خاں پہر آنا آصف الدولہ کا بغرض مدد

چونکہ فوج ظفر موج مقامات دور و دراز میں تہی اور تمام ملک بنارس و حدود ملحقہ میں

بلوہ عام تہا لہذا گورنر نے نواب آصف الدولہ سے مدد مانگی۔ نواب ممدوح اول تو خود ہی عازم مدد تہے خط پہونچنے پر مستعد روانگی ہو ہی گئے حکم سامان کوچ فوج کا دیا اور پہلے سے امیر الدولہ حیدر بیگ خاں مدار المہام کو جریدہ مع دو ہزار سوار کے بہیجا کہ ہمارے پہونچنے تک طرفین کو جنگ سے روکیں۔

جب نواح بنارس میں امیر الدولہ حیدر بیگ خاں آئے تو راجہ نے اپنے گمان غلط سے اون کو ذریعہ شروع ہونے گفتگوے مصالحہ کا سمجہکر آنا اون کا مغتنم سمجہکر پانچہزار روپیہ وسبو بائے روغن طعام و بز و گوسفند و آرد و برنج برسم زمینداران بہیجا اور اور تمام سرگذشت اپنی بے قصوری کے بذریعہ بجہراج و لالہ کشمیری مل کہلا بہیجی۔ چونکہ امیر الدولہ مرد عقلمند تہے اور رویہ صاحبان انگریزسے واقف۔ پہر اختیار حکومت کا راجہ کو ملنا محال سمجہتے تہے لہذا راجہ ہی کو الزام دیا۔ کہ اوسان سنگہ کو اس قدر مجاز کرنا کیا معنی اور خود لہو ولعب میں پڑجانا اور اوس خانہ بر انداز کی سازش سے شرکار ریاست کو نہ پہچاننا اور اوسکی تدبیر نہ کرنا اور مالک کے منہ پر تلوار سے آنا اور رانی گلاب کنور و ورگ ناپے سنگہ کو ہمراہ نہ لیجانا اور اُن دشمن جاں کو سہل سمجہ لینا کیا معنی رکہتا ہے اب تو اصلاح ناممکن ہے۔ جب فرستادگان ناکام پہرے تو بابو سجان سنگہ کو عقل راجہ پر غصہ آیا کہ جو اپنا دشمن اور خیر خواہی انگریزی میں سرگرم ہو اُس سے امید نیک رکہنا کیا ضرور ہے لہذا ہم ہاتہہ پیر کیوں نہ ہلائیں اپنی ارادہ سے ٹہاکر امراو سنگہ خسر راجہ کو جسکے ساتہہ پانچ چہ ہزار آدمی تہے اور شہاب خاں فوجدار کو کہ دو تین ہزار مردان کارزار تہے حکم دیا کہ امیر الدولہ کو لوٹیں۔ جب دونوں اپنی جمعیت سے قریب امیر الدولہ کے دو طرف سے بفاصلہ دو کوس پر ٹہرے اور مخبروں نے امیر الدولہ کو اُنکے آنیکی خبر دی چونکہ جماعت قلیل ہمراہ تہی اور جسقدر تہی وہ قابل مرد میدان فوج راجہ نہ تہی۔ لہذا راجہ بجہراج کو بلواکر پوچہا کہ یہ دونوں فوجیں کیوں آئی ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا مجہے تو خبر نہیں مگر

کوتہ اندیشی وناقبین وبیراہہ روی بے خرداں سے عجب نہیں کہ صدمہ لشکر مدار المہام کو
پہونچ جاوے۔ میں رام نگر خود جاتا ہوں اگر واقعی دست برد کا قصد ہے تو مانع ہوتا
ہوں اور اپنے ساتھ غلام حسین کو کہ راجہ و بابو ہردو خیر خواہ سمجھتے ہیں ہمراہ لاتا ہوں
راجہ بھراج رام نگر آئے اور بابو موصوف کے پاس جاکر حسبقدر زبان نے یاری دی سمجھایا
مگر اُن مایوس عود ریاست کے دل میں نہ آئی بعد گفتگوئے بسیار غلام حسین کا جانا
طے پایا۔ جب غلام حسین حضور امیر الدولہ میں آئے تو حد سے زیادہ تعظیم کی اور خلوت
میں کہا راجہ مجھکو اپنا مخالف جانتے ہیں میں تو اس فکر میں آیا ہوں کہ نواب وزیر
آصف الدولہ کو آمادہ کروں کہ وہ ریاست راجہ کو بہ اوسیر بحال رہنے کی کوشش
فرماویں۔ غلام حسین نے کہا خطا معاف آپ نے کوئی کلمہ انصاف کا نہ فرمایا۔ اور
براہ تصنع حرف تسلی بھی زبان پر نہ لائے راجہ کا کیا گناہ ہے۔ زر اقساط بلا عذر بہونچاتے
ہیں بجاآوری احکام میں سرمو فرق نہیں۔ رعایا کو خوش رکھتے ہیں اوسان سنگھ اُنکا
خاک بر داشتہ ہے کوئی اپنی پرورده سے امید بدی نہیں رکھتا۔ اگر رانی گلاب کنور
وغیرہ پر صلہ رحم کیا تو کیا بیجا ہے۔ اور کشت وخون عمداً نہوا بلکہ اتفاقاً ہوا جب فوج
انگریزی آگئی تو یہ مدافعہ بھی نہ کرتے۔ اگر ارادہ بدی ہوتا تو نواب گورنر بہادر تنہا انکے
کون روک سکتا تھا۔

راجہ چونکہ اپنے کو دست افراشتہ خاندان وزیر اعظم جانتے ہیں لہذا اگر آپ کے ذریعہ سے
عفو تقصور ہوجاوے تو امید ہے کہ طے ہوجاوے کیونکہ گورنر بہادر کو بجز چارہ حکم ماننے
نواب وزیر کے نہیں ہے اور اگر اونکو نشہ ملک گیری وجہاں ستانی ہے تو نواب نے زیر
فقط راجہ کو اجازت دیدیں اور ملاحظہ فرماویں۔

چونکہ امیر الدولہ حیدر بیگ خاں اُس وقت بڑے طور سے پیش آئے تھے، لہذا تمام کہنے کی تصدیق
کی اور کہا جب تک جان میرے قابو میں ہے میں اصلاح کار راجہ کی حسب عنوان سے ہو

کوشش کروں گا مگر میرا راز فاش نہ ہوئے یاد رہے کہ مجھکو اور تم کو دونوں کو مضر ہے
غلام حسین خاں نے کہا راجہ اس وقت سراسیمہ ہیں میرے قول کا تنہا اونکو اعتبار نہوگا
جو کچھ ارشاد ہوا اوسکو قلم بند فرما دیجئے تاکہ راجہ کو تسلی خاطر ہو جاوے چونکہ امیر الدولہ
کو یقین ہلاکت خود فوج راجہ سے تہا لہذا اپنے ہاتھ سے لکھدیا اور یہہ بہی لکھا کہ
اول تو میں قصور معاف کرا دوں گا اور اگر نواب گورنر نے خواہ مخواہ ٹھانا تو کچھہ جرمانہ
پر رضامند کرا دوں گا اور اس بات پر قسم کہائی غلام حسین خاں اوسکو لیکر پھرے اور
راجہ صاحب کے پاس وہ تحریر مع عریضہ خود بہیجا اور لکہا کہ یہہ عہد و پیمان قابل اعتبار نہیں
ہے لہذا اپنی فکر سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ چونکہ نائب وزیر کے مارنے سے کوئی فائدہ
نہ تہا اور اُنہوں نے عہد کیا ہے شاید موافق کہنے کے کریں۔ راجہ نے اقرار خاں عالیشان
پر اپنے دل مضطر و بیقرار کو اطمینان دیکر بابو اوسنگہ و شہاب خاں کو بمزید تاکید لکھا کہ
ہرگز مزاحمت لشکر امیر الدولہ نہ کریں۔ اور کسی چھوٹے بڑے لشکر نواب وزیر کو تکلیف
نہ دیں۔ اس طرف غلام حسین خاں نے بابو سجان سنگہ کو بہی اُس خیال سے باز رکہا
اگرچہ راجہ بجہراج نے ممانعت غلام حسین خاں بہ سجان سنگہ و تحریر خط بنام راجہ کا پیام
امیر الدولہ کو جا کر دیا تاکہ باطمینان قیام رکہیں مگر اونھوں نے الحزم سوء الظن دوراندیشی
برے گمان کا نام ہے پر عمل کرکے وقت ٹلجانے کو غنیمت سمجہکر پھر بہی اطمینان کو دخل
نہ دیکر دوسرے روز کوچ کر دیا اور اپنی فوج مقابل قلعہ چنار میں ٹھہرا کر خود تنہا نواب گورنر
کے پاس گئے۔ اوس وقت تک مورچال راجہ جابجا قائم تہے۔

بلونت نامہ غلام حسین خاں

بروایت خیر الدین نواب وزیر آصف الدولہ بہ قصد استقبال گورنر بہادر لکھنؤ سے کوچ کر چکے
تہے مگر غلط خبر مارے جانے گورنر بہادر سے بلوائے چیت سنگہ میں جب سے سنا تہا
دریافت حقیقت حال کے واسطے جس مقام پر پہونچ گئے تہے قیام کیا۔ چند روز راہ اسطور

سے بند رہی کہ پرندہ پر نہ مار سکتا تہا لہذا خبر منقح معلوم نہ ہو سکی ساتویں روز ہرکارہ مسٹر ٹلین صاحب مجذوب و دیوانہ بنکر برہنہ جسم اور بیہودہ بکتا ہوا اور پوست آہو پر چٹہی دستخطی گورنر لیئے ہوئے اپنے صاحب کے پاس پہونچا اور خبر سلامتی گورنر و قیام قلعہ چنار گڈہ کو ظاہر کیا اوسوقت نواب وزیر باتفاق مسٹر ٹلین و مسٹر جان سین و دیگر انگریزان و سپاہ گران و توپخانہ و پلٹنیں متعدد متصل چنار گڈہ پہونچکر ۱۲ ماہ رمضان کو فوج وزیر الممالک نے اطراف بنارس و چنار گڈہ کو گہیر لیا۔ اور فوج انگریزی بہی اوس سانحہ عبرت افزا کو سنکر چار طرف سے پہونچ گئیں۔ اور کشتیاں بہی بغرض عبور دریا فراہم ہو گئیں تو جو لوگ دیہات سے بلوہ کرکے نمایاں تہے اونپر ہراس طاری ہو گیا اور لڑائی کے بدلے بہاگنے کی فکر کی راجہ غریق اضطراب نے پے در پے عرضیاں بابت معافی قصور نواب گورنر بہادر سے حضور نواب وزیر الممالک میں بہیجیں مگر نواب موصوف کو چونکہ منظور نظر خوش رکہنا سرکار انگریزی کو مد نظر تہا لہذا ایک حرف بہی عفو گناہ راجہ کا گورنر سے نہ کہا نواب وزیر چاہتے تہے کہ اپنی فوج کو تادیب راجہ چیت سنگہ کے واسطے مقرر کریں مگر گورنر بہادر نے فرمایا کہ کپتان رابٹ مع اپنی پلٹن کے رام گڈہ سے روانہ ہو چکی جو ہیں وہ رام نگر میں پہونچی پہر کوئی نشان حریفوں کا نہ رہ جاوے گا۔ کپتان رابٹ نے جب چترہ رام گڈہ سے کوچ کیا تہا تو زمینداران اخراجی راجہ بلونت سنگہ و حریفان راجہ چیت سنگہ اوس ضلع سے اپنی رفاقت میں لاکر کمال جرات و بہادری قلمرو عمل راجہ میں آئے۔ لشکریان راجہ و زمینداران اہل نواح نے اونکے سر پر ہجوم کیا مگر جب باڑہ بندوق و گولہ کی بڑی تو پہر ٹہر نہ سکے اور مثل زاغ و زغن کے اوڑ گئے اور ۲۸ رمضان کو رام نگر پہونچ گئے۔ سرداران راجہ چیت سنگہ جو اپنی اپنی جماعت کے ساتہ مورچال قائم کیئے ہوئے تہے مقابلہ میں آئے کپتان نے گولہ باری شروع کردی چشم زدن میں سیکڑوں جوان بہادر مثل کا غذ آتش زدہ کے ہوا میں اوڑ گئے آخر تاب مقابلہ نہ دیکہکر بہاگ نکلے۔

کپتان رام نگر سے غلہ واسباب خورونوش کا لیکر متوجہ چنار گڈھ ہوئے۔ ابھی زمانہ میں
مکرر معتمدان راجہ حضور وزیرالممالک میں بغرض عفو تقصور از نواب گورنر آئے اور نواب
نے گورنر سے کہا مگر چونکہ گورنر اپنے خیال میں پختہ تھے لہذا الزامات اوپر لگائے اور کہا کہ
شیوہ مردم آزاری کا راجہ اختیار کر کے براہ ظلم مال غربا لوٹتے ہیں لہذا اوسکی آسایش
ظاہری کو آسایش اتنی مخلوق پر ترجیح نہ دینا اور زندگی راجہ کو محو کر دینا عین انصاف
ہے آپ بھی ان وغلبازوں کی بات استماع نہ فرماویں۔ یہ سنکر نواب وزیر نے تحسین
گورنر کیا اور وکیلان راجہ کو اپنی لشکر سے نکلوا دیا۔ بد اقبالی راجہ سے اکثر سردار بھی
دنیا سے گذر گئے۔ منجملہ اُنکے بابو منیار سنگھ کہ باعث تقویت واطمینان راجہ تھے اور
رضا قلی خاں عامل مرزا پور چند روز کی بیماری میں انتقال کر گئے اور بال کشن ہزاری وفتح
سنگھ اٹھارہ سرداران جو زخمی ہو کر آئے تھے اونہیں زخموں میں انتقال کر گئے۔
ان سرداروں کے انتقال وفوج انگریزی کے پہونچنے سے جو تعداد میں بہت تھے
اور اخراج ہوئے وکیلوں کے حضور نواب عالی سے کمر تاب وتوان راجہ شکست ہو گئی
اور بے یار ویاور ہو گئے۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں وخیر الدین حسین

بھاگنا راجہ چیت سنگھ کا اپنی قلمرو سے بسبب شکست جنگ کے

جب فوج گرد بنارس وچنار گڈھ میں بکثرت ہو گئی اور منظور نظر گورنر جنگ با راجہ
ہوا تو حسب تحریر غلام حسین خاں رفعت اللہ خاں بخشی (ہمراہیان الماس علی خاں
جن کا لقب رکن الدولہ نصیر الملک فتح جنگ ہوا تھا اور خواجہ سرا شاہی تھے اور کوڑہ
جہان آباد میں قیام تھا) جمعیت اخوان ورفقا سے چلے چونکہ ملازمان راجہ کو حکم مزاحمت

ملازمان نواب سے نہ تہا لہذا بلا مزاحمت اوترکر قلعہ بٹھنڈہ کو فتح کرلیا پھر لطیف پور جا پہنچے
مگر مولوی خیرالدین تحریر کرتے ہیں کہ جب قصد حملہ صاحبان انگریزی کو یعنے گورنر بہادر کو
ہوا تو واقف کار راہ کی تلاش ہونے لگی۔

اوسی درمیان میں نند لعل وکیل بابو رام جیاون کا اپنے آقا سے ناخوش ہوکر حضور
گورنر میں حاضر ہوا اور تسخیر قلعہ بٹھنڈہ کا اپنے ذمہ لیا اور بندہو خاں پیادہ ساکن جنار گڈھ
نے بشرط انعام پانے کے ایسی راہ بتلانے کو کہا کہ فوج راجہ وہاں بر سد راہ نہتی
تاکہ بہ اطمینان جاکر حصار بجے گڈہ کا محاصرہ کریں گورنر بہادر نے دونوں کو مورد الطاف
کیا بندہو خاں نے تو ایسی راہ بتلائی جو درمیان حصار بٹھنڈہ وسکتیش گڈہ کے دشوار
گذار تہی اور چونکہ درخت خاردار اوس راہ میں زیادہ تہے اور کسی فوج کے جانے کا
گمان نہ تہا لہذا مورچال بہی نہ لگائی گئی تہی۔ گورنر بہادر نے کپتان بلور کو ایک
پلٹن سپاہی اور چار ضرب توپ بچدار جو ہاتھیوں پر جاسکیں ہمراہ بندہو خاں اوسی
راہ سے بہیجا اور اوسی راہ سے فوج انگریزی بغیر مزاحمت حریف کے موضع لہرا سکرت
میں کہ دس کوس قلعہ بجے گڈہ سے ہے جا پہونچے اور میجر پاپم و کپتان رابٹ کو ایک
پلٹن اور تین ضرب توپ سے باتفاق نند لعل بہ قصد تسخیر بٹھنڈہ مقرر کیا۔ یہ لوگ بہی
اسی راہ سے حوالی بٹھنڈہ میں جا پہونچے کہ رفیقان راجہ کو اطلاع نہوسکی۔

راجہ خبر آمد فوج جانب بجے گڈہ اور اوسکا گھاٹے سے گذر کر موضع لہرا سکرت میں
قیام کرنا معلوم کرکے بے حواس ہوگئے پھر بہی محمد امین کمیدان کو چھ کمپنی و دو ضرب
توپ و ہزار پیادہ بندوقچی سے مقابل کپتان بلور بہیجا اور اونکے پیچھے بابو نکو سنگھ
وگھور و سنگھ کو تین ہزار بندوقچی سے روانہ کیا۔

دو گہڑی رات باقی تہی روز چہارشنبہ ۲۸ ماہ رمضان ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۹ استمبر ۱۷۸۱ع
کو موضع لہرا سکرت میں فوج راجہ و انگریزی سے مقابلہ ہوگیا چند ساعت طرفین سے

جنگ رہی مگر سپاہ ہندوستانی کہاں مقابلہ انگریزی فوج کا کر سکتی ہے بہاگ نکلی ابہی
بابو ننکو سنگہ میدان نبرد میں نہ پہونچے تہے کہ اُس طرف سے لوگ بہاگے ہوئے ملے
اور نقصان ننکو سنگہ کی ہمت کو توڑا ننکو سنگہ متحیر و سراسیمہ ہوکر پہرے اور کپتان
بلورے نے موضع لہراسکرت میں کہ مکان قلب و استوار ہے مورچال قایم کر دیا۔

میجر بایم باستصواب نندلعل حوالی قلعہ بہٹہ میں کمین میں بیٹہے تہے کہ آخر شب مورچال
بلم داس پر حملہ آور ہوئے چونکہ وہ لوگ تیار بیٹہے تہے اور آمادہ جنگ ہوئے تو
اونکے مقابلہ سے پہر کر مورچہ ٹہکرائی بخت سنگہ وغیرہ زمینداران پرگنہ متصل قلعہ تہے حملہ
کر کے بارہ متواتر سے اکثر کو ہلاک کیا اور تہوڑے لوگ مہلت پہننے لباس و لینے ہتہیار
کے نہ پاکر زخمی ہوکر مورچہ سے نکل گئے۔ مورچہ قبضہ انگریزی میں آگیا۔

نندلعل نے میجر بایم و کپتان رابٹ سے کہا اس وقت میرے ساتہہ اس جنگل میں
چلئے تو بلا مزاحمت میں قلعہ میں پہونچادوں۔ سرداران مذکورین نے اوسکو دغاباز
سمجہکر کہا ہم تمہارے کہنے سے تاریک شب میں صحرا میں نجاویں گے۔ وہ شرمندہ ہوکر
اونکے بیاں سے بہاگ کر بابو رام جیاون کے پاس گیا اور کہا غفلت مورچہ داران سے
مورچہ کنار جنگل کا انگریزوں کے قابو میں آگیا۔ اگر آپ اس وقت قصد گرفتاری سرداران
انگریزی پر آمادہ ہوں تو اونکے سر پر بلا مزاحمت پہونچادینا میرا ذمہ ہے۔ چونکہ بابو مذکور
کے بیاں سے وہ بہاگ کر گیا تہا اور سمجہے کہ وہاں سے بہی بہاگ کر آیا ہے۔ لہذا
اوسکو قید کر دیا۔

صبح ہونے پر انگریزی فوج نے ایک توپ کو ٹیلہ کنار تالاب پر قائم کر کے گولہ اندازی
شروع کردی اور میجر بایم اپنی پلٹن کو لیکر درمیان قلعہ و فوج بلم داس حایل ہوگئے۔ گولہ
اندازوں نے ایک رات دن میں بارش گولہ سے دیوار قلعہ کو چہلنی کے مثل
سوراخدار کر دیا۔ راجہ نے خبر محاصرہ قلعہ سنکر ہزار برقنداز و دو توپ کو بلم داس کے

پاس بھیجا۔ مگر سخت گیری میجر پالیم سے بلم داس نے قوت حرکت کی نپائی۔ جب آثار بداقبالی اپنے مالک کی دیکھی تو بغیر کسی حرکت کے مورچہ خالی چھوڑکر تمامی رفیقوں کو لیکر لطیف پور چلے گئے۔

تاریخ ۲۰ رمضان روز جمعہ سنہ مذکور مطابق ۲۱ ستمبر سنہ مذکور بابو رام جیاون نے جب خبر فرار بلم داس سنی تو نندلعل کو جان سے مار کر چھوٹے دروازے قلعہ سے نکلکر شامل فراریان ہوگئے قلعہ مذکور قبضہ انگریزی میں آگیا۔

اوسکی صبح کو کہ روز عید کا تھا اور کشتگان کے واسطے روز عید قرباں اور وارثان باقیماندہ کے واسطے روز ماتم تھا ایک مرتبہ جب خبر مفتوح ہونے قلعہ پٹھٹہ و موضع پہراسکرت و فرار لشکریان ہر دو جای راجہ نے سنا تو اوسکی کمر قوت شکستہ ہوگئی۔

بلونت نامہ خیرالدین

جیساکہ ہمراہیان لشکر نے ساتھ چھوڑ دیا تھا ویسا ہی حواس راجہ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا لطیف پور میں رہنا اپنی گرفتاری یا قتل ہونے کا سبب سمجھے ایک تیز ہاتھی پر سوار ہوکر راہ منڈ پور کو کہ وہاں پر فوج مخالف بڑی تھی چھوڑکر پہاڑ و جنگل ناہموار سے گذر کر موضع کسہامیں کہ مابین بجے گڈہ و مُدپور تھا جا پہونچے۔

عید کے روز تک لوگوں کو کچھ ڈھارس تھی مگر جبکہ آمد فوج انگریزی و فوج نواب آصف الدولہ سے و نیز دیگر قرائن سے معلوم ہوگیا کہ راجہ دل باختہ ہو رہے ہیں اور قصد جنگ نہیں ہے تو اکثر لوگوں نے رفاقت سے ہاتھ اوٹھا لیا اسپر بھی قریب تین ہزار اشخاص کے جو کہ جاگیرداران قدیم و جدید سے تھے موجود تھے۔ غلام حسین خاں لکھتے ہیں کہ اگر راجہ پائداری کو دخل دیتے اور راہوں پر کہ اشجار خاردار دشوار گذار تھے اونکی ابتدا میں توپیں نصب کرکے قلعہ بجے گڈہ کو پشت پر رکھکر بیٹھتے تو اکثر آدمی متفرق شدہ بھی جمع ہوجاتے اور معرکہ طول پکڑتا۔ اور جائے پناہ مثل قلعہ بجے گڈہ کے موجود تھا کہ کوئی حاکم کسی وقت

میں اوس قلعہ کو لڑکر نہیں فتح کرسکا کیونکہ اُس میں کوئی دیوار نہیں جو گولہ کے ذریعہ سے
توڑی جاوے اور نہ موقع یورش کا ہے کیونکہ وہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر ہے جسکی طرف
ایک راہ ہے اور نہ کوئی بُرج اُس میں تہا کہ اوسکو گولہ سے توڑ سکیں وہ تو خدائی
قلعہ ہے جسکا سر آسمان سے بات کرتا ہے۔ رسد بہی اِس قدر تہی کہ محصور شدہ
لوگوں کو دو تین برس کو کافی ہوتی۔ قلعہ کے اوپر رام ساگر نامی ایک تالاب ہے جسکا
پانی کبہی خشک نہیں ہوتا۔ اگر راجہ اوس قلعہ میں پناہ لیتے اور دہافین ملک خود کو
تاخت و تاراج و احراق مواضعات و قصبہ جات پر مامور کرتے تو اونکی رعایا جو اونکی
دلدادہ و شیفتہ تہی بہ طمع غارت زیادہ تر ہنگامہ آرا ہوئی۔ اُسکے ساتھ وکلا کو
کلکتہ و لندن بہیجتے اور داد بیداد کرتے تو کیا عجب کہ ملک از دست رفتہ ملجاتا جیسا کہ
مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل وارن ہسٹنگ بہادر سے بعد جانے ہندوستان کے چند
سال تک مواخذہ اُنکے اعمال کا رہا منجملہ اُنکے الزام اخراج راجہ بہی تہا۔ مگر انصاف یہ ہے
کہ راجہ جیت سنگہ صاحبزادہ اور عیاش تہے اور بجز نغمہ چنگ و رباب و سارنگی و طبلہ
کی آواز توپ و بندوق سنی نہ تہی اور بجز قصہ بزم کے کبہی جنگ کے افسانہ کو گوش زد
نہ کیا تہا تو ایسی حالت میں جو کچہ اِس وقت تک کیا بہت کیا۔ بعض خیرخواہوں نے مصلحت
مذکورہ عرض کرکے قیام و پائداری کو کہا تو جواب دیا کہ بابو لوگ خدا ہوگئے بلکہ دشمنوں
سے مل گئے۔ بابو منیار سنگہ سچے دوست تہے جن کے بہروسہ پر کام انجام پاتے تہے
دنیا سے گذر گئے۔ حضوری غیرحاضر ہیں۔ جاگیردار اپنے اپنے مقام جاگیر میں ہیں سپاہ متفرق
ہے بلوہ کرنے والے جو جمع ہوئے تہے اُن میں سے ایک بہی نظر نہیں آتا۔ اب
بغیر نکل جانے کے اور کون تدبیر ہے۔ رئیسان دکہن سے اگر کسی نے میری مدد کی
تو پہر واپس ہوں گا۔ مجہے راجہ ہندوپت سے بہت کچہ امید ہے کیونکہ جب وہ اپنے
باپ سے رنجیدہ ہوکر بنارس آئے اور میرے باپ بلونت سنگہ نے اُنکی آؤ بہگی

پسند نہ کی اور لاکھ روپیہ نقد اور گھوڑے وہاتھی وپالکی وغیرہ سامان امیرانہ دیکر اُن کی باپ کے پاس بھیجدیا وہ جب تک یہاں رہے مجھ سے انتہا درجہ کی بے تکلفی تھی۔ اب چونکہ وہ خود راج پر ہیں لہذا نیکی کا بدلہ نیکی ہوتا ہے وہ میری مدد کریں گے۔ یہ کہتے جاتے اور آنسو آنکھ سے جاری تھے۔ حاضرین بھی روتے جاتے۔ راجہ کو آمادہ جدائی وطن وترک ریاست پر ہونے کے سوا دوسرا خیال نہ رہگیا تھا۔

چونکہ مورخ کو واقعی حالت ہر شخص کی لکھنا فرض ہے۔ یہ مصلحت جو کہ لوگوں نے عرض کیا تھا ہمت مردانہ کو چاہتی تھی ورنہ قول راجہ بیجا نہ تھا خصوصاً جبکہ فوج سامان کے ساتھ مور وملخ سے زیادہ پھیلی ہوئی تھی اونپر غالب آنا مشکل تھا۔ آخر یہ رائے راجہ قرار پائی کہ اہل وعیال کو قلعہ بجے گڈھ میں چھوڑ کر خود نکل جاویں بخشی سدانند وغلام حسین خاں نے بقول عالمگیر کہ سچ بات نہ کہنا بھی ایک قسم کی خیانت ہے باوجود تجربہ نہ سننے صلاح نیک کے عرض کیا کہ پچھلی معروضات کو یاد دلانا اور حضور کا استماع نہ فرمانا گویا نمک دل کے زخم پر چھڑکنا ہے خیر ہوا جو ہوا اب یہ عرض ہے کہ خزانہ وناموس کو قلعہ بجے گڈہ پر چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ قلعہ والے بعد مالک کے کہاں تک لڑسکتے ہیں۔ اور سب سے بالا یہ ہے کہ ہوا قلعہ کی گرم ہے۔ اور رانیوں نے کبھی ایسے مقام پر قیام نہیں کیا۔ خدا نہ کردہ بلاموت مرجاوینگے۔

راجہ نے اس رائے کو اپنی ماں پانا صاحب سے کہا اونہوں نے جواب دیا کہ خنگل بخنگل مثل کتوں کے پھرنا مجھ سے نہ ہوسکیگا۔ بالفرض اگر قلعہ سے نکال کر مجھے بنارس لے گئے تو کاشی میں مرنا زندگی جاوید پانا ہے اور نواب گورنر بہادر غالباً ہماری ہتک حرمت نہ کریں گے۔ اور پھر اس کا بھی اندیشہ نہیں ہے جان آبرو پر سے نثار ہے۔ اسی طور سے حلیلہ جلیلہ راجہ یعنے رانی نے بھی مثل خوشدامن خود کہا۔ سب سے زیادہ یہ وجہ ہوئی کہ اسی درمیان میں دو سو نفر کہار جن کی بیوفائی افسانہ روزگار ہے

ایک مرتبہ بہاگ گئے اور باقی ماندہ بہی بہاگنے کا موقع ڈہونڈہ رہے تہے۔ راجہ کو ان وجوہات سے عیال کا قلعہ بجے گڈہ میں چہوڑنا واجب ہوگیا۔

اسی اثنار میں خبر وحشت اثر معلوم ہوئی کہ کرنل بام صاحب نے قلعہ لطیف پور میں داخل ہوکر اسباب وآلات حرب وخیمہ جات وفروش کو ضبط کرکے اب ارادہ کرتے ہیں کہ اخراج راجہ کے واسطے آمادگی کریں۔ اوسی روز اپنی مادر گرامی وزوجہ و لڑکیوں سے رخصت ہوے اور اونکو قلعہ میں بہیجا اُن لوگوں کے رونے سے شور محشر برپا تہا فرمان سنگہ اپنے ماموں ورگہبر دیال برادر بخشی سدانند دوہوندہا بہگت دیوان کو حکم دیا کہ قلعہ بجے گڈہ میں رہیں اور جسقدر وقت تک ممکن ہو مدافعت و محافظت کریں ماہ شوال مطابق اکتوبر میں شب کے وقت مقام قیام سے کوچ کرکے قبل طلوع آفتاب قلعہ اکوڑی میں پہونچے۔ بابو سجان سنگہ وبخشی سدانند وغلام حسین خاں چونکہ نکل جانا راجہ کا قرین مصلحت نہ سمجہتے تہے اور اونکا کہنا نہ سنا گیا لہذا نہایت رنج کی حالت میں رہے مگر ولی نعم کا ساتھ نہ چہوڑنے کے خیال سے اوسی شب تاریک میں بہزار کلفت جا ملے۔

راجہ صاحب دیوان دہوندہا بہگت ورگہبر دیال سے کہ خزانہ اون کی سپردگی میں تہا چلتے وقت کہہ آئے تہے کہ اونٹ وہاتہیوں وگاڑیوں پر جسقدر اوٹہا سکیں اشرفیاں لاکر میرے پاس بہیجدیں اور باقی خزانہ میں رکہدیں اغلب کہ دو ایک سال تک محاصرہ کرنے والوں کا قبضہ قلعہ پر ہوگا۔

اُن لوگوں نے قلعہ میں جاکر سترہ لاکہہ روپیہ کی تہیلیاں اشرفیوں کی نکالیں اور بے حواسی میں دولاکہہ روپیہ کی تہیلی بجائے اشرفی کی تہیلی کے رکہدیا جس سے وزن بڑہ گیا اور مقدار نقود کم ہوگی۔ اور یہ سب راجہ کے پاس پہونچاکر واپس گئے۔ پہر جسقدر اشرفیاں رہ گئی تہیں وہ قبضہ انگریزی میں آئیں۔ قیدیوں میں سے راجہ نے کنتو بابو کو دوشالہ

دیگر و چند پارچہ پوشاکی اور گھوڑا سواری کو اور برنٹ صاحب کو گھوڑا سواری کو دیکر رخصت کیا اور کلب علی بیگ کو بلحاظ خاطر فیض اللہ بیگ و گوپال داس ساؤ کو بخیال دولتمندی ہمراہ قید میں رکھا۔

بلونت نامہ غلام حسین خاں

جب اسباب کو حصار کے نیچے لارہے تہے مولوی علی الدین کبری نے بہت الحاح وزاری کیا کہ مجھکو بہی ہمراہ اسباب زیر حصار لیجاکر راجہ سے سفارش کریں۔ میں ہزاروں روپیہ ہر ایک کو دوں گا اور گورنر سے پہر اس ملک کو دلواؤں گا۔ بعض نے اُن لوگوں میں سے بہ طمع خام اوسکو ساتھ لیا مگر جبکہ ایک تنگ گذر پر پہونچے جہاں سے ایک ایک شخص ہوکر گذر کر رہا تہا۔ علی الدین کے گذر کرتے وقت بعض رفیقان راجہ نے بخیال اسکے کہ اسی کی وجہ سے خانہ خرابی راجہ کی ہوئی ہے اوسکی پیٹھ پر ہاتھہ رکھکر ٹہیل دیا دہ تھوڑے ہی لغزش میں قعر عمیق پہاڑ میں چکر کھاتا جاگرا۔

بروایت مولوی خیرالدین ہمراہی راجہ میں سبحان سنگھ و سدانند و چند بابو غلام حسین خاں و گھورو سنگھ و فیض اللہ بیگ بہ جمعیت پانسو سوار و دو ہزار پیادہ و چہار کمپنی تہے اور اسباب میں ۲۵ ہاتہی تین ۳۵۰ سو پچاس اونٹ اور پندرہ سو بیل بار برداری اور ہزار مزدور دو سو بہنگی محمولہ نقد و جواہرات تہیں۔ اور پارچہ ہائے نفیسہ و گراں قیمت سے جسقدر لیجاسکے ہمراہ لیا۔

بلونت نامہ خیرالدین حسین

خلاصہ جس روز کہ خارج ملک و ریاست سے ہوکر داخل قلعہ اکوڑی (ریاست بڑہر) ہوئے تو اوسکے دوسرے دن صاحبان انگریز فشون قیامت نما سے موضع کسہا پہونچے اور دربئے گرانے بنیاد قلعہ نیچے گڈہ کے ہوئے مگر محاصرہ کرنا اور شورش تو غیر ممکن تہی۔ توپ کا گولہ مارتے اور بجز ضایع کرنے باروت کے اور آواز توپ کے اور کچہ فائدہ نہ تہا مجبوراً بخیال

تعاقب راجہ حکم اوترنے ندی سون کا دیا۔ راجہ نے یہ خبر سنکر وہاں قیام مناسب نہ دیکھا اور ریاست بگھیل میں گئے تا اینکہ بپارادہ پنا روانہ ہوئے جو دارالحکومت راجہ ہندوپت متوفی تہا کہ بجائے اونکے اُنکے صاحبزادہ سر بینت سنگہ تہے۔ جن کو راجہ بلونت سنگہ نے بنارس سے احسان کرکے روانہ کیا تہا اور جب تک بنارس میں رہے تہے راجہ جیت سنگہ نے بہ مقتضائے ہم عمری کہ دونوں کا عنفوان شباب تہا اونکو اپنی ریاست کا شریک کرلیا تہا اور نہایت محبت کا برتاؤ تہا اور اوسی محبت کے بھروسہ پر راجہ جیت سنگہ بامید مدد چلے تہے۔ جب راجہ صاحب قصبہ ترھواں میں پہونچے تو تعاقب فوج انگریزی کا دغدغہ جاتا رہا۔

مرزا فیض اسد بیگ بخیال زنجیر پا ہونے اپنے داماد کے رو رو کے آنکہہ سے معذور ہوگئے اور بصارت میں کمی آگئی اور دوسری بیماریوں نے اونکو صاحب بستر کردیا۔ تو غلام حسین خاں نے اونکی رخصت و رہائی اونکی خویش کے واسطے کوشش کیا اور بخشی سدانند کو بہی سعی میں شریک کرلیا۔ چونکہ راجہ کو اُس غربت میں اُنھیں دو شخصوں سے دلبستگی تہی لہذا بادل ناخواستہ اجازت روانگی اُنکی دی۔ مگر اُنکے داماد کے قتل کرنے کو کہا تا اینکہ ان لوگوں نے پھر کوشش کی چونکہ فی الواقع راجہ رحیم مزاج تہے لہذا بیڑی کہلوا دی مگر کہا کہ پنا پہونچکر اجازت روانگی دینگے۔

گوپال[لہ] داس ساؤ کی رہائی کے بارہ میں بہی کوشش کی تو راجہ نے تین لاکہ روپیہ مانگا اُس نے انکار کیا اور کہا میری ذلت جو ہونی تہی ہوچکی اب میں ایک پیسہ بہی دیکر جان کو

لہ گوپال داس کے باپ محض دو تین سو روپیہ کا اثاثہ چھوڑ کر مرے تہے مگر گوپال داس نے بیمہ کی خریداری میں جو کہ ذمہ داری مال کا نام ہے کروروں روپیہ فراہم کیا۔ یہ بات مشہور ہے کہ جب وہ بیمہ نہیں کردیتا تو پہر اگر اوسکو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو تو ایک کوڑی نہ دیتا اور جب ہاں کرتا تو لاکہوں اوسیوقت دیتا حالانکہ

نہ خرید کروں گا۔ راجہ نے اوسکو خلعت دی اوسکو بہی نہ لیا۔ آخر راجہ نے خود بلا کر بہت مہربانی کی اور روپیہ کے واسطے کہا مگر اوس نے جب نہ مانا تو روپیہ سے دست بردار ہو کر پہر بہی خلعت دینا چاہا مگر اوس نے اُسکو بہی نہ لیا۔ اور کہا بیشک راجہ بلونت سنگہ کے احسان مجہپر بہت ہیں۔ میں گورنر جنرل کے دربار میں آپ کے ملک کی واپسی کی بابت لکہوں گا اور اگر زر جرمانہ پر رضا مند ہوے تو ایک سال کی جمع تک میں اپنے پاس سے دیدوں گا چنانچہ اوس نے گورنر سے کہا بہی تہا لیکن ایسے معاملات میں مہاجن وساؤکی بات کب سنی جاتی ہے۔

خلاصہ راجہ چند روزہ قیام کر کے سرحد راج ریواں پر پہونچے۔ وہاں پر سر بجیت سنگہ ملازم راجہ ریواں کہ جوان راست گفتار درست کردار اور عقلمند تہا اور بہانجے راجہ راج گڈہ کے تہے اور اپنے ماموں سے خط وکتابت رکہتے تہے آئے اور راجہ کو خبر دی کہ راجہ ریواں اس انتظار میں ہیں کہ جب آپ اُنکے قریب پہونچ جاویں تو آپ کو لوٹ لیں لہذا ہوشیاری سے ان منزلوں کو طے کرنا چاہیئے۔ راجہ نے اُس تباہی کی حالت میں یہہ خبر سنکر انتہا درجہ پریشان ہو کر اوسی جا پر قیام کیا۔ اوس مرد با فتوت نے صدق وکذب خبر معلوم کرنے کے واسطے بحیلہ اسکے کہ اجازت اونکی ملک میں آنے کی لیں اور دریافت حال واقعی کریں۔ غلام حسین خاں کو تجویز کیا کہ وہ ریواں جاویں غلام حسین خاں تحریر کرتے ہیں کہ جب میں ریواں پہونچا اور راجہ صاحب ریواں کو خبر معلوم

اوسکے پاس کچہ نہ ہوتا۔ اس کا کاروبار تمام ریاستہائے ہندوستان ووالیان ملک سے تہا۔ دربار گورنری میں بہی نہایت معزز تہا۔ بخیل اس قدر تہا کہ جہاں جاتا ایک خیمہ بہی ساتھ نہ ہوتا اور خود لوٹا لیکر میدان میں ضرورت رفع کرنے کو جاتا۔ تمام دن مکان پر روئی کی بتیاں بٹا کرتا اور وہ رات کو جلتیں لوگ اُسکے اس کام کو علی ترقی کہتے۔ جب وہ مرا ہے تو ڈیڑہ کرور روپیہ اوسکا وارثوں میں تقسیم ہوا تہا۔

ہوئی تو براہ تملق اپنے برادر زادہ کو بغرض استقبال بہیجکر مجہکو طلب کیا اور میرے رتبہ سے زیادہ میری قدر کی یعنی لب فرش تک آنکر بغل گیر ہوئے اور مقصود اس سے یہ تہا کہ ان کی خاطر بجدے کیجاوے تاکہ یا اپنے راجہ صاحب کو اس طرف آنیکی ترغیب لکہیں۔ اوس روز بارانی برس رہا تہا اور میں تر ہو گیا تہا۔ لہذا مکان قیام کے واسطے میں نے چاہا راجہ ریواں نے عطر و پان کی تواضع کر کے فرودکش ہونے کو ایک مکان بتلایا اور رات بہر اوس میں رہا۔ صبح کو رقیمہ شوقیہ راجہ جیت سنگہ صاحب کا راجہ ریواں کو جا کر دیا۔ میں نے اثنار کلام میں زبان کو کہ درمیان دل ہے ہر بات میں پیچ پیچ مثل حلقہ زنجیر صید گیر پایا۔

لہذا راجہ صاحب اپنے ولی نعم کو لکہدیا کہ جب تک میں نہ آؤں آپ کسی طرف کا رخ نہ فرماویں۔ راجہ ریواں نے خط شوقیہ لکہا جس میں یہ شعر حافظ شیرازی بہی تہا ؎

رواق منظر چشم من آشیانہ تست
کرم نما و فرود آکہ خانہ خانہ تست

وقت شام جنس از قسم آرد و برنج و گوسفند و روغن برسم ضیافت بہیجا تین روز تک صحبت اسی طور سے رہی کہ اسی اثنار میں سر بجیت سنگہ صاحب کے ماموں جنکی خوف تلوار سے گردن کشان اضلاع کا زہرہ بانی ہو رہا تہا دو ہزار پیادہ و پانسو سوار مسلح مہیاے کارزار سے بغرض مدد راجہ جیت سنگہ کے آگئے۔ سر بجیت سنگہ غلام حسین خاں کو اونکی ملاقات کے واسطے لے گئے نہایت جوانمرد پایا۔ اگرچہ دنیا میں ارباب فتوت کم ہوتے ہیں مگر تاہم زمانہ اہل مروت سے خالی نہیں ہوتا۔ غلام حسین خاں نے نہایت مدارا سے کہ آدمیت اوس سے ٹپک رہی تہی کہا کہ آپ اپنے آقا کو لکہدیں کہ تشریف لاویں اور اندیشہ کو ہرگز دخل نہ دیں۔ راجہ ریواں کی کیا مجال ہے کہ کان ہلا سکے اور مجہکو اپنا مخلص صادق و دوست موافق بلکہ رفیق اپنا مثل میرے خواہرزادہ کے سمجہیں

میں جہاں تک کہ اندیشہ خون کا ہوگا ساتھ رہوں گا۔ غلام حسین خاں نے عریضہ راجہ
جیت سنگہ صاحب کو لکھا کہ جو کچھ سر بجیت سنگہ نے کہا تھا وہ مطابق واقع ہے مگر
چونکہ اونکے ماموں اِس آگ کے بجھانے کو خود پہونچ گئے لہذا خود بدولت بلا خطر تشریف
لاویں اور دشمنوں کی آنکھہ میں خاک ڈالیں۔ یہ خط سر بجیت سنگہ کو دیا گیا کہ خود جا کر
ہمراہ لاویں وہ جوان نیکو خصلت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ اور
غلام حسین خاں منتظر تشریف آوری اپنے آقا کے مقیم رہے۔ اس درمیان میں راجہ
ریواں فرودگاہ راجہ راج گڈہ پر گئے اور چاہا کہ اونکو شریک لوٹ میں کریں۔ کہا
یہ دولت آئی ہوئی ہاتھ سے دینا بعید از خرد بلکہ تضییع گنج بادآورد ہے۔ لہذا نصف
نصف میں ہم آپ شریک ہوجاویں۔ اوس مرد با فتوت نیک نہاد نے جواب دیا کہ راجہ
جیت سنگہ برہمن ہیں اور کاشی کے راجہ ہیں جو معبدگاہ جملہ ہنود مرد و زن ہے۔ اور
تم ہندو ہوکر چاہتے ہو کہ مال اوس پناہ گرفتہ کا جسکی حرمت گوشت گاؤ سے کم نہیں ہے
کھاؤ اور دین کو دنیا سے بیچو۔ میں جب تک زندہ ہوں اُنکی طرف دیکھنے کی آپ امید
نہ رکھیئے راجہ ریواں نے جب یہ جواب سنا اپنے دندان طمع کو کند کرکے محروم واپس ہوئے۔
ایک ہفتہ کے بعد سر بجیت سنگہ راجہ جیت سنگہ کو لائے۔ مرزبان راجگڈہ دو کوس
پہلے سے استقبال کو چلے بعد ملاقات سردارانہ کے ہر دو سردار اپنی لشکر کو پہرے
جب راجہ ریواں اپنے مقصود پر کہ لوٹ لینے کا تھا فائز نہ ہوئے تو واسطے اخفا کی فکر کی
اور ملاقات راجہ جیت سنگہ کے واسطے تھوڑے آدمیوں سے آئے اور تھوڑی دیر تک
بیٹھے رہے اور غمخواری میں معرکہ ہائے جنگ و وطن چھوڑنے کو دریافت کرتے رہے
تا آنکہ موقع پاکر کہا منافع چند گانوں زمینداری میرے پوتے کا تصرف میں عاملان سرکار
میں آگیا ہے ملازمان سامی کو معلوم ہوگا اگرچہ اوسکی خواہش ایسے حال پُر ملال میں آپ سے
نہیں رکھتا مگر بغرض اثبات درگذر زبان پر لایا ہوں۔ راجہ جیت سنگہ نے جواب دیا کہ کسی کے

حق تلف کرنیکی عادت میری نہ تہی اور جفا کاری و لوٹ و غارت رعایا سرحد مرزاپور کی جسکو آپکے نواده یعنی پوتے نے کیا سب پر ظاہر ہے۔ غلام حسین خاں نے گذشتہ راصلوات کہکر راجہ کو چپ کر دیا۔ اور راجہ نے عطر و پان دیکر رخصت کر دیا۔ اور اُنکے پیچھے پیچھے دس ہزار روپیہ کے توڑے جنکا دعوے کیا تہا بھیجدیا۔ اُس لالچی نے پہلے تھوڑا سا سر ہلایا اور پہر لیلیا۔ مطعون خاص و عام ہوئے۔ اور صبح ہی کو اُنکے حدود قلمرو سے نکل گئے۔ جب بارہ کوس بنارس رہگیا تو راجہ جیت سنگہ نے مرزبان راجگڈہ کو برسم رخصت دس پندرہ ہزار روپیہ دینا چاہا اور اُنکے خیمہ میں جا کر بہت سے کلمات شکریہ کے ادا کرکے روپیہ مذکور بتواضع پیش کش کیا اُس صفا پیشہ فراخ حوصلہ نے روپیہ کو دیکہکر چیں بر جبیں ہو کر کہا خدا ناکردہ میں خواستگار مال ہو کر نہیں آیا تہا یہ تکلف آپ کو نفرمانا چاہئے کاشی ہمارا معبد ہے مذہب ہمارا ہندو ہے نہاراج کاشی راج برہمن دیوتا (فرشتہ) ہیں آپکا دیکھنا بمنزلہ عبادت ہے اور خدمت گذاری ایسے مخدوم کی مایہ سعادت ہے اگر لیکر مرجاؤں تو بےکرم دہرم مروں یعنی ایمان کو برباد کروں اور زمانہ کے لوگ مجھے مطعون و ملام کریں یعنی بُرا کہیں۔ راجہ جیت سنگہ نے کشتی ہائے پارچہ زربفت بنارسی وغیرہ پیش کیا اُس میں سے بہی ایک کپڑا نہ لیا اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھہ رخصت ہو کر اپنے محال متفرقہ پر چلے گئے۔

راجہ نے پہر کوچ کیا جب بنارس دو کوس رہگیا تو چھوٹا لڑکا راجہ ہندو پت کا مع بینی حضوری کے کہ مدار المہام اُس ریاست کا اور نہایت تسلط و اختیار رکھتا تہا استقبال کو آیا۔ دونوں طرف سے ہاتھیوں سے اوتر پڑے اور بعد رسم معانقہ و استفسار عافیت کے پہر سوار ہو کر داخل شہر مذکور ہوئے۔ یہاں پر مرزا فیض اللہ بیگ کو اجازت دیگئی اور وہ مع داماد کے مثل طائر نو گرفتار کے کہ قفس سے چھوٹے روانہ لکھنؤ ہو گئے۔

ابہی راجہ جیت سنگہ نے پورے طور سے آرام بہی نہ کیا تہا کہ حکمنامہ گورنر بہادر کا بنام مرزبان پنا یعنے راجہ پنّا اس مضمون کا آیا کہ راجہ جیت سنگہ مجرم سرکار کمپنی انگریز بہادر

واخراج کردہ نواب وزیر الممالک بہادر بجنگل پھر رہا ہے اور فوجیں ہر دو سرکار
کی اوسکے پیچھے بھیجی ہیں تاکہ اوسکو گرفتار کریں۔ اب وہ آپ کے قلمرو میں مقیم ہے
خلوص واتحاد تمہارے والد راجہ ہندوپت کا امنائے دولت انگریزی بہادر وارکان
سرکار نواب وزیر الممالک سے محتاج بیان نہیں لہذا لازمہ دوستی یہ ہے کہ اوسکو مقید کرکے
اس طرف بھیجدیں اور اگر اس میں مضائقہ سمجھیں تو اوسکو فرصت دم لینے کی نہ دیکر اپنے
قلمرو سے نکال دیں۔ اس نوشتہ کے پہونچنے پر بینی حضوری جسکے اختیار میں سررشتہ
حل وعقد تہا بے حواس ہوگیا اور بلا مروت ہوکر بلا مہلت راجہ کو پیام دیا کہ یہ تحریر ہمارے
پاس آئی ہے اور ہم میں قوت جنگ انگریزوں و نواب وزیر الممالک سے نہیں ہے
ملازمان جناب کا یہاں پر تشریف رکہنا قرین صواب نہیں ہے۔ راجہ جیت سنگہ کو سرنیت
سنگہ راجہ موجودہ پنّا پر بڑا بہروسہ تہا کیونکہ علاوہ احسان راجہ بلونت کے اُن سے دونہ
بجدے تہا بلکہ راجہ جیت سنگہ نے اپنی ریاست میں اُنکو زمانہ قیام بنارس میں شریک
کرلیا تہا مگر اب تو بالکل خلاف امید نتیجہ نکلا حتےٰ کہ سرنیت سنگہ ملاقات کو بہی نہ آئے
اور دم نہ لینے پائے تہے کہ پیام ملک سے نکل جانے کا ملا۔ راجہ نے جواب میں کہا
العیاذ باللہ میں خود ایسی جگہ کہاں رہ سکتا ہوں آپ بسم اللہ انگریزوں سے ملیں۔

اسی اثناء میں ایک اور زخم دل راجہ پر لگا وہ یہ کہ خبر آئی کہ کرنل پاپم صاحب سردار فوج مامورہ
تسخیر بجے گڈہ نے ایک گولہ جنبادہ سمت دریچہ قلعہ سے اندر قلعہ کے پہونچایا اوس بلائے
آسمانی نے بلا تفرقہ مثل برق کے زلزلہ زمین قلعہ میں ڈالا۔ جب لوگ اوسکے دیکہنے کو
جمع ہوئے تو وہ ٹوٹا اور جو ہتھیار کہ اس میں پوشیدہ کر رکھے تہے وہ بفاصلہ ایک
تیر پرتاب کے چار طرف اوڑے اور چند شخصوں کو مجروح و مقتول کیا۔ اوس وقت سے
قلعہ والوں کا پاؤں تو پیر متزلزل اور دل اوکہڑا ہوا ہے۔ خیر اس کی تدبیر تو مردان جنگ آزمودہ
کرسکتے ہیں مگر بلائے بے پناہ خرابی ہوا کا کیا علاج ہے کہ تمام باشندگان میں سرایت

رگئی ہے کسی کو ہضم نہ ہونے سے معدہ میں درد ہے اور کوئی بخار کی وجہ سے سر تکیہ سے نہیں اوٹھا سکتا۔ پھر نگہبانی قلعہ کون کرے گا اور لڑائی کون رہے گا۔ اور حال رنج وملال عورات بے وارث کا کیا بیان کیا جاوے جب پیام لانے والے نے یہ کہہ سنایا تو راجہ کو عجب مصیبت کا سامنا تہا ایک طرف تو وہ پیام رنج کا بڑہانے والا استفاضی ہے کہ جلد چلے جاؤ اور دوسری طرف یہ خبر جانگزا سوہان روح کا موجب ہو رہی ہے۔

اوسی زمانہ میں حسن اتفاق سے مہاراجہ مادہو راؤ سیندھیہ بہادر مشہور بہ بھیل کہ شاید لقب قوم ہے جو کہ رؤسا ملک دکہن کے سپاہ سالار تہے بغرض تسخیر صوبہ جات شاہ جہان آباد و اکبرآباد و اجمیر کے فوج ہم عدد مور و ملخ سے کہ بعد معرکہ ابدالی و بہاؤ کے ایسی فوج دکہن سے نہ آئی تہی راہ صوبہ مالوہ سے سرحد ہندوستان پر کہ (بمقابلہ دکہن کے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں) ہو نجکر گیر و دار راجہ گوالیار وغیرہ یعنی رانا جہتر سال مشہور بہ رانا رکوہد میں تہے۔

راجہ جیت سنگہ نے دوسرا من ندیکہر اونکو خط لکہا اوس جوانمرد نے فوراً جواب متضمن طلب بہیجا۔ اوس خط کے پہونچتے ہی راجہ کو اطمینان ہو گیا اور دغا پیشہ مروت ناآشنا یعنے پسران ہندوپت کی توقع کو لات مار کر نہایت عجلت میں روانہ ہوئے۔

لہ یہ سپہ سالار نہایت بہادر آدمی تہے جنگ احمد شاہ ابدالی بہاؤ میں زخم متعدد اوٹہائے۔ منجملہ اونکے ران پر زخم لگ جانے سے لنگڑے ہو گئے تہے سرداران فوج پکڑ کر گہوڑے پر سوار کراتے مگر سوار ہو جانے پر پہر نیزہ بازی و بندوق زنی پورے طور سے کرتے باوجود مشاغل کثیرہ صناع بہی تہے بندوق بنانے میں خود کاریگر تہے کہ اہل ولایت سے ملا دیتے ایک باجا خود اپنے ہاتہہ سے بنایا تہا جو نغمات میں بین و رباب و قانون و ستار کی آواز دیتا اوسکا نام مادہو سرس بین رکہا تہا۔ باوجود بہادر ہونے کے نہایت متواضع و خلیق رعایا کے حال پر بہت عقل میں بیر بکت دفوت میں جوان تہے۔

جس روز کہ سرحد ملک گوالیار کو ہدف پر اون کا لشکر تہا اوسی روز راجہ جیت سنگھ
بہی قریب لشکر پہونچے اوس طرف سے سپہ سالار مذکور بہمراہی سرداران استقبال
کو آئے جب قریب پہونچے تو فرش بچہا کے بیٹھ گئے راجہ بہی دور سے پیادہ ہوگئے اور اشخاص معدود کیساتھ
جب قریب پہونچے تو اون کی جماعت تعظیم کو اوٹھ کہڑی ہوئی۔ اور دو قدم چلکر
بغلگیر ہوئے اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور یہی طریقہ بیٹھنے کا آخر زمان مفارقت تک
معمول رہا۔ بعد تعارفات رسمی ہمراہ لیجاکر قلب لشکر میں عقب قیام خود جگہہ دیا۔ اور
دل مضطر راجہ کو تعاقب انگریزی سے اطمینان ہوگیا۔ دوسرے روز راجہ پہر ملاقات کو
گئے اور اوس مرد با مروت و فضایل حمیدہ نے بدستور سابق تواضع سے پیش آکر خلوت
کرکے تمام سرگذشت پوچہی اور نمک حرامی دست گرفتہ و پروردہ ہا کی سنکر نفریں کی
اور انصاف دشمنی مالکان پر جبیں بہ جبیں ہوئے۔ اور مردم فوج راجہ پر کہ بغیر موجودگی
آقا کے جانفشانی کیا اور انگریزی فوج کو شکست پر شکست دیا آفریں و تحسیں کی۔
اور چہوڑدینے پر خزانہ و مخدرات کے اندر قلعہ کے بحالت نہ ہونے معین و مددگار
کے افسوس کیا اور کہا بعد فراغ مہام بالا فتادہ انشاء اللہ بنارس کو کہ ہمارا معبد ہے
صلح یا جنگ سے لیں گے اور آپ کو مسند راج پر بٹھائیں گے۔ آپ کی مدد ہر چہوٹے
بڑے ملک رکہنے والے پر بمنزلہ عبادت ہے آپ رنج کو دل میں دخل ندیں۔ اس
زمانہ میں دس مہینہ کی تنخواہ فوج کی باقی ہے اور روپیہ نہیں ہے۔ بہت تہوڑے
زمانہ میں رانا چہتر سال کو نکال کر اور راجہ ہائے اطراف سے محصول ملک لیکر اور انتظام
ان اطراف سے فراغت کر کے ذکر لینے ملک میان دوآب و بنارس کی کرتے ہیں اور اگر
کرور روپیہ بالفعل آپ سرانجام کر سکیں تو بسم اللہ پہلے اوسی طرف توجہ کریں راجہ نے
کہا سولاکہ روپیہ تو نہیں ہے مگر تئیس لاکہ کا زر نقد و جواہر موجود ہے۔ جب حکم ہو خادمان
سرکار دولتمدار کو دیدوں ہنسکر کہا یہ تو آپ کے ملازموں کے مصرف کیواسطے ہے۔ تہوڑی

دن صبر فرمایے اور دیکھیئے کیا ہوتا ہے۔ بگڑی ہماری سر پر اوسوقت زیبا ہے جبکہ الہ آباد
وبنارس اپنے معبدگاہ کو لیں اس وقت بغرض اعانت فوج وخزانہ اپنے مالک کو لکھتے
ہیں کہ مالکان ممالک دکہن اس مقصود کے حصول کو ہزار جاں سے خریدار ہیں۔
رانی خاں بہائی سے کہ قایم مقام و مدار المہام وسپہ سالار فوج و ارکان دولت مہاراج
بہیل کا سردار تہا کہا راجہ صاحب جب تک ملک دوآب وبنارس نہ لیں گے اور ان بیادہ
رویان فرنگ کو اپنے ممالک سے نہ نکالیں گے مونچھ ہمارے منہ پر باعث مضحکہ ہے
مگر اس زمانہ میں چند موانع ہیں خاطر جمع رکھیئے دیر آید درست آید۔
راقم مولف کہتا ہے قضا اُنکے لاف وگزاف پر ہنس رہی تہی۔ وہ لوگ نہیں جانتے
تہے کہ یہ سب ممالک تحت تصرف دلاوران فرنگ میں آجاویں گے اور بہت کم حصہ
ملک کا قبضہ مرہٹہ میں رہجاوے گا۔
وقت برخواست چہہ کشتی پارچہ وایک خوانچہ جواہر تواضع راجہ میں وچار کشتی اقمشہ وجیغہ
وسرپیچ بابو سجان سنگہ کو بندرہ کشتی خلعت ہمراہیان راجہ کو حسب ضابطہ دکہن کہ دو
تہان سفید نمودی وایک تہان کمخواب وایک ردا کہ اوسکو سیلہ کہتے ہیں دیکر رخصت
کیا اور ایک بندوق فرانسیسی اپنے ہاتہہ کی بنائی ہوئی اوپر سے راجہ کو دی۔ تین روز
کے بعد مہاراج سیندہیہ رہگذر مہمان نوازی سے بطور بازدید کے فرودگاہ راجہ
میں آئے اور وقت رخصت کے راجہ نے گیارہ کشتی پارچہاے بنارس وایک خوانچہ
جواہر بیش قیمت وپانچہزار روپیہ نقد ودو گہوڑے با ساز نقرہ وایک زنجیر فیل مع عماری
طلائی پیشکش مہاراج کو اور سات کشتی تواضع رانی خاں بہائی کو اور پچاس سرداران
ملک دکہن کو جو ہمراہ مہاراج تہے حسب دستور ملک دکہن دیکر خوشنود رخصت کیا۔
چونکہ معمول مرہٹہ لوٹ پر گذر اوقات تہا لہذا اکثر سردار مرہٹہ فرودگاہ مہاراج پر حاضر
رہتے اور جو جسطور سے پاتے لیجاتے حتے کہ عمدہ کپڑے میں سے کچہہ نہ رہ گیا۔ اور

نوبت خریداری بازار سے آنے لگی اور وجہ یہ تھی کہ اول تو عادت مرہٹہ وصول کرنے کی تھی حسب دستور سے ہو۔ دوسرے راجا اپنی نام آوری و نیز شرم آنے والوں سے بامید اعانت معقول ضرورت سے زیادہ دیتے۔ حالانکہ گفتگو صلح با انگریزان ہو چکی تھی گو بعض امور کے طے ہونے کی وجہ سے منقح نہ ہوئی تھی تو ایسی حالت میں کیا مدد راجہ جیت سنگھ کی کرتے بجز اسکے کہ مقتضائے وقت یہی تھا۔ یا یہ کہ شرائط کے طے ہونے پر احتمال جنگ باقی رہا ہو۔

ملاحظہ ہو بلونت نامہ غلام حسین خاں۔

خبر فتح ہوجانے قلعہ بجے گڈھ کی راجہ جیت سنگھ کو پہونچنا اور انکی ماں کا بنارس آنا اور بنارس سے جھانسی جانا

چونکہ بحکم گورنر ہسٹنگ بہادر پانچ بلٹن بسرداری میجر پایم و میجر کراپٹ و میجر بالفور و کپتان لین وغیرہ مقرر تھیں۔ اور نواب آصف الدولہ چوتھی شوال ۱۱۹۵ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۷۸۱ء کو روانہ لکھنؤ ہو چکے۔ میجر پایم نے بدلالت ایک زمیندار قلعہ اگوری کے بوانام پہاڑ پر جو کہ جانب جنوب قلعہ تھا اور اوس طرف حصار کے دیوار نہ تھی کپتان کربڑ کو مقرر کیا کہ لکڑی جنگل سے دمدمہ بناکر توپوں کو اوس پر لگا دیں۔ ایسا ہی جانب شمال قلعہ سے دوسرے پہاڑ پر بڑے درختوں کے اوپر توپوں کو قائم کرکے ہر دو طرف سے گولہ اندازی شروع کردی۔ قلعہ کے گولہ انداز محض گنوار تھے اول تو گولہ اونکا دیر میں سر ہوتا اور ہوتا بھی تو ہوائی جاتا۔ جب ہر دو طرف سے گولہ ہائے جمنارہ قلعہ میں برسنے لگے اور وہ جب ٹوٹتے تو جو ہتھیار اوس میں پوشیدہ رہتے وہ بلائے آسمانی کی طرح سے جگر بہادروں کو گداختہ کرتے۔ دروازہ قلعہ پر کہ بجز اوسکے کوئی راہ باہر جانے کی نہ تھی توپیں اور پہرہ ایسی ہوشیاری کا تھا کہ پرندہ بھی اگر پر مارتا تو توپ و بندوق

کی آواز بلند ہوئی اِس وجہ سے قلعہ والوں کو چیزوں کے ملنے میں دقّت تھی۔ زیادہ تر ضرورت پانی کی تھی کہ تالاب کے پانی میں جو اوپر قلعہ کے ہے سمیت تھی اور نیچے کا پانی جو باندھ بند ہر پینے کے قابل تھا وہ لشکر انگریزی سے فرق تھا۔ سب لوگ مجبور ہوکر وہی تالاب کا پانی پیتے خصوصاً رانیوں کو کہ ہمیشہ سے سایہ پرورِ نازو نعمت تھیں وہ پانی زہر ہلاہل تھا اُن کو امید تھی کہ مندیلہ بپاس احسان راجہ بلونت سنگھ مدد کرینگے اور فوج بھیجیں گے۔ جب سے اُن کا حال معلوم ہوا تمام امید یاس سے بدل گئی۔ راجہ کے ماموں نے کہ جرأت سے بہی خالی تھے کرنل پایم کو پیام بھیجا کہ اگر عہد امان جان و آبرو کا آپ کریں تو ہم قلعہ خالی کردیں۔ اِس پیام کو سنکر کرنل پایم نے خوش ہوکر جواب دیا کہ ہم کو تعرض تمہاری جان و آبرو سے نہیں ہے لہٰذا آپ دغدغہ کو دخل نہ دیں۔

بروایت خیرالدین حسین۔ گھبر و بال واہلا دمصرے کہ اہتمام قلعہ اُنکے تجویز پر تھا اپنی جان کے خوف سے رانی کو صلح پر آمادہ کیا۔ اور بشن سنگھ وکیل کو کرنل پایم کے پاس بغرض عہد و پیمان بھیجا اُنھوں نے انکار صلح کیا۔ آخر عرضی یعنی درخواست بشرط بحالی ملک حضور گورنمنٹ بھیجا. وہاں سے جواب ملا کہ اب مصالحہ ناممکن ہے۔ رانی نے غصہ ہوکر ڈہانگر قوم کے پیادوں کو سونے کے کڑے کی طمع دیکر دوسو آدمیوں کو مورچہ طرف جنوب پر شبخون مارنے کو حکم دیا جسکی وجہ سے دوسو سپاہی اور ایک لفٹنٹ اور ایک اجیٹن مقتول ہوئے اور بہت زخمی ہوکر بھاگے ڈہانگر مورچہ سے اوتر کر لوٹ میں مشغول ہوئے مگر بیوقوفی سے توپوں کو نہ گرایا اور قلعہ پر چلے آئے۔

کپتان کرٹر کو جب اونکی واپسی کی اطلاع ہوئی تو ساتھیوں کو جمع کرکے مورچہ مضبوط کرکے گولہ باری نہایت سرعت سے شروع کردی۔ چند گولہ رانی کے محل میں پہونچے اور ایک کنیز (ٹہلوئین) اور گئی رانی نے یہ حال دیکھکر کہا ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ میں تو باروت بچھا کر مرتی ہوں تم لوگوں کا جو دل چاہے کرنا۔ بشن سنگھ نے کرنل پایم کو اِس

حال سے اطلاع دی اونہوں نے کمال بیکسی محصوران بیدلی رانیوں کی گورنر کو لکہا تا اینکہ گورنر
کو رحم آگیا کنتو بابو کو روانہ نبجے گذہ کیا کہ ملک و جاگیر تم کو نہ دیجاوے گی دوسرا
جو مطلب ہو بیان کرو۔

بروایت اول ماموں راجہ سے وہ پیام سنکر خود کرنل بایم صاحب نے پانا صاحبہ
مادر راجہ کو لکہا کہ اب تمہارے بیٹے کا کوئی مددگار نہ رہا ناحق ان پتہروں میں سر مارنے
سے کیا نتیجہ اگر صلح کر دوگی تو موجب تمہاری فلاح کا ہے ورنہ بزبردستی قلعہ لے لینگے
اوس وقت پہر کچہ نفع نہ ہوگا۔ اور اگر بغرض ہم زد و کشت اہل قلعہ سے باز رہیں تو سمیت
آب و ہوا قلعہ کی کسی کو زندہ نہ چہوڑے گی۔ آپ بلا اندیشہ نکل جاویں آپ کو اپنی ماں
اور لڑکیوں کو اپنی بہن جانتے ہیں۔ پانا صاحبہ نے اس خط کو کہ مضمون اوسکا واقعی
تہا سنکر جواب میں لکہوایا کہ ہم کو قلعہ کا سپرد کر دینا بہ صلح منظور ہے مگر شرط یہ ہے کہ شقہ
نواب گورنر جنرل کا متضمن ہمارے طلب و سپردگی قلعہ کی تم کو بشرط حفظ آبرو کے
آجاوے اور اوس دستاویز کو آپ خود لیکر آ دیں اور حلف و قسم سے ہم کو اطمینان دلادیں
کرنل مذکور نے اس جواب کو دیکہکر مسرور ہو کر فوراً نواب گورنر کو حقیقت حال لکہہ بہیجا اور وہاں
سے فوراً نوشتہ بنام ان عفیفہ کے مشتمل مضبوطی عہد و حفاظت آیا اور کرنل نے اوس
نوشتہ کو لیکر قلعہ کے اندر آنکر مضمون خط کو سنا کر کہا ہم نے آپ کو ماں کہا ہے اور مثل
فرزندوں کے آپ کا لحاظ رکہیں گے ہم قسم عیسی روح اللہ کی کہاتے ہیں۔ پانا صاحب
نے ملازمان قلعہ کو حکم چہوڑ دینے قلعہ کا دیا اور خود مستعد روانگی ہوئیں۔ کرنل مذکور نے
حکم دیا کہ عورتیں جسقدر چاہیں جواہر و اشرفی لیجاویں مگر اور کوئی مرد و زن سے ایک سوئی و
تاگا بہی نہ لیجاوے بلکہ جو کپڑا بدن پر ہو اور جو ہتہیار کمر میں ہو وہی ساتہہ رکہے لوگوں کو
جان بچانا غنیمت معلوم ہوا اور مثل طائر نوگرفتار کے بہاگ نکلے کرنل نے پہرہ ہر جا پر
بٹہا دیا۔

بانا صاحبہ وغیرہ مخدرات نے جسقدر اشرفی وجواہر لینا چاہا لیکر سوار ہوئیں بلکہ بعض محافہ اسباب محض سے کے تہے مگر بوجہ حکم کرنل کسی نے زنانہ محافہ سے تعرض نہ کیا۔ کرنل نے وفور عاجزی سے پیادہ ہمراہ محافہ چلکر روانہ بنارس کیا۔ اُن مخدرات کو بنارس پہونچنے پر حویلی بنارس راجہ دروازہ کو جو بقبضہ نواب سعادت علیخاں تہی گورنر نے دلادی اور اوسکو انہوں نے اپنا ماتم خانہ بنایا۔

کرنل پاپم نے قلعہ پر جاکر وہاں کا انتظام کیا اور چونکہ تمام مال کے نسبت گورنر نے فوج کے دینے کو کہا تہا لہذا میجر کریپر کو نیلام کے واسطے مقرر کیا جب مہاجنان شہر کو اطلاع دیگئی تو وہ لوگ اس خیال سے کہ پہر راجہ آویں اور ہم سے مواخذہ کریں قبول نہ کیا آخر ملازمان نے باخود باخریدا قلعہ پر سو روپیہ کا مال ایک روپیہ میں فروخت ہوا اسی وجہ سے رفیقان انگریزی لاکہوں کے مالک ہوگئے بقیاس یہ سمجھنا چاہیے کہ زین کلابتون کی دو روپیہ کی نیچے گڈہ سے خرید کی ہوئی بنارس میں بینتالیس روپیہ کو فروخت ہوئی اور پہر اُس میں جلائے جانے پر تیرہ سو پچاس ۱۳۵۰ کا سونا نکلا۔

ضبطی اموال قلعہ میں ۵۰ ہزار اشرفی اور تین لاکہ پچہتر ہزار روپیہ اور دو لاکہ بتیس ہزار روپیہ کے ظروف طلا ونقرہ وہتہیار وظروف برنجی ومسی وملبوس خاص وتختہ ہا بیشمینہ وخیمہ جات وفرش وسراچہ تہے اگر یہی مال بنارس میں فروخت ہوتا تو ڈیڑہ کرور سے زیادہ کا تہا۔

خیر الدین حسین زبانی معتمد راجہ چیت سنگہ لکہتے ہیں کہ یہ مال ضبطی میر رستم علی خاں وملا علی نقی خاں ومحمد قلی خاں وفضل علی خاں ودیگر راجاؤں وصد ہا کشتی مملو کر اسباب میر قاسم علی خاں سے تہا کہ وہ اول میں ساتہ لائے اور مقابل درگا کنڈ رکہ کر عظیم آباد گئے اور جب نیرنگی روزگار سے وزیر الممالک نے میر قاسم علی خاں کو قید کیا اور اس اسباب کے نسبت قلعہ دار چنار کو بغرض ضبطی لکہا تو رفیقان راجہ بلونت سنگہ جلدی کرکے

بنارس سے زیر حصار رام نگر لائے اور لوٹ میں قلعدار کے شریک ہو گئے بیچاری عالیجاہ کی عورتوں نے بخیال حرمت خود زیور تک اونار کر پھینکدیا تھا اور راجہ بلونت سنگھ نے اوس سب کو بجے گڈہ میں رکھا تھا۔

بلونت نامہ خیر الدین حسین

بعد فتح ہونے قلعہ بجے گڈہ کے عدلی شاہ نبیرۂ راجہ بجے سنگہ جو اصل مالک بجے گڈہ کے سابق میں تھے بدعوے میراث آئے اور ۲۰ ہزار روپیہ کی جاگیر اوسی ضلع میں پائی خیر الدین حسین روایت شنیدہ لکھتے ہیں کہ چونکہ بسبب خرابی آب وہوا سپاہ متعینہ بجے گڈہ ہلاک ہوجاتی اس جہت سے مسٹر دیکھن صاحب نے ہر دو حصار کو دیکھا اور اپنی مصلحت ذاتی سے عدلی شاہ کو قلعہ بجے گڈہ اور قلعہ اگوڑی بڑہڑ زمینداروں کو دیکر ہر ایک سے عہد لیا کہ بالائے حصار نہ جاویں اور قصد تیاری و آراستگی نہ کریں۔

رانی کے بنارس آجانے پر تیسرے روز نواب گورنر بہادر نہایت مہربانی سے بغرض تسکین اوس اندوہگیں یعنی پانا صاحبہ کے آئے اور کلمات دلاسہ و تسلی کے فرماکر رنج کو دل سے دور کرنا چاہا اور رانی پیپ صاحبہ دختر شش سالہ راجہ کو بلاکر اپنے زانو پر بٹھایا اور اوسکے آنسو خود پاک کیا اور پانا صاحبہ سے کہا ہم اخراج راجہ چیت سنگہ نہ چاہتے تھے مگر تقدیر نے اوسکو یہ روز بد دکھلایا اب آپ کچھ تشویش نکریں ہم آپ کو نصف جاگیر بھدوئیں کی جسکا محصول تین لاکہ سالانہ ہے مصارف کے واسطے مقرر کرتے ہیں بہ فراغت آپ تشریف رکھیں اور ہم کو اپنا متوجہ حال جانیں ان سوختہ جان نے سنکر ایسی آہ کی اور روئیں کہ سب کا دل بھر آیا اور کہا اب ہمارا آب ودانہ یہاں کا نہ رہ گیا آپ کی یہی مہربانی ہے کہ ہم کو رخصت کر دیجئے۔ نواب ممدوح نے انصافاً سمجھا کہ اس ضعیفہ کا لڑکوں کو چھوڑکر رہنا نہایت مشکل

سمجھکر۔

اور اپنی بلند نامی و تسخیر قلوب کے واسطے گوبال داس ساؤ کو حکم دیا کہ تین لاکہ روپیہ بغرض شادی بی بی ببپا اور اونکی چھوٹی بہین کے دیا جاوے اور کہلو نے اس لڑکی کے جوکہ سونے چاندی کے تہے جن میں جواہرات جڑے تہے اور منجلہ نقد و جنس ضبطی راجہ کے تہے بانا صاحبہ کو بہجوادیا بسہانامی ایک زوجہ مہاراجہ بلونت سنگہ نے دعوے کیا کہ میرے بہی ایک لڑکی ناکتخدا ہے مجھے بہی ملنا چاہیئے۔ بانا صاحب نے اس بات کو گورنر تک پہونچنا اپنی شان کے خلاف سمجہا اور لاکہہ روپیہ سائلہ کو دیدیا۔
جب راجہ چیت سنگہ کو یہ خبر پہونچی تو غم و غصہ سے کہانا چھوڑ دیا اور شرمندگی بات نہ سننے یعنی احباب موافق کی راے پر عمل نہ کرنے اور قلعہ میں عورات و خزانہ کو چھوڑ دینے سے ایسا رنج تہا کہ رات دن رویا کرتے۔ مہاراجہ سیندہیا کو خبر معلوم ہوئی تو اونہوں نے خیمہ راجہ میں آنکر کہا کہ اب رنج بیکار ہے قلعہ و خزانہ تو اوسی روز جاچکا تہا جب آپ چھوڑ کر آئے آپ نہ گہبرائیں یہ ملک جدید کیے رہے ہیں۔ آپ کو مضاعف ہر دو سرکار بنارس و غازیپور رہیا نیز دینگے اسکے علاوہ بعد ہم صوبجات دہلی و اکبرآباد و جانب الہ آباد جادیں گے اور بنارس لیکر آپ کو دیں گے یہ سمجہا کر کہانا اپنے سامنے کہلا کر واپس ہوئے اوسی مجلس میں کہا کہ اب رانی صاحبہ کو بلا لیجیے کیونکہ جب آپ دانہ وہاں کا اوٹھ گیا تو ہیرانی پینا بہی جائز نہ رکہیں۔ راجہ نے ماں کو خط لکہا کہ اگرچہ وطن ہے اور کاشی ہے مگر یہاں بہی متہرا فضیلت میں کم نہیں ہے۔ اس خط کے پہونچنے پر شعلہ شوق بانا صاحبہ کا بہڑک گیا نواب گورنر بہادر سے طالب رخصت و بدرقہ یعنے زادراہ وغیرہ کی منزل مقصود تک ہوئیں۔ نواب گورنر نے براہ مہربانی کرنل بارکر صاحب کو بہیجا اور کہلا بہیجا کہ وطن چھوڑنا اور ہم سے گمان بد رکہنا نازیبا ہے۔ یہانپر آپکے دوست ہیں اور عبادت گاہ بہی ہے۔ اگر راجہ چیت سنگہ کی رانی اپنے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہیں تو جاویں مگر آپ تو اس پیرانہ سالی میں بے وطنی کو اختیار نہ فرماویں۔ اوس ضعیفہ نے کہ درد

جدائی فرزندان سے رات و دن روتی تہیں اس پیام کے قبول سے انکار کیا اور کہا ہم جانیوالوں کو گورنر صاحب نہ روکیں ہمارا دل اب یہاں نہیں لگتا۔

گورنر بہادر نے جب دیکھا کہ یہہ لوگ باوجود اظہار شفقت نہیں رُکتے تو اجازت دیدی اور بغرض حفاظت دو کمپنی تلنگہ وایک ضرب توپ بسرداری ایک انگریز کے معہ پندرہ ہزار روپیہ کے ساتھ کر دیا اور تاکید کیا کہ بحفاظت تمام جہاں انکی خواہش ہو پہونچا دیں راقم مولف عرض کرتا ہے واقعی بعد تسلط ہوجانے کے ایسی درگذر و عدم مزاحمت کام قوم انگریز کا ہے خصوصاً گورنر ہسٹنگ بہادر کا کیونکہ اوہیں کے مشیروں نے کہا تہا کہ اگر جیت سنگھ ہمپر قابو پاتے تو ہمارے عیال کو در بدر کرتے اور آپ یہہ سلوک کرتے ہیں ان سے سختی کیجاوے تو لاکہوں کے جواہرات جو ہمراہ لائی ہیں وصول ہوجاویں گورنر نے جواب دیا بیشک بشرط قابو پانے کے راجہ جیت سنگھ کرتے مگر میں شکرانہ میں کہ اوہنوں نے قابو نپایا۔ احسان کروں گا اور بہر جس نے کیا وہ آوارہ دشت حیرانی و شرم ہے ان غریب عورتوں اور بچوں نے کیا کیا ہے۔

خلاصہ یہ قافلہ روزگار رفتہ بلا مکنت وجاہ جب قصبہ ترہواں میں پہونچا تو فوج محافظ کو واپس کرکے اپنے آنے کی خبر راجہ جیت سنگھ کو دی۔ راجہ نے مہاراجہ عالیجاہ کو اطلاع دی اوہنوں نے فرمایا کہ بالفعل چندے مقام جہانسی میں قیام کریں۔ بالاراؤ پنڈت حاکم وہاں کا ہمارا خاص ماتحت ہے حفاظت و حق خدمت میں قصور نہ کرے گا جب عنقریب غنیم پر فتح پاتے ہیں تو جسجگہ کو پسند کریں گی وہاں پر قیام رکہیں گی اور ایک خط بالاراؤ کو لکہا کہ عیال و اطفال مہاراجہ جیت سنگھ آرہے ہیں اونکو جہانسی میں مقام پسندیدہ دیا جاوے اور اونکی اعانت کریں اور جو چیز اونکی ضرورت کی ہو موجود رکہیں اور اونکی رضا و خوشنودی کو موجب میری رضا و خوشنودی کا جانیں۔ اسیطور سے راجہ جیت سنگھ نے اپنی ماں کو جہانسی پہونچنے کے واسطے لکہا اور جب معزی الیہا

روانہ ہوکر ایک منزل کے فاصلہ پر جہانسی سے اوتریں تو بالا راؤ پنڈت نے اوس مقام تک استقبال کیا اور اون سرگشتگان وادی بے خانماں کو اپنی حکومت میں لائے اور مکان بہتر میں کہ اوس سے بہتر دوسرا مکان اوس شہر میں نہ تہا ٹہرایا اور مہماں نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور جب تک یہ لوگ وہاں رہے مثل چاکروں کے حسن خدمت و فرماں پذیری و آمادہ کرنے ضروریات میں دل پریشان خاطروں کو خوش رکھا۔ بلونت نامہ غلام حسین خاں و خیر الدین حسین

صلح سرکار پیشوا با انگریزان - و بقیہ حالات راجہ جیت سنگہ

ابہی مہم تسخیر قلعہ راناجہتر سال کی ختم نہ ہوئی تہی کہ بنائے صلح درمیان سرکار پیشوا و دولت انگریزی باہتمام مہاراجہ عالیجاہ سیندہیہ بہادر مضبوط ہوگئی اور خس و خاشاک اندیشہ و شبہات کے خاطر جانبین سے دور ہوکر مطمئن ہوئے۔ تفصیل یہ ہے کہ نواب گورنر بہادر نے مسٹر انڈرسن صاحب کو کہ عقلمندی میں دانایان فرنگ میں ممتاز تہے بغرض سفارت مہاراجہ عالیجاہ مقرر فرماکر بہیجا۔ اول پیام یہ تہا کہ نافرمانی راجہ جیت سنگہ کی کہ بیان سے باہر ہے منجملہ معاہدات اولین ہے کہ مجرم ایک سرکار کا قلمرو دوسرے سرکار میں نرہے لہذا لازمۂ اتحاد و یکجہتی یہ ہے کہ نام بردہ کو تو ہمارے حوالہ کردیں اور اگر اس میں مضائقہ سمجہیں تو اپنی قلمرو سے اونکو نکال دیں۔ مہاراجہ عالیجاہ نے جواب میں فرمایا کہ یہہ عہد دشمنوں کے واسطے ہے اور راجہ جیت سنگہ مظلوم ہے اُس سے کوئی قصور نہیں ہوا بلکہ جو عہد اوس سے اور اوس کے والد سے طرف اوس سرکار سے محکم تہا وہ طرف نواب گورنر بہادر سے ٹوٹا۔ اب راجہ نے اس سرکار میں پناہ لی ہے لہذا ہم سے اس عہد اولین کے بجالانے میں وہی دست و گریباں کا معاملہ ہے ہاں امداد و اعانت اُنکی بمقابلہ دولت انگریزی اس سرکار سے نہ ہوگی۔ صاحب مذکور نے جواب میں کہا کہ فوج ظفر موج

ہمراہی گورنر بہادر کو ہرگز خیال آویزش و جنگ نہ تہا مگر راجہ مذکور بہ قتل و محاربہ پیش آیا اور حسب اقتضائے وقت پہلوتہی کرنے ابلہا سے (احمقوں سے) ہمارے پیر پر گرا اسکے جواب میں رانی خان بہائی نے لطیفہ میں جواب دیا کہ بعد قید ہوجانے راجہ کے معرکہ محض اتفاق سے ہوگیا اور دل میں اوس بیچارے کے آبلہ (چھالے) پڑے ہیں اور پیر سے دل تک بڑا فرق ہے۔ ملخص لطیفہ ایک لفظ آبلہ سے جو تجنیس خطی ہے دو معنی پیدا ہوئے مسٹر نے کہا احمقوں کے ساتھ چھوڑ دینے سے یہ حالت راجہ کی ہوئی۔ اور رانی خان نے اوسی لفظ سے دل کے پہپوے مراد لیکر مذاق میں ٹال دیا۔ بہر طور انڈرسن نے دیکھا کہ اصرار سے فائدہ نہیں ہے کیونکہ مہاراجہ سیندھیا پر کچھہ زور چل نہ سکتا تہا اور عدم وجود راجہ جیت سنگہ ایسے وقت میں برابر تہا۔ لہذا نواب گورنر کو حقیقت حال لکہی وہ بہی خاموش ہو رہے۔

یہ حالات زبان مخصوصین مہاراج عالیجاہ سے راجہ جیت سنگہ کو پہونچے اور اوسی کے ساتھہ یہ بہی خبر معلوم ہوئی کہ نواب گورنر بہادر نے راجہ مہیپ نرائن سنگہ کو راج بنارس عنایت کیا۔ (جسکا تذکرہ اون کے بیان میں آویگا) اور ارکین دار السلطنت لندن کو لکہا کہ راجہ جیت سنگہ حسب مذہب ہنود ہرگز استحقاق جانشینی راجہ بلونت سنگہ نہیں رکہتا تہا کیونکہ ہنود اوس لڑکے کو جو عورت غیر قوم کے بطن سے پیدا ہو فرزند شمار نہیں کرتے۔ اصل میں راجہ مہیپ نرائن سنگہ دختر زادہ راجہ بلونت سنگہ کہ نجیب الطرفین ہیں مستحق حکومت اس راج کے تہے لہذا وہ مسند نشین کئے گئے۔ ان دونوں خبر کے سننے سے راجہ جیت سنگہ کی امید منقطع ہوگئی۔ مگر ہوس دل میں باقی تہی کہ شاید مالکان حل و عقد ولایت اس رائے گورنر کو ناپسند کریں۔ اُنکے دل میں آیا کہ کسی کو کلکتہ بہیجنا چاہیے تاکہ روئداد ولایت سے اطلاع پاکر لکہتا رہے اس کام پر شیوناتھ نامی پنڈت کو کلکتہ بہیجا اور جن لوگوں سے امید تہی اونکو خطوط لکہدئے۔

کلکتہ میں منشی شیخ صدر الدین رہا کرتے تہے جن کا پیشہ دلالی تہا بحیثیت اعزاز کے ارباب شورے دکونسل تک گذر اون کا ہوتا اور دوسرے مہاجنوں سے بہی ربط رکہتے اور دستورات وطریقہ سرکار انگریزی سے بہی واقف تہے ارباب غرض اون سے رجوع کرتے اور کبہی کوئی کام کسی کا نکل ہی جاتا۔

خلاصہ دوکان خود فروشی کو رونق دے رکہا تہا۔ اور راجہ جیت سنگہ سے بہی زمانہ حکومت میں ربط غائبانہ رکہتے تہے اور بذریعہ امام بخش اپنے رشتہ دار قریبی کے عہد سفارت جان فوق صاحب میں پچیس ہزار نقد و پارچہ کی رعایت بہی اونسے راجہ نے کی تہی۔

جب شیوناتہ پنڈت وارد کلکتہ ہوئے تو اونکو اپنے گہر میں ٹہرایا اور لاف وگزاف سے کہ عنقریب گورنر معزول ہوتے ہیں اور دوسرا گورنر آتا ہے اور ارباب شورے و عمائد انگریزوں کو موافق کرکے بلاشک حکومت راجہ کو واپس کراتا ہوں پنڈت کو فریب دیا۔ حرفت آخریں یہ تہی کہ راجہ صاحب مال و روپیہ کے خرچ کرنے میں کمی نکریں اور تحفہ و ہدیہ سے دل صاحبان انگریز کا قبضہ میں رکہیں پہر خدائی قدرت دیکہیں کہ کیونکر ملک از دست رفتہ جبکے ذریعہ سے مال و دولت جمع ہو حاصل ہوگا اور پنڈت سے اکثر بنگالی و بعض صاحبان انگریز سے جو اونکے ہم پیشہ تہے ملاقات کرادی اور اونکی زبان سے بہی کلمات امید زا پنڈت خالی از ادراک کو سنوادیئے جو کچہ منشی مذکور کہتے اوسکو پنڈت رنگ دیگر لکہتے اور راجہ خوش ہوجاتے اسی کے ساتہ منشی مذکور کسی بنگالی و انگریز کے نام سے روپیہ منگاتے جاتے۔ بعض خیراندیشان مثل سوانح نگار وغیرہ کے جب لکہتے کہ منشی صدر الدین کون ہے جو اوسکے ذریعہ سے کام نکل سکے۔ ایسے وقت میں مفت روپیہ برباد کرنا فضول ہے تو راجہ اونکی بات پر توجہ نہ کرتے اور بہ نگاہ تندد یکہتے مقصود یہ تہا کہ یہ لوگ سلسلہ کام کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جب دیکہتے کہ فضول بات

جسکا وقار سننے والے کے نزدیک ہو کہنا لاحاصل ہے خاموش ہو رہتے ہر چند کہ فشار زمانہ نے چشم عبرت بیں راجہ کو کھولدیا تھا مگر پھر بھی عبرت اونہوں نے نہ سیکھی - علاوہ خرچ مذکورہ کے زیادہ تنخواہ کے لوگ بلاضرورت ملازم تھے مزید براں عیش و عشرت میں مشغول اور ناچ رنگ لولیان بازاری میں منہمک رہتے ہر چند کہ حسن صورت خدا نے بخشا تھا مگر حسن سیرت نہ تھی گانے والوں کے ساتھ خود ہی گاتے -

بابو سبحان سنگھ اس پریشانی میں بھی اپنے مصارف کو زیادہ دست تنگ سے لیتے اور وہ فراخ حوصلہ عالی ہمت بجز ہاں کے ہنیں نجانتے - خلاصہ یہ کہ تین سال کے اندر جو کچھ تھا خرچ کر بیٹھے -

اسی عرصہ میں مہاراجہ عالیجاہ سیندھیہ بہادر تسخیر قلعہ گوالیار کو بدسے فارغ ہوئے اور را ناچہتر سال گرفتار ہوئے - اونکی بی بی کہ نہایت عفیفہ و غیور تھیں روز تسخیر قلعہ گوالیار میں شعلہ باروت سے جل مریں -

راجہ جیت سنگھ نے اپنے عیال کو جہانسی سے بلالیا اور جب خبر مفلسی راجہ کی مہاراجہ سیندھیہ نے سنی تو ایک روز وکیل راجہ سے کہا کہ تیس لاکھ کا ملک اس ملک مفتوح سے راجہ صاحب تعہد کر لیں - جب ٹل یہ خبر سنکر خوشی سے پیرہن میں نہ سمائے شاداں و فرحاں آنکر یہ پیام راجہ کو سنایا - راجہ نے بالعکس خوشی کے منہ غصہ سے بنالیا اور سر کہ جبیں ہوکر کہا - میں نے ملک بنارس کو کہ گلزار جہاں کہہ سکتے ہیں جب چھوڑ دیا تو میرا پھر اس خارستان میں کہاں ٹہرتا ہے - خیر اندیشوں نے عرض کیا کہ آب از جو رفتہ یعنے دولت گم گشتہ پھر آرہی ہے انکار کرنا زیبا نہیں - جواب دیا کہ میں کار گذار کفایت شعار کہاں سے لاؤں جو انتظام کر سکیں اور اگر خسارہ ہو تو کہاں سے جمع مقبولہ ادا کر سکوں -

نیک اندیشوں نے کہا کہ جب آپ انتظام کریں گے تو دستور سرکار مرہٹہ تنگ گیری

جمع نہیں ہے نیز بابت مصارف فوج و تحصیل بھی مجرا دیں گے اور آپ کو تھوڑا ہی روپیہ سرکار میں دینا ہوگا۔ اور اگر کچھ باقی رہ جاوے گا تو ایک سال کا دوسرے سال میں ادا ہو جاوے گا۔ مگر نہ سننا تھا نہ سنا اور کہا میں اپنے سر میں درد بید اکرنا نہیں چاہتا اور پیام مہاراجہ عالیجاہ کو بھیجدیا کہ اس عنایت سے مجھے معاف رکھیں بلکہ بطور روزینہ بغرض بسر اوقات کے مقرر کردیں۔ جب یہ پیام مہاراج کو پہونچا تو مسکرا کر فرمایا راجہ صاحب کو برداشت درد سر انتظام ملک کا نہیں ہے۔ میں تو اونکی ترقی روز بروز چاہتا تھا خیر اگر اونکو یہی منظور ہے تو ایک وکیل پونا میں حضور میں سرمینت پیشوا کے بھیجیں میں بھی التماس کرتا ہوں بعد صدور حکم کے جاگیر اُنکے واسطے مقرر کردونگا۔

غلام حسین خاں لکھتے ہیں کہ ہر چند مہاراجہ سیندھیا محتاج استصواب پیشوا نہ تھے بلکہ خود حاکم مستقل تھے مگر پاس ادب آقا کا اس درجہ ملحوظ تھا کہ ہر کام میں استفسار کرتے۔

خلاصہ ایک شخص مرہٹہ وکالت کو تجویز ہوا اور عرائض سرمینت مادہو راؤ پیشوا و اون کے مدار المہام نانا کے نام لکھکر روانہ کئے گئے۔ جب وکیل پونا پہونچے اور اول خدمت مدار المہام میں و بذریعہ اُنکے حضور مالک الملک میں فائز ہوکر عرضیاں دیں تو خلعت و دستار وسیلہ سے مخلع ہوکر نوشتہ بنام مہاراجہ عالیجاہ حوالہ اوسکے ہوا۔ مضمون یہ تھا کہ ہکو پرورش و پرداخت راجہ جیت سنگھ کی مرغوب ہے جسطور پر کہ تجویز کیا ہے جاگیر لائق گذارہ کے دیدیں۔

اس حکم کے پہونچنے پر کہ محض نمائشی تھا ورنہ مہاراجہ خود حاکم تھے۔ پرگنات مودر تو اولکھونی کو ملک متعلقہ گوالیار سے جاگیر راجہ میں دیا اور سند لکھکر حوالہ کردی اور سند میں جمع ان محالات کے پانچ لاکھ روپیہ لکھی گئی مگر حاصل اوسکا بشرط انتظام بڑھ سکتا تھا کیونکہ رعایائے محالات مطیع و منقاد تھی نہ تو قدرت خیرگی و شوخی ہی اور نہ عادت اونکی تھی اور اکثر دیہات بوجہ نایابی آب و چاہ پڑے رہتے۔ چونکہ راجہ خود ہمراہ مہاراجہ عالیجاہ سمت اکبرآباد گئے

اور اہلاد مصر کو خدمت کارخانجات سرکار تبہ روزگار کی دے رکہا تہا اونکے بہائی بسرام مصر کو عامل مقرر کیا اونہوں نے اول سال دو لاکہ دس ہزار بہیجا. مگر اول تو وہاں کی رعایا تاخت و تاراج لشکر مرہٹہ سے تنگ ہی تہے انکی سخت گیری سے اور تنگ ہوکے بعض بہاگے اور بعض کی زمین اُفتادہ رہ گئی. دوبارہ غلام حسین خاں گئے مگر اور اسباب خرابی پیدا ہوتے گئے۔

یعنی سُکہو لال نامی پسر بلاس رائے متصدی قدیم نے چندے مسند حکومت کو گرم کیا. اور اونکے احکامات متلونہ سے غلام حسین خاں مجبور رہے. رگہبر دیال برادر بخشی سدانند بندوق کی نالی بہٹ جانے سے مر چکے تہے اور ناہنا نامی مرہٹہ مستاجر کہ ایک سال کو اوسکو علاقہ دیا گیا تہا اوس سے لڑائیاں رہیں. لہذا جمع محالات کی نوے ہزار رہ گئی.

راجہ کے مزاج میں غم و غصہ زوال ریاست و ثروت و شبانہ روزی کے فکر سے احتراق سا پیدا ہو گیا. باوجودیکہ نہایت حلیم و کریم تہے گالی منہ سے نکل جاتی اور اکثر عبوس خاطر رہتے حالانکہ حق بجانب تہا کہ کس بلندی امارت سے کس پستی میں پہونچے تاہم چونکہ شرفا متحمل انفجار نہیں ہوتے کنارہ کشی شروع کردی.

غلام حسین خاں ندیم و مشیر خاص راجہ کو بوجہ اتحاد موروثی و ملاقات جدید حکیم بقا خاں سے جو کہ علاوہ طبیب ہونے کے ندیم مہاراجہ سیندہیا تہے ربط و ضبط ہو گیا تہا اور ایک قلعہ کی قلعداری ملتی تہی مگر غلام حسین خاں نے بخیال راجہ صاحب انکار کیا یہ خبر راجہ صاحب کو معلوم ہوئی تو خلاف امید کہ محل خوشی کا تہا غلام حسین خاں کو آمد و رفت حضور مہاراجہ سے منع کیا. آخر وقت تبدیلی گورنر ہسٹنگ بہادر و آمد آمد لارڈ کارن والس بہادر راجہ بہبراج نے دجن کی مدد زمانہ حکومت راجہ جیت سنگہ میں غلام حسین خاں ہر امر میں کیا کرتے اور اب وہ ہمراہ آصف الدولہ رہتے اور بتوسط خان علامہ تفضل حسین خاں کہ اوس زمانہ میں عہدہ وکالت کلکتہ پر مامور تہے اور راجہ بہبراج سے دوستی خاص

رکھتے تھے اور خطاب راجگی اونکو دلوایا تھا۔) رفیق و مصاحب خاص راجہ جیت سنگہ یعنی
غلام حسین خاں کو بحیلہ وکالت عود ریاست بغرض سوال و جواب حضور لارڈ کارن والس
میں بلوایا۔ مگر راجہ نے کہا یہی تو میرا ندیم و رفیق ہے میں اسکو نہ بھیجوں گا تاآنکہ راجہ
بکھراج نے کرنل ہاپر صاحب رزیڈنٹ دربار وزیر الممالک سے کہ اونکے مزاج میں دخل
تمام تہا اوسی مضمون کا خط بھجوایا۔ راجہ نے بادل ناخواستہ مقام لال سونٹھ قریب بہاجے نگر
سے رخصت کیا۔ کیونکہ راجہ ہمیشہ ہمراہ مہاراجہ سیندھیا رہتے اور وہ برابر سفر میں رہتے
غلام حسین خاں آگرہ آئے۔ اور عیال و بارچہ حسب وعدہ اکبرآباد میں چھوڑ کر روانہ لکھنؤ
ہوئے۔

راجہ بکھراج نے کمال شفقت سے ملاقات کی اور مصائب ایام کو دریافت کر کے
متاسف ہوتے رہے۔ اور دوسری صبح کو کرنل ہاپر صاحب کے پاس لیجانے کا
وعدہ کیا۔ دوسرے روز حسب وعدہ آئے اور لیگی صاحب بھی چونکہ بنارس میں تفویض
راج راجہ جیت سنگہ کو آچکے تہے۔ لہذا تعارف سابقہ سے مہربانی کی اور دیر تک
حال لشکر مہاراجہ عالیجاہ و روش ور دیہ قوم مرہٹہ پوچھا کیے۔ آخر صحبت میں کہا عجب
اتفاق ہے کہ میں نے آپ کو طلب کیا مگر زمانہ کی شعبدہ بازی دوسری ہوگئی وہ یہ کہ
لارڈ صاحب بہادر مجھے کلکتہ بھیج رہے ہیں اگر رہتا تو کوشش کرتا میں دو روز بعد
چلا جاؤں گا۔ مگر مسٹر چیری صاحب کو کہ ترجمان لارڈ صاحب بہادر دوست ہیں اپنے
کہے جاتا ہوں۔ وہ حتی الوسع کوشش کریں گے اور راجہ کے معاملہ میں کہ نہایت مشکل
ہے۔ لارڈ صاحب سے کہیں گے۔ آئندہ اختیار فرمانروا کو ہے۔ جواب میں غلام حسین
خاں نے عرض کیا کہ حضور کی اعانت کے بھروسہ پر راجہ نے مجھے بھیجا مگر زمانہ نے
موافقت نہ کی میں خود جانتا ہوں کہ عود حکومت مشکل ہے مگر یکبار تمام سرگذشت تو لارڈ صاحب
کو سنا دوں پھر اگر انصاف فرما دیں تو فبہا۔

سنکر منشی سکھ لعل کو بلا کر کہا کہ میں کل امر خاص کے واسطے جیری صاحب کو سمجھا دونگا پرسوں بعد روانگی میرے تم غلام حسین کو لیجا کر صاحب مذکور سے ملاقات کرا دینا اور جو کچھ سوال وجواب ہویا جو طے پاوے مجھکو لکھنا۔

تیسرے روز منشی مذکور مکان باولی میں کہ عمدہ ترین مکان نواب آصف الدولہ تھا اور لارڈ صاحب وہیں فروکش ہوتے لے گئے اور مسٹر جیری صاحب کے کمرہ میں بیٹھے تھوڑی دیر کے بعد صاحب ممدوح آئے۔ دیکھتے ہی کہا آپ کیونکر آئے غلام حسین خاں سمجھے کہ کرنل ہار پر نے کچھ نہیں کہا۔ اونہوں نے عرض کیا فریادی ہوکر آیا ہوں تاکہ آپکے ذریعہ سے ملازمت فرماں روا یعنی لارڈ صاحب کے کروں اور قصہ تظلم ولی نعم کا بیان کروں یہ سنکر خریطہ راجہ کا لیکر حضور لارڈ صاحب میں لے گئے اتفاق سے اوسیوقت آصف الدولہ بہادر بازدید کو لارڈ صاحب کے آگئے۔ اور غلام حسین خاں حاضر نہ ہوسکے بعد انکے چلے جانے کے جیری صاحب نے خریطہ ویسا ہی غلام حسین خاں کو دیکر کہا کہ لارڈ صاحب فرماتے ہیں کہ داد وہی گورنر سابق کی اگر واقعی بھی ہو ہماری قدرت سے باہر ہے یہ امر متعلق بہ ارکان سلطنت لندن ہے یا کار فرمایان سرکار کمپنی کے ہے۔ غلام حسین خان نے کہا میں نے مانا کہ دادرسی ظلم کے متعلق اراکین دولت سلطانی وارکان کمپنی ہے مگر خط کا نہ پڑھنا کہ کیا لکھا ہے۔ رسم فرمانروا نہیں ہے۔ مسٹر جیری صاحب نے بہر مروت کو دخل دیا اور دوبارہ واپس آکر ایسا جواب دیا کہ مایوسی ہوگئی۔ کہا لارڈ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ارکان دولت انگریزی ہسٹنگ صاحب بہادر کو بمنزلہ پدر جانتے ہیں تو کس کو قوت ہے کہ اُن کا قصور ثابت کرسکے۔ یہ جواب صاف سنکر غلام حسین خاں خاموش رہ گئے۔ منشی بیچارہ نے بھی کچھ کہا مگر اُنہوں نے عطر پان دیکر رخصت کر دیا۔

مکان پر پہونچکر غلام حسین خاں نے تمام ماجرا راجہ کو لکھدیا اور خریطہ واپس کر دیا اور لکھا کہ وقت داد طلبی دوسرا تھا اب دو داد وش بیکار ہے اسی اثناء میں مہاراجہ عالیجاہ سیندھیا

بہادر نے راجہ جے نگر سے شکست فاش کہائی - اور معرکہ غلام قادر خاں جس میں آنکہیں شاہ عالم بادشاہ کی نکال لینا مشہور ہوا جسکا ذکر جلد دوم میں آرہا ہے۔ راجہ نے پہر غلام حسین خاں کو بلایا مگر یہ نہیں گئے۔ اور عذر پیری کر دیا جب راجہ کو مایوسی اِنکے آنے سے ہوگئی تو خط و کتابت بہی بند کر دی۔

بقیہ حالات خاندان راجہ چیت سنگہ

راجہ چیت سنگہ کا انتقال مقام گوالیار میں ہوا اونکے بعد انکے فرزند بلوان سنگہ اگرہ میں آئے اور کاشی چہہ میں مکان بنایا اُنکے بعد جگر ورن سنگہ اُنکے فرزند ہوئے اُنکے بعد اونکے فرزند بیر بہدر سنگہ ہوئے جو اپنے باپ دادا کے عہد کے علاوہ باجازت مہاراجہ ایشری پرشاد نرائن سنگہ بنارس میں آنکر مہمان ہوئے اور رہپر جکیا میں شکار کہیل کر ہرسوہرن کے درشن کو گئے۔ اونکے فرزند کنور بہادر سنگہ ہوئے جن پر مزید عنایت مہاراجہ پربہونارائن سنگہ صاحب حال مہاراجہ کاشی ہوئی اور اپنے اخلاق و کنبہ پروری کے لحاظ سے انکو اجازت بنارس رام نگر میں آنیکی دی۔ کیونکہ خاندان راجہ چیت سنگہ کے حضرات بلا اجازت مہاراجگان مسند نشین بنارس میں نہیں آسکتے تہے لہذا اسی قاعدہ سے ذریعہ رزیڈنٹ بنارس کمشنر صاحب اگرہ نے مہاراجہ حال سے دریافت کیا اور دربار بنارس سے کنور بہادر سنگہ کو مع اُنکی والدہ کے اجازت ہوئی۔ بعد کو مہاراجہ نے اُن کی شادی بہی ایک معزز خاندان میں کرادی اور اونکی تعلیم کا انتظام کالج لکہنؤ میں کیا۔ مگر افسوس کہ عین شباب میں لاولد انتقال کیا اب اس خاندان میں صرف بابو بشنا تہ پرشاد سنگہ نواسہ بیر بہدر سنگہ اور بیوہ بیر بہدر سنگہ موجود ہیں۔

ذکر مصاحبان راجہ چیت سنگہ

دیگر مصاحبین کا تذکرہ اصل کتاب میں آ گیا ہے صرف گہورو سنگہ کا ذکر قابل بیان ہے۔ لہذا منذکور ہوتا ہے

حال گہورو سنگہ مصاحب مہاراجہ چیت سنگہ

گھوڑو سنگھ کے والد شیو ظالم سنگھ عہد مہاراجہ بلونت سنگھ میں آئے مگر گھوڑو سنگھ کو زمانہ مہاراجہ چیت سنگھ میں بہت وقار ہوا اور برابر بطور عہدہ دار خاص کے معزز حالت میں رہے۔ جنگ لطیف پور وغیرہ میں بمقابلہ فوج انگریزی کارہائے نمایاں کئے تا اینکہ اونکے ہمراہ گوالیار گئے اور بارہ برس وہاں پر رہے۔ رام نگر میں بتقریب شادی دختر خود آئے تھے کہ زمانہ مہاراجہ مہیپ نرائن سنگھ میں جنکا ذکر جلد دوم کتاب ہذا میں آرہا ہے۔ مہارانی گلاب کنور زوجہ راجہ بلونت سنگھ آنجہانی نے روکا اونکی عورات کو اپنی مصاحبات کیا۔ اور چودھری گھوڑو سنگھ کو ڈیوڑھی یعنی محل زنانہ کے انتظامات کا عہدہ دیا جو بہ لفظ چودھری تھا۔ چنانچہ ابتک یہ لقب انکی اولاد میں جاری ہے اور سیدھا یعنی خوراک روزانہ و خرچ سالانہ مقرر کیا جیسا کہ معززین خاص کیواسطے ابتک مروج ریاست ہے۔ انھوں نے زمانہ مہاراجہ اودت نرائن سنگھ میں انتقال کیا۔
اونکی اولاد میں چودھری بجناتھ پرشاد سنگھ پورے وقار سے دربار بنارس کے ایک رکن رکین ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ آوے گا۔

خاتمہ کتاب بطور عرض حال مصنّف مع تاریخ طبع

حالات رقم ناموروں کے ہوں مفصل — یہہ قصد بنا فوج معانی کا ہراول
سطروں کی صف آرائی سے پیدا ہوا لشکر — حرفوں کی کشش ہو گئی تیغوں سے ممثّل
شبدیز قلم جوش میں تھا مرحلہ پیما — دم بھر بھی نہ جاسوس معانی تھا معطّل
تھی عقل کو حیرت کہ ہو کیونکر یہ مہم طے — ناگاہ نمودار ہوئی وجہہ مکمّل
آثار فلک جاہ کا ایسا ہو اظہار — تاریخ لکھی جائے صداقت سے مسجّل
معقول صحیح اور مناسب ہوں وقایع — احوال نہ از روی قیاسات ہوں مہمل
ہو فوج سخن معرکہ آرائے صداقت — ہر امر سند یافتہ ہر بات مدلّل
اُس وقت یہی فکر ہوئی طبع رواں کو — اسباب تواریخ نگاری ہوں محصّل

اقبال مہاراجہ خورشید حشم سے | مشکل ہوئی سب سہل ہر اک عقدہ ہوا حل
منصب سے طبابت کے تہا پہلے ہی سرفراز | اب وصف مورخ سے ملا پایۂ اکمل
ہے علم تواریخ میں یہہ دوسری تالیف | تھا مقصد طبی میں رقم نسخۂ اوّل
تہا مظہری وزاد سے نام اوسکا مرکب | تاریخ بنارس ہے یہہ مجموعہ افضل
(یعنی زاد مظہری)
پنجاہ برس عمر کافی الجملہ ہے حاصل | وہ عمر کہ جسکا ہے گرانمایہ ہر اک پل
ناظر سے تمنا ہے کہ اس عبد اقل کو | نیکی سے کرے یاد بصد لطف مکمل
ظاہر میں یہہ تاریخ بنارس ہوئی تحریر | پر ہند کے اقطاع کا ہے تذکرہ مجمل
احوال سلف ہوگئے تابان و درخشان | روشن ہے نظارگیاں کی ہے یہ مشعل
اب خاتمہ نظم دعا پر ہے مناسب | چھایا رہے مہراج کے افضال کا بادل
جاہ وحشم وثروت واجلال فزوں ہو | اقبال وتجمل کی ترقی ہو معجل
مصرع یہ لکھو عیسوی تاریخ کا مظہر | دستور لیا قست مہ حالات مسلسل

۱۹۱۲ع

قطعات تاریخ از شاعر بیمثال سخنور نازک خیال مرزا محمد حسن صاحب فایز بنارسی

قطعہ تاریخ بحساب سمت

ہے یہہ تاریخ بنارس بے مثال | نامداروں کے عیاں ہیں اس سے راز
بحر دانش مولوی مظہر حسن | عالم کامل طبیب سرفراز
ہیں مہاراجہ بہادر قدرداں | حامی اہل ہنر عاقل نواز
جبکہ آقا کی توجہ ہوگئی | کیوں ملازم کو نہوں سو عزو ناز

اس طرح تاریخ سمت میں لکھو
کہدو فائز مظہر صنعت طراز
سمت ۱۹۷۲

قطعہ تاریخ عیسوی

جب تذکرہ اس کتاب کا ہو / کھلجاتے ہیں دفتر ستائش
مہاراج کا فیض ہے جو بے حد / آفاق ہے خوگر ستائش
دربار بلند قدر وہ ہے / جھکتا ہے جہاں سر ستائش
خاص اُنکی کمال پروری سے / تابندہ ہے اختر ستائش
فائز ہے ظہور عیسوی سال / تاریخ ہے مظہر ستائش
۱۹۱۶ء

قطعہ تاریخ ہجری

خلق میں یہ رسالہ صورت بدر / ہے فروغ کمال کا مظہر
ہے مہاراج کا در دولت / بہر صد بخشش و عطا مظہر
آستان حضور ہے بیشک / قدر دانی کا حق نما مظہر
بزم انور میں مہر کہتا ہے / مجھکو کیا خوب مل گیا مظہر
سال ہجری میں ہو دعا فائز / تم لکھو - دائم البقا مظہر
۱۳۳۴ھ

قطعہ تاریخ فصلی

ہے عجب بے نظیر یہ نسخہ / یہی کہتے ہیں صاحب انصاف
در مہاراجۂ بنارس کا / ہے جو گنجینۂ ہزار اعطاف
اوسکی بخشش نے ہر خلق کو کیا / بے نشاں آج قاف سے تا قاف
شکل جاہ سکندری ہے عیاں / آئینہ ہے یہ حال سب پر صاف
ہاتف غیب نے کہا فائز / سال فصلی ہے مظہر اوصاف
۱۳۲۳ ف

صحت نامہ کتاب تاریخ بنارس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۹	وو	وہ	۵۳	۵	کا	کے
۵	۱۴	متوطینان	متوطنان	۵۶	۱۰	اٹھ	سات
۶	۵	دو و	دوسو	؍؍	۱۵	نگر	ناگر
۷	۳	۱۳۱۹ھ	۱۳۱۹ء	۷۳	۱۳	رزح	روچہ
۲۳	۸	اصلاح	اصطلاح	۷۴	۳	اکیب	اکیب تیر
۲۵	۸	ومکیاں خیانات	خیانات ومکیاں	؍؍	۴	نگاتیر	نگا
؍؍	۱۰	فرخت	فروخت	۷۷	۴	صبق	طبق
۲۷	۱۰	تشخیص	تشخّص	۷۸	۳	گیا	۰
۲۸	۱۷	آئی	آتا	۸۱	۱	سای	ساعی
۳۰	۲	اُنہوں نے	وہ	۸۲	۷	سیگڈہ	سیگہڈہ
؍؍	۸	ہوتے	ہوتے تھے	۸۵	۶	۳۴	۴۴
۳۱	۱۷	دیگر	دیکر	۸۹	۴	ندی	سوروا ندی
۳۵	۵	نکو	حکو	۹۴	۱۷	مفرورن	مفروران
۳۹	۸	اگوڑھی	اگوری	۹۶	۱۰	لون	کون
۵۱	۹	فاحش	فاش	؍؍	۱۵	عواس	حواس
۵۲	۵	پہلا	پہلے	۹۸	۱۸	آواز	۰

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۷	۱	ہرسرکار	ہرسہ سرکار
۱۰۸	۱۵	لحاظ	لحاظ
۱۰۹	۲۱	نے	۰
۱۱۰	۱۳	لی	علی
۱۱۱	۱۱	راجپوت	گوتم
۱۱۲	۲	ہم قوم	ہم جوار
۱۱۳	۹	بانالی ندی	نالہ
۱۱۵	۱	اکوڑھی	اگوری
〃		بڑہل	بڑہر
〃	۱۰	سوہن	سون
〃	۱۸	وین	سون
		دشمنوں	کہ دشمنوں
۱۲۱	۱۱	سرنام	شنگرام
۱۲۲	۸	زند	زندہ
۱۲۴	۶	سرنام	شنگرام
۱۳۶	۳	دھی تہی	دی تہی
۱۴۰	۳	حاضر	حاضر
〃	۱۳	جذہر	جمدہر
۱۴۳	۱۱	گوپالداس	گوالداس
〃	۱۹	〃	〃

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۴	۲	گوپالداس	گوالداس
۱۵۴	۱۴	دلاناگ	دلازاگ
۱۵۶	۷	سے	نے
۱۶۱	۷	نے	۰
۱۶۲	۱۲	شیوا	سیواجی
۱۶۵	۱	سنہ ۱۷۶۹	سنہ ۱۰۶۹
۱۶۶	۱۲	چہ	۰
۱۷۰	۱۴	گنگگ	گنگ
۱۷۱	۷	امابر	اکابر
〃	۱۶	ایک	ایک لاکہ
۱۷۸	۱۸	راج	روپیہ
۱۷۹	۱۳	سمجھا بلکہ	سمجھا یاکہ
۱۸۰	۱۰	داغ تہا	داغ تہے
	۱۶	راجہ کو	راجہ
۱۸۱	۲۱	انگریزی	انگریز
۱۸۲	۷	سنہ ۱۷۵۰ء	سنہ ۱۷۵۰ء میں
۱۸۵	۱۸	آدہا ہے	آرہا ہی ملاحظہ ہو تواریخ صوبہ بنارس مصنفہ اڈوارڈ ڈس صاحب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۹	۱۰	سنہ ۱۱۶۹ھ مطابق	سنہ ۱۱۶۶ھ مطابق	۲۶۱	۲۱	سے	ہے
		سنہ ۱۷۵۶ء	سنہ ۱۷۵۲ء	۲۶۳	۱۷	سماہی	شاہی
۱۹۲	۱	قلعہ	ہوکر قلعہ	۲۶۷	۸	اتر	انتر
۱۹۸	۹	لوٹ	لوٹ	〃	۱۴	سے	ملے
۲۰۲	۳۰	سلر	لشکر	۲۷۰	۱۰	ہاتھی ملے	ہاتھی کے ملا
۲۰۶	۳	راجہ بہادر	راجہ بینی بہادر	〃	۱۸	بونہ	پونہ
۲۲۷	۷	وجناب	وجناب	۲۷۳	۱	ورد	وزر
۲۲۷	۱۸	اوراں	اوراں	〃	۲	وگا	ہوگا
۲۳۰	۳	سنہ ۱۷۵۳	سنہ ۱۷۵۳		۱۴	پو	پر
۲۳۳	۱۰	لڑکے	لڑکی	۲۷۵	۲۰	رسٹرہ	رسٹرہ سے
۲۳۸	۲	سورہ	کٹورہ	۲۷۶	۱۳	یلی	حویلی
〃	۱۲	دور	اور	۲۷۷	۴	ہوکر	نہ ہوکر
۲۴۲	۵	مشیر	موشیر	۲۸۵	۴	انتظار رہا ہے	انتظار رہائی
۲۴۵	۱۸	بہر	پدر	۲۸۹	۱۱	راجہ	راہ
〃	۲۱	تحوامدام	تنخواہ رام	۲۹۲	۳	عجیب	عُجب
۲۵۰	۶	ہوتا	ہوتی	۲۹۷	۱۰	عوسہ	علانیہ
۲۵۹	۸	معرر	مقرر	۲۹۹	۱۳	رکہتا	رکہتا سیر المتاخرین
〃	۱۸	خان	خان میں	۳۰۵	۱۳	شہر	لشکر
۲۶۱	۱۳	ہاں	شاہاں	〃	۱۹	شہر	لشکر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۶	۷	جاوے	جاوے
"	۱۱	الملک	الملک کے
۳۱۳	۳	کی	سے
۳۳۶	۱۷	کو	کہ
۳۴۷	۲	روئیو	ریویو
"	۲۰	روکو	روکر
۳۴۹	۵	تہا	تہے
۳۵۳	۲۱	تہی	تہا
۳۵۷	۲۱	کہینچ کے گئے	کہینچ لے گئے
۳۶۷	۱۵	زیادہ نے	زیادہ تہے
۳۶۴	۹	نے	۰
۳۶۶	۱۴	یونانی	علاج یونانی
۳۷۷	۲۲	سنہ ۱۱	سنہ ۱۱۸۴ھ
۳۷۹	۲۰	افغاں	فغاں
۳۸۰	۱۳	وکاوت	ذکاوت
۳۸۱	۱۱	انکی	کی
"	۱۳	تاآنکہ	اور
۳۸۳	۳	باد	بادہ
"	۱۰	یہ	۰

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۴	۱۷	حضوص	مضوص
۳۸۶	۸	مین	جن
"	۹	وجدیدہ	جدیدہ
۳۹۱	۱۳	اسعاں	انتقال
۳۹۲	۸	تغیر	بہ تغیر
۳۹۵	۱۳	سور	سوار
۳۹۶	۲۱	اوقات	اوقات میں
۴۰۰	۱۴	شرف افغانان	اشرف افغان
"	۱۷	مار	لار
۴۰۳	۱۶	بہونجا	پہنچتا
"	۲۰	خروج	طمع
۴۰۵	۳	سے	کو
۴۱۵	۱	جاویں	پہر جاویں
"	۱۰	کو	۰
۴۱۷	۱۹	روکے	روکیں
۴۱۸	۱۰	سنہ ۱۱۵۱ھ	سنہ ۱۱۵۱ھ میں
۴۱۹	۱۱	کو	۰
۴۲۰	۱۲	کاتہے	کارتہے
۴۲۶	۵	کے	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۶	۵	کی	کے
〃	۱۳	جنانچہ شیخ کے انتقال پر جب ریاست میں حسابہ ہوا تو چالیس ہزار کی مالیت کے تحفہ جات نکلے۔	.
۴۳۱	۱۴	امام کے اثنا عشر	امام اثنا عشر
۴۳۶	۲۱	ہیجیدیا	جاپایا.
۴۴۱	۱۰	افساد	افساط
۴۴۲	۱۰	عرض راقم۔	عرض راقسم متضمن حالات ریاست رام پور
۴۴۴	۴	تخفص۔	ملخص
۴۴۸	۱	انگریزی	انگیزی۔
۴۴۹	۱۴	نہاجت	نیابت
۴۵۵	۱۹	ہیں	میں
۴۵۶	۱۹	ہوگی	ہوگئی
〃	۲۰	رسیل	رسل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵۷	۸	کلالیور لنسل	اکلادرسل
۴۵۸	۱۲	نے	.
۴۶۱	۱	بربت	بریت
۴۶۲	۱۴	فرود	فرو
۴۶۴	۱۸	حسبارت	حسبارت کے
۴۶۶	۲	اشتمالت	استمالت
۴۶۹	۱۵	بلکہ سو	بلکہ تین
〃	۲۰	جلوہ آرا	جلوہ
۴۸۲	۳	شرکا	شرکا کا
۴۸۳	۱۲	گور	گورنر
۴۸۴	۲	ہے	میں
〃	۳	بہادر کا	بہادر کے ہوکر
〃	۴	پر دلاوینگے	پر قبضہ دلادینگے۔
〃	۶	سرداران	محافظ
۴۸۹	۷	مجلاً	مجملاً
〃	۱۱	لکھا گیا	لکھا لیا
〃	۱۵	تعلق	متعلق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹۲	۵	اوی	اوسی	۵۴۰	۸	کی	کا
"	۱۶	امالی	امانی	۵۴۲	۹	موصوف	موصوف نے
۴۹۹	۸	چنار واقع	چنار وجونپور	۵۴۲	۱۳	متاجر جو	جو متاجر
			واقع	۵۴۷	۱۳	تھے	تھا
۵۰۰	۴	زادہ ہ	زیادہ	"	۱۴	کیونکہ	چونکہ
۵۰۱	۷	پٹہ سرکیا	پٹہ سرگیا	۵۵۲	۱۴	گور	گوریز
"	۱۵	پٹنہ	پٹہ	۵۵۴	۱۰	بحیر	بحیبر
۵۰۳	۱۱	۱۲۷۶ھ	۱۲۷۷ھ	۵۵۵	۵	ہے	ہے
۵۱۰	۹	موہوچی	موہوجی	۵۶۳	۱۹	لعد	بعد
۵۱۱	۸	کورں	کوبرن	۵۷۰	۲۱	مقرر لائے	مقرر کرالائے
۵۱۳	۱۲	گوہد	کوہد	۵۷۲	۳	خیرالدین حسین	خیرالدین حسین
۵۱۸	۹	ہوتی	ہولی			خاں	
۵۱۹	۴	کے	سے	۵۷۳	۱	"	"
"	۱۴	صلب	سلب	"	۴	"	"
۵۲۰	۲	داز	دراز	۵۷۴	۱۳	معطل	معطّل
۵۲۴	۷	سرنام	سنگرام	۵۷۵	۱	پہنچا	بھیجا
"	۲۱	گور	گوریز	"	۱۵	قاضی خیرالدین	خیرالدین
۵۲۸	۵	اندرتو	اندریاتو	۵۷۷	۱۳	قاضی صاحب	مولوی صاحب
۵۳۲	۱۷	دوست ہو	دوست دوست ہوا	۵۸۲	۳	گیا	کیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۷	۱۸	جرنل	جرنل نے	۶۳۳	۱۰	موفذہ	مواخذہ
۵۸۹	۱۲	مرے نام	خیرالدین کے	۶۴۰	۱۹	حقہ تک	حقہ
۵۹۲	۱۷	ہی	ہی کہا	۶۴۵	۲۱	بیرنگی	نیرنگی
۵۹۶	۱	تحت	بحسب	۶۴۶	۱۳	کرتا ہوا	کرتے ہوئے
″	۱۵	کے	نے	″	۱۹	لبعض	تبعض
″	۱۵	مرہٹہ	مرہٹہ کے	۶۴۹	۲	ہجری	ہجری کو
″	۱۸	سے	کے	۶۵۱	۷	مرزا پور	مرزاپور خورد
۶۰۰	۱۴	جلکر	جلاکر	۶۶۰	۲	سکتے ہیں	سکتے
۶۰۱	۲۰	دہن	دھن.	۶۶۹	۷	اور	.
۶۱۲	۵	لو	کو	۶۷۰	۲	برو	برد
۶۱۳	۱۶	والے	دالی	۶۷۱	۹	رافہ	راجہ
۶۱۷	۱	انگریزی	.	″	۱۱	امیرالدولہ	امیرالدولہ سے
۶۱۸	۱۵	لذرن	گذرین	۶۷۲	۱۰	کو مدنظر	کا
۶۱۹	۲	مودہوجی	مودہوجی	۶۷۴	۲۱	کہ	کو
″	۴	بیارس	بارس	۶۷۶	۲	کی دیکھی	کے دیکھے
″	۱۲	اوکہ	اور	″	۱۹	اونگی	.
″	۱۳	پیارس	پارس	۶۸۱	۲	ہمارادہ	بارادہ
۶۲۳	۱۳	امیرالدولہ	امیرالدولہ کے	۶۸۴	۲۰	میں	کے
				۶۸۷	۱۵	اہہاو	باہہاؤ.

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۸۹	۱۲	پندرہ	و پندرہ				
۶۹۴	۹	اگوڑی	اگوری				
۶۹۵	۴	آپ	آب				
۶۹۷	۵	سول	دل				
۶۹۹	۲۱	خراب	خراب				